تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل عظیم الشان فقہی انسائیکلوپیڈیا

اَلْعَطَایَا النَّبَوِیَّہ فِی الْفَتَاوٰی الرَّضَوِیَّہ

فتاوٰی رضویہ

تصنیف لطیف: اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا علیہ الرحمۃ

ALAHAZRAT NETWORK

www.alahazratnetwork.org

من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین

العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل چودہویں صدی کا عظیم الشان
فقہی انسائیکلوپیڈیا

جلد ۲۹

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز
۱۲۷۲ھ ——— ۱۳۴۰ھ
۱۸۵۶ء ——— ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن ۰ جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ، لاہور۸، پاکستان (۵۴۰۰۰)
فون ۷۶۲۵۷۷۲ ۷۶۵۷۳۱۴

نام کتاب ______ فتاوٰی رضویہ جلد ۲۹

تصنیف ______ اعلٰحضرت شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

فیضانِ کرامت ______ مفتیِ اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

سرپرستی ______ صاحبزادہ مولانا محمد عبدالمصطفٰے ہزاروی ناظمِ اعلٰی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، شیخوپورہ

اہتمام ______ صاحبزادہ مولانا قاری نصیر احمد ہزاروی ناظم شعبہ نشرواشاعت 〃 〃 〃

ترجمہ عربی وفارسی عبارات ______ حافظ محمد عبدالستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور وشیخوپورہ

پیش لفظ ______ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

تبویبِ جدید ______ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

ترتیب فہرست ______ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

تخریج وتصحیح ______ مولانا نذیر احمد سعیدی، مولانا حافظ محمد شہزاد ہاشمی، مولانا غلام حسن

کتابت ______ محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالا)

پیسٹنگ ______ مولانا محمد منشا تابش قصوری صدر مدرس و انچارج شعبہ فارسی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

صفحات ______ ۷۵۲

اشاعت ______ رجب المرجب ۱۴۲۶ھ / اگست ۲۰۰۵ء

ناشر ______ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

مطبع ______

قیمت ______

ملنے کے پتے

- رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
  ۰۳۰۰/۹۴۱۵۳۰۰ ۷۶۶۵۷۷۲
- مکتبہ اہل سنت، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
- ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور
- شبیر برادرز، ۴۰ بی اردو بازار، لاہور

اجمالی فہرست

فہرست رسائل

○

پیش لفظ

الحمد للہ ! اعلیحضرت امام المسلمین مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے خزائن علمیہ اور ذخائر فقہیہ کو جدید انداز میں عصر حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق منظر عام پر لانے کے لئے مفتی اعظم پاکستان شیخ الحدیث، قدوۃ العلماء، حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم قادری ہزاروی علیہ الرحمہ کی زیر سرپرستی دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں رضا فاؤنڈیشن کے نام سے جو ادارہ مارچ ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا تھا وہ انتہائی کامیابی اور برق رفتاری کے ساتھ مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے اہداف کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اب تک یہ ادارہ امام احمد رضا کی متعدد تصانیف شائع کرچکا ہے جن میں بین الاقوامی معیار کے مطابق شائع ہونے والی مندرجہ ذیل عربی تصانیف خاص اہمیت کی حامل ہیں:

(۱) الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ (۱۳۲۳ھ)
مع الفیوضات الملکیۃ لمحب الدولۃ المکیۃ (۱۳۲۶ھ)
(۲) انباء الحی ان کلامہ المصون تبیان لکل شیئ (۱۳۲۶ھ)
مع التعلیقات حاسم المفتری علی السید البری (۱۳۲۸ھ)
(۳) کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم (۱۳۲۴ھ)
(۴) صیقل الرین عن احکام مجاورۃ الحرمین (۱۳۰۵ھ)
(۵) ہادی الاضحیۃ بالشاۃ الہندیۃ (۱۳۱۴ھ)

(۶) الصافیۃ الموحیۃ لحکم جلود الاضحیۃ (۱۳۰۷ھ)

(۷) الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ (۱۳۲۴ھ)

مگر اس ادارے کا عظیم ترین کارنامہ العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویہ المعروف بہ فتاوی رضویہ کی تخریج و ترجمہ کے ساتھ عمدہ و خوبصورت انداز میں اشاعت ہے۔ فتاوی مذکورہ کی اشاعت کا آغاز شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ/مارچ ۱۹۹۰ء میں ہوا تھا اور بفضلہ تعالیٰ جل مجدہٗ و بعنایت رسولہ الکریم تقریباً پندرہ سال کے مختصر عرصہ میں انتیسویں ۲۹ جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس سے قبل شائع ہونے والی اٹھائیس ۲۸ جلدوں کے مشمولات کی تفصیل سنینِ اشاعت، کتب و ابواب، مجموعی صفحات، تعدادِ سوالات و جوابات اور ان میں شامل رسائل کی تعداد کے اعتبار سے حسب ذیل ہے،

نمبر جلد	عنوانات	مسئلہ جوابات	رسائل تعداد	سنین اشاعت	
۱	کتاب الطہارۃ	۲۲	۱۱	شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ — مارچ ۱۹۹۰ء	۸۳۸
۲	"	۳۳	۷	ربیع الثانی ۱۴۱۲ — نومبر ۱۹۹۱	۷۱۰
۳	"	۵۹	۶	شعبان المعظم ۱۴۱۲ — فروری ۱۹۹۲	۷۵۶
۴	"	۱۲۵	۵	رجب المرجب ۱۴۱۳ — جنوری ۱۹۹۳	۷۶۰
۵	کتاب الصلوٰۃ	۱۴۰	۶	ربیع الاول ۱۴۱۴ — ستمبر ۱۹۹۳	۶۹۲
۶	"	۴۵۷	۴	ربیع الاول ۱۴۱۵ — اگست ۱۹۹۴	۷۳۶
۷	"	۲۶۹	۷	رجب المرجب ۱۴۱۵ — دسمبر ۱۹۹۴	۷۲۰
۸	"	۳۳۷	۶	محرم الحرام ۱۴۱۶ — جون ۱۹۹۵	۶۶۴
۹	کتاب الجنائز	۲۷۳	۱۳	ذیقعدہ ۱۴۱۶ — اپریل ۱۹۹۶	۹۴۶
۱۰	کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج	۳۱۶	۱۶	ربیع الاول ۱۴۱۷ — اگست ۱۹۹۶	۸۳۲
۱۱	کتاب النکاح	۴۵۹	۶	محرم الحرام ۱۴۱۸ — مئی ۱۹۹۷	۷۳۶
۱۲	کتاب النکاح، کتاب الطلاق	۳۲۸	۳	رجب المرجب ۱۴۱۸ — نومبر ۱۹۹۷	۶۵۶
۱۳	کتاب الطلاق، کتاب الایمان، کتاب الحدود والتعزیر	۲۹۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۱۸ — مارچ ۱۹۹۸	۶۸۸
۱۴	کتاب السیر	۳۳۹	۷	جمادی الاخریٰ ۱۴۱۹ — ستمبر ۱۹۹۸	۷۱۲

۱۵	کتاب السیر	۸۱	۱۵	محرم الحرام ۱۴۲۰ — اپریل ۱۹۹۹	۷۴۴
۱۶	کتاب الشرکۃ، کتاب الوقف	۴۳۲	۳	جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ — ستمبر ۱۹۹۹	۶۳۲
۱۷	کتاب البیوع، کتاب الحوالہ، کتاب الکفالہ	۱۵۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۲۰ — فروری ۲۰۰۰	۷۱۶
۱۸	کتاب الشہادۃ، کتاب القضاء والدعاوی	۱۵۲	۲	ربیع الثانی ۱۴۲۱ — جولائی ۲۰۰۰	۷۴۰
۱۹	کتاب الوکالہ، کتاب الاقرار، کتاب الصلح، کتاب المضاربہ، کتاب الامانات، کتاب العاریہ، کتاب الہبہ، کتاب الاجارہ، کتاب الاکراہ، کتاب الحجر۔	۲۹۶	۳	ذیقعدہ ۱۴۲۱ — فروری ۲۰۰۱	۶۹۲
۲۰	کتاب الغصب، کتاب الشفعہ، کتاب القسمہ، کتاب المزارعہ، کتاب الصید والذبائح، کتاب الاضحیہ	۲۴۴	۳	صفر المظفر ۱۴۲۲ — مئی ۲۰۰۱	۶۳۲
۲۱	کتاب الحظر والاباحۃ	۲۹۱	۹	ربیع الاول ۱۴۲۳ — مئی ۲۰۰۲	۶۷۶
۲۲	〃 〃 〃	۲۴۱	۶	جمادی الاخریٰ ۱۴۲۳ — اگست ۲۰۰۲	۶۹۲
۲۳	〃 〃 〃	۴۰۹	۷	ذوالحجہ ۱۴۲۳ — فروری ۲۰۰۳	۷۶۸
۲۴	〃 〃 〃	۲۸۴	۹	ذوالحجہ ۱۴۲۳ — فروری ۲۰۰۳	۷۲۰
۲۵	کتاب المداینات، کتاب الاشربہ، کتاب الرہن، کتاب القسم، کتاب الوصایا۔	۱۸۳	۳	رجب المرجب ۱۴۲۴ — ستمبر ۲۰۰۳	۶۵۸
۲۶	کتاب الفرائض، کتاب الشتی حصہ اول	۳۲۵	۸	محرم الحرام ۱۴۲۵ — مارچ ۲۰۰۴	۶۱۶
۲۷	کتاب الشتی حصہ دوم	۳۵	۱۰	جمادی الاخریٰ ۱۴۲۵ — اگست ۲۰۰۴	۶۸۴
۲۸	کتاب الشتی حصہ سوم	۲۲	۶	ذیقعدہ ۱۴۲۵ — جنوری ۲۰۰۵	۶۸۴

فتاویٰ رضویہ قدیم کی پہلی آٹھ جلدوں کے ابواب کی ترتیب وہی تھی جو معروف ومتداول کتبِ فقہ و فتاویٰ میں مذکور ہے۔ رضا فاؤنڈیشن کی طرف سے شائع ہونے والی بیس جلدوں میں اسی ترتیب کو

ملحوظ رکھا گیا ہے مگر فتاوٰی رضویہ قدیم کی چار مطبوعہ جلدوں (جلد نہم، دہم، یازدہم، دوازدہم) کی ترتیب ابواب فقہ سے عدم مطابقت کی وجہ سے محلِ نظر تھی، چنانچہ ادارہ ہذا کے سرپرست اعلیٰ محسنِ اہلسنت مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ و دیگر اکابر علماء و مشائخ سے استشارہ و استفسار کے بعد اراکینِ ادارہ نے فیصلہ کیا تھا کہ بیسویں جلد کے بعد والی جلدوں میں فتاوٰی رضویہ قدیم کی ترتیب کے بجائے ابوابِ فقہ کی معروف ترتیب کو بنیاد بنایا جائے، نیز اس سلسلہ میں بحرالعلوم حضرت مولانا مفتی محمد عبدالمنان صاحب اعظمی دامت برکاتہم العالیہ کی گرانقدر تحقیق انیق کو بھی ہم نے پیشِ نظر رکھا اور اس سے بھرپور راہنمائی حاصل کی۔ عام طور پر فقہ و فتاوٰی کی کتب میں کتاب الاضحیہ کے بعد کتاب الحظر والاباحۃ کا عنوان ذکر کیا جاتا ہے اور ہمارے ادارے سے شائع شدہ بیسویں جلد کا اختتام چونکہ کتاب الاضحیہ پر ہوا تھا لہذا اکیسویں[۲۱] جلد سے مسائلِ حظر واباحۃ کی اشاعت کا آغاز کیا گیا۔ کتاب الحظر والاباحۃ (جو چار جلدوں ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴ پر مشتمل ہے) کی تکمیل کے بعد ابواب مداینات، اشربہ، رہن، قسم، وصایا اور فرائض پر مشتمل پچیسویں[۲۵]، چھبیسویں[۲۶] جلد منصّۂ شہود پر آئی۔ باقی رہے مسائلِ کلامیہ و دیگر متفرق عنوانات پر مشتمل مباحث و فتاوائے اعلیحضرت جو فتاوٰی رضویہ قدیم کی جلد نہم و دوازدہم میں غیر مبوب و غیر مرتب طور پر مندرج ہیں ان کی ترتیب و تبویب اگرچہ آسان کام نہ تھا مگر رب العالمین عزوجل کی توفیق، رحمۃ للعالمین صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین کی نظرِ عنایت، اعلیحضرت اور مفتی اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما کے روحانی تصرف و کرامت سے راقم حقیر نے یہ گھاٹی بھی عبور کرلی اور کتاب الحظر والاباحۃ کی طرح ان بکھرے ہوئے موتیوں کو ابواب کی لڑی میں پرو کر مرتبط و منضبط کردیا ہے وللہ الحمد۔

اس سلسلہ میں ہم نے مندرجہ ذیل امور کو بطورِ خاص ملحوظ رکھا:

(ا) ان تمام مسائلِ کلامیہ و متفرقہ کو کتاب الشتی کا مرکزی عنوان دے کر مختلف ابواب پر تقسیم کردیا ہے۔

(ب) تبویب میں سوال و استفتاء کا اعتبار کیا گیا ہے نہ کہ جوابات میں مذکورہ مباحث کا۔

(ج) ایک ہی استفتاء میں مختلف ابواب سے متعلق سوالات مذکور ہونے کی صورت میں ہر سوال کو مستفتی کے نام سمیت متعلقہ ابواب کے تحت داخل کردیا ہے۔

(د) مذکورہ بالا دونوں جلدوں (نہم و دوازدہم قدیم) میں شامل رسائل کو ان کے عنوانات کے مطابق متعلقہ ابواب کے تحت داخل کردیا ہے۔

(ھ) رسائل کی ابتداء اور انتہاء کو ممتاز کیا ہے۔

(۵) کتاب الشتی کے ابواب سے متعلق اعلیٰحضرت کے بعض رسائل جو فتاوٰی رضویہ قدیم میں شامل نہ ہوسکے تھے اُن کو بھی موزوں و مناسب جگہ پر شامل کردیا ہے۔

(۶) تبویب جدید کے بعد موجودہ ترتیب چونکہ سابق ترتیب سے بالکل مختلف ہوگئی ہے لہذا مسائل کی مکمل فہرست موجودہ ابواب کے مطابق نئے سرے سے مرتب کرنا پڑی۔

(۷) کتاب الشتی میں شامل تمام رسائل کے مندرجات کی مکمل و مفصل فہرستیں مرتب کی گئی ہیں۔

۲۹
انتیسویں جلد

یہ جلد ۲۱۵ سوالوں کے جوابات اور مجموعی طور پر ۷۵۲ صفحات پر مشتمل ہے، اس جلد کی عربی و فارسی عبارات کا ترجمہ راقم الحروف نے کیا ہے، البتہ رسالہ "خالص الاعتقاد" کی بعض عبارات کا ترجمہ حضرت مولانا تحسین رضا خان صاحب نے کیا ہے جبکہ تجیر بباب التدبیر اور شلج الصدر لایمان القدر کی اکثر عبارات کا ترجمہ حضرت علامہ مولانا محمد احمد مصباحی دامت برکاتہم العالیہ کے رشحاتِ قلم کا ثمر ہے۔ رسالہ قوارع القہار کا ترجمہ مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد عبدالقیوم قادری ہزاروی علیہ الرحمہ کا تحریر کردہ ہے۔ اور رسالہ اعتقاد الاحباب کی تزیین و ترتیب اور اور توضیح و تشریح خلیل العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی محمد خلیل خان القادری البرکاتی علیہ الرحمہ نے فرمائی ہے۔

پیشِ نظر جلد (کتاب الشتی حصہ چہارم) بنیادی طور پر مسائل کلامیہ و اعتقادیہ پر مشتمل ہے جو فتاوٰی رضویہ قدیم جلد نہم و دوازدہم میں متفرق طور پر مذکور ہیں ہم نے ان کو یکجا کردیا ہے۔ علاوہ ازیں اس جلد میں عروض و قوافی، علم و تعلیم، زبان و بیان، علم الحیوان، علم حروف و ریاضی، وعظ و تبلیغ، حقوق العباد، تشریح ابدان، خواب، لغت اور اجارہ کے بارے میں سوالوں کے جوابات بھی شامل ہیں۔ مذکورہ بالا عنوانات کے علاوہ متعدد عنوانات سے متعلق مسائل ضمناً زیرِ بحث آئے ہیں۔

انتہائی وقیع اور گرانقدر تحقیقات و تدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل گیارہ۱۱ رسائل بھی اس جلد کی زینت ہیں،

(۱) قوارع القہار علی المجسمۃ الفجار المعروف بہ ضربِ قہاری (۱۳۱۸ھ)
آیات متشابہات پر آریوں کے اعتراضات کا منہ توڑ جواب

(۲) ازاحۃ العیب بسیف الغیب
علمِ غیب کے موضوع پر مدلّل رسالہ

(۳) "خالص الاعتقاد" مع تمہید رماح القہار علی کفر الکفار (۱۳۲۸ھ)
مسئلۂ علمِ غیب کا مدلل بیان

(۴) انباء المصطفیٰ بحال سر و اخفیٰ (۱۳۱۸ھ)
حضور انور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عالمِ ماکان و مایکون ہونے کا ثبوت

(۵) انوار الانتباہ فی حل نداء یارسول اللہ (۱۳۰۴ھ)
یارسول اللہ کہنے کے جواز پر زور دار دلائل

(۶) شرح المطالب فی مبحث ابی طالب (۱۳۱۶ھ)
ایمان ابوطالب کے بارے میں مفصل بحث

(۷) اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفیٰ والآل والاصحاب (۱۲۹۸ھ)
اہلِ سنّت وجماعت کے دسؔ عقائدِ حقہ کا بیان

(۸) التحبیر بباب التدبیر (۱۳۰۵ھ)
مسئلۂ تدبیر پر سیر حاصل بحث

(۹) ثلج الصدر لایمان القدر (۱۳۲۵ھ)
مسئلۂ قضاء و قدر کا روشن بیان

(۱۰) اسماع الاربعین فی شفاعۃ سید المحبوبین (۱۳۰۵ھ)

(۱۱) امور عشرین در عقائد سنیین
سُنّی اور غیر سنّی میں امتیاز کرنے والے بیسؔ امور کا بیان

ضروری بات

گو مفتیِ اعظم علیہ الرحمۃ کے وصال پُرملال سے جامعہ نظامیہ رضویہ کو ناقابل برداشت صدمہ سے دوچار ہونا پڑا مگر یہ اس سراپا کرامت وجودِ باجود کا فیضان ہے کہ ان کے فرزندِ ارجمند حضرت علامہ مولانا محمد عبد المصطفیٰ ہزاروی مدظلہ العالی جو علومِ دینیہ وعصریہ کے مستند فاضل

اور حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی علمی و تجرباتی وسعت و فراست کے وارث و امین ہیں، نہایت صبر و استقامت کا مظاہرہ فرماتے ہوئے تمام شعبہ جات کی ترویج و ترقی کے لئے شب و روز ایک کئے ہوئے ہیں۔ فتاوٰی رضویہ جدید کی اشاعت و طباعت میں بھی بدستور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے نقوش جمیلہ پر گامزن ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے شروع کردہ تمام تعلیمی، تصنیفی، تدریسی، تبلیغی اور اشاعتی منصوبے حسب معمول جاری و ساری ہیں۔ آپ حضرات سے درخواست ہے کہ دعاؤں سے نوازتے رہیے تاکہ حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے مشن کو ان کے جسمانی و روحانی نائبین بحسن و خوبی ترقی سے ہمکنار کرنے میں اپنا کردار سر انجام دیتے رہیں، فقط۔

○

حافظ محمد عبدالستار سعیدی
ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ
لاہور و شیخوپورہ، پاکستان

رجب المرجب ۱۴۲۶ھ
اگست ۲۰۰۵ء

فہرست مضامین مفصّل

عروض و قوافی

علم و تعلیم

زبان و بیان

لغت

خواب

اجارہ

عقائد وکلام و دینیات

عقائد و کلام (ضمیمہ)

علمِ حروف و ریاضی (ضمیمہ)

لغت (ضمیمہ)

فہرست ضمنی مسائل

فضائل سید المرسلین

فضائل ومناقب

نماز وامامت

جنائز

فوائد تفسیریہ

فوائدِ حدیثیہ

فوائدِ فقہیہ

فوائدِ اصولیہ

افتاء و رسم المفتی

اسماء الرجال

بیعت و خلافت

تقلید

تاریخ و تذکرہ

حدود وتعزیر

فلسفہ وسائنس

وقف

منطق

حظر واباحت

بلاغت

ہیئت

ردِّ بدمذہباں ومناظرہ

* * *

کتاب الشتّٰی (حصّہ چہارم)

عروض و قوافی

مسئلہ ۱: از سہارن پور ضلع ایٹہ مرسلہ جناب چودھری مولوی عبدالحمید خاں صاحب ۲۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۱ھ

اعلحضرت عظیم البرکت مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملّت طاہرہ عالی جناب مولوی مفتی احمد رضا خاں صاحب ادام اللہ تعالٰی ظلال اشادہ علٰی راس الطالبین، پس از آداب عجز و نیاز و سلام مسنون۔ مارہرہ سے ایک صاحب نے کنز الآخرہ پر مندرجہ پرچہ باضافہ و ترمیم کرکے بھیجا ہے جس کے جوابات ذیل بغرض ملاحظہ اعلحضرت ارسال ہیں۔ بعد ملاحظہ اس امر کی تنقیح فرمائی جائے کہ اعتراض کس حد تک صحیح ہیں اور جوابات کس حد تک کافی، تاکہ اس کے مطابق عملدرآمد کیا جائے۔ معترض صاحب فنِ شاعری میں دستگاہ قادر رکھتے ہیں اور عروض و قوافی میں مہارتِ کامل۔

(۱) صفحۂ ٹائٹل محمد الرسول اللہ۔

اعتراض: مضاف پر الف لام نہیں آتا۔

جواب: میں نے عنوانِ کتاب پر سوا نام کتاب کے کچھ تحریر نہ کیا، باقی سب عبارت تالیفِ کاتب ہے "لاتزر وازرۃ وزر اخرٰی"[1] (اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائے گی۔ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶/۱۶۴

(۲) ص ۴ ؛ ۵

وہ یگانہ ہے صفات وذات میں　　نیز یکتا اس کے سب افعال ہیں

اعتراض: قافیہ صحیح نہیں، یوں ہو: ع

نیز یکتا ہو وہ ہر بات میں

جواب: اختلاف حرکت قافیہ میں اساتذہ کی سندیں حدِ تواتر پر ہیں۔ حضرتِ سعدی؛ ۵

(۱) چو خواہد کہ ویراں کند عالمے　　کند ملک در پنجۂ ظالمے
(۲) برائے جہاندیدگاں کار کن　　کہ صید آموزد است گرگ کہن
(۳) چو خدمت گزاریت گردد کہن　　حق سالیانش فراموش مکن
(۴) کنونت کہ دستت خاری بکن　　دگر کے بر آری تو دست از کفن
(۵) بخائیدش از کینہ دنداں بزہر　　کہ دوں پرورست ایں فرومایہ دہر

[(۱) جب وہ چاہتا ہے کہ کوئی ملک برباد ہو جائے تو وہ ملک کسی ظالم کے قبضہ میں دے دیتا ہے۔

(۲) جنھوں نے جہاں دیکھا ہوا ہے ان کی رائے کے مطابق عمل کر کیونکہ پرانے بھیڑیے کو شکار کا تجربہ ہوتا ہے۔

(۳) جب تیرا خدمتگار بوڑھا ہو جائے تو اس کے سالانہ وظیفے کو مت بھول۔

(۴) اب جبکہ تیرا ہاتھ (طاقت) ہے کوئی کانٹا نکال، پھر کفن سے کب ہاتھ باہر نکال سکے گا۔

(۵) کینہ کی وجہ سے اس کو زہریلے دانتوں سے چبائیں گے کیونکہ کینہ پرور ہے یہ کمینہ زمانہ۔ (ت)]

۱؎ بوستانِ سعدی	باب اول	مکتبۂ شرکتِ علمیہ ملتان	ص ۴۱
۲؎ 〃 〃	〃	〃 〃 〃	〃 ۹۳
۳؎ 〃 〃	〃	〃 〃 〃	〃 ۱۹
۴؎ 〃 〃	〃	〃 〃 〃	〃 ۵۰
۵؎ 〃 〃	〃	〃 〃 〃	〃 ۶۳

4

مثنوی شریف :

گفت پیغمبر بکن اے رائے زن — مشورت کالمستشار مؤتمن[1]

مؤتمن بکسر میم ثانی بمعنی امین ہے۔

کاے خدا افغاں ازیں گرگ کہن — گویدش تک وقت آمد صبر کن[2]

کمال اسمٰعیل :

اے زرایت ملک و دیں درنازش و درپرورش — اے شہنشاہ فریدوں فرو اسکندر منش

سایۂ حق است ویارب سایہ اش پایندہ دار — زانکہ فرض ست ازمیان با دعائے دولتش

منش اور دولتش کا اختلاف اظہر من الشمس ہے۔ مولوی حافظ عزیز الدین جلیسری مؤلف نادر الترتیب جواب بھی حیات ہیں اور بڑے استاد اور پرانے تجربہ کار شاعر ہیں نادر الترتیب میں لکھتے ہیں :

چھ سو بارہ تیرہ فصل دو باب اس میں ہیں — تھوڑے تھوڑے حاشیہ پر ہیں لغت ہر باب ہیں

مہربان من اختلاف دکن قافیہ بے تکلف درست ہے۔

(۴) ص ۴ :

ہے وہی خلاق مخلوقات کا — ہے وہی رزاق حیوانات کا

اعتراض : مخلوقات وحیوانات میں ایکار ہے یوں چاہیے : "ہے وہی رزّاق مرزوقات کا"

جواب : جمع کے قوافی میں مفرد کا لحاظ نہ رکھا جائیگا، مستحسن ضرور ہے لازم نہیں۔

مولانا روم :

یا کریم العفو، ستار العیوب! — انتقام از ما کش اندر ذنوب[3]

پس پیغمبر گفت استفت القلوب — گرچہ مفتی تاں بروں گوید خطوب[4]

عیوب و ذنوب میں علامت جمع واؤ ہے اس کو علیحدہ کر کے دیکھا جائے تو عیب و ذنب کا قافیہ نہ بنے گا۔ اسی طرح قلوب وخطوب۔

آتش گلزار نسیم :

حلوا اس دیو کو دکھلاؤ — گڑ سے جو مرے تو زہر کیوں دو

---

[1]	مثنوی معنوی	دفتر اول	مؤسسۂ انتشارات اسلامی لاہور	۱/۱۳۱
[2]	"	دفتر سوم	" " " "	۳/۵۰
[3]	"	دفتر اول	" "	۱/۱۴۵
[4]	"	" ششم	حامد اینڈ کمپنی لاہور	۶/۵۰

یہاں بھی علامت جمع واؤ کے علیحدہ کرنے سے قافیہ مفرد کا صحیح نہیں رہتا، ایک استاد جن کا نام مجھ کو یاد نہیں فرماتے ہیں: ؎

تم درود اس نام پر پڑھتے رہو اے مومنیں! چھوڑ دو سب ذکر جب ہو ذکر ختم المرسلیں

(۴) صفحہ ۵: ؎

وہ کسی کا بھی نہیں محتاج ہے اس کے سب محتاج ہیں چھوٹے بڑے

اعتراض: قافیہ غلط، یوں چاہیے "اس کی ہی محتاج ہے ہر ایک شے"۔

جواب نمبر ۲ میں گزر چکا۔

(۵) صفحہ ۵:

پاک ہے وہ جسم و جوہر عرض سے مادہ سے اور مکاں سے مرض سے

اعتراض: جوہر کے مقابل عرض بفتحتین ہے اور نیز مرض۔ یوں چاہیے: ؎

ہے عرض اور جسم و جوہر سے وہ پاک مادہ سے اور مرض اور گھر سے پاک

جواب: یہ بضرورت جائز ہے اس کا نام تفریس ہے، اگرچہ یہ تفریس قبیح ہے لیکن جائز ہونے میں شک نہیں، اکثر اہلِ فارس نے لغات عربی میں بموجب شہرت عام کی ہے مثلاً حرکت بفتحاتِ ثلثہ۔ ملا فوقی: ع

زلبس خوش حرکت و شیریں ادا بود

کفن بفتحتین۔ لیکن شفائی کہتا ہے: ع

از لتہ حیض خواہرش کفن کند

پس ایک زبان کے لغت کو دوسری میں تفریس کر کے لانا صحیح، ہاں عربی کو عربی، فارسی کو فارسی میں تفریس کرے تو ضرور ناجائز۔ باایں ہمہ اس تفریس کو میں بھی پسند نہیں کرتا اور اب میں نے ان تمام متغیر الحرکات لغات کو اصلی حرکات سے ملبس کر کے درست کر لیا ہے۔ شعر کو جناب نے ترمیم فرما کر جو تحریر فرمایا ہے اس میں پاک ہر دو جگہ متحد المعنیٰ ہے پھر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ قافیہ کیونکر درست ہوگا۔ ہاں اس طرح ترمیم کیا جائے: ؎

وہ عرض اور جسم و جوہر سے ہے پاک مادہ سے اور مرض گھر سے ہے پاک

یا یوں: ؎

ہے عرض اور جسم جوہر سے پاک مادہ سے اور مرض اور گھر سے پاک

تب درست ہے۔ لیکن اس میں یہ قباحت ہے کہ ضمیر (وہ) کسی جگہ نہیں آتا، میں نے ترمیم اس طرح کی ہے: ؎

وہ مکاں سے اور مرض سے پاک ہے جسم وجوہر سے عرض سے پاک ہے

اس میں اگرچہ کلمہ مادہ کا دُور ہوا جاتا ہے لیکن بندش میں شگفتگی ہوتی ہے اور مادہ کی توضیع یوں بھی ہوسکتی ہے کہ جب مرض سے پاک ہے لامحالہ مادہ سے بھی پاک ہے کہ مادی شے کو مرض لازمی ہے۔

(۶) صفحہ ۵:

حاضر وناظر وہی ہے ہر جگہ کچھ نہیں پوشیدہ اس سے بے شبہ

اعتراض: شُبَہ غلط ہے، صحیح: ؎

حاضر وناظر وہ ہے ہر ایک جا اس سے پوشیدہ نہیں کوئی ذرا

جواب: چونکہ اس تقریس کو میں خود مقبوح کہہ چکا ہُوں لہٰذا اس سے مجھ کو اتفاق ہے۔

(۷) صفحہ ۶:

وہ مجیب عرض اور دعوات ہے بیشبہ وہ قاضی الحاجات ہے

اعتراض: قافیہ، ترمیم: شرک وکفر وفسق سے نفرت اُسے۔

جواب: ترمیم تسلیم۔

(۸) صفحہ ۷:

ہے وُہ راضی طاعت وایماں سے شرک وکفر وفسق سے ناخوش وہ ہے

اعتراض: ترمیم: "بالیقیں وہ قاضی الحاجات ہے"

جواب نمبر ۲ مفصل گزرا، اس کو غلط سمجھنا معترض کی غلطی ہے۔

(۹) صفحہ ۸: ؎

حق ہے معراج محمد دیں پناہ آسمانوں پر الٰی ماشاء اللہ

اعتراض: بغیر اضافت محمد دیں پناہ کی ترکیب اجنب ہے۔

جواب: جناب بغیر اضافت کیوں رکھتے ہیں، اگر محمد کی دال کو خفیف اضافت دی جائے تو کیا حرج ہے، شعر وزن سے نہیں گرے گا:

"حق ہے معراج محمدِ دیں پناہ فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

(۱۰) الٰی ماشاء اللہ غلط ہے۔ ترمیم: ؎

حق ہے معراج محمد بالیقیں　　آسمانوں پر گئے سلطانِ دیں

وقس ھذا البواقی۔

جواب: ماشاء کے ہمزہ کو آپ ظاہر کرکے کیوں پڑھتے ہیں، ہمزہ کو ماشاء اللہ کے الف اور اللہ کے لام میں ادغام کرکے پڑھئے۔ جناب نے ترمیمی شعر کہا ہے اس شعر اور اس کی خوبی میں زمین وآسمان کا فرق ہے "آسمانوں پر گئے سلطانِ دیں" اس میں انتہائے سیرِ معراج آسمانوں تک ثابت ہوتی ہے، اور شعرِ کتاب میں الیٰ ماشاء اللہ کا کلمہ ایسا پُر معنیٰ ہے جس میں انتہائے سیر کی کچھ حد ہی نہیں رہتی اور جس کی تفسیر فکان قاب قوسین اوادنیٰ سے مزیّن ہے کما لایخفیٰ علی اھل البصیرۃ (جیسا کہ اہل بصیرت پر پوشیدہ نہیں۔ ت)، تمت۔

الجواب

کامل النصاب چودھری صاحب زیدت محالیہ وبورکت ایّام ولیالیہ۔ بعد اہدائے ہدیہ سنت ملتمس، نوازشنامہ اسی وقت تشریف لایا، بکمال اختصار جواب حاضر۔ جو کچھ حضرت معترض کے خلاف گزارش کرونگا اس پر نمبر حرفی ہوں گے (ا ب ح ء اور خلافِ جناب معروض ہوگا اس پر نمبر عددی ۱، ۲، ۳، ۴ اور مشترک پر مشترک۔

(اعتراض اول) (ا) بے محل ہے اور جواب کافی (ب) یہی زیر اعتراض لینے تھے تو اسم تاریخی الموسوم بہ کیوں ترک ہوا کون سی ترکیب ہے موسوم باسم تاریخی چاہئے تھا (ح) الموسوم بہ (ء) المعروف بہ یہ کار ستھا عــــہ الف لام ہیں عِنْدُ الپرتال معلوم بھیئو ان کی بھی تغییر چاہئے تھی (ھ) (۱) ہاں کنزالاخرۃ کے نام ہونے پر ایک باریک مواخذہ برمحل ہوتا تائے مدورہ شکلاً ہا ہے اور لفظاً وقف میں ہا اور وصل میں تا اوّلاً عام اعتبار کتابت کا ہے اور تلفظ بھی لیجئے تو محل محلِ وقف ہے اور الف لام سے ترکیب ترکیب عربی، تو بہرحال ۵ ہی عدد ہوئے نہ ۴۰۰، ہاں منطق عوام پر کنز الآخرت پڑھے تو باعتبار تلفظ تاریخ صحیح ہوسکتی ہے مگر ایک علمی تصنیف اس سے محفوظ رہنا اولیٰ۔

(اعتراض دوم) (۲) میں اور ہاں کا قافیہ معیوب ضرور ہے (۳) عالمے ظالمے پر قیاس

عــــہ مطلب یہ ہے کہ الموسوم اور المعروف پر جو الف لام ہے۔ یہ کالستھ لوگ بولتے اور کاغذات پٹواری میں لکھتے ہیں "لاعِندُ الپرتال معلوم بھیئو" یعنی جانچ پرتال سے معلوم ہوا۔ اس جملے میں ان لوگوں نے ایک خرابی تو یہ کی عِنْدَ کو عِنْدُ کہا اور دوسری یہ کہ الف لام داخل کیا ۱۲ عبدالمنان اعظمی۔

صحیح نہیں کہ رَوی جب متحرک ہو تو قبل کی حرکت میں اختلاف بالاجماع جائز و بے عیب ہے جیسے دلش و گلشن بخلاف اختلافِ دل کہ روی ساکن ہے جیسے یہاں ۔ (۴) کہن بفتح ہا و بضمتین دونوں طرح ہے جس کی سند یہی اشعار اور ان کی امثال بے شمار ہیں۔ حضرت مولوی قدس سرہ ؎

نفسِ فرعونے ست ہاں سیرش مکن ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ تا نیارد یاد زاں کفرِ کہن[1]

(نفس فرعون ہے خبردار اس کو سیر مت کر، تاکہ وہ پرانے کفر کی یاد نہ لائے ۔ ت)

اکابر نے اس کثرت سے کن کا قافیہ من یا بزن یا حسن وغیرہا بھی کبھی باندھا (۵) "جاری بکن" غلطی کاتب ہے صحیح "خارے بکن" ہے (۶) زہرہ وُہر دونوں بالفتح ہیں (۷) حدیث شریف میں مؤتمن بروزن معتمد بفتح میم دوم ہی ہے مؤتمن بالکسر امین وارندہ و بالفتح امین داشتہ شدہ یعنی جس سے مشورہ طلب کیا گیا اسے امین بنایا گیا تو خلافِ مشورہ دینا خیانت ہے۔ لہذا فقیر کو ان گزارشوں پر جراُت ہے کہ یہی حکم شریعت و مقتضائے امانت ہے (۸) منش اور دولتش میں ضرور اختلافِ حرکت ہے اور عیب ہے۔ کوئی عیب لفظی خواہ معنوی ایسا نہیں جس کی مثال اساتذہ کے کلام سے نہ دی گئی ہو اس سے نہ وہ جائز ہوتا ہے نہ عیب ہونے سے باہر آتا ہے اور نہ اس میں ان کی تقلید روا ہو۔ ائمہ محققین مثل ابن الہمام رحمہ اللہ تعالٰی تصریح فرماتے ہیں کہ ان کا باندھ جانا بے پرواہی پر محمول ہوگا کہ قادر سخن تھے دوسرا باندھے تو جہل و عجز پر محمول ہوگا، میں نے اس مصرعہ کو یوں بدلا ہے:

وہ یگانہ ہے صفات وذات میں ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ حکم میں افعال میں ہر بات میں

(اعتراض سوم) کا (۹) وہ جواب صحیح ہے جو جناب نے دیا کہ اس کا لحاظ مستحسن ہے ورنہ اکابر کے کلام میں بکثرت موجود ؎

قلوب العارفین لہا عیون ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ تری مالا یراہ الناظرونا

واجنحۃ تطیر بغیر ریش ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ الٰی ملکوت رب العالمینا

والسنۃ بسر قد تناجی ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ بغیب عن کرام کاتبینا

(عارفوں کے لئے دل کی آنکھیں ہیں وہ دیکھتی ہیں جو ہم میں سے دیکھنے والے نہیں دیکھتے۔
اور ان کے بازو ہیں کہ وہ پروں کے بغیر اڑتے ہیں پروردگارِ عالم کی بادشاہی میں۔
اور ان کی زبانیں ہیں جو ایسے خفیہ راز کہہ دیتی ہیں جو کراماً کاتبین سے پوشیدہ ہیں ت)

---

[1] مثنوی معنوی ‏ ‏ دفتر چہارم ‏ ‏ موسسۃ انتشارات اسلامی لاہور ‏ ‏ ص ۴۴۲/۴

(۹) مگر عیوب و ذنوب اور قلوب و خطوب کے قوافی سے استشہاد صحیح نہیں کہ کلام جمع سالم میں ہے۔ فقیر نے بھی یہ قافیہ نہ بدلا تھا کہ ضروری نہ تھا بعد اعتراض مرزوقات ہی بنا دینا انسب معلوم ہوا۔

(اعتراض چہارم) وہی دوم ہے والکلام الکلام میں نے یہاں پہلا مصرعہ یُوں بدلا ہے، ؎

پاک ہے ہر حاجت و ہر عیب سے　　　اس کے سب محتاج ہیں چھوٹے بڑے

اس میں ایک مسئلہ کلیہ زائد ہوگیا۔

(اعتراض پنجم) (۱۰) یہ بھی ضرور قابلِ اخذ و واجب الترک ہے اور ایسے تصرفات کا ہم کو اختیار نہ دیا گیا نہ وہ کوئی قاعدہ ہے کہ سماع بے سماع ہر جگہ جاری کرسکیں اور ضرورت کا جواب وہی ہے کہ شعر گفتن چہ ضرور۔ حرکت و برکت اور ان کے امثال میں بوجہ توالی حرکات سکون ثانی بیشک عام طور پر مستعمل مگر مَرَض و عَرَض و غَرَض و حَرَج و فَرَس و امثالہا کو اس پر قیاس نہیں کرسکتے۔ میں نے یہاں دو شعروں کو تین سے یوں تبدیل کیا ہے، ؎

ہے منزّہ جسم سے وہ پاک ذات　　　بے مکان و بے زمان و بے جہات

خالق ان کا ان سے پہلے جیسے تھا　　　ان کے ہونے پر بھی ویسا ہی رہا

جسم و جوہر سے عرض سے پاک ہے　　　مادہ سے اور مرض سے پاک ہے

مکان سے تنزیہہ شعر اول میں آگئی۔ (۱۱) پاک صفت ہے اور اس میں ضمیر مستتر ہے، ضمیر مظہر کی ضرورت نہیں جیسے اس شعر میں، ؎

جانتا ہے راز ہائے سینہ کو　　　دیکھتا ہے دل میں حُب و کینہ کو

(ز) حضرت معترض نے جو تبدیلی فرمائی اس پر جناب کا اعتراض بہت صحیح ہے۔

(اعتراض ششم) بے شبہہ صحیح ہے جسے جناب نے بھی تسلیم فرمایا مگر (ح) شبہہ صحیح بتانا خود غلط ہے صحیح شُبْہَہ ہے۔ (ط) (۱۲) حاضر و ناظر کا اطلاق بھی باری عزوجل پر نہ کیا جائے گا۔ علمائے کرام کو اس کے اطلاق میں یہاں تک حاجت ہُوئی کہ اس پر سے نفی تکفیر فرمائی۔ شرح الوہبانیہ و درمختار میں ہے "و یا حاضر یا ناظر لیس یکفر"[1] یعنی اللہ عزوجل کو یا حاضر یا ناظر کہنے سے کافر نہ ہوگا۔ میں نے اس شعر کو یُوں بدلا ہے، ؎

ہے وہی ہر چیز کا شاہد بصیر　　　کچھ نہیں پوشیدہ تجھ سے اے خبیر

مصرع ثانی میں التفات ہے کہ نفائس صنعت سے ہے۔

---

[1] الدر المختار　کتاب الجہاد　باب المرتد　مطبع مجتبائی دہلی　۱/۳۶۱

(اعتراض ہفتم) وہی ششم ہے مگر (ی) (۱۳) قاضی الحاجات باثبات یا برقرار رکھنا عجب ہے میں نے اسے یوں بدلا ہے ع

بالیقیں وہ قاضی حاجات ہے (یا)

(۱۴) اس کے پہلے مصرعہ "وہ مجیب، عرض اور دعوات ہے" میں مجیب عرض ترکیب فارسی ہے لفظ "اور" سے اس پر عطف ناجائز ہے۔ اس پر اعتراض کیوں نہ ہوا۔ میں نے اسے یوں تبدیل کیا: ع

وہ مجیب العرض والدعوات ہے (یب)

(۱۵) اسی صفحہ کا ۱۱ شعر "بے دلیل وحجت وبرہان لیک" میں بھی عطف بہ ترکیب فارسی ہیں تو اظہار نون ناجائز اس پر بھی اعتراض نہ ہوا۔ میں نے اسے یوں بدلا: ع

حاجت حجت نہیں ایماں میں لیک (یج)

(۱۶) صفحہ، کے پہلے مصرعہ "خالق خیر اور شر اللہ ہے" میں وہی بات ہے کہ ترکیب اور عطف ہندی اور اب وہ سخت معنی فاسد کو موہم کہ شر کا عطف معاذ اللہ خالق خیر پڑھو اور "شر اللہ ہے" یہ بھی اعتراض سے رہ گیا میں نے اسے یوں بدلا: ع

خالق ہر خیر و شر اللہ ہے

(اعتراض ہشتم) وہی دوم ہے والکلام الکلام (ید) اس میں یوں تبدیل "شرک وکفر وفسق سے نفرت اسے" بہت سخت قبیح واقع ہوئی اگر کروڑوں قافیے تبدیل بلکہ روی رکھتے بلکہ ہر مصرعہ خارج از وزن ہوتا تو بھی ان کروڑوں کی شناعت اس تبدیلی کی کروڑویں حصہ کو نہ پہنچتی۔ نفرت بھاگنے اور بدکنے کو کہتے ہیں، اللہ عزوجل کی طرف اس کی نسبت حلال نہیں (یہ) (۱۷) نیز اس مصرعہ "ہے وہ راضی طاعت وایمان سے" میں ترکیب فارسی کے بعد اظہار نون ممنوع تھا۔ اس پر اعتراض نہ ہوا۔ میں نے یہ شعر یوں بدلا ہے: ؎

طاعت و ایمان سے راضی ہے وہ حی   شرک وکفر وفسق سے ناراض ہے

(یو) (۱۸) اسی صفحہ میں "بعض افضل بعض پر ہیں بالضرور" تھا لفظ ضرور ہے یا بالضرورۃ، بالضرور کوئی چیز نہیں۔ میں نے اسے یوں بدلا ہے: ع

بعض افضل بعض سے ہیں پُر ضرور

(اعتراض نہم) (یز) "حق ہے معراج محمد دیں پناہ" صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ فلک اضافت پر اعتراض بیجا ہے فلک تک دو تک جگہ ملے گا۔ یہیں صٹ پر اول ان کے حضرت آدم ابوالبشر

میں بھی فک تھا وہ کیوں جائز رکھا گیا۔ (یح) اگر فک نامعقول ہو تو دیں پناہ کو صفت کیوں مانئے بلکہ بحذف مبتدا جملہ مستقلہ مدحیہ ہے یعنی وہ دیں پناہ ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اس کے نظائر خود قرآن عظیم میں ہیں (یط) یہ بھی نہ سہی کیوں نہ ٹھہرائیں کہ مخاطب سعید کو ندا ہے یعنی اے دیں پناہ (۱۹) یہ جواب کہ خفیف اضافت دی جائے صحیح نہیں اب وزن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن نہیں ہو سکتا فاعلن کی گنجائش تو پہلے ہی نہ تھی۔ "دیِ پناہ" فاعلات ہے اب کسرہ دال یہ تقطیع کردے گا فاعلاتن فاعلات مفاعلن۔

(اعتراض دہم) صحیح ہے (۲۰) ماشاء اللہ یعنی جو اس طرح پڑھا جائے ماشال لاہ کسی قاعدہ کا مقتضی نہیں حذف ہمزہ بےشک جائز و شائع ہے مگر اب الف ولام میں التقائے ساکنین ہو کر الف گر جائے گا اور یوں پڑھا جائے گا ماشلاہ، میں نے اسے دو طرح بدلا ہے "آسمانوں پر الٰی ماشا الٰالہ" یعنی ہمزہ محذوف اور الف شا بوجہ التقا ساقط ہو کر شین لام سے مل گیا۔ دوم "آسمانوں لماشاء الالٰہ" لام بمعنی الٰی بکثرت شائع اور خود قرآن عظیم میں واقع اور اصلاً کسی تکلف کی حاجت نہیں (ی) اس تبدیل پر جو اعتراض جناب نے کیا وہ صحیح ہے واقعی مفاد اصل وبدل میں زمین و آسمان کا تفاوت ہے۔ یہ ایک اربعین ہے مع انصاف تام یعنی بیس متعلق بحضرت معترض اور بیس متعلق بجناب والسلام فقیر کی رائے میں دوسری جگہ بھیجنے کی نہ حاجت نہ حصول منفعت کہ بہت تبدیلیں جو درکار ہیں رہ جائیں۔ بعض کہ درکار نہیں عمل میں آئیں بعض کہ خود اشد اعظم تبدیل کے محتاج ہوں ظہور پائیں۔ امید کہ یہاں کی ترمیم کے بعد کوئی غلطی نہ شرعی باقی رہی نہ شعری، ان شاء اللہ تعالٰی۔ جناب کو فقیر نے لکھا تھا کہ اغلاطِ شعریہ سے قطع نظر کروں گا اس کے جواب میں فرمائش جناب پر وہ بھی زیر نظر رکھے گئے۔ میری عظیم بے فرصتی بہ کثرت کار اور اس پر محض تنہائی۔ اور پھر علالت و نقاہت کا دس مہینے سے دورہ ضرور باعث دیر و تاخیر ہوں گے۔ اگر عجلت نہ فرمائیں اور منظور حضرت عز جلالہ ہو تو کام پورا اور تمام نقائص سے مبرا ہو جائے گا۔ آئندہ جو رائے سامی ہو۔ والتسلیم مع التکریم۔

مسئلہ ۲ از مطبع اہلسنت وجماعت بریلی مسئولہ منشی اعجاز احمد صاحب قیصر مرادآبادی کاتب مطبع مذکور ۵ رجب ۱۳۳۵ھ

> شعر
> اسی پر آپ کو قیصر مسلمانی کا دعوٰی ہے
> کبھی یادِ خدا کرلیں کبھی ذکرِ بتاں کرلیں

یہ بحر ہزج سالم ہے یا مزاحف مسبع؟ 'کریں' اور 'کرلیں' میں کیا فرق ہے؟ اور 'کرلیں' کی فارسی کیا ہوگی؟

الجواب

مثمن سالم ہے لیکن کا نون تقطیع میں حسبِ قاعدہ نہ آئے گا لہذا مسبغ نہیں، ہاں ایک مصرع مسبغ ہے

ع اسیرانِ قفس کا دم گھٹا جاتا ہے اے صیاد

فعل کا اثر اپنے لئے حاصل کرنا ہو خواہ دوسرے کے لئے اُسے مطلقاً کرنا کہیں گے اور کرلینا وہاں کہ اپنے لئے تحصیل اثر مقصود ہو اگرچہ اس قدر کہ اُس سے فراغ حاصل ہوا میں نے بات کرلی یعنی کرچکا اور کردینا وہاں کہ دوسرے تک وصول اثر مقصود ہو نفع خواہ ضرر، نکاح کرلیا یعنی اپنا اور کردیا یعنی دوسرے سے اور کیا دونوں کو شامل ہے سر اپنا چاک کرلیا اور دوسرے کا کردیا اور کیا عام۔ فارسی میں اس مختصر ترکیب کا ترجمہ نہیں اور یہ فقط کرنے ہی سے خاص نہیں بلکہ ہر فعل میں ہے جیسے کھالو پی لو مگر دو وہیں ہوگا جہاں دوسرے پر اثر پہنچے کھادو نہ کہا جائے گا انار توڑدو یعنی دوسرے کو اور توڑلو یعنی اپنے لئے اور اگر دوسرے کے لئے توڑ رہا ہے اس سے کہا انار توڑلو تو ایک بات نہیں یہاں وہی بمعنی فراغ ہے کہ یہ اثر اپنے لئے ہے فقط۔

علم و تعلیم

مسئلہ ۳ تا ۷ از اسارا ڈاکخانہ کرتھل ضلع میرٹھ مدرسہ حفاظت الاسلام مرسلہ منشی محمود علی مدرس مدرسہ مذکور
۲۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

(۱) اس زمانہ میں جبکہ عام جہالت کی گھٹا پھیلی ہوئی ہے تو اس وجہ سے قرآن پاک، حدیث شریف، فقہ حنفیہ کا بوجہ بعض مسائل شرمناک ہونے کے مثلاً حیض، نفاس، جماع، طلاق، ثبوت نسب وغیرہ کے کتب بالا کا ترجمہ کرکے عوام کے رُوبرو اظہار کرنا کیا منع ہے؟

(۲) کُتب فقہ جو مذہب حنفی کی درسی وغیر درسی مثلاً کنز الدقائق، شرح وقایہ، ہدایہ، درمختار، عالمگیری، شامی، قاضیخاں وغیرہ اور اُن کی شروح جو مشہور و مدارس عربیہ میں داخل درس ہیں آیا صحیح ہیں یا فرضی؟

(۳) جو مسائل کتب مذکورہ بالا سے اخذ کرکے اُردو میں کردئے جائیں تاکہ عوام اُس سے فائدہ مند ہوں تو کیا وہ قابلِ یقین و عمل نہ ہوں گے جیسے کُتبِ فارسی و اردو مالابدمنہ، مفتاح الجنت، بہشتی زیور وغیرہ۔

(۴) جو شخص باوجود دعوئے حنفیت کرتے ہوئے کتبِ بالا سے انکار کرے اور کہے کہ انکے مسائل فرضی ہیں حنفی مذہب کے نہیں جس کی وجہ سے ایک گروہِ عظیم کا کتبِ بالا سے اعتقاد خراب ہوجاتا ہے یہ لوگ اپنے دعوٰی میں مقلد ہونگے یا غیر مقلد؟

(۵) اکثر لوگ بہشتی زیور کے بعض مسائل پر کہ متفرق طور سے فصل نجاست اور ثبوت نسب وغیرہ میں ہیں

اعتراض کرتے ہیں ہم نے ان کی تحقیق کتب فقہ میں کی تو شرح وقایہ، درمختار، کنزالدقائق میں پائے جاتے ہیں ایک مفتی صاحب کہتے ہیں کہ مسائل فرضی ہیں اُن کا کہا کیونکر صحیح ہے؟

الجواب

(۱) ایسے سوال میں قرآن عظیم کا شامل کرنا سُوءِ ادب ہے اللہ و رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہماری ہر حاجت کے متعلق حق و باطل، نفع و ضرر پر ہمیں مطلع فرمایا۔ جس طرح ہمیں نماز، روزہ سکھایا یونہی جماع و استنجاء تعلیم فرمایا مگر امورِ شرم کا ذکر طرزِ بیان مختلف ہوجانے سے مختلف ہوجاتا ہے۔ ایک ہی مسئلہ اگر حیا کے پیرایہ میں بیان کیا جائے تو کنواری لڑکی کو اس کی تعلیم ہوسکتی ہے اور بے حیائی کے طور پر ہو تو کوئی مہذب آدمی مردوں کے سامنے بھی بیان نہیں کرسکتا۔ خصوصاً ترجمہ کہ وہ گویا متکلم کی طرف سے اُس کی زبان کا بیان ہوتا ہے، تو نہایت ضرور ہے کہ اس کی عظمت و شان ملحوظ رہے، وہ لفظ لکھے جائیں جو اُس کے کہنے کے ہوں، بعض گمراہوں نے ترجمۂ قرآن مجید میں اس کا لحاظ نہ رکھا یہ سخت سُوءِ ادب ہے۔ غرض ایک ہی بات اختلافِ طرزِ بیان سے تعظیم سے توہین تک بدل جاتی ہے جیسے اوش فرمائیے، تناول فرمائیے، نوشِ جان فرمائیے، کھاؤ، نگلو، ٹھورو، زہر مار کرو اور تعظیم و توہین میں کس قدر مختلف ہیں تو صرف اتنا عذر کہ ہم نے ترجمہ کیا ہے کافی نہیں ہوسکتا جبکہ طرزِ بیان بیہودہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) صحیح مقابل فرضی کے لئے تو اس قدر بس ہے کہ وہ کتاب جس کی طرف نسبت کی جائے اُس کی ہو اگرچہ کتنے ہی اغلاط پر مشتمل ہو، جن کتابوں کے نام سائل نے لئے اُن میں کوئی فرضی نہیں، کنز سے قاضیخاں تک جتنے نام مذکور ہوئے یہ سب صحیح بمعنی معتمد بھی ہیں مگر اعتماد کیا حاصل اس کی تفصیل ہم نے اپنے فتاوٰی میں ذکر کی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۳) اگر کتب مذکورہ بالا سے صحیح ترجمہ کیا جائے اور طرزِ بیان بھی مقبول و محمود ہو اور اپنی طرف سے کچھ اضافہ نہ ہو تو وہ گویا انھیں کتابوں کا وجود ثانی ہوگا یقین تو اعتقادیات میں درکار ہوتا ہے اور قابلِ عمل وہ مسئلہ جو مفتی بہ ہو۔ مالابد میں بھی یاد آ ہیں اور مفتاح الجنۃ تو وہابیہ کے ہاتھ میں رہی جس میں بہت کچھ "اصلاح" ہُوئی اور بہشتی زیور اغلاط و ضلالت و بطالت و جہالت کا مجموعہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۴) کنز سے قاضیخاں تک جتنی کتابوں کے نام لئے ان کی نسبت کوئی حنفی نہیں کہتا کہ ان کے مسائل حنفیہ کے خلاف ہیں اور فرضی ہیں، تو سوال ہی فرضی ہے۔ مالابد و مفتاح الجنۃ کے بعض زیاداتُ الحاقات کو اگر کسی نے ایسا کہا تو بیجا نہ کہا اور بہشتی زیور لا فی العیر ولا فی النفیر (نہ قافلے میں نہ لشکر میں، یعنی کسی شمار میں نہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

(۵) بہشتی زیور کا حال بالاجمال اُوپر گزرا بیشک اس میں بہت مسائل باطل و ساختہ ہیں وہ کسی طرح اس قابل نہیں کہ کوئی مسلمان اُسے دیکھے یا اپنے گھر میں رکھے مگر عالم جید بغرض رَدّ و ابطال، مفتی صاحب کا اس پر اعتراض بجا ہے اور عوام اُس کے مسائل سے جتنی بھی نفرت کریں اُن کے حق میں مصلحت دینیہ ہے۔ قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ایاکم و ایاھم لا یضلونکم و لا یفتنونکم[1]
اُن سے دُور بھاگو اور اپنے سے دُور رکھو کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمھیں فتنہ میں نہ ڈالیں۔

علمائے کرام نے وصیت فرمائی کہ جاہل کے لکھے ہوئے مسئلہ پر تصدیق نہ کرو اگرچہ مسئلہ فی نفسہا صحیح ہو کہ اس کی تصدیق نگاہِ عوام میں وقعت کاتب کی موجب ہوگی، وہ یہ سمجھ لیں گے کہ یہ بھی کوئی مفتی ہے، پھر اور جو اپنی جہالت سے غلط فتوٰی لکھے گا اُس پر بھی اعتبار کریں گے، جب جاہل کے لئے یہ حکم ہے تو چہ جائے مبتدع چہ جائے مرتد۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از جے پور راجپوتانہ بازار ہوا محل مرسلہ محمد یوسف مدرس مدرسہ فیض محمدی
۲ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ درمختار و شرح وقایہ و ہدایہ و فتاوٰی عالمگیری و کنزالدقائق و قدوری و غنیۃ المصلی وغیرہ کتب فقہیہ میں وہ مسائل جو بلفظ قال ابوحنیفۃ و عند ابی حنیفۃ (ابوحنیفہ نے فرمایا اور ابوحنیفہ کے نزدیک یُوں ہے۔ ت) منقول ہیں کیا اُن کی اسناد بقاعدہ محدثین صاحب کتاب سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی علیہ تک پہنچتی ہیں تو ایک دو مسئلہ کی سند بطور نظیر کے ارقام فرمادیں۔

الجواب

تمام مسائل کہ صاحب مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف بلفظ قال و عند نسبت کئے جاتے ہیں کتب ظاہر الروایہ کے مسئلے ہیں اور اُن تک اسانید متصلہ موجود ہر مسئلہ کے لئے جُدا سند کی حاجت نہیں جس طرح صحیح بخاری تک ہم اسانید متصلہ رکھتے ہیں، صحیح کی تمام حدیثیں ہمارے پاس اُنھیں سندوں سے ہیں ہر حدیث میں جدید سند کی ضرورت نہیں۔ صاحب درمختار رضی اللہ تعالٰی عنہ درمختار میں فرماتے ہیں:

---

[1] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰

انی ارویہ عن شیخنا الشیخ عبد النبی الخلیلی عن المصنف (ای شیخ الاسلام ابی عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الغزی التمرتاشی) عن ابن نجیم المصری (ای العلامۃ المحقق زین صاحب البحر الرائق) بسندہ الی صاحب المذہب ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ (الی قولہ) کما ھو مبسوط فی اجازاتنا بطرق عدیدۃ عن المشائخ المتبحرین الکبار[1]

میں اس (علم فقہ) کو روایت کرتا ہوں اپنے استاذ شیخ عبدالنبی خلیلی سے، وُہ روایت کرتے ہیں مصنف (یعنی شیخ الاسلام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی) سے وہ ابن نجیم مصری (یعنی علامہ محقق زین صاحب بحرالرائق) سے وہ اپنی سند کے ساتھ جو متصل ہے صاحبِ مذہب امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کیساتھ (مصنف کے اس قول تک کہ) یہ متبحر علماء کبار سے متعدد طرق کے ساتھ ہماری اجازات میں مفصل مذکور ہے (ت)

علامہ صاحبِ بحر کی سندیہ ہے:

المحقق زین عن العلامۃ ابن الشلبی صاحب الفتاوی عن ابن الشحنۃ شارح الوھبانیۃ عن الامام ابن الھمام صاحب فتح القدیر وزاد الفقیر عن الامام العلامۃ قاریٔ الھدایۃ عن العلامۃ علاء الدین السیرانی عن السید جلال الدین صاحب الکفایۃ عن الامام عبد العزیز البخاری صاحب کشف بزدوی عن الامام حافظ الدین النسفی صاحب الکنز والوافی والکافی عن الامام شمس الائمۃ الکردری عن الامام برھان الدین صاحب الھدایۃ وکفایۃ المنتھی والتجنیس عن الامام فخر الاسلام علی البزدوی عن

محقق زین روایت کرتے ہیں علامہ ابن شلبی صاحبِ فتاوٰی سے وہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ سے وہ امام ابن ہمام مصنف فتح القدیر و زاد الفقیر سے وہ علامہ قاری الہدایہ سے وہ علامہ علاء الدین سیرانی سے وہ سید جلال الدین صاحب کفایہ سے وہ امام عبدالعزیز بخاری صاحبِ کشف بزدوی سے وہ کنز و وافی و کافی کے مصنف حافظ الدین نسفی سے وہ امام شمس الائمہ کردری سے وُہ ہدایہ، کفایۃ المنتہی اور تجنیس کے مصنف امام برہان الدین سے وہ امام فخرالاسلام علی بزدوی سے وہ امام شمس الائمہ سرخسی صاحبِ مبسوط سے وہ امام شمس الائمہ حلوانی سے وہ قاضی ابوعلی نسفی سے وہ امام

---

[1] الدر المختار مقدمۃ الکتاب مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳

الامام شمس الائمۃ السرخسی صاحب المبسوط شرح کافی الامام الحاکم الشہید عن الامام شمس الائمۃ الحلوانی عن القاضی ابی علی النسفی عن الامام الفضل عن ابی عبد اللہ السبذمونی عن ابی حفص الصغیر عن ابیہ الامام ابی حفص الکبیر عن الامام محمد عن سراج الامۃ الامام الاعظم وایضا عن محمد عن یعقوب عن ابی حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہم[1]

فضل سے وہ ابوعبداللہ سبذمونی سے وہ ابوحفص صغیر سے وہ اپنے والد امام ابوحفص کبیر سے وہ امام محمد سے وہ سراج الامہ امام اعظم ابوحنیفہ سے نیز امام محمد روایت کرتے ہیں امام یعقوب (ابویوسف) سے اور وہ امام ابوحنیفہ سے رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ (ت)

صاحبِ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ تک فقیر کی سند صدر جلد اول فتاوٰی فقیر اور بفضلہ تعالٰی کتب ظاہر الروایہ بلکہ کتب نوادر بلکہ بکثرت کتب علماء و مشائخ تک باسانید متصلہ موجود۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹ از احمد آباد گجرات محلہ جمالپور مرسلہ مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب ۹ صفر المظفر ۱۳۳۷ھ

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ملّا علی قاری کی عبارت اگر آپ کے زیر نظر ہو تو یہ پتا بتائیے کہ یہ مرقاۃ کی کون سے باب و فصل اور کون سے صحابی کی حدیث کی شرح میں ملّا علی قاری نے یہ حدیث نقل کی ہے اس کی بندہ کو ضرورت ہے ممنون و مشکور ہوگا عبارت یہ ہے:

انہ بلغنی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان من قال لا الٰہ الا اللہ سبعین الفا غفر اللہ تعالٰی لہ ومن قیل لہ غفر لہ ایضا۔

مجھ تک نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث پہنچی، آپ نے فرمایا کہ بے شک جس شخص نے ستر ہزار مرتبہ کہا لا الٰہ الا اللہ اللہ تعالٰی اس کی مغفرت فرمائے گا اور جس کیلئے یہ کہا گیا اس کی بھی مغفرت فرمائے گا۔ (ت)

---

[1] البحر الرائق

الجواب

مولانا اکرمکم، السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ!

یہ عبارت مرقاۃ[1] کتاب الصلوٰۃ، باب ما علی الماموم من المتابعۃ، فصل ثانی، حدیث علی و معاذ بن جبل علیہما الرضوان کی شرح میں ہے۔ مطبع مصر جلد دوم صفحہ ۱۰۲۔

---

[1] مرقاۃ المفاتیح کتاب الصلوٰۃ الفصل الثانی حدیث ۱۱۴۲ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۳/۲۲۲

زبان و بیان

مسئلہ از ملک بنگال ضلع فریدپور مرسلہ شمس الدین صاحب
زنائے خلاف رضامندی و بلارضامندی میں کیا فرق ہے؟

الجواب

مہمل و بے حاصل سوال ہے۔ خلافِ رضا و عدمِ رضا میں عموم و خصوص مطلق ہے وہ بات جس کی طرف نہ رغبت نہ نفرت، خلافِ رضا نہیں بلارضا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ

اوّل: یزول ملکہ عن المسجد والمصلی بالفعل و بقولہ جعلتہ مسجدا[1] مسجد اور عیدگاہ میں فعل نماز سے مالک کی ملکیت زائل ہوجاتی ہے اور یہ کہنے سے بھی ملکیت زائل ہوجاتی ہے کہ میں نے اس کو مسجد کردیا۔(ت)

یہ واو جس پر ۲ بنا ہوا ہے "یا" کے معنٰی دے گا یا "اور" کے؟

دوم: واذابنی مسجدا لم یزل ملکہ عنہ حتی یفرزہ عن ملکہ بطریقہ جس شخص نے مسجد بنائی تو اس سے بانی کی ملکیت زائل نہ ہوگی جب تک اس کا راستہ الگ کرکے

---

[1] الدرالمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۳۷۹/۱

ؕ یاذن للناس بالصلوۃ فیہ[1] | اُسے اپنی ملکیت سے جُدا نہ کردے اور جب تک لوگوں کو اس میں نماز پڑھنے کی عام اجازت نہ دے دے (ت)

یہ واو جس پر ۳ دوسری جگہ ہے اس کے معنی "یا" کے ہونگے یا "اور" کے؟ اور وجہ کیا ہے؟

الجواب

پہلی عبارت درمختار کی ہے اور اس میں واو بمعنی "یا" ہے یعنی مسجد میں فعلِ نماز سے ملکِ مالک زائل ہوجاتی ہے اور مالک کے اس قول سے بھی کہ میں نے اس کو مسجد کردیا، دونوں میں جو ہو کافی ہے دونوں کا وجود ضروری نہیں۔ ردالمحتار میں اسی پر لکھا:

لم یرد انہ لایزول بدونہ لما عرفت انہ یزول بالفعل ایضا بلاخلاف[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم | اس سے یہ مراد نہیں کہ اس کے بغیر ملکیت زائل نہیں ہوگی اس لئے کہ تو جان چکا ہے کہ ملکیت تو محض فعل نماز سے بھی زائل ہوجاتی ہے اس میں نماز پڑھنے کی عام اجازت نہ دے دے۔ (ت)

دوسری عبارت ہدایہ کی ہے اور اس میں واو بمعنی "یا" نہیں بلکہ امران ضرور ہے اور اس کے بعد طرفین کے نزدیک ایک بار نماز باذن ہونا لازم، اور امام ابویوسف کے نزدیک صرف زبان سے کہہ دینا کافی کہ میں نے اسے مسجد کیا۔ اسی کو اس عبارت کے متصل ہدایہ میں بتایا:

وقال ابویوسف یزول ملکہ بقولہ جعلتہ مسجدا[3]۔ | امام ابویوسف نے فرمایا اس کے صرف یہ کہہ دینے سے کہ میں نے اس کو مسجد کردیا ہے اس کی ملکیت زائل ہوجاتی ہے۔ (ت)

اور قولِ امام ابویوسف پر ہی فتوٰی ہے کہ دونوں میں سے جو ہو کافی ہے فعل و قول کا جمع ہونا ضرور نہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

فی الدر المنتقی وقدم فی التنویر والدرر والوقایۃ وغیرھا قول ابی یوسف وعلمت ارجحیتہ فی الوقف والقضاء[4]۔ | دررمنتقی میں ہے کہ تنویر، درر اور وقایہ میں امام ابویوسف کے قول کو مقدم کیا گیا ہے اور وقف و قضا میں اس کا ارجح ہونا معلوم ہوچکا ہے (ت)

---

[1] الہدایۃ کتاب الوقف المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/۶۲۳

[2] ردالمحتار " مطلب فی احکام المسجد داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۶۹

[3] الہدایۃ " المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/۶۲۳

[4] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۷۰

مسئلہ ۱۲ از مدرسہ منظر الاسلام بریلی مرسلہ مولوی اکبر حسین رام پوری طالب علم ۲۸ ربیع الاول شریف ۱۳۲۶ھ

بعالی خدمت اعلٰحضرت مدظلہ العالی عرض ہے کہ ایک شعر کے معنی میں نہایت فکر کرتا ہوں لیکن سمجھ میں نہیں آتا۔ امید کہ میں حضور کی ذاتِ اقدس سے کامیاب ہوں گا، شعر یہ ہے: ؎

میری تعمیر میں مضمر اک صورت خرابی کی

ہیولٰی برق خرمن کا ہے خون گرم دہقاں کا

الجواب

ہیولٰی مادے کو کہتے ہیں جس میں شے کی قابلیت اور استعداد ہوتی ہے اور "خون گرم" سعی کا سبب کر دہقان کی سعی سے کھیتی کی پیداوار ہے۔ اور اس کا محاصل خرمن، کہ برق گرے تو اسے بالکلیہ نیست و نابود کردے۔ تو کہتا ہے کہ وہ خون گرم دہقان کے سبب پیدا ہوا۔ وہی برق خرمن کا مادہ بنا کہ حرارت میں برق بننے کی استعداد تھی اور وہی بالآخر اپنے پیدا کردہ خرمن پر بجلی ہو کر گرا اور اسے فنا کر گیا تو اس تعمیر میں ویرانی کی صورت پنہاں تھی کہ، ع

لدوا للموت وابنوا للخراب ﴿جیو مرنے کے لئے اور عمارتیں بناؤ خراب و برباد ہونے کے لئے۔﴾

مسئلہ ۱۳ از پیلی بھیت محلہ احمد زئی مرسلہ مولوی سید محمد عمر الہ آبادی سہروردی ۱۸ رجب ۱۳۳۲ھ

(۱) من آں وقت بودم کہ آدم نبود ۔۔۔ کہ حوا عدم بود آدم نبود

(۲) من آں وقت کردم خدارا سجود ۔۔۔ کہ ذات وصفات خدا ہم نبود

(۳) غور سے ہم نے محمد کو جو دیکھا فرحاں ۔۔۔ تین سو ساٹھ برس پایا خدا سے پہلے

[(۱) میں اس وقت تھا کہ آدم نہ تھا، کہ حوا معدوم تھی اور آدم نہ تھا۔

(۲) میں نے اس وقت خدا کو سجدہ کیا کہ خدا کی ذات وصفات بھی موجود نہ تھیں۔ت]

ان تینوں شعروں کا مطلب تحریر فرمائیے کہ یہ اشعار کس کے ہیں اور کس کتاب میں ہیں؟ ایک شخص نے مجھ سے ان شعروں کا مطلب دریافت کیا ہے مگر مجھے نہیں معلوم میں کیسے بتلاؤں۔ لہذا آنجناب سے سوال ہے کہ مطلب تحریر فرمائیے فقط المستفتی محمد عمر

الجواب

ایسے اشعار کا مطلب اس وقت پوچھا جاتا ہے جب معلوم ہو کہ قائل کوئی معتبر شخص تھا ورنہ

بے معنی لوگوں کے ہذیان کیا قابلِ التفات۔

شعرِ اوّل کے مصرعہ اخیر میں "آں دم نبود" چاہیے ورنہ قافیہ غلط ہے، بہرحال اس کا مطلب صحیح وصاف ہے وجودِ ارواح قبلِ اجسام کی طرف اشارہ ہے۔

شعرِ دوم صریح کفر ہے۔

شعرِ سوم میں دراصل تین سو تیرہ برس کا لفظ ہے۔ فرحان ہمارے بریلی کے شاعر تھے ان کی زندگی میں انکی یہ غزل چھپی تھی۔ فقیر نے جبھی دیکھی تھی اس میں تین سو تیرہ کا لفظ تھا، اس میں شاعر نے یہ مہمل وبیہودہ ولغو مطلب رکھا ہے کہ لفظ محمد کے عدد ۹۲ ہیں اور لفظ خدا کے عدد ۶۰۵، ظاہر ہے کہ ۶۰۵ سے ۹۲ بقدر ۵۱۳ کے مقدم ہے۔ بیہودہ معنی اور بے معنی بات، واستغفر اللہ العظیم۔ یہ وہ ہے جو شاعر صاحب نے سمجھا تھا اور اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ محمد سے مراد مرتبہ رسالت حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین ہو جس کا سر صرف ر ہے کہ رؤیت وروایت ورویت ورائے سب کا مبدأ ہے اور انہار رسالت کے یہی منابع ہیں۔ اس کے عدد ۲۰۰ ہیں اور رسول ۳۱۲ کہ حقیقۃً سب ظلال رسالت محمدیہ علٰی صاحبہا افضل الصلٰوۃ والتحیۃ ہیں مجموع ۵۱۳ ہوا۔ رسل کرام علیہم الصلٰوۃ والسلام کی سیر من اللہ الی الخلق ہے اور امت کی سیر من الرسل الی اللہ۔ جب تک رسولوں پر ایمان نہ لائے اللہ عزوجل پر ایمان نہیں مل سکتا۔ پھر اس تک رسائی تو بے وساطت رسل محال ہے اور تصدیق سب رسولوں کی جزء ایمان ہے لا نفرق بین احد من رسلہ[1] (ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے) برس کو عربی میں حول کہتے ہیں کہ تحویل سے مشعر ہے، رسولوں کی بدلیاں بھی تحویل تھیں اور برس بمعنی بارش ہے ہر رسول کی رسالت بارش رحمت ہے یعنی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے آدم سے خاتم تک رائے رسالت میں یہ تین سو تیرہ تطور فرمائے تین سو تیرہ ابرِ رحمت برسائے جب تک ان سب کی تصدیق سے بہرہ ور نہ ہو خدا تک رسائی ناممکن ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۵

وعظ و تبلیغ

مسئلہ ۱۴: از سہسرام ضلع گیا محلہ پٹیان ٹولی عرف نیم کالے خاں مرسلہ حکیم سراج الدین احمد صاحب ۱۷ شوال ۱۳۳۵ھ

دیوبندی سہارنپوری، نانوتوی والہ آبادی وغیرہم واعظین مدارس ومساجد کی تعمیر وتحفظ میں بلا ترجیح یکدیگر جو کچھ اقوالِ مختلفہ بیان کرتے ہیں کہاں تک حق بجانب ہے تاوقتیکہ بدعت واجب، مندوب، مباح، حرام، مکروہ اور بدعت کی وجہ حسن وقبح اور فرق درمیان بدعت ومباح وتخصیص حدیثیں:

(۱) من سن سنۃ حسنۃ ومن سن سنۃ سیئۃ۔[۱] جس نے اچھا طریقہ ایجاد کیا اور جس نے بُرا طریقہ ایجاد کیا (ت)

(۲) من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد۔[۲] جو شخص ہمارے دین میں کوئی نئی بات نکالے وہ مردود ہے۔ (ت)

(۳) من ابتدع بدعۃ ضلالۃ لایرضاھا اللہ ورسولہ۔[۳] جس نے کوئی ایسی نئی بات نکالی جو بُری ہے جسے اللہ ورسول پسند نہیں فرماتے (ت)

---

[۱] مسند الامام احمد بن حنبل المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۳۶۱ و صحیح مسلم کتاب العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۴۱

[۲] صحیح مسلم کتاب الاقضیۃ باب نقض الاحکام الباطلۃ الخ " " ۲/ ۷۷

[۳] جامع الترمذی کتاب العلم باب الاخذ بالسنۃ واجتناب البدعۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۲

کے مطابق ہر امورِ حسنہ کو سیئہ سے پاک رہنے کا حال مفصل نہ کہہ سنائیں کہ عوام غلط فہمی سے حق تلفی کر کے امورِ حسنہ کو بآمیزش ممنوعات کے مذموم نہ کردیں اگر اس کا التزام مذکورین اپنے اپنے وعظ میں نہ کریں تو موردِ الزام ہوسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب

واعظ کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ مسلمان ہو، دیوبندی عقیدے والے مسلمان ہی نہیں ان کا وعظ سننا حرام اور دانستہ انھیں واعظ بنانا کفر۔ علمائے حرمین شریفین نے فرمایا ہے کہ،

من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[1] جس نے ان کے کفر اور عذاب میں شک کیا اس نے کفر کیا۔ (ت)

اسی طرح تمام وہابیہ وغیر مقلدین فانھم جمیعا اخوان الشیاطین (کہ وہ سب شیطانوں کے بھائی ہیں۔ ت) دوسری شرط سُنی ہونا غیر سُنی کو واعظ بنانا حرام ہے اگرچہ بالفرض وہ بات ٹھیک ہی کہے۔ حدیث میں ہے نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں،

من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علٰی ھدم الاسلام[2] جس نے کسی بدمذہب کی توقیر کی اس نے دینِ اسلام کے ڈھانے پر مدد دی۔

تیسری شرط عالم ہونا، جاہل کو واعظ کہنا ناجائز ہے، جیسا کہ ارشاد ہے،

اتخذ الناس رؤساجھالا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا[3] لوگوں نے جاہلوں کو سردار بنالیا پس جب ان سے سوال کیا گیا تو انھوں نے بے علم احکامِ شرعی بیان کرنے شروع کئے تو آپ بھی گمراہ ہوئے اور اوروں کو بھی گمراہ کیا۔

چوتھی شرط فاسق نہ ہونا، تبیین الحقائق وغیرہ میں ہے،

لان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ کیونکہ اسے امامت کے لئے مقدم کرنے میں اسکی

---

[1] الدر المختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶
حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین مطبع اہلسنت وجماعت بریلی ص ۹۴
[2] کنز العمال حدیث ۱۱۰۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۲۱۹
[3] صحیح البخاری کتاب العلم باب کیف یقبض العلم الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۰

وقد وجب علیھم اھانتہ شرعاً[1]   تعظیم ہے حالانکہ شرعاً مسلمانوں پر اسکی توہین واجب ہے (ت)

اور جب یہ سب شرائط مجتمع ہوں سُنی صحیح العقیدہ عالم دین متقی وعظ فرمائے تو عوام کو اس کے وعظ میں دخل دینے کی اجازت نہیں وہ ضرور مصالح شرعیہ کا لحاظ رکھے گا ہاں اگر کسی جگہ کوئی خاص مصلحت ہو جس پر اُسے اطلاع نہیں تو پیش از وعظ مطلع کر دیا جائے کہ یہاں یہ حالت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] تبیین الحقائق باب الامامۃ والحدث فی الصلوٰۃ المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۱/۱۳۴

علم الحیوان

مسئلہ ۱۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع اس مسئلہ میں :
کتّا اور کُل جانور چرند وپرند کس کی اولاد میں ہیں ؟

الجواب

ہر جانور کہ مادہ سے پیدا ہوتا ہے اپنی قسم کے اس پہلے جانور کی اولاد میں ہے جسے رب عزوجل نے ابتداءً بنایا تھا، مثلاً سب میں پہلا گھوڑا جو مٹی اور پانی سے رب عزوجل نے بنایا سب گھوڑے اس کی نسل ہیں، یونہی کُتّے وغیرہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

تشریح ابدان

مسئلہ ۱۶: مرسلہ مولوی نواب محمد سلطان احمد خاں صاحب ۲۹ محرم الحرام ۱۳۲۵ھ

زید کہتا ہے حال میں دو شخص ایسے پائے گئے ہیں جن کے دو دو دل ہیں اور ڈاکٹروں نے بھی اس کو اپنے طور پر جانچ کیا ہے، بکر کہتا ہے کہ ایک شخص کے دو دل نہیں ہوسکتے کیونکہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

ماجعل اللہ لرجل قلبین فی جوفہ[1] اللہ تعالٰی نے کسی آدمی کے اندر دو دل نہ رکھے (ت)

اس پر خالد کہتا ہے خدائے تعالٰی نے یہ بھی تو فرمایا ہے:

ھوالذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء[2] وہی ہے جو تمہاری تصویر بناتا ہے ماؤں کے پیٹ میں جیسی چاہے۔ (ت)

پس یہ امر عجائبِ صنع باری سے ہے جیسے کہ ایک شخص ایسا بھی موجود ہے جس کا دل داہنی طرف ہے اسی طرح عجیب الخلقت بچے ہمیشہ پیدا ہوتے رہتے ہیں، کیا انسان کیا جانور۔ اور پہلی آیت تو اس شخص کے بارے میں اتری ہے جو دعوٰی کرتا تھا کہ اس شخص کے دو دل ہیں لہذا میں نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے زیادہ علم و فہم رکھتا ہوں۔ چونکہ اس وقت میں لوگ طرح طرح سے آپ کی مخالفت پر کمربستہ تھے اس لئے اس شخص نے

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۴

[2] " " ۳/ ۶

کہہ دیا جس سے لوگ آپ سے برگشتہ ہوجائیں تو خدا تعالٰی نے اس کا جھوٹ ظاہر کردیا۔ پس علماء دین قویم سے بقلب استفسار ہے کہ منشاء ہر دو آیت کا کیا ہے اور اس بارہ میں کیا اعتقاد رکھنا چاہئے؟ القوا کلام نفیسکو فی قلبی توجروا ھن ربی (اپنا نفیس کلام میرے دل میں ڈالو، میرے رب سے اجر پاؤ گے۔ ت)

الجواب

قلب وہ عضو ہے کہ سلطان اقلیم بدن و محل عقل و فہم و منشا قصد و اختیار و رضا و انکار ہے ایک شخص کے دو دل نہیں ہوسکتے، دو بادشاہ در اقلیمے نگنجند (ایک سلطنت میں دو بادشاہ نہیں ہوتے۔ ت) آیہ کریمہ میں رجل نکرہ ہے اور تحت نفی داخل ہے تو مفید عموم و استغراق ہے یعنی اللہ عزوجل نے کسی کے دو دل نہ بنائے، نہ کہ فقط اس شخص خاص کی نسبت انکار فرمایا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

الا وان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب[1]

سُنتے ہو بدن میں ایک پارہ گوشت ہے کہ وہ ٹھیک ہے تو سارا بدن ٹھیک رہتا ہے اور وہ بگڑ جائے تو سارا بدن بگڑ جاتا ہے، سنتے ہو وہ دل ہے۔

تو اگر کسی کے دو دل ہوں، اُن میں ایک ٹھیک رہے ایک بگڑ جائے تو چاہئے معاً ایک آن میں سارا بدن بگڑا اور سنبھلا دونوں ہوا اور یہ محال ہے۔ جب دو دل ہیں ایک نے ارادہ کیا یہ کام کیجئے دوسرے نے ارادہ کیا نہ کیجئے تو اب بدن ایک کی اطاعت کرے گا یا دونوں کی یا کسی کی نہیں۔ ظاہر ہے کہ دونوں کی اطاعت محال ہے، اور کسی کی نہ ہو تو ان میں کوئی قلب نہیں کہ قلب تو وہی ہے کہ بدن اسی کے ارادے سے حرکت و سکون ارادی کرتا ہے اور اگر ایک کی اطاعت کریگا دوسرے کی نہیں تو جس کی اطاعت کرے گا وہی قلب ہے اور دوسرا ایک بدگوشت ہے کہ بدن میں صورت قلب پر پیدا ہوگیا جیسے کسی کے پنجے میں چھ انگلیاں اور بعض کے ایک ہاتھ میں دو ہاتھ لگے ہوتے ہیں ان میں جو کام دیتا ہے اور ٹھیک موقع پر ہے وہی ہاتھ ہے دوسرا بدگوشت ہے۔ ڈاکٹروں کا بیان اگر سچا ہو تو اس کی یہی صورت ہوگی کہ بدن میں

---

[1] صحیح البخاری کتاب الایمان باب فضل من استبرأ لدینہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳
صحیح مسلم کتاب المساقات باب اخذ الحلال وترک الشبہات " " " ۲/ ۲۸

ایک بدگوشت بصورتِ دل زیادہ پیدا ہوگیا ہوگا۔ ہاتھ میں تو یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اصلی اور زائد دونوں ہاتھ کام دیں مگر قلب میں یہ ناممکن ہے۔ آدمی روحِ انسانی سے آدمی ہے اور اسی کے مرکب کا نام قلب ہے اور روحِ انسانی متجزی نہیں کہ آدھی ایک دل میں رہے آدھی دوسرے میں۔ تو جس سے وہ اصالۃً متعلق ہوگی تو وہی قلب ہے دوسرا سلب ہے، اور آیہ کریمہ میں یصوّرکم فی الارحام کیف یشاء[1] فرمایا ہے کہ ماں کے پیٹ میں تمھاری تصویر بناتا ہے جیسی وہ چاہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ کیف تشاؤن و بتخیلاتکم تخترعون جیسی تم چاہو اور اپنے خیالات میں گھڑ لو ویسی ہی تصویر بنا دے، یہ محض باطل ہے اور اس نے اپنی مشیت بتا دی کہ کسی کے جوف میں میں نے دو دل نہ رکھے تو اس کے خلاف تصویر نہ ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن الکریم ۳/۶

علمِ حروف و ریاضی

مسئلہ ۱۷: از شہر محلہ بہاری پور نواب وزیر احمد خاں صاحب قادری رضوی ۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ

بعد عرض بندگانِ عالی متعالی خداوند نعمت میرساند۔ السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ۔ آداب فدویانہ معروض۔ لا۲ = ۷۵، ۲لا + ۶ = ۳۰ اگر یہ نمونہ صحیح ہوجاتا تو اسی نمونے پر یہ مساوات قائم ہوجاتی $\frac{\text{لا}^۲}{۷۵}$ = (۳۰ - لا)۲ لا۲ = ۷۵ (۳۰ - لا)۲ یا لا۲ = ۷۵ (۹۰۰ - ۶۰ لا + لا۲) یا لا۲ = ۶۷۵۰۰ - ۴۵۰۰ لا + ۷۵ لا۲ یا - ۷۴ لا۲ + ۴۵۰۰ لا = - ۶۷۵۰۰ تقسیم کیا - ۲ سے ۳۷ لا۲ - ۲۲۵۰ لا = - ۳۳۷۵۰۰۰ مربع کامل کیا ۳۷ لا۲ - ۲۲۵۰ + $\frac{۱}{۳۷}\left(\frac{۲۲۵۰}{۲}\right)^۲$ = - ۳۳۷۵۰ + $\frac{۱}{۳۷}\left(\frac{۲۲۵۰}{۲}\right)^۲$ یا ۳۷ لا۲ - ۲۲۵۰ لا + $\frac{۱}{۳۷}$(۱۱۲۵)۲ = - ۳۳۷۵۰ + $\frac{۱}{۳۷}$(۱۱۲۵)۲ یا $\sqrt{۳۷\,\text{لا}^۲}$ - $\sqrt{\frac{۱}{۳۷}(۱۱۲۵)^۲}$ = $\sqrt{۳۳۷۵۰ + \frac{۱}{۳۷}(۱۱۲۵)^۲}$

اس کو ملاحظہ فرمالیا جائے یہاں تک کہ اگر صحیح ہو تو آگے عمل کیا جائے۔

الجواب

مکرم کرمفرما چھوٹے نواب صاحب سلمہٗ۔ وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ۔ تکمیل مجذور کا یہ نیا قاعدہ ہے کہ سر مجذور کی طرف ایک کو نسبت کرکے مجذور نصف سر لا کا سر کرکے شامل کریں مجذور کامل ہوجائے میرے نزدیک یہ صحیح نہ آئے گا مثلاً ۲ لا۲ + ۶ لا = ۲۰ طور مذکور پر ۲ لا۲ + $\frac{۱}{۲}$(۳)۲ = ۲۰ + $\frac{۹}{۲}$ = $\frac{۴۹}{۲}$ ہرگز مجذور کامل نہیں یا ۳ لا۲ - ۴ لا ۴ بطور مذکور ۳ لا۲ - ۴ لا + $\frac{۱}{۳}$(۲)۲ = ۴ + $\frac{۴}{۳}$ = $\frac{۱۶}{۳}$ ہرگز مربع نہیں۔

(۲) مساوات درجہ دوم سے یہ بہت سہل حل ہوسکتا یہاں تک آپ لے آئے کہ - ۴۸ لا۲ + ۴۵۰۰ لا = ۶۷۵۰۰ یہاں نفی و اثبات کا قلب کر لیجئے مساوات یہ ہوجائیگی ۴۸ لا۲ - ۴۵۰۰ لا = - ۶۷۵۰۰ پھر خواہ یوں عمل کیجئے لا۲ - ۴۵۰۰ لا/۴۸ = - ۶۷۵۰۰/۴۸ طرفین میں ۲۲۵۰/۴۸ کا مجذور شامل کیجئے یا مساوات کو بحال رکھ کر ۱۹۲ میں ضرب دے کر طرفین میں (۴۵۰۰)۲ شامل فرمائیے مدعا حاصل ہوگا۔

(۳) ہاں لطیف تر یہ ہے کہ درجہ دوم کا نام نہ آنے پائے صرف مساوات درجہ اول سے حاصل ہو اُسے بتائیے وُہ بہت آسان ہے فقط۔

مسئلہ ۱۸: مسئولہ قاضی فضل احمد صاحب لودیانوی ۲۲ صفر مظفر ۱۳۳۹ھ

علمائے کرام کا اس میں کیا ارشاد ہے ایک رافضی نے کہا آیۃ کریمہ انا من المجرمون منتقمون[1] (بے شک ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں۔ت) کے عدد ۱۲۰۲ ہیں اور یہی عدد ابوبکر، عمر، عثمان کے ہیں۔

الجواب

روافض لعنہم اللہ تعالٰی کی بنائے مذہب ایسے ہی اوہام بے سروپا در ہوا پر ہے۔

اوّلاً ہر آیت عذاب کے عدد اسماء اخیار سے مطابق کرسکتے ہیں اور آیت ثواب کے اسماء کفار سے کہ اسماء میں وسعت وسیعہ ہے۔

ثانیاً امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کے تین صاحبزادوں کے نام ابوبکر و عمر و عثمان ہیں۔ رافضی نے آیت کو اُدھر پھیرا کوئی ناصبی اِدھر پھیر دے گا اور دونوں ملعون ہیں، حدیث میں ہے سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ولادت پر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا: اروني ابني ما سميتموه[2] مجھے میرا بیٹا دکھاؤ تم نے اس کا کیا نام رکھا۔ مولٰی علی نے عرض کی: حرب۔ فرمایا: نہیں بلکہ وہ حسن ہے۔ پھر سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ولادت پر تشریف لے گئے اور فرمایا: مجھے میرا بیٹا دکھاؤ تم نے اس کا کیا نام رکھا؟ مولٰی علی نے عرض کی: حرب۔ فرمایا: نہیں بلکہ وہ حسین ہے۔ پھر امام محسن کی ولادت پر وہی فرمایا۔ مولٰی علی نے وہی عرض کی۔ فرمایا: نہیں بلکہ وہ محسن ہے۔ پھر فرمایا: میں نے اپنے بیٹوں کے نام داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام

---

[1] القرآن الکریم ۳۲ / ۲۲

[2] اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ باب الحاء والسین ترجمہ حسن بن علی ۱۱۶۵ دار الفکر بیروت ۱ / ۵۵۷

کے بیٹوں پر رکھے شَبَّر، شُبَیر، مُشَبِّر۔ حسن، حسین، محسن ان سے ہم وزن وہم معنیٰ ہیں اس سے مولیٰ علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کو تنبیہ ہوئی کہ اولاد کے نام اخیار کے ناموں پر رکھنے چاہئیں، لہٰذا ان کے بعد اپنے صاحبزادوں کے نام ابوبکر، عمر، عثمان، عباس وغیرہا رکھے۔

ثالثاً رافضی نے عدد غلط بتائے۔ امیر المومنین عثمٰن غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نام پاک میں الف نہیں لکھا جاتا تو عدد بارہ سو ایک ہیں نہ کہ دو۔ ہاں او رافضی (۱) بارہ سو دو عدد کا ہے کے ہیں ابن سینا رافضہ کے۔

(۲) ہاں او رافضی! بارہ سو دو عدد ان کے ہیں، ابلیس، یزید، ابن زیاد، شیطان الطاق کلینی، ابن بابویہ قمی، طوسی حلی۔

(۳) ہاں او رافضی! اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا لست منھم فی شیئ[2] — بے شک جنھوں نے اپنا دین ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور شیعہ ہوگئے اے نبی! تمھیں ان سے کچھ علاقہ نہیں۔

اس آیہ کریمہ کے عدد ۲۰۲۰ ہیں اور یہی عدد ہیں رفاض اثنا عشریہ شیطنیہ اسمٰعیلیہ کے۔ اور اگر اپنی طرح سے اسمٰعیلیہ میں الف چاہے تو یہی عدد ہیں روافض اثنا عشریہ و نصیریہ و اسماعیلیہ کے۔

(۴) ہاں او رافضی! اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

لھم اللعنۃ ولھم سوء الدار[3] — ان کے لئے ہے لعنت اور ان کے لئے ہے بُرا گھر۔

اس کے عدد چھ سو چوالیس ہیں اور یہی عدد ہیں شیطان الطاق طوسی حلی کے۔

(۵) نہیں او رافضی! بلکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

اولٰئك ھم الصدیقون والشھداء عند ربھم اجرھم[4] — وہی اپنے رب کے یہاں صدیق وشہید ہیں ان کے لئے ان کا ثواب ہے۔

اس کے عدد چودہ سو چھپن ہیں اور یہی عدد ابوبکر عمر عثمان علی سعد کے۔

---

[1] اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ باب الحاء والسین ترجمہ حسن بن علی ۱۱۶۵ دارالفکر بیروت ۱/ ۵۵۷
[2] القرآن الکریم ۶/ ۱۵۹
[3] القرآن الکریم ۱۳/ ۲۵
[4] القرآن الکریم ۵۷/ ۱۹

(۶) نہیں او رافضی! بلکہ مولیٰ تعالیٰ فرماتا ہے،

اولٰئك هم الصدیقون والشهداء عند ربهم لهم اجرهم ونورهم[1]۔ وہی اپنے رب کے حضور صدیق وشہید ہیں اُن کیلئے ہے اُن کا ثواب اور اُن کا نور۔

اس کے عدد ۱۷۵۲ ہیں اور یہی عدد ہیں ابوبکر وعمر وعثمن وعلی وطلحہ وزبیر کے۔

(۷) نہیں او رافضی! بلکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے،

والذین اٰمنوا باللہ ورسلہ اولٰئك هم الصدیقون والشهداء عند ربهم لهم اجرهم ونورهم[2]۔ جو لوگ ایمان لائے اللہ اور اس کے رسولوں پر وہی اپنے رب کے نزدیک صدیق وشہید ہیں ان کے لئے ہے ان کا ثواب اور ان کا نور۔

آیۂ کریمہ کے عدد ۳۰۱۶، اور یہی عدد ہیں صدیق فاروق ذوالنورین علی طلحہ زبیر سعد سعید ابوعبیدہ عبدالرحمٰن بن عوف کے۔

الحمدللہ آیۂ کریمہ کا تمام وکمال جملہ مدح بھی پورا ہوگیا اور حضرات عشرہ مبشرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسمائے طیبہ بھی سب آگئے جس میں اصلاً تکلف وتصنع کو دخل نہیں، کچھ روزوں سے آنکھ دکھتی ہے یہ تمام آیات عذاب واسمائے اشرار وآیت مدح واسمائے اخیار کے عدد محض خیال میں مطابق کئے جن میں صرف چند منٹ صرف ہوئے اگر لکھ کر اعداد جوڑے جاتے تو مطابقتوں کی بہار نظر آتی مگر بعونہ تعالیٰ اس قدر بھی کافی ہے۔ وللہ الحمد۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۵۷/ ۱۹

[2] القرآن الکریم ۵۷/ ۱۹

حقوق العباد

مسئلہ ۱۹: ازشہر بریلی محلہ لودی ٹولہ مسئولہ نظیر احمد شہر کہنہ شنبہ ۲۳ شعبان ۱۳۳۴ھ

کوئی شخص اگر کسی کی عورت کے ساتھ بدفعلی کرے اور اس عورت کے خاوند سے معافی چاہے تو کیا معاف ہوجائے گا یا توبہ بھی اس پر لازم ہوگی؟ اگر فقط توبہ کرنے سے گناہ معاف ہوجائے تو اس وقت میری عرض یہ ہے کہ حق العباد تو معاف نہیں ہوتا تاوقتیکہ صاحبِ حق سے معافی نہ لے، کیا یہ حق العباد نہیں ہے؟ مفصلاً تحریر فرمائیں۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دیئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

عورت جس کا شوہر ہو یا باپ بھائی وغیرہم اولیاء جن کو اس امر سے عار پہنچے فرض کیجئے وہ دس۱۰ شخص ہیں تو اس کے ساتھ معاذ اللہ بدکاری اگر بے اس کی رضا کے ہے تو بارہ۱۲ حقوق میں گرفتاری ہے، ایک حق مولٰے عزوجل کا کہ اُس کی نافرمانی کی، دُوسرا اس عورت کا کہ اُس کی عصمت خراب کی، تیسرا اس کے شوہر کا۔ یونہی باقی دس۱۰ حقداروں کا، جب تک یہ سب معاف نہ کریں معاف نہ ہوگا بجالیکہ ان کو اطلاع پہنچ جائے۔ اور اگر برضائے زن ہے تو عورت اور مرد دونوں گیارہ سخت حقوق میں گرفتار ہوئے، ایک حق مولٰے عزوجل کا، دس۱۰ اُن دسوں کے، اور اس صورت میں عورت کا حق نہ ہوگا کہ وہ راضی ہے اور عورت زنا کے باعث نکاح سے خارج نہیں ہوتی مگر اُس حالت میں کہ شوہر کے باپ یا بیٹے سے یہ امر واقع ہو تو

نکاح فاسد ہو جائے گا۔ شوہر پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے گی کہ کبھی حلال نہیں ہوتی۔ شوہر پر فرض ہوگا کہ اسے چھوڑ دے مگر بے اس کے چھوڑے نکاح سے نکلے گی اب بھی نہیں، دوسری جگہ نکاح نہ کر سکے گی ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

لغت

مسئلہ ۲۰: از کانپور محلہ ناچ گھر قدیم مرسلہ مولانا مولوی محمد آصف صاحب قادری رضوی برکاتی
۱۴ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

یاحبیب محبوب اللہ رُوحی فداک۔ قبلۂ قبلہ پرستان وکعبۂ ارباب ایقان مدظلہم العالی۔ بعد تسلیمات فدویانہ وتمنائے حضور شرف آستانہ۔ الفاظ شکیل وعقیل بمعنی دانا کی صحت وتغلیط سے مطلع فرمائیں۔ جناب جلال لکھنوی آنجہانی کو کمترین نے حسب ذیل تحریر بھیجی تھی ہر دو الفاظ مذکورہ اُن کے نزدیک غلط ہیں۔ شکیل اور عقیل ذوق مرحوم کے مندرجہ ذیل اشعار میں پائے جاتے ہیں:

نورمعنی ہے بہر شکل نتیجہ اُس کا — اللہ اللہ رے زہے شکل شہنشاہ شکیل
دانش آموز ہو گر تربیت عام تری — بید مجنوں کو بنا دے ابھی انسان عقیل[1]

غیاث میں ہے:

عَقِیل بفتح اول وکسر قاف مرد بزرگ وبسیار دانا و زانو بند شتر و نام پسر ابی طالب کہ دانا تر بود بہ نسبت قریش[2]

عقیل (ع پر زبر اور ق کے نیچے زیر) بزرگ اور بہت عقل والا آدمی۔ اور اُونٹ کا زانو بند۔ اور ابوطالب کے بیٹے کا نام کہ وہ قریش کی نسبت زیادہ عقلمند تھا۔ (ت)

---

[1]

[2] غیاث اللغات فصل عین مہملہ مع قاف نولکشور لکھنؤ ص ۳۶۶

اس تحریر کا جواب جناب جلال نے یہ تحریر فرمایا تھا:

"ذوق نے جو شکیل و عقیل بمعنی دانا باندھا ہے آپ کے نزدیک وہ پایۂ اعتبار میں ہوگا میرے نزدیک نہیں، اس لئے کہ شکیل و عقیل بمعنی دانا کسی لغت معتبر میں مثل صراح و قاموس کے نہیں نکلتا، نہ اساتذہ پارس کے اشعار میں ہے، پھر کیونکر میں مان لوں اور صاحب غیاث بھی عقیل کو بمعنی دانا لکھا کریں، مگر صاحب غیاث کا ماخذ جو لغت ہیں ان میں سے بھی کسی نے لکھا ہے۔" فافہم ہیچداں جلال۔

الجواب

صدہا الفاظ عربی ہیں کہ اردو میں غیر معنی عربی پر مستعمل ہیں، اُن معانی کو قاموس میں تلاش کرنا حماقت ہے بلکہ اردو کے اہل زبان سے دریافت کرنا چاہیے۔ ذوق مرحوم اس زبان کے مسلّم اساتذہ سے تھے۔ معترض صاحب کا تخلص جلال ہے لفظ تخلص اس معنی پر کون سے قاموس میں ہے، اردو میں جلال "غصہ" کو کہتے ہیں، جلال آگیا۔ عربی میں اس معنی پر کب ہے بلکہ غصہ بھی عربی میں "گلے کا اچھو" ہے نہ کہ خشم۔ اس قسم کے الفاظ کی فہرست لکھی جائے تو ایک رسالہ ہو۔ انھیں میں شکیل و عقیل بھی ہیں۔ شکیل بمعنی حسین اور عقیل بمعنی صاحب عقل معترض کا کہنا کہ "ذوق نے شکیل و عقیل بمعنی 'دانا' باندھا" محض نادانی ہے شکیل بمعنی "دانا" شعر ذوق میں کہاں سے سمجھا بلکہ عقیل و دانا میں بھی عقیل دانا کے نزدیک فرق ہے عقل و علم شے واحد نہیں علمہ اکبر من عقلہ (اس کا علم اس کی عقل سے بڑا ہے۔ ت) مشہور ہے، جہاں تک میرے کان کا سُنا ہوا ہے معترض کا مذہب شیعی تھا ایسی حالت میں 'جناب' اور 'فرمایا' نہ چاہیے۔ والسلام مع الاکرام۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

خواب

مسئلہ ۲۱: از کانپور محلہ مول گنج مرسلہ امام الدین صاحب امام مسجد شکر اللہ صاحب سوداگر ۱۳ ربیع الآخر شریف

خواب کیا چیز ہے؟

الجواب

خواب چار قسم ہے:

ایک حدیث نفس کہ دن میں جو خیالات قلب پر غالب تھے جب سویا اور اس طرف سے حواس معطل ہوئے عالم مثال بقدر استعداد منکشف ہوا انھیں تخیلات کی شکلیں سامنے آئیں یہ خواب مہمل و بے معنی ہے اور اس میں داخل ہے وہ جو کسی خلط کے غلبہ اس کے مناسبات نظر آتے ہیں مثلاً صفراوی آگ دیکھے بلغمی پانی۔

دوسرا خواب القائے شیطان ہے اور وہ اکثر وحشتناک ہوتا ہے شیطان آدمی کو ڈراتا یا خواب میں اس کے ساتھ کھیلتا ہے اُس کو فرمایا کہ کسی سے ذکر نہ کرو کہ تمھیں ضرر نہ دے۔ ایسا خواب دیکھے تو بائیں طرف تین بار تھوک دے اور اعوذ پڑھے اور بہتر یہ ہے کہ وضو کرکے دو رکعت نفل پڑھے۔

تیسرا خواب القائے فرشتہ ہوتا ہے اس سے گزشتہ و موجودہ و آئندہ غیب ظاہر ہوتے ہیں مگر اکثر پردۂ تاویل قریب یا بعید میں، ولہذا محتاجِ تعبیر ہوتا ہے۔

چوتھا خواب کہ رب العزۃ بلا واسطہ القا فرمائے وہ صاف صریح ہوتا ہے اور احتیاجِ تعبیر سے بری۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اجارہ

مسئلہ ۲۲: از کراچی میمن مسجد رام باغ گاڑی حاطہ ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

جو شخص جس کام کے لئے منتخب کیا گیا وہ اس کو پوری طرح سے ادا نہ کرے یعنی قاصر رہے تو اس کو کیا سمجھنا چاہئے؟ بینوا توجروا (بیان کیجئے اجر دیئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

اس میں ہزاروں صورتیں ہوسکتی ہیں، ایسی گول بات قابلِ جواب نہیں ہوتی۔ کیا کام، کیسا انتخاب، کیونکر نہ کرنا، ایک ایسے کام کے لئے منتخب کیا تھا جو اس کے لئے مباح ہے نہ کیا تو کیا الزام، اور اگر اس پر فرض تھا اور نہ کیا تو سخت گناہگار اور حرام تھا اور نہ کیا تو بہت اچھا کیا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔
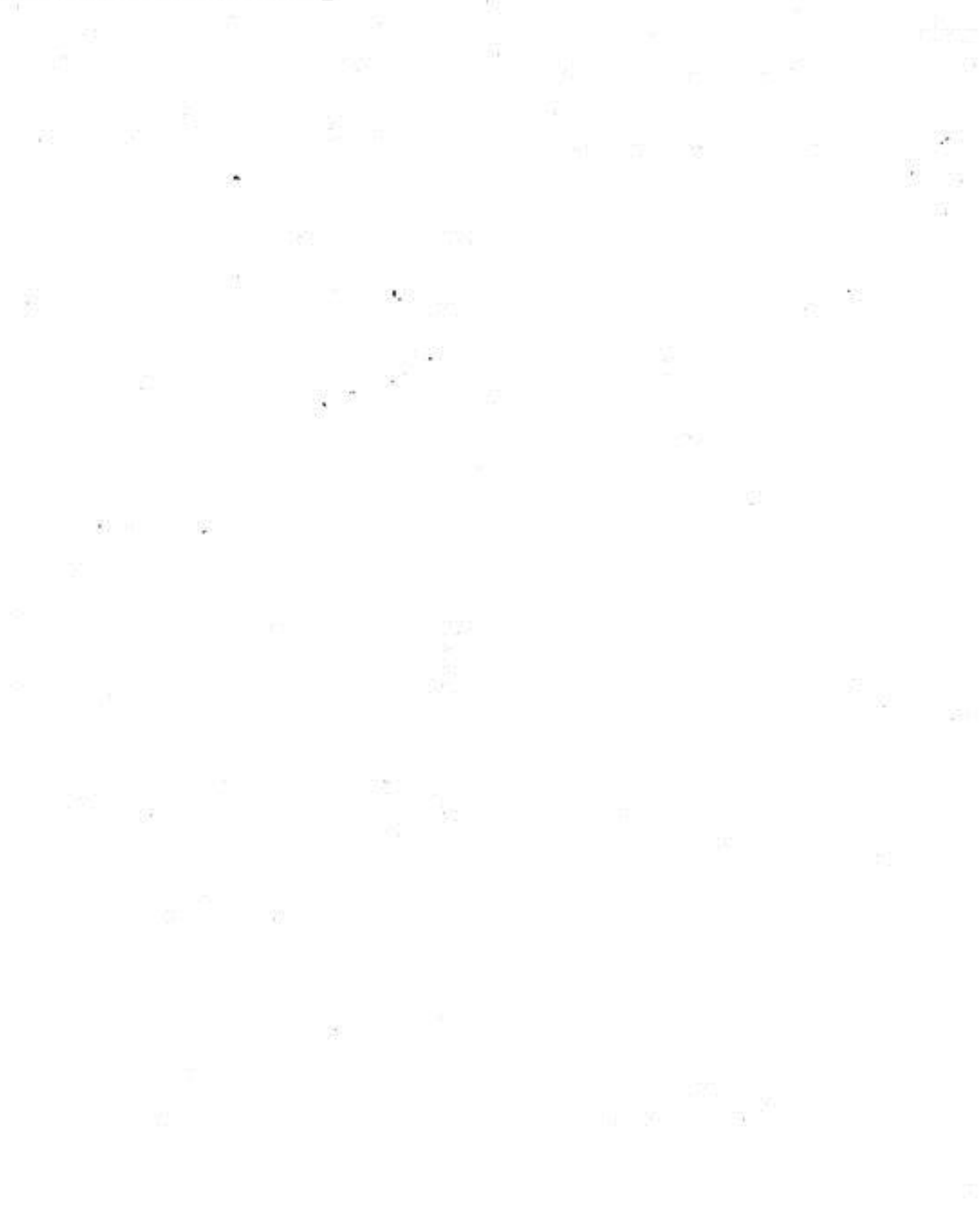
عقائد وکلام و دینیات

مسئلہ ۲۳ تا ۲۹: از حسن پور ضلع مراد آباد بذریعہ طفیل احمد صاحب قادری برکاتی رضوی مرسلہ حافظ اکرام اللہ خاں ۱۸ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

سوال اوّل: تقویۃ الایمان مولوی اسمٰعیل کی فخر المطابع لکھنؤ کی چھپی ہوئی کے صفحہ ۳۲۹ پر جو عرس شریف کی تردید میں کچھ نظم ہے اور رنڈی وغیرہ کا حوالہ دیا ہے اسے جو پڑھا تو جہاں تک عقل نے کام دیا سچا معلوم ہوا کیونکہ اکثر عرس میں رنڈیاں ناچتی ہیں اور بہت بہت گناہ ہوتے ہیں اور رنڈیوں کے ساتھ ان کے یار آشنا بھی آتے ہیں اور آنکھوں سے سب آدمی دیکھتے ہیں اور طرح طرح کے خیال آتے ہیں کیونکہ خیال بد و نیک اپنے قبضہ میں نہیں، ایسی اور بہت ساری باتیں لکھی ہیں جن کو دیکھ کر تسلی بخش جواب دیجئے۔

سوال دوم: اور اس کتاب کے صفحہ ۳۰۰ پر دربارۂ علم غیب کے جو فتوے درج ہیں کہ مچھر مارنے کا آپ کو علم ہوجاتا ہے اس کے جواب میں جو مولوی صاحب نے درج کی سورہ نمل آیۃ چہارم پارہ ۷ سورہ انعام آیت پنجم و سورۂ اعراف و سورۂ احقاف اور اس سے آگے حدیث شریف پیش کی ہیں جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو علمِ غیب کیا کل کا بھی حال معلوم نہیں تھا کہ کیا ہوگا حدیث شریف سے ظاہر ہوتا ہے، اور یہ کہنا کہ شیطان کو علم زیادہ ہے اور آپ کو کم، تو عرض ہے کہ بہت ساری باتیں ایسی ہیں کہ ہمارے محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نہیں دی گئیں اوروں کو دی گئیں

مثل سلیمان علیہ السلام کو تخت اور لڑائی کے لئے گھوڑے اور اونٹ' اور ہمارے محمد صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نہیں پیدل چل کر لڑتے تھے۔ بہت ساری باتیں عرض حال ہے جس سے طول ہونے کا خیال ہے۔ تسلی بخش جواب بادلیل عنایت کیجئے اور وہ آیت مع ترجمہ کس سے کہ علم غیب معلوم ہوتا ہے اور حدیث شریف جس سے علم غیب پایا جاتا ہے اور وہ مثل حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالےٰ عنہا) کی جو تہمت لگائی گئی تھی اگر علم غیب ہوتا تو آپ کو کیوں خبر نہ ہوئی۔

سوال سوم: اگر کسی عورت کا خاوند شراب پیتا ہے اور شراب پی کر عورت سے جماع کرے تو اس عورت کو کیا کرنا چاہیئے؟

سوال چہارم: اگر کوئی ہندو کوئی چیز میرے پاس نقد یا سامان رکھ گیا تو اس کو نہ دینا چاہیئے' جائز ہے یا ناجائز؟ یا کوئی چیز بھول گیا تو میں نے اس کو اٹھالیا تو دینا چاہیئے یا نہیں؟ غرض ہندوؤں کا مال چوری دھوکا دے کر لینا جائز ہے یا نہیں؟

سوال پنجم: یہ جو مشہور ہے کہ عورت کو خواہش نفس مرد سے نو حصے زیادہ ہے' اس کا پتہ شریعت سے چلتا ہے یا نہیں؟

سوال ششم: کنگھا داڑھی میں کس وقت کیا جائے؟

سوال ہفتم: مولوی اشرفعلی تھانہ بھون والے کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال ہشتم: وہ کون سی باتیں ہیں جن کی وجہ سے کتاب تقویۃ الایمان خراب ہے؟

الجواب

جوابِ سوال اوّل: رنڈیوں کا ناچ بے شک حرام ہے، اولیائے کرام کے عرسوں میں بیقید جاہلوں نے یہ معصیت پھیلائی ہے۔

جوابِ سوال دوم: علم غیب ذاتی کہ اپنی ذات سے بے کسی کے دیے ہوئے اللہ عزوجل کے لئے خاص ہے اُن آیتوں میں یہی معنیٰ مراد ہیں کہ بے خدا کے دیے کوئی نہیں جان سکتا اور اللہ کے بتائے سے انبیاء کو معلوم ہونا ضروریاتِ دین سے ہے، قرآن مجید کی بہت آیتیں اس کے ثبوت میں ہیں، از انجملہ سورۂ جن میں فرماتا ہے:

عٰلم الغیب فلا یظھر علٰی غیبہ احدا الا من ارتضٰی من	اللہ ہے غیب کا جاننے والا تو اپنے خاص غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ

رسول[1] رسولوں کے۔

اور فرماتا ہے:

تلک من انباء الغیب نوحیہا الیک[2] یہ غیب کی باتیں ہیں کہ ہم تمھیں بتاتے ہیں۔

اور فرماتا ہے:

وما ھو علی الغیب بضنین[3] یہ نبی غیب کی باتیں بتانے میں بخل نہیں فرماتے۔

اس مسئلہ کے بیان کو رسالہ انباء المصطفٰی و رسالہ خالص الاعتقاد دیکھئے کہ کتنی آیتوں، حدیثوں اور اقوال ائمہ دین سے ثبوت ہے۔ جو شخص شیطان کے علم کو زیادہ بتاتا ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین کرتا ہے اور کافر ہے اس کے بیان کو علمائے حرمین شریفین کا فتوٰی حسام الحرمین دیکھئے، یہ سب کتابیں بریلی مطبع اہلسنت سے مل سکتی ہیں۔ کوئی دولت کوئی نعمت، کوئی عزت جو حقیقۃً دولت وعزت ہو ایسی نہیں کہ اللہ عزوجل نے کسی اور کو دی ہو اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو عطا نہ کی ہو، جو کچھ جسے عطا ہوا یا عطا ہوگا دنیا میں یا آخرت میں وہ سب حضور کے صدقہ میں ہے حضور کے طفیل میں ہے حضور کے ہاتھ سے عطا ہوا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انما انا قاسم واللہ المعطی[4] دینے والا اللہ ہے اور بانٹنے والا میں۔

جواب سوال سوم: خاوند کے شراب پینے کا وبال اس پر ہے عورت اسے جماع سے منع نہیں کرسکتی۔

جواب سوال چہارم: امانت میں خیانت جائز نہیں اگرچہ ہندو کی ہو، غدر و بدعہدی جائز نہیں اگرچہ ہندو سے ہو، خیانت و غدر کے سوا اس کا بھی لحاظ ضرور ہے کہ کسی جرم قانونی کا ارتکاب کرکے اپنے آپ کو ذلت پر پیش کرنا بھی منع ہے۔ حدیث میں ہے:

من اعطی الذلۃ من نفسہ جو شخص بغیر کسی مجبوری کے اپنے آپ کو خوشی

---

[1] القرآن الکریم ۷۲/ ۲۶ و ۲۷

[2] " " ۱۱/ ۴۵

[3] " " ۸۱/ ۲۴

[4] صحیح البخاری کتاب العلم باب من یرد اللہ بہ خیرا یفقہ فی الدین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶

" " کتاب الجہاد باب قول اللہ تعالٰی فان للہ خمسہ الخ " " " ۱/ ۴۳۹

طائعا غیر مکرہ فلیس منا[1] — ذلت پر پیش کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

اور جب نہ غدر ہو نہ قانونی جرم تو پھر جس طرح اس کا مال ملے مباح ہے۔

جواب سوال پنجم: ضرور اس کی اصل ہے، حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ "عورت کو مرد سے سو حصے زائد خواہش (شہوت) ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس پر حیا ڈال دی ہے[2]"۔

جواب سوال ششم: کنگھے کے لئے شریعت میں کوئی خاص وقت مقرر نہیں ہے اعتدال کا حکم ہے، نہ تو یہ ہو کہ آدمی جناتی شکل بنا رہے نہ یہ ہو کہ ہر وقت مانگ چوٹی میں گرفتار، خیر الامور اوسطها[3] (بہترین امر وہ ہے جو درمیانہ ہو۔ت)

جواب ہفتم: اشرف علی کی نسبت علمائے حرمین شریفین نے اسی کتاب حسام الحرمین میں فرمایا ہے:

من شك فی کفرہ و عذابه فقد کفر[4] — جو اس کے اقوال کفریہ پر مطلع ہو کر اس کے کافر و معذب ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

جواب سوال ہشتم: "تقویۃ الایمان" ایک گمراہی اور بے دینی کی کتاب ہے۔ علمائے حرمین شریفین نے اس گروہ کو گمراہ و بے دین لکھا ہے اور فرمایا ہے:

اولئك حزب الشیطن الا ان حزب الشیطان هم الخسرون[5] — یہ لوگ شیطان کے گروہ ہیں خبردار رہو شیطان ہی کے گروہ نقصان میں ہیں۔

اس کتاب اور اس کے مصنف کے کلمات کفر کوکبہ شہابیہ میں بطور نمونہ ستر کے قریب بیان کئے ہیں جس میں صفحات کے حوالہ سے اس کی عبارتیں اور پھر اس کے کلمۂ کفر ہونے پر آیتیں، حدیثیں، ائمہ کی روایتیں لکھی ہیں اور اس رسالہ کو دیکھئے تو آپ کو معلوم ہو کہ یہ شخص کیسا بے دین تھا بیدین کی کتاب دیکھنا حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] الترغیب والترہیب الترغیب فی الزہد فی الدنیا الخ حدیث ۶۰ مصطفی البابی مصر ۴/ ۱۶۹

[2] المقاصد الحسنہ حدیث ۶۰۵ دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۰۴

کنز العمال حدیث ۴۵۴۸۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۳۴۵

[3] کشف الخفاء ؍؍ ۱۲۴۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۳۴۶

[4] حسام الحرمین مع تمہید ایمان مطبع اہلسنت بریلی ص ۹۴

[5] القرآن الکریم ۵۸/ ۱۹

مسئلہ ۳۰: ازمراد آباد مدرسہ اہلسنت بازار دیوان مرسلہ مولوی ابوالمسعود عبدالودود صاحب طالب علم مدرسہ مذکور یکم جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

وہابی جو مشہور ہیں وہ کون سا فرقہ ہے، اور ان کی اصل کہاں سے نکلی، اور ان کے عقائد کیا ہیں، اور ان کی بابت حدیث میں کیا وارد ہے؟

الجواب

وہابی ایک بے دین فرقہ ہے جو محبوبانِ خدا کی تعظیم سے جلتا ہے اور طرح طرح کے حیلوں سے اُن کے ذکر و تعظیم کو مٹانا چاہتا ہے، ابتدا اس کی ابلیس لعین سے ہے کہ اللہ عزوجل نے تعظیم سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم دیا اور اُس ملعون نے نہ مانا اور زمانۂ اسلام میں اس کا بادی ذوالخویصرہ تمیمی ہوا جس نے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شانِ ارفع میں کلمۂ توہین کہا اس کے بعد ایک پورا گروہ خوارج کا اس طریق پر چلا جن کو امیر المومنین مولٰی علی نے قتل فرمایا لوگوں نے کہا حمد اللہ کو جس نے ان کی نجاستوں سے زمین کو پاک کیا امیر المومنین نے فرمایا یہ منقطع نہیں ہوئے ابھی ان میں کے ماؤں کے پیٹوں میں ہیں باپوں کی پیٹھوں میں ہیں کلما قطع قرن نشأ قرن جب ان میں کی ایک سنگت کاٹ دی جائے گی دوسری سر اُٹھائے گی حتی یکون اٰخرھم یخرج مع المسیح الدجال[1] یہاں تک کہ ان کا پچھلا گروہ دجال کے ساتھ نکلے گا۔ اس حدیث کے مطابق ہر زمانہ میں یہ لوگ نئے نئے نام سے ظاہر ہوتے رہے یہاں تک کہ بارھویں صدی کے آخر میں ابن عبدالوہاب نجدی اس فرقہ کا سرغنہ ہوا اور اس نے "کتاب التوحید" لکھی اور توحیدِ الٰہی عزوجل کے پردے میں انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور خود حضور اقدس سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی توہین دل کھول کر کی اس کی طرف نسبت کرکے اس گروہ کا نام نجدی و ہابی ہوا۔ ہندوستان میں اس فتنۂ ملعونہ کو اسمٰعیل دہلوی نے پھیلایا کتاب التوحید کا ترجمہ کیا اس کا نام "تقویۃ الایمان" رکھا، دلی عقیدہ وہ ہے جو تقویۃ الایمان میں کئی جگہ صاف لفظوں میں لکھ دیا کہ:

"اللہ کے سوا کسی کو نہ مان[2] اوروں کا ماننا محض خبط ہے[3]۔"

اس کے متبعین جو گروہ ہیں عقائد میں سب ایک ہیں مگر اعمال میں یوں متفرق ہوئے کہ ایک فرقے نے

---

[1] کنز العمال حدیث ۳۱۲۴۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۲۰۵

[2] تقویۃ الایمان الفصل الاول مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۲

[3] " " مقدمۃ الکتاب " " " " " " ۵

تقلید کو بھی ترک کیا اور خود اہلحدیث بنے یہ غیر مقلد وہابی ہیں ان کا سرگروہ نذیر حسین دہلوی اور کچھ پنجابی بنگالی تھے اور ہیں، اور مقلد وہابیوں کے سرگروہ رشید احمد گنگوہی اور قاسم نانوتوی، اور اب اشرف علی تھانوی۔ جو ان لوگوں کو اچھا جانے یا تقویۃ الایمان وغیرہ ان کی کتابوں کو مانے یا ان کے گمراہ بددین ہونے میں شک کرے وہ وہابی ہے، وہابی کی علامت حدیث میں ارشاد ہوئی کہ ظاہراً شریعت کے بڑے پابند بنیں گے تحقرون صلٰوتکم مع صلٰوتھم وصیامکم مع صیامھم وعملکم مع عملھم[1] تم اپنی نمازکو ان کی نماز کے آگے حقیر جانو گے اور اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے آگے اور اپنے اعمال کو ان کے اعمال کے آگے، یقرءون القراٰن ولایجاوز تراقیھم[2] قرآن پڑھیں گے مگر اُن کے گلے سے نہ اُترے گا یعنی دل میں اس کا کچھ اثر نہ ہوگا یقولون من خیر قول البریۃ[3] باتیں بظاہر بہت اچھی کریں گے۔ اور ایک روایت ہے، من قول خیر البریۃ حدیث حدیث بہت پکاریں گے۔ بایں ہمہ حال یہ ہوگا یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ نکل جائیں گے دین سے ایسے جیسے تیر نکل جاتا ہے نشانہ سے ثم لایعودون فیہ[4] پھر لوٹ کر دین میں نہ آئیں گے سیماھم التحلیق[5] ان کی علامت سر منڈانا ہوگی مشمرین الازر[6] تہبند یا پائچے بہت اونچے۔ اُن کے عقائد کا بیان ہمارے رسالہ نور الفرقان اور رسالہ کوکبۃ الشہابیہ میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳: از مراد آباد مدرسہ اہلسنت بازار دیوان مرسلہ مولوی ابوالمسعود عبدالودود صاحب طالب علم مدرسہ مذکور یکم جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

مولود شریف کی حقیقت کیا ہے اور محفل میلاد میں خاص وقت ذکر ولادت شریف حضور

---

[1] کنز العمال حدیث ۳۰۹۶۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۱۴۳

[2] کنز العمال حدیث ۳۰۹۵۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۱۴۰

صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب اعطاء المؤلفۃ وبیان الخوارج قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۴۰ تا ۳۴۳

[3] " " " " " " " " " " " " ۱/ ۳۴۲

[4] کنز العمال حدیث ۳۰۹۵۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۱۴۱

[5] " " ۳۰۹۴۴ " " " ۱۱/ ۱۳۹

[6] " " ۳۰۹۴۶ ۱۱/ ۱۳۹

[7] صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب اعطاء المؤلفۃ وبیان الخوارج قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۴۰

پُرنور احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کھڑے ہونا اور لوگوں کو کھڑے ہونے کے لئے حکم دینا اور نعتیہ اشعار خوش الحانی سے پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

یہ سب باتیں جائز و مستحسن و باعثِ برکات ہیں اور ان کی اصل قرآن عظیم کے ان احکام کا ماننا ہے کہ اما بنعمة ربك فحدث[1] اپنے رب کی نعمت لوگوں کے سامنے خوب بیان کرو، وذکرھم بایام اللہ[2] انھیں اللہ کے دن یاد دلاؤ، قل بفضل اللہ وبرحمتہ فلیفرحوا[3] تم حکم دو کہ اللہ کے فضل اور اللہ کی رحمت کی خوشی منائیں، لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ[4] تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول کی تعظیم وتوقیر کرو۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۳۲ رام نگر ضلع بنارس مرسلہ امام الدین صاحب ۹ جمادی الاولےٰ ۱۳۳۶ھ

گزشتہ محرم خواجہ حسن نظامی دہلوی نے ایک کتاب لکھی جس کا نامہ "محرم نامہ" رکھا ہے خواجہ صاحب ایک مشہور شخصیت کے آدمی ہیں اس لئے ان کی اس کتاب کی بڑی اشاعت ہوئی اس کا ایک نسخہ ناچیز کے ایک دوست نے بھی منگایا اس "محرم نامہ" میں خواجہ صاحب نے عام بنوامیہ پر اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر خصوصًا نہایت سخت و شدید حملے کئے ہیں اور ان کے متعلق ایسی باتیں لکھی ہیں سُنی المذہب "محرم نامہ" پڑھنے والوں کے خیالات میں نہایت ہلچل پڑ گئی ہے، لہذا "محرم نامہ" مذکور سے اخذ کر کے کچھ حوالہ کرتا ہوں اور دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ باتیں کیسی ہیں تاکہ معلوم کر کے خود کو اور دیگر برادران اہلِ سُنن کو خیالات کی کشمکش سے چھڑاؤں، "محرم نامہ" میں ہے :

(۱) بغیر سوچے تم کو معلوم ہوجائے گا کہ حضرت عثمان کی شروع خلافت سے لے کر قتلِ عثمان تک جنگِ جمل، جنگِ صفین، فیصلہ صفین اور آخر تک ہر بڑے چھوٹے فساد کی بنیاد میں عمرو بن العاص کا ہاتھ ضرور تھا۔

(۲) حضرت علی کو دھوکا دے کر خلافت حضرت عثمان کو انھوں نے دلوائی۔

---

[1] القرآن الکریم ۹۳/ ۱۱
[2] " " ۱۴/ ۵
[3] " " ۱۰/ ۵۸
[4] " " ۴۸/ ۹

(۳) اور پھر سب سے پہلے مخالفتِ عثمان پر یہ آمادہ ہوئے۔

(۴) حضرت عثمان کی بہن کو طلاق دی۔

(۵) اور مسجد میں سخت کلامی کا افتتاح بھی انہی عمرو بن العاص نے حضرت عثمان کے ساتھ کیا۔

(۶) یہی عمرو بن العاص تھے جنھوں نے لوگوں کو علانیہ جوش دلا کر حضرت عثمان کے مار ڈالنے پر ترغیب دی۔

(۷) اور پھر یہی عمرو بن العاص تھے جو معاویہ کے وزیر بن کر حضرت علی سے خونِ عثمان کا انتقام لینے آئے۔

(۸) فیصلۂ خلافت میں ابوموسیٰ اشعری کو دھوکا دینے والے بھی یہی تھے۔

(۹) بنی امیہ اور عمرو بن العاص جیسے چند آدمیوں کی یہ آگ لگائی ہوئی ہے جو آج تک نہیں بجھی۔

مندرجہ بالا باتوں کا تعلق اگرچہ زیادہ تر تاریخ سے ہے لیکن چونکہ اس کا ایک ایک حرف مذہب پر اثر ڈال رہا ہے اس لئے ناچیز نے دارالافتاء کے دروازے ہی پر دستک دینی مناسب سمجھی، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق تین باتیں اور پوچھنی ہیں:

(۱) حضرت کا نسب نامہ۔

(۲) آیا آپ کی حضور رسولِ خدا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی رشتہ داری تھی یا نہیں؟

(۳) کسی گروہ کو آپ کے صحیح النسب ہونے میں کلام ہے؟ محرم نامہ مذکور کی نسبت یہ دریافت کرنا ہے کہ آیا اس کا پڑھنا سُنّیوں کے لئے کیسا ہے اور اس کو درست سمجھنا؟

الجواب

سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر صحابہ کرام سے ہیں اُن کی شان میں گستاخی نہ کرے گا مگر رافضی۔ جس کتاب میں ایسی باتیں ہوں اس کا پڑھنا سُننا مسلمان سُنّیوں پر حرام ہے، ایسے مسئلہ میں کتابوں کے حوالے کی کیا حاجت، اہلسنت کے مسنون عقائد میں تصریح ہے:

الصحابۃ کلھم عدول لا نذکرھم الا بخیر[1] صحابہ سب کے سب اہلِ خیر و عدالت ہیں ہم اُن کا ذکر نہ کرینگے مگر بھلائی سے۔

اگر کوئی شخص اہل سنت کی کتابوں کو نہ مانے تو رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر افضل الناس بعدہ علیہ الصلوۃ والسلام مصطفی البابی مصر ص۸۱

ارشادات کو تو مانے گا، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اسلم الناس و اٰمن عمرو بن العاص۔ رواہ الترمذی[1] عن عقبۃ ابن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بہت لوگ وہ ہیں کہ اسلام لائے مگر عمرو بن العاص ان میں ہیں جو ایمان لائے (اس کو ترمذی نے عقبہ ابن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان عمرو بن العاص من صالحی قریش۔ رواہ الترمذی[2] والامام احمد فی مسندہ عن سیدنا طلحۃ بن عبید اللہ احد العشرۃ المبشرۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین۔

عمرو بن العاص صالحین قریش سے ہیں۔ (ترمذی اور امام احمد نے اپنی مسند میں اسے سیدنا طلحہ بن عبید اللہ جو عشرہ مبشرہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے ایک ہیں سے روایت کیا۔ ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

نعم اھل البیت عبد اللہ وابو عبد اللہ وام عبد اللہ۔ رواہ البغوی[3] وابو یعلٰی عن طلحۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بہت اچھے گھر والے ہیں عبد اللہ بن عمرو بن العاص اور عبد اللہ کا باپ اور اس کی ماں۔ اس کو بغوی اور ابو یعلٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

واخرجہ ابن سعد فی الطبقات بسند صحیح عن ابن ابی ملیکۃ وزاد (اس کو ابن سعد نے طبقات میں صحیح سند کے ساتھ ابن ابی ملیکہ سے روایت کیا اور اتنا زیادہ کیا) یعنی عبد اللہ بن عمرو بن العاص، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کو غزوہ ذات السلاسل میں اُسی الٰہی فوج کا سردار کیا جس میں صدیق اکبر و فاروق اعظم

---

[1] جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب عمرو بن العاص حدیث ۳۸۷۰ دار الفکر بیروت ۵/۴۵۶

[2] سنن الترمذی " " " " ۳۸۷۱ " " " "
مسند امام احمد بن حنبل عن طلحہ بن عبید اللہ حدیث ۱۳۸۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۶۰

[3] " " " " ۱۳۸۴ " " " " ۱/۲۶۰
مسند ابی یعلٰی حدیث ۶۴۱ مؤسسۃ علوم القرآن " ۱/۳۱۳

تھے رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

ایک بار اہلِ مدینہ طیبہ کو کچھ ایسا خوف پیدا ہوا کہ متفرق ہوگئے، سالم مولٰی ابی حذیفہ اور عمرو بن العاص دونوں صاحب رضی اللہ تعالٰی عنہما تلوار لے کر مسجد شریف میں حاضر رہے حضورِ اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے خطبہ فرمایا اور اس میں ارشاد کیا:

الا کان مفزعکم الی اللہ والی رسولہ الا فعلتم کما فعل ھٰذان الرجلان المؤمنان۔[1]

کیوں نہ ہوا کہ تم خوف میں اللہ و رسول کی طرف التجا لاتے، تم نے ایسا کیوں نہ کیا جیسا ان دونوں ایمان والے مردوں نے کیا۔

منکر اگر احادیث کو بھی نہ مانے تو قرآن عظیم کو تو مانے گا، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل اولٰئك اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا وکلا وعد اللہ الحسنٰی واللہ بما تعملون خبیر۔[2]

تم میں برابر نہیں جنھوں نے فتح مکہ سے پہلے خرچ و قتال کیا وہ درجے میں اُن سے بڑے ہیں جنھوں نے بعد میں خرچ و قتال کیا اور دونوں فریق سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کروگے۔

اللہ عزوجل نے صحابہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دو قسم فرمایا: ایک مومنین قبل فتح مکّہ، دوسرے مومنین بعد فتح مکہ۔ فریقِ اوّل کو فریقِ دوم پر فضیلت بخشی اور دونوں فریق کو فرمایا کہ اللہ نے اُن سے بھلائی کا وعدہ کیا۔ عمرو بن العاص مومنین قبلِ فتح مکہ میں ہیں۔ اصابہ فی تمییز الصحابہ میں ہے:

عمرو بن العاص بن وائل بن ھاشم بن سُعَید بالتصغیر ابن سھم بن عمرو ابن ھصیص بن کعب بن لوی قرشی السھمی امیر مصر یکنی اباعبد اللہ و ابا محمد اسلم قبل الفتح فی صفر سنۃ ۸ھ

عمرو بن عاص بن وائل بن ہاشم بن سُعَید (تصغیر کے ساتھ) بن سہم بن عمرو بن ھصیص بن کعب بن لوی قرشی سہمی امیر مصر جن کی کنیت ابوعبداللہ اور ابومحمد ہے وہ فتح مکہ سے پہلے ماہ صفر ۸ھ ہجری میں اسلام لائے اور

---

[1] مسند احمد بن حنبل بقیہ حدیث عمرو بن العاص المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۲۰۳
[2] القرآن الکریم ۵۷/ ۱۰

ثمان وقیل بین الحدیبیۃ و خیبر[1] — کہا گیا ہے کہ حدیبیہ اور خیبر کے درمیان اسلام لائے۔ (ت)

اور بعد فتح تو راہِ خدا میں جواُن کے جہاد ہیں آسمان و زمین اُن کے آوازے سے گونج رہے ہیں اور اللہ عزّوجل نے دونوں فریق سے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور مریض القلب معترضین جو اُن پر طعن کریں کہ فلاں نے یہ کام کیا فلاں نے یہ کام کیا اگر ایمان رکھتے ہوں تو ان کا منہ تتمہ آیت سے بند فرما دیا کہ واللہ بما تعملون خبیر[2] مجھے خوب معلوم ہے جو کچھ تم کرنے والے ہو، مگر میں تو تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا۔ اب یہ بھی قرآن عظیم ہی سے پوچھ دیکھئے کہ اللہ عزّوجل نے جس سے بھلائی کا وعدہ فرمایا اس کے لئے کیا ہے، فرماتا ہے:

ان الذین سبقت لھم منا الحسنی اولٰئک عنہا مبعدون لا یسمعون حسیسہا وھم فی ما اشتھت انفسھم خٰلدون لا یحزنھم الفزع الاکبر وتتلقٰھم الملٰئکۃ ھذا یومکم الذی کنتم توعدون[3]

بیشک وہ جن کے لئے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو جہنم سے دُور رکھے گئے ہیں اس کی بھنک تک نہ سُنیں گے اور اپنی من مانتی نعمتوں میں ہمیشہ رہیں گے وہ قیامت سب سے بڑی گھبراہٹ انھیں غمگین نہ کرے گی اور ملائکہ ان کا استقبال کرینگے یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔

ان ارشاداتِ الٰہیہ کے بعد مسلمان کی شان نہیں کہ کسی صحابی پر طعن کرے، بفرض غلط بغرض باطل طعن کرنے والا جتنی بات بتاتا ہے اُس سے ہزار حصے زائد سہی اس سے یہ کہئے ءانتم اعلم ام اللہ[4] کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ کیا اللہ کو ان باتوں کی خبر نہ تھی باینہمہ وہ ان سے فرما چکا کہ میں نے تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرما لیا تمہارے کام مجھ سے پوشیدہ نہیں۔ تو اب اعتراض نہ کرے گا مگر وہ جسے اللہ عزّوجل پر اعتراض مقصود ہے۔ عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ

---

[1] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف العین ترجمہ عمرو بن العاص ۵۸۸۲ دارصادر بیروت ۲/ ۳
[2] القرآن الکریم ۵۷/ ۱۰
[3] ؍؍ ؍؍ ۲۱/ ۱۰۱ و ۱۰۲
[4] ؍؍ ؍؍ ۲/ ۱۴۰

جلیل القدر قریشی ہیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جدِ امجد کعب بن لوی رضی اللہ تعالٰی عنہما کی اولاد سے، اور اُن کی نسبت وہ ملعون کلمہ طعن فی النسب کا اگر کہا ہوگا تو کسی رافضی نے، پھر وہ صدیق و فاروق کو کب چھوڑتے ہیں عمرو بن عاص کی کیا گنتی، رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[1] واللہ تعالٰی اعلم
اور عنقریب ظالم جان لیں گے کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۳ تا ۳۸ از کانپور محلہ روئی گودام مسجد حسینی مستری مرسلہ محمد یعقوب خاں ۹ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

(۱) حضرات اولیاء اللہ بعد وصال زندہ رہتے ہیں یا نہیں؟ اگر زندہ رہتے ہیں تو کوئی دلیل قطعی ان کی حیاتِ ابدی پر ہے یا نہیں؟ اور اگر نہیں زندہ رہتے تو اس پر کوئی برہان قاطع ہے یا نہیں؟

(۲) اولیاء اللہ کے تصرفات اور اُن کے فیوض وانوار وبرکات بعد وصال بھی موجود رہتے ہیں یا بعد موت ظاہری وہ سب ختم ہوجاتے ہیں؟ حاجتمندوں کا بزرگانِ دین کی درگاہوں سے فیضیاب ہونا برحق ہے اور اس پر کوئی دلیل شرعی ہے؟ اگر ہے تو کیا دلیل ہے اور اگر نہیں ہے تو کیا یہ سب محض توہمات ہیں؟ ان کے توہمات ہونے پر کیا دلیل ہے؟

(۳) بزرگانِ دین کی درگاہوں میں حاضر ہونا اور اُن سے یہ کہنا کہ آپ مستجاب الدعوات اور مقبولِ بارگاہ ہیں ہمارے لئے دعا کیجئے کہ خداوندِ عالم ہماری وہ غرض پوری کردے۔ شریعتِ غرا میں اس کی کوئی اصل ہے یا نہیں؟ اگر اس کی کوئی اصل ہے تو کس کتاب میں ہے؟

(۴) اولیاء اللہ کو مزارات پر جانے سے خبر ہوتی ہے یا نہیں؟ اور ان میں یہ احساس ہے تو بارگاہِ ذوالجلال میں عرض کرکے کسی مصیبت زدہ کی تکلیف اور مصیبت کا ازالہ کرادیں یا نہیں۔

(۵) حضرت غوث پاک قدس سرہ کو دستگیر کہنا جائز ہے یا نہیں؟

(۶) حضرت خواجہ معین الدین سنجری قدس سرہ کو غریب نواز کے لقب سے پکارنا جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

الجواب

اہلسنت کا مذہب یہ ہے کہ روح انسانی بعد موت بھی زندہ رہتی ہے، موت بدن کیلئے ہے روح کے لئے نہیں۔ انما خلقتم للابد[1] تم ہمیشہ رہنے کے لئے بنائے گئے ہو۔ امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں بعض ائمہ کرام سے نقل فرماتے ہیں کہ کسی نے ان کے سامنے موتِ روح کا ذکر کیا، فرمایا :

سبحٰن اللہ ھذا قول اھل البدع[2] سبحان اللہ! یہ بدمذہبوں کا قول ہے۔

اللہ عزّ وجل فرماتا ہے :

کل نفس ذائقۃ الموت[3] ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے۔

موت جب تک واقع نہ ہوئی معدوم کا مزہ کہاں سے آیا اور جب واقع ہوئی اگر روح مرجائے تو موت کا مزہ کون چکھے۔ یوُں ہی اہلسنت وجماعت کا اجماع اور صحیح حدیثوں کی تصریح ہے کہ ہرمیّت اپنی قبر پر آنے والوں کو دیکھتا اور اس کا کلام سُنتا ہے موت کے بعد سمع، بصر، علم، ادراک سب بدستور باقی رہتے ہیں بلکہ پہلے سے بہت زیادہ ہوجاتے ہیں کہ یہ صفتیں رُوح کی تھیں اور روح اب بھی زندہ ہے، پہلے بدن میں مقید تھی اور اب اس قید سے آزاد ہے۔ اولیائے کرام سے اس طرح عرضِ حاجت بلاشبہہ جائز ہے۔ امام اجل تقی الملۃ والدین علی بن عبدالکافی سبکی قدس سرہ الملکی نے کتاب مستطاب شفاء السقام اور شیخ محقق مولٰنا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اشعۃ اللمعات اور دیگر اکابر نے اپنی تصنیفات میں ان مسائل کی تحقیق جلیل فرمائی۔ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی تفسیر عزیزی میں زیر آیۂ کریمہ والقمر اذا اتسق لکھتے ہیں :

بعضے از خواص اولیاء اللہ را کہ آلہ جارحہ تکمیل وارشاد بنی نوع خود گردانیدہ اند دریں حالت ہم تصرف در دنیا

اللہ تعالٰی کے بعض خاص اولیاء ہیں جن کو بندوں کی تربیتِ کاملہ اور راہنمائی کے لئے ذریعہ بنایا گیا ہے، انھیں اس حالت میں بھی

---

[1] شرح الصدور باب فضل الموت خلافت اکیڈمی سوات ص ۵

[2] " باب مقر الارواح " " " " ص ۱۰۶

[3] القرآن الکریم ۳/ ۱۸۵

داده، واستغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت نمی گردد و اویسیان تحصیل کمالات باطنی از آنہا مے نمایند وارباب حاجات و مطالب حل مشکلات خود ازانہا می طلبند و مے یابند۔[1]

دُنیا کے اندر تصرف کی طاقت و اختیار دیا گیا ہے اور کامل وسعتِ مدارک کی وجہ سے ان کا استغراق اس طرف متوجہ ہونے سے مانع نہیں ہوتا۔ صوفیائے اویسیہ باطنی کمالات ان اولیاء اللہ سے حاصل کرتے ہیں اور غرض مند ومحتاج لوگ اپنی مشکلات کا حل ان سے طلب کرتے اور پاتے ہیں (ت)

نیز تفسیر عزیزی میں ہے:

سوختن گویا روح را بے مکان کردن است و دفن کردن گویا مسکنے برائے روح ساختن است بنابریں از اولیائے مدفونین و دیگر صلحائے مومنین انتفاع واستفادہ جاری ست و آنہارا افادہ و اعانت نیز متصور۔[2]

جلادینا گویا کہ روح کو بے مکان کرنا ہے جبکہ دفن کرنا گویا کہ روح کے لئے ٹھکانہ بنانا ہے۔ اسی سبب سے دفن شدہ اولیاء اللہ اور دیگر صلحائے مومنین سے نفع و فائدہ کا حصول جاری ہے اور ان کے لئے امداد و فائدہ رسانی بھی متصور ہے۔ (ت)

نیز اسی میں تفسیر سورۃ مطففین میں ہے:

مقامِ علیین بالائے ہفت آسمان ست و پائین آں متصل بسدرۃ المنتہیٰ است و بالائے آں متصل بپایہ راست عرش مجید ست ارواح نیکاں بعد از قبض در آنجا می رسند و مقربان یعنی انبیاء و اولیاء دراں مستقر می مانند و عوام صلحاء را بحسبِ مراتب در آسمانِ دنیا یا درمیان آسمان و زمین یا در چاہِ زمزم قرار می دہند و تعلقے بقبر نیز ایں ارواح را می باشد کہ بحضور زیارت کنندگان و اقارب و دیگر دوستاں

مقامِ علیین ساتوں آسمانوں کے اوپر ہے، اس کا نچلا حصہ سدرۃ المنتہیٰ اور اوپر والا عرش مجید کے دائیں پائے سے ملا ہوا ہے، نیک لوگوں کی روحیں قبض ہونے کے بعد وہاں پہنچتی ہیں۔ مقربین یعنی انبیاء و اولیاء تو وہیں برقرار رہتے ہیں جبکہ عام صالحین کو ان کے مراتب کے مطابق آسمانِ دُنیا یا آسمان و زمین کے درمیان یا چاہِ زمزم میں ٹھہراتے ہیں ان روحوں کا تعلق قبروں کے ساتھ بھی قائم رہتا ہے، چنانچہ وہ زیارت کیلئے قبر پر

---

[1] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) پارہ عم تحت آیت والقمر اذا اتسق ۱۸ مسلم بکڈپو لال کنواں دہلی ص ۲۰۶

[2] " " " سورۃ عبس استفادہ از اولیائے مدفونین " " " ص ۱۴۳

برقبر مطلع و مستانس میگر دند زیرا کہ روح را قرب و بعد مکانی مانع ایں دریافت نمی شود، و مثال آں در وجودِ انسانی روحِ بصری ست کہ ستارہا ئے ہفت آسمان درون چاہ مے تواند دید[1]

آنیوالے عزیز و اقارب اور دوستوں سے آگاہ ہوتے ہیں اور ان سے انس حاصل کرتے ہیں کیونکہ مکانی قُرب و بُعد روح کے لئے اس دریافت وعلم سے مانع نہیں ہوتا، اس کی مثال انسانی وجود میں رُوحِ بصری ہے جو ساتوں آسمانوں کے ستاروں کو چاہ کے اندر دیکھ سکتی ہے۔(ت)

حیاتِ شہداء قرآنِ عظیم سے ثابت ہے اور شہداء سے علماء افضل، حدیث میں ہے:

"روزِ قیامت شہداء کا خون اور علماء کی دوات کی سیاہی تولے جائیں گے علماء کی دوات کی سیاہی شہداء کے خون پر غالب آئے گی۔"[2]

اور علماء سے اولیاء افضل ہیں، تو جب شہداء زندہ ہیں اور فرمایا کہ انھیں مُردہ نہ کہو، تو اولیا کہ بدرجہا اُن سے افضل ہیں ضرور ان سے بہتر حی ابدی ہیں، قرآنِ عظیم کے ایجازات میں یہ بھی ہے کہ امر ارشاد فرماتے ہیں اور اس سے اس کے امثال اور اس سے اشد پر دلالت فرمادیتے ہیں، جیسے:

لا تقل لھما اُفٍّ ولا تنھرھما[3]۔ ان سے ہُوں نہ کہنا اور انھیں نہ جھڑکنا (ت)

ماں باپ کو ہُوں کہنے سے ممانعت فرمائی جو کچھ اس سے زیادہ ہو وہ خود ہی منع ہوگیا، اور یہیں دیکھئے حیاتِ شہداء کی تصریح فرمائی اور حیاتِ انبیاء کا ذکر نہیں کہ اعلٰی خود ہی مفہوم ہو جائے گا، اس دلالۃ النص میں اولیاء بلاشبہہ داخل۔

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ ضرور دستگیر ہیں، اور حضرت سلطان الہند معین الحق والدین ضرور غریب نواز۔ سیدنا ابو الحسن نور الدین بہجۃ الاسرار شریف میں سیدنا ابو القاسم عمر بزاز قدس سرہٗ سے روایت فرماتے ہیں:

قال سمعت السید الشیخ عبد القادر   یعنی میں نے اپنے مولٰی حضرت سید شیخ عبد القادر

---

[1] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) پارہ عم سورۃ مطففین مقام ارواح انبیاء وصلحا مسلم بکڈپو دہلی ص ۱۹۳

[2] کنز العمال حدیث ۲۸۷۱۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/۱۴۱

" " ۲۸۸۹۹ و ۲۸۹۰۲ " " " ۱۰/۱۷۳

[3] القرآن الکریم ۱۷/ ۲۳

الجیلی رضی اللہ تعالٰی عنہ یقول غیر مرۃ عثر اخی حسین الحلاج فلم یکن فی زمانہ من یاخذ بیدہ ولوکنت فی زمانہ لاخذت بیدہ وانا لکل من عثربہ مرکوبہ من اصحابی ومریدی ومحبی الی یوم القیمۃ اٰخذ بیدہ۔[1]

جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بارہا فرماتے سُنا کہ میرے بھائی حسین حلاج کا پاؤں پھسلا اُن کے وقت میں کوئی ایسا نہ تھا کہ ان کی دستگیری کرتا اُس وقت میں ہوتا تو ان کی دستگیری فرماتا اور میرے اصحاب اور میرے مریدوں اور مجھ سے محبت رکھنے والوں میں قیامت تک جس سے لغزش ہوگی میں اس کا دستگیر ہوں۔

والحمد للہ رب العٰلمین۔

تمام مسلمانوں کی زبانوں پر حضور کا لقب "غوثِ اعظم" ہے یعنی سب سے بڑے فریاد رس شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبدالعزیز صاحب درکنار خود اسمٰعیل دہلوی نے جابجا حضور کو غوث اعظم یاد کیا ہے۔ یہ فریاد رسی ودستگیری نہیں تو کیا ہے۔ حضرت شیخ مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:

بعد از رحلت ارشاد پناہی قبلہ گاہی روزِ عید بزیارت مزارِ ایشاں رفتہ بود در اثنائے توجہ بمزار متبرک التفات تمام از روحانیت مقدسہ ایشاں ظاہر گشت واز کمال غریب نوازی نسبت خاصہ خود راکہ بحضرت خواجہ احرار منسوب بود مرحمت فرمودند۔[2]

مرشد گرامی کے وصال کے بعد عید کے روز ان کے مزار اقدس کی زیارت کے لئے حاضر ہوا، مزار مبارک کی طرف توجہ کے دوران مرشد گرامی کی روحانیتِ مقدسہ کا التفات تام ظاہر ہوا اور کمال غریب نوازی سے آپ نے وہ نسبت خاصہ عنایت فرمائی جو آپ کو حضرت خواجہ احرار علیہ الرحمۃ سے حاصل تھی۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۹: از موضع درو ضلع نینی تال مرسلہ منظور یار خاں ۹ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

اللہ تعالٰی کا جو فرمان ہے وہ کلام پاک ہے، اس میں سب فیصلے موجود ہیں، اس سے کوئی فیصلہ بچا نہیں ہے، اب اماموں کا جو اختلاف ہے وہ کس بنا پر ہے؟ ایک فعل حرام اور کسی کے یہاں وہی فعل حلال ہے اور کسی کے یہاں وہی فعل فرض اور کسی کے یہاں وہی فعل سنت، بعض کے

---

[1] بہجۃ الاسرار فضل اصحابہ وبشراہم مصطفی البابی مصر ص ۱۰۲

[2] مکتوبات مجدد الف ثانی مکتوب ۲۹۱ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۴۱۳

یہاں واجب ـــــــــ مثلاً ایک فعل امام شافعی کے یہاں جائز ہے اور ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ناجائز، اور کچھ لوگ اُس فعل کو کرتے ہیں اور ہم بچتے ہیں، اور یہ بھی سُنا ہے کہ خدا کے حرام کو حلال جاننے والا کافر، اور یہ بھی سُنا ہے کہ غیر مقلد کے پیچھے نماز ناجائز نہیں ہے بلکہ مکروہ ہے، حضور اس کی تسکین ہو۔

دوسرے یہ کہ جناب باری نے اپنے محبوب کو سب مراتب عنایت فرمائے ہیں اکثر وہابیہ کا جھگڑا سُننے کو ملتا ہے تو حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی مثال پیش کرتے ہیں تہمت والی۔

میرے حضور! گزارش یہ ہے کہ بعض موقع پر جناب باری کی طرف سے پردہ ہوتا تھا یا کیا؟

الجواب

قرآن عظیم میں بے شک سب کچھ موجود ہے مگر اُسے کوئی نہ سمجھ سکتا اگر حدیث اس کی شرح نہ فرماتی

قال اللہ تعالٰی:

لتبین للناس ما نزل الیھم[1] تاکہ تم لوگوں سے بیان کردو جو اُن کی طرف اترا۔ (ت)

اور حدیث بھی کوئی نہ سمجھ سکتا اگر ائمہ مجتہدین اس کی شرح نہ فرماتے، ان کی سمجھ میں مدارج مختلف ہیں۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

رب مبلغ یبلغہ اوعی لہ من سامع[2] بہت سے لوگ جن تک بات پہنچائی جاتی وہ سننے والے سے زیادہ اس کو یاد رکھنے والے ہوتے ہیں۔ (ت)

اور فرماتے ہیں:

رب حامل فقہ الٰی من ھو افقہ منہ[3] بہت سے فقہ اٹھانے والوں سے وہ زیادہ فقیہ ہوتا ہے جس کو وہ پہنچاتے ہیں۔ (ت)

اس تفقہ فی الدین میں اختلافِ مراتب باعثِ اختلاف ہوا اور اُدھر مصلحت الٰہیہ احادیث

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۴۴

[2] سنن ابن ماجہ باب من بلغ علماً ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۱

[3] جامع الترمذی ابواب العلم باب ماجاء فی الحث علی تبلیغ السماع امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۰
سنن ابن ماجہ باب من بلغ علماً ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۱

مختلف آئیں، کسی صحابی نے کوئی حدیث سُنی اور کسی نے کوئی، اور وہ بلاد میں متفرق ہوئے، ہر ایک نے اپنا علم شائع فرمایا، یہ دوسرا باعثِ اختلاف ہوا۔ عبداللہ بن عمر کا علم امام مالک کو آیا، اور عبداللہ بن عباس کا امام شافعی کو، اور افضل العبادلہ عبداللہ بن مسعود کا علم ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ کو، رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین حلال کو حرام یا حرام کو حلال جاننا جو کفر کہا گیا ہے وہ اُن چیزوں میں ہے جن کا حرام یا حلال ہونا ضروریاتِ دین سے ہے یا کم از کم نصوصِ قطعیہ سے ثابت ہو۔ اجتہادی مسائل میں کسی پر طعن بھی جائز نہیں نہ کہ معاذ اللہ ایسا خیال۔ غیر مقلدوں کے پیچھے نماز باطل محض ہے کہ اصلاً ہوتی ہی نہیں، اس کی تفصیل ہمارے رسالہ النہی الاکید میں ہے ان غیر مقلدوں پر بحکم فقہائے کرام ستّر وجہ سے کفر لازم ہے اور ان کے پیچھے نماز ہوسکنا کیا معنی۔ امام اعظم و امام ابویوسف و امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہم فرماتے ہیں:

لاتجوز الصلٰوۃ خلف اھل الاھواء[1] بدمذہبوں کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ (ت)

اللہ عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر قرآن عظیم اتارا کہ ہر چیز اُن پر روشن فرمادی۔ قال اللہ تعالٰی:

نزلنا علیك الکتاب تبیانا لکل شیئ[2] ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔ (ت)

قرآن عظیم تھوڑا تھوڑا کر کے تیئیس ۲۳ برس میں نازل ہوا، جتنا قرآن عظیم اُترتا گیا حضور پر غیب روشن ہوتا گیا، جب قرآن عظیم پورا نازل ہوچکا روزِ اول سے روزِ آخر تک کا جمیع ماکان و مایکون کا علم محیط حضور کو حاصل ہوگیا، تمامی نزولِ قرآن سے پہلے اگر کوئی واقعہ کسی حکمتِ الٰہیہ کے سبب منکشف نہ ہوا ہو تو احاطۂ علمِ اقدس کا منافی نہیں معہذا زمانہ افک میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سکوت فرمایا جس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور کو علم نہ تھا، اپنے اہل کی براءت اپنی زبان سے ظاہر فرمانا یہ بہتر ہوتا یا یہ کہ رب السمٰوٰت والارض نے قرآن کریم میں سترہ آیتیں اُن کی براءت میں نازل فرمائیں جو قیامِ قیامت تک مساجد و مجالس و مجامع میں تلاوت کی جائیں گی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] فتح القدیر کتاب الصلٰوۃ باب الامامۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۴

[2] القرآن الکریم ۱۶/۸۹

مسئلہ ۱۲۱ تا ۱۲۶ از شہر عقب کوتوالی مسئولہ عزیز الدین صاحب پیشکار ۱۲ جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ

(۱) حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ ماجدہ کا نکاح بعد ولادتِ حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یوسف نجار حضرت مریم کے خالہ زاد بھائی سے ہوا ہے یا نہیں؟

(۲) حضرت مریم نبیہ ہیں یا نہیں؟

(۳) اب کے پیغمبر زندہ ہیں اور کہاں کہاں ہیں؟

(۴) حضرت عیسٰی علیہ السلام کیا چوتھے آسمان پر ہیں؟

(۵) ایک شخص زندہ ہونے پیغمبروں کا قائل نہیں ہے اور آیت قد خلت من قبلہ الرسل[1] (ان سے پہلے رسول ہوچکے۔ ت) کو استدلال میں لاتا ہے، اس آیت کا کیا مطلب ہے؟

(۶) اور اُسی کا یہ قول ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اگر اُترینگے تو وہ رسول ہوں گے یا نہیں اور اگر وہ رسول نہ ہوں اور اُمتِ محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اُس وقت ہوں تو خلاف کلام پاک ہوگا کہ اللہ تعالٰی کسی کی رسالت نہ چھینے گا، اور کیا اُن کی اُمت بلا رسول کے رہ جائے گی؟

الجواب

(۱) شرعِ مطہر میں اس کا کہیں ثبوت نہیں، نصارٰی کے یہاں بھی صرف منگیتر لکھا ہے ہاں وُہ جنت میں حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے ہوں گی، کما فی الحدیث۔

(۲) نہیں، کوئی عورت نبیہ نہیں۔

(۳) ہاں بایں معنٰی کہ اب تک لحوقِ موت اصلاً نہ ہوا چار نبی زندہ ہیں، عیسٰی و ادریس علیہما الصلوٰۃ والسلام آسمان پر، اور الیاس و خضر علیہما الصلوٰۃ والسلام زمین پر۔

شرح مقاصد میں ہے:

ما ذھب الیہ العظماء من العلماء ان اربعۃ من انبیاء فی زمرۃ الاحیاء	بزرگ علماء اس طرف گئے ہیں کہ چار انبیاء زندوں کے زمرہ میں ہیں، حضرت خضر اور

---

[1] القرآن الکریم ۵/۷۵

الخضر والیاس فی الارض و عیسٰی وادریس فی السماء علیہم الصلٰوۃ والسلام[1]

حضرت الیاس علیہما الصلٰوۃ زمین میں جبکہ حضرت عیسٰی اور حضرت ادریس علیہما الصلٰوۃ والسلام آسمان پر۔ (ت)

(۴) حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے شب اسرٰی انھیں آسمانِ دوم پر پایا استقبالِ سرکار واقتدارِ حضور کے لئے تمام انبیاء کرام علیہ وعلیہم افضل الصلٰوۃ والسلام اوّلاً بیت المقدس میں جمع ہوئے پھر ہر نبی کو اُن کے محل میں دیکھا اس سے ظاہر یہ کہ مقامِ سیدنا مسیح علیہ السلام آسمانِ دوم ہے اور مشہور چہارم۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۵) حیاتِ انبیاء علیہم الصلٰوۃ والثناء کا منکر گمراہ بددین ہے اور خلت سرے سے طریان موت پر بھی دلیل نہیں، نہ کہ معاذ اللہ استمرارِ موت یہ لفظ صرف انقضائے عہد پر دال ہے جیسے بلاتشبیہ یہ کہنا کہ سلطان محمد خاں خامس سے پہلے اتنے سلاطین ہوگزرے اس سے یہ نہ سمجھا جائے گا کہ سلطان حمید خاں زندہ ہی نہیں۔

انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام سب بحیاتِ حقیقی دنیاوی جسمانی زندہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون[2]

انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان اللہ حرّم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق[3]

بے شک اللہ تعالٰی نے نبیوں کے جسم کو کھانا زمین پر حرام کر دیا ہے چنانچہ اللہ تعالٰی کا نبی زندہ ہوتا ہے اس کو رزق دیا جاتا ہے۔ (ت)

(۶) حاشا نہ کوئی رسول رسالت سے معزول کیا جاتا ہے نہ سیدنا مسیح علیہ الصلٰوۃ

---

[1] شرح المقاصد الحسنۃ الفصل الرابع المبحث السابع دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۳۱۱

[2] مسند ابی یعلٰی حدیث ۳۴۱۲ مؤسسۃ علوم القرآن بیروت ۳/ ۳۷۹

[3] سنن ابن ماجہ ابواب الجنائز باب ذکر وفاتہ و دفنہ صلی اللہ علیہ وسلم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۹

والسلام رسالت سے معزول ہوں گے، نہ حضور کا امتی ہونا رسالت کے خلاف، وہ قبلِ نزول اپنے عہد میں بھی ہمارے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے امتی تھے اور بعد رفع بھی اُمتی ہو کر اتریں گے، تمام انبیاء و مرسلین اپنے عہد میں بھی حضور کے امتی تھے اور اب بھی امتی ہیں، جب بھی رسول تھے اور اب بھی رسول ہیں کہ ہمارے حضور نبی الانبیاء ہیں۔ قال اللہ تعالٰی: لتؤمنن بہ ولتنصرنہ[1] (تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ ت) ہاں اس وقت وہ اپنی شریعت پر حکم فرماتے تھے اب کہ شریعتِ محمدیہ علٰی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ نے اگلی شریعتیں منسوخ فرمادیں، ایک حضرت مسیح نہیں جو کوئی رسول بھی اب ظاہر ہو شریعتِ محمدیہ پر ہی حکم کرے گا کہ منسوخ پر حکم باطل، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"اگر موسٰی میرا زمانہ پاتے تو میری اتباع کے سوا انھیں کچھ گنجائش نہ ہوتی"۔[2]

اور اس کا کہنا کہ "ان کی امت بلا رسول کے رہ جائے گی" اس کی سخت جہالت پر دلیل ہے اور اگر سمجھ کر کہے تو اس کی نصرانیت، کیا اب نصرانی امتِ مسیح ہیں، کیا اب وہ ان کے دین پر ہیں، حاشا کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم[3] (کتنا بڑا بول ہے کہ ان کے مونہوں سے نکلتا ہے۔ ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۹: از بریلی مدرسہ اہلسنت وجماعت مسئولہ مولوی شفیع احمد صاحب بیسلپوری طالبعلم مدرسہ مذکور ۱۴ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسلم الثبوت میں جو یہ دو مذہب بیان کئے ہیں یہ باطل و مردود ہیں یا نہیں؟ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف آزاد خیال شخص ہیں پہلے کی بنا پر ارادہ میں عبد مختار محض ہوا دوسرے کی بنا پر افعال قلوب جزئیہ کا خالق ہوا۔ عبارت یہ ہے:

وقیل بل موجود فیجب تخصیص القصد المصمم من عموم	اور کہا گیا ہے بلکہ قصد موجود ہے چنانچہ نصوص خلق کے عموم سے بندے کے مصمم ارادہ کی تخصیص

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۸۱
[2] مسند احمد بن حنبل عن جابر بن عبد اللہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۳۸۷
دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الاول عالم الکتب بیروت الجزء الاول ص ۸
[3] القرآن الکریم ۱۸/ ۵

الخلق بالعقل[1] | بقرینہ عقل واجب ہے۔(ت)

ایک سطر بعد ہے،

وعندی مختار بحسب الادراکات الجزئیۃ الجسمانیۃ مجبور بحسب العلوم الکلیۃ العقلیۃ[2] | اور میرے نزدیک بندہ ادراکات جزئیہ جسمانیہ کے اعتبار سے مختار اور علوم کلیہ عقلیہ کے اعتبار سے مجبور ہے۔(ت)

الجواب

پہلا مذہب باطل ہے، اس کا رد فقیر کے رسالہ القمع المبین میں ہے۔ مذہب دوم محض مہمل و بے معنی ہے جس کا اصلاً کوئی محصل نہیں، مصنف سُنّی حنفی ہیں آزاد خیال نہیں، مگر اس بحرِ خونخوار میں غوطہ زنی سے ممانعت فرمائی گئی تھی اُس پر جُرأت باعثِ لغزش و زلت ہوئی اور ہونی ہی تھی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۸: از کانپور نئی سڑک مسجد حاجی شکر اللہ مرحوم مرسلہ امام الدین صاحب ۱۵ جمادی الاولٰی ۱۳۲۶ھ

زید خدا کی شان میں یہ کلماتِ توہینیہ کہتا ہے گویا ابتو خدا اچھا خاصا ربڑ ہوگیا، آیا زید خدا کی شان میں ایسے کلماتِ توہینیہ کہنے سے کافر ہوگیا یا مسلمان رہا؟ مجھے چونکہ بجز حضور کی تحقیقاتِ علیہ کے تسکین نہیں ہوتی اس واسطے عریضہ خدمت میں روانہ کیا جاتا ہے۔

الجواب

ایسے مجمل گول مول سوال پر کوئی حکم نہیں ہوسکتا، لفظ ابتو صاف دلالت کر رہا ہے کہ یہ کسی بات پر تفریع ہے، وہ بات کیا تھی اور اس کا قائل یہ تھا یا دوسرا، مثلاً کسی کافر یا مرتد یا منافق خبیث نے اپنے معبود کے لئے کوئی بات ایسی کہی جس سے اس کا پھیلنا سمٹنا ثابت ہو یا اسی قدر کہ یہ ناپاک تغیرات اس کی شان سے ٹھہریں اس پر کسی مسلمان نے اُس اندھے کافر کی آنکھیں کھولنے کو یہ تنبیہ کی تو توہین اس کافر مرتد نے کی نہ کہ اس مسلمان نے، غرض اس میں بہت صورتیں ہوسکتی ہیں، مفصل بات کہی جائے تو حکم دیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] مسلم الثبوت فائدۃ عند الجھمیۃ لاقدرۃ فی العبد اصلاً المطبع الانصاری دہلی ص ۹

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

مسئلہ ۴۹ از تیلن پاڑہ اندرون باڑی عجب میاں ضلع ہگلی مرسلہ سلطان احمد خاں مرزا پوری ۱۵ جمادی الآخر ۱۳۳۶ھ

لولاک لما خلقت الافلاک[1] کو علمائے دین ہمیشہ سے محفلِ میلاد شریف میں بیان کرتے آئے اور اب بھی بیان کرتے ہیں اور اکثر علمائے دین نے برسرِ مجلس اس حدیث کو بتلایا کہ یہ حدیث قدسی ہے اور بہت سی اردو میلاد کی کتابوں میں بھی لکھا ہے اور تمام دنیا کے میلاد خواں اسی کو پڑھتے ہیں مگر کسی عالم نے کبھی اس کی نسبت کچھ اعتراض نہ کیا اور مولانا غلام امام شہید کے میلاد شریف شہیدی میں بھی حاشیہ پر لکھا ہے کہ حدیث قدسی ہے، اسی طرح بہت سی اردو کی میلاد کی کتابوں میں ہے، اور لغاتِ کشوری میں بھی لکھا ہے کہ قدسی ہے، برعکس اس کے مولانا محمد یعقوب صاحب نے اس حدیث کی بابت بیان کیا ہے کہ یہ حدیث قدسی نہیں ہے اور نہ کسی حدیث میں ہے۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم نے اکثر بزرگانِ دین سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ بیشک یہ کوئی حدیث نہیں ہے بلکہ اس کے معنی صحیح ہیں۔ اس حدیث کی نسبت جو کچھ حکم خدا اور رسول کا ہو بیان فرمائیں۔

الجواب

یہ ضرور صحیح ہے کہ اللہ عزوجل نے تمام جہان حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے بنایا اگر حضور نہ ہوتے کچھ نہ ہوتا۔ یہ مضمون احادیثِ کثیرہ سے ثابت ہے جن کا بیان ہمارے رسالہ تلالؤ الافلاک بجلال احادیث لولاک میں ہے اور انہی لفظوں کے ساتھ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے اپنی بعض تصانیف میں لکھی مگر سنداً ثابت یہ لفظ ہیں:

خلقت الدنیا و اھلھا لاعرفھم کرامتک ومنزلتک عندی ولولاک یا محمد ماخلقت الدنیا[2] (یعنی اللہ عزوجل اپنے محبوب اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ) میں نے دنیا اور اہل دنیا کو اس لئے بنایا کہ تمہاری عزت اور مرتبہ جو میری بارگاہ ہے ان پر ظاہر کروں، اے محمد! اگر تم نہ ہوتے میں دنیا کو نہ بناتا۔

اُس میں تو فقط افلاک کا لفظ تھا اس میں ساری دنیا کو فرمایا جس میں افلاک و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب داخل ہیں۔ اسی کو حدیث قدسی کہتے ہیں کہ وہ کلامِ الٰہی جو حدیث

---

[1] کشف الخفاء حدیث ۲۱۲۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۱۴۸

[2] تاریخ دمشق الکبیر ذکر عروجہ الی السماء دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۹۷

میں فرمایا گیا ایسی جگہ لفظی بحث پیش کرکے عوام کے دلوں میں شک وشبہہ ڈالنا اور ان کے قلوب کو متزلزل کرنا ہرگز مسلمانوں کی خیر خواہی نہیں، اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الدین النصح لکل مسلم[1] دین یہ ہے کہ آدمی ہر مسلمان کی خیر خواہی کرے۔

واللہ تعالٰے اعلم۔

مسئلہ از قدمتلی پوسٹ باچہ رام پور ضلع تپرہ مرسلہ طالب علی صاحب

۱۵ جمادی الاولٰے ۱۳۳۶ھ

ذاتِ باری تعالٰے کو فقط عرش ہی پر سمجھے اور ماسوا فوق العرش کسی کو مخلوقاتِ الٰہی سے بے ذات باری تعالٰے محیط نہ جاننا بلکہ یہ کہنا کہ فقط علمِ الٰہی ساری اشیاء کو محیط ہے اور ذات اس کی فقط عرش ہی پر ہے اور دوسری جگہ نہیں، یہ عقیدہ اہلِ سنّت کا ہے یا نہیں؟ اور جو معتقد اس عقیدے کا ہو نماز پیچھے اس کے ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

وانیز تحریر فرمایند کہ ایشاں ایں عقیدہ را منسوب بحنابلہ مے گویند فی الحقیقت عقائد حنابلہ ہمچنیں ست یا نہ؟ اور یہ بھی تحریر فرمائیں کہ لوگ اس عقیدے کو حنابلہ کی طرف منسوب کرتے ہیں، کیا درحقیقت عقائدِ حنابلہ ایسے ہیں یا نہیں؟ (ت)

ھوالمصوب ذاتِ پروردگار کو عرش پر سمجھنا بدوں بیان کیفیت استوا اور اس کے علم کو محیط تمام عالم سمجھنا اور آیت معیت وقرب وغیرہ کو قرب ومعیت علمی پر حمل کرنا مذہب اہلسنت کا ہے اور معتقد اس مذہب کے پیچھے نماز درست ہے بلا کراہت۔ شرح حکمتِ نبویہ میں ہے:

نعتقد انہ علی العرش مستو علیہ استواء منزھا عن التمکن والاستقرار، وانہ فوق العرش مع ذٰلک ھو قریب من کل موجود وھو اقرب من حبل الورید ولا یماثل قربہ قرب الاجسام[2] اھ۔ ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ اللہ تعالٰے عرش پر ایسے استواء کے ساتھ مستوی ہے جو تمکن واستقرار سے منزہ ہے، اور عرش پر جلوہ گر ہونے کے باوجود وہ ہر موجود کے نزدیک اور شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، اور اس کا قرب اجسام کے قرب کی مثل نہیں ہے اھ (ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب الایمان باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الدین النصیحۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳
صحیح مسلم " باب بیان ان الدین النصیحۃ " " " ۱/ ۵۴ و ۵۵

[2] شرح حکمت نبویہ

اور سیر النبلاء میں ہے:

قال اسحٰق بن راھویۃ اجمع اھل العلم علی انہ تعالٰی علی العرش استوی وھو یعلم کل شیئ فی اسفل الارض السابعۃ[1] انتھی۔

اسحاق بن راہویہ نے کہا: تمام اہلِ علم کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالٰی نے عرش پر استواء فرمایا اور وہ ساتویں زمین کے نیچے ہر شیئ کو جانتا ہے (انتہی)۔(ت)

اور جامع ترمذی میں بعد ذکرِ حدیث:

لو انکم دلیتم احدًا بحبل الی الارض السفلی لھبط علی اللہ ثم قرأ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھو الاول والاٰخر والظاھر والباطن وھو بکل شیئ علیم[2]

اگر تم کوئی رسّی نیچے والی زمین کی طرف لٹکاؤ تو وہ اللہ تعالٰی کے پاس پہنچے گی۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: "وہی اول، وہی آخر، وہی ظاہر، وہی باطن، اور وہی سب کچھ جانتا ہے۔" (ت)

مرقوم ہے:

قرأۃ الاٰیۃ تدل علی انہ اراد یھبط علی اللہ علی علم اللہ وقدرتہ وسلطانہ وعلم اللہ فی کل مکان وھو علی العرش کما وصف فی کتابہ[3] اھ۔

آیت کریمہ کی تلاوت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رسّی کے اللہ تعالٰی کے پاس پہنچنے سے رسول اللہ صلّے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالٰے کے علم، قدرت اور سلطنت میں پہنچتی ہے۔ اور اللہ تعالٰی کا علم ہر جگہ ہے جبکہ وہ خود عرش پر ہے۔ جیسا کہ اس نے اپنی کتاب میں خود اپنا یہ وصف بیان فرمایا ہے۔ (ت)

اور یہ جو مشہور ہے کہ یہ مذہب حنابلہ کا ہے غلط ہے۔ بلکہ یہ مذہب جمہور محققین حنفیہ وشافعیہ و

---

[1] سیر اعلام النبلاء ترجمہ اسحاق بن راہویہ ۷۹ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۱/ ۳۷۰

[2] جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ الحدید امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۶۲

[3] " " " " " "

مالکیہ وحنابلہ ومحدثین وغیرہم کا ہے البتہ بعض حنابلہ استواء مع بیان الکیفیت کے قائل ہوگئے ہیں اور استقرار پر پروردگار کو مثل استقرار مخلوقات کے سمجھتے ہیں یہ مذہب مردود ہے، والتفصیل یتدعی بسطا بسیطا وفیما ذکرناہ کفایۃ، واللہ تعالٰی اعلم بالصواب (اور تفصیل بہت زیادہ وسعت کو چاہتی ہے جبکہ ہم نے جو کچھ ذکر کیا اس میں کفایت ہے، اور اللہ تعالٰی درست بات کو خوب جانتا ہے۔ ت)

حررہ محمد کرامت علی عفی عنہ

الجواب

حاشا للہ! یہ ہرگز عقیدہ اہلسنت کا نہیں، وہ مکان وتمکن سے پاک ہے، نہ عرش اس کا مکان ہے نہ دوسری جگہ۔ عرش وفرش سب حادثات ہیں، اور وہ قدیم ازلی ابدی سرمدی جب تک یہ کچھ نہ تھے کہاں تھا، جیسا جب تھا ویسا ہی اب ہے اور جیسا اب ہے ویسا ہی ابد الآباد تک رہے گا۔ عرش وفرش سب متغیر ہیں، حادث ہیں، فانی ہیں، اور وہ اور اس کی صفات تغیر وحدوث وفنا سب سے پاک۔ استواء پر اجماع نقل کرنے کی کیا حاجت۔ خود رحمٰن عزّ وجل فرماتا ہے:

الرحمٰن علی العرش استوٰی[1]

وہ بڑا مہر والا اس نے عرش پر استواء فرمایا جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے (ت)

مگر اعتقاد اہلسنت کا وہ ہے جو ان کے رب عزّ وجل نے راسخین فی العلم کو تعلیم فرمایا:

والراسخون فی العلم یقولون اٰمنا بہ کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوا الالباب[2]

اور وہ پختہ علم والے کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے، سب ہمارے رب کے پاس سے ہے، اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے۔ (ت)

اعتقاد اہل سنت کا وہ ہے جو ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے فرمایا:

الاستواء معلوم والکیف مجہول والایمان بہ واجب والسؤال عنہ بدعۃ[3]

استواء معلوم ہے اور کیفیت مجہول، اور اس پر ایمان واجب، اور اس کی تفتیش گمراہی۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/۵

[2] " " ۳/۷

[3] الدر المنثور تحت الآیۃ ۷/۵۴ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۴۲۹

فتح الباری کتاب التوحید باب قولہ وکان عرشہ علی الماء مصطفی البابی مصر ۱۷/۱۷۶

اہلسنت کے دو مسلک آیاتِ متشابہات میں ہیں سلف صالح کا مسلک تفویض کا ہم نہ ان کے معنی جانیں نہ ان سے بحث کریں جو کچھ اُن کے ظاہر سے سمجھ میں آتا ہے وہ قطعاً مراد نہیں اور جو کچھ ان کے رب عزوجل کی مراد ہے ہم اس پر ایمان لاتے۔

اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا[1] ہم سب اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔(ت)

دوسرا مسلک متاخرین کا کہ حفظ دین عوام کے لئے معنی محال سے پھیر کر کسی قریب معنی صحیح کی طرف لے جائیں، مثلاً استواء بمعنی استیلا بھی آتا ہے؛ ؎

قد استوی بشر علی العراق　　من غیر سیف او دم مھراق[2]

(تحقیق بشر عراق پر غالب آگیا تلوار کے ساتھ خون بہائے بغیر۔ت)

مگر یہ مسلک باطل کہ آیاتِ معیت تو تاویل پر محمول ہیں اور آیت استواء ظاہر پر، یہ ہرگز مسلک اہل سنت نہیں۔ عرش پر ہے دوسری جگہ نہیں، یہ صاف تمکن کو بتا رہا ہے عرش پر معاذاللہ اس کے لئے جگہ ثابت کی جب تو اور مکانات کی نفی کی۔ عالمگیریہ، طریقہ محمدیہ، حدیقہ ندیہ، تاتارخانیہ، خلاصہ، جامع الفصولین، خزانۃ المفتیین وغیرہا میں تصریح ہے کہ رب عزوجل کے لئے کسی طرح کسی جگہ مکان ثابت کرنا کفر ہے۔ متاخرین حنابلہ میں بعض خبثاء مجسمہ ہوگئے، جیسے ابن تیمیہ وابن قیم۔ ابن تیمیہ کہتا ہے کہ میں نے سب جگہ ڈھونڈا کہیں نہ پایا اور معدوم ہے ان دونوں میں کچھ فرق نہیں یعنی جو کسی جگہ نہیں ہے وہ ہے ہی نہیں لیکن رب عزوجل تو معاذاللہ ضرور کسی جگہ ہے، اس احمق سفیہ کو اگر مادی اور مجرد عن المادہ کا فرق نہ معلوم ہو تو وہ سیف قاطع جو اوپر ہم نے ذکر کی اس کی گردن کاٹنے کو کافی جگہ حادث ہے جب جگہ تھی ہی نہیں کہاں تھا وہ شاید یہ کہے گا کہ جب جگہ نہ تھی وہ بھی نہ تھا یا یہ کہے گا کہ جگہ بھی قدیم ازلی ہے اور دونوں کفر ہیں جب اُس کا معبود اُس کے نزدیک بغیر کسی جگہ میں موجود ہوئے نہیں ہوسکتا تو جگہ کا محتاج ہوا، اور جو محتاج ہے اللہ نہیں تو حقیقۃً ان پر انکار خدا ہی لازم ہے ایسے عقیدے والے کے پیچھے نماز ممنوع وناجائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۷

[2] فتح الباری کتاب التوحید باب قولہ وکان عرشہ علی الماء مصطفٰی البابی مصر ۱۷/ ۱۷۶

قوارع القہار علی المجسمۃ الفجار
۱۳۱۸ھ

(جسمیتِ باری تعالٰی کے قائل فاجروں پر قہر فرمانے والے (اللہ تعالٰی) کی طرف سے سخت مصیبتیں)

ملقب بلقب تاریخی

ضربِ قہاری
۱۳۱۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سبحٰنک یا من تعالٰی عما یقول المجسمۃ الظالمون علوا کبیرا ٭ صل وسلم وبارک علی من اتانا بشیرا نذیرا ٭ داعیا الیک باذنک سراجا منیرا ٭ وعلٰی اٰلہ وصحابتہ واھل سنتہ وجماعتہ کثیرا کثیرا ٭

پاک ہے تو اے وہ ذات جو بلند ترین ہے اس بات سے جو جسم ثابت کرنے والے ظالم لوگ کہتے ہیں۔ رحمت، سلامتی اور برکت فرما اس شخصیت پر جو ہمارے پاس بشیر و نذیر بن کر تشریف لائے اور تیری طرف دعوت دینے والے تیرے حکم سے روشن چراغ ہیں اور اُن کی آل و صحابہ و اہلسنت وجماعت پر کثرت در کثرت سے۔ (ت)

اللہ عزوجل کی تنزیہ میں اہلسنت وجماعت کے عقیدے

(۱) اللہ تعالٰی ہر عیب ونقصان سے پاک ہے۔
(۲) سب اس کے محتاج ہیں وہ کسی چیز کی طرف کسی طرح کسی بات میں اصلاً احتیاج

نہیں رکھتا۔

(۳) مخلوق کی مشابہت سے منزہ ہے۔

(۴) اس میں تغیر نہیں آسکتا اَزل میں جیسا تھا ویسا ہی اب ہے اور ویسا ہی ہمیشہ ہمیشہ رہے گا، یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ پہلے ایک طور پر ہو پھر بدل کر اور حالت پر ہوجائے۔

(۵) وہ جسم نہیں جسم والی کسی چیز کو اس سے لگاؤ نہیں۔

(۶) اُسے مقدار عارض نہیں کہ اتنا یا اُتنا کہہ سکیں، لمبا یا چوڑا یا دَلدار یا موٹا یا پتلا یا بہت یا تھوڑا یا گنتی یا تول میں بڑا یا چھوٹا یا بھاری یا ہلکا نہیں۔

(۷) وہ شکل سے منزّہ ہے، پھیلا یا سمٹا، گول یا لمبا، تکونا یا چوکھونٹا، سیدھا یا ترچھا یا اور کسی صورت کا نہیں۔

(۸) حد و طرف و نہایت سے پاک ہے اور اس معنے پر نا محدود بھی نہیں کہ بے نہایت پھیلا ہوا ہو بلکہ یہ معنے کہ وہ مقدار وغیرہ تمام اعراض سے منزّہ ہے، غرض نا محدود کہنا نفی حد کیلئے ہے نہ اثبات بے مقدار بے نہایت کے لئے۔

(۹) وہ کسی چیز سے بنا نہیں۔

(۱۰) اس میں اجزاء یا حصے فرض نہیں کرسکتے۔

(۱۱) جہت اور طرف سے پاک ہے جس طرح اُسے دَہنے بائیں یا نیچے نہیں کہہ سکتے یونہی جہت کے معنے پر آگے پیچھے یا اُوپر بھی ہرگز نہیں۔

(۱۲) وہ کسی مخلوق سے مل نہیں سکتا کہ اس سے لگا ہوا ہو۔

(۱۳) کسی مخلوق سے جُدا نہیں کہ اُس میں اور مخلوق میں مسافت کا فاصلہ ہو۔

(۱۴) اُس کے لئے مکان اور جگہ نہیں۔

(۱۵) اُٹھنے، بیٹھنے، اُترنے، چڑھنے، چلنے، ٹھہرنے وغیرہا تمام عوارض جسم و جسمانیات سے منزّہ ہے۔

محل تفصیل میں عقائد تنزیہیہ بے شمار ہیں۔ یہ پندرہ[۱۵] کہ بقدر حاجت یہاں مذکور ہوئے اور ان کے سوا اُن جملہ مسائل کی اصل یہی تین عقیدے ہیں جو پہلے مذکور ہوئے اور ان میں بھی اصل الاصول عقیدۂ اولٰی ہے کہ تمام مطالب تنزیہیہ کا حاصل و خلاصہ ہے ان کی دلیل قرآن عظیم کی وہ سب آیات ہیں جن میں باری عزوجل کی تسبیح و تقدیس و پاکی و بے نیازی و بے مثلی و بے نظیری ارشاد

ہوئی آیاتِ تسبیح خود کس قدر کثیر و وافر ہیں، وقال تعالٰی، الملك القدوس السّلٰم[1] بادشاہ نہایت پاکی والا ہر عیب سے سلامت، وقال تعالٰی، فان اللہ غنی عن العٰلمین[2] بے شک اللہ سارے جہان سے بے نیاز ہے، وقال تعالٰی، فان اللہ ھو الغنی الحمید[3] بے شک اللہ ہی بے پروا ہے سب خوبیوں سراہا، وقال تعالٰی، لیس کمثلہ شیئ[4] اس کے مثل کوئی چیز نہیں، وقال تعالٰی، ھل تعلم لہ سمیا[5] کیا تو جانتا ہے اس کے نام کا کوئی، وقال تعالٰی، ولم یکن لہ کفوًا احد[6] اس کے جوڑ کا کوئی نہیں۔

ان مطالب کی آیتیں صدہا ہیں، یہ آیات محکمات ہیں، یہ اُم الکتاب ہیں، ان کے معنے میں کوئی خفا و اجمال نہیں، اصلاً دقت و اشکال نہیں جو کچھ ان کے صریح لفظوں سے بے پردہ روشن و ہویدا ہے بے تغیر و تبدیل بے تخصیص و تاویل اس پر ایمان لانا ضروریاتِ دینِ اسلام سے ہے، وباللہ التوفیق۔

آیاتِ متشابہات کے باب میں اہلسنت کا اعتقاد

قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا)،

ھوالذی انزل علیك الکتٰب منہ اٰیٰت محکمٰت ھن ام الکتٰب و اُخر متشٰبھٰت ط فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ و ابتغاء تاویلہ ۵ وما یعلم تاویلہ الا اللہ م والرٰسخون فی العلم یقولون اٰمنا بہ کل من عند ربنا ج وما یذکر الا

(موضح القرآن میں اس کا ترجمہ یوں ہے:)
وہی ہے جس نے اتاری تجھ پر کتاب اس میں بعض آیتیں پکی ہیں سو جڑ ہیں کتاب کی، اور دوسری ہیں کئی طرف ملتی۔ سو جن کے دل ہیں پھرے ہوئے وہ لگتے ہیں اُن کے ڈھب والیوں سے۔ تلاش کرتے ہیں گمراہی اور تلاش کرتے ہیں اُن کی کل بیٹھانی، اور ان کی کل کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ کے۔ اور جو مضبوط علم والے ہیں سو کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے سب کچھ ہمارے رب کی طرف سے ہے، اور سمجھائے وہی سمجھتے ہیں

---

[1] القرآن الکریم ۵۹/۲۳
[2] القرآن الکریم ۳/۹۷
[3] القرآن الکریم ۳۱/۲۶
[4] القرآن الکریم ۴۲/۱۱
[5] القرآن الکریم ۱۹/۶۵
[6] القرآن الکریم ۱۱۲/۴

اولوا الالباب[۱] جن کو عقل ہے۔[۲]

اور اس کے فائدے میں لکھا:

"اللہ صاحب فرماتا ہے کہ ہر کلام میں اللہ نے بعضی باتیں رکھی ہیں جن کے معنے صاف نہیں کھلتے تو جو گمراہ ہو اُن کے معنے عقل سے لگے پکڑنے اور جو مضبوط علم رکھے وہ انکے معنے اور آیتوں سے ملا کر سمجھے جو جڑ کتاب کی ہے اس کے موافق سمجھ پائے تو سمجھے اور اگر نہ پائے تو اللہ پر چھوڑ دے کہ وہی بہتر جانے ہم کو ایمان سے کام ہے[۳] انتہی۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) بات یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے قرآن مجید اتارا ہے ہدایت فرمانے اور بندوں کو جانچنے آزمانے کو، یضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا[۴] اسی قرآن سے بہتوں کو گمراہ فرمائے اور بہتیروں کو راہ دکھائے۔ اس ہدایت وضلالت کا بڑا منشا قرآن عظیم کی آیتوں کا دو قسم ہونا ہے: محکمات جن کے معنے صاف بے دقت ہیں جیسے اللہ تعالٰی کی پاکی وبے نیازی وبے مثلی کی آیتیں جن کا ذکر اوپر گزرا، اور دوسری متشابہات جن کے معنٰی میں اشکال ہے یا تو ظاہر لفظ سے کچھ سمجھ ہی نہیں آتا جیسے حروف مقطعات الٓمٓ وغیرہ یا جو سمجھ میں آتا ہے وہ اللہ عزوجل پر محال ہے جیسے الرحمٰن علی العرش استوی[۵] (وہ بڑا مہر والا اس نے عرش پر استوار فرمایا۔ ت) یا ثم استوی علی العرش[۶] (پھر اس نے عرش پر استوار فرمایا۔ ت) پھر جن کے دلوں میں کجی وگمراہی تھی وہ تو ان کو اپنے ڈھب کا پاکر ان کے ذریعہ سے بے علموں کو بہکانے اور دین میں فتنے پھیلانے لگے کہ دیکھو قرآن میں آیا ہے اللہ عرش پر بیٹھا ہے، عرش پر چڑھا ہوا ہے، عرش پر ٹھہر گیا ہے۔ اور آیات محکمات جو کتاب کی جڑ تھیں اُن کے ارشادوں سے بھلا دئے حالانکہ قرآن عظیم میں تو استوار آیا ہے اور اس کے معنے چڑھنا، بیٹھنا، ٹھہرنا ہونا کچھ ضرور نہیں یہ تو تمھاری اپنی

---

[۱] القرآن الکریم ۳/ ۷

[۲] موضح القرآن ترجمہ وتفسیر شاہ عبدالقادر ۳/ ۷ تاج کمپنی لاہور ص ۶۲

[۳] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

[۴] القرآن الکریم ۲/ ۲۶

[۵] 〃 〃 ۲۰/ ۵

[۶] 〃 〃 ۷/ ۵۴ و ۱۰/ ۳ وغیرہ

سمجھ ہے جس کا حکم خدا پر لگا رہے ہو ما انزل اللہ بھا من سلطٰن[1] (اللہ تعالٰی نے اس پر کوئی دلیل نازل نہ فرمائی۔ ت) اگر بالفرض قرآن مجید میں یہی الفاظ چڑھنا، بیٹھنا، ٹھہرنا آتے تو قرآن ہی کے حکم سے فرض قطعی تھا کہ انھیں ان ظاہری معنٰی پر نہ سمجھو جو ان لفظوں سے ہمارے ذہن میں آتے ہیں کہ یہ کام تو اجسام کے ہیں اور اللہ تعالٰی جسم نہیں مگر یہ لوگ اپنی گمراہی سے اسی معنٰی پر جم گئے انھیں کو قرآن مجید نے فرمایا:

الذین فی قلوبھم زیغ[2] ان کے دل پھرے ہوئے ہیں۔

اور جو لوگ علم میں پکے اور اپنے رب کے پاس سے ہدایت رکھتے تھے وہ سمجھے کہ آیات محکمات سے قطعاً ثابت ہے کہ اللہ تعالٰی مکان وجہت وجسم واعراض سے پاک ہے بیٹھنے، چڑھنے، بیٹھنے سے منزہ ہے کہ یہ سب باتیں اس بے عیب کے حق میں عیب ہیں جن کا بیان ان شاء اللہ المستعان عنقریب آتا ہے اور وہ ہر عیب سے پاک ہے ان میں اللہ عزوجل کے لئے اپنی مخلوق عرش کی طرف حاجت نکلے گی اور وہ ہر احتیاج سے پاک ہے ان میں مخلوقات سے مشابہت ثابت ہوگی کہ اٹھنا، بیٹھنا، چڑھنا، اترنا، سرکنا، ٹھہرنا اجسام کے کام ہیں اور وہ ہر مشابہت خلق سے پاک ہے تو قطعاً یقیناً ان لفظوں کے ظاہری معنٰی جو ہماری سمجھ میں آتے ہیں ہرگز مراد نہیں، پھر آخر معنٰی کیا لیں۔ اس میں یہ ہدایت والے دو روش ہو گئے۔ اکثر نے فرمایا جب یہ ظاہری معنٰی قطعاً مقصود نہیں اور تاویلی مطلب متعین ومحدود نہیں تو ہم اپنی طرف سے کیا کہیں، یہی بہتر کہ اس کا علم اللہ پر چھوڑیں ہمیں ہمارے رب نے آیاتِ متشابہات کے پیچھے پڑنے سے منع فرمایا اور ان کی تعیین مراد میں خوض کرنے کو گمراہی بتایا تو ہم حد سے باہر کیوں قدم دھریں، اسی قرآن کے بتائے حصے پر قناعت کریں کہ اٰمنّا بہ کل من عند ربنا[3] جو کچھ ہمارے مولٰی کی مراد ہے ہم اس پر ایمان لائے محکم متشابہ سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔ یہ مذہب جمہور ائمہ سلف کا ہے اور یہی اسلم واولٰی ہے، اسے مسلکِ تفویض وتسلیم کہتے ہیں۔ ان ائمہ نے فرمایا استواء معلوم ہے کہ ضرور اللہ تعالٰی کی ایک صفت ہے اور کیف مجہول ہے کہ اس کے معنٰی ہماری سمجھ سے وراء ہیں اور ایمان اس پر واجب ہے کہ نص قطعی قرآن سے ثابت ہے اور سوال اس سے بدعت

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۴۰

[2] 〃 〃 ۳/ ۷

[3] 〃 〃 ۳/ ۷

ہے کہ سوال نہ ہوگا مگر تعیینِ مراد کے لئے اور تعیین مراد کی طرف راہ نہیں اور بعض نے خیال کیا کہ جب اللہ عزوجل نے محکم متشابہ دو[2] قسمیں فرما کر محکمات کو ھن ام الکتٰب[1] فرمایا کہ وہ کتاب کی جڑ ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ہر فرع اپنی اصل کی طرف پلٹتی ہے تو آیۂ کریمہ نے تاویل متشابہات کی راہ خود بتادی اور ان کی ٹھیک معیار ہمیں سمجھادی کہ ان میں وہ درست و پاکیزہ احتمالات پیدا کرو جن سے یہ اپنی اصل یعنی محکمات کے مطابق آجائیں اور فتنہ وضلال و باطل ومحال راہ نہ پائیں۔ یہ ضرور ہے کہ اپنے نکالے ہوئے معنے پر یقین نہیں کرسکتے کہ اللہ عزوجل کی یہی مراد ہے مگر جب معنے صاف و پاکیزہ ہیں اور مخالفت محکمات سے بری و منزہ ہیں اور محاوراتِ عرب کے لحاظ سے بن بھی سکتے ہیں تو احتمالی طور پر بیان کرنے میں کیا حرج ہے اور اس میں نفع یہ ہے کہ بعض عوام کی طبائع صرف اتنی بات پر مشکل سے قناعت کریں کہ ان کے معنے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے اور جب انھیں روکا جائے گا تو خواہ مخواہ ان میں فکر کی اور حرص بڑھے گی،

انّ ابن اٰدم لحریص علٰی ما منع[2]عہ انسان کو جس چیز سے منع کیا جائے وہ اس پر حریص ہوتا ہے۔ (ت)

اور جب فکر کریں گے فتنے میں پڑیں گے گمراہی میں گریں گے، تو یہی انسب ہے کہ ان کی افکار ایک مناسب و ملائم معنی کی طرف کہ محکمات سے مطابق محاورات سے موافق ہوں پھیر دی جائیں کہ فتنہ وضلال سے نجات پائیں، یہ مسلک بہت علمائے متاخرین کا ہے کہ نظر بحال عوام اسے اختیار کیا ہے اسے مسلک تاویل کہتے ہیں یہ علماء بوجوہ کثیرہ تاویل آیت فرماتے ہیں ان میں چار وجہیں نفیس و واضح ہیں:

اوّل استواء بمعنی قہر وغلبہ ہے، یہ زبانِ عرب سے ثابت و پیدا ہے عرش سب مخلوقات سے اوپر اور اونچا ہے اس لئے اس کے ذکر پر اکتفا فرمایا اور مطلب یہ ہوا کہ اللہ تمام مخلوقات پر قاہر و غالب ہے۔

عہ رواہ الطبرانی و من طریقہ الدیلمی عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اس کو طبرانی نے روایت کیا اور دیلمی نے طبرانی کے طریق پر ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے انھوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۳/۷

[2] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۸۸۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۲۳۱

[3] کشف الخفاء بحوالہ الطبرانی حدیث ۶۷۴ " " " ۱/۱۹۹

دوم استوار بمعنی علو ہے، اور علو اللہ عزوجل کی صفت ہے نہ علو مکان بلکہ علو مالکیت و سلطان۔ یہ دونوں معنے امام بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات میں ذکر فرمائے جس کی عبارات عنقریب آتی ہیں ان شاء اللہ تعالٰی۔

سوم استوار بمعنی قصد وارادہ ہے، ثم استوٰی علی العرش یعنی پھر عرش کی طرف متوجہ ہوا یعنی اس کی آفرینش کا ارادہ فرمایا یعنی اس کی تخلیق شروع کی، یہ تاویل امام اہلسنت امام ابوالحسن اشعری نے افادہ فرمائی۔ امام اسمٰعیل ضریر نے فرمایا: انه الصواب[1] یہی ٹھیک ہے، نقله الامام جلال الدین سیوطی فی الاتقان[ع] (اس کو امام جلال الدین سیوطی نے اتقان میں نقل کیا ہے۔ ت)

ع: قاله الفراء والاشعری وجماعة اهل المعانی ثم قال یبعده تعدیته بعلی ولو کان کما ذکروه لتعدی بالی کما فی قوله تعالٰی ثم استوی علی السماء[2] وفیه ان حروف المعانی تنوب بعضها عن بعض کما نص علیه فی الصحاح وغیرها وقد روی الامام البیهقی فی کتاب الاسماء والصفات عن الفراء ان تقول کان مقبلا علی فلان ثم استوی علی یشاتمنی والی سواء علی معنی اقبل الی وعلی[3] ۱۲ منه

فراء، اشعری اور اہل معانی کی ایک جماعت کا یہ قول ہے، پھر امام سیوطی نے کہا کہ یہ قول اس کے علٰی کے ساتھ متعدی ہونے سے بعید ہے اگر مطلب وہی ہوتا جو انھوں نے ذکر کیا ہے تو یہ الٰی کے ساتھ متعدی ہوتا جیسا کہ اللہ تعالٰی کے ارشاد "ثم استوٰی الی السماء" میں ہے، مگر اس پر یہ اعتراض ہے کہ حروف ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے رہتے ہیں جیسا کہ صحاح وغیرہ میں اس پر نص کی گئی ہے، اور امام بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات میں فراء سے روایت کیا ہے مثلاً تو کہے کہ وہ فلاں کی طرف متوجہ تھا پھر وہ مجھے برا بھلا کہتے ہوئے میری طرف متوجہ ہوا یعنی چاہے استوٰی الٰی کہے یا استوٰی علٰی دونوں برابر ہیں ۱۲ منہ (ت)

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثالث والاربعون فی المحکم والمتشابہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۰۵

[2] " " " " " " " "

[3] کتاب الاسماء والصفات باب ما جاء فی قول اللہ تعالٰی الرحمٰن علی العرش استوی المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۵۴

چہارم استواء بمعنی فراغ و تمامی کار ہے یعنی سلسلہ خلق و آفرینش کو عرش پر تمام فرمایا اُس سے باہر کوئی چیز نہ پائی، دنیا و آخرت میں جو کچھ بنایا اور بنائے گا دائرہ عرش سے باہر نہیں کہ وہ تمام مخلوق کو حاوی ہے۔ قرآن کی بہتر تفسیر وہ ہے جو قرآن سے ہو۔ استواء بمعنی تمامی خود قرآن عظیم میں ہے، قال اللہ تعالٰی:

فلما بلغ اشدہ و استوی[1]۔ جب اپنی قوت کے زمانے کو پہنچا اور اُس کا شباب پورا ہوا۔

اسی طرح قولہ تعالٰی:

کزرع اخرج شطأہ فاٰزرہ فاستغلظ فاستوٰی علٰی سوقہ[2]۔ جیسے پودا کہ اس کا خوشہ نکلا تو اس کو بوجھل کیا تو وہ موٹا ہوا تو وہ اپنے تنے پر درست ہوا۔ (ت)

میں استواء حالتِ کمال سے عبارت ہے، یہ تاویل امام حافظ الحدیث ابن الحجر عسقلانی نے امام ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال سے نقل کی اور یہ کلام امام ابوطاہر قزوینی کا ہے کہ سراج العقول میں افادہ فرمایا، اور امام عبدالوہاب شعرانی کی کتاب الیواقیت[3] میں منقول۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) اور اس کے سوا یہ ہے کہ قرآن عظیم میں یہ استواء سات جگہ مذکور ہوا، ساتوں جگہ ذکر آفرینش آسمان و زمین کے ساتھ اور بلا فصل اُس کے بعد ہے، سورۂ اعراف و سورۂ یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام میں فرمایا:

ان ربکم اللہ الذی خلق السمٰوٰت والارض فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش[4]۔ تمہارا رب وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا چھ دنوں میں پھر عرش پر استوا فرمایا (ت)

سورۂ رعد میں فرمایا:

اللہ الذی رفع السمٰوٰت بغیر عمد اللہ تعالٰی وہ ذات ہے جس نے آسمانوں کو

---

[1] القرآن الکریم ۲۸/ ۱۴

[2] " " ۴۸/ ۲۹

[3] الیواقیت والجواہر بحوالہ سراج العقول المبحث السابع مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۰۲

[4] القرآن الکریم ۱۰/ ۳

ترونہا ثم استوی علی العرش[1] | بغیر ستون کے بلند کیا تم دیکھ رہے ہو پھر عرش پر استواء فرمایا۔ (ت)

سورۂ طٰہٰ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم میں فرمایا:

تنزیلا ممن خلق الارض والسمٰوٰت العلیٰ ۵ الرحمٰن علی العرش استوٰی ۵[2] | قرآن نازل کردہ ہے اس ذات کی طرف سے جس نے پیدا کیا زمین کو اور بلند آسمانوں کو، وہ رحمٰن ہے جس نے عرش پر استوا فرمایا۔ (ت)

سورۂ فرقان میں فرمایا:

الذی خلق السمٰوٰت والارض وما بینہما فی ستۃ ایام ثم استوٰی علی العرش[3]۔ | وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو اور ان دونوں کے درمیان کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر عرش پر استواء فرمایا (ت)

سورۂ رعد میں فرمایا:

ھوالذی خلق السمٰوٰت والارض فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش[4] | وُہ ذات جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر عرش پر استواء فرمایا۔ (ت)

یہ مطالب کہ اول سے یہاں تک اجمالاً مذکور ہوئے صدہا ائمہ دین کے کلمات عالیہ میں ان کی تصریحات جلیہ ہیں اُنھیں نقل کیجئے تو دفتر عظیم ہو، اور فقیر کو اس رسالہ میں التزام ہے کہ جن کتابوں کے نام مخالف گمنام نے اغوائے عوام کے لئے لکھ دئے ہیں اس کے رَد میں انہی کی عبارتیں نقل کرے کہ مسلمان دیکھیں کہ وہابی صاحب کس قدر بے حیا، بیباک، مکّار، چالاک، بددین، ناپاک ہوتے ہیں کہ جن کتابوں میں اُن کی گمراہیوں کے صریح رَد لکھے ہیں اُنہی کے نام اپنی سند میں لکھ دیتے ہیں ع

چہ دلاورست دُزدے کہ بکف چراغ دارد

(چور کیسا دلیر ہے کہ ہاتھ میں چراغ لئے ہوئے ہے۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۳/ ۲
[2] " " ۲۰/ ۴ و ۵
[3] " " ۲۵/ ۵۹
[4] " " ۵۷/ ۴

مباحث آئندہ میں جو عبارات اُن کتابوں کی منقول ہوں گی انھیں سے ان شاء اللہ العظیم یہ سب بیان واضح ہوجائیں گے یہاں صرف آیات متشابہات کے متعلق بعض عبارات نقل کروں جن سے مطلب سابق بھی ظاہر ہو اور یہ بھی کھل جائے کہ آیۂ کریمہ الرحمٰن علی العرش استوٰی آیات متشابہات سے ہے اور یہ بھی کہ جس طرح مخالف کا مذہب نامہذب یقیناً صریح ضلالت اور مخالف جملہ اہل سنت ہے۔ یونہی اجمالاً اس آیت کے معنے جاننے پر مخالف سلف صالح وجمہور ائمہ اہلسنت وجماعت ہے۔

(۱) موضح القرآن کی عبارت اوپر گزری۔

(۲) معالم ومدارک وکتاب الاسماء والصفات وجامع البیان کے بیان یہاں سُنئے کہ یہ پانچوں کتابیں بھی انھیں کُتب سے ہیں جن کا نام مخالف نے گن دیا۔ معالم التنزیل میں ہے،

اما اھل السنة یقولون الاستواء علی العرش صفة ﷲ تعالٰی بلاکیف یجب علی الرجل الایمان بہ ویکل العلم فیہ الی اللہ عزوجل[1]

یعنی رہے اہلسنت، وہ یہ فرماتے ہیں کہ عرش پر استواء اللہ عزوجل کی ایک صفت بےچونی وچگونگی ہے، مسلمان پر فرض ہے کہ اُس پر ایمان لائے اور اس کے معنے کا علم خدا کو سونپے۔

مخالف کو سُوجھے کہ اُسی کی مستند کتاب نے خاص مسئلہ استواء میں اہلسنت کا مذہب کیا لکھا ہے شرم رکھتا ہے تو اپنی خرافات سے باز آئے اور عقیدہ اپنا مطابق اعتقاد اہلسنت کرے۔

(۳) اُسی میں ہے:

ذھب الاکثرون الی ان الواو فی قولہ "والراسخون" واو الاستئناف وتم الکلام عند قولہ "وما یعلم تاویلہ الا اللہ" وھو قول ابی بن کعب

یعنی جمہور ائمہ دین صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کا مذہب یہ ہے کہ والراسخون فی العلم سے جُدا بات شروع ہوئی پہلا کلام وہیں پُورا ہوگیا کہ متشابہات کے معنے اللہ عزوجل کے سوا کوئی نہیں جانتا،

---

[1] معالم التنزیل تحت الآیۃ ۷/۵۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۱۳۷

وعائشة وعروة بن الزبير رضی الله تعالٰی عنهم، وروایة طاؤس عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما وبه قال الحسن واکثر التابعین واختاره الکسائی والفراء والاخفش (الٰی ان قال) ومما یصدق ذٰلك قراءة عبد الله ان تاویله الّا عند الله والراسخون فی العلم یقولون اٰمنا و فی حرف ابی ویقول الراسخون فی العلم اٰمنا به، وقال عمر بن عبد العزیز فی هٰذه الاٰیة انتهی علم الراسخین فی العلم تاویل القراٰن الٰی ان قالوا اٰمنّا به کل من عند ربنا وهٰذا القول اقیس فی العربیة واشبه بظاهر الاٰیة[1]

یہی قول حضرت سید قاریان صحابہ ابی بن کعب اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ اور عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہم کا ہے، اور یہی امام طاؤس نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا، اور یہی مذہب امام حسن بصری و اکثر تابعین کا ہے اور اسی کو امام کسائی و فراء و اخفش نے اختیار کیا اور اس مطلب کی تصدیق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی اس قراءت سے بھی ہوتی ہے کہ آیات متشابہات کی تفسیر اللہ عزوجل کے سوا کسی کے پاس نہیں، اور پکے علم والے کہتے ہیں ہم ایمان لائے، اور ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ کی قراءت بھی اسی معنی کی تصدیق کرتی ہے۔ امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا ان کی تفسیر میں محکم علم والوں کا منتہائے علم بس اس قدر ہے کہ کہیں ہم ان پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے، اور یہ قول عربیت کی رُو سے زیادہ دلنشین اور ظاہر آیت سے بہت موافق ہے۔

(۴) مدارک التنزیل میں ہے:

منه اٰیٰت محکمٰت احکمت عبارتها بان حفظت من الاحتمال و

یعنی قرآن عظیم کی بعض آیتیں محکمات ہیں جن کے معنے صاف ہیں احتمال و اشتباہ کو اُن میں

---

[1] معالم التنزیل تحت الآیۃ ۳/۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۲۱۴ و ۲۱۵

الاشتباہ ھن ام الکتب اصل الکتاب تحمل المتشابہات علیہا وترد الیہا واخر متشابہات مشتبہات محتملات مثال ذٰلک الرحمٰن علی العرش استوی فالاستواء یکون بمعنی الجلوس وبمعنی القدرۃ والاستیلاء ولایجوز الاول علی اللہ تعالٰی بدلیل المحکم وھو قولہ تعالٰی لیس کمثلہ شیئ ، فاما الذین فی قلوبھم زیغ میل عن الحق وھم اھل البدع فیتبعون ما تشابہ فیتعلقون بالمتشابہ الذی یحتمل مایذھب الیہ المبتدع ممالا یطابق المحکم ویحتمل مایطابقہ من قول اھل الحق منہ ابتغاء الفتنۃ طلب ان یفتنوا الناس دینھم ویضلوھم وابتغاء تاویلہ وطلب ان یؤولوہ التاویل الذی یشتھونہ وما یعلم تاویلہ الا اللہ ای لایھتدی الٰی تاویلہ الحق الذی یجب ان یحمل علیہ الا اللہ[1] اھ مختصرًا۔

گزرنہیں یہ آیات تو کتاب کی اصل ہیں کہ متشابہات انھیں پر حمل کی جائیں گی اور اُن کے معنے انھیں کی طرف پھیرے جائیں گے اور بعض دوسری متشابہات ہیں جن کے معنی میں اشکال و احتمال ہے جیسے کریمہ الرحمٰن علی العرش استوٰی بیٹھنے کے معنے پر بھی آتا ہے اور قدرت وغلبہ کے معنے پر بھی، اور پہلے معنے اللہ عزوجل پر محال ہیں کہ آیات محکمات اللہ تعالٰی کو بیٹھنے سے پاک ومنزہ بتارہی ہیں اُن محکمات سے ایک یہ آیت ہے لیس کمثلہ شیئ اللہ کے مثل کوئی چیز نہیں، پھر وہ جن کے دل حق سے پھرے ہوئے ہیں اور وہ بدمذہب لوگ ہوئے وہ تو آیات متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں ایسی آیتوں کی آڑ لیتے ہیں جن میں ان کی بدمذہبی کے معنے کا احتمال ہوسکے جو آیات محکمات کے مطابق نہیں اور اس مطلب کا بھی احتمال ہو جو محکمات کے مطابق اور اہلسنت کا مذہب ہے وہ بدمذہب اُن آیات متشابہات کی آڑ اس لئے لیتے ہیں کہ فتنہ اٹھائیں لوگوں کو سچے دین سے بہکائیں انکے وُہ معنے بتائیں جو اپنی خواہش کے موافق ہوں، اور اُن کے معنے تو کوئی نہیں جانتا مگر اللہ، اللہ ہی کو خبر ہے کہ ان کے حق معنی کیا ہیں جن پر اُن کا اتارنا واجب ہے انتہٰی۔

گمراہ شخص آنکھیں کھول کر دیکھے کہ یہ پاکیزہ تقریر یہ آیت وتفسیر اس کی گمراہی کا کیسا رَد واضح و

---

[1] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) آیت ۳/ ۷ دارالکتاب العربی بیروت ۱/ ۱۴۶

منیر ہے والحمد للہ رب العلمین۔

(۵) امام بیہقی کتاب الاسماء والصفات میں فرماتے ہیں:

الاستواء فالمتقدمون من اصحابنا رضی اللہ تعالٰی عنہم کانوا لا یفسرونہ ولا یتکلمون فیہ کنحو مذھبھم فی امثال ذلک [1]

ہمارے اصحاب متقدمین رضی اللہ تعالٰی عنہم استواء کے کچھ معنے نہ کہتے تھے نہ اس میں اصلاً زبان کھولتے جس طرح تمام صفات متشابہات میں اُن کا یہی مذہب ہے۔

(۶) اُسی میں ہے:

حکینا عن المتقدمین من اصحابنا ترك الکلام فی امثال ذلك، ھذا مع اعتقادھم نفی الحد والتشبیہ والتمثیل عن اللہ سبحٰنہ وتعالٰی [2]

ہم اپنے اصحاب متقدمین کا مذہب لکھ چکے کہ ایسے نصوص میں اصلاً لب نہ کھولتے اور اس کے ساتھ یہ اعتقاد رکھتے کہ اللہ تعالٰی محدود ہونے یا مخلوق سے کسی بات میں مشابہ و مانند ہونے سے پاک ہے۔

(۷) اُسی میں یحیٰی بن یحیٰی سے روایت کی:

کنا عند مالك بن انس فجاء رجل فقال یا ابا عبد اللہ الرحمٰن علی العرش استوی فکیف استوی؟ قال فاطرق مالك راسہ حتی علاہ الرحضاء ثم قال الاستواء غیر مجھول والکیف غیر معقول والایمان بہ واجب، والسؤال عنہ بدعۃ، وما اراك الا مبتدعا فامر بہ ان یخرج [3]

ہم امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خدمت میں حاضر تھے ایک شخص نے حاضر ہوکر عرض کی اے ابوعبد اللہ! رحمٰن نے عرش پر استواء فرمایا یہ استواء کس طرح ہے؟ اس کے سنتے ہی امام نے سر مبارک جھکالیا یہاں تک کہ بدن مقدس پسینہ پسینہ ہوگیا، پھر فرمایا: استواء مجہول نہیں اور کیفیت معقول نہیں اور اس پر ایمان فرض اور اُس سے استفسار بدعت اور میرے خیال میں تو ضرور بدمذہب ہے۔ پھر حکم دیا کہ اسے نکال دو۔

---

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ماجاء فی قول اللہ تعالٰی الرحمٰن علی العرش استوٰی۔ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/۱۵۰

[2] " " " باب قول اللہ تعالٰی لعیسٰی علیہ السلام انی متوفیك ورافعك الیّ " " " ۲/۱۶۹

[3] " " " باب ماجاء فی قول اللہ تعالٰی الرحمٰن علی العرش الخ " " ۲/۱۵۰ و ۱۵۱

(۸) اُسی میں عبداللہ بن صالح بن مسلم سے روایت کی:

سئل ربیعۃ الرائ عن قول اللہ تبارک وتعالٰی "الرحمٰن علی العرش استوٰی" کیف استوٰی؟ قال الکیف غیر معقول والاستواء غیر مجھول ویجب علی وعلیک الایمان بذلک کلہ۔[1]

یعنی امام ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن استاذ امام مالک سے جنھیں بوجہ قوت عقل وکثرت قیاس ربیعۃ الرائے کہا جاتا یہی سوال ہوا، فرمایا کیفیت غیر معقول ہے اور اللہ تعالٰی کا استواء مجہول نہیں اور مجھ پر اور تجھ پر ان سب باتوں پر ایمان لانا واجب ہے۔

(۹) اُسی میں بطریق امام احمد بن ابی الحواری امام سفیٰن بن عیینہ سے روایت کی کہ فرماتے:

ماوصف اللہ تعالٰی من نفسہ فی کتابہ فتفسیرہ تلاوتہ والسکوت علیہ۔[2]

یعنی اس قسم کی جتنی صفات اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں اپنے لئے بیان فرمائی ہیں انکی تفسیر یہی ہے کہ تلاوت کیجئے اور خاموش رہئے۔

بطریق اسحٰق بن موسٰی انصاری زائد کیا:

لیس لاحد ان یفسرہ بالعربیۃ ولا بالفارسیۃ۔[3]

کسی کو جائز نہیں کہ عربی میں خواہ فارسی کسی زبان میں اس کے معنے کہے۔

(۱۰) اُسی میں حاکم سے روایت کی انھوں نے امام ابوبکر احمد بن اسحٰق بن ایوب کا عقائد نامہ دکھایا جس میں مذہب اہلسنت مندرج تھا اس میں لکھا ہے:

الرحمٰن علی العرش استوی بلاکیف۔[4]

رحمٰن کا استواء بیچون وبیچگون ہے۔

(۱۱) اُسی میں ہے:

والاثار عن السلف فی مثل ھذا کثیرۃ وعلٰی ھذہ الطریقۃ یدل مذھب الشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ

یعنی اس باب میں سلف صالح سے روایات بکثرت ہیں اور اسی طریقہ سکوت پر امام شافعی کا مذہب دلالت کرتا ہے اور یہی مسلک

---

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ماجاء فی قول اللہ عزوجل الرحمٰن علی العرش استوٰی المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۵۱

[2] " " " " " " " " " ۲/ ۱۵۱ و باب ماذکر فی الیمین والکف ۲/ ۱۵۱

[3] " " " " " " باب ماجاء فی اثبات العین المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۴۲

[4] " " " " " باب ماجاء فی قول اللہ عزوجل الرحمٰن علی العرش الخ " " " " ۲/ ۱۵۲

والیہا ذھب احمد بن حنبل والحسین بن الفضل البلخی ومن المتاخرین ابوسلیمٰن الخطابی[1]	امام احمد بن حنبل و امام حسین بن فضل بلخی اور متاخرین سے امام ابوسلیمٰن خطابی کا ہے۔

الحمدللہ امام اعظم سے روایت عنقریب آتی ہے، ائمہ ثلثہ سے یہ موجود ہیں۔ ثابت ہوا کہ چاروں اماموں کا اجماع ہے کہ استواء کے معنی کچھ نہ کیے جائیں اس پر ایمان واجب ہے اور معنی کی تفتیش حرام۔ یہی طریقہ جملہ سلف صالحین کا ہے۔

(۱۲) اُسی میں امام خطابی سے ہے:

ونحن احری بان لانتقدم فیما تأخر عنہ من ھو اکثر علما واقدم زمانا وسنا، ولکن الزمان الذی نحن فیہ قد صار اھلہ حزبین منکر لمایروی من نوع ھٰذہ الاحادیث راسا ومکذب بہ اصلا، وفی ذٰلک تکذیب العلماء الذین رووا ھٰذہ الاحادیث وھم ائمۃ الدین ونقلۃ السنن والواسطۃ بیننا وبین رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، والطائفۃ الاخرٰی مسلمۃ للروایۃ فیہا ذاھبۃ فی تحقیق منہامذھبا یکاد یفضی بھم الی القول بالتشبیہ ونحن نرغب عن الامرین معًا، ولانرضی بواحد منھما مذھبا، فیحق علینا ان نطلب	یعنی جب اُن ائمہ کرام نے جو ہم میں سے علم میں زائد اور زمانے میں مقدم اور عمر میں بڑے تھے متشابہات میں سکوت فرمایا تو ہمیں ساکت رہنا اور ان کے معنے کچھ نہ کہنا اور زیادہ لائق تھا مگر ہمارے زمانے میں دو گروہ پیدا ہوئے ایک تو اس قسم کی حدیثوں کو سرے سے رُد کرتا اور جھوٹ بتاتا ہے اس میں علمائے رواۃ احادیث کی تکذیب لازم آتی ہے حالانکہ وہ دین کے امام ہیں اور سُنتوں کے ناقل اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک ہمارے وسائط و وسائل۔ اور دوسرا اگر وہ ان روایتوں کو مان کر اُن کے ظاہری معنی کی طرف ایسا جاتا ہے کہ اس کا کلام اللہ عزوجل کو خلق سے مشابہ کر دینے تک پہنچا چاہتا ہے اور ہمیں یہ دونوں باتیں ناپسند ہیں ہم ان میں سے کسی کو مذہب بنانے پر راضی نہیں، تو ہمیں ضرور ہوا کہ اس باب میں

---

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب قول اللہ الرحمٰن علی العرش الخ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/۱۵۲

لمایرد من ھٰذہ الاحادیث اذا صحت من طریق فالنقل والسند، تاویلا یخرج علی معانی اصول الدین ومذاھب العلماء و لاتبطل الروایة فیھا اصلا، اذا کانت طرقھا مرضیة ونقلتھا عدولا۔[1]

جو صحیح حدیثیں آئیں اُن کی وہ تاویل کردیں جس سے اُن کے معنے اصول عقائد و آیات محکمات کے مطابق ہوجائیں اور صحیح روایتیں کہ علماء ثقات کی سند سے آئیں باطل نہ ہونے پائیں۔

(۱۳) امام ابوالقاسم لالکائی کتاب السنہ میں سیدنا امام محمد سردار مذہب حنفی تلمیذ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی کہ فرماتے :

اتفق الفقھاء کلھم من المشرق الی المغرب علی الایمان بالقراٰن و بالاحادیث التی جاء بھا الثقات عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی صفة الرب من غیر تشبیہ ولا تفسیر فمن فسر شیئا من ذٰلك فقد خرج عما کان علیہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و فارق الجماعة فانھم لم یصفوا و لم یفسروا ولکن اٰمنوا بما فی الکتاب والسنة ثم سکتوا۔[2]

شرق سے غرب تک تمام ائمہ مجتہدین کا اجماع ہے کہ آیات قرآن عظیم واحادیث صحیحہ میں جو صفات الٰہیہ آئیں اُن پر ایمان لائیں بلاتشبیہ و بلاتفسیر تو جو ان میں سے کسی کے معنے بیان کرے وہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے طریقے سے خارج اور جماعت علماء سے جُدا ہوا اس لئے کہ ائمہ نے نہ ان صفات کا کچھ حال بیان فرمایا نہ اُن کے معنے کہے بلکہ قرآن وحدیث پر ایمان لاکر چُپ رہے۔

طرفہ یہ کہ امام محمد کے اس ارشاد و ذکر اجماع ائمہ امجاد کو خود ذہبی نے بھی کتاب العلو میں نقل کیا اور کہا محمد سے یہ اجماع لالکائی اور ابو محمد بن قدامہ نے اپنی کتابوں میں روایت کیا بلکہ خود ابن تیمیہ مخذول بھی اُسے نقل کرگیا وللہ الحمد ولہ الحجة السامیة (حمد اللہ تعالٰی کے لئے ہے اور غالب حجت اسی کی ہے۔ ت)

(۱۴) نیز مدارک میں زیر سورۂ طٰہٰ ہے ،

---

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ماذکر فی القدم الرجل المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۸۶
[2] کتاب السنۃ امام ابوالقاسم لالکائی

والمذھب قول علی رضی اللہ تعالٰی عنہ الاستواء غیرمجھول والتکیف غیرمعقول والایمان بہ واجب والسوال عنہ بدعۃ لانہ تعالٰی کان ولامکان فھوعلی ماکان قبل خلق المکان لم یتغیر عما کان[1]

مذہب وہ ہے جو مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ استوار مجہول نہیں اور اس کی چگونگی عقل میں نہیں آسکتی اُس پر ایمان واجب ہے اور اس کے معنٰے سے بحث بدعت ہے اس لئے کہ مکان پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالٰی موجود تھا اور مکان نہ تھا پھر وہ اپنی اُس شان سے بدلا نہیں یعنی جیسا جب مکان سے پاک تھا اب بھی پاک ہے۔

گمراہ اپنی ہی مستند کی اس عبارت کو سوجھے اور اپنا ایمان ٹھیک کرے۔

(۱۵) اسی میں زیر سورۂ اعراف یہی قول امام جعفر صادق و امام حسن بصری و امام اعظم ابوحنیفہ و امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہم سے نقل فرمایا[2]

(۱۶) یہی مضمون جامع البیان سورۂ یونس میں ہے:

الاستواء معلوم والکیفیۃ مجھولۃ والسؤال عنہ بدعۃ۔[3]

استوار معلوم ہے اور اس کی کیفیت مجہول ہے اور اس سے بحث وسوال بدعت ہے (ت)

(۱۷) یہی مضمون سورۂ رعد میں سلف صالح سے نقل کیا کہ:

قال السلف الاستواء معلوم و الکیفیۃ مجھولۃ[4]

سلف نے فرمایا: استوار معلوم ہے اور کیفیت مجہول ہے۔ (ت)

(۱۸) سورۂ طٰہٰ میں لکھا:

سئل الشافعی عن الاستواء فاجاب اٰمنت بلاتشبیہ واتھمت

یعنی امام شافعی سے استوار کے معنٰے پوچھے گئے، فرمایا: میں استوار پر ایمان لایا اور

---

[1] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) آیۃ ۲۰/۵ دارالکتاب العربی بیروت ۳/۴۸
[2] " " " آیۃ ۷/۵۴ " " " ۲/۵۶
[3] جامع البیان محمد بن عبدالرحمٰن الشافعی آیۃ ۱۰/۳ دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ ۱/۲۹۲
[4] " " " " " " ۱۳/۲ " " " " ۱/۳۴۵

نفسی فی الادراك وامسكت عن الخوض فیه كل الامساك۔[1]

وہ معنے نہیں ہو سکتے جن میں اللہ تعالٰی کی مشابہت مخلوق سے نکلے اور میں اپنے آپ کو اُس کے معنے سمجھنے میں متہم رکھتا ہوں مجھے اپنے نفس پر اطمینان نہیں کہ اس کے صحیح معنے سمجھ سکوں لہذا میں نے اُس میں فکر کرنے سے یک قلم قطعی دست کشی کی۔

(۱۹) سورۂ اعراف میں لکھا:

اجمع السلف علیٰ ان استواءہ علی العرش صفة له بلا كیف نؤمن به و نكل العلم الی اللّٰہ تعالٰی۔[2]

سلف صالح کا اجماع ہے کہ عرش پر استوا اللہ تعالٰی کی ایک صفت بیچون و بےچگون ہے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اُس کا علم خدا کو سونپتے ہیں۔

(۲۰) طرفہ یہ کہ سورۂ اعراف میں تو صرف اتنا لکھا کہ اس کے معنے ہم کچھ نہیں جانتے اور سورۂ فرقان میں لکھا:

قد مر فی سورة الاعراف تفصیل معناہ۔[3]

اس کے معنی کی تفصیل سورۂ اعراف میں گزری۔

یونہی سورۂ سجدہ میں لکھا قد مر فی سورة الاعراف[4] (سورۂ اعراف میں گزرا۔ت) یونہی سورۂ حدید میں قد مر تفصیلہ فی سورة الاعراف وغیرھا[5] (اس کی تفصیل سورۂ اعراف وغیرہ میں گزر چکی ہے۔ت)

دیکھو کیسا صاف بتایا کہ اس کے معنی کی تفصیل یہی ہے کہ ہم کچھ نہیں جانتے، اب تو کھلا کہ وہابیہ مجسمہ کا اپنی سند میں کتاب الاسماء و معالم و مدارک و جامع البیان کے نام لے دینا

---

[1] جامع البیان محمد بن عبدالرحمٰن الشافعی آیۃ ۲۰/۵ دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ ۲/۱۵ و ۱۶
[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۷/۵۴ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۲۲۳
[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲۵/۵۹ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/۸۹
[4] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۳۲/۴ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/۱۵۷
[5] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۵۷/۴ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/۳۳۶

کیسی سخت بے حیائی تھا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

وہابیہ مجسّمہ کی بددینی

صفات متشابہات کے باب میں اہلسنت کا عقیدہ تو معلوم ہولیا کہ ان میں ہمارا حصہ بس اس قدر ہے کہ اللہ تعالٰی کی جو کچھ مراد ہے ہم اس پر ایمان لائے، ظاہر لفظ سے جو معنے ہماری سمجھ میں آتے ہیں اُن سے اللہ تعالٰی یقیناً پاک ہے اور مرادِ الٰہی پر ہمیں اطلاع نہیں لہذا ہم اُن کے معنے کچھ کہہ ہی نہیں سکتے یا بطورِ تاویل کچھ کہیں بھی تو وہی کہیں گے جو ہمارے رب کی شانِ قدوسی کے لائق اور آیاتِ محکمات کے مطابق اور اہلسنت کو اللہ تعالٰی نے صراط مستقیم عطا فرمائی ہے وہ ہمیشہ راہ وسط ہوتی ہے اُس کے دونوں پہلوؤں پر افراط و تفریط دو ہولناک مہلک گھاٹیاں ہیں اسی لئے اکثر مسائل میں اہلسنت دو فرقۂ متناقض کے وسط میں رہتے ہیں جیسے رافضی ناصبی یا خارجی مُرجی یا قدری جبری یا باطنی ظاہری یا وہابی بدعتی یا اسمٰعیل پرست گور پرست وعلٰی ہٰذا القیاس۔ اسی طرح یہاں بھی دو فرقۂ باطلہ نکلے معطلہ و مشبّہہ۔ معطلہ جنھیں جہمیہ بھی کہتے ہیں صفات متشابہات سے یکسر منکر ہی ہوگئے یہاں تک کہ ان کا پہلا پیشوا جعد بن درہم مردود کہتا کہ نہ اللہ تعالٰی نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو اپنا خلیل بنایا نہ موسٰی کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے کلام فرمایا۔ یہ گمراہ لوگ اپنے افراط کے باعث اٰمنا بہ کل من عند ربنا[1] (ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کی طرف سے ہے۔ ت) سے بے بہرہ ہوئے۔ اُن کی طرف نقیض پر انتہائے تفریط میں مشبّہہ آئے جنھیں حشویہ و مجسّمہ بھی کہتے ہیں ان خبیثوں نے صاف صاف مان لیا کہ ہاں اللہ تعالٰی کے لئے مکان ہے جسم ہے جہت ہے۔ اور جب یہ سب کچھ ہے تو پھر چڑھنا اُترنا اُٹھنا بیٹھنا چلنا ٹھہرنا سب آپ ہی ثابت ہے، یہ مردود وہی ہوئے جنھیں قرآنِ عظیم نے فی قلوبھم زیغ[2] (ان کے دلوں میں زیغ ہے۔ ت) فرمایا اور گمراہ فتنہ پرداز بتایا تھا۔ وہابیہ ناپاک کو آپ جانیں کہ سب گمراہوں کے فُضلہ خوار ہیں مختلف بدمذہبوں سے کچھ کچھ عقائدِ ضلالت لے کر اپنا بھرت پُورا کیا ہے یہاں بھی نہ چُوکے، اور اُن کے پیشوا اسمٰعیل نے صراط نامستقیم میں جو اپنے جاہل پیر کی اللہ تعالٰی سے

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۷
[2] " " ۳/ ۷

دوستانہ ملاقات اور ہاتھ سے ہاتھ ملا کر گڈ مارننگ (GOOD MORNING) ثابت کی تھی (دیکھو کتاب مستطاب الکوکبۃ الشہابیہ علی کفریات ابی الوھابیہ) لہٰذا اس کے بعض سپوت صاف صاف مجسمہ مبہوت کا مذہب ممقوت مان گئے اور اس کی جڑ بھی وہی ان کا پیشوائے قلیع اپنے رسالہ "ایضاح الحق الصریح" میں جماگیا تھا کہ اللہ تعالٰی کو مکان وجہت سے پاک جاننا بدعت وضلالت ہے جس کے رَد میں کوکبۂ شہابیہ نے تحفہ اثنا عشریہ شاہ عبدالعزیز صاحب کی یہ تحریر پیش کی تھی کہ اہل سنت وجماعت کے عقیدے میں اللہ تعالٰی کے لئے مکان نہیں، نہ اس کے لئے فوق یا تحت کوئی جہت ہو سکتی ہے[1]۔ اور بحرالرائق و عالمگیری کی یہ عبارت:

یکفر باثبات المکان للہ تعالٰی[2]۔

یعنی اللہ تعالٰی کے لئے مکان ماننے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔

اور فتاوٰی امام اجل قاضی خاں کی یہ عبارت:

رجل قال خدائے برآسمان می داند کہ من چیزے ندارم یکون کفرا لان اللہ تعالٰی منزہ عن المکان[3]۔

یعنی کسی نے کہا خدا آسمان پر جانتا ہے کہ میرے پاس کچھ نہیں کافر ہوگیا اس لئے کہ اللہ تعالٰی مکان سے پاک ہے۔

اور فتاوٰی خلاصہ کی یہ عبارت:

لو قال نردبان بنہ و بآسمان برآئے و باخدا جنگ کن یکفر لانہ اثبت المکان للہ تعالٰی[4]۔

اگر کوئی یہ کہے نیزہ لے اور آسمان پر جا اور خدا سے جنگ کر، تو کافر ہو جائے گا کیونکہ اس نے اللہ تعالٰی کے لئے مکان مانا (ت)

(دیکھو کوکبۂ شہابیہ)

انھیں مجسمہ گستاخ کے تازہ افراخ سے ایک صاحب سہسوانی بکاسہ لیسی گمراہ ہزاری غلام نواب بھوپال قنوجی آنجہانی از سرِ نو اس فتنۂ خوابیدہ کے بادی و بانی اور اس سُبّوح قدوس جل جلالہ

[1] تحفہ اثنا عشریہ باب پنجم در الٰہیات سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۴۱
[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب السیر الباب التاسع نوری کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۵۹
بحرالرائق " باب احکام المرتدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۱۲۰
[3] فتاوٰی قاضی خاں " باب مایکون کفرا من المسلم نولکشور لکھنؤ ۴/ ۸۸۴
[4] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الفاظ الکفر فصل ۲ جنس ۲ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۳۸۴

کی شان میں مدعی عیوب جسمی ومکانی ہوئے، چہارم محرم الحرام ۱۳۱۸ ہجریہ قدسیہ کو اس باب اور انھیں صاحب کے متعلق دو امر دیگر میں حضرت تاج المحققین عالم اہلسنت دام ظلہم العالی سے استفتاء ہوا حضرت نے نفس حکم بنہایت اجمال ارشاد فرمایا پونے دو مہینے کے بعد لبست وششم ۲۶ صفر کو ان کے متعلق ایک پریشان تحریر گمراہی وجہالت وسفاہت وضلالت کی بولتی تصویر آئی ایسے ہذیانات کیا قابل التفات مگر حفظ عقائد عوام و نصرت سنت واسلام کے لحاظ سے یہ چند سطور لوجہ اللہ مسطور، اہل حق بنگاہ انصاف نظر فرمائیں اور امر عقائد میں کسی گمراہ مکار کے کہنے میں نہ آئیں، وماتوفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب (مجھے توفیق صرف اللہ تعالٰی سے ہے اسی پر میں نے توکل کیا ہے اور اسی کی طرف میرا رجوع ہے۔ت)

مسئلہ ۵۱ از سہسوان قاضی محلہ مرسلہ حاجی فرحت علی صاحب ۴ محرم ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص یہ کہے کہ اللہ رب العزت عرش پر بیٹھا ہے اور کہیں نہیں ہے شرعًا اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب

اللہ عزوجل مکان وجہت وجلوس وغیرہا تمام عوارض جسم وجسمانیات وعیوب ونقائص سے پاک ہے۔ یہ لفظ کہ اس شخص نے کہا سخت گمراہی کے معنے دیتا ہے اس پر توبہ لازم ہے عقیدہ اپنا مطابق اہل سنت کرے۔ واللہ الہادی۔

نقل تحریر ضلالت تخمیر از نجدی بقیر

مسئلہ اللہ تعالٰی کا عرش پر ہی ہونا۔

الجواب

الرحمٰن علی العرش استوٰی اللہ تعالٰی عرش پر بیٹھا یا چڑھا یا ٹھہرا۔ ان تین معنے کے سوا اس آیت میں جو کوئی اور معنے کہے گا وہ بدعتی ہے، اللہ تعالٰی نے اپنے کلام شریف میں سات جگہ اس مضمون کو ذکر فرمایا ہے۔ دیکھو فتح الرحمٰن تفسیر فارسی شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی وتفسیر موضح القرآن

مؤلفہ شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی و ترجمہ لفظی شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی و کتاب الاسماء والصفات بیہقی و کتاب العلو امام ذہبی و تفسیر ابن کثیر و معالم التنزیل و جامع البیان و مدارک وغیرہا اور محیط ہونا باری تعالیٰ کا ہر چیز پر فقط از روئے علم ہے۔ قال تعالیٰ: احاط بکل شیئ علما[1] (اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سے ہر چیز کا احاطہ کیا) احادیث صریحہ صحیحہ سے عرش کا مکان الٰہی ہونا ثابت ہے، چنانچہ بخاری کی معراج کی حدیث میں فرمایا:

وھو فی مکانہ[2] (اور وہ اپنے مکان میں ہے۔ ت)

اور مشکوٰۃ کے باب الاستغفار والتوبہ میں مسند احمد کی حدیث میں وارد ہے کہ:

وعزتی وجلالی وارتفاع مکانی الخ[3] میری عزت، میرے جلال اور میرے بلند مکان کی قسم الخ۔ (ت)

ہاں جن صفات سے کلام شارع ساکت ہے اُن میں سکوت لازم ہے بعض اشخاص بریلی نے جو علم منقول وعقائد اہل حق سے بے بہرہ ہیں اس عقیدہ صحیحہ کے معتقد کو بزورِ گمراہی گمراہ بنایا وما لھم بہ من علم[4] (ان کو اس کا علم نہیں۔ ت) ایسے شخص سے اہلِ اسلام کو بچنا چاہیے۔

ضربِ قہاری

۱۳ ھ ۱۸

مسلمانو! دیکھو اس گمراہ نے ان چند سطروں میں کیسی کیسی جہالتیں ضلالتیں تناقض سفاہتیں اللہ ورسول پر افترا، علما وکتب پر تہمتیں بھر دی ہیں:

اولاً ادعا کیا کہ استواء علی العرش میں بیٹھنے، چڑھنے، ٹھہرنے کے سوا جو کوئی اور معنی کہے بدعتی ہے اور اسی کی سند میں بکمال جرأت وبیحیائی اُن نو کتابوں کے نام گن دئے۔

ثانیاً زعم کیا کہ احاطہ الٰہی صرف از روئے علم ہے حالانکہ اس مسئلہ کا یہاں کچھ ذکر نہ تھا مگر اس نے اس بیان سے اپنی وہ گمراہی پالنی چاہی ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے اور عرش کے سوا

---

[1] القرآن الکریم ۶۵/ ۱۲

[2] صحیح بخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالیٰ وکلم اللہ موسیٰ تکلیما قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۲۰

[3] مشکوٰۃ المصابیح باب الاستغفار والتوبہ الفصل الثانی ″ ″ ″ ″ ص ۲۰۴

[4] القرآن الکریم ۵۳/ ۲۸

پیدا کرنا لیا یہ انھیں معنی سوم کے قریب ہے جو اوپر گزرے۔

ضرب ۳۵: اس سورۃ اور سورۃ فرقان کے سوا کہ وہاں استوار کی تفسیر سے سکوت مطلق ہے باقی پانچوں جگہ اُس کے معنے استیلاء و غلبہ و قابو بتائے۔ حدید میں ہے:

ثم استوی استولی علی العرش[1] (پھر عرش پر استواء فرمایا۔ ت)

رعد میں ہے:

استولی بالاقتدار ونفوذ السلطان[2] اقتدار اور حکومت کا مالک ہوا۔ (ت)

اعراف میں ہے:

اضاف الاستیلاء الی العرش وان کان سبحنہ وتعالٰی مستولیا علی جمیع المخلوقات لان العرش اعظمہا واعلاھا[3]

یعنی اللہ تعالٰی کا قابو اس کی تمام مخلوقات پر ہے خاص عرش پر قابو ہونے کا ذکر اس لئے فرمایا کہ عرش سب مخلوقات سے جسامت میں بڑا اور سب سے اوپر ہے۔

ضرب ۳۶: سورۃ طٰہٰ میں بعد ذکر معنے استیلاء ایک وجہ یہ نقل فرمائی:

لما کان الاستواء علی العرش وھو سریر الملك مما یردف الملك جعلوہ کنایۃ عن الملك فقال استوی فلان علی العرش ای ملك وان لم یقعد علی السریر البتۃ وھذا کقولك ید فلان مبسوطۃ ای جواد وان لم یکن لہ ید راسا[4]

یعنی جبکہ تخت نشینی آثار شاہی سے ہے تو عرف میں تخت نشینی بولتے اور اس سے سلطنت مراد لیتے ہیں، کہتے ہیں فلاں شخص تخت نشین ہوا یعنی بادشاہ ہوا اگرچہ اصلاً تخت پر نہ بیٹھا ہو جس طرح تیرے اس کہنے سے کہ فلاں کا ہاتھ کشادہ ہے اُس کا سخی ہونا مراد ہوتا ہے اگرچہ وہ سرے سے ہاتھ ہی نہ رکھتا ہو۔

حاصل یہ کہ استوار علی العرش بمعنی بادشاہی ہے حقیقۃً بیٹھنا ہرگز لازم نہیں، جب

---

[1] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) آیۃ ۵۷/۴ دار الکتاب العربی بیروت ۲۲۳/۴
[2] " " " " ۱۳/۲ " " " ۲۴۱/۲
[3] " " " " ۷/۵۴ " " " ۵۶/۲
[4] " " " " ۲۰/۵ " " " ۴۸/۳

کہیں نہیں۔

ثالثاً منہ بھر کر اُس سبوح قدوس کو گالی دی کہ اس کے لئے مکان ثابت ہے، عرش اس کا مکان ہے، اور اس کے ثبوت میں بزورِ زبان دو حدیثیں نقل کر دیں۔

رابعاً یہ تین دعوے تو منطوق عبارت تھے مفہوم استثناء سے بتایا کہ استوار علی العرش کے معنے اللہ تعالٰے کا عرش پر بیٹھنا، چڑھنا، ٹھہرنا مطابق سنت ہیں۔

خامساً اپنے معبود کو بٹھانے، چڑھانے، ٹھہرانے ہی پر قناعت نہ کی بلکہ ان لفظوں کے مفہوم سے کہ جن صفات سے کلامِ شارع ساکت ہے اُن میں سکوت لازم ہے تمام متشابہات استوار کی طرح اُنھیں معانی پر محمول کرلیں جو اُن کے ظاہر سے مفہوم ہوتے ہیں۔

سادساً باوصف ان کے اصل دعوٰی یہ ہے کہ خدا عرش کے سوا کہیں نہیں۔

ہم بھی ان چھ باتوں کی بعونہ تعالٰے اسی ترتیب پر چھ تپانچوں سے خبر لیں اور ساتویں تپانچے میں دو مسئلہ باقیہ کے متعلق اجمالی گوشمالی کریں وباللہ التوفیق۔

پہلا تپانچہ

گمراہ نے ادعا کیا کہ اللہ تعالٰے کے بیٹھنے، چڑھنے، ٹھہرنے کے سوا جو کوئی اور معنے استوائے کہے بدعتی ہے، اور اس پر اُن نو کتابوں کا حوالہ دیا۔

ضربِ اوّل: فقیر نے اگر یہ التزام نہ کیا ہوتا کہ اُس کی گنائی ہوئی کتابوں سے سند لاؤں گا تو آپ سیر دیکھتے کہ یہ تپانچہ اس گمراہ کو کیونکر خاک وخون میں لٹاتا مگر اجمالاً اقوال مذکورہ بالا ہی ملاحظہ ہوجائیں کہ اس گمراہ نے کس کس امامِ دین وسنت کو بدعتی بنا دیا، امام ابوالحسن علی ابن بطالی، امام ابن حجر عسقلانی، امام ابو طاہر قزوینی، امام عارف شعرانی، امام جلال الدین سیوطی، امام اسمٰعیل ضریر حتی کہ خود امام اہلسنت سیدنا امام ابوالحسن اشعری رضی اللہ تعالٰے عنہم اجمعین، تو کم از کم اس ضرب کو سات ضرب سمجھئے بلکہ تیرہ[۱۳] کہ امام نسفی وامام بیہقی وامام بغوی وامام علی بن محمد ابوالحسن طبری وامام ابوبکر بن فورک وامام ابومنصور بن ابی ایوب کے اقوال عنقریب آتے ہیں۔ یہ حضرات بھی اس بدعتی کے طور پر معاذ اللہ بدعتی ہوئے، اور بیس[۲۰] ضرب اوپر گزریں جملہ تینتیس[۳۳] ہوئیں، آگے چلئے اور اب صرف اسی کے مستندوں سے اس کی خبر لیجئے۔

ضرب ۳۴: مدارک شریف سورۂ سجدہ میں استواء علی العرش کا حاصل اس کا احداث اور

خلق کے باب میں یہ محاورہ ہے جن کا اٹھنا بیٹھنا سب ممکن تو خالق عزوجل کے بارے میں اُس سے معاذ اللہ حقیقۃً بیٹھنا سمجھ لینا کیسا ظلم صریح ہے۔

ضرب ۳۷: معالم سورۂ اعراف کا بیان تو وہ تھا کہ اہلسنت کا طریقہ سکوت ہے اتنا جانتے ہیں کہ استواء اللہ تعالٰی کی ایک صفت ہے اور اس کے معنے کا علم اللہ کے سپرد ہے، یہ طریقہ سلف صالحین تھا، سورۂ رعد میں استواء کو علو سے تاویل کیا۔ یہ معنی دوم ہیں کہ اوپر گزرے۔

ضرب ۳۸: امام بیہقی نے کتاب الاسماء میں دربارۂ استواء ائمہ متقدمین کا وہ مسلک ارشاد فرمایا جس کا بیان اوپر گزرا۔ پھر فرمایا:

وذھب ابوالحسن علی بن اسمٰعیل الاشعری الٰی ان اللہ تعالٰی جل ثناؤہ فعل فی العرش فعلا سماہ استواء کما فعل فی غیرہ فعلا سماہ رزقا او نعمۃ او غیرھما من افعالہ ثم لم یکیف الاستواء الا انہ جعلہ من صفات الفعل لقولہ تعالٰی ثم استوٰی علی العرش و ثم للتراخی والتراخی انما یکون فی الافعال و افعال اللہ تعالٰی توجد بلا مباشرۃ منہ ایاھا ولا حرکۃ۔[1]

یعنی امام اہلسنت امام ابوالحسن اشعری نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے عرش کے ساتھ کوئی فعل فرمایا ہے جس کا نام استواء رکھا ہے جیسے من وتو زید و عمرو کے ساتھ افعال فرمائے اور اُن کا نام رزق و نعمت وغیرہ رکھا اُس فعل استواء کی کیفیت ہم نہیں جانتے اتنا ضرور ہے کہ اُس کے افعال میں مخلوق کے ساتھ ملنا، چھونا، اُس سے لگا ہوا ہونا یا حرکت کرنا نہیں جیسے بیٹھنے چڑھنے وغیرہ میں ہے اور استواء کے فعل ہونے پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا پھر عرش پر استواء کیا تو معلوم ہوا کہ استوا حادث ہے پہلے نہ تھا اور حدوث افعال میں ہوسکتا ہے اللہ تعالٰی کی صفات ذات حدوث سے پاک ہیں، تو ثابت ہوا کہ استواء اللہ تعالٰی کی کوئی صفت ذاتی نہیں بلکہ اس کے کاموں میں سے ایک کام ہے جس کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں۔

---

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ما جاء فی قول اللہ تعالٰی الرحمن علی العرش استوٰی المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۵۲

ضرب ۳۹ : ابوالحسن علی بن محمد طبری وغیرہ ائمہ متکلمین سے نقل فرمایا :

القدیم سبحٰنہ عال علی عرشہ لاقاعد ولاقائم ولامماس و لامباین عن العرش ، یرید بہ مباینۃ الذات التی ھی بمعنی الاعتزال او التباعد لان المماسۃ والمباینۃ التی ھی ضدھا والقیام والقعود من اوصاف الاجسام ، واللہ عزوجل احد صمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد ، فلایجوز علیہ مایجوز علی الاجسام تبارك وتعالٰی[1]

مولٰی تعالٰی عرش پر علو رکھتا ہے مگر نہ اُس پر بیٹھا ہے نہ کھڑا ، نہ اس سے لگا ہوا نہ اس معنی پر جُدا کہ اس سے ایک کنارے پر ہو یا دُور ہو کہ لگا یا الگ ہونا اور اٹھنا بیٹھنا تو جسم کی صفتیں ہیں اور اللہ تعالٰی احد صمد ہے نہ جنا نہ جنا گیا ، نہ اس کے جوڑ کا کوئی ، تو جو باتیں اجسام پر روا ہیں اللہ عزوجل پر روا نہیں ہوسکتیں ۔

ضرب ۴۰ : امام استاذ ابوبکر بن فورک سے نقل فرمایا کہ انھوں نے بعض ائمہ اہلسنت سے حکایت کی :

استوٰی بمعنی علا ولایرید بذٰلك علوا بالمسافۃ والتحیز والکون فی مکان متمکنا فیہ ولکن یرید معنی قول اللہ عزوجل ءامنتم من فی السماء ای من فوقہا علٰی معنی نفی الحد عنہ و انہ لیس مما یحویہ طبق او یحیط بہ قطر[2]

یعنی استوار بمعنی علو ہے اور اس سے مسافت کی بلندی یا مکان میں ہونا مراد نہیں بلکہ یہ کہ وہ حدو نہایت سے پاک ہے عرش وفرش کا کوئی طبقہ اُسے محیط نہیں ہوسکتا ، نہ کوئی مکان اُسے گھیرے ، اسی معنی پر قرآن عظیم میں اُسے آسمان کے اوپر فرمایا ، یعنی اس سے بلند و بالا ہے کہ آسمان میں سما سکے ۔

امام بیہقی فرماتے ہیں :

قلت وھو علی ھذہ الطریقۃ من

حاصل یہ کہ اس طریقہ پر استوار صفات ذات

---

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ماجاء فی قول اللہ تعالٰی الرحمٰن علی العرش استوٰی المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۵۲

[2] " " " " " " " " " " " " " " " ۲/ ۱۵۲ و ۱۵۳

صفات الذات وکلمۃ، ثم تعلقت بالمستوی علیہ، لا بالاستواء وھو کقولہ عزوجل "ثم اللہ شھید علی ما یفعلون" یعنی ثم یکون عملھم فیشھدہ وقد اشار ابو الحسن علی بن اسمعیل الی ھذہ الطریقۃ حکایۃ، فقال وقال بعض اصحابنا انہ صفۃ ذات ولا یقال لم یزل مستویا علی عرشہ کما ان العلم بان الاشیاء قد حدثت من صفات الذات، ولا یقال لم یزل عالما بان قد حدثت ولما حدثت بعد[1]

سے ہوگا کہ اللہ سبحٰنہ بذاتہ اپنی تمام مخلوق سے بلند وبالا ہے نہ بلندی مکان بلکہ بلندی مالکیت وسلطان، اور اب پھر کا لفظ نظر بحدوث عرش ہوگا کہ وہ بلندی ذاتی ہر حادث سے اُس کے حدوث کے بعد متعلق ہوتی ہے جیسے قرآن عظیم میں فرمایا کہ پھر اللہ شاہد ہے اُن کے افعال پر یعنی جب ان کے افعال پیدا ہوئے تو شہود الٰہی ان سے متعلق ہوا جس طرح علمِ الٰہی قدیم ہے مگر یہ علم کہ چیز حادث ہوگئی اس کے حدوث کے بعد ہی متعلق ہوگا یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ ازل میں جانتا تھا کہ اشیاء پیدا ہوچکیں حالانکہ ہنوز ناپیدا تھیں۔

ضرب ۱۴۱: پھر امام اہلسنت قدس سرہٗ سے نقل فرمایا:

وجوابی ھو الاول وھو ان اللہ مستوی علی عرشہ وانہ فوق الاشیاء بائن منھا بمعنی انھا لا تحلہ ولا یحلھا ولا یمسھا ولا یشبھھا ولیست البینونۃ بالعزلۃ، تعالی اللہ ربنا عن الحلول والمماسۃ علوا کبیرا۔[2]

میرا قول وہی پہلا ہے کہ اللہ عزوجل نے عرش کے ساتھ فعلِ استوار کیا اور ایک عرش ہی کیا وہ تمام اشیاء سے بالا اور سب سے جُدا ہے بایں معنیٰ کہ نہ اشیاء اس میں حلول کریں نہ وہ اُن میں، نہ وہ ان سے مَس کرے نہ اُن سے کوئی مشابہت رکھے، اور یہ جدائی نہیں کہ اللہ تعالٰی اشیاء سے ایک کنارے پر ہو، ہمارا رب حلول ومس وفاصلہ وعزلت سے بہت بلند ہے۔ جل وعلا۔

دیکھو ائمہ اہلسنت بیٹھنے، چڑھنے، ٹھہرنے کی کیسی جڑ کاٹ رہے ہیں۔

---

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ما جاء فی قول اللہ تعالٰی الرحمٰن علی العرش استوٰی المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۵۲

[2] " " " " " " " " " " " " "

10/10

ضرب ۴۲: پھر امام اہلسنت سے نقل فرمایا:

وقد قال بعض اصحابنا ان الاستواء صفۃ اللہ تعالٰی ینفی الاعوجاج عنہ[1]۔ یعنی بعض ائمہ اہلسنت نے فرمایا کہ صفتِ استواء کے معنے ہیں کہ اللہ عزوجل کجی سے پاک ہے۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) اس تقدیر پر استواء صفاتِ سلبیہ سے ہوگا جیسے غنی یعنی کسی کا محتاج نہیں، یونہی مستوی یعنی اس میں کجی اور اعوجاج نہیں اور اب علٰی ظرفِ مستقر ہوگا اور اسی علو ملک وسلطان کا مفید، اور ثمّ تراخی فی الذکر کے لئے، کقولہ تعالٰی ثم کان من الذین اٰمنوا[2] (پھر ایمان والوں میں ہوا۔ت) وقولہ تعالٰی خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون[3] (اسے مٹی سے پیدا کیا پھر اس کو فرمایا ہوجا، تو وہ ہوگیا۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

ضرب ۴۳: پھر امام استاذ ابو منصور ابن ابی ایوب سے نقل فرمایا کہ انھوں نے مجھے لکھ بھیجا:

ان کثیرا من متاخری اصحابنا ذھبوا الٰی ان الاستواء ھو القھر والغلبۃ، ومعناہ ان الرحمٰن غلب العرش وقھرہ، وفائدتہ الاخبار عن قھرہ مملوکاتہ، وانھا لم تقھرہ وانما خص العرش بالذکر لانہ اعظم المملوکات فنبہ بالاعلی علی الادنی، قال والاستواء بمعنی القھر والغلبۃ شائع فی اللغۃ کما یقال استوی فلان علی الناحیۃ اذا غلب اھلھا وقال الشاعر فی

یعنی بہت متاخرین علمائے اہل سنت اس طرف گئے کہ استواء بمعنی قہر وغلبہ ہے، آیت کے معنی یہ ہیں کہ رحمٰن عزجلالہ عرش پر غالب اور اس کا قاہر ہے، اور اس ارشاد کا فائدہ یہ خبر دینا ہے کہ مولٰی تعالٰی اپنی تمام مملوکات پر قابو رکھتا ہے مملوکات کا اس پر قابو نہیں۔ اور عرش کا خاص ذکر اس لئے فرمایا کہ وہ جسامت میں سب مملوکات سے بڑا ہے تو اس کے ذکر سے باقی سب پر تنبیہ فرمادی، اور استواء بمعنی قہر وغلبہ زبان عرب میں شائع ہے پھر نثر ونظم سے اس کی نظیریں پیش کیں کہ

---

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ما جاء فی قول اللہ تعالٰی الرحمٰن علی العرش استوٰی المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/۱۵۳

[2] القرآن الکریم ۹۰/۱۷

[3] 〃 〃 ۳/۵۹

بشر بن مروان ؎

قد استوی بشر علی العراق
من غیر سیف و دم مهراق

یریدانه غلب اھله من غیر محاربة۔[1]

جب کوئی شخص کسی بستی والوں پر غالب آجائے تو کہا جاتا ہے "استوٰی فلان علی الناحیۃ" اور شاعر نے بشر بن مروان کے بارے میں کہا "تحقیق بشر عراق پر غالب آگیا تلوار کے ساتھ خون بہائے بغیر" شاعر کی مراد یہ ہے کہ وہ جنگ کے بغیر بستی والوں پر غالب آگیا۔ (ت)

گمراہ وہابیو! تم نے دیکھا کہ تمہاری ہی پیش کردہ کتابوں نے تمہیں کیا کیا سزائے کردار کو پہنچایا مگر تمہیں حیا کہاں!

دُوسرا تپانچہ

جاہل بے خرد نے بک دیا کہ اللہ تعالٰی کا احاطہ فقط از روئے علم ہے اس میں اللہ عزوجل کی قدرت کا بھی منکر ہوا، اللہ عزوجل کی صفتِ بصر سے بھی بے بصر ہوا، اپنی مستندہ کتابوں کا بھی خلاف کیا، خود اپنی بیہودہ تحریر سے بھی تناقض و اختلاف کیا۔ وجوہ سنئے:

ضرب ۴۴: قال اللہ تعالٰی:

الا انھم فی مریة من لقاء ربھم الا انه بکل شیئ محیط۔[2]

سُنتا ہے وہ شک میں ہیں اپنے رب سے ملنے سے۔ سُنتا ہے خدا ہر چیز کو محیط ہے۔

ضرب ۴۵: قال اللہ تعالٰی:

وکان اللہ بکل شیئ محیطا۔[3]

اللہ ہر شے کو محیط ہے۔

ضرب ۴۶: قال اللہ تعالٰی:

واللہ من ورائھم محیط۔[4]

اللہ ان کے آس پاس سے محیط ہے۔

ان تینوں آیتوں میں اللہ عزوجل کو محیط بتایا ہے، احاطہ علم کی آیت جُدا ہے،

---

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ما جاء فی قول اللہ تعالٰی الرحمٰن علی العرش استوٰی المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۵۳

[2] القرآن الکریم ۴۱/ ۵۴

[3] " " ۴/ ۱۲۶

[4] " " ۸۵/ ۲۰

وان اللہ قد احاط بکل شیئ علما[1] بیشک اللہ تعالٰی کا علم ہر شے کو محیط ہے (ت)

ضرب ۴۷ : ترجمہ رفیعیہ میں ہے :

"خبردار ہو تحقیق وہ بیچ شک کے ہیں ملاقات پروردگار اپنے کی سے، خبردار ہو تحقیق وہ ہر چیز کو گھیر رہا ہے۔"[2]

ضرب ۴۸ : اسی میں ہے :

"اور ہے اللہ ساتھ ہر چیز کے گھیرنے والا۔"[3]

ضرب ۴۹ : اسی میں ہے :

"اور اللہ ان کے پیچھے سے گھیر رہا ہے۔"[4]

ضرب ۵۰ : موضح القرآن میں ہے :

"سنتا ہے وہ دھوکے میں ہیں اپنے رب کی ملاقات سے، سنتا ہے وہ گھیر رہا ہے ہر چیز کو۔"[5]

ضرب ۵۱ : اسی میں زیر آیت ثالثہ ہے :

"اور اللہ نے ان کے گرد سے گھیرا ہے۔"[6]

ان دونوں تیرے مستند مترجموں نے بھی یہ احاطہ خود اللہ عزوجل ہی کی طرف نسبت کیا۔

ضرب ۵۲ : اسی میں زیر آیت ثانیہ ہے :

"اللہ کے ڈھب میں ہے سب چیز۔"[7] یہ احاطہ ازروئے قدرت لیا۔

ضرب ۵۳ : جامع البیان میں زیر آیت اولٰی ہے :

---

[1] القرآن الکریم ۶۵/ ۱۲

[2] ترجمہ شاہ رفیع الدین آیۃ ۴۱/ ۵۴ ممتاز کمپنی لاہور ص ۵۲۹ و ۵۳۰

[3] 〃 〃 〃 〃 ۴/ ۱۲۶ ممتاز کمپنی لاہور ص ۱۰۹

[4] 〃 〃 〃 〃 ۸۵/ ۱۲ 〃 〃 〃 ص ۶۵

[5] موضح القرآن ترجمہ و تفسیر شاہ عبدالقادر ۱۲۱ تاج کمپنی لاہور ص ۵۱۱

[6] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۱۱۶

[7] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۱۲۰

الکل تحت علمه و قدرته۔[1] یعنی سب اُس کے علم وقدرت کے نیچے ہیں۔

ضرب ۵۴: زیرِ آیت ثانیہ ہے:

بعلمه و قدرته اللہ علم وقدرت دونوں کی رُو سے محیط ہے۔[2]

ضرب ۵۵: مدارک شریف میں زیرِ آیت ثالثہ ہے:

عالم باحوالهم وقادر علیهم وهم لا یعجزونه۔[3] یعنی اللہ اُن کے احوال کا عالم اور اُن پر قادر ہے وہ اسے عاجز نہیں کرسکتے۔

ضرب ۵۶: کتاب الاسماء میں ہے:

المحیط راجع الی کمال العلم و القدرة۔[4] اسم الٰہی محیط کے معنی کمال علم وقدرت کی طرف راجع ہیں۔

ان تیرے مستندوں نے احاطہ فقط از روئے علم ہونا کیسا باطل کیا۔

ضرب ۵۷: اللہ عزوجل کی بصر بھی محیط ہے، قال تعالٰی:

انه بکل شیئ بصیر۝[5] اللہ تعالٰی ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔

ضرب ۵۸: اس کا سمع بھی محیط اشیاء ہے۔

کما حققه عالم اھل السنة مدظله فی منھیات سبحٰن السبوح۔ جیسا کہ عالم اہلسنت نے "سبحٰن السبوح" کے منہیات میں اس کی تحقیق فرمائی ہے (ت)

ضرب ۵۹: قدرت بھی محیط ہے، قال تعالٰی:

ان اللہ علٰی کل شیئ قدیر۝[6] بیشک اللہ تعالٰی ہر شے پر قادر ہے (ت)

ضرب ۶۰: خالقیت بھی محیط ہے، قال تعالٰی:

خالق کل شیئ فاعبدوہ۔[7] اللہ تعالٰی ہر شے کا خالق ہے پس اسی کی عبادت کرو۔ (ت)

---

[1] جامع البیان محمد بن عبدالرحمٰن آیۃ ۴۱/ ۵۴ دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ ۲/ ۲۵۲

[2] " " " " " " ۴/ ۱۲۶ " " " " " ۱/ ۱۴۶

[3] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) " ۸۵/ ۲۰ دار الکتاب العربی بیروت ۴/ ۳۴۷

[4] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی جامع ابواب ذکر الاسماء التی تتبع فی التشبیہ الخ المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۱/ ۸۱

[5] القرآن الکریم ۶۷/ ۱۹ [6] القرآن الکریم ۲/ ۲۰ و ۲/ ۱۰۶ و ۲/ ۱۰۹ و ۲/ ۱۴۸ وغیرہ

[7] " " ۶/ ۱۰۲

ضرب ۶۱ : مالکیت بھی محیط ہے ، قال تعالٰی ،

بیدہ ملکوت کل شیئ [1] اسی کے ہاتھ میں ہر چیز کا قبضہ ہے (ت)

اس بے خرد وہابی نے فقط از روئے علم کہہ کر ان تمام صفاتِ الٰہیہ کے احاطہ سے انکار کر دیا ، آنکھیں رکھتا ہو تو سوجھے کہ اپنی گہری جہالت کی گھٹا ٹوپ اندھیری میں کتنی آیتوں کا رد کر گیا۔

یا اگر مذہب متقدمین لیجئے تو ہم ایمان لاسئے کہ ہمارے مولٰی تعالٰی کا علم محیط ہے جیسا کہ سورۂ طلاق میں فرمایا ، اور احاطۂ علم کے معنے ہمیں معلوم ہیں کہ

لایعزب عنه مثقال ذرۃ فی السمٰوٰت ولا فی الارض [2] اس سے غائب نہیں ذرّہ بھر کوئی چیز آسمانوں میں اور نہ زمین میں۔ (ت)

اور ہمارا مولٰی عزوجل محیط ہے جیسا کہ سورۂ نساء ، سورۂ فصلت و سورۂ بروج میں ارشاد فرمایا اور اس کا احاطہ ہماری عقل سے ورا ہے۔

اٰمنا به کل من عند ربنا [3] ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔ (ت)

اور اگر مسلک متاخرین چلئے تو اللہ تعالٰی جس طرح از روئے علم محیط ہے یونہی از روئے قدرت از روئے سمع و از راہِ بصر و از جہت ملک و از وجہ خلق وغیر ذلک ، تو فقط علم میں احاطہ منحصر کر دینا ان سب صفات و آیات سے منکر ہو جانا ہے۔

ضرب ۶۲ : بیوقوف چند سطر بعد مانے گا کہ جتنی صفتیں کلامِ شارع میں وارد ہیں اُن سے سکوت نہ ہوگا یہاں احاطۂ ذات سے سکوت کیسا ، انکار کر گیا مگر وہابی را حافظہ نباشد ، یہ کیسا صریح تناقض ہے۔

تیسرا تپانچہ

اصل تپانچہ قیامت کا تپانچہ جس سے مجسمی گمراہی کا مُنہ ہو جائے

بدمذہب گمراہ نے صاف بک دیا کہ اس کا معبود مکان رکھتا ہے عرش پر بستا ہے ،

---

[1] القرآن الکریم ۳۶ / ۸۳
[2] " " ۳۴ / ۳
[3] " " ۳ / ۷

تعالی اللہ عما یقول الظلمون علوا کبیرا ہ (اللہ تعالٰی اس سے بہت بلند ہے جو ظالم کہتے ہیں۔ت)

ضرب ۶۳ : وہابیہ مجسمہ کے پیر مغاں اسمٰعیل آنجہانی علیہ ما علیہ کے دادا پیر اور استاد اور باپ یعنی جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کا ارشاد اوپر گزرا کہ اہلسنت کے اعتقاد میں اللہ عزوجل مکان سے پاک ہے، اس کے بدعتی ہونے میں انھیں کا فتوٰی کافی۔

ضرب ۶۴ تا ۶۷ : بحرالرائق و عالمگیری و قاضی خاں و فتاوٰی خلاصہ کی عبارتیں بھی اوپر گزریں کہ جو اللہ عزوجل کے لئے مکان مانے کافر ہے۔

یہ تو اوپر کے پانچ تھے اب اصل طرز کے لیجئے یعنی اُسی کی مستند کتابوں سے اُسے رگیدنا، پھر کچھ دلائل قاطعہ عقلیہ و نقلیہ کے جگردوز جوشن گزار تیروں سے مجسمیت کا کلیجا چھیدنا۔ و باللہ التوفیق و وصول التحقیق۔

ضرب ۶۸ : مدارک شریف سورۂ اعراف میں ہے،

انہ تعالٰی کان قبل العرش ولامکان و ھو الاٰن کما کان لان التغیر من صفات الاکوان[1]

بیشک اللہ تعالٰی عرش سے پہلے موجود تھا جب مکان کا نام و نشان نہ تھا اور وہ اب بھی ویسا ہی ہے جیسا جب تھا اس لئے کہ بدل جانا تو مخلوق کی شان ہے۔

ضرب ۶۹ : یونہی سورۂ طٰہٰ میں تصریح فرمائی کہ عرش مکانِ الٰہی نہیں، اللہ عزوجل مکان سے پاک ہے۔ عبارت سابقاً منقول ہوئی۔

ضرب ۷۰ : سورۂ یونس میں فرمایا :

ای استولٰی فقد یقدس الدیان جل وعز عن المکان و المعبود عن الحدود[2]

استواء بمعنی استیلاء و غلبہ ہے نہ بمعنی مکانیت اس لئے کہ اللہ عزوجل مکان سے پاک اور معبود جل وعلا حد و نہایت سے منزّہ ہے۔

ہزار نفریں اُس بیحیا آنکھ کو جو ایسے ناپاک بول بول کر ایسی کتابوں کا نام لیتے ہوئے ذرا نہ جھپکے۔

---

[1] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) آیت ۷/۵۴ دارالکتاب العربی بیروت ۲/۵۶

[2] " " " " ۱۰/۳ " " " " ۲/۱۵۳

ضرب ۱۷: امام بیہقی کتاب الاسماء والصفات میں امام اجل ابو عبداللہ حلیمی سے زیر اسم پاک متعالی نقل فرماتے ہیں :

معناہ المرتفع عن ان یجوز علیہ مایجوز علی المحدثین من الازواج والاولاد والجوارح والاعضاء واتخاذ السریر للجلوس علیہ، والاحتجاب بالستور عن ان تنفذ الابصار الیہ، والانتقال من مکان الی مکان، ونحو ذلک فان اثبات بعض ھذہ الاشیاء یوجب النھایۃ وبعضھا یوجب الحاجۃ، وبعضھا یوجب التغیر والاستحالۃ، وشیئ من ذلک غیر لائق بالقدیم ولاجائز علیہ[1]

یعنی نام الٰہی متعالی کے یہ معنی ہیں کہ اللہ عزوجل اس سے پاک ومنزہ ہے کہ جو باتیں مخلوقات پر روا ہیں جیسے جورو، بیٹا، آلات، اعضاء، تخت پر بیٹھنا، پردوں میں چھپنا، ایک مکان سے دوسرے کی طرف انتقال کرنا (جس طرح چڑھنے اُترنے، چلنے، ٹھہرنے میں ہوتا ہے) اس پر روا ہوسکیں اس لئے کہ ان میں بعض باتوں سے نہایت لازم آئے گی بعض سے احتیاج بعض سے بدلنا متغیر ہونا اور ان میں سے کوئی امر اللہ عزوجل کے لائق نہیں، نہ اس کے لئے امکان رکھے۔

کیوں پچتائے تو نہ ہوگے کتاب الاسماء کا حوالہ دے کر، تف ہزار تف وہابیہ مجسمہ کی بے حیائی پر۔

ضرب ۷۲: باب ماجاء فی العرش میں امام سلیمٰن خطابی علیہ الرحمۃ سے نقل فرماتے ہیں :

لیس معنی قول المسلمین ان اللہ تعالٰی استوی علی العرش ھو انہ مماس لہ، او متمکن فیہ، او متحیز فی جھۃ من جھاتہ، لکنہ بائن من جمیع خلقہ، وانما ھو خبر جاء بہ التوقیف فقلنا بہ ونفینا عنہ التکیف اذ لیس کمثلہ شیئ وھو

مسلمانوں کے اس قول کے کہ "اللہ تعالٰی عرش پر ہے" یہ معنی نہیں کہ وہ عرش سے لگا ہوا ہے یا وہ اس کا مکان ہے یا وہ اس کی کسی جانب میں ٹھہرا ہوا ہے بلکہ وہ تو اپنی تمام مخلوق سے نرالا ہے یہ تو ایک خبر ہے کہ شرع میں وارد ہوئی تو ہم نے مانی اور چگونگی اس سے دور و مسلوب جانی اس لئے کہ اللہ کے مشابہ کوئی

---

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی جامع ابواب ذکر الاسماء التی تتبع نفی التشبیہ الخ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۱/۲۹

السمیع العلیم[1] | چیز نہیں اور وہی ہے سننے دیکھنے والا۔

ضرب ۷۳: اُس سے گزرا کہ اللہ عزوجل کے علو سے اُس کا مکانِ بالا میں ہونا مراد نہیں، مکان اُسے نہیں گھیرتا۔

ضرب ۷۴: نیز یہ کلیہ بھی گزرا کہ جو اجسام پر روا ہے اللہ عزوجل پر روا نہیں۔

ضرب ۷۵: اُسی میں یہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے طبقات آسمان پھر اُن کے اُوپر عرش پھر طبقاتِ زمین کا بیان کرکے فرمایا:

والذی نفس محمد بیدہ لو انکم دلیتم احدکم بحبل الی الارض السابعۃ لھبط علی اللہ تبارک وتعالٰی ثم قرأ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھو الاول والاٰخر والظاھر والباطن[2]

قسم اُس کی جس کے دستِ قدرت میں محمد (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی جان ہے اگر تم کسی کو رسّی کے ذریعہ سے ساتویں زمین تک لٹکاؤ تو وہاں بھی وہ اللہ عزوجل ہی تک پہنچے گا۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ اللہ ہی ہے اول و آخر و ظاہر و باطن۔

اس حدیث کے بعد امام فرماتے ہیں:

الذی روی فی اٰخر ھذا الحدیث اشارۃ الٰی نفی المکان عن اللہ تعالٰی وان العبد اینما کان فھو فی القرب والبعد من اللہ تعالٰی سواء، وانہ الظاھر فیصح ادراکہ بالادلۃ، الباطن فلا یصح ادراکہ بالکون فی مکان[3]۔

اس حدیث کا پچھلا فقرہ اللہ عزوجل سے نفی مکان پر دلالت کرتا ہے اور یہ کہ بندہ کہیں ہو اللہ عزوجل سے قُرب وبُعد میں یکساں ہے اور یہ کہ اللہ ہی ظاہر ہے تو دلائل سے اُسے پہچان سکتے ہیں اور وہی باطن ہے کسی مکان میں نہیں کہ یوں اُسے جان سکیں۔

اقول یعنی اگر عرش اُس کا مکان ہوتا تو جو ساتویں زمین تک پہنچا وہ اُس سے کمال دُوری وبُعد پر ہوجاتا نہ کہ وہاں بھی اللہ ہی تک پہنچتا اور مکانی چیز کا ایک آن میں دو مختلف

---

[1] کتاب الاسماء والصفات باب ما جاء فی العرش والکرسی المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۳۹

[2] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی جامع ابواب ذکر الاسماء التی تتبع نفی التشبیہ الخ المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل ۲/ ۱۴۴

[3] " " " " " " " " " " " " " " " " " "

مکان میں موجود ہونا محال، اور یہ اُس سے بھی شنیع تر ہے کہ عرش تا فرش تمام مکانات بالا و زیریں دفعۃً اس سے بھرے ہوئے مانو کہ تجزیہ وغیرہ صدہا استحالے لازم آنے کے علاوہ معاذ اللہ اللہ تعالٰی کو اسفل و ادنٰی کہنا بھی صحیح ہوگا لاجرم قطعًا یقینًا ایمان لانا پڑے گا کہ عرش و فرش کچھ اُس کا مکان نہیں، نہ وہ عرش میں ہے نہ ماتحت الثرٰی میں، نہ کسی جگہ میں، ہاں اس کا علم و قدرت و سمع و بصر و ملک ہر جگہ ہے جس طرح امام ترمذی نے جامع میں ذکر فرمایا۔

ضرب ۷۶: پھر فرمایا،

واستدل بعض اصحابنا فی نفی المکان عنه تعالٰی بقول النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم "انت الظاهر فلیس فوقك شیئ وانت الباطن فلیس دونك شیئ" واذا لم یکن فوقه شیئ ولا دونه شیئ لم یکن فی مکان[1]

یعنی اور بعض ائمہ اہلسنت نے اللہ عزوجل سے نفیِ مکان پر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس قول سے استدلال کیا کہ اپنے رب عزوجل سے عرض کرتے ہیں تو ہی ظاہر ہے تو کوئی تجھ سے اُوپر نہیں، اور تُو ہی باطن ہے تو کوئی تیرے نیچے نہیں۔ جب اللہ عزوجل سے نہ کوئی اوپر ہوا نہ کوئی نیچے تو اللہ تعالٰی کسی مکان میں نہ ہوا۔

یہ حدیث صحیح مسلم شریف و سنن ابی داؤد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے ورواہ البیہقی فی الاسم الاول والاخر (اسے بیہقی نے اسم اول و آخر میں ذکر کیا ہے۔ ت)

اقول حاصلِ دلیل یہ کہ اللہ عزوجل کا تمام امکنہ زیر و بالا کو بھرے ہونا تو بداہۃً محال ہے ورنہ وہی استحالے لازم آئیں، اب اگر مکان بالا میں ہوگا تو اشیاء اس کے نیچے ہوں گی اور مکان زیریں میں ہُوا تو اشیاء اُس سے اُوپر ہوں گی اور وسط میں ہوا تو اُوپر نیچے دونوں ہونگی حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں، نہ اس سے اوپر کچھ ہے نہ نیچے کچھ۔ تو واجب ہوا کہ مولٰے تعالٰے مکان سے پاک ہو۔

ضرب ۷۷: عرش فرش جس جگہ کو معاذ اللہ مکانِ الٰہی کہو اللہ تعالٰے ازل سے اس میں متمکن تھا یا اب متمکن ہُوا، پہلی تقدیر پر وہ مکان بھی ازلی ٹھہرا اور کسی مخلوق کو ازلی ماننا باجماعِ مسلمین

---

[1] کتاب الاسماء والصفات باب ماجاء فی العرش والکرسی المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/۱۴۴

کفر ہے دوسری تقدیر پر اللہ عزوجل میں تغیر آیا اور یہ خلافِ شانِ الوہیت ہے۔

ضرب ۷۸: **اقول** مکان خواہ بُعدِ موہوم ہو یا مجرد یا سطح حاوی مکین کو اُس کا محیط ہونا لازم، محیط یا مماس بعض شے مکان بعض یا بعض مکان ہے نہ مکان شے، مثلاً ٹوپی کو نہیں کہہ سکتے کہ پہننے والے کا مکان۔ تم جوتا پہنے ہو تو یہ نہ کہیں گے کہ تمہارا مکان جُوتے میں ہے، تو عرش اگر معاذ اللہ مکانِ الٰہی ہو لازم کہ اللہ عزوجل کو محیط ہو، یہ محال ہے۔ قال اللہ تعالٰی: وکان اللہ بکل شیئ محیطا[1] اللہ تعالٰی عرش و فرش سب کو محیط ہے۔ وہ احاطہ جو عقل سے ورائے ہے اور اس کی شانِ قدوسی کے لائق ہے اس کا غیر اسے محیط نہیں ہوسکتا۔

ضرب ۷۹: نیز لازم کہ اللہ عزوجل عرش سے چھوٹا ہو۔

ضرب ۸۰: نیز محدود و محصور ہو۔

ضرب ۸۱: ان سب شناعتوں کے بعد جس آیت سے عرش کی مکانیت نکالی تھی وہی باطل ہوگئی، آیت میں عرش پر فرمایا ہے اور عرش مکانِ خدا ہو تو خدا عرش کے اندر ہوگا نہ کہ عرش پر۔

ضرب ۸۲: **اقول** جب تیرے نزدیک تیرا معبود مکانی ہوا تو دو حال سے خالی نہیں جزء لا یتجزی کے برابر ہوگا یا اس سے بڑا، اول باطل ہے کہ اس تقدیر پر تیرا معبود ہر چھوٹی چیز سے چھوٹا ہوا، ایک دانہ ریگ کے ہزارویں لاکھویں حصے سے بھی کمتر ہُوا، نیز اس صورت میں صدہا آیات واحادیث عین وید و وجہ و ساق وغیرہا کا انکار ہوگا کہ جب متشابہات ظاہر پر محمول ٹھہریں تو یہاں بھی معانی مفہومہ ظاہرہ مراد لینے واجب ہوں گے اور جزء لا یتجزی کے لئے آنکھ، ہاتھ، چہرہ، پاؤں ممکن نہیں۔ اگر کہئے وہ ایک ہی جزء ان سب اعضاء کے کام دیتا ہے، لہذا ان ناموں سے مسمّی ہوا تو یہ بھی باطل ہے کہ **اولاً** تو اس کے لئے یہ اشیاء مانی گئی ہیں نہ یہ کہ وہ خود یہ اشیاء ہے۔ **ثانیاً** باعیننا اور بل یداہ کا کیا جواب ہوگا کہ جزء لا یتجزی میں دو فرض نہیں کرسکتے اور مبسوطتان تو صراحۃً اس کا ابطال ہے جو ہر فرد میں بسط کہاں، اور ثانی بھی باطل ہے کہ اس تقدیر پر تیرے معبود کے ٹکڑے ہوسکیں گے اس میں حصے فرض کرسکیں گے اور معبودِ حق عزجلالہٗ اس سے پاک ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/۱۲۶

ضرب ۸۳ : اقول جو کسی چیز پر بیٹھا ہو اس کی تین ہی صورتیں ممکن، یا تو وہ بیٹھک اس کے برابر ہے یا اس سے بڑی ہے کہ وہ بیٹھا ہے اور جگہ خالی باقی ہے یا چھوٹی ہے کہ وہ پورا اس بیٹھک پر نہ آیا کچھ حصہ باہر ہے۔ اللہ عزوجل میں یہ تینوں صورتیں محال ہیں، وہ عرش کے برابر ہو تو جتنے حصے عرش میں ہو سکتے ہیں اُس میں بھی ہو سکیں گے، اور چھوٹا ہو تو اُسے خدا کہنے سے عرش کو خدا کہنا اَولٰی ہے کہ وہ خدا سے بھی بڑا ہے اور بڑا ہو تو بالفعل حصے متعین ہو گئے کہ خدا کا ایک حصہ عرش سے ملا ہے اور ایک حصہ باہر ہے۔

ضرب ۸۴ : اقول خدا اس عرش سے بھی بڑا بنا سکتا ہے یا نہیں، اگر نہیں تو عاجز ہوا حالانکہ ان اللہ علٰی کل شیئ قدیر[1] (بے شک اللہ تعالٰی ہر چیز پر قادر ہے۔ ت) اور اگر ہاں تو اب اگر خدا عرش سے چھوٹا نہیں برابر بھی ہو تو جب عرش سے بڑا بنا سکتا ہے اپنے سے بڑا بھی بنا سکتا ہے کہ جب دونوں برابر ہیں تو جو عرش سے بڑا ہے خدا سے بھی بڑا ہے اور اگر خدا عرش سے بڑا ہے تو غیر متناہی بڑا نہیں ہو سکتا کہ لاتناہی ابعاد دلائل قاطعہ سے باطل ہے لاجرم بقدر متناہی بڑا ہوگا، مثلاً عرش سے دونا فرض کیجئے، اب عرش سے سوائی ڈیوڑھی یون دگنی تگنی مقداروں کو پوچھتے جائیے کہ خدا ان کے بنانے پر قادر ہے یا نہیں، جہاں انکار کروگے خدا کو عاجز کہوگے اور اقرار کرتے جاؤ گے تو وہی مصیبت آڑے آئے گی کہ خدا اپنے سے بڑا بنا سکتا ہے۔

ضرب ۸۵ : اقول یہ تو ضرور ہے کہ خدا جب عرش پر بیٹھے تو عرش سے بڑا ہو ورنہ خدا اور مخلوق برابر ہو جائیں گے یا مخلوق اس سے بڑی ٹھہرے گی، اور جب وہ بیٹھنے والا اپنی بیٹھک سے بڑا ہے تو قطعاً اس پر پورا نہیں آسکتا جتنا بڑا ہے اتنا حصہ باہر رہے گا تو اس میں دو حصے ہوئے ایک عرش سے لگا اور ایک الگ۔ اب سوال ہوگا کہ یہ دونوں حصے خدا ہیں یا جتنا عرش سے لگا ہے وہی خدا ہے باہر والا خدائی سے جُدا ہے یا اس کا عکس ہے یا اُن میں کوئی خدا نہیں بلکہ دونوں کا مجموعہ خدا ہے، پہلی تقدیر پر دو خدا لازم آئیں گے، دوسری پر خدا و عرش برابر ہو گئے کہ خدا تو اتنے ہی کا نام رہا جو عرش سے ملا ہوا ہے، تیسری تقدیر پر خدا عرش پر نہ بیٹھا کہ جو خدا ہے وہ الگ ہے اور جو لگا ہے وہ خدا نہیں، چوتھی پر عرش خدا کا مکان نہ ہُوا کہ وہ اگر مکان ہے تو اُتنے ٹکڑے کا جو اس سے ملا ہے اور وہ خدا نہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۰ و ۱۰۶ و ۱۰۹ و ۱۴۸ وغیرہ۔

ضرب ۸۶ : **اقول** جو مکانی ہے اور جزء لایتجزے کے برابر نہیں اُسے مقدار سے مفر نہیں اور مقدار غیر متناہی بالفعل باطل ہے اور مقدار متناہی کے افراد نا متناہی ہیں اور شخص معین کو اُن میں سے کوئی قدر معین ہی عارض ہوگی، تو لاجرم تیرا معبود ایک مقدار مخصوص محدود پر ہوا اس تخصیص کو علت سے چارہ نہیں مثلاً کروڑ گز کا ہے تو دو کروڑ کا کیوں نہ ہُوا، دو کروڑ کا ہے تو کروڑ کا کیوں نہ ہوا، اس تخصیص کی علت تیرا معبود آپ ہی ہے یا اس کا غیر، اگر غیر ہے جب تو سچا خدا وہی ہے جس نے تیرے معبود کو اِتنے یا اُتنے گز کا بنایا، اور اگر خود ہی ہو تاہم بہر حال اُس کا حادث ہونا لازم کہ امور متساویۃ النسبۃ میں ایک کی ترجیح ارادے پر موقوف، اور ہر مخلوق بالارادہ حادث ہے تو وہ مقدار مخصوص حادث ہوئی اور مقداری کا وجود بے مقدار کے محال، تو تیرا معبود حادث ہوا، اور تقدم الشیئ علٰی نفسہٖ کا لزوم علاوہ۔

ضرب ۸۷ : **اقول** ہر مقدار متناہی قابلِ زیادت ہے تو تیرے معبود سے بڑا اور اس کے بڑے سے بڑا ممکن۔

ضرب ۸۸ : **اقول** جہات فوق و تحت دو مفہوم اضافی ہیں ایک کا وجود بے دوسرے کے محال، ہر بچہ جانتا ہے کہ کسی چیز کو اُوپر نہیں کہہ سکتے جب تک دوسری چیز نیچی نہ ہو، اور ازل میں اللہ عزوجل کے سوا کچھ نہ تھا۔ صحیح بخاری شریف میں عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کان اللہ تعالٰی ولم یکن شیئ غیرہ۔[1] اللہ تعالٰی تھا اور اس کے سوا کچھ نہ تھا۔

تو ازل میں اللہ عزوجل کا فوق یا تحت ہونا محال، اور جب ازل میں محال تھا تو ہمیشہ محال رہے گا ورنہ اللہ عزوجل کے ساتھ حوادث کا قیام لازم آئے گا اور یہ محال ہے۔ کتاب الاسماء والصفات میں امام ابوعبداللہ حلیمی سے ہے:

اذا قیل للہ العزیز فانما یراد بہ الاعتراف لہ بالقدم الذی لایتھیأ معہ تغیرہ عما لم یزل علیہ من القدرۃ والقوۃ، و

جب اللہ تعالٰی کو عزیز کہا جائے تو اس سے اس کے قدم کا اعتراف ہے کہ جس کی بنا پر ازل سے اسکی قدرت وطاقت پر کوئی تغیر نہیں ہوا، اور اللہ تعالٰی کی پاکیزگی کی طرف راجع ہے ان چیزوں سے جو

---

[1] صحیح البخاری کتاب بدء الخلق باب ماجاء فی قول اللہ تعالٰی وھو الذی یبدؤ الخلق الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۵۳

ذلك عائد الی تنزیهه تعالیٰ عما یجوز علی المصنوعین لاعراضهم بالحدوث فی انفسهم للحوادث ان تصیبهم وتغیرهم[1]	مخلوق کے لئے ہوسکتی ہیں کیونکہ وہ خود اور ان کے حوادث تغیر پاتے ہیں۔ (ت)

ضرب ۸۹ : اقول ہر ذی جہت قابل اشارۂ حسیہ ہے کہ اُوپر ہوا تو اُنگلی اُوپر کو اٹھا کر بتا سکتے ہیں کہ وُہ ہے اور نیچے ہُوا تو نیچے کو۔ اور ہر قابل اشارۂ حسیہ متحیز ہے اور متحیز جسم یا جسمانی ہے اور ہر جسم و جسمانی محتاج ہے اور اللہ عزوجل احتیاج سے پاک ہے تو واجب ہُوا کہ جہت سے پاک ہو، نہ اوپر ہو نہ نیچے، نہ آگے نہ پیچھے، نہ دہنے نہ بائیں تو قطعاً لازم کہ کسی مکان میں نہ ہو۔

ضرب ۹۰ : اقول عرش زمین سے غایت بُعد پر ہے اور اللہ بندے سے نہایت قرب میں۔ قال اللہ تعالےٰ :

نحن اقرب الیه من حبل الورید○[2]	ہم تمھاری شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں (ت)

قال اللہ تعالیٰ :

اذا سألك عبادی عنی فانی قریب[3]	جب تجھ سے میرے متعلق میرے بندے سوال کریں تو میں قریب ہوں۔ (ت)

تو اگر عرش پر اللہ عزوجل کا مکان ہوتا اللہ تعالےٰ ہر دور تر سے زیادہ ہم سے دور ہوتا، اور وہ بنص قرآن باطل ہے۔

ضرب ۹۱ : مولیٰ تعالیٰ اگر عرش پر چڑھا بیٹھا ہے تو اس سے اُتر بھی سکتا ہے یا نہیں، اگر نہیں تو عاجز ہوا اور عاجز خدا نہیں، اور اگر ہاں تو جب اُترے گا عرش سے نیچے ہوگا تو اس کا اسفل ہونا بھی ممکن ہُوا اور اسفل خدا نہیں۔

ضرب ۹۲ : اقول اگر تیرے معبود کے لئے مکان ہے اور مکان ومکانی کو جہت سے چارہ نہیں کہ جہات نفس امکنہ ہیں یا حدود امکنہ، تو اب دو حال سے خالی نہیں، یا تو آفتاب کی طرح صرف ایک ہی طرف ہوگا یا آسمان کی مانند ہر جہت سے محیط۔ اوّلیٰ باطل ہے بوجوہ :

---

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی جماع ابواب ذکر الاسماء التی تتبع نفی التشبیہ الخ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۱/۱
[2] القرآن الکریم ۵۰/ ۱۶
[3] " " ۲/ ۱۸۶

اولاً آیہ کریمہ وکان اللہ بکل شیئ محیطا[1] (اللہ تعالٰی کی قدرت ہر چیز کو محیط ہے۔ ت) کے مخالف ہے۔

ثانیاً کریمہ اینما تولوا فثم وجہ اللہ[2] (تم جدھر پھرو تو وہاں اللہ تعالٰی کی ذات ہے۔ ت) کے خلاف ہے۔

ثالثاً زمین کروی یعنی گول ہے اور اُس کی ہر طرف آبادی ثابت ہوئی ہے اور بحمد اللہ ہر جگہ اسلام پہنچا ہوا ہے نئی پرانی دُنیا میں سب محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کلمے سے گونج رہی ہیں شریعتِ مطہرہ تمام بقاع کو عام ہے۔

تبٰرك الذی نزل الفرقان علٰی عبدہ لیکون للعٰلمین نذیرا[3]۔

وہ پاک ذات ہے جس نے اپنے خاص بندے پر قرآن نازل فرمایا تاکہ سب جہانوں کے لئے ڈر سنانے والا ہو۔ (ت)

اور صحیح بخاری میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان احدکم اذا کان فی الصلٰوۃ فان اللہ تعالٰی قبل وجہہ فلا یتنخمن احد قبل وجہہ فی الصلٰوۃ[4]۔

جب تم میں کوئی شخص نماز میں ہوتا ہے تو اللہ تعالٰی اُس کے منہ کے سامنے ہے تو ہرگز کوئی شخص نماز میں سامنے کو کھکار نہ ڈالے۔

اگر اللہ تعالٰی ایک ہی طرف ہے تو ہر پارہ زمین میں نماز پڑھنے والے کے سامنے کیونکر ہوسکتا ہے۔

رابعاً ان گمراہوں مکان وجہت ماننے والوں کے پیشواؤں ابن تیمیہ وغیرہ نے اللہ تعالٰی کے جہت بالا میں ہونے پر خود ہی یہ دلیل پیش کی ہے کہ تمام جہان کے مسلمان دُعا و مناجات کے وقت ہاتھ اپنے سروں کی طرف اٹھاتے ہیں۔ پُر ظاہر کہ یہ دلیل ذلیل طبل کلیل کہ ائمہ کرام جس کے پرخچے اُڑا چکے اگر ثابت کرے گی تو اللہ عزوجل کا سب طرف سے محیط ہونا کہ ایک ہی طرف ہوتا تو دین کے

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۲۶
[2] " " ۲/ ۱۱۵
[3] " " ۲۵/ ۱
[4] صحیح البخاری کتاب الاذان باب ھل یلتفت لامر ینزل بہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰۴

مسلمان سر کی طرف ہاتھ اٹھاتے جہاں وہ سروں کے مقابل ہے باقی اطراف کے مسلمان سروں کی طرف کیونکر اٹھاتے بلکہ سمت مقابل کے رہنے والوں پر لازم ہوتا کہ اپنے پاؤں کی طرف ہاتھ بڑھائیں کہ ان مجسمہ کا معبود اُن کے پاؤوں کی طرف ہے۔ بالجملہ پہلی شق باطل ہے۔ رہی دوسری اس پر یہ احاطہ عرش کے اندر اندر ہرگز نہ ہوگا ورنہ استواء باطل ہو جائے گا، ان کا معبود عرش کے اوپر نہ ہوگا نیچے قرار پائے گا، لاجرم عرش کے باہر سے احاطہ کرے گا اب عرش ان کے معبود کے پیٹ میں ہوگا تو عرش اس کا مکان کیونکر ہو سکتا ہے بلکہ وہ عرش کا مکان ٹھہرا اور اب عرش پر بیٹھنا بھی باطل ہوگیا کہ جو چیز اپنے اندر ہو اس پر بیٹھنا نہیں کہہ سکتے کیا تمھیں کہیں گے کہ تم اپنے دل یا جگر یا طحال پر بیٹھے ہوئے ہو، گمراہو! حجۃ اللہ یوں قائم ہوتی ہے۔

ضرب ۹۳: اقول شرع مطہر نے تمام جہان کے مسلمانوں کو نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنے کا حکم فرمایا، یہی حکم دلیل قطعی ہے کہ اللہ عزوجل جہت و مکان سے پاک و بری ہے، اگر خود حضرت عزت جلالہ کے لئے طرف و جہت ہوتی تو محض مہمل و باطل تھا کہ اصل معبود کی طرف منہ کر کے اس کی خدمت میں کھڑا ہونا اس کی عظمت کے حضور بیٹھ جھکانا اُس کے سامنے خاک پر منہ ملنا چھوڑ کر ایک اور مکان کی طرف سجدہ کرنے لگیں حالانکہ معبود دوسرے مکان میں ہے، بادشاہ کا مُجرئی اگر بادشاہ کو چھوڑ کر دیوان خانہ کی کسی دیوار کی طرف منہ کر کے آداب مجرا بجا لائے اور دیوار ہی کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا رہے تو بے ادب مسخرہ کہلائے گا یا مجنون پاگل۔ ہاں اگر معبود سب طرف سے زمین کو گھیرے ہوتا تو البتہ جہت قبلہ مقرر کرنے کی جہت نکل سکتی کہ جب وہ ہر سمت سے محیط ہے تو اس کی طرف منہ تو ہر حال میں ہوگا ہی، ایک ادب قاعدے کے طور پر ایک سمت خاص بنا دی گئی، مگر معبود ایسے گھیرے سے پاک ہے کہ یہ صورت دو ہی طور پر متصور ہے، ایک یہ کہ عرش تا فرش سب جگہیں اس سے بھری ہوں جیسے ہر خلا میں ہوا بھری ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ عرش سے باہر باہر افلاک کی طرح محیط عالم ہو اور بیچ میں خلا جس میں عرش و کرسی، آسمان و زمین و مخلوقات واقع ہیں، اور دونوں صورتیں محال ہیں۔ پچھلی اس لئے کہ اب وہ صمد نہ رہے گا، صمد وہ جس کے لئے جوف نہ ہو، اور اس کا جوف تو اتنا بڑا ہوا، معہذا جب خالق عالم آسمان کی شکل پر ہوا تو تمھیں کیا معلوم ہوا کہ وہ یہی آسمان اعلیٰ ہو جسے فلک اطلس و فلک الافلاک کہتے ہیں، جب تشبیہ ٹھہری تو اس کے استحالے پر کیا دلیل ہو سکتی ہے، اور پہلی صورت اس سے بھی شنیع تر و بدیہی البطلان ہے کہ جب مجسمہ گمراہوں کا وہی معبود عرش تا فرش ہر مکان کو بھرے ہوئے ہے تو معاذ اللہ ہر پاخانے غسل خانے میں ہوگا مردوں کے پیٹ اور عورتوں کے

رحم میں بھی ہوگا، راہ چلنے والے اسی پر پاؤں اور جوتا رکھ کر چلیں گے معہذا اس تقدیر پر تمھیں کیا معلوم کہ وہ یہی ہوا ہو جو ہر جگہ بھری ہے۔ جب احاطۂ جسمانیہ ہر طرح باطل ہوا تو بالضرورۃ ایک ہی کنارے کو ہوگا اور شک نہیں کہ کرہ زمین کے ہر سمت رہنے والے جب نمازوں میں کعبے کو منہ کریں گے تو سب کا منہ اس ایک ہی کنارے کی طرف ہوگا جس میں تم نے خدا کو فرض کیا ہے بلکہ ایک کا منہ ہے تو دوسرے کی پیٹھ ہوگی، تیسرے کا بازو، ایک کا سر ہوگا تو دوسرے کے پاؤں۔ یہ شریعت مطہرہ کو سخت عیب لگانا ہوگا۔ لاجرم ایمان لانا فرض ہے کہ وہ غنی بے نیاز مکان وجہت وجملہ اعراض سے پاک ہے وللہ الحمد۔

ضرب ۹۴: اقول صحیحین میں ابوہریرہ اور صحیح مسلم میں ابوہریرہ وابوسعید رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ینزل ربنا کل لیلۃ الی سماء الدنیا حین یبقی ثلث اللیل الاٰخر فیقول من یدعونی فاستجیب لہ[1] الحدیث۔	ہمارا رب عزوجل ہر رات تہائی رات رہے اس آسمانِ زیریں تک نزول کرتا اور ارشاد فرماتا ہے: ہے کوئی دعا کرنے والا کہ میں اس کی دعا قبول کروں۔

اور ارصاد صحیحہ متواترہ نے ثابت کیا ہے کہ آسمان وزمین دونوں گول بشکل کرہ ہیں آفتاب ہر آن طلوع وغروب میں ہے، جب ایک موضع میں طالع ہوتا ہے تو دوسرے میں غروب کرتا ہے، آٹھ پہر یہی حالت ہے تو دن اور رات کا ہر حصہ بھی یونہی آٹھ پہر باختلاف مواضع موجود رہے گا اس وقت یہاں تہائی رات رہی تو ایک لحظہ کے بعد دوسری جگہ تہائی رہے گی جو پہلی جگہ سے ایک مقدار خفیف پر مغرب کو ہٹی ہوگی ایک لحظہ بعد تیسری جگہ تہائی رہے گی وعلٰی ہذا القیاس، تو واجب ہے کہ مجسمہ کا معبود جن کے طور پر یہ نزول وغیرہ سب معنی حقیقی پر حمل کرنا لازم، ہمیشہ ہر وقت آٹھوں پہر بارھوں مہینے اسی نیچے کے آسمان پر رہتا ہو، غایت یہ کہ جو جو رات سرکتی جائے خود بھی ان لوگوں کے محاذات میں سرکتا ہو خواہ آسمان پر ایک ہی جگہ بیٹھا آواز دیتا ہو بہرحال جب ہر وقت اسی آسمان پر براج رہا ہے تو عرش پر بیٹھنے کا کون سا وقت آئے گا اور آسمان پر اُترنے کے کیا معنی ہوں گے۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب التہجد باب الدعاء والصلوٰۃ من آخر اللیل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۵۳
صحیح مسلم کتاب صلوٰۃ المسافرین باب صلوٰۃ اللیل وعدد رکعات الخ " " ۱/ ۲۵۸

بحمداللہ یہ بیس دلائل جلائل مثبت حق و مبطل باطل ہیں، تین افادہ ائمہ کرام اور سترہ افاضہ مولائے علام کہ بلا مراجعت کتاب ارتجالاً لکھ دیں، چودہ ایک جلسہ واحدہ خفیفہ میں اور باقی تین نماز کے بعد جلسہ ثانیہ میں. اگر کتب کلامیہ کی طرف رجوع کی جائے تو ظاہر ابہت دلائل ان میں ان سے جدا ہونگے بہت ان میں جدید و تازہ ہونگے اور عجب نہیں کہ بعض مشترک بھی ملیں مگر نہ زیادہ کی فرصت نہ حاجت، نہ اس رسالے میں کتب دیگر سے استناد کا قرارداد، لہذا اسی پر اقتصار و قناعت، اور توفیق الٰہی ساتھ ہو تو انھیں میں کفایت و ہدایت، والحمد للہ رب العٰلمین۔

اب ردّ جہالات مخالف لیجئے یعنی وہ جو اس بے علم نے اپنی گمراہی کے زور میں دو حدیثیں پیش خویش اپنی مفید جان کر پیش کیں۔

ضرب ۹۵: حدیث صحیح بخاری تو ان علامۃ الدہر صاحب نے بالکل آنکھیں بند کرکے لکھ دی اپنے معبود کا مکانی وجسم ہونا جو ذہن میں جم گیا ہے تو خواہی نخواہی بھی ہرا ہی ہرا سوجھتا ہے، حدیث کے لفظ یہ ہیں:

فقال وھو مکانہ یارب خفف عنا فان امتی لاتستطیع ھذا[1]	آپ نے اپنی جگہ پر فرمایا: اے رب! ہم پر تخفیف فرما کیونکہ میری امت میں استطاعت نہیں۔ (ت)

یعنی جب نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر پچاس نمازیں فرض ہوئیں اور حضور سدرہ سے واپس آئے آسمان ہفتم پر موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تخفیف چاہنے کے لئے گزارش کی حضور بمشورہ جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پھر عازم سدرہ ہوئے اور اپنے اسی مکان سابق پر پہنچ کر جہاں تک پہلے پہنچے تھے اپنے رب سے عرض کی: الٰہی! ہم سے تخفیف فرمادے کہ میری امت سے اتنی نہ ہوسکیں گی۔

یہاں سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مکان ترقی کا ذکر ہے، باؤلے فاضل نے جھٹ ضمیر حضرت عزت کی طرف پھیر دی یعنی حضور نے عرض کی اس حال میں کہ خدا اپنے اسی مکان میں بیٹھا ہوا تھا کہیں چلا نہ گیا تھا ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ بصیر صاحب کو اتنی بھی نہ سوجھی کہ وھو مکانہ جملہ حالیہ قال اور اس کے مقولے کے درمیان واقع ہے

---

[1] صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالٰی وکلم اللہ موسٰی تکلیما قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۲۰

تو اقرب کو چھوڑ کر بلا دلیل کیونکر گھڑ لیا جائے کہ یہ حال حضور سے نہیں اللہ عزوجل سے ہے جو اس جملے میں مذکور بھی نہیں مگر ہے یہ کہ :

من لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور[1]

جس کے لئے اللہ تعالٰی نور نہ بنائے تو اس کے لئے نور نہیں۔(ت)

ضرب ۹۶ : اپنی مستند کتاب الاسماء والصفات کو دیکھ کر اس حدیث کے باب میں کیا کیا فرماتے ہیں یہ حدیث شریک بن عبداللہ بن ابی نمر نے (جنھیں امام یحیٰی بن معین و امام نسائی نے لیس بالقوی[2] کہا ویسے قوی نہیں، اور تم غیر مقلدوں کے پیشوا ابن حزم نے اسی حدیث کی وجہ سے واہی وضعیف بتایا اور حافظ الشان نے تقریب[3] میں صدوق یخطئ فرمایا) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی جس میں جا بجا ثقات حفاظ کی مخالفت کی اس پر کتاب موصوف میں فرماتے ہیں :

وروی حدیث المعراج ابن شہاب الزھری عن انس بن مالک عن ابی ذر وقتادۃ عن انس بن مالک عن مالک بن صعصعۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ لیس فی حدیث واحد منھما شیئ من ذٰلک، وقد ذکر شریک بن عبداللہ بن ابی نمر فی روایتہ ھذا ما یستدل بہ علی انہ لم یحفظ الحدیث کما ینبغی لہ[4]

یعنی یہ حدیث معراج امام ابن شہاب زہری نے حضرت انس بن مالک انھوں نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اور قتادہ نے حضرت انس بن مالک انھوں نے حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ان روایات میں اصلاً ان الفاظ کا پتہ نہیں اور بیشک شریک نے روایت میں وہ باتیں ذکر کی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حدیث جیسی چاہیے انھیں یاد نہ تھی۔

ضرب ۹۷ : وجوہ مخالفت بیان کرکے فرمایا :

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۴۰

[2] میزان الاعتدال بحوالہ النسائی ترجمہ ۳۶۹۶ شریک بن عبداللہ دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۲۶۹

[3] تقریب التہذیب " ۲۷۹۶ " " دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۴۱۸

[4] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ماجاء فی قول اللہ "ثم دنا فتدلٰی الخ" المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۸۷

ثم ان ھذہ القصۃ بطولہا انما ھی حکایۃ حکاھا شریک عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ من تلقاء نفسہ، لم یعزھا الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولا رواھا عنہ ولا اضافہا الی قولہ، وقد خالفہ فیما تفرد بہ منہا عبد اللہ بن مسعود و عائشۃ و ابوھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم وھم احفظ واکبر واکثر۔[1]

یعنی پھر یہ قصہ حدیث مرفوع نہیں شریک نے صرف حضرت انس کا اپنا قول روایت کیا ہے جسے نہ نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی طرف نسبت کیا نہ حضور کا قول روایت کیا اور ان الفاظ میں ان کی مخالفت فرمائی حضرت عبد اللہ بن مسعود و حضرت ام المومنین صدیقہ و حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہم نے، اور وہ حفظ میں زائد، عمر میں زائد، عدد میں زائد۔

ضرب ۹۸: پھر امام ابوسلیمٰن خطابی سے نقل فرمایا:

وفی الحدیث لفظۃ اخری تفرد بہا شریک ایضا لم یذکرھا غیرہ، وھی قولہ فقال وھو مکانہ والمکان لایضاف الی اللہ تعالٰی سبحٰنہ انما ھو مکان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ومقامہ الاول الذی اقیم فیہ۔[2]

یعنی یہ لفظ مکان بھی صرف شریک نے ذکر کیا اوروں کی روایت میں اس کا پتہ نہیں اور مکان اللہ سبحٰنہ کی طرف منسوب نہیں، اس سے مراد تو نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا مکان اور حضور کا وہ مقام ہے جہاں اس نزول سے پہلے قائم کئے گئے تھے۔

کیوں کچے تو نہ ہوئے ہوگے، مگر توبہ وہابی گمراہ کو حیا کہاں!

ضرب ۹۹: اقول مسند امام احمد رضی اللہ تعالٰے عنہ کی حدیث مسند سیدنا ابی سعید خدری رضی اللہ تعالٰے عنہ میں ایک بار اس سند سے مروی:

حدثنا ابوسلمۃ انا لیث عن یزید بن الھاد عن عمرو عن ابی سعید الخدری۔[3]

دوبارہ یوں:

---

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ما جاء فی قول اللہ تعالٰی ثم دنا فتدلّٰی الخ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۸۷

[2] " " " " " " " " " " ۲/ ۱۸۸

[3] مسند احمد بن حنبل مروی از ابوسعید الخدری " دار الفکر بیروت ۳/ ۲۹

حدثنا یونس ثنا لیث الحدیث سنداً و متناً [1]

ان میں صرف اس قدر ہے کہ رب عزوجل نے فرمایا: بعزتی وجلالی [2] مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم۔

ارتفاعِ مکانی کا اصلاً ذکر نہیں۔ سہ بارہ اس سند سے روایت فرمائی:

حدثنا یحیٰی بن اسحٰق انا ابن لھیعۃ عن دراج عن ابی الھیثم عن ابی سعید الخدری۔

یہاں سرے سے قسم کا ذکر ہی نہیں صرف اتنا ہے کہ:

قال الرب عزوجل لا ازال اغفر لھم ما استغفرونی [3]	رب عزوجل نے فرمایا میں انھیں ہمیشہ بخشتا رہوں گا جب تک وہ مجھ سے استغفار کرینگے۔

امام اجل حافظ الحدیث عبدالعظیم منذری نے بھی یہ حدیث کتاب الترغیب والترھیب میں بحوالہ مسند امام احمد و مستدرک حاکم ذکر فرمائی اُنھوں نے بھی صرف اسی قدر نقل کیا کہ بعزتی وجلالی [4]۔ اور امام جلیل جلال الدین سیوطی نے جامع صغیر وجامع کبیر میں بھی بحوالہ مسند احمد و ابی یعلیٰ و حاکم ذکر کی ان میں بھی اتنا ہی ہے ارتفاعِ مکانی کا لفظ کسی میں نہیں، ہاں بیہقی نے کتاب الاسماء میں یہ حدیث اس طریق اخیر ابن لھیعہ سے روایت کی:

حیث قال اخبرنا علی بن احمد بن عبدان انا احمد بن عبید ثنا جعفر بن محمد ثنا قتیبۃ ثنا ابن لھیعۃ عن دراج عن ابی الھیثم عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ [5]

---

[1] مسند احمد بن حنبل مروی از ابوسعید خدری دارالفکر بیروت ۳/ ۴۱
[2] " " " " " " " ۳/ ۲۹ و ۴۱
[3] " " " " " " " ۳/ ۷۱
[4] الترغیب والترھیب کتاب الذکر والدعاء الترغیب فی الاستغفار مصطفی البابی مصر ۲/ ۴۶۸
[5] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ماجاء فی اثبات العزۃ للہ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۱/ ۲۲۱

مرتبہ ایسے شائع الاستعمال نہیں کہ کسی ادنیٰ ذی علم پر مخفی رہیں مگر جاہل بے خرد کا کیا علاج۔

ضرب ۱۰۳: **اقول** ممکن کہ مکان مصدر میمی ہو تو اس کا حاصل کون و وجود و ارتفاع و اعتلائے وجود الٰہی ہوگا۔

ضرب ۱۰۴: اضافت تشریفی بھی کبھی کسی ذی علم سے سُنی ہے، کعبہ کو فرمایا: بیتی میرا گھر۔ جبریل امین کو فرمایا: روحنا ہماری رُوح۔ ناقۂ صالح کو فرمایا: ناقۃ اللہ اللہ کی اونٹنی۔ اب کہہ دینا کہ اللہ کا بڑا شیش محل تو اُوپر ہے اور ایک چھوٹی سی کوٹھری رات کو سونے کی مکے میں بنا رکھی ہے اور تیرا معبود کوئی جاندار بھی ہے اونچی سی اونٹنی پر سوار بھی ہے ؎

بیحیا باش و انچہ خواہی گوئے

(بے حیا ہو جا اور جو چاہے کہہ دے)

وہی تیری جان کے دشمن امام بیہقی جن کی کتاب الاسماء کا نام تو نے ہمیشہ کے لئے اپنی جان کو آفت لگا دینے کے واسطے لے دیا اُسی کتاب الاسماء میں بعد عبارت مذکورۂ سابق فرماتے ہیں:

قال ابوسلیمٰن وھٰھنا لفظۃ اخری فی قصۃ الشفاعۃ رواھا قتادۃ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فیأتونی یعنی اھل المحشر یسألونی للشفاعۃ "فاستأذن علی ربی فی دارہ فیؤذن لی علیہ" اے فی دارہ التی دوّرھا لاولیائہ وھی الجنۃ کقولہ عزوجل "لھم دار السلام عند ربھم" وکقولہ تعالٰی "واللہ یدعوا الٰی دار السلٰم" وکما یقال بیت اللہ و حرم اللہ، یریدون البیت الذی جعل اللہ مثابۃ

ابو سلیمان نے فرمایا کہ یہاں شفاعت کے واقعہ میں ایک دوسرا لفظ ہے جس کو حضرت قتادہ نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ اور انھوں نے نبی پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا، تو میرے پاس اہلِ محشر آئیں گے شفاعت کی درخواست کریں گے، تو میں اللہ تعالٰی سے اجازت طلب کروں گا اس کے گھر میں، تو مجھے اجازتِ شفاعت ہوگی، فی دارہ سے مراد وہ دار ہے جس کو اللہ تعالٰی نے اپنے اولیاء کے لئے دار بنایا اور وہ جنت ہے۔ جیسے اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے" اور اللہ تعالٰی دار السلام کی طرف دعوت دیتا ہے (جنت کو اللہ تعالٰی کا دار کہنا) ایسے ہی ہے جیسے بیت اللہ اور حرم اللہ کہا جاتا ہے اور یہ مراد لیتے ہیں کہ وہ بیت جس کو

للناس، والحرم الذی جعله امنا ومثله روح اللہ علی سبیل التفضیل له علی سائر الارواح، وانما ذلك فی ترتیب الکلام کقوله جل وعلا (ای حکایة عن فرعون) ان رسولکم الذی ارسل الیکم لمجنون ۵ فاضاف الرسول الیھم وانما ھو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ارسل الیھم اھ باختصار۔

اللہ تعالٰی نے لوگوں کے لئے مرجع بنایا اور وہ حرم جس کو اللہ تعالٰی نے لوگوں کے لئے جائے امن بنایا، اسی طرح روح اللہ کہا گیا کہ جس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالٰی نے اس کو باقی روحوں پر فضیلت دی اور یہ صرف کلامی ترتیب ہے جیسے اللہ تعالٰی کا ارشاد فرعون سے حکایت کرتے ہوئے ہے کہ اس نے کہا: بنی اسرائیل! تمھارا رسول جو تمھاری طرف بھیجا گیا وہ مجنون ہے۔ تو یہاں رسول کی اضافت بنی اسرائیل کی طرف کی حالانکہ وہ صرف اللہ کے رسول ہیں، صلی اللہ علیہ وسلم، جنھیں اللہ تعالٰی نے ان کی طرف بھیجا ہے اھ اختصارًا (ت)

ضرب ۱۰۵ : کہ حدیث اول سے بھی جواب آخر ہے یہ دونوں حدیثیں بھی فرض کرلیں اور مکان اُسی تیرے گمان ہی کے معنے پر رکھیں اور اس کی نسبت جانب حضرت عزت بھی تیرے ہی حسب دلخواہ قرار دیں تو غایت یہ کہ دو حدیث آحاد میں لفظ مکان وارد ہوا اس قدر کیا قابلِ استناد ولائق اعتماد کہ ایسے مسائلِ ذات وصفاتِ الٰہی میں احادیث اصلاً قابل قبول نہیں وہی تیرے دشمن مستند، امام بیہقی اُسی کتاب الاسماء والصفات میں فرماتے ہیں:

ترك اھل النظر اصحابنا الاحتجاج باخبار الآحاد فی صفات اللہ تعالٰی اذا لم یکن لما انفرد منھا اصل فی الکتاب او الاجماع واشتغلوا بتاویله[2]

ہمارے ائمہ متکلمین اہلسنت وجماعت نے مسائل صفاتِ الٰہیہ میں اخبار آحاد سے سند لانی قبول نہ کی جبکہ وہ بات کہ تنہا ان میں آئی اُس کی اصل قرآن عظیم یا اجماع امت سے ثابت نہ ہو اور ایسی حدیثوں کی تاویل میں مشغول ہوئے۔

اُسی میں امام خطابی سے نقل فرمایا:

---

[1] کتاب الاسماء والصفات باب ماجاء فی قول اللہ تعالٰی ثم دنا فتدلّٰی الخ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۸۹ و ۱۹۰

[2] " " " باب ماذکر فی القدم والرجل " " " " " " " " ۲/ ۹۲

الاصل فی ھذا وما اشبھہ فی اثبات الصفات انہ لایجوز ذٰلك الا ان یکون بکتاب ناطق او خبر مقطوع بصحتہ، فان لم یکونا فیما یثبت من اخبار الاحادیث المستندۃ الٰی اصل فی الکتاب او فی السنۃ المقطوع بصحتہا او بموافقۃ معانیہا وماکان بخلاف ذٰلك فالتوقف عن اطلاق الاسم بہ ھو الواجب ویتأول حینئذ علٰی مایلیق بمعانی الاصول المتفق علیہا من اقاویل اھل الدین والعلم مع نفی التشبیہ فیہ، ھذا ھو الاصل الذی یبنی علیہ الکلام والمعتمدۃ فی ھذا الباب[1]

اس میں اور اس قسم کی صفات کے اثبات میں قاعدہ یہ ہے کہ یہ اثبات صرف کتاب اللہ یا قطعی حدیث سے ہو، اگر ان دونوں سے نہ ہو پھر اس کا ثبوت ان احادیث سے ہو جو کتاب اللہ اور قطعی صحیح حدیث سے مستند کسی ضابطہ کے مطابق اور ان کے معانی کے موافق ہو، اور جو ان کے مخالف ہو تو پھر اس صفت کے اسم کے اطلاق پر ہی اکتفا کیا جانا ضروری ہوگا اور اس کی مراد کے لئے ایسی تاویل کی جائیگی جو اہلِ دین اور اہلِ علم کے متفقہ اقوال کے معانی کے موافق ہو، اور ضروری ہے کہ اس صفت میں کوئی تشبیہ کا پہلو نہ ہو۔ یہی وہ قاعدہ ہے جس پر کلام کو مبنی کیا جائے اور اس باب میں یہی قابلِ اعتماد قاعدہ ہے۔ (ت)

ضرب ۱۰۶ : اقول تیری سب جہالتوں سے قطع نظر کی جائے تو ذرا اپنے دعوے کو سوجھ کر احادیث صریحہ صحیحہ سے عرش کا مکانِ الٰہی ہونا ثابت ہے۔ صریح ہونا بالائے طاق ان احادیث سے اگر بفرض باطل ثابت ہوگا تو یہ تیرے معبود کے لئے تیرے زعم میں مکان ہے اس سے یہ کیونکر نکلا کہ وہ مکان عرش ہی ہے۔ خود اپنا دعوٰی سمجھنے کی لیاقت نہیں اور چلے صفاتِ الٰہیہ میں کلام کرنے۔

ضرب ۱۰۷ : اقول بلکہ حدیث اول میں تو سدرۃ المنتہٰی کا ذکر ہے کہ:

ثم علا بہ فوق ذٰلك بما لایعلمہ الا اللہ حتی جاء سدرۃ المنتھٰی ودنا الجبار رب العزۃ فتدلٰی حتی کان منہ قاب قوسین او ادنٰی فاوحی الیہ فیما اوحی خمسین

پھر آپ اس سے اوپر گئے جہاں کا صرف اللہ تعالٰی کو ہی علم ہے حتی کہ آپ سدرۃ المنتہٰی پر آئے اور رب العزت کا قرب پایا پھر اور قرب پایا حتی کہ دو کمانوں کے فاصلہ پر ہوئے یا اس سے بھی زیادہ قرب پایا، تو اللہ تعالٰی نے ان کی طرف وحی

---

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ماذکر فی الاصابع المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۴۰

صلوٰۃ۔[1] الحدیث۔ فرمائی جو فرمائی اس وحی میں پچاس نمازیں بھی ہیں۔ الحدیث (ت)

تو اگر تیرے زعمِ باطل کے طور پر اطلاق مکان ثابت ہوگا تو سدرہ پر نہ عرش پر۔ انھیں کو احادیثِ صریحہ کہا تھا لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

چوتھا تپانچہ

یہ ادعا کہ "استوار علی العرش" کے معنے بیٹھنا، چڑھنا، ٹھہرنا مطابق سنّت ہیں۔

ضرب ۱۰۸: **اقول** تم وہابیہ کے دھرم میں تشریع کا منصب تین قرن تک جاری رہا تھا اور اس کے بعد عمومات و اطلاقاتِ شرعیہ کا دروازہ بھی بند ہوگیا، تو نے اسی تحریر میں لکھا ہے، جو بات امورِ دین میں بعد قرونِ ثلثہ کے ایجاد ہوئی بالاتفاق بدعت ہے وکل بدعۃ ضلالۃ (اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ت)۔

اب ذرا تھوڑی دیر کو مرد بن کر "استوار علی العرش" کے ان تینوں معنے کا صحابہ کرام یا تابعین یا تبع تابعین کے ائمہ سنّت سے باسانیدِ صحیحہ متعددہ ثبوت دیجئے ورنہ خود اپنے بدعتی گمراہ بددین فی النار ہونے کا اقرار کیجئے تیرہ صدی کے دو ایک ہندیوں کا لکھ دینا سنّت نہ ثابت کرسکے گا۔

ضرب ۱۰۹: **اقول** تو نے اسی تحریر میں نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کے انکار میں لکھا، کسی صحیح حدیث قولی و فعلی و تقریری سے ثابت نہیں، کچھ بھی شرم اور غیر مقلدی کی لاج ہے تو ان تینوں معنے کا ثبوت بھی کسی حدیث صحیح سے دو ورنہ اپنے لکھے کو سر پر ہاتھ رکھ کر روؤ۔

ضرب ۱۱۰: **اقول** یہ تو الزامی ضربیں تھیں اور تحقیقاً بھی قرآن عظیم کے معنے اپنی رائے سے کہنا سخت شنیع و ممنوع ہے تو ایسے معنے کا سلف صالح سے ثبوت دینا ضرور، اور قولِ بے ثبوت مردود و مہجور۔

ضرب ۱۱۱: ہر عاقل سمجھتا ہے کہ مولٰی سبحٰنہ وتعالٰی نے استوار کو اپنی مدح وثنا میں ذکر فرمایا ہے معاذاللہ بیٹھنے، چڑھنے، ٹھہرنے میں اس کی کیا تعریف نکلتی ہے کہ ان سے اپنی مدح فرماتا اور مدح بھی ایسی کہ بار بار بتکرار سات سورتوں میں اس کا بیان لاتا تو ان معانی پر استوار کو لینا مدح و تعریف میں قدح و تحریف میں کردینا ہے لاجرم بالیقین یہ ناقص و بے معنے معانی ہرگز مراد رب العزۃ نہیں۔

ضرب ۱۱۲: اوپر معلوم ہوچکا کہ آیاتِ متشابہات میں اہل سنّت کے صرف دو طریق ہیں،

---

[1] صحیح البخاری کتاب التوحید باب کلم اللہ موسٰی تکلیما قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۲۰

اوّل تفویض کہ کچھ معنے نہ کیے جائیں، اس طریق پر اصلاً ترجمے کی اجازت ہی نہیں کہ جب معنے ہم

عہ فائدہ جلیلہ: امام حجۃ الاسلام محمد محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی کتاب الجام العوام میں فرماتے ہیں:

یجب علی من سمع اٰیات الصفات و واحادیثھا من العوام والنحوی و المحدث والمفسر والفقیہ ان ینزہ اللہ سبحٰنہ من الجسمیۃ وتوابعھا من الصورۃ والمکان والجھۃ فیقطع بان معناہ الحقیقی اللغوی غیر مراد لانہ فی حق اللہ تعالٰی محال وان لھذا معنی یلیق بجلالہ تعالٰی وان لا یتصرف فی الالفاظ الواردۃ لا بالتفسیر ای تبدیل اللفظ بلفظ آخر عربی او غیرہ لان جواز التبدیل فرع معرفۃ المعنی المراد ولا بالاشتقاق من الوارد کان یقول مستو اخذا من استوی ولا بالقیاس کان یطلق لفظۃ الساعد والکف قیاسا علی ورود الید وان یکف باطنہ عن التفکر فی ھذہ الامور فان حدثتہ نفسہ بذٰلک تشاغل بالصلٰوۃ والذکر وقراءۃ القراٰن فان لم یقدر علی الدوام علی ذٰلک تشاغل بشیئ من العلوم فان لم یمکنہ فبحرفۃ او صناعۃ فان لم یقدر فیلعب ولھو فان ذٰلک خیر من الخوض فی ھذا البحر

یعنی جو شخص عامی یا نحوی یا محدث یا مفسر یا فقیہ اس قسم کی آیات واحادیث سُنے اُس پر فرض ہے کہ جسمیت اور اُس کے توابع مثل صورت و مکان وجہت سے اللہ تعالٰی کی تنزیہ کرے یقین جانے کہ ان کے حقیقی لغوی معنے مراد نہیں کہ وہ اللہ تعالٰی کے حق میں محال ہیں اور جانے کہ ان کے کچھ معنے ہیں جو اللہ سبحٰنہ کے جلال کے لائق ہیں اور جو لفظ وارد ہوئے ان میں اصلاً تصرف نہ کرے نہ کسی دوسرے لفظ عربی سے بدلے، نہ کسی اور زبان میں ترجمہ کرے کہ تبدیل وترجمہ تو جب جائز ہو کہ پہلے معنے مراد ہولیں، نہ لفظ وارد سے کوئی مشتق نکال کر اطلاق کرے جیسے استوٰی آیا ہے مستوی نہ کہے نہ لفظ وارد پر قیاس کرے ید آیا ہے اس کے قیاس سے ساعد وکف نہ بولے اور فرض ہے کہ اپنے دل کو بھی اس میں فکر سے روکے اگر دل میں اس کا خطرہ آئے تو فوراً نماز و ذکر و تلاوت میں مشغول ہوجائے، اگر ان عبادات پر دوام نہ ہوسکے تو کسی علم میں مشغول ہو کر دھیان بٹادے، یہ بھی نہ ہوسکے تو کسی حرفت یا صنعت میں یہ بھی نہ جانے تو کھیل کود میں کہ متشابہات میں فکر کرنے سے کھیل کود ہی بھلا ہے بلکہ اگر گناہوں میں مشغول ہو تو اس

(باقی اگلے صفحہ پر)

جانتے ہی نہیں ترجمہ کیا کریں امیر المومنین عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد گزرا کہ ان کی تفسیر میں منتہائے علم بس اس قدر ہے کہ کہیں ہم ان پر ایمان لائے۔ کتاب الاسماء سے گزرا کہ ہمارے اصحاب متقدمین رضی اللہ تعالٰی عنہم استواء کے کچھ معنے نہ کہتے نہ اس میں اصلاً زبان کھولتے۔

امام سفیان کا ارشاد گزرا کہ ان کی تفسیر یہی ہے کہ تلاوت کیجئے اور خاموش رہیے، کسی کو جائز نہیں کہ عربی یا فارسی کسی زبان میں اس کے معنے کہے۔

سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد گزرا کہ ان کے معنے نہ کہنا ہی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے منقول، اور اسی پر سلف صالح کا اجماع ہے۔

طریق دوم کہ متاخرین نے بضرورت اختیار کیا اس کا یہ منشا تھا کہ وہ معنے نہ رہیں جن سے اللہ عزوجل کا خلق سے مشابہ ہونا متوہم ہو بلکہ اس کے جلال وقدوسیت کے معنے پیدا ہو جائیں۔ بیٹھنا، چڑھنا، ٹھہرنا تو خاص اجسام کے کام اور باری عزوجل کے حق میں صریح عیب ہیں تو تم نے تاویل خاک کی بلکہ اور وہم کی جڑ جمادی۔

بالجملہ یہ تینوں معانی دونوں طریقۂ اہلسنت سے دُور و مہجور ہیں ان کو مطابق سنت کہنا نام زنگی کا فور رکھنا ہے اب آپ ملاحظہ ہی کرینگے کہ ائمہ اہلسنت نے ان معانی کو کیسا کیسا رد فرمایا ہے، دو ایک ہندیوں کے قدم نے اگر لغزش کی اور خیال نہ رہا کہ ان لفظوں سے ترجمہ ہرگز صحیح نہیں تو ان کا لکھنا ائمہ سلف وخلف کے اجماع کو رد نہیں کر سکتا نہ وہ مسلک اہلسنت قرار پا سکتا ہے مگر وہابیوں بلکہ سب گمراہوں کی ہمیشہ یہی حالت رہی ہے کہ ڈوبتا سوار پکڑتا ہے، جہاں کسی کا کوئی لفظ شاذ مہجور پکڑ لیا خوش ہو گئے اور اس کے مقابل تصریحات قاہرہ سلف وخلف بلکہ ارشادات صریحہ قرآن وحدیث کو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بل لو اشتغل لملاھی البدنیۃ کان اسلم من الخوض فی ھذا البحر البعید غورہ بل لو اشتغل بالمعاصی البدنیۃ کان اسلم فان ذٰلک غایتہ الفسق وھذا عاقبتہ الشرک[1] اھ مختصرًا۔

سے بہتر ہے کہ اُن کی نہایت فسق ہے اور اس کا انجام کفر، والعیاذ باللہ تعالٰی ۱۲ منہ

---

[1] الجام العوام

بالائے طاق رکھ دیا مگر اہلِ حق بحمد اللہ تعالٰی خوب جانتے ہیں کہ شاہراہِ ہدایت اتباعِ جمہور ہے جس سے سہواً خطا ہوئی اگرچہ معذور ہے مگر اس کا وہ قول متروک و مہجور ہے، وہ جانتے ہیں کہ لکل جواد کبوۃ لکل صارم نبوۃ و لکل عالم ھفوۃ ہر تیز گھوڑا کبھی ٹھوکر کھالیتا ہے اور ہر تیغ بُراں کبھی کرجاتی ہے اور ہر عالم سے کبھی کوئی لغزش وقوع پاتی ہے، وباللہ العصمۃ۔

ضرب ۱۱۳: اب اپنے مستندات سے ان معانی کا رَد سُنئے جائیے جنھیں آپ نے براہِ جہالت مطابق سنت بلکہ سنت کو انھیں میں منحصر بتایا، مدارک شریف سے گزرا:

الاستواء بمعنی الجلوس لایجوز علی اللہ تعالٰی [۱]

استواء بیٹھنے کے معنے پر اللہ عزوجل کے حق میں محال ہے۔

ضرب ۱۱۴: کتاب الاسماء سے گزرا:

متعال عن ان یجوز علیہ اتخاذ السریر للجلوس [۲]

اللہ عزوجل اس سے پاک و برتر ہے کہ بیٹھنے کے لئے تخت بنائے۔

ضرب ۱۱۵: اسی میں امام ابوالحسن طبری وغیرہ ائمہ متکلمین سے گزرا استوا کے یہ معنے نہیں کہ مولٰی تعالٰی عرش پر بیٹھا یا کھڑا ہے، یہ جسم کی صفات ہیں اور اللہ عزوجل ان سے پاک۔

ضرب ۱۱۶: اُسی میں فرّا نحوی سے یہ حکایت کرکے کہ استوا بمعنی اقبال ہے اور ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے چڑھنے سے تفسیر کی، فرمایا:

استوی بمعنی اقبل صحیح لان الاقبال ھو القصد والقصد ھو الارادۃ وذٰلک جائز فی صفات اللہ تعالٰی، اما ما حکی عن ابن عباس

یعنی استوا بمعنی اقبال صحیح کہ اقبال قصد ہے اور قصد ارادہ ہے، یہ تو اللہ سبحٰنہ کی صفات میں جائز ہے، مگر وہ جو ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے حکایت کی کہ استوار چڑھنے کے معنے

عـــہ امام جلال الدین سیوطی نے اتقان میں فرمایا، مراد بانہ تعالٰی منزہ عن الصعود ایضًا [۳] یہ معنے یوں مردود ہوئے کہ اللہ تعالٰی چڑھنے سے پاک ہے ۱۲ منہ

---

[۱] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) آیت ۷/۴ دارالکتاب العربی بیروت ۱/۳۶

[۲] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی جامع ابواب ذکر اسماء التی تتبع الخ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۱/۱۷۰، ۲۷

[۳] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثالث والاربعون داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۰۵

رضی اللہ تعالیٰ عنہما فانما اخذہ عن تفسیر الکلبی والکلبی ضعیف والروایۃ عنہ فی موضع اُخر عن الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما استوی یعنی صعد امرہ[1] اھ ملخصاً۔

پر ہے یہ فرّآنے کلبی کی تفسیر سے اخذ کیا اور کلبی ضعیف ہے اور خود ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس کلبی نے دوسری جگہ یوں روایت کی کہ استوا کے معنے حکم الٰہی کا چڑھنا ہے۔

ضرب ۷۱۱: اُسی میں فرمایا:

عن محمد بن مروان عن الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی قولہ تعالیٰ "ثم استوی علی العرش" یقول استقر علی العرش، ھذہ الروایۃ منکرۃ وقد قال فی موضع اُخر بھذا الاسناد استوی علی العرش یقول استقر امرہ علی السریر ورد الاستقرار الی الامر، وابوصالح ھذا والکلبی ومحمد بن مروان کلھم متروک عند اھل العلم بالحدیث لایحتجون بشیئ من روایاتھم لکثرۃ المناکیر فیھا وظھور الکذب منھم فی روایاتھم اخبرنا ابوسعید المالینی (فذکر باسنادہ) عن حبیب بن ابی ثابت قال کنا نسمیہ "دروغ زن" یعنی اباصالح مولی ام ھانی، واخبرنا ابوعبداللہ الحافظ (فاسند) عن سفین قال قال الکلبی قال لی ابوصالح

یعنی محمد بن مروان نے کلبی سے اُس نے ابوصالح سے اس نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ کے قول "ثم استوی علی العرش" میں عرش پر استوا کے معنے ٹھہرنا ہے، یہ روایت منکر ہے، اور خود کلبی نے اسی سند سے دوسری جگہ یوں روایت کی کہ عرش پر استوا کے معنے حکم الٰہی کا ٹھہرنا ہے یہاں ٹھہرنے کو حکم کی طرف پھیرا، اور یہ ابوصالح اور کلبی اور محمد بن مروان سب کے سب علمائے محدثین کے نزدیک متروک ہیں ان کی کوئی روایت حجت لانے کے قابل نہیں کہ ان کی روایتوں میں منکرات بکثرت ہیں اور ان میں ان کا جھوٹ بولنا آشکارا ہے۔ حبیب بن ابی ثابت نے فرمایا ہم نے اس ابوصالح کا نام ہی "دروغ زن" رکھ دیا تھا۔ امام سفیان نے فرمایا خود کلبی نے مجھ سے بیان کیا کہ ابوصالح نے مجھ سے کہا جتنی حدیثیں میں نے تجھ سے بیان کی ہیں سب جھوٹ ہیں۔ نیز کلبی نے کہا

---

[1] کتاب الاسماء والصفات باب "الرحمٰن علی العرش استوی" المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۵۴ و ۱۵۵

كل ما حدثك كذب، واخبرنا الماليني (بسنده) عن الكلبي قال قال لی ابوصالح انظر كل شئ رويت عنی عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما فلا تروه، اخبرنا ابوسهل احمد بن محمد المزكی ثنا ابوالحسين محمد بن حامد العطار اخبرنی ابوعبدالله الرواسانی قال سمعت محمد بن اسمعيل البخاری يقول محمد بن مروان الكوفی صاحب الكلبی سكتوا عنه لايكتب حديثه البتة[1] اھ مختصراً۔

مجھ سے ابوصالح نے کہا دیکھ جو کچھ تُو نے میرے واسطے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے اس میں سے کچھ روایت نہ کرنا۔ امام بخاری فرماتے ہیں کلبی کے شاگرد محمد بن مروان کوفی سے ائمہ حدیث نے سکوت کیا ہے یعنی اسکی روایات متروک کردیں اس کی حدیث کا ہرگز اعتبار نہ کیا جائے۔

ضرب ۱۱۸: پھر فرمایا:

وكيف يجوز ان يكون مثل هذه الاقاويل صحيحة عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما ثم لايرويها ولايعرفها احد من اصحابه الثقات الاثبات مع شدة الحاجة الٰی معرفتها، وما تفرد به الكلبی وامثاله يوجب الحد والحد يوجب الحدث لحاجة الحد الٰی حاد خصه به والباری تعالٰی قديم لم يزل[2]۔

بھلا کیونکر ہوسکتا ہے کہ ایسی باتیں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے صحیح ہوں پھر ان کے ثقہ شاگرد محکم فہم وحفظ والے نہ اُنھیں روایت کریں نہ اُن سے آگاہ ہوں حالانکہ اُن کے جاننے کی کیسی ضرورت ہے اور یہ جو کچھ کلبی اور اس کی حالت کے اور لوگ تنہا روایت کررہے ہیں اس سے تو اللہ عزوجل کا محدود ہونا لازم آتا ہے اور محدود ہونا حادث ہونے کو واجب کرتا ہے کہ حد کے لئے کوئی ایسا درکار ہے جو خاص اس حد معین سے اُس محدود کو مخصوص کرے اور اللہ عزوجل تو قدیم ہے ہمیشہ سے ہے۔

---

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب "الرحمٰن علی العرش استوٰی" المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۲۵۵ تا ۲۵۶

[2] " " " " " " " " " " " " " " ۲/ ۱۵۷

ضرب ۱۱۹: اُسی میں ہے:

ان اللہ تعالٰی لامکان لہ ولا مرکب و ان الحرکۃ والسکون والانتقال والاستقرار من صفات الاجسام واللہ تعالٰی احد صمد لیس کمثلہ شیئ[1] اھ باختصار۔

بے شک اللہ تعالٰی کے لئے نہ مکان ہے نہ کوئی چیز ایسی جس پر سوار ہوا اور بیشک حرکت اور سکون اور ہٹنا اور ٹھہرنا یہ جسم کی صفتیں ہیں اور اللہ تعالٰی احد صمد ہے کوئی چیز اس سے مشابہت نہیں رکھتی اھ باختصار۔

ضرب ۱۲۰: مدارک شریف میں فرمایا:

تفسیر العرش بالسریر والاستواء بالاستقرار کما تقولہ المشبھۃ باطل[2]۔

عرش کے معنے تخت اور استواء کے معنی ٹھہرنا کہنا جس طرح فرقہ مجسمہ کہتا ہے باطل ہے۔

دیکھا تُو نے حق کیسا واضح ہوا، وللہ الحمد۔

پانچواں تپانچہ

اقول یہ تو اوپر واضح ہولیا کہ یہ مدعی خود ہی دعوے پر نہ جما اور جن صفات سے کلام شارع ساکت نہیں اُن سے سکوت درکنار، اُن کا صاف انکار کرگیا مگر یہاں یہ کہنا ہے کہ اس مدعی بیباک کے نزدیک تسلیم وعدم سکوت کا وہ مطلب ہرگز نہیں جو اہلسنت کے نزدیک ہے یعنی کچھ معنے نہ کہنا صرف اجمالاً اتنی بات پر ایمان لے آنا کہ جو کچھ مراد الٰہی ہے حق ہے یا تاویل کرکے صاف وپاک معنی کی طرف ڈھال دینا جن میں مشابہت مخلوق وجسمیت ومکان وجہت کی بُو اصلاً نہ پیدا ہو۔ اس مسلک پر ایمان لاتا تو استواء کے معنے بیٹھنا، چڑھنا، ٹھہرنا نہ بتاتا ان کے علاوہ اور معانی کو کہ ائمہ اہلسنت نے ذکر فرمائے بدعت وضلالت نہ بتاتا لاجرم اس کا مسلک وہی مسلک مجسمہ ہے کہ جو کچھ وارد ہُوا وہ اپنے حقیقی لغوی معنے مفہوم ومتبادر پر محمول ٹھہرا کر مانا جائے گا۔ شروع سے اب تک جو لکھا گیا وہ اسی ضلالت ملعونہ کے رَد میں تھا اتنا اور اس کے کان میں ڈال دُوں شاید خدا سمجھ دے اور ہدایت کرے کہ اے بے خرد! یہ ناپاک مسلک جو استوا میں خصوصاً اور باقی متشابہات میں مطلقاً تیرا ہے (کھلی گمراہی کا نجس رستہ ہے) اس طریقہ پر تیرا معبود جسے تُو اپنے

---

[1] کتاب الاسماء والصفات باب "ھل ینظرون الا ان یاتیھم اللہ الخ" المکتبۃ الاثریہ شیخوپورہ ۲/۱۹۴

[2] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) آیۃ ۷/۵۴ دار الکتاب العربی بیروت ۲/۵۶

ذہن میں ایک صورت تراش کر معبود سمجھ لیا ہے اگر بُت خانہ چین کی ایک مورت ہو کر نہ رہ جائے تو میرا ذمہ۔

ضرب ۱۲۱ تا ۱۸۲ : جانتا ہے وہ تیرا وہمی معبود کیسا ہے،

له وجه[1] كوجه الانسان فيه عينان[2] تنظران ولكن من سخط عليه[3] لا ينظر اليه ثم العجب[4] ان وجهه الى كل جهة واعظم عجبا[5] انه مع ذٰلك يصرفه عمن يغضب عليه فليت شعري كيف يصرف عن جهة ما هو الى كل وجهة بل المصلى ما دام يصلى يقبل عليه بوجهه فاذا انصرف صرف له صوت[6] فلتكن حنجرة ونفس ايضا بل قد وجد[7] من قبل اليمن له[8] اذنان[9] ياذن لمن يرضى عليه جعد[10] ذو وفرة[11] الى[12] شحمة اذنيه اما اللحية[13] فلم توجد بل شاب امرد له[14] يدان كالانسان فيهما[15] يمين وشمال وساعد[16] وكف[17] واصابع[18] مبسوطتان[19] الى بعيد وربما[20] قبض و قد[21] يحوله جنب[22] وضحكه[23] يخبر عن فم يغفر واسنان تكشر له[24] حقو تعلقت به الرحم ورجلان[25] وساق[26] قد جلس على السرير[27] مدليا قدميه[28] واضعهما على كرسى وربما[29] استلقى

اس کا انسان جیسا چہرہ، اس میں دو آنکھیں دیکھتی ہیں لیکن جس کی وہ ناراض ہو اسکی طرف نہیں دیکھتا پھر عجب ہے کہ اس کا چہرہ ہر طرف ہے، اس سے بڑھ کر عجیب یہ کہ اس کے باوجود جس سے ناراض ہو اس سے چہرہ پھیر لے، کاش سمجھ ہوتی، جو ہر طرف ہو وہ کس طرح دوسری طرف پھر جائے، بلکہ جب تک نمازی نماز میں ہے تو وہ اپنے چہرہ کو نمازی کی طرف کرتا ہے اور جب وہ نمازی فارغ ہوجاتا ہے تو وہ بھی پھر جاتا ہے، اس کی آواز ہے تو آہٹ اور سانس بھی ہوگا، بلکہ یمن کی طرف سے پایا جاتا ہے، اس کے دو کان ہیں جس سے راضی ہو اس پر کان لگاتا ہے، قد آور ہے اس کے سر کے بال دونوں کانوں سے نیچے تک بڑھے ہوئے ہیں، لیکن داڑھی نہیں بلکہ نوجوان بے داڑھی ہے، انسان کی طرح اس کے دو ہاتھ ہیں ان میں ایک دایاں دوسرا بایاں ہے، اس کا بازو اور ہتھیلی اور انگلیاں ہیں، دور تک اس کے ہاتھ پھیلے ہوئے، کبھی ہاتھوں کو بند کرتا ہے اور کبھی کھول کر پھرتا ہے، اس کا پہلو ہے، ہنستا ہے، اپنے منہ سے خبر بتاتا ہے، اس کے دانت ہیں جو چباتے ہیں، اس کا زیر جامہ ہے جس سے رحم لٹکتا ہے، دو پاؤں ہیں، پنڈلی ہے، تخت پر بیٹھ کر دونوں پاؤں کو لٹکاتا ہے اور ان دونوں کو کرسی پر رکھتا ہے اور کبھی چت لیٹ کر

[30] واضعا احدى رجليه على الاخرى
فلابد من ظهر وقفا [31] ويستانس للصدر
ايضا فمن نور صدره خلقت الملئكة
[32] قدماه في كل مسجد [33] عليهما ليسجد
الساجدون [34] وبقية الاعضاء لم تفصل
الاخبار عم واشمل انه على صورة
الانسان اذ خلق ادم على صورة
الرحمن [35] يصعد و [36] ينزل و [37] يمشي و [38] يهرول
و [39] قد ياتي الارض وكانت اخر
وطأته بموضع وج [40] ثم يجيئ يوم
القيمة فيطوف الارض [41] مكتسيا
ثيابا [42] ازارا و [43] رداء يستر المؤمن بكتفه
رداؤه على وجهه في جنة
عدن [44] له ظل ظليل يصيب به
من يشاء ويصرف عنه من
يشاء [45] ياتي يوم القيام في ظلل
من الغمام [46] يتعجب و [48] يستحيي و [49] يمل
و [50] يتردد و [51] يستهزئ [52] وقد يتقذر
نفسه شيئا [53] تحمله وعرشه اربعة
[54] املاك [55] اثنان تحت رجله اليمنى و
اثنان تحت رجله اليسرى [56] تقبل شديد
الوزر ويأط منه العرش اطيط الرحل
الجديد من ثقل الراكب الشديد [57] ربما لبس حلة
خضراء [58] ونعلين من ذهب [59] وجلس على كرسي
ذهب [60] تحته فراش من ذهب [61] ودونه ستر من

ایک ٹانگ کو دوسری پر رکھتا ہے لہذا اس کی
پیٹھ اور گدی ہوگی، اور چھاتی سے مانوس کرتا ہے،
اس کی چھاتی کے نور سے فرشتے پیدا ہوئے،
اس کے قدم ہر مسجد میں ہیں تاکہ سجدہ کرنے والا
ان قدموں پر سجدہ کرے اور باقی اعضاء جن کی
تفصیل نہیں صرف یہ خبر عام واشمل ہے کہ
وہ انسانی صورت پر ہے کیونکہ اس نے آدم
کو اپنی صورت پر پیدا کیا، چڑھتا ہے، اترتا ہے،
چلتا ہے، دوڑتا ہے، کبھی زمین پر آتا ہے اور
آخری قدم موضع وج میں ہوتا ہے، پھر قیامت
کو آکر زمین پر چکر لگائے گا، لباس والا
تہبند اور چادر پہنے ہوئے، اپنے دامن سے
مومن کو ڈھانپتا ہے، اس کی چادر چہرہ پر ہے
جنت عدن میں اس کا گہرا سایہ ہے جس کو چاہتا
ہے اس پر ڈالتا ہے اور جس چیز پر نہیں چاہتا
نہیں ڈالتا، قیامت میں بادل کے سایہ میں
آئے گا۔ تعجب، حیا کرتا ہے، میلان آگے پیچھے ہوتا ہے،
مذاق کرتا ہے، کبھی کسی چیز سے گھن کرتا ہے، اس کا
عرش چار ملک ہیں، دو اس کے داہنے قدم اور
دو اس کے بائیں قدم کے نیچے ہیں، شدید بوجھ
ڈالے تو اس سے عرش اس طرح آواز نکالتا ہے
جیسے نیا کجاوا بھاری سوار سے آواز پیدا کرتا ہے،
کبھی سبز جوڑا پہنتا ہے، اور سونے کے جوتے
ہیں اور سونے کی کرسی پر بیٹھا اور اس کے نیچے
سونے کا بستر اور پاس موتیوں کے پردے ہوتے ہیں؛

لؤلؤ رجلاه[۶۲] فی خضرة فی روضة خضراء الٰی غیر ذٰلك مما نطقت ببعضه الاٰیات ووردت بالباقی الاحادیث، اتی علٰی اکثرھا فی کتاب الاسماء و الصفات۔

اس کے پاؤں سبزے کے باغ میں سبزے پر ہوتے ہیں بعض ان میں وہ صفات ہیں جن کو قرآنی آیات نے بیان کیا اور باقی وہ جن کے بارے میں احادیث وارد ہوئی ہیں ان میں سے اکثر کو کتاب الاسماء والصفات میں پیش کیا ہے۔(ت)

کیوں اے جاہل بے خرد! اے حدیث احاد وضعیف ارتفاع مکانی سے سند لاکر اپنے معبود کو مکانی ماننے والے! کیا ایسے ہی معبود کو پوجتا ہے پھر اس میں اور انسان کے جسم میں چھوٹے بڑے کے سوا فرق کیا ہے، مگر الحمدللہ اہلسنت ایسے سچے رب حقیقی معبود کو پوجتے ہیں جو احد، صمد، بے شبیہ ونمون و بیچون وچگون ہے،

لم یلد ولم یولد ○ ولم یکن لہ کفوا احد ○[1]

نہ اس کی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا، اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی۔(ت)

جسم وجسمانیات ومکان وجہات واعضا وآلات وتمام عیوب ونقصانات سے پاک ومنزہ ہے یہ سب اور اس کے مثل جو کچھ وارد ہوا اُن میں جو کچھ روایۃً ضعیف ہے اور زیادہ وہی ہوگا اور صریح تشبیہ کی صاف تصریحیں کر تاویل محاوروں سے بعید پڑیں اُسی میں ملیں گی اُسے تو یہ خدا کے موفق بندے ایک جَو کے برابر بھی نہیں سمجھتے اور جو کچھ روایۃً صحیح مگر خبر احاد ہو اُسے بھی جبکہ متواترات سے موافق المعنٰی نہ ہو پایہ قبول پر جگہ نہیں دیتے،

فان الاحاد لاتفید الاعتماد فی باب الاعتقاد ولو فرضت فی اصح الکتب باصح الاسناد۔

اعتقاد کے باب میں اخبار احاد اگرچہ صحیح کتاب اور صحیح سند سے ہوں وہ اعتماد کے لئے مفید نہیں ہیں(ت)

رہ گئے متواترات، اور وہ نہیں مگر معدودے چند، اور وہ بھی معروف ومشہور محاوراتِ عرب کے موافق تاویل پسند مثل "ید" و "وجہ" و "عین" و "ساق" و "استواء" و "اتیان" و "نزول" وغیرہا، ان میں تاویل کیجئے تو راہ روشن، اور تفویض کیجئے تو سب سے احسن، نہ یہ کہ منہ بھر کر خدا کو گالی دیجئے اور اس کھلے صاف صاف مکان مان لیجئے، یا اٹھتا، بیٹھتا، چڑھتا، اُترتا، چلتا، ٹھہرتا، تسلیم کیجئے۔ اللہ عزوجل

---

[1] القرآن الکریم ۱۱۲/۳ و ۴

اتباعِ حق کی توفیق دے اور مخالفتِ اہلسنت سے ہر قول و فعل میں محفوظ رکھے، آمین!

چھٹا تپانچہ

اقول طرفہ تماشا ہے جب اس گمراہ نے سب معائب اپنے سر پر اوڑھ لئے اپنے معبود کو مکانی کہہ دیا، جسم مان لیا، عرش پر متمکن ٹھہرا کر جہت میں جان لیا، پھر یہ کیا خبط سُوجھا کر اور کہیں نہیں کہہ کر طرح طرح اپنے ہی لکھے سے تناقض کیا۔

ضرب ۱۸۳: سچا ہے تو قرآن و حدیث سے ثبوت دے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر تو ہے اور عرش کے سوا کہیں نہیں، "یہ اور کہیں نہیں" کونسی آیت حدیث میں ہے؟ ام تقولون علی اللّٰہ مالا تعلمون[1] یا یہود کی طرح بے جانے بُوجھے دل سے گھڑ کر خدا پر حکم لگا دیتے ہو۔

ضرب ۱۸۴: جب تُو اس سبوح و قدوس جل جلالہ کو مکان سے پاک نہیں مانتا تو اب کوئی وجہ نہیں کہ اور آیات و احادیث جن کے ظاہر الفاظ سے اور جگہ ہونا مفہوم ہو اپنے ظاہر سے پھیری جائیں، تیرے طور پر اُن سب کو معنی لغوی حقیقی ظاہر متبادر پر عمل کرنا واجب ہوگا، اب دیکھ کہ تُو نے کتنی آیات و احادیث کا انکار کر دیا اور کتنی بار اپنے اس لکھے سے کہ جو شرع میں وارد ہے اس سے سکوت نہ ہوگا صاف تناقض کیا سب میں پہلے تو یہی حدیث صحیح بخاری وھو مکانہ[2] ہے جس میں تُو نے بزورِ زبان ضمیر حضرت عزت جل شانہ کی طرف ٹھہرا دی اور پھر مکانہ سے محض زبردستی عرش مراد لے لیا حالانکہ وہاں سدرۃ المنتہٰی کا ذکر ہے تو عرش ہی پر ہونا غلط ہوا کبھی سدرہ پر بھی ٹھہرا۔

ضرب ۱۸۵: صحیح بخاری حدیثِ شفاعت میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

فاستاذن علی ربی فی دارہ فیؤذن لی علیہ[3]۔ | میں اپنے رب پر اذن طلب کروں گا اس کی حویلی میں، تو مجھے اس کے پاس حاضر ہونے کا اذن ملے گا۔

ظاہر ہے کہ تخت کو حویلی نہیں کہتے، نہ عرش کسی مکان میں ہے، بلکہ وہ بالائے جملہ اجسام ہے،

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۸۰

[2] صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالٰی وکلم اللہ موسٰی تکلیما قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۲۰

[3] " " " باب " وجوہ یومئذ ناضرۃ الٰی ربہا ناظرۃ " " ۲/ ۱۱۰۸

لاجرم یہ حویلی جنت ہی ہوگی۔

ضرب ۱۸۶: صحیحین میں ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جنتان من فضۃ اٰنیتھما وما فیھما وجنتان من ذھب اٰنیتھما وما فیھما وما بین القوم وبین ان ینظروا الٰی ربھم عزوجل الارداء الکبریاء علٰی وجھہ فی جنۃ عدن۔[1]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، دو جنتیں ہیں جن کے برتن اور تمام سامان چاندی کا ہے، دو جنتیں ہیں جن کے برتن اور تمام سامان سونے کا ہے اللہ تعالٰی کے دیدار اور قوم میں صرف کبریائی کی چادر ہوگی جو جنتِ عدن میں اس کے چہرے پر ہوگی حائل ہوگی۔ (ت)

یہاں جنت عدن میں ہونے کی تصریح ہے۔

ضرب ۱۸۷: بزار و ابن ابی الدنیا اور طبرانی بسند جید قوی اوسط میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیثِ دیدار اہل جنت ہر روزِ جمعہ میں مرفوعًا راوی،

فاذا کان یوم الجمعۃ نزل تبارک و تعالٰی من علیین علٰی کرسیہ ثم حف الکرسی بمنابر من نور وجاء النبیون حتی یجلسوا علیھا۔[2] الحدیث۔

جب جمعہ کا روز ہوگا تو اللہ تبارک و تعالٰی علیین سے کرسی پر نزول فرمائے گا پھر اس کے گرد نور کے منبر بچھائے جائیں گے، انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام تشریف لاکر ان منبروں پر جلوہ گر ہوں گے۔ الحدیث (ت)

یہاں علیین سے اُتر کر کرسی پر حلقہ انبیاء و صدیقین و شہداء و سائر اہل جنت کے اندر تجلی ہے۔

ضرب ۱۸۸: قال تعالٰی: ءامنتم من فی السماء[3] (کیا تم اس سے نڈر ہوگئے جو جس کی ...

---

[1] صحیح البخاری کتاب التفسیر ۲/ ۷۲۴ و کتاب التوحید ۲/ ۱۱۰۹ قدیمی کتب خانہ کراچی
صحیح مسلم کتاب الایمان " " " " ۱/ ۱۰۰

[2] الترغیب والترھیب فصل فی نظر اہل الجنۃ الی ابھم حدیث ۱۲۹ مصطفی البابی مصر ۴/ ۵۵۴
کشف الاستار عن زوائد البزار باب فی نعیم اہل الجنۃ حدیث ۳۵۱۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۱۹۵
المعجم الاوسط حدیث ۶۷۱۳ مکتبۃ المعارف الریاض ۷/ ۳۶۷

[3] القرآن الکریم ۶۷/ ۱۶

سلطنت آسمان میں ہے۔ت)

ضرب ۱۸۹: قال تعالٰی: ام امنتم من فی السماء[1] (کیا تم نڈر ہوگئے ہو اس سے جس کی سلطنت آسمان میں ہے۔ت)

ضرب ۱۹۰: احمد وابن ماجہ وحاکم بسند صحیح ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث قبض روح میں مرفوعاً راوی:

فلایزال یقال لہا ذٰلک حتی تنتہی بہا الی السماء التی فیہا اللّٰہ تبارک وتعالٰی[2]

روح کو یہ کہا جاتا رہے گا حتی کہ وہ اس آسمان تک پہنچ جائے جس میں اللہ تعالٰی ہے(ت)

ضرب ۱۹۱: مسلم وابوداؤد ونسائی معٰویہ بن حکم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث جاریہ میں راوی:

قال لہا این اللّٰہ قالت فی السماء قال من انا قالت انت رسول اللّٰہ قال اعتقہا فانہا مؤمنۃ[3]

لونڈی کو فرمایا اللہ کہاں ہے؟ اس نے کہا آسمان میں۔ پھر پوچھا میں کون ہوں؟ تو اس نے کہا آپ رسول اللہ ہیں۔ تو آپ نے مالک کو فرمایا اس کو آزاد کردو کیونکہ مومنہ ہے۔(ت)

ضرب ۱۹۲: ابوداؤد وترمذی بافادہ تصحیح عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء[4]

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: زمین والوں پر رحم کرو تم پر رحم کرے گا جو آسمان میں ہے(ت)

ضرب ۱۹۳: صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: مجھے اس

---

[1] القرآن الکریم ۶۷/ ۱۶

[2] مسند احمد بن حنبل مروی از ابوہریرہ دارالفکر بیروت ۲/ ۳۶۴
سنن ابن ماجہ باب ذکر الموت والاستعداد لہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۵
کنز العمال حدیث ۴۲۴۹۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۶۳۰

[3] صحیح مسلم کتاب المساجد باب تحریم الکلام فی الصلوٰۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰۴
سنن ابوداؤد باب تشمیت العاطس فی الصلوٰۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۳۴

[4] جامع الترمذی ابواب البروالصلۃ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۱۴
سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی الادب آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۱۹

والذی نفسی بیدہ مامن رجل یدعو امرأتہ الٰی فراشہا فتابٰی علیہ الاکان الذی فی السماء ساخطا علیہا حتّٰی یرضٰی عنہا[1]

ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جب کوئی خاوند اپنی بیوی کو جماع کے لئے طلب کرتا ہے اور وہ انکار کرتی ہے تو وہ ذات جو آسمان میں ہے بیوی پر ناراض ہوتی ہے۔ (ت)

ضرب ۱۹۴: ابویعلٰی و بزار و ابونعیم بسندِ حسن ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لما القی ابراھیم فی النار قال اللّٰھم انت فی السماء واحد وانا فی الارض واحد أعبدك[2]

حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا: جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو انھوں نے کہا: اے اللہ! تو آسمان میں ایک ہے اور میں زمین میں ایک ہوں تیری عبادت کرتا ہوں۔ (ت)

ضرب ۱۹۵: ابویعلٰی و حکیم و حاکم و سعید بن منصور و ابن حبان و ابونعیم اور بیہقی کتاب الاسماء میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرفوعًا راوی، اللہ عزوجل نے فرمایا:

یا موسٰی لو ان السمٰوٰت السبع وعامرھن غیری والارضین السبع فی کفۃ ولا الٰہ الا اللہ فی کفۃ مالت بھن لا الٰہ الا اللہ[3]

اے موسٰی! اگر ساتوں آسمان اور ان میں موجود ہر چیز میرے سوا اور سات زمینیں ایک پلڑے میں ہوں اور دوسرے پلڑے میں "لا الٰہ الا اللہ" ہو تو لا الٰہ الّا اللہ والا پلڑا سب پر بھاری ہوگا۔ (ت)

ان آیات و احادیث سے آسمان میں ہونا ثابت۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب النکاح باب تحریم امتناعہا من فراش الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۶۴

[2] حلیۃ الاولیاء مقدمۃ المؤلف دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۱۹

کنز العمال بحوالہ ابی یعلٰی حدیث ۳۲۲۸۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۸۴

[3] مسند ابویعلٰی حدیث ۱۳۸۹ مروی از ابوسعید خدری مؤسسۃ علوم القرآن بیروت ۲/ ۱۳۵

کتاب الاسماء والصفات باب ماجاء فی فضل الکلمۃ الباقیہ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۱/ ۱۷۵

المستدرک للحاکم کتاب الدعاء دار الفکر بیروت ۱/ ۵۲۸

موارد الظمآن حدیث ۲۳۲۴ المطبعۃ السلفیہ ص ۵۷۷

ضرب ۱۹۶ : ہررات آسمانِ دنیا پر ہونے کی حدیث گزری اور احادیث اس باب میں بکثرت ہیں۔

ضرب ۱۹۷ : قال اللہ تعالیٰ :

ھو اللہ فی السمٰوٰت و فی الارض[1] وہ اللہ آسمانوں اور زمینوں میں ہے (ت)

ضرب ۱۹۸ : قال تعالےٰ :

و نحن اقرب الیہ من حبل الورید[2] ہم اس کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں (ت)

ضرب ۱۹۹ : قال تعالےٰ :

واسجد واقترب[3] سجدہ کر اور قریب ہو۔(ت)

ضرب ۲۰۰ : قال تعالیٰ :

اذا سألك عبادی عنی فانی قریب[4] جب آپ سے سوال کریں میرے بندے میرے متعلق تو میں قریب ہوں (ت)

ضرب ۲۰۱ : قال تعالےٰ :

انہ سمیع قریب[5]۔ وہ سمیع قریب ہے۔(ت)

ضرب ۲۰۲ : قال تعالےٰ :

و نادینٰہ من جانب الطور الایمن و قربنٰہ نجیا[6] اور ہم نے ان کو ندا دی طور کی دائیں جانب سے اور اس کو ہم نے قریب کیا مناجات کرتے ہوئے۔(ت)

ضرب ۲۰۳ : قال تعالےٰ :

فلما جاءھا نودی ان بورك من فی النار ومن حولھا و سبحٰن اللہ رب العٰلمین[7] جب وہاں آئے تو ندا دی گئی کہ جو آگ میں ہے اس کو برکت دی گئی اور اس کے ارد گرد والوں کو، اللہ پاک رب العالمین ہے (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۳

[2] القرآن الکریم ۵۰/ ۱۶

[3] ″ ″ ۹۶/ ۱۹

[4] ″ ″ ۲/ ۱۸۶

[5] ″ ″ ۳۴/ ۵۰

[6] ″ ″ ۱۹/ ۵۲

[7] ″ ″ ۲۷/ ۸

معالم میں ہے:

روی عن ابن عباس وسعید بن جبیر والحسن فی قولہ "بورك من فی النار" یعنی قدس من فی النار وھو اللہ تعالٰی عنی بہ نفسہ علٰی معنی انہ نادٰی موسٰی منہا واسمعہ کلامہ من جھتہا[1]

ابن عباس، سعید بن جبیر اور حسن رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا گیا کہ من بورك فی النار کے بارے میں، یعنی برگزیدہ ہے جو آگ میں ہے اور وہ اللہ کی ذات ہے جس کو اپنی ذات کے بارے میں فرمایا، یعنی یہ ہے کہ موسٰی نے ندا کی تو اسکو اپنا کلام سنایا اس جانب سے۔(ت)

ضرب ۲۰۴: قال تعالٰی:

وھو معکم اینما کنتم[2]

وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو(ت)

ضرب ۲۰۵: صحیحین میں ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

یایھا الناس اربعوا علٰی انفسکم فانکم لاتدعون اصم ولا غائبا انکم تدعونہ سمیعا قریبا وھو معکم[3]

اے لوگو! اپنے آپ پر نرمی کرو کیونکہ تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکارتے، تم تو پکارتے ہو سمیع قریب کو، وہ تمہارے پاس ہے۔(ت)

اسی حدیث کی ایک روایت میں ہے:

والذی تدعون اقرب الی احدکم من عنق راحلۃ احدکم[4]

وہ ذات جسے تم پکارتے ہو وہ تمہاری سواری کی گردن سے بھی قریب تر ہے۔(ت)

ضرب ۲۰۶: مسلم، ابوداؤد ونسائی ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اقرب مایکون العبد من ربہ

بندہ اللہ تعالٰی کے قریب ترین ہوتا ہے جب

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) آیۃ ۲۷/۸ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/۳۴۸

[2] القرآن الکریم ۵۷/۴

[3] صحیح البخاری کتاب الجہاد باب مایکرہ من رفع الصوت الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۲۰
صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب استحباب خفض الصوت الخ 〃 〃 ۲/۳۴۶

[4] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

وھو ساجد فاکثروا الدعاء[1] | وہ سجدہ کرتا ہے تو دعا زیادہ کرو۔(ت)

ضرب ۲۰۷: دیلمی ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

قال اللہ تعالٰی انا خلفك و امامك وعن یمینك وعن شمالك یاموسی انا جلیس عبدی حین یذکرنی وانا معہ اذا دعانی[2] | اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے موسٰی! میں تیرے پیچھے، آگے، دائیں اور بائیں ہوں، میں بندے کا ہم نشین ہوتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے، اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب مجھے یاد کرتا ہے۔(ت)

ضرب ۲۰۸: صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے:

انا عند ظن عبدی بی وانا معہ اذا ذکرنی[3] | میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے۔(ت)

ضرب ۲۰۹: مستدرک میں بروایت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے حدیث قدسی ہے:

عبدی انا عند ظنك بی وانا معك اذا ذکرتنی[4] | اے بندے میں تیرے گمان کے ساتھ ہوں جو تو میرے متعلق کرتا ہے اور میں تیرے ساتھ ہوتا ہوں جب تو مجھے یاد کرتا ہے۔(ت)

ضرب ۲۱۰: سعید بن منصور ابوعمارہ سے مرفوعاً راوی:

---

[1] صحیح مسلم کتاب الصلٰوۃ باب مایقال فی الرکوع الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۹۱
سنن ابی داؤد کتاب الصلٰوۃ باب الدعاء فی الرکوع والسجود آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۲۷
سنن النسائی اقرب مایکون العبد من اللہ عزوجل نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۱۷۰

[2] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۴۵۳۳ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۱۹۲

[3] صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالٰی ویحذرکم اللہ نفسہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۰۱
صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء ۲/ ۳۴۳ وکتاب التوبۃ ۲/ ۳۵۴ " " "

[4] المستدرک للحاکم کتاب الدعاء باب قال اللہ عزوجل عبدی انا عند ظنك بی دارالفکر ۱/ ۴۹۷

الساجد یسجد علٰی قدمی اللہ تعالٰی۔[1] سجدہ کرنیوالا اللہ تعالٰی کے قدموں پر سجدہ کرتا ہے(ت)

ان آیات واحادیث سے زمین پر اور طُور پر اور ہر مسجد میں اور بندے کے آگے پیچھے دہنے بائیں اور ہر ذاکر کے پاس اور ہر شخص کے ساتھ اور ہر جگہ اور ہر ایک کی شہ رگ گردن سے زیادہ قریب ہونا ثابت ہے۔

ضرب ۲۱۱ : قال اللہ تعالٰی : ان طھرا بیتی[2] (تم دونوں میرے گھر کو صاف کرو۔ت) یہاں کعبے کو اپنا گھر بتایا۔

ضرب ۲۱۲ : معالم میں ہے مروی ہوا کہ توریت مقدس میں لکھا ہے :

جاء اللہ تعالٰی من سیناء و اشرف من ساعین واستعلی من جبال فاران[3] اللہ تعالٰی سیناء کے پہاڑ سے آیا اور ساعین کے پہاڑ سے جھانکا اور مکہ معظمہ کے پہاڑوں سے بلند ہوا۔

ذکرہ تحت اٰیۃ بورك (اسے آیہ بورک کے تحت ذکر کیا۔ت)

ضرب ۲۱۳ : طبرانی کبیر میں سلمہ بن نفیل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی :

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انی اجد نفس الرحمٰن من ھٰھنا و اشار الی الیمن۔[4] رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یمن کی طرف اشارہ کرکے فرمایا : بیشک میں رحمان کی خوشبو یہاں سے پاتا ہُوں۔

ضرب ۲۱۴ : مسند احمد وجامع ترمذی میں حدیث سابق ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا :

والذی نفس محمد بیدہ لو انکم دلیتم بحبل الی الارض السفلٰی لھبط علی اللہ عزوجل ، ثم اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جان ہے اگر تم سب سے نچلی زمین تک رسّی لٹکاؤ تو وہ رسّی اللہ تعالٰی پر گرے گی۔ پھر

---

[1] حلیۃ الاولیاء ترجمہ حسان بن عطیۃ دار الکتاب العربی بیروت ۶/۷۱

[2] القرآن الکریم ۲/۱۲۵

[3] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۲۷/۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/۳۴۸

[4] المعجم الکبیر حدیث ۶۳۵۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۷/۵۲

کنز العمال " ۳۳۹۵۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۵۰

قرأ ھوالاول والاٰخر والظاھر والباطن وھو بکل شیئ علیم[1]	آپ نے ھوالاول والاٰخر والظاھر والباطن وھو بکل شیئ علیم کو تلاوت کیا۔ (ت)

یہاں سے ثابت کہ سب زمینوں کے نیچے ہے۔

ضرب فیصلہ[عـــہ] ضرب ۲۱۵: اقول یہی آیات واحادیث ہر مجسم خبیث کی دہن دوزی اور ہر مسلم سُنّی کی ایمان افروزی کو بس ہیں اس مجسم سے کہا جائے کہ اگر ظاہر پر عمل کرتا ہے تو ان آیات و احادیث پر کیوں ایمان نہیں لاتا افتؤمنون ببعض الکتٰب وتکفرون ببعض[2] (قرآن پاک کی بعض آیتوں پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو۔ ت) دیکھ تیرے اس کہنے میں کہ "عرش پر ہے اور کہیں نہیں" کتنی آیتوں حدیثوں کا صاف انکار ہے، اور اگر ان میں تاویل کی راہ چلتا ہے تو آیاتِ استوا وحدیثِ مکان میں کیوں حد سے نکلتا ہے، اب یہ تیرا بکنا صریح جھوٹ اور تحکم ٹھہرا کہ تیرا معبود مکان رکھتا اور عرش پر بیٹھتا ہے" اور مومن سُنّی کو ان سے بحمد اللہ یوں روشن راستہ ہدایت کا ملتا ہے کہ جب آیات واحادیث عرش و کعبہ و آسمان و زمین و ہر موضع و مقام کے لیے وارد ہیں تو اب تین[۳] حال سے خالی نہیں، یا[۱] تو ان میں بعض کو ظاہر پر محمول کریں اور بعض میں تفویض و تاویل، یا[۲] سب ظاہر پر ہوں، یا[۳] سب میں تفویض و تاویل۔ اول تحکم بیجا و ترجیح بلا مرجح اور اللہ عزوجل پر بے دلیل حکم لگا دینا ہے، اور شق دوم قطع نظر اُن قاطعہ قاہرہ دلائل زاہرہ تنزیہ الٰہی کے یوں بھی عقلاً و نقلاً ہر طرح باطل کہ شیئ واحد وقتِ واحد میں امکنہ متعددہ میں نہیں ہوسکتا تو ہر جگہ ہونا اُسی صورت پر بنے گا کہ ہوا کی طرح ہر جگہ بھرا ہو اور اس سے زائد شنیع و ناپاک اور بداہتہ باطل کیا بات ہوگی کہ ہر نجاست کی جگہ ہر پاؤں کے تلے ہر شخص کے منہ، ہر مادہ کے رحم میں ہونا لازم آتا ہے۔ اور پھر جتنی جگہ مکانوں پہاڑوں وغیرہ اجسام سے بھری ہوئی ہے بعینہٖ اس میں بھی ہو تو تداخل ہے اور نہ ہو تو اس میں کروڑوں ٹکڑے پُرزے جوف سوراخ لازم آئیں گے اور جو نیا پیڑ اُگے نئی دیوار اُٹھے تیرے معبود کو سمٹنا پڑے ایک نیا جوف اس میں اور بڑھے اور اب استوا کے لئے عرش اور دار کے لئے

عـــہ لفظ فیصلہ کے بھی ۲۱۵ عدد ہیں منہ

---

[1] جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ الحدید حدیث ۳۳۰۹ دارالفکر بیروت ۵/ ۱۹۵
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۷۰

[2] القرآن الکریم ۲/ ۸۵

جنت بیت کے لئے کعبے کی کیا خصوصیت رہے گی۔ لاجرم شق سوم ہی حق ہے اور آیاتِ استوا سے لے کر یہاں تک کوئی آیت وحدیث ان محال وبیہودہ معنے پر محمول نہیں جو ناقص افہام میں ظاہر الفاظ سے مفہوم ہوتے ہیں بلکہ تفہیم عوام کے لئے اُن کے پاکیزہ معانی ہیں اللہ عزوجل کے جلال کے لائق جنھیں ائمہ کرام اور خصوصًا امام بیہقی نے کتاب الاسماء میں مشرحًا بیان فرمایا اور اُن کی حقیقی مراد کا علم اللہ عزوجل کو سپرد ہے۔

امنّا به كل من عند ربنا وما يذكر الا اولوا الالباب ○ والحمد لله رب العلمين والصلوٰة والسلام على سيد المرسلين محمد و اٰله و صحبه اجمعين، اٰمين!

ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔ اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے، اور تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں۔ اور درود وسلام نازل ہو سید المرسلین محمد مصطفٰے پر اور آپ کی آل پر اور آپ کے تمام صحابہ پر۔ آمین (ت)

ساتواں تپانچہ

الحمدُ للہ مسئلہ عرش ورَدِ مکان سے فراغ پایا کہ یہی رسالے کا موضوع اصلی تھا اب تحریر وہابیت تخمیر کے دو حرف اخیر دو مسئلہ دیگر کے متعلق باقی ہیں اُن کی نسبت بھی سرسری دو چار ہاتھ لیجئے کہ شکایت نہ رہے۔

قولہ مسئلہ فرضوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا۔

الجواب

اقول ضرب ۲۱۶: کسی صحیح حدیث قولی وفعلی وتقریری سے فرضوں کے بعد دعا کیلئے ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں کسی صحیح حدیث قولی وفعلی وتقریری سے اللہ تعالٰی کا عرش کے سوا اور کہیں نہ ہونا ثابت نہیں دعا کیلئے ہاتھ اٹھانا بے حدیث صحیح بدعت مگر خدا پر حکم لگا دینے کو صرف تیرے زبانی ادعا کی حاجت ؎

نجدی بے شرم شرم ہم بدار

(بے شرم نجدی! کچھ شرم کر)

ضرب ۲۱۷: کسی صحیح حدیث قولی وفعلی وتقریری سے عرش کا مکانِ الٰہی ہونا ثابت نہیں، اپنے رب کے حضور التجا کے لئے ہاتھ پھیلانے کو حدیث صحیح کی ضرورت، مگر اللہ عزوجل کو گالی دینے اس کی مخلوقات سے مشابہ بنا دینے کو فقط تیری بدلگام زبان حجت ؎

مکنی خود را مکان در قعرِ نار

(اپنا مکان مت بنا آگ کی گہرائی میں۔ ت)

ضرب ۲۱۸: کسی صحیح حدیث قولی وفعلی وتقریری سے فرضوں کے بعد دُعا کے لئے ہاتھ اٹھانے کی ممانعت ثابت نہیں، پھر تم لوگ کس منہ سے منع کرتے ہو، کیا منع کی شریعت تمھارے اپنے گھر کی ہے یا جواز کیلئے حاجت دلیل ہے ممانعت دلیل سے مستغنی ہے۔

ضرب ۲۱۹: اگر صحیح سے مقابل حسن مراد تو ہرگز حجت اس میں منحصر نہیں، صحیح لذاتہٖ و صحیح لغیرہٖ و حسن لذاتہٖ و حسن لغیرہٖ سب حجت اور خود مثبت احکام ہیں، اور اگر حسن کو بھی شامل توانکار صرف بنظر خصوص محل ہے یا بمعنی عدم ثبوت مطلق ثانی قطعاً باطل، بکثرت صحیح معتمد احادیث قولی و فعلی و تقریری سے نماز کے بعد دُعا مانگنا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت۔ یُونہی ہاتھ اٹھانا دُعا کے آداب سے ہونا بکثرت احادیث صحیحہ و معتبرہ قولی و فعلی و تقریری سے ثابت۔ یہ سب حدیثیں صحاح و مشکوٰۃ و اذکار و حصن حصین وغیرہا میں مروی و مذکور، اور بعد ثبوتِ اطلاق بے اثبات تخصیص ممانعت خاص قاعدۂ علم سے دور و مہجور۔

ضرب ۲۲۰: مقام مقامِ فضائل ہے اور اس میں ضعاف بالاجماع مقبول۔ دیکھو حضرت عالم اہلسنت مدظلہ العالی کا رسالہ "الھاد الکاف فی حکم الضعاف" تو مطالبۂ صحت سراسر جہل و اعتساف۔

قولہ مصنف ابن ابی شیبہ کی حدیث جو بطریق اسود عامری بعض اہل بریلی کے فتوے میں منقول ہے وہ باتفاق محدثین ضعیف و پایۂ اعتبار سے ساقط ہے کیونکہ اسود عامری مجہول العین والحال ہے۔

اقول ضرب ۲۲۱: ادعائے اتفاق محض کذب و اختلاق، مجہول العین بہت ائمۂ محققین کے نزدیک مقبول ہے اور مجہول الحال میں بھی بعض اکابر کا مذہب قبول ہے، امام نووی مقدمۂ منہاج میں فرماتے ہیں،

المجھول اقسام مجھول العدالۃ ظاھرا و باطنا ومجھولھا باطنا مع وجودھا ظاھرا وھو المستور والمجھول العین فاما الاول فالجمھور علٰی انہ لایحتج بہ و اما الاخران فاحتج بھما کثیرون من المحققین[1]

مجہول کی کئی اقسام ہیں، مجہول العدالۃ ظاہراً و باطناً، مجہول العدالۃ باطناً مع وجود العدالۃ ظاہراً یہ مستور ہے اور مجہول العین، صرف پہلی قسم کو جمہور دلیل نہیں بناتے لیکن آخری دو قسموں کو محققین میں سے کثیر نے دلیل بنایا ہے۔ (ت)

---

[1] مقدمۂ منہاج للنووی مع صحیح مسلم — قدیمی کتب خانہ کراچی — ۱/۱۷

(زیادہ تفصیل درکار ہو تو حضرت عالم اہلسنت مدظلہ العالی کی کتاب مستطاب منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین افادہ دوم صدر کتاب و فائدہ چہارم آخر کتاب کے مطالعے سے مشرف ہو)

ضرب ۲۲۲: اسود کی نسبت میزان الاعتدال میں صرف اس قدر ہے،

ما روی عنہ سوی ولدہ دلہم لہ حدیث واحد[1]

اس کے بیٹے دلہم کے بغیر اس سے کسی نے روایت نہیں کی اور محدثین کے ہاں اس کی ایک حدیث ہے۔(ت)

اس سے فقط جہالتِ عین ظاہر ہوتی ہے وہ جہالت حالی کو مستلزم نہیں کہ مجہول العین بہت محققین کے نزدیک مقبول اور مجہول الحال مجروح، تو جہالت حال کا حکم آپ کی اپنی جہالت ہے یا ائمہ معتمدین سے روایت علی الثانی ثبوت دیجئے علی الاول آپ کیا اور آپ کی جہالت کیا، آپ کا علم تو جہل ہے جہل کیا ہوگا، آپ اللہ عزوجل ہی کو نہیں جانتے جس کو اس کے لئے مکان مانتے ہیں۔

ضرب ۲۲۳: ذہبی نے بھی یہ قول اپنی طرف سے لکھا اور اُن کی نفی نفیِ ائمہ کے مثل نہیں ہوسکتی، اب یہیں دیکھئے کہ وہ کہتے ہیں اسود کے لئے ایک حدیث ہے، میں کہتا ہوں اُن کی ایک حدیث تو یہی ہے کہ ابوبکر بن ابی شیبہ نے روایت کی، دوسری حدیث اُن سے سنن ابی داؤد میں ہے جس میں وفادت لقیط بن عامر کا ذکر فرماکر حدیث کے دو لفظ مختصر بطریق عبدالرحمن بن عیاش سمعی عن دلہم بن الاسود عن ابیہ عن عمہ ذکر کئے اور تمام وکمال ایک ورق طویل میں متضمن بیانات علم غیب وحشر ونشر و حوض کوثر وغیرہا بطریق مذکور عبداللہ ابن الامام کے زوائد مسند میں ہے۔[2]

ضرب ۲۲۴: محدث صاحب! آپ نے حافظ الشان کا قولِ منقح بھی دیکھا وہ تصریح فرماتے ہیں کہ اسود عامری مقبول ہیں جاہل مجہول اگر جہل سے معذور تو زبان کھولنی کیا ضرور۔

ضرب ۲۲۵: حافظ الشان سے سوا وجہ اجل واعظم لیجئے امام اجل ابوداؤد نے سنن میں حدیث مذکور اسود عامری سے روایت کی اور اُس پر اصلاً جرح نہ فرمائی تو حسبِ تصریحاتِ ائمہ حدیث صحیح یا حسن یا لااقل صالح تو ہوئی خود امام ممدوح اپنے رسالہ مکیہ میں فرماتے ہیں:

مالم اذکرہ فیہ شیئا فہو صالح و

جس میں کوئی علت نہ بیان کروں تو وہ حدیث

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۹۸۲ اسود بن عبداللہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲
[2] مسند احمد بن حنبل حدیث ابی رزین العقیل لقیط بن عامر الخ المکتب الاسلامی بیروت

بعضہا اصح من بعض[1] — درست ہوں گی اور ان میں بعض سے بعض اصح ہوں گی۔ (ت)

اب اپنی جہالت کبرٰی دیکھ کہ ائمہ کرام تو اسود کو مقبول اور ان کی حدیث کو صالح فرمائیں اور تجھ جیسا بے تمیز بے ادراک پایۂ اعتبار سے ساقط بتائے۔

ضرب ۲۲۶: بالفرض اگر آپ کی جہالت مان بھی لیں اور بفرضِ غلط یہ بھی تسلیم کرلیں کہ مجہول الحال بالاتفاق نامقبول۔ پھر بھی بالاتفاق پایۂ اعتبار سے ساقط بتانا مردود و مخذول۔ محدث مسکین ابھی احتجاج واعتبار ہی کا فرق نہیں جانتے اور چلے حدیثوں پر جرح کرنے۔ محدث صاحب! مجہول اگر ساقط ہے تو پایۂ احتجاج سے نہ کہ پایۂ اعتبار سے، دیکھو رسالہ الہادِ الکاف، اور یہاں پایۂ اعتبار تک ہونا کافی ووافی ہے بلاخلاف۔

ضرب ۲۲۷: یہ سب کلام اس تسلیم پر ہے کہ اسود مذکور فی المیزان ہوں مگر حاشا اس کا تمہارے پاس کیا ثبوت، بلکہ دلیل اس کے خلاف کی طرف ناظر کہ اُن اسود کے باپ صحابی نہیں مجہول ہیں کما نص علیہ الحافظ (جیسا کہ حافظ نے اس پر نص کی ہے۔ ت) اور اِس اسود کے باپ صحابی کما ذکر فی نفس الحدیث صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الفجر (جیسا کہ اسی حدیث میں ذکر ہے کہ میں نے حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی۔ ت)

قولہ اور ابن السنی کے عمل الیوم واللیلہ کی حدیث جو بروایت اس فتوٰی مذکور میں منقول ہے موضوع ہے کیونکہ اس میں عیسٰے راوی کذاب ہے۔ یہ دونوں حدیثیں میزان الاعتدال کے اخیر میں موجود ہیں۔

اقول ضرب ۲۲۸: عیسٰے تو کذاب نہیں مگر تم ضرور کذاب ہو اس کی سند میں عیسٰے کوئی راوی ہی نہیں ؎

ولے از مفتری نتواں برآمد — کہ او از خود سخن می آفریند

(افترا پرداز سے چھٹکارا نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ خود بات بنالیتا ہے)

---

[1] مقدمہ سنن ابی داؤد الفصل الثانی آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۴

ضرب ۲۲۹: حکم بالوضع بے دلیل و مردود ہے۔

ضرب ۲۳۰: میزان الاعتدال میں ان احادیث کا ذکر نہیں، کیا بلاوجہ بھی جھوٹ کی عادت ہے اور فاصبر کیا موقع پر ہے۔

قولہ مسئلہ غیر مقلدوں کے پیچھے نماز نہ پڑھنا **الجواب** جو شخص کسی مسلمان کو بلا ثبوتِ شرعی فاسق یا مبتدع یا کافر کہے خود اسی کا مصداق ہے۔

اقول ضرب ۲۳۱: بھلا کسی مسلمان کو بلا ثبوت برا کہنا یہ جُرم ہوا اور جو ناپاک بیباک اپنی گمراہی کی ترنگ میں مسلمانوں کے رب کے لئے نہ صرف بلا ثبوت بلکہ قطعاً برخلافِ ثبوتِ شرعی مکان بتائے اسے اس کی مخلوق محتاج کے مانند بتائے وہ مردود کس لفظ کا مصداق ہے اُسے کس سزا کا استحقاق ہے۔

ضرب ۲۳۲: اپنے پیر مغاں اسمٰعیل دہلوی علیہ ما علیہ کی خُوب خبر لی وہ اور اُس کی تمام ذریتِ اہلِ توہب و نجدیت اسی مرضِ مہلک میں گرفتار ہیں کہ مسلمانوں کو بلا ثبوتِ شرعی محض بزورِ زبان و زور بہتان مشرک بدعتی بنانے کو تیار ہیں قاتلھم اللہ انی یوفکون[1] (اللہ انھیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ ت) مردک نے خود ہی شرک کی تعریف کی کہ جو باتیں خدا نے اپنی تعظیم کے لئے خاص کی ہیں وہ دوسروں کے لئے بجالانا اور پھر شرک کی مثالوں میں گنا دیا، کسی کی قبر پر شامیانہ کھڑا کرنا، کسی کی قبر کو مورچھل جھلنا، الحمدللہ کہ تم جیسے سپوتوں نے اس مردک کے خود مشرک ہونے کا اقرار کر دیا۔

ضرب ۲۳۳: یونہی تم نئی پَود والے جن پُرانوں سیانوں کے گُرگے ہو یعنی یہی دہلوی اور اُس کے اذناب غوی تم سب کا مسلک ناپاک ہے کہ تقلیدِ ائمہ کو بلا ثبوتِ شرعی شرک اور مقلدین کو مشرک کہتے ہو، الحمدللہ کہ تم خود اپنے منہ آپ مشرک بنے کہ کرد کہ نیافت۔

ضرب ۲۳۴: تمھارے طائفہ غیر مقلدین کا فسّاق بتدعین ہونا بے ثبوتِ شرعی نہیں بلکہ علمائے عرب و عجم بکثرت دلائل قاہرہ سے ثابت فرما چکے سینہ زوری سے نہ مانو تو اس کا کیا علاج۔

ضرب ۲۳۵: جناب شیخ مجدد الف ثانی رسالہ مبدء و معاد میں فرماتے ہیں:

مدتے آرزوئے آں داشت کہ وجہے پیدا شود وجہیہ در مذہب حنفی تا در خلف امام قراءتِ فاتحہ نمودہ آید اما بواسطۂ رعایت مذہب بے اختیار	مدت تک یہ آرزو رہی کہ حنفی مذہب میں قراءت خلف الامام کی کوئی صورت بن جائے تاھم غیر اختیاری طور پر مذہب کی رعایت میں امام کی

[1] القرآن الکریم ۶۳/۴

ترکِ قرات میکرد وایں ترک را از قبیل ریاضت مجاہدہ می شمرد، آخر الامر سبحانہ تعالٰی بہ برکت رعایت مذہب کہ نقل از مذہب الحادست، حقیقتِ مذہب حنفی در ترکِ قرات ماموم ظاہر ساخت وقرات حکمی از قرات حقیقی در نظر بصیرت زیبا تر نمود[1]

اقتدا میں قرات نہ کی، اس ترکِ قرات کو تکلف محسوس کرتا رہا، بالآخر مذہب کی رعایت کی برکت سے مقتدی کے لئے ترکِ قرات کی حقیقت ظاہر ہوگئی، جبکہ اپنے مذہب سے دوسرے مذہب میں منتقل ہونا الحاد ہے، چنانچہ حقیقی قرات سے حکمی قرات نظرِ بصیرت میں خوب تر معلوم ہوتی۔ (ت)

یہاں حضرت ممدوح غیر مقلدوں کو صاف صاف ملحد فرمارہے ہیں، آپ کے نزدیک یہ فرمانا مطابق ثبوت شرعی ہے جب تو آپ اور آپ کے سارے طائفے کو الحاد و بے دینی کا خلعت مبارک، پھر آپ فاسق ومبتدع کہنے پر کیوں بگڑیں۔ ہاں شاید یوں بگڑے ہو کہ مرتبہ گھٹا دیا ملحد زندیق سے نرا فاسق مبتدع رکھا' اور اگر یہ فرمانا بے ثبوت شرعی ہے تو آپ کے طور پر حضرت شیخ مجدد معاذاللہ ملحد قرار پائیں گے، بتاؤ کہ دونوں شقوں سے کون سی شق تمھیں پسند ہے' ہنوز بس نہیں، جب جناب شیخ ایسے ٹھہریں گے تو شاہ ولی اللہ وشاہ عبدالعزیز صاحب کہاں بچیں گے کہ یہ اُن کے مرید اُن کے معتقد ہیں اُنھیں اکابر اولیاء سے جانتے ہیں، اور جو کسی ملحد کو مسلم کہے خود ملحد ہے نہ کہ امام اسلام وولی والا مقام کہنے والا' اور جب یہ سب حضرات ایسے ہُوئے تو وہابیہ مخذولین کا شیخ مقتول اسمٰعیل مخذول علیہ ماعلیہ کدھر بھاگے گا' یہ تینوں کا مداح تینوں کا غلام تینوں کو ولی کہے تینوں کو امام، تو یہ خود ملحد در ملحد ملحدوں کا ملحد ہُوا، اور اب تم کہاں جاتے ہو تم اس ایک کے ویسے ہی ہو جیسا وہ اُن تین کا' تو دیگِ الحاد کی پھیلی کُھرچن الحادی بوتل کی نیچے کی تلچھٹ تم ہوئے، اب کہو کون سی شق پسند رہی، ہر شق پر الحاد کی آفت تمھارے ہی ماتھے گئی۔

قولہ ائمہ دین ومسلمانان قرون ثلثہ سب غیر مقلد تھے۔

اقول ضرب ۲۳۶: محض جھوٹ ہے، تابعین وتبع تابعین میں تو لکھوکھا مقلدین تھے ہی، صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم میں بھی ہزاروں حضرات خصوصًا اعراب واکثر طلقاء مقلد تھے۔ قرون ثلثہ کے کروڑوں مسلمانوں میں ہر شخص کو مجتہد جاننا آپ ہی جیسے فاضل اجہل کا کام ہے، ایمان

---

[1] مبدء ومعاد مجدد الف ثانی مطبع مجددی امرتسر انڈیا ص ۳۷

سے کہنا قرونِ ثلٰثہ میں کبھی کسی کا کسی عالم سے مسئلہ پوچھنا اور وہ جو فرمائے اس پر عمل کرتا ہوا یا نہیں، بیشک ہُوا اور ہر قرن میں ہوا اور شب و روز ہوتا رہا، اور تقلید کس چیز کا نام ہے۔ اگر کبھی خواب میں بھی کتبِ حدیث کی ہَوا لگی ہوتی تو معلوم ہوتا کہ عوام و علماء کا یہ استفتا و افتا نہ صرف زمانۂ صحابہ بلکہ زمانۂ رسالت سے ہمیشہ رائج رہا۔

ضرب ۲۳۷: اہلِ زمانہ غیر مقلدین کے بارے میں سوال کریں کہ اُن کے پیچھے نماز کیسی ہے؟ علمائے سنّت جواب فرمائیں کہ ممنوع و مکروہ ہے۔ اس سوال وجواب کو ائمہ مجتہدین پر حمل کرنا جہالت نہیں بلکہ دیدہ و دانستہ حرامزدگی ہے غیر مقلد اس طائفہ تالفہ ضالہ حائفہ کا نام ہے جو تقلیدِ شیطانِ لعین تقلیدِ ائمہ دین سے انکار رکھتا ہے، مقلدینِ ائمہ کو مشرک کہتا ہے، اپنے ہر خرنا شخص کو بے اتباعِ ارشاداتِ ائمہ اپنی عقلِ ناقص پر چلنے کا حکم دیتا ہے، ناموں کے معانی لغوی لے کر غیر مسمّٰی پر حمل کرنا کیسی حماریتِ کبرٰی ہے، یہ وہی مثل ہُوئی کہ قارورے کو قارورہ کیوں کہتے ہیں اس لئے کہ اس میں پانی کا قرار ہے تو تمہارا پیٹ بھی قارورہ ہوا کہ اس میں بھی پانی کا قرار ہوتا ہے۔ جرجیر کو جرجیر کیوں کہتے ہیں اس لئے کہ وہ تجرجُر یعنی حرکت کرتا ہے تو تمہاری داڑھی بھی جرجیر ہوئی کہ اُسے بھی جنبش ہوتی ہے۔

ضرب ۲۳۸: اگر بالفرضِ باطل لفظ "غیر مقلدین" ائمہ مجتہدین کو بھی شامل مانیے تو لفظ کے مصداق جب دو قسم ہوں، ایک محمود، دوسری مذموم، اور محمود زمانۂ سلف میں تھے اب تنہا مذموم باقی ہیں تو اب حکمِ مذمت میں قید و تخصیص کی ضرورت نہیں ہر عاقل کے نزدیک حکم انھیں موجودین کے لئے ہوگا اسے عام سمجھنے والا یا مکابر سرکش ہے یا مسکین بارکش، مثلاً ہر مسلمان کہتا ہے کہ یہود و نصارٰی کافر ہیں اس پر شخص جو اعتراض کرے کہ زمانۂ موسوی کے یہود، عصرِ عیسوی کے نصارٰی کہ دینِ حق پر قائم تھے مومنین تھے تم نے سب کو کافر کہہ دیا تو یہ معترض انھیں دو حال سے خالی نہیں یا حرامزادہ شریر ہے یا خر مسکین۔

قولہ تقلید ایک امرِ مستحدث ہے اور چوتھی صدی میں ایجاد ہوئی۔

اقول ضرب ۲۳۹: سخت جھوٹے ہو بلکہ تقلید واجب شرعی ہے، قرآن و حدیث نے لازم کی، زمانۂ رسالت سے رائج ہوئی، قال اللہ تعالٰی:

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون [1] — اہلِ ذکر سے پوچھو اگر تم خود نہیں جانتے۔ (ت)

وقال رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم:

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۴۳ و ۲۱/ ۷

الاسألوا اذلم یعلموا فانما شفاء العی السؤال[1] انھوں نے خود نہ جانتے پر پوچھا کیوں نہیں کیونکہ عاجز کا علاج پوچھنا ہے (ت)

ہاں تمھارے طائفہ گمراہ کی غیر مقلدی بہت نو پید احدث ہے کہ ابن عبدالوہاب نجدی نے بارھویں صدی میں نکالی، دیکھو سردار علمائے مکہ معظمہ شیخ العلماء حضرت سید احمد زین قدس سرہ کا رسالہ الدرر السنیہ فی الرد علی الوھابیہ۔

ضرب ۲۴۰: ہم اہلسنت کو ان گمراہوں سے نزاع اولاً تقلید کو شرک بتاتے، ثانیاً اس کے حرام ٹھہرانے، ثالثاً بے لیاقت اجتہاد اس کا ترک جائز بتانے میں ہے، یہ چالاک عیار تینوں کو چھوڑ کر تقلید شخصی میں الجھنے لگتے ہیں یہ ان مکاروں کا قدیم طریقہ جان بچانے کا ہے، یہ نئی پرواز کے پٹھے بھی یہی چال چلے پھر بھی چوتھی صدی جھوٹ بنالی، ان کے شیخ مقتول اسمٰعیل مخذول کے دادا اور دادا استاد اور پردادا پیر شاہ ولی اللہ صاحب رسالہ "انصاف" میں انصاف کر گئے کہ:

بعد المائتین ظھر بینھم التمذھب للمجتھدین باعیانھم وقل من کان لایعتمد علی مذھب مجتھد بعینہ وکان ھذا ھوالواجب فی ذٰلک الزمان[2]

یعنی دو صدی کے بعد خاص ایک مجتہد کے مذہب کا پابند بننا اہل اسلام میں ظاہر ہوا کم ہی کوئی شخص تھا جو ایک امام معین پر اعتماد نہ کرتا ہو اور یہی واجب تھا اس زمانے میں۔

قولہ اور جو بات امور دین میں بعد قرون ثلٰثہ کے ایجاد ہوئی بالاتفاق بدعت ہے وکل بدعۃ ضلالۃ۔

اقول ضرب ۲۴۱: جیسی تمھاری غیر مقلدی کہ تین چھوڑ بارھویں قرن میں قرن الشیطان کے پیٹ سے نکلی۔

ضرب ۲۴۲: شیر کے بن میں ڈکرانے والا بیل اپنی موت اپنے منہ مانگتا ہے، اللہ تعالٰی کے لئے مکان ثابت کرنا بتا تو دے کہ قرون ثلٰثہ میں کس نے مانا، تو تیرا قول بدتر از بول تیرے ہی منہ سے بدعت و ضلالت و فی النار اور تو بدعتی گمراہ مستحق نار ہے۔

ضرب ۲۴۳: اللہ عزوجل کے احاطہ ذاتیہ کا انکار قرون ثلٰثہ میں کس نے کیا، یہ بھی تیری بدعت و

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب المجذور یتیمم آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۴۹

[2] رسالہ انصاف شاہ ولی اللہ باب حکایۃ حال الناس قبل المائۃ الرابعۃ الخ مکتبۃ دار الشفقۃ استنبول ترکی ص۱۹

ضلالت ہے۔

ضرب ۲۴۴: صفاتِ الٰہیہ میں صرف علم کو محیط ماننا جس سے اُس کی قدرت، اُس کے سمع، اُس کی بصر، اُس کی مالکیت، اس کی خالقیت کے احاطے کا انکار ثابت ہوتا ہے۔ قرونِ ثلٰثہ میں کون اس کا قائل تھا' یہ بھی تیری گمراہی و بدمذہبی ہے۔

ضرب ۲۴۵: استواء کے وہ تین معنے کہنا اور اُن کے سوا چوتھے کو بدعت بتانا قرونِ ثلٰثہ میں کس کا قول تھا، یہ بھی تیری ضلالت و بددینی ہے۔

ضرب ۲۴۶: فضائلِ اعمال کے ثبوت کو حدیثِ صحیح میں منحصر کردینا قرونِ ثلٰثہ میں کس کا مذہب تھا' یہ بھی تیری بدعت جسارت و بدزبانی ہے۔

ضرب ۲۴۷: بدعت کے یہ معنے لینا کہ جو بات امورِ دین میں بعد قرونِ ثلٰثہ کے حادث ہوئی اور اُسے بالاتفاق بدعتِ ضلالت کہنا اُمتِ مرحومہ پر افترا ہے، اس کی تحقیق علمائے اہلسنت اپنی تصانیفِ کثیرہ میں فرما چکے، وہ بحث لکھئے تو دفتر طویل ہو، اور پھر مخاطب ناقص العقل کیا قابلِ خطاب، مگر مدعی اپنے اس دعوٰی اطلاق پر اُمت کا اتفاق مسند معتمد سے دکھائے ورنہ اپنی جہالت و ضلالت کا آپ سر کھائے۔

قولہ مفتی بریلی جو تقلید کو امرِ دینی سمجھتا ہے یقینی مبتدع ہوا اور اُس کے فتوے کے مطابق اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہوا کما ھو ظاھر افسوس کہ اس نادان دوست نے اپنے ائمہ رحمہم اللہ تعالٰی کے پیچھے بھی نماز پڑھنے کو ناجائز کردیا ؎

شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گزشتی	مجھے خوشی ہے کہ تم رقیبوں سے دامن بچا کر گزر گئے
گو مشتِ خاکِ ماہم برباد رفتہ باشد	اگرچہ میری مشتِ خاک بھی برباد ہوگئی

نعوذ باللہ من ھفواتہ۔ اللہ تعالٰی اس کی بیہودہ باتوں سے بچائے۔ (ت)

اقول ضرب ۲۴۹: ؎

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد ... میلش اندر طعنہ پاکاں زند

(جب اللہ تعالٰی کسی کا پردہ چاک کرنا چاہتا ہے تو پاک لوگوں پر طعنہ میں اسے مشغول کردیتا ہے۔ ت)

مسلمانوں نے دیکھ لیا کہ لفظ مبتدع کے مستحق معاذ اللہ علمائے اہلسنت ہیں یا یہ بددین گمراہ کہ اللہ کو مکانی ماننا

جسمانی جاننا اس کی قدرت وسمع وبصر وخالقیت ومالکیت وغیرہا کو محیط نہیں سمجھتا ائمہ دین سے باقرار خود رقابت رکھتا ہے عیاذاً باللہ وہ مبتدع ہیں یا اس وہابیہ کے نئے پنتھ کا پرانا گرو گھنٹال شیخ مقتول اسمٰعیل مخذول جس کے کفریات میں رسالہ مبارکہ الکوکبۃ الشہابیۃ علٰی کفریات ابی الوھابیۃ تصنیف ہوا اور علمائے عرب وعجم نے اُس کے ضلال بلکہ علمائے حرمین طیبین نے اس کے کفر پر فتوٰی دیا نہاں اسے یہ دکھانا ہے کہ جب تقلید کو امر دینی سمجھنے والا معاذاللہ مبتدع ہوا تو اب شاہ ولی اللہ کی خبریں کہئے جو نہ مطلق تقلید بلکہ دو صدی کے بعد خاص تقلید شخصی کو واجب کہتے ہیں جس کی عبارت ابھی گزری۔

ضرب ۲۵۰: اور جناب مجددیت مآب کی نسبت کیا حکم ہوگا جو تقلید نہ مطلق تقلید بلکہ خاص تقلید شخصی کو ایسا سخت ضروری ومہم تر امر عظیم دینی مانتے ہیں کہ اس کے ترک کو الحاد و بے دینی جانتے ہیں، عبارت اُوپر گزری۔ اور سُنئے کہ وُہ صحیح ومستفیض حدیثوں کو فقہی روایت کے مقابل نہیں سنتے اور روایت بھی کیسی کہ خود مختلف آئی اور اختلاف بھی کیسا کہ اپنے ہی ائمہ کا فتوٰی تک مختلف امام محمد کی کتاب میں خود اُس کے خلاف، اور حدیثوں کے مطابق اپنا اور حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب مذکور کہ التحیات میں اشارہ کیا جائے، اور اس پر بھی ائمہ فتوٰی نے فتوٰی دیا مگر صرف اس بنا پر کہ یہ روایت ہمارے امام سے مشہور نہیں احادیث پر عمل کرنا جائز نہیں بتاتے، اس سے بڑھ کر تقلید اور وہ بھی خاص شخصی کو دینی ضروری سمجھنا اور کیا ہوسکتا ہے۔ مکتوبات جلد اول مکتوب ۳۱۲ میں فرماتے ہیں:

مخدوما احادیث نبوی علٰی مصدرہا الصلٰوۃ والسلام درباب جواز اشارت سبابہ بسیار وارد شدہ اند و بعضے از روایات فقہیہ حنفیہ نیز دریں باب آمدہ وانچہ امام محمد گفتہ کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یشیر ونصنع کما یصنع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثم قال ھذا قولی وقول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما از روایات نوادر ست مامقلدان رانمی رسد کہ بمقتضائے احادیث عمل نمودہ جرأت دراشارت نمائیم

اے ہمارے مخدوم! تشہد میں شہادت کی انگلی سے اشارہ کی کثیر احادیث وارد ہیں، اور بعض حنفی حضرات کی اس بارے میں روایات فقہیہ بھی آئی ہیں، اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے جو فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اشارہ فرماتے تھے اور ہم وہ کریں گے جو نبی پاک صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کرتے تھے۔ پھر انھوں نے فرمایا میرا اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا یہی قول ہے، تو یہ نادر روایات میں سے ہے' تو ہم مقلد لوگوں کو براہِ راست حدیث پر عمل نہیں کرنا چاہیے کہ اشارہ کرنے کی جرأت کریں،

اگر گویند کہ علمائے حنفیہ بر جواز اشارت نیز فتوٰی دادہ اند گویم ترجیح عدمِ جواز راست اھ ملتقطاً[1]

اگر کہا جائے کہ حنفی علماء نے اشارہ کے جواز پر فتوٰی دیا ہے تو میں کہوں گا کہ ترجیح عدمِ جواز کو ہے اھ ملتقطاً (ت)

اب مبتدعی کو خبریں کہیے اور تقریرِ سابق بھی یاد رکھیے کہ اُن کی شان میں کوئی کلمہ کہا اور ساتھ لگے شاہ ولی اللہ شاہ عبدالعزیز صاحب بھی گئے اور بلا پس ہو تینوں کو جانے دو وہ سب میں چہیتے اسمٰعیل جو گئے اور اُن کے صدقے گیہوں کے گھن، اور تمہارے سب طائفے والے جہنم بدعت وضلالت کے قعر میں پہنچے، افسوس کہ اس نامرد ہاتھی نے اپنی ہی فوج کا زیاں کیا اُس کچی پینڈی نے اپنے سفرہ و دستارخوان کا نقصان کیا، اسمٰعیل اور سارے طائفۂ مردود و ذلیل کو بدعتی گمراہ جہنمی مان لیا ان کے پیچھے نماز پڑھنے کو جائز کر دیا ؎

شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گزشتی گو جائے ذکر ما ہم آں تنگ دل ندارد

(مجھے خوشی ہے کہ تم رقیبوں سے دامن بچا کر گزر گئے، اگرچہ ہمارے ذکر پر بھی وہ تنگ دل نہیں ہوتے۔ت)

نعوذ باللہ من ھفواتہ وھمزات اسمٰعیل وھناتہ رب انی اعوذبک من ھمزات الشٰیطین، واعوذبک ان یحضرون ○ واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین، والصلٰوۃ والسلام علٰی سیدنا المرسلین سیدنا محمد واٰلہ واصحابہ اجمعین، اٰمین!

ہم اللہ تعالٰی کی پناہ چاہتے ہیں اس کے لغویات اور اسمٰعیل کی وسوسہ انگیزیوں اور باعثِ شرم باتوں سے۔ اے میرے رب! میں تیری پناہ چاہتا ہوں شیطان کی وسوسہ انگیزیوں سے، اور تیری پناہ چاہتا ہوں شیطانوں کی حاضری سے اور ہماری آخری بات یہ ہے تمام حمدیں اللہ تعالٰی رب العالمین کیلئے ہیں اور صلٰوۃ وسلام ہو رسولوں کے سردار ہمارے آقا محمد اور ان کی آل واصحاب سب پر، آمین! (ت)

الحمدللہ کہ یہ مختصر اجمالی جواب پانزدہم شہر النور والسرور ماہِ مبارک ربیع الاول ۱۳۱۲ھ ہجریہ قدسیہ علٰی صاحبہا الصلٰوۃ والتحیہ کو باوصف کثرتِ کار و ہجوم اشغالِ تعلیم وتدریس ومجالس مبارکہ میلاد سراپا تقدیس وقتِ فرصت کے قلیل جلسوں میں تمام اور بلحاظ تاریخ قوارع القہار علی المجسمۃ الفجار[2]

---

[1] مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی مکتوب ۳۱۲ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۴۴۸ تا ۴۵۱

نام ہوا اس التزام کے ساتھ کہ مسئلہ مکان میں صرف اسی شخص کی سند اگنائی ہوئی کتابوں کی عبارتیں پیش کروں گا عدد ڈھائی سو ضرب تک پہنچا اور اُس کی مستند کتابوں میں بھی تفسیر ابن کثیر موجود نہ تھی ورنہ ممکن تھا کہ عدد اور بڑھتا، یونہی کتاب العلو مضطرب منہافت اور اس کے علاوہ پاس بھی نہ تھی اور اگر قلم کو اس مخالف کی اس قدر جا بِ تنگ میں محصور نہ کیا جاتا تو ضربوں کی کثرت لطف دکھاتی، پھر بھی اُن معدود سطور پر ڈھائی سو [۲۵۰] کیا کم ہیں، وباللہ التوفیق، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی الھادی الٰی سواء الطریق وصلی اللہ تعالٰی علی النبی الکریم محمد واٰلہ وبارک وسلم، اٰمین!

مسئلہ ۵۲ از شہر مدرسہ اہلسنت وجماعت منظر اسلام مسئولہ مولوی اکبر حسن خاں رامپوری طالبعلم مدرسہ مذکور ۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

کمترین خدمت خدامان حضرت میں عارض ہے انگریزوں کے یہاں بدلائل عقلیہ ثابت ہے کہ آسمان کوئی چیز نہیں اور یہ جو نیلگوں شے محسوس ہوتی ہے وہ فضا ہے، اور اختلافِ لیل ونہار سب حرکتِ ارض ہے، اور نہ ستاروں کی حرکت ہے، ہر ستارہ کی کشش دوسرے کو روکے ہوئے ہے جس طرح مقناطیس۔ اُمید کہ کوئی قوی دلیلِ عقلی ونقلی وجودِ آسمان پر افادہ فرمائی جائے۔

الجواب

وجودِ آسمان پر آسمانی کتابوں سے زیادہ کیا دلیل درکار ہے، تمام آسمانی کتابیں اثباتِ وجودِ آسمان سے مالامال ہیں۔ قرآن عظیم میں تو صدہا آیتیں ہیں جن میں آسمان کا ابتداء میں دُھواں ہونا بستہ چیز پھر رب العزت کا اُسے جدا جدا کرنا پھیلانا، سات پرت بنانا، اس کا چھت ہونا، اس کا نہایت مضبوط بنائے مستحکم ہونا، اس کا بے ستون قائم ہونا، اللہ تعالٰی کا اُسے اور زمین کو چھ دن میں بنانا، روزِ قیامت اُس کا شق ہونا، اٹھا کر زمین کے ساتھ ایک بار ٹکرا دیا جانا، پھر اس کا اور زمین کا دوبارہ پیدا ہونا وغیرہ وغیرہ صاف روشن ارشاد ہیں کہ اُن کا انکار نہیں کرسکتا مگر وہ جو اللہ ہی کا منکر ہے، نیز قرآن عظیم میں جابجا یہ بھی تصریح ہے کہ یہ جو ہم کو نظر آرہا ہے یہی آسمان ہے تو اس میں گمراہ فلسفیوں کا رَد ہے جو آسمانوں کا وجود تو مانتے ہیں مگر کہتے ہیں کہ وہ نظر نہیں آسکتے، یہ جو ہمیں دکھائی دیتا ہے کرہ بخار ہے۔ ان نصرانیوں اور ان یونانیوں سب بطلانیوں کے رَد میں ایک آیۂ کریمہ کافی ہے کہ:

الا یعلم من خلق وھو اللطیف — کیا وہ نہ جانے جس نے بنایا اور وہی ہے پاک

المخبیر[1] خبردار۔

بتانے والا جو فرمارہا ہے وہ تو نہ مانا جائے اور دل کے اندھے سمجھ کے اوندھے جو اٹکلیں دوڑاتے ہیں وہ سُنی جائیں۔ اس سے بڑھ کر گدھا پن کیا ہوسکتا ہے۔ یہ بائبل جواب نصارٰی کے پاس ہے اس کی پہلی کتاب کا پہلا باب آسمان و زمین کے بیان پیدائش ہی سے شروع ہے۔ رہی دلیل عقلی، ذرا انصاف درکار۔ اتنا بڑا جسم جسے کروڑوں آنکھیں دیکھ رہی ہیں اس کا وجود محتاج دلیل ہے یا جو کہے یہ معدوم محض یہ سب آنکھوں کی غلطی ہے یہ نری دھوکا کی ٹٹی ہے اس کے ذمے ہے کہ دلیل قطعی سے اس کا عدم ثابت کرے یوں تو ہر چیز پر دلیل عقلی قائم کرنی ہوگی آفتاب جسے نصارٰی بھی مانتے ہیں کیا دلیل ہے کہ یہ فی نفسہٖ کوئی وجود رکھتا ہے، اور نگاہ کی غلطی نہیں غرض محسوسات سے بھی امان اٹھ کر دین و دنیا کچھ قائم نہ رہیں گے عنادیہ کا مذہب آجائے گا، ولاحول ولا قوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳: از لاہور حویلی میاں خاں نزد مکان حکیم محمد انور صاحب مرسلہ اللہ دیا شاعر ۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

میں ایک حنفی المذہب شخص ہوں میں نے ایک مجمع میں جس میں غیر مقلد و مرزائی وغیرہ شامل تھے یہ کہا کہ رسول اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات لایزال ہے اور اس کو زوال نہیں جس پر اُنھوں نے مجھے کافر مشرک اور بے دین کہا یہ بھی کہا کہ کسی عالم نے آج تک اس مسئلہ پر کچھ نہیں لکھا اس واسطے تم جھوٹے ہو۔ آپ کی خدمتِ اقدس میں عرض ہے کہ اس کے متعلق فتوٰی عنایت فرمائیں، میں نے لاہور کے چند علماؤں سے اس کے متعلق استفسار کیا تو انھوں نے فرمایا کہ تم راستی پر ہو اور انھوں نے مجھے فتوے بھی دئے، اب میری یہ آرزو ہے کہ میں ان فتووں کو جمع کرکے چھپوادوں، چونکہ آپ ہماری جماعت حقہ کے حکیم حاذق ہیں اور ہمیں آپ کی ذاتِ بابرکات پر بڑا فخر و ناز ہے۔

الجواب

بے شک حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ذات وصفات و فضائل و کمالات کبھی زوال پذیر نہیں بلکہ ہمیشہ مترقی ہیں، قال اللہ تعالٰی:

وللاٰخرۃ خیرلك من الاولٰی۔[2] اور بیشک پچھلی تمہارے لئے پہلی سے بہتر ہے (ت)

یہاں کسی عاقل مسلم کی یہ مراد نہیں ہوسکتی کہ حرکت و انتقال منتفی ہے، نہ کوئی مسلمان اس کی نفی کرے گا کہ

---

[1] القرآن الکریم ۶۷/ ۱۴ [2] القرآن الکریم ۹۳/ ۴

تصدیق وعدہ الٰہیہ کے لئے جو ایک آن کے لئے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو طاریان موت ہو کر معاً حیاتِ حقیقی ابدی روحانی جسمانی بخشی جاتی ہے یہ حضور کے لئے نہ ہوئی بلکہ اس سے حضور کی برزخ میں حیاتِ ابدی اور فضائل اقدس میں ترقی دوامی مراد ہوگی بلاشبہہ اُس تصدیقِ وعدہ کے بعد سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے ابدیت ذات حاصل ہے، نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون[1] — انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق[2] — بیشک اللہ تعالٰی نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ نبیوں کے جسموں کو کھائے چنانچہ اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اس کو رزق دیا جاتا ہے (ت)

باوصف قرب معنی صحیح مسلمان کے کلام کو معنی قبیح بلکہ کفر صریح پر حمل کرنا مسلمان کا کام نہیں۔ واللہ اعلم

مسئلہ ۵۴ ازرادھن پور گجرات قریب احمد آباد مرسلہ حکیم محمد میاں صاحب
۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

گیارھویں کے لئے آپ کیا فرماتے ہیں، گیارھویں کے روز فاتحہ دلانے سے ثواب زیادہ ہوتا ہے یا آڑے دن فاتحہ دلانے سے، بزرگوں کے دن کی یادگاری کے لئے دن مقرر کرنا کیسا ہے؟

الجواب

محبوبانِ خدا کی یادگاری کے لئے دن مقرر کرنا بیشک جائز ہے حدیث میں:

کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یاتی قبور شھداء اُحد علی راس کل حول[3] — نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر سال کے اختتام پر شہدائے اُحد کی قبروں پر تشریف لاتے تھے (ت)

شاہ عبدالعزیز صاحب نے اسی حدیث کو اعراس اولیائے کرام کے لئے مستند مانا، اور شاہ ولی اللہ صاحب نے کہا:

---

[1] شرح الصدور باب احوال الموتٰی فی قبورہم الخ خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۸۷
مسند ابی یعلٰی حدیث ۳۴۱۲ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۳/۳۷۹

[2] سنن ابن ماجہ ابواب ماجاء فی الجنائز باب ذکر وفاتہ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۹

[3] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیۃ ۱۳/۲۴ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۳/۱۷۰

ازینجاست حفظ اعراس مشائخ۔[1] مشائخ کے عرس منانا اس حدیث سے ثابت ہے۔ (ت)

گیارھویں شریف کی تعیین بھی اسی باب سے ہے مگر ثواب کی کمی بیشی اس پر نہیں جب کریں ویسا ہی ثواب ہوگا، ہاں اوقاتِ فاضلہ میں اعمال فاضلہ زیادہ نورانیت رکھتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۵: از بریسال ڈاکخانہ مہرگنج محلہ چڑ لکھی مکان منشی عبدالکریم مرسلہ محمد حسن صاحب ۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

آناں بملک ما برائے چند کلام تزع برفع اند اولًا مابین علمائے چند فریق شدہ اند یک دیگرے را وہابی گویند و در پیش آں صلوٰۃ خوانی مکروہ تحریمی وعقائد قوم وجماعت وہابیہ اینکہ مولود خوانی و زیارتِ قبور و فاتحہ و تسبیح و تہلیل و عرس کردن ایں سب امور را حرام گویند و انجا افعال کنندہ را بدعتی گویند در پیش ایں جماعت را نماز نمی خواند و ایں ہر دو جماعت ہمچناں فساد می کنند لکن کیفیت وہابی وسنی چیست نہ معلوم اند۔

ہمارے ملک میں چند اختلافی باتیں اٹھ کھڑی ہوئی ہیں جن میں سے پہلی یہ کہ علماء کے درمیان کچھ گروہ ہیں جو ایک دوسرے کو وہابی کہتے ہیں اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے کو مکروہِ تحریمی قرار دیتے ہیں۔ وہابی قوم کے عقائد یہ ہیں کہ وہ میلاد خوانی، زیارتِ قبور، فاتحہ، تسبیح وتہلیل اور عرس کرنے کو حرام کہتے ہیں۔ اور ایسے افعال کرنے والے کو بدعتی کہتے ہیں۔ اور ان کی جماعت میں نماز نہیں پڑھتے۔ یہ دونوں جماعتیں اسی طرح فساد کرتی ہیں لیکن وہابی اور سُنّی کی کیفیت کیا ہے یہ معلوم نہیں۔ (ت)

الجواب

دریں دیار منکراں میلاد خوانی و زیارتِ قبور و فاتحہ و تسبیح وتہلیل جز وہابیہ نہ باشند وہمچناں منکران نفس عرس۔ اما عرسیکہ مشتمل بر رقص باشد خود ناروا است نماز پسِ وہابیہ جائز نیست۔ در فتح القدیر است:

روی محمد عن ابی حنیفۃ وابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہم ان الصلٰوۃ خلف اھل الاھواء لاتجوز۔[2]

اس ملک میں میلاد خوانی، زیارتِ قبور، فاتحہ اور تسبیح وتہلیل کا منکر وہابیوں کے سوا کوئی نہیں، یونہی نفسِ عرس کا منکر بھی ان کے علاوہ کوئی نہیں۔ رہا رقص پر مشتمل عرس تو وہ خود ناجائز ہے۔ وہابیوں کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ فتح القدیر میں ہے:

امام محمد نے امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کی کہ بیشک بدمذہبوں کے پیچھے نماز جائز نہیں۔

---

[1] ہمعات ہمعہ ۱۱ شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد پاکستان ص ۵۸

[2] فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۰۴

انکار امور مذکورہ شعار وہابیہ است ہمچناں استمداد از انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و یارسول اللہ و یا علی گفتن را شرک می گویند و خلاصہ مذہب ایشاں آنست کہ امام آنہا در تقویۃ الایمان[1] گفت کہ جز خدا ہیچ کس را قائل مباش و مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم را خود ہمیں بزرگی داشت چنانکہ برادر کلاں را بر برادر خورد و ازیں قسم بسیار سخنہائے گستاخی با انبیاء و اولیاء و خود حضور سید الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء جا دیدہ است حاصل مذہب ایں خبثاء آنست کہ حضرت مولوی قدس سرہٗ در مثنوی شریف فرمودہ

ہمسری با انبیاء برداشتند
اولیاء را ہمچو خود پنداشتند[2]

واللہ تعالٰی اعلم۔

امورِ مذکورہ کا انکار وہابیوں کا شعار ہے۔ اسی طرح اولیاء اللہ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے مدد مانگنے اور یارسول اللہ اور یا علی کہنے کو شرک قرار دیتے ہیں۔ ان کے مذہب کا خلاصہ وہ ہے جو اُن کے امام نے تقویۃ الایمان میں کہا کہ اللہ تعالٰی کے سوا کسی کا قائل مت ہو اور محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کو خود پر صرف اتنی بڑائی دیتے ہیں جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہے۔ اس قسم کی بہت سی گستاخانہ باتیں نبیوں، ولیوں اور خود حضور سید الانبیاء صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم پر چسپاں کرتے ہیں، ان خبیثوں کے مذہب کا حاصل وہ ہے جو حضرت مولوی (مولانا روم) قدس سرہ نے مثنوی شریف میں فرمایا ہے انھوں نے نبیوں کے ساتھ برابری کا دعوٰی کھڑا کر دیا اور اولیاء اللہ کو اپنے جیسا سمجھ لیا ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۶ تا ۶۲ از فورٹ سنڈیمن بلوچستان رسالہ ژوب ملیشیہ مرسلہ مستری احمد الدین
۳۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

(۱) مولود شریف کرنا کیسا ہے اور بوقتِ بیانِ ولادت شریف قیام کرنا کیسا ہے؟
(۲) گیارھویں حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی کرنی کیسی ہے؟
(۳) کھانا آگے رکھ کر ہاتھ اُٹھا کر ختم دینا جائز ہے یا ناجائز؟
(۴) اُٹھتے بیٹھتے یارسول اللہ کہنا، آپ کو حاضر ناظر جاننا اور عالم الغیب ماننا کیسا ہے؟

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الخامس مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۴۱
[2] مثنوی معنوی حکایت مرد بقال الخ موسسۃ انتشارات اسلامی لاہور دفتر اول ص ۵۸

(۵) بزرگوں کی قبروں کی زیارت کے لئے دور دراز سے سفر کرنا عرس اور قبروں کا طواف اور بوسہ دینا جائز ہے یا نہیں ؟

(۶) ہر دو طریق پر میت کا اسقاط کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

(۷) جمعہ کی نماز کے بعد احتیاط الظہر ۴ رکعت پڑھنا ضروری ہے یا نہیں ؟

جواب ہر شتہ سوال

(۱) مولود شریف یعنی خاص بیانِ ولادت آنحضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خالی از منکراتِ شرعیہ می باشد جائز ہست مگر قیام کردن و دست بر ناف بستن بریں اعتقاد کہ جناب رسالت مآب صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم حاضر میشود مجلس مولود را غیر صحیح و خلافِ عقیدہ ہست۔

(۲) نذر دادن بر روح غوثِ اعظم علیہ الرحمہ اگر خالصاً لوجہ اللہ از برائے ایصال الثواب بروحِ مقدس شاں مے باشد جائز بلکہ حسن ست لکن اگر در وقت نذر کردن خاص نام پیرانِ پیر علیہ الرحمہ ذکر کنند و نام خداوند تعالیٰ ترک کند چنانچہ عادت جہال ست پس ناجائز بلکہ خوفِ کفر ہست۔

(۳) و دعا کردن در وقت حضور طعام جائز ہست لیکن بہتر آں ہست کہ بعد فراغ از تناول طعام کردہ شود زیرا کہ حق طعام سابق ہست لکن آنکہ در بعضے شہرہا معروف ہست کہ طلبۂ ملایان را جمع می کنند و برایشاں ختم

(۱) مولود شریف یعنی خاص بیانِ ولادتِ سرکارِ دو عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جو کہ منکراتِ شرعیہ سے خالی ہو جائز ہے مگر اس کے لئے قیام کرنا اور اس اعتقاد کے ساتھ ناف پر ہاتھ باندھنا کہ جناب رسالتمآب صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم محفلِ میلاد میں حاضر ہوتے ہیں صحیح نہیں اور عقیدہ کے خلاف ہے۔

(۲) غوثِ اعظم علیہ الرحمہ کی روحِ پاک کی نذر دینی اگر خالصاً اللہ تعالےٰ کی ذات کے لئے ہو اور سرکار غوث پاک کی روحِ مقدس کو ثواب پہنچانا مقصود ہو تو جائز بلکہ مستحسن ہے۔ لیکن اگر نذر کرتے وقت خاص پیرانِ پیر علیہ الرحمہ کا نام ذکر کرے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر چھوڑ دے تو جیسا کہ جاہلوں کی عادت ہے ناجائز ہے بلکہ کفر کا خوف ہے۔

(۳) کھانا سامنے رکھ کر دعا کرنا جائز ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ کھانا کھا کر فارغ ہونے کے بعد دعا کی جائے کیونکہ کھانے کا حق مقدم ہے لیکن جو بعض شہروں میں مروج ہے کہ طلباء اور ملاؤں کو جمع کرتے ہیں وہ قرآن مجید ختم کرتے ہیں اور تسبیح و

قرآن شریف و تسبیح و تہلیل می کنند و بعوض آں ایشاں را نان و پیسہ ہا می دہند ناجائز ہست ختم کنندگان را گرفتن فلوس و خوردن طعام حرام ہست و صاحبِ طعام را ثوابِ خیرات نمی شود چنانچہ در طریقہ محمدیہ در فصل آخر و در بحر الرائق و در شامی مذکور ہست۔

تہلیل کرتے ہیں جس کے بدلے میں انھیں روٹی اور پیسے دئے جاتے ہیں یہ ناجائز ہے۔ ختم کرنے والوں کو پیسے لینا اور کھانا کھانا حرام ہے اور کھانا کھلانے والے کو خیرات کا ثواب حاصل نہیں ہوتا، جیسا کہ طریقہ محمدیہ کی فصل آخر، بحر الرائق اور شامی میں مذکور ہے۔

(۴) یا رسول اللہ گفتن ماسوائے از مواضع بے ادبی در ہر وقت جائز ہست مگر حاضر دانستن جناب سرور کائنات صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم مخالف عقیدۂ اہلسنت و جماعت ہست صحیح نیست بلکہ درود شریف یا سلام بخود پیش کردہ مے شود بر روحِ پاک آنجناب علیہ السلام در مدینہ منورہ نہ آنکہ سید الانبیاء از برائے او حاضر مے شود، چنانچہ در حدیث نسائی شریف وارد شدہ ہست قال علیہ السلام ان صلٰوتکم تبلغنی حیث کنتم[1]، نیز جناب رسول اللہ صلی اللہ

(۴) یا رسول اللہ کہنا بے ادبی کی جگہوں کے سوا ہر وقت جائز ہے مگر سرورِ کائنات صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو حاضر جاننا عقیدۂ اہلسنت وجماعت کے خلاف ہے اور صحیح نہیں ہے بلکہ درود شریف یا سلام نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی روح پاک کو خود مدینہ منورہ میں پیش کیا جاتا ہے، یوں نہیں کہ سید الانبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم اس کے لئے خود حاضر ہوتے ہیں جیسا کہ نسائی شریف کی حدیث میں وارد ہوا ہے۔ نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک تمھارا درود مجھ تک پہنچتا ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔

ف: انتہائی کوشش کے بعد بھی نسائی شریف میں ان الفاظ کے ساتھ حدیث نہیں مل سکی البتہ ان الفاظ کے قریب قریب معجم کبیر و مسند احمد بن حنبل میں ان الفاظ کے ساتھ حدیث ملی ہے، حیثما کنتم فصلوا علی فان صلٰوتکم تبلغنی۔

نذیر احمد سعیدی

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۲۷۲۹ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۳/۸۲
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ المکتب الاسلامی ؍ ۲/۳۶۷

تعالےٰ علیہ وسلم را عالم الغیب گفتن ناجائز ہست، چنانچہ ملا علی قاری در شرح فقہ اکبر تصریح میکند ثم اعلم ان الانبیاء علیہم السلام لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الا ما علمھم اللہ احیانا و ذکر الحنفیۃ صریحا بالتکفیر باعتقاد ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یعلم الغیب لمعارضۃ قولہ تعالٰی "قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ۔"[1]

نیز رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو عالم الغیب کہنا ناجائز ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری علیہ الرحمہ شرح فقہ اکبر میں تصریح کرتے ہیں: پھر تو جان لے کہ بے شک انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام غیب اشیاء کو نہیں جانتے سوائے ان چیزوں کے جن کا علم انھیں اللہ تعالٰی کبھی کبھار عطا فرماتا ہے۔ اور حنفیہ نے اسکی تکفیر کا ذکر اس وجہ سے کیا ہے کہ وہ یہ عقیدہ رکھتا ہے نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم غیب جانتے ہیں اس لئے کہ ان کا یہ اعتقاد اللہ تعالٰے کے اس ارشاد کے مخالف ہے، "اے محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم! آپ فرمادیں کہ جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے وہ غیب نہیں جانتا سوائے اللہ تعالےٰ کے۔"

(۵) سفر کردن از برائے زیارتِ قبور جائز ہست از جہت اطلاق قول علیہ السلام کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا[2] و آنچہ بعض علماء مثل ابن تیمیہ وغیرہ استدلال بر منع سفر کردہ اند بایں حدیث "لا تشد الرحال الا الی ثلٰثۃ مساجد[3] الخ" غلط ہست، چنانچہ امام غزالی علیہ الرحمہ در احیاء

(۵) زیارتِ قبور کے لئے سفر کرنا جائز ہے اس واسطے کہ نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مطلق ہے "میں تمھیں قبروں کی زیارت سے منع کیا کرتا تھا تو اب انکی زیارت کیا کرو" ابن تیمیہ وغیرہ بعض علماء کا منع سفر پر اس حدیث سے استدلال کرنا غلط ہے کہ "کجاوے مت باندھو مگر صرف تین مسجدوں کی طرف"۔ چنانچہ امام غزالی علیہ الرحمہ احیاء العلوم

۱؎ منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر حکم تصدیق الکاہن بما یخبر بہ من الغیب مصطفی البابی مصر ص ۱۵۱

۲؎ صحیح مسلم کتاب الجنائز فصل فی الذہاب الی زیارۃ القبور قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۱۴

۳؎ " کتاب المساجد باب فضل المساجد الثلاثۃ " " " ۱/۴۴۷

می فرماید و ذهب بعض العلماء الی الاستدلال بهذا الحدیث فی المنع من الرحلة لزیارة المشاهد و قبور العلماء والصلحاء وما تبین لی ان الامر لیس کذٰلک بل الزیارة ماموره بها قال صلی الله تعالٰی علیه وسلم کنت نهیتکم عن زیارة القبور[1] الخ لکن بوسه دادن وطواف کردن قبر و عرس وغیره همه ناجائز وحرام هست ونیز مخالف هست از آداب وطریقه زیارت کردن ، چنانچه امام غزالی رحمة الله علیه در احیا می فرمودند وآداب الزیارة ان لا یقوم مستقبل القبر مستدبر القبلة و لایقبله ولاینحنی له[2] الخ بلکه در انحناء وسجده کردن خوف کفر ست۔

(۶) اسقاط کردن بر طریق معروف اگرچه در قرون ثلثه برین طریق جاری نبود لیکن علماء فقه در کتب‌های خود نقل کرده هست واز نصوص وآثار صحابه این حکم را مستنبط کرده اند چنانچه علامه ابن العابدین شامی درین مسئله رساله مستقل چاپ کرده هست

میں فرماتے ہیں، بعض علماء نے اس حدیث سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ علماء وصلحاء کی قبور اور مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کے لئے سفر کرنا منع ہے، اور میرے لئے جو کچھ ظاہر ہوا ہے وہ یہ ہے کہ معاملہ اس طرح نہیں بلکہ زیارتِ قبور کا حکم دیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، "میں تمھیں قبروں کی زیارت سے منع کرتا تھا تو اب انکی زیارت کیا کرو۔" لیکن قبر کو بوسہ دینا، طواف کرنا اور عرس وغیرہ سب ناجائز وحرام ہے، اور ایسا کرنا زیارت کرنے کے طریقہ اور آداب کے خلاف ہے۔ چنانچہ امام غزالی علیہ الرحمۃ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں: زیارت کے آداب یہ ہیں کہ قبر کی طرف منہ کرکے اور قبلہ کی طرف پیٹھ کرکے مت کھڑا ہو اور نہ قبر کو چومے اور نہ ہی اس کے لئے جھکے الخ بلکہ قبر کے لئے جھکنے اور سجدہ کرنے میں کفر کا خوف ہے۔

(۶) مروج طریقے پر حیلۂ اسقاط کرنا اگرچہ قرونِ ثلثہ میں اس طور پر جاری نہ تھا مگر علماءِ فقہ نے اپنی کتابوں میں اس کو نقل کیا ہے اور نصوص وآثارِ صحابہ سے اس حکم کو مستنبط کیا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن العابدین صاحبِ شامی نے اس مسئلہ میں ایک مستقل رسالہ شائع

---

[1] احیاء العلوم کتاب اسرار الحج فضیلة المدینة الشریفة الخ مطبعة المشهد الحسینی القاهرة ۱/ ۲۴۳

[2] " " کتاب ذکر الموت الباب السادس " " " " " ۴/ ۴۹۱

14

وثابت کردہ ہست کہ اسقاطِ میت جائز ہست و در نقل عبارت آں رسالہ لبیار طول لازم می شود ازیں وجہ ترک کردم۔

(۷) در عدد رکعات نمازِ جمعہ اختلاف علماء ہست بعضے میگویند کہ بعد از فرضِ جمعہ شش رکعات سنت ہست و چار رکعت فرض احتیاطی را منع می کنند چنانچہ صاحبِ بحر الرائق در کتاب خود تصریح کردہ ہست بر منع و میگوید و منشاء جهلهم صلوٰة الاربع بعد الجمعة بنية الظهر وانما وضعها بعض المتأخرين عند الشك في صحة الجمعة بسبب رواية عدم تعددها في مصر واحد وليست هذه الرواية بالمختارة و ليس هذا القول اعني اختيار صلوٰة الاربع بعدها مرويا عن ابي حنيفة وصاحبيه حتى وقع لي اني افتيت مرارًا بعدم صلوٰتها خوفا على اعتقاد الجهلة بانها الفرض وان الجمعة ليست بفرض[1] الخ ، پس از قول صاحب بحر الرائق مطلقًا منع کردن معلوم میشود و بعض علماء

کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ میت کے لئے حیلۂ اسقاط جائز ہے۔ چونکہ اس رسالہ کی عبارات کو نقل کرنے میں بہت زیادہ طوالت لازم آتی ہے اس لئے میں نے ان عبارات کو ترک کر دیا ہے۔

(۷) نمازِ جمعہ کی رکعتوں کی تعداد میں علماء کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ فرضِ جمعہ کے بعد چھ رکعتیں سنت ہیں اور چار رکعت فرض احتیاطی (احتیاط الظہر) سے منع کرتے ہیں۔ چنانچہ صاحبِ بحر الرائق اپنی کتاب میں ممانعت پر تصریح فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ فرضیت جمعہ کے منکرین کی جہالت کا منشاء جمعہ کے بعد ظہر کی نیت سے چار رکعتیں نماز پڑھنا ہے جس کو بعض متاخرین نے صحتِ جمعہ میں شک کی بنیاد پر وضع کیا ہے، اور اس شک کا سبب ایک شہر میں تعددِ جمعات کے عدمِ جواز والی روایت ہے حالانکہ یہ روایت مختار نہیں اور نہ ہی یہ قول یعنی جمعہ کے بعد چار رکعتیں احتیاط الظہر پڑھنے کا مختار ہونا امام ابوحنیفہ اور ان کے صاحبین سے مروی ہے، حتیٰ کہ میرے لئے ایسے واقع ہوا کہ میں نے بارہا ان چار رکعتوں کے عدمِ جواز کا فتویٰ دیا اس بات کا خوف کرتے ہوئے کہ جاہل لوگ ان چار رکعتوں کو فرض سمجھ لیں گے اور جمعہ کو فرض نہیں سمجھیں گے الخ صاحبِ بحر الرائق کے قول سے تو مطلقًا ممانعت

---

[1] بحر الرائق کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ الجمعۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۳۹

14/14

میگوید کہ بہتر ایں ہست کہ بعد
از جمعہ دوازدہ[۱۲] رکعات گزاردہ شود
چہار رکعت احتیاطی چنانچہ معروف ہست
چنانچہ صاحب شامی نوشتہ ہست و نقل
المقدسی عن المحیط کل موضع وقع الشك
فی کونہ مصرًا ینبغی لهم ان یصلوا
بعد الجمعة اربعا بنیة الظهر
احتیاطا[1] الخ لکن نزد بندہ مختار ایں ہست
کہ قول صاحب بحر الرائق حمل کردہ شود بر عوام
الناس و عوام الناس را فتوی دادہ نہ شود
برگزاردن فرض احتیاطی زیرا کہ ایشاں را ضرور
تردد واقع میشود در فرضیت جمعہ و قول صاحب شامی
محمول ہست بر خواص ازیں وجہ کہ ایشاں واقف
ہست از احوال نیت و اصل خلاف پس واقع
نمی شود ایشاں را تردد در فرضیت جمعہ و
و دلیل گرفتہ ام بقول مقدسی حیث قال نحن
لا نأمر بذلك امثال هذه العوام بل
ندل علیه الخواص[2] الخ حاصل آنکہ
فرض احتیاطی در حق عوام الناس امر نکردہ
شود بلکہ خواص را بہتر ہست فقط السلام
علیکم و علی من لدیکم هذا ما وضع لی۔ واللّٰہ
تعالٰی اعلم بالصواب۔

معلوم ہوتی ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں بہتر یہ ہے
کہ جمعہ کے بعد بارہ رکعتیں ادا کی جائیں، چار
رکعتیں احتیاطی فرض جیسا کہ معروف ہے، چنانچہ
صاحبِ شامی نے لکھا ہے کہ مقدسی نے محیط سے
نقل کیا جس جگہ کے شہر ہونے میں شک ہو
وہاں لوگوں کو چاہئے کہ جمعہ کے بعد چار رکعتیں
فرض احتیاطی بنیت ظہر پڑھیں الخ لیکن بندہ کے
نزدیک مختار یہ ہے کہ صاحب بحرالرائق کے قول
کو عوام الناس پر محمول کیا جائے گا چنانچہ عوام الناس
کو فرض احتیاطی پڑھنے کا فتوٰی نہیں دیا جائے گا
کیونکہ ان کو ضرور جمعہ کی فرضیت میں تردد واقع ہوگا
اور صاحب شامی کے قول کو خواص پر محمول کیا جائیگا
اس لئے کہ وہ نیت کے احوال اور اصل خلاف سے
واقف ہیں لہذا ان کو فرضیتِ جمعہ میں کوئی تردد نہ ہوگا۔
میں نے مقدسی کے قول سے دلیل پکڑی ہے جہاں
انہوں نے فرمایا کہ ہم ایسے احکام کا عوام کو حکم
نہیں دیتے بلکہ ان پر خواص کی رہنمائی کرتے ہیں الخ۔
خلاصہ یہ کہ فرض احتیاطی کا عوام کو حکم نہیں دیا جائیگا
بلکہ یہ خواص کے لئے بہتر ہے، فقط۔ تم پر اور
ان پر جو تمہارے پاس ہیں سلام ہو۔ یہ وہ ہے جو
مجھے مہیا ہوا۔ اور اللہ تعالٰی درست بات کو
خوب جانتا ہے۔ (ت)

محررہ فقیر مولوی سید بادشاہ ابن مولوی سید محمد صدیق احسن زادہ ساکن ریوزی مورخہ ۲ ر رمضان۔

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب الجمعۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۵۴۲
[2] " " " " " " "

بخدمت اقدس حضرت مولانا صاحب دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ، استفتار ہذا ارسال خدمت ہے ملاحظہ فرمائیں، یہ مولوی صاحب جنھوں نے جواب استفتار ہذا تحریر فرمایا ہے تعلیم یافتہ مدرسہ دیوبند ہیں لیکن ان کے خیالات یہ ہیں جو انھوں نے ارقام فرمائے ہیں اب یہ تحریر فرمائیں کہ ان مولوی صاحب کو امام مسجد مقرر کرنا اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے آیا اس شخص کے پیچھے نماز ہوجاتی ہے؟

الجواب

بعد مراسم سُنّت، وُہ سوال جواب جوابات میں بہت چالاکی برتی گئی ہے پھر بھی اُن سے تو ہب کی جھلک پیدا ہے آپ نے مجیب کا دیوبند میں تعلیم پانا لکھا ہے وہاں یہ سوالات کرتے نہ تھے کہ ان میں غلط جواب دے جب بھی کافر تو نہ ہوگا دیوبندیوں کے عقائد تو وہ ہیں جن کی نسبت علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے کہ:

من شك فی عذابه وکفرہ فقد کفر[1] — جو ان کے احوال پر مطلع ہو کر ان کے عذاب اور کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

ایسی جگہ قریہ سوال کرنا چاہئے کہ رشید احمد گنگوہی واشرف علی تھانوی وقاسم نانوتوی اور محمود حسن دیوبندی وخلیل احمد انبیٹھی اور ان سب سے گھٹ کر ان کے امام اسمٰعیل دہلوی اور ان کی کتابوں براہین قاطعہ وتحذیر الناس وحفظ الایمان وتقویۃ الایمان وایضاح الحق کو کیسا جانتے ہو اور ان لوگوں کی نسبت علمائے حرمین شریفین نے جو فتوے دیے ہیں انھیں باطل سمجھتے ہو یا حق مانتے ہو اور اگر وہ ان فتووں سے اپنی ناواقفی ظاہر کرے تو بریلی مطبع اہلسنت سے حسام الحرمین منگالیجئے اور دکھایئے اگر بکشادہ پیشانی تسلیم کرے کہ بیشک علمائے حرمین شریفین کے یہ فتوے حق ہیں تو ثابت ہوگا کہ دیوبندیت کا اُس پر کچھ اثر نہیں ورنہ علمائے حرمین شریفین کا وہی فتوٰی ہے کہ:

من شك فی عذابه وکفرہ فقد کفر[2] — جو اس کے عذاب اور کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ (ت)

---

[1] و [2] حسام الحرمین مکتبہ نبویہ، لاہور ص ۱۳

اس وقت آپ کو ظاہر ہو جائے گا کہ جو شخص اللہ و رسول کو گالیاں دینے والوں کو کافر جاننا درکنار علمائے دین و اکابر مسلمین بتانے وہ کیونکر مسلمان۔ پھر مسئلہ عرس و فاتحہ و فرعی مسائل کا اس کے سامنے ذکر کیا ہے فقط۔

مسئلہ ۶۳ ۳ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ برادر دینی و یقینی مولوی محمد فاروق صاحب سلمہٗ

الجواب

بعد تحیۃ مسنونہ، اس وقت آپ کا خط تلاش کیا، نہ ملا، معلوم نہیں اور کیا لکھا تھا، ایک سوال دربارہ عرس یاد ہے۔ عرس شریف کا ثبوت شاہ عبدالعزیز صاحب نے اپنے رسالہ ذبیحہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما سے دیا ہے شاہ صاحب موصوف اور اُن کے اَب وجد عرس کرتے ہیں۔ ایک پنجابی نے اس پر اعتراض کیا جس کا جواب شاہ صاحب نے حدیث سے دیا۔ کلام اُس عرس شریف میں ہے جو منکراتِ شرعیہ سے خالی ہو، اس میں خیر کے سوا کیا ہے، اور خیر کا بعینہٖ منقول ہونا کچھ ضرور نہیں۔ یہ مسئلہ صدیق و فاروق و صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم میں طے ہو لیا کہ اگرچہ حضرت اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نہ کیا مگر کام خیر ہے لہذا کیا جائے، اور اس پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اجماع ہوا۔ سوال کا جواب تو اتنا ہے، مگر مدارس کی تعمیر اور ان میں مدرسین کا تنخواہوں کے ساتھ تقرر اور اس میں درس نظامی یا اور کسی مقرر کردہ نصاب کا تعین اور اُن میں ماہانہ و سالانہ امتحان اور اس میں کامیابوں کے نمبر اور ان پر انعام اور کتابیں چھاپنا، کمیشن مقرر کرنا وغیرہ ہزاروں باتیں منکرین میں رائج ہیں وہ سب بھی اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں۔ مجھے تعجب ہے کہ ان باتوں کی تصریح امام اعظم سے کہاں انھیں ہاتھ لگی، یونہی اپنے اور اپنے اہل وعیال کے فرض و واجب نفقہ کا کوٹ انسپکٹری سے ادا کرنا بھی امام اعظم کے ارشاد سے کیوں نہ محتاجِ تصریح ہوا، بچوں کو دعا، فقط۔

مسئلہ ۶۴ از مدرسہ اہلسنت وجماعت بریلی مسئولہ مولوی محمد افضل صاحب کابلی طالب علم مدرسہ مذکور ۱۳ جمادی الاخری ۱۳۳۶ھ

سزایم بر گناہم لازم آمد پس آنگہ رحمتش نہ باہم آمد
بگو گفتی خطائے یا صوابم بسا اسرار اینجا باہم آمد

(میرے گناہ پر مجھے سزا ملنا لازم ہے، تو اس وقت اس (اللہ تعالٰی) کی رحمت مہیا نہ ہوئی

اے مفتی! بتا میں نے غلط کہا یا درست کہا، بہت سے راز اس جگہ حاصل ہوئے ہیں۔ (ت)

الجواب

۱	مسلماں را سزا لازم کہ کردست	کہ قول اعتزالی ظالم آمد
۲	وگر یابد سزا کامل نیابد	کہ عفوش بہر مومن لازم آمد
۳	وگر بالفرض از وچیزے نہ بخشد	زنقصاں رحمتش خود سالم آمد
۴	کہ یرحم من یشاء لاکل فرد	یعذب من یشاء ہم قائم آمد
۵	بدنیا رحمتش بر جملہ عام ست	بعقبیٰ خاص حظ مسلم آمد
۶	ثوابش بہر مومن منتہی نیست	عذابش بہر کافر دائم آمد
۷	برائے ہر صفت مظہر بکارست	کہ او ذوانتقام وراحم آمد

واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۔ مسلمان کے لئے سزا کس نے لازم کی ہے کہ یہ تو ظالم معتزلی کا قول ہے۔

۲۔ اور اگر اس نے سزا پائی تو بھی کامل سزا نہ پائے گا۔ کیونکہ مومن کیلئے عفو اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر لازم ہے۔

۳۔ اگر بالفرض اللہ تعالٰے مومن کی خطا معاف نہ فرمائے تو بھی اس کی رحمت نقصان سے مبرّا ہے۔

۴۔ کیونکہ وہ جس پر چاہے رحم فرماتا ہے نہ کہ ہر فرد پر، جس کو چاہے عذاب دیتا ہے (یہ حکم) بھی قائم ہے۔

۵۔ دنیا میں اس کی رحمت سب کو عام ہے، آخرت میں خاص مسلمان کا حصہ ہے۔

۶۔ مومن کے لئے اس کے ثواب کی انتہا نہیں ہے، کافر کے لئے اس کا عذاب دائمی ہے۔

۷۔ اس کی ہر صفت کا کوئی مظہر ہے، کیونکہ وہ انتقام لینے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

مسئلہ ۶۵ از کانپور مرسلہ مولوی سلیمان صاحب مورخہ ۱۷ جمادی الاخری ۱۳۳۶ھ

میلاد شریف کا رواج کب سے ہے اور خاص ذکر پیدائش کے وقت تعظیماً قیام کرنا کہاں سے ثابت ہے؟

الجواب

مجلس میلاد مبارک وقیام کا ثبوت ہزاروں بار دے دیا، اور اب اجمالاً یہ ہے کہ ان کا ثبوت وہاں سے ہے جہاں سے وہابیہ کے کفر کا ثبوت آیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۶ مسئولہ شفیع احمد فقیر قادری رضوی طالب علم مدرسہ منظر اسلام ۲۱ جمادی الاخری ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شرح عقائد عضدیہ للمحقق الدوانی رحمۃ اللہ علیہ کے خطبہ میں ہے:

یا من وفقنا لتحقیق العقائد الاسلامیۃ وعصمنا عن التقلید فی الاصول والفروع الکلامیۃ۔[1]

اے وہ ذات جس نے ہمیں عقائد اسلامیہ کی تحقیق کی توفیق عطا فرمائی اور ہمیں اصولِ کلامیہ اور فروع کلامیہ میں تقلید سے بچایا (ت)

اور یہ بھی مشہور ہے:

لا تقلید فی الاعتقادیات۔[2]

اعتقادیات میں تقلید نہیں (ت)

حضور! اگر ایسا ہے تو جاہل کے لئے یہ کیوں ہے کہ جب اس کے سامنے کوئی عقیدہ پیش کیا جائے اور یہ نہ جانتا ہو تو کہے "میرا وہ عقیدہ ہے جو اہل سنّت کا ہے" بلکہ کوئی جاہل بلکہ اکثر معمولی عالم اکثر عقائد کے استدلال نہیں جانتے اور ہم اکثر ثبوت عقائد میں اقوالِ ائمہ پیش کرتے ہیں اور یہ طریق اثبات تصانیف علمائے عظام میں موجود یا اس کے معنی یہ ہیں کہ عقائد کا علم یقینی مثل علم امر محقق ہو، نہ علم ظنی مثل علم مرد مقلد۔

الجواب

جس طرح فقہ میں چار اصول ہیں: کتاب، سنّت، اجماع، قیاس۔ عقائد میں چار اصول ہیں: کتاب، سنّت، سواد اعظم، عقل صحیح۔ تو جو ان میں ایک کے ذریعہ سے کسی مسئلہ عقائد کو جانتا ہے دلیل سے جانتا ہے نہ کہ بے دلیل محض تقلیداً اہل سنت ہی سواد اعظم اسلام ہیں، تو ان پر حوالہ دلیل پر حوالہ ہے نہ کہ تقلید۔ یوں ہی اقوالِ ائمہ سے استناد اسی معنی پر ہے کہ یہ اہلسنت کا مذہب ہے ولہذا ایک دو دس بیس علماء کبار ہی سہی اگر جمہور وسواد اعظم کے خلاف لکھیں گے اس

---

[1] الدوانی علی العقائد العضدیۃ خطبۃ الکتاب مطبع مجتبائی دہلی ص ۲

[2]

وقت ان کے اقوال پر نہ اعتماد جائز نہ استناد کہ اب یہ تقلید ہوگی اور وہ عقائد میں جائز نہیں اس دلیل اعنی سوادِ اعظم کی طرف ہدایت اللہ و رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی کمال رحمت ہے، ہر شخص کہاں قادر تھا کہ عقیدہ کتاب وسنت سے ثابت کرے، عقل تو خود ہی سمعیات میں کافی نہیں ناچار عوام کو عقائد میں تقلید کرنی ہوتی، لہذا یہ واضح روشن دلیل عطا فرمائی کہ سوادِ اعظم مسلمین جس عقیدہ پر ہو وہ حق ہے اس کی پہچان کچھ دشوار نہیں، صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے وقت میں تو کوئی بدمذہب تھا ہی نہیں اور بعد کو اگرچہ پیدا ہوئے مگر دنیا بھر کے سب بدمذہب ملاکر کبھی اہلسنت کی گنتی کو نہیں پہنچ سکے۔ ﷲ الحمد فقہ میں جس طرح اجماع اقوی الادلہ ہے کہ اجماع کے خلاف کا مجتہد کو بھی اختیار نہیں اگرچہ وہ اپنی رائے میں کتاب وسنت سے اس کا خلاف پاتا ہو یقیناً سمجھا جائے گا کہ یا فہم کی خطا ہے یا یہ حکم منسوخ ہوچکا ہے اگرچہ مجتہد کو اس کا ناسخ نہ معلوم ہو، یونہی اجماعِ امت تو شے عظیم ہے سوادِ اعظم یعنی اہلسنت کا کسی مسئلہ عقائد پر اتفاق یہاں اقوی الادلہ ہے کتاب وسنت سے اس کا خلاف سمجھ میں آئے تو فہم کی غلطی ہے، حق سوادِ اعظم کے ساتھ ہے، اور ایک معنی پر یہاں اقوی الادلہ عقل ہے کہ اور دلائل کی حجیت بھی اُسی سے ظاہر ہوتی ہے، مگر محال ہے کہ سوادِ اعظم کا اتفاق کسی برہانِ صحیح عقلی کے خلاف ہو، یہ گنتی کے جملے ہیں مگر بحمدہ تعالٰی بہت نافع وسُودمند، فعضوا علیھا بالنواجذ (پس ان کو مضبوطی سے داڑھوں کے ساتھ پکڑلو۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۷ تا ۷۱: از شہر محلہ کنبوہ کوٹھی حامد حسین خاں صاحب رئیس مسئولہ شمشاد علی خان صاحب ۲۶ رجب ۱۳۳۶ھ

(۱) صحیح مسلم و دیگر صحاح میں بہ الفاظِ مختلفہ و اتحادِ مطلب یہ حدیث وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ امرِ اسلام ہمیشہ غالب رہے گا اور اس میں بارہ۱۲ خلیفہ ہوں گے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ اُن بارہ۱۲ کے اسماءِ مبارک کیا ہیں؟

(۲) وہ خلفائے دوازدہ گانہ کُل کے کُل اخیار ہونگے یا کہ بعض اچھے اور بعض بُرے، اور اگر کہا جائے کہ سب اُن میں اچھے نہ تھے بلکہ کچھ ایسے بھی تھے جو کہ خیر الناس نہیں کہے جاسکتے۔ یہ تفصیل حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمائی ہے یا دیگر علماء نے؟

(۳) وہ بارہ۱۲ خلفاء زیبِ وہ مسندِ خلافت ہوچکے یا یہ کہ ابھی کچھ باقی ہیں؟

(۴) چونکہ احادیث متعلقہ خلفاء اثنی عشر میں یہ مسئلہ وارد ہوا ہے کہ اسلام ختم نہ ہوگا تاوقتیکہ بارہ۱۲ خلفاء پورے نہ ہولیں۔ اگر خلفاء دُنیا میں رونق افزائے عالم ہوکر اپنی تعداد پوری کرچکے ہیں تو اب

حسبِ مفادِ حدیث اسلام و اسلامیان دنیا میں باقی ہیں یا گیا؟

(۵) شرح فقہ اکبر ملا علی قاری کے صفحہ ۸۲ یا کسی دوسرے صفحہ پر بارہ خلفاء کے جو نام ظاہر کئے گئے ہیں وہ صحیح ہیں یا غلط؟

الجواب

اصل یہ ہے کہ امورِ غیب میں اللہ و رسول جل وعلا و صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم جتنی بات بیان فرمائیں اتنی یقیناً حق ہے اور جس قدر ذکر نہ فرمائیں اس کی طرف یقین کی راہ نہیں کہ غیب بے خدا و رسول کے بتائے معلوم نہیں ہوسکتا لہذا اس حدیث کے معنی میں زمانہ تابعین سے اشتباہ رہا۔ مہلب نے فرمایا:

لم الق احدا یقطع فی ھذا الحدیث بمعنی۔[1] میں نے کوئی ایسا نہ پایا کہ اس حدیث کی کوئی مراد قطعی بتاتا۔

امام قاضی عیاض مالکی نے شرح صحیح مسلم میں بہت احتمالات بتا کر فرمایا:

وقد یحتمل وجوھا اخر واللہ اعلم بمراد نبیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[2] یعنی اس کے سوا حدیث میں اور احتمال بھی نکل سکتے ہیں اور اللہ اپنے نبی کی مراد خوب جانے، جل وعلا و صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

امام ابن جوزی کشف المشکل میں لکھتے ہیں:

قد اطلت البحث عن معنی ھذا الحدیث وطلبتہ فی مظانہ وسألت عنہ فما رأیت احدا وقع علی المقصود بہ۔[3] میں نے مدتوں اس حدیث کے معنی کی تفتیش کی اور جہاں جہاں گمان تھا وہ کتابیں دیکھیں اپنے زمانہ کے ائمہ سے سوال کئے مگر مراد متعین نہ ہوئی۔

اور ہو کیونکر کہ جس غیب کی اللہ و رسول تفصیل نہ فرمائیں اس کی تفصیل قطعاً کیونکر معلوم ہو، ہاں لوگ لگتے لگاتے ہیں جن میں سے کسی پر یقین نہیں، البتہ یہ معیار صحیح ہے کہ حدیث میں جو جو نشان ان بارہ خلفاء کے ارشاد ہوئے جس معنی میں نہ پائے جائیں باطل ہیں اور جس میں پائے جائیں وہ احتمالی

---

[1] فتح الباری بحوالہ المہلب کتاب الاحکام تحت الحدیث ۷۲۲۲ و ۷۲۲۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴/ ۱۸۱

[2] شرح صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب الناس تبع لقریش قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۹

[3] کشف المشکل کتاب الاحکام باب الاستخلاف تحت الحدیث ۲۲۴۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۸/ ۲۹۵

طور پر مسلم ہوگا نہ کہ یقینی۔ احادیث باب میں ان کے نشان یہ ہیں :

(۱) کلھم من قریش سب قرشی ہوں گے۔ رواہ الشیخان۔[1]

(۲) وہ سب بادشاہ و والیانِ ملک ہوں گے۔ صحیح مسلم میں ہے :

لایزال امر الناس ماضیا ماولیھم اثنا عشر رجلا کلھم من قریش۔[2]

خلافت اس وقت تک جاری رہے گی جب تک بارہ[12] مرد (خلفاء) حکمران رہیں گے جو سب قریش میں سے ہوں گے۔ (ت)

مسند احمد و بزار و صحیح مستدرک میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسندِ حسن ہے :

انہ سئل کم تملک ھذہ الامۃ من خلیفۃ فقال سألنا عنھا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال اثنا عشرۃ کعدۃ نقباء بنی اسرائیل۔[3]

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سوال کیا گیا کہ کتنے خلفاء اس امت کے حکمران بنیں گے؟ تو انھوں نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پوچھا تھا، آپ نے ارشاد فرمایا وہ بنی اسرائیل کے نقیبوں کی تعداد کے مطابق بارہ[12] ہوں گے۔ (ت)

(۳) اُن کے زمانے میں اسلام قوی ہوگا۔ صحیح مسلم میں ہے :

لایزال الاسلام عزیزا الی اثنی عشر خلیفۃ کلھم من قریش۔[4]

بارہ[12] خلفاء کی حکومت پوری ہونے تک اسلام غالب رہے گا، وہ سب قریشی ہوں گے۔ (ت)

(۴) اُن کا زمانہ زمانۂ صلاح ہوگا، بزار و طبرانی و ابوجحیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی :

لایزال امر امتی صالحا۔[5]

(بارہ[12] خلفاء کی خلافت تک) میری امت کا معاملہ درست رہے گا۔ (ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب الناس تبع لقریش قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۱۹

[2] " " " " " " "

[3] مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن مسعود المکتب الاسلامی بیروت ۱/۳۹۸

مجمع الزوائد بحوالہ البزار وغیرہ باب الخلفاء الاثنا عشر دار الکتاب " ۵/۱۹۰

[4] صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب الناس تبع لقریش قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۱۹

[5] کنز العمال بزمر طب و ابن عساکر عن عون الخ حدیث ۳۳۸۴۹ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۲/۳۲

(۵) اُن پر اجماعِ امت ہوگا یعنی اہلِ حل وعقد انھیں والیٔ ملک وخلیفۂ صدق مانیں گے ـــــ سننِ ابی داؤد میں ہے :

لایزال ھذا الدین قائما حتی یکون علیکم اثنا عشر خلیفۃ کلھم تجتمع علیہ الامۃ۔[1]

یہ دین اس وقت تک قائم رہے گا جب تک تم پر بارہ۱۲ خلفاء حاکم ہوں، جن پر تمام امت متفق ہوگی۔(ت)

(۶ و ۷) وہ سب ہدایت ودینِ حق پر عمل کریں گے اُن میں سے دو۲ اہلبیتِ رسالت سے ہوں گے۔ استاذ امام بخاری ومسلم مسدد کی مسندِ کبیر میں ابوالجلد سے ہے :

انه لاتھلك ھٰذہ الامۃ حتی یکون منھا اثنا عشر خلیفۃ کلھم یعمل بالھدٰی ودین الحق، منھم رجلان من اھل بیت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[2]

بے شک یہ امت اس وقت تک ہلاک نہ ہوگی جب تک ان میں بارہ خلفاء حکمران ہوں گے، وہ سب ہدایت ودینِ حق پر عمل کریں گے، ان میں سے دو۲ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اہلبیت میں سے ہوں گے۔(ت)

لگنے لگانے والوں میں جس نے سب طرق حدیث نہ دیکھے ایک آدھ طرق کو دیکھ کر کوئی احتمال نکال دیا جیسے ابوالحسین بن مناوی نے یہ معنی لئے کہ ایک وقت میں بارہ۱۲ خلیفہ ہوں گے یعنی اس قدر اختلاف، یہ فقط اُس لفظ مجمل بخاری پر بن سکتا تھا اور الفاظ دیکھئے تو کہاں اس درجہ افتراق اور کہاں اجماع اور ایسی حالت میں اسلام کے قوی وغالب وقائم اور امر امت کے صالح ہونے کے کیا معنی! اسی قبیل سے علی قاری کا یہ زعم باتباع ابن حجر شافعی ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے آخر ولاۃ بنی امیہ تک ۱۲ ہوئے اور ان میں یزید پلید علیہ ما علیہ کو بھی گنا دیا حالانکہ اُس خبیث کے زمانہ کو قوتِ دین وصلاح سے کیا تعلق، یہ احادیث دیکھ کر اس قول کی گنجائش نہ ہوتی، مگر صرف ۱۲ سلطنتیں نگاہ میں تھیں اور حق یہ کہ اُس خبیث پر اجماعِ اہلِ حل وعقد کب ہوا، ریحانۂ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ اُس کے دستِ ناپاک پر بیعت نہ کرنے ہی کے باعث شہید ہوئے۔ اہل مدینہ نے اُس پر خروج کیا۔ عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب المہدی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۳۲

[2] فتح الباری بحوالہ مسدد فی مسندہ الکبیر تحت الحدیث ۷۲۲۲ و ۷۲۲۳، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۴/ ۱۰۳

نے فرمایا:

واللہ ما خرجنا علی یزید حتی خفنا ان نرمی بالحجارۃ من السماء ان رجلا ینکح امھات الاولاد والبنات والاخوات ویشرب الخمر ویدع الصلوٰۃ۔[1]

خدا کی قسم ہم نے یزید پر خروج نہ کیا جب تک یہ خوف نہ ہوا کہ آسمان سے پتھر آئیں، ایسا شخص کہ بہن بیٹی کی آبروریزی کرے اور شراب پئے اور تارک الصلوٰۃ ہو۔ (ت)

غرض جمیع طرقِ حدیث سے یہ قول باطل ہے، حدیث میں کہیں نہیں کہ وہ سب بلا فصل یکے بعد دیگرے ہوں گے۔ ان میں سے آٹھ گزر گئے صدیق اکبر، فاروق اعظم، عثمان غنی، علی مرتضی، حسن مجتبی، امیر معٰویہ، عبداللہ بن زبیر، عمر بن عبدالعزیز۔ اور ایک یقیناً آنے والے ہیں حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین باقی تین کی تعیین اللہ و رسول کے علم میں ہے۔ عجب عجب ہزار عجب کہ ان میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما کہ صحابی ابن صحابی ہیں، امام عادل ہیں، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بھتیجے ہیں، صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نواسہ ہیں، احد العشرۃ المبشرہ کے صاحبزادے ہیں شمار نہ کئے جائیں، اور وہ خبیث ناپاک معدود ہو جسے "امیر المومنین" کہنے پر امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو بیس تازیانے لگائے، نسأل اللہ العفو والعافیۃ (ہم اللہ تعالٰی سے معافی وعافیت طلب کرتے ہیں۔ ت)۔ عبداللہ بن زبیر بھی درکنار، خود امام مجتبی کو نہ گنا کہ ان کی خلافت کا زمانہ قلیل تھا اور ولید کو گنا جس نے قرآن عظیم کو دیوار میں لٹکا کر تیروں سے چھیدا۔ ایسے بے سروپا بے معنی اقوال کی سند نہیں ہوتی بلکہ وہ ایک متاخر عالم کی خطائے رائے ہے، عصمتِ انبیاء و ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی کے لئے نہیں۔ نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷: مرسلہ موضع بھوبت پور ڈاکخانہ اتراؤں ضلع الہ آباد سائل امیر اللہ قصاب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عالم صاحب قیام محفل میلاد شریف کو منع کرتے ہیں جو کہ ہر وقت ذکر ولادت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کیا جاتا ہے اور کہتے ہیں کہ اس کا ثبوت کہیں نہیں ہے وغیرہ یہ بھی کہتے ہیں کہ نام جب آتا ہے تو لوگ انگوٹھا چومتے ہیں اس کا بھی کہیں ثبوت نہیں یہ سب بیجا ہے اور گناہ ہے، ایسے عالم کے لئے کیا حکم ہے؟ اور ان سے مرید ہونا اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اور یہ امور مذکورہ یعنی قیام اور بوسہ دینا انگوٹھے کا بروقت نام پاک آنے

---

[1] الصواعق المحرقۃ الخاتمۃ فی بیان اعتقاد اہل السنۃ مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۲۲۱

صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے، کیا اس کا کہیں ثبوت ہے؟ امید کہ قرآن وحدیث سے اس کا ثبوت دیا جائے، یہاں پر سخت جھگڑا اس کی بابت ہے، لہذا جواب جلد مرحمت ہو۔

الجواب

ایسا شخص عالم نہیں ہوسکتا جسے اتنی تمیز نہ ہو کہ منع کرنے اور گناہ کہنے کو ثبوتِ منع درکار ہے' جس چیز سے اللہ تعالٰی اور رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے منع نہ فرمایا یہ منع کرنے والا کون' اس کے لئے عدم ثبوت کافی جاننا سخت جہل شدید ہے، ثبوت تو منع کا بھی نہیں، تو اُسی کے منہ ثابت ہُوا کہ وہ اس ممانعت کے سبب گنہگار ہے۔ آج کل ان چیزوں کے مانعین اکثر وہابی ہوتے ہیں' اور وہابی بے دین ہیں ان کی بات سُننا حرام ہے۔ اور ایسے شخص کا مرید ہونا سخت اشد گناہِ کبیرہ ہے اور اس کے پیچھے نماز باطل محض۔ کما حققناہ فی النھی الاکید (جیسا کہ ہم نے (رسالہ) النھی الاکید میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) قیام کا ثبوت ہمارے رسالہ اقامۃ القیامہ میں ہے'، اور بوسہ انگشت میں ہماری مبسوط کتاب منیر العین ہے جسے طبع ہوئے ۲۳ برس ہوئے۔ واللہ تعالٰے اعلم۔

مسئلہ ۳۰۷: از شہر بانس منڈی دُکان عزیز اللہ مرسلہ کریم بخش چمڑہ فروش ۱۹ رمضان ۱۳۳۶ھ

زید نے کہا کہ جو شخص روزہ رکھے گا نماز پڑھے گا اور جتنے ارکانِ شرعی ہیں وہ سب ادا کریگا وہ رسولِ مقبول صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی اُمت میں ہے اور وہ بہشت میں جائے گا، اور جو رسول مقبول صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے برخلاف ہوگا وہ دوزخ میں جائے گا اور نہ اس کی بخشش ہے اور نہ وُہ اُمت میں ہے۔ بکر نے کہا جو روزہ نہ رکھے نماز نہ پڑھے جتنے ارکان شرعی ہیں وہ سب نہ ادا کرے مگر کلمہ گو ہو وہ بخشا جائے گا۔

الجواب

دونوں قول گمراہی وضلالت ہیں۔ پہلا قول خارجیوں کا ہے کہ مرتکب کبیرہ کو کافر کہتے ہیں۔ دوسرا نیچریوں کا ہے کہ نری کلمہ گوئی کافی جانتے ہیں۔ مسلمانان اہلسنت کا مذہب یہ ہے کہ جو ضروریاتِ دین میں سے کسی شے کا منکر ہو یا عزّوجل یا قرآنِ عظیم یا نبی صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا کسی نبی یا ملک کی توہین کرے غرض کوئی قول یا فعل نافی ومنافی ایمان و قطعاً قاطع اسلام کرے وہ کافر ہے اگرچہ لاکھ کلمہ گو نمازی روزہ دار ہو' اور جو عقیدہ و دین میں مسلم سالم ہے، اگر ایک

وقت کی نماز قصدًا یا ایک فرض روزہ عمدًا ترک کرے یا کسی گناہ کا مرتکب ہو اللہ عزوجل چاہے تو اس پر عذاب کرے اور یہ اس کا عدل ہے چاہے بخش دے اور یہ اس کا فضل ہے۔

ان اللہ لا یغفر ان یشرك بہ و یغفر ما دون ذٰلك لمن یشاء[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

بے شک اللہ تعالٰی اسے نہیں بخشتا کہ اس کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے اور اس سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴: از اروہ نگلہ ڈاک خانہ اچھنیرہ ضلع آگرہ مرسلہ صادق علی خاں صاحب ۲۸ شوال ۱۳۳۶ھ

زید کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالٰی ذاتِ پاکِ رسولِ مقبول صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی برابر پیدا کر سکتا ہے مگر بموجب اپنے وعدہ کے پیدا نہیں کرے گا۔ زید کا امامِ نماز ہونا محققین علماء کے نزدیک درست ہے یا نہیں؟

الجواب

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بہت فضائل جلیلہ و خصائص کریمہ ناقابلِ اشتراک ہیں جیسے افضل الانبیاء، خاتم النبیین، سید المرسلین، اول خلق اللہ، افضل خلق اللہ، اول شافع، اول مشفع، نبی الانبیاء صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اگر اس وقت اس طرف قائل کا ذہن نہ گیا محض عموم قدرت پیش نظر تھا اُسے تفہیم کی جائے، اگر تابعِ حق و طالبِ حق ہوگا ضرور سمجھ جائے گا اور اپنی غلطی سے باز آئے گا، اور اگر باوصفِ تفہیم عناد و استکبار و لداد و اصرار کرے تو ضرور بدمذہب ہے، اسے امام بنانا ہرگز جائز نہیں اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب، یہ بھی اُس وقت ہے کہ قولِ مذکور بعلت وہابیت نہ ہو، ورنہ اب دیوبندیوں نے وہابیہ میں اسلام کا نام نہ رکھا جو اُن کے مثل اللہ و رسول کی شدید و واضح و قابلِ تاویل توہینیں کرتے ہیں خود کافر ہیں، ورنہ اتنا ضرور ہے کہ ان توہینوں کے کرنے والوں کو کافر نہیں کہتے یہ اُن کے صدقے میں کافر ہوئے علمائے حرمین شریفین دیوبندیوں کی نسبت تحریر فرما چکے کہ من شك فی کفرہ فقد کفر[2] جو ان کے کفر

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۴۸ و ۴/ ۱۱۵

[2] حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۱۳

میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی بچائے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۷: از کلکتہ ڈاک خانہ بالی گنج کڑایا روڈ نمبر ۱۰۱ مسئولہ فیض محمد تاجر دربار از مستری ہادی مرحوم

حضور قطب الاقطاب سیدنا و مولانا محبوب سبحانی غوث الصمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے جو اپنے رسالہ غنیۃ الطالبین میں مذہب حنفیہ کو گمراہ فرقہ میں مندرج فرمایا ہے اس کو اچھی طرح سے حضور واضح فرماکر تسکین و تشفی بخشیں کہ وسوسہ و خطراتِ نفسانی و شیطانی رفع ہوجائیں۔ عبدالعظیم نامی ضلع غازیپور کے باشندے نے ایک رسالہ تصنیف کیا ہے جس میں رسالہ تقویۃ الایمان عرف تقویۃ الایمان کے مضمون کو مکتوبات مخدوم الملک رحمۃ اللہ علیہ و مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ و اور بھی بزرگان دین کے مکتوبات سے دکھلایا ہے و ثابت کیا ہے کہ ان بزرگوں نے اپنے مکتوبات میں تقویۃ الایمان سے بھی سخت سخت الفاظ نام بنام لکھا ہے کہ اللہ چاہے تو فلاں کو مردود کردے و فرعون و نمرود کو چاہے مقبول کرے، سیکڑوں کعبہ تیار کردے وغیرہ وغیرہ۔

اب خاکسار عرض کرتا ہے کہ یا تو کوئی رسالہ اُن کے جواب میں شائع فرمایا ہو تو بذریعہ ریلوے ڈاک پارسل ارسال ہو یا واضح خلاصہ جواب ارقام ہو والسلام مع الاکرام۔

غنیۃ الطالبین کے مضمون سے زیادہ اس لئے انتشار ہے کہ دونوں حضرات سے تعلق و رشتہ و ایمان و ایقان کا سلسلہ ملحق ہے، حنفی اگر مذہب ہے تو قادری مشرب ہے، اب ذرا بھی ان دونوں پیشوا کی طرف سے ریب و شک دامنگیر ہوا کہ بہت بڑا حملہ ایمان پر ہونے کا خوف و ڈر ہے، للہ میرے حالِ زار پر رحم فرمائیں اس وقت میرے لئے بہت بڑا امتحان مدنظر ہے۔ زیادہ حد ادب۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

مکرم کرم فرما اکرمکم اللہ تعالٰی وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

اولاً کتاب غنیۃ الطالبین شریف کی نسبت حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا تو یہ خیال ہے کہ وہ سرے سے حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی تصنیف ہی نہیں۔ مگر یہ نفی مجرد ہے۔ اور امام حجر مکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے تصریح فرمائی کہ اس کتاب میں بعض مستحقینِ عذاب نے الحاق کردیا ہے، فتاوٰی حدیثیہ میں فرماتے ہیں:

وایاك ان تغتر بما وقع　　　یعنی خبردار دھوکا نہ کھانا اس سے جو امام الاولیا

فی الغنیۃ لامام العارفین وقطب الاسلام والمسلمین الاستاذ عبد القادر الجیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ فانہ دسہ علیہ فیہا من سینتقم اللہ منہ و الا فہو بریئ من ذٰلک[1]

سردارِ اسلام و مسلمین حضور سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی غنیہ میں واقع ہوا کہ اس کتاب میں اُسے حضور پر افترا کرکے ایسے شخص نے بڑھا دیا ہے کہ عنقریب اللہ عزوجل اس سے بدلہ لے گا حضرت شیخ رضی اللہ تعالٰی عنہ اُس سے بری ہیں۔

ثانیاً اسی کتاب میں تمام اشعریہ یعنی اہلسنت وجماعت کو بدعتی، گمراہ، گمراہ گر لکھا ہے کہ:

خلاف ما قالت الاشعریۃ من ان کلام اللہ معنی قائم بنفسہ و اللہ حسیب کل مبتدع ضال مضل[2]

بخلاف اس کے جو اشاعرہ نے کہا کہ اللہ تعالٰی کا کلام ایسا معنی ہے جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور اللہ تعالٰی ہر بدعتی، گمراہ و گمراہ گر کے لئے کافی ہے۔ (ت)

کیا کوئی ذی انصاف کہہ سکتا ہے کہ معاذ اللہ یہ سرکار غوثیت کا ارشاد ہے جس کتاب میں تمام اہلسنت کو بدعتی، گمراہ، گمراہ گر لکھا ہے اُس میں حنفیہ کی نسبت کچھ ہو تو کیا جائے شکایت ہے۔ لہذا کوئی محلِ تشویش نہیں۔

ثالثاً پھر یہ خود صریح غلط اور افترا بر افترا ہے کہ تمام حنفیہ کو ایسا لکھا ہے غنیۃ الطالبین کے یہاں صریح لفظ یہ ہیں کہ:

ھم بعض اصحاب ابی حنیفۃ[3] وہ بعض حنفی ہیں۔

اس سے نہ حنفیہ پر الزام آسکتا ہے نہ معاذ اللہ حنفیت پر، آخر یہ تو قطعاً معلوم ہے اور سب جانتے ہیں کہ حنفیہ میں بعض معتزلی تھے جیسے زمخشری صاحب کشاف و عبد الجبار و مطرزی صاحبِ مغرب و زاہدی صاحب قنیہ وحاوی ومجتبٰی، پھر اس سے حنفیت وحنفیہ پر کیا الزام آیا، بعض شافعیہ زیدی رافضی ہیں اس سے شافعیہ وشافعیت پر کیا الزام آیا۔ نجد کے وہابی سب حنبلی ہیں پھر

---

[1] الفتاوی الحدیثیۃ مطلب ان ما فی الغنیۃ للشیخ عبد القادر مطبعۃ الجمالیہ مصر ص ۱۴۸
[2] الغنیۃ لطالبی طریق الحق فصل فی اعتقاد ان القرآن حروف مفہومۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۹۱
[3] " " " فصل واما الجہمیۃ الخ ادارہ نشر واشاعت علوم اسلامیہ پشاور ۱/ ۹۱

اس سے حنفیہ و حنبلیت پر کیا الزام آیا۔ جانے دو رافضی، خارجی، معتزلی، وہابی سب اسلام ہی میں نکلے اور اسلام کے مدعی ہوئے پھر معاذ اللہ اس سے اسلام و مسلمین پر کیا الزام آیا۔

رابعاً کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار میں بسند صحیح حضرت ابو التقی محمد بن ازہر صریفینی سے ہے مجھے رجال الغیب کے دیکھنے کی تمنا تھی مزار پاک امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حضور ایک مرد کو دیکھا دل میں آیا کہ مردانِ غیب سے ہیں وہ زیارت سے فارغ ہو کر چلے یہ پیچھے ہوئے ان کے لئے دریائے دجلہ کا پاٹ سمٹ کر ایک قدم بھر کا رہ گیا کہ وُہ پاؤں رکھ کر اس پار ہو گئے انھوں نے قسم دے کر روکا اور ان کا مذہب پوچھا، فرمایا:

حنفی مسلم وما انا من المشرکین۔ ہر باطل سے الگ مسلمان، اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ (ت)

یہ سمجھے کہ حنفی ہیں، حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی بارگاہ میں عرض کے لئے حاضر ہوئے حضور اندر ہیں دروازہ بند ہے ان کے پہنچتے ہی حضور نے اندر سے ارشاد فرمایا: اے محمد! آج روئے زمین پر اس شان کا کوئی ولی حنفی المذہب نہیں ہے[1]

کیا معاذ اللہ گمراہ بدمذہب لوگ اولیاء اللہ ہوتے ہیں جنکی ولایت کی خود سرکار غوثیت نے شہادت دی۔ وہ وہابی رسالہ نظر سے نہ گزرا۔ یہاں چند امور واجب اللحاظ ہیں:

اولاً وہ کلمات جو اُن کتب سے مخالف نے نقل کئے اسمٰعیل دہلوی کے کلمات ملعونہ کے مثل ہوں ورنہ استشہاد مردود۔ یہاں یہ نکتہ بھی یاد رہے کہ بعض محتمل لفظ جب کسی مقبول سے صادر ہوں بحکم قرآن انھیں معنی حسن پر حمل کرینگے اور جب کسی مردود سے صادر ہوں جو صریح توہینیں کر چکا ہو تو اسکی خبیث عادت کی بنا پر معنی خبیث ہی مفہوم ہوں گے کہ:

کل اناء یترشح بما فیہ صرح بہ الامام ابن حجر المکی رحمہ اللہ تعالٰی۔ ہر برتن سے وہی کچھ باہر آتا ہے جو اس کے اندر ہوتا ہے، امام حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصریح فرمائی ہے (ت)

ثانیاً وہ کتاب محفوظ مصئون ہونا ثابت ہو جس میں کسی دشمن دین کے الحاق کا احتمال نہ ہو جیسے ابھی غنیۃ الطالبین شریف میں الحاق ہونا بیان ہوا، یونہی امام حجۃ الاسلام غزالی کے کلام

---

[1] بہجۃ الاسرار ذکر فصول من کلامہ مرصعا بشئی من عجائب احوالہ مختصراً دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۱۵۲

میں الحاق ہوئے اور حضرت شیخ اکبر کے کلام میں تو الحاقات کا شمار نہیں جن کا شافی بیان امام عبدالوہاب شعرانی نے کتاب الیواقیت والجواہر میں فرمایا اور رفرمایا کہ خود میری زندگی میں میری کتاب میں حاسدوں نے الحاقات کئے۔ اسی طرح حضرت حکیم سنائی وحضرت خواجہ حافظ وغیرہما اکابر کے کلام میں الحاقات ہونا شاہ عبدالعزیز صاحب نے تحفۂ اثنا عشریہ میں بیان فرمایا۔ کسی الماری میں کوئی قلمی کتاب ملے اُس میں کچھ عبارت ملنی دلیل شرعی نہیں کہ بے کم و بیش مصنف کی ہے پھر اس قلمی نسخہ سے چھاپا کریں تو مطبوعہ نسخوں کی کثرت کثرت نہ ہوگی اور ان کی اصل وہی مجہول قلمی ہے جیسے فتوحات مکیہ کے مطبوعہ نسخے۔

ثالثاً اگر یہ سند ہی ثابت ہو تو تواتر درکار۔ امام حجۃ الاسلام غزالی وغیرہ اکابر فرماتے ہیں:

لا تجوز نسبة مسلم الی کبیرة من غیر تحقیق، نعم یجوز ان یقال قتل ابن ملجم علیا فان ذلك ثبت متواترا۔[1]

بلاتحقیق مسلمان کی طرف گناہِ کبیرہ کی نسبت کرنا جائز نہیں، ہاں یوں کہنا جائز ہے کہ ابن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو قتل کیا، کیونکہ یہ خبر متواتر سے ثابت ہے۔ (ت)

جب بے تحقیق تمام عام مسلمان کلمہ گو کی طرف گناہ کی نسبت ناجائز ہے تو اولیائے کرام کی طرف معاذ اللہ کلمۂ کفر کی نسبت بلا ثبوت قطعی کیسے حلال ہو سکتی ہے۔

رابعاً سب فرض کرلیں تو ابِ وہابی کے جواب کا حاصل یہ ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین بُری نہیں کہ فلاں فلاں نے بھی کی ہے کیا یہ جواب کوئی مسلمان دے سکتا ہے بالفرض غلط توہین جس سے ثابت ہو وہ ہی مقبول نہ ہوگا نہ یہ کہ معاذ اللہ اس کے سبب توہین مقبول ہو جائے۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، (نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت مگر بلندی وعظمت والے اللہ کی توفیق سے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۷۶: مرسلہ محمد عبدالواحد خاں صاحب مجتبٰی اسلامپورہ ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۲۵ھ

(۱) لا مہدی الا عیسٰی (حضرت عیسٰی علیہ السلام کے سوا کوئی مہدی نہیں۔ ت) کے متعلق کیا رائے ہے؟

---

[1] احیاء العلوم کتاب آفات اللسان الآفۃ الثامنۃ اللعن مطبعۃ المشہد الحسینی القاہرہ ۳/ ۱۲۵

(۲) حضرت مہدی و عیسٰی کے متعلق کس قدر حدیثیں وارد ہیں؟

(۳) قرآن شریف کی کن کن آیتوں سے ان کا رد ہو سکتا ہے؟

الجواب

(۱) یہ حدیث صحیح نہیں، اور بفرض صحت از قبیل،

لاوجع الاوجع العین ولاھم الاھم الدین ولافتی الاعلی ولا سیف الاذوالفقار۔

آنکھ کے درد کے سوا کوئی درد نہیں، دین کے غم کے سوا کوئی غم نہیں، حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ کے سوا کوئی سخی نہیں اور ذوالفقار کے سوا کوئی تلوار نہیں۔ (ت)

کے قبیل سے ہے۔

(۲) حضرت مہدی و عیسٰی کے بارے میں احادیث حدِ تواتر کو پہنچی ہیں یہاں تک کہ ائمہ دین نے ان کا نزول اور اُن کا ظہور عقائد میں داخل فرمایا۔

(۳) قرآن عظیم کی جتنی آیتیں تعظیم انبیاء علیہم السلام کا حکم دیتی ہیں ان کی تکذیب پر تکفیر فرماتی ہیں، معجزات سیدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام گناتی ہیں، اُن کی نبوت و رسالت کی شہادت دیتی ہیں، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو خاتم النبیین بتاتی ہیں، جھوٹے مدعی نبوت پر لعنت فرماتی ہیں، وہ سب قادیانی کے رد ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۹ تا ۸۲: مرسلہ عبدالجبار خاں طبیب دھام پور ضلع بجنور ۲۷ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

(۱) جو شخص کہ خلیفہ برحق سے برسرِ بغاوت و برسرِ پیکار ہو کیا وہ شخص قابلِ عزت و لائقِ احترام ہے اور اس کے نام کو لفظِ حضرت و رحمۃ اللہ علیہ یا رضی اللہ عنہ کے ساتھ یاد کرنا لازم ہے خواہ صحابی ہوں یا غیر صحابی؟

(۲) کیا حضرت امیر معاویہ بمقابلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ باغی اور خطا کار تھے یا بطور اجتہاد ان کی رائے مختلف تھی جس میں اُن پر بدنیتی اور عصیان کا الزام عائد نہ ہوگا۔ تفصیل واضح مطلوب۔

(۳) کیا حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کوئی انسان کسی نبی کے مرتبہ کے برابر ہو سکتا ہے یا زیادہ؟ یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مرتبہ انبیاءِ بنی اسرائیل کے برابر یا اُن سے بالاتر ماننا واجب ہے؟ ایک شخص یہ دلیل بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایسے ہی سوال کے جواب میں یہ فرمایا کہ تم یہ سمجھ لو کہ حضرت آدم ایک بار گندم کھانے سے موردِ عتاب ہوئے

اور میں نے اس قدر کھایا ہے وغیرہ۔ کیا یہ حدیث صحیح اور متواتر ہے اور کیا اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے جو شخص مذکور نکالتا ہے؟

(۴) کیا ہم کو اس بحث میں پڑنا زیبا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا رتبہ خلفائے ثلٰثہ سے بالاتر اور اُن کا کمتر ہے اور کیا یہ حنفیوں کے عقائد ضروریہ میں سے ہے؟ فقط۔

الجواب

(۱) اہلسنت کے عقیدہ میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی تعظیم فرض ہے اور ان میں سے کسی پر طعن حرام اور اُن کے مشاجرت میں خوض ممنوع۔ حدیث میں ارشاد:

اذا ذکر اصحابی فامسکوا۔[۱] جب میرے صحابہ کا ذکر کیا جائے (بحث و خوض سے) رُک جاؤ۔ (ت)

رب عزوجل کہ عالم الغیب والشہادہ ہے اس نے صحابہ سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی دو قسمیں فرمائیں، مؤمنین قبل الفتح جنھوں نے فتح مکّہ سے پہلے راہِ خدا میں خرچ وجہاد کیا اور مؤمنین بعد الفتح جنھوں نے بعد کو، فریق اوّل کو دوم پر تفضیل عطا فرمائی کہ:

لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولٰئك اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد الفتح وقاتلوا۔[۲] تم میں برابر نہیں وہ جنھوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا وُہ مرتبہ میں اُن سے بڑے ہیں جنھوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا۔ (ت)

اور ساتھ ہی فرمادیا: وکلا وعد اللہ الحسنٰی[۳] دونوں فریق سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرمالیا۔ اور ان کے افعال پر جاہلانہ نکتہ چینی کا دروازہ بھی بند فرمادیا کہ ساتھ ہی ارشاد ہوا، واللہ بما تعملون خبیر[۴] اللہ کو تمھارے اعمال کی خوب خبر ہے۔ یعنی جو کچھ تم کرنے والے ہو وہ سب جانتا ہے بااینہمہ تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرماچکا خواہ سابقین ہوں یا لاحقین، اور یہ بھی قرآن عظیم سے ہی پوچھ دیکھئے کہ مولٰی عزوجل جس سے بھلائی کا وعدہ فرماچکا اُس کے لئے کیا فرماتا ہے:

---

[۱] المعجم الکبیر حدیث ۱۴۲۷ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۲/۹۶
[۲] القرآن الکریم ۵۷/۱۰
[۳] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۵۷/۱۰
[۴] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۵۷/۱۰

اِنّ الذین سبقت لھم منّا الحسنٰی اولٰئک عنھا مبعدون لایسمعون حسیسھا وھم فیما اشتھت انفسھم خٰلدون لایحزنھم الفزع الاکبر و تتلقّٰھم الملٰئکۃ ھذا یومکم الذی کنتم توعدون[1]

بیشک جن سے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہوچکا وہ جہنم سے دُور رکھے گئے ہیں اس کی بھنک تک نہ سُنیں گے اور وہ اپنی من مانتی مرادوں میں ہمیشہ رہیں گے اُنھیں غم میں نہ ڈالے گی بڑی گھبراہٹ، فرشتے ان کی پیشوائی کو آئیں گے یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمھارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔

سچا اسلامی دل اپنے رب عزوجل کا یہ ارشادِ عام سُن کر کبھی کسی صحابی پر نہ سوءِ ظن کرسکتا ہے نہ اس کے اعمال کی تفتیش۔ بفرضِ غلط کچھ بھی کیا تم حاکم ہو یا اللہ، تم زیادہ جانو یا اللہ، ءَانتم اعلم ام اللہ[2] (کیا تمھیں علم زیادہ ہے یا اللہ تعالٰی کو۔ ت) دلوں کی جاننے والا سچا حاکم یہ فیصلہ فرما چکا کہ مجھے تمھارے سب اعمال کی خبر ہے میں تم سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا، اس کے بعد مسلمان کو اس کے خلاف کی گنجائش کیا ہے، ضرور ہر صحابی کے ساتھ حضرت کہا جائے گا ضرور رضی اللہ تعالٰی عنہ کہا جائے گا، ضرور اس کا اعزاز و احترام فرض ہے، ولوکرہ المجرمون[3] (اگرچہ مجرم بُرا مانیں۔ ت)

(۲) اُس کا جواب بھی جواب اوّل سے واضح ہوچکا، بلاشُبہہ اُن کی خطا خطائے اجتہادی تھی اور اس پر الزامِ معصیت عائد کرنا اُس ارشادِ الٰہی کے صریح خلاف ہے۔

(۳) مسلمانوں کا اجماع ہے کہ کوئی غیرنبی کسی نبی کے برابر نہیں ہوسکتا، جو کسی غیر نبی کو کسی نبی کے ہمسر یا افضل جانے وہ بالاجماع کافر مرتد ہے۔ مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کا مرتبہ انبیائے بنی اسرائیل یا کسی نبی سے بالا یا برابر ماننا واجب درکنار کفر خالص ہے اور ملعون افترائی حکایت عجب مضحکہ خیز ہے، گیہوں کھانا ہی اگر دلیلِ افضلیت ہو تو مولٰی علی کرم اللہ وجہہ نے اتنے گیہوں ہرگز نہیں کھائے جتنے زید و عمرو آج کل کھا رہے ہیں، اُس بادشاہِ مُلکِ ولایت کی اکثر غذا باتباعِ سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جَو تھی اور وہ بھی اکثر ایک وقت اور وہ بھی پیٹ بھر کر نہیں۔ اور زید و عمرو رات دن میں دو دو وقت گیہوں کھاتے ہیں تو یہ معاذ اللہ آدم علیہ السلام سے

---

[1] القرآن الکریم ۲۱/ ۱۰۱ تا ۱۰۳
[2] 〃 〃 ۲/ ۱۴۰
[3] 〃 〃 ۸/ ۸

بھی اور مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے بھی افضل ہوئے، ایں فساد خوردن گندم بود (یہ گندم کھانے کا فساد ہے۔ ت)

(۴) یہ نہ فقط حنفیہ بلکہ تمام اہلسنت کے عقائد کے خلاف ہے۔ اہلسنت کے نزدیک بعد انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تمام اولین وآخرین سے افضل امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ پھر امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۳ از فراشی ٹولہ بریلی مرسلہ مقصود علی خاں صاحب ۲۶ شعبان ۱۳۳۵ھ

زید کو لوگ عام طور پر کہتے ہیں کہ وُہ وہابی ہے اور اس کے یہاں میلاد شریف اور تیجہ وغیرہ نہیں ہوتا اور قیام کے وقت بھی کھڑا نہیں ہوتا۔ زید نے میلاد شریف کرائی اور قیام کے وقت کھڑا ہوا اور دریافت کرنے پر وہ کہتا ہے کہ قرآن عظیم اور کلمہ شریف پڑھ کر ثواب میت کو پہنچانا جائز ہے لیکن تعین کے ساتھ تیجہ وبرسی وچھماہی یہ نہ کرنا چاہئے بلکہ خواہ میت کے دوسرے روز خواہ تیسرے روز خواہ چوتھے روز کلتے پر یا خرمے پر یا کسی شے پر کلمہ شریف پڑھ کر ثواب میت کی ارواح کو پہنچانا جائز ہے اور اسی طرح ہر برسی و چھماہی کے لفظ سے اور گنتی دنوں سے نہ کرے بلکہ جس وقت چاہے کھانا پکوا کر فاتحہ دلوا دے۔ اور زید یہ بھی کہتا ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف میں یہ میرا عقیدہ ہے کہ خدا سے کم زیادہ سب سے کہے یہی کلمہ ہے شایان محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم، اور حضور کی تعظیم میں ذرا بھی فرق دل میں لائے تو وہ خارج از اسلام ہے، اور حضور پُر نور کو شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین سمجھے اور یہ سمجھے کہ مثل حضور کے نہ کوئی ہے نہ ہوا اور نہ ہو، اور اگر خداوند کریم حضور کو پیدا نہ کرتا تو تمام مخلوق کو پیدا نہ کرتا۔ ایسے عقیدے والے کو وہابی خیال کرنا چاہیے؟ اس پر اگر یہ خیال کیا جائے کہ اس نے کسی مصلحت سے ایسا کیا ہے لیکن اس کے دل میں ممکن ہے کہ اس کے خلاف ہو تو ایسی صورت میں کیا سمجھنا چاہئے اس کے زبانی اقرار کا اعتبار ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر دئے جاؤ گے۔ ت)۔

الجواب

تعینِ یوم کا انکار آج کل وہابیہ کا شعار ہے، اور جتنی باتیں اُس نے کہیں بڑے بڑے پکّے وہابی کہہ لیتے ہیں اور بڑے بڑے اشد موقع پر مجلس وقیام بھی کر لیتے ہیں ان باتوں سے پہچان نہیں ہوسکتی بلکہ زید سے مفصل عقائد وہابیہ دریافت کئے جائیں نیز اسمٰعیل دہلوی وتقویۃ الایمان وبراہین قاطعہ وتحذیر الناس وحفظ الایمان اور ان کے مصنفوں کی نسبت دریافت کیا جائے اگر سب باتوں کے جواب میں وہی کہے جو علمائے حرمین شریفین نے تحریر فرمایا تو ضرور اسے سُنّی سمجھا جائے گا جب تک اس کا

خلاف ظاہر ہو اور اگر اُس میں کسی بات کا جواب خلاف دے یا جو کچھ علمائے حرمین شریفین اُن کتابوں اور اُن کے مصنفوں کی نسبت حکم ضلالت وکفر وارتداد لگا چکے اس کے ماننے میں ہچر مچر کرے تو وہ بلاشبہہ سُنّی نہیں ضرور منہم (انہی میں سے) ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۳: مولوی افضل صاحب بخاری طالب علم مدرسہ منظر الاسلام بریلی ۲۱ صفر ۱۳۳۶ھ

(۱) عرض اینست کہ ورد خواندن شرائط بسیار مذکورست عقل بعید می پندارد تاکہ در وقت خواندن در نفس خطرات پیدا می شود یعنی کہ حضرت مآب آیا می بیند و می شنود۔

(۱) عرض یہ ہے کہ وِرد پڑھنے میں شرائط بہت زیادہ مذکور ہیں جن کو عقل بعید سمجھتی ہے یہاں تک کہ وِرد پڑھتے وقت دل میں خیالات پیدا ہونے لگتے ہیں، یعنی کیا رسالتماب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دیکھتے اور سُنتے ہیں؟

(۲) جناب سیّدِ کائنات خود رحمت و بروحِ اقدس او رحمت فرستادن چہ فائدہ؟

(۲) سیّدِ کائنات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب خود رحمت ہیں تو ان پر رحمت (درود) بھیجنے کا کیا فائدہ ہے؟

(۳) پروردگارِ عالم چرا بر انبیاء علیہم السلام فرمود کہ اگر محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم بر زمان ہر یک اگر مبعوث شد تو بروے ایمان آورد وغیرہ چرا کہ بروے معلوم بود کہ زمان خاص جلوہ افروز میشود۔

(۳) پروردگارِ عالم نے انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کو کیوں ارشاد فرمایا کہ محمد مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اگر ان کے زمانہ میں مبعوث ہوئے تو وہ آپ پر ایمان لائیں حالانکہ اللہ تعالٰی کو معلوم تھا کہ آپ ایک خاص زمانے میں جلوہ افروز ہوں گے۔

(۴) عرض اینست کہ اگر شخصے ایں عقیدہ داشتہ باشد بایں طور کہ بر اللہ تعالٰی چیزے واجب نیست از جانب غیر لکن از طرف رحمت وفضل اگر خود برخود واجب کردہ باشد جائز ست چگونہ۔

(۴) عرض یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ کسی غیر کی جانب سے اللہ تعالٰی پر کوئی شَے واجب نہیں لیکن وہ خود اگر اپنی رحمت وفضل سے اپنے ذمّہ کرم پر کچھ واجب کرلے تو جائز ہے، یہ کیسا ہے؟

الجواب

(۱) بلاشبہہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام

(۱) بلاشبہہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام

می بیند ومی شنود" انی اریٰ ما لا ترون واسمع ما لا تسمعون اطّت السماء وحق لہا ان تئط [1] "آواز اطیط آسمان از پانصد سالہ راہ می شنود از راہ دو یک ماہ چنان نشنود" ان اللہ تعالٰی قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیہا و الی ماھو کائن فیہا الی یوم القیمۃ کانما انظر الی کفی ھذہ [2] "آنچہ تا قیامت آمدنی ست ہمہ را ہمچو کف دست مبارکش می بیند آنچہ از حالا موجود ست چرا نہ بیند علیہ من الصلوات افضلہا ومن التحیات اکملہا۔ اینہا را عقل بعید نمی پندارد بلکہ وہم و ظن اکذب الحدیث ست چہ جائے وہم۔ واللہ تعالٰی اعلم

دیکھتے اور سنتے ہیں (فرمانِ رسول ہے) "بیشک میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ کچھ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے، آسمان نے چیخ ماری ہے اور اس کو چیخ مارنی چاہئے۔" جب وہ پانچ سو سال کی راہ سے آسمان کی چیخ کی آواز سنتے ہیں تو ایک دو ماہ کی راہ سے کیوں نہیں سنتے۔ (فرمانِ رسول ہے) "بیشک اللہ تعالٰی نے دنیا کو میری طرف بلند کردیا تو میں اس کی طرف اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے اس کی طرف دیکھ رہا ہوں گویا کہ میں اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔" جب وہ قیامت تک ہونے والی چیزوں کو اپنے دستِ مبارک کی ہتھیلی کی طرح دیکھتے ہیں تو جو کچھ اب موجود ہے اس کو کیوں نہیں دیکھ سکتے، ان پر افضل واکمل درود وسلام ہوں۔ عقل اس کو بعید شمار نہیں کرتی بلکہ وہم، اور جب ظن اکذب الحدیث ہے تو وہم کس گنتی میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) حق سبحٰنہ وتعالٰی خود پاک وسبوح ست برائے او تسبیح گفتن چہ فائدہ؟ فائدہ خود ماراست ؎

من نگردم پاک از تسبیح شاں
پاک ہم ایشاں شوند و در فشاں

(۲) حق سبحٰنہ وتعالٰی جب خود پاک اور منزہ ہے تو پھر اس کی تسبیح (پاکی) بیان کرنے کا کیا فائدہ؟ فائدہ درحقیقت خود ہمارا ہے ؎

میں ان کی تسبیح سے پاک نہیں ہوتا (بلکہ تسبیح سے) وہ خود پاک اور ممتاز ہوتے ہیں۔

---

[1] جامع الترمذی کتاب الزہد باب ماجاء فی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو تعلمون ما اعلم الخ امین کمپنی دہلی ۲/ ۵۵

[2] کنز العمال حدیث ۳۱۹۷۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۲۰

ہمچناں اینجا فائدہ مار است کہ من صلّی علیّ واحدۃً صلّی اللہ علیہ عشرا[1] صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، وھو اعلم۔

اسی طرح یہاں (درود بھیجنے میں) بھی ہمارا اپنا فائدہ ہے۔ (فرمانِ رسول ہے) کہ جس نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا اللہ تعالٰی اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ اللہ تعالٰی آپ پر درود وسلام بھیجے۔ اور وُہ خُوب جانتا ہے۔

(۳) مقصود اظہارِ عزت وعظمت وسیادت مطلقہ واصالت کلیہ حضور پر نور علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام بود تا ہمہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام را در دائرہ نبوت مطلقہ اش فراگیرد وامتی او گرداند، صلی اللہ علیھم اجمعین وبارك وسلم۔

(۳) حضور پُرنور علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی عزت عظمت، سیادت مطلقہ اور اصالت کلیہ کو ظاہر کرنا مقصود تھا تاکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو آپ کی نبوتِ مطلقہ کے دائرہ میں لے کر آپ کا امتی بنادے۔ ان سب پر اللہ تعالٰی درود وسلام وبرکت نازل فرمائے۔

(۴) صحیح است وآں وجوب نیست تفضل ست کتب ربکم علٰی نفسہ الرحمۃ[2] وکان حقا علینا نصر المؤمنین[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۴) یہ صحیح ہے، اور وہ وجوب نہیں بلکہ اس کا فضل ہے۔ (فرمانِ الٰہی ہے) تمہارے رب نے اپنے ذمۂ کرم پر رحمت لازم کرلی ہے (مزید فرمایا) اور ہمارے ذمۂ کرم پر ہے مسلمانوں کی مدد فرمانا۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از شہر محلہ قلعہ متصل جامع مسجد مرسلہ حامد حسین خان صاحب ۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ آیا ولایت مطلقہ افضل ہے نبوت خاص سے یا نبوت خاص افضل ہے ولایت سے؟ اور صحابۂ کرام رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کون صحابی دارائے ولایت تھے؟ اور تمام صحابۂ کرام مرتبۂ ولایت پر فائز تھے یا بعض اُن

---

[1] صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعد التشہد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۷۵

[2] القرآن الکریم ۶/۵۴

[3] " " ۳۰/۴۷

میں سے مفصل اور مشرح ارشاد ہو۔

الجواب

نبوت مطلقاً ہر ولی غیر نبی کی ولایت سے ہزاروں درجے افضل ہے کیسے ہی اعظم مرتبہ کا ولی ہو، ہاں اس میں اختلاف ہے کہ نبی کی نبوت خود اس کی اپنی ولایت سے افضل ہے یا اس کی اپنی ولایت اسکی نبوت سے، اور اس اختلاف میں خوض کی کوئی حاجت نہیں۔ پہلی بات ضروریاتِ دین سے ہے اس کا اعتقاد مدارِ ایمان ہے جو کسی ولی غیر نبی حتی کہ صدیق کو کسی نبی سے افضل یا ہمسر ہی کہے کافر ہے، کما قد نص علیہ الاکابر الائمۃ فی غیر ما کتاب (جیسا کہ اکابر امت نے متعدد کتابوں میں اس پر نص فرمائی ہے۔ ت) صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سب اولیائے کرام تھے۔ قال اللہ تعالٰی:

لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولٰئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا وکلّا وعد اللہ الحسنٰی واللہ بما تعملون خبیر[1]

تم میں برابر نہیں وہ جنھوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ کیا اور جہاد کیا، وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنھوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا، اور ان سب سے اللہ تعالٰی جنّت کا وعدہ فرما چکا، اور اللہ تعالٰی کو تمھارے کاموں کی خبر ہے۔ (ت)

وقال اللہ تعالٰی:

ان الذین سبقت لھم منا الحسنٰی اولٰئک عنھا مبعدون ۝ لا یسمعون حسیسھا وھم فی ما اشتھت انفسھم خٰلدون ۝ لا یحزنھم الفزع الاکبر وتتلقّٰھم الملٰئکۃ ھذا یومکم الذی کنتم توعدون ۝[2]

بے شک جن کے لئے ہماری طرف سے نیکی کا وعدہ پہلے ہو چکا وہ اس (جہنم) سے دور رکھے گئے ہیں وہ اس کی ہلکی سی آواز بھی نہ سنیں گے اور جو کچھ وہ چاہیں گے ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔ انھیں غم میں نہ ڈالے گی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ، اور فرشتے ان کی پیشوائی کو آئیں گے کہ یہ ہے تمھارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵۷/ ۱۰

[2] " " ۲۱/ ۱۰۱ تا ۱۰۳

وقال اللہ تعالٰی :

والذین اٰمنوا باللہ ورسلہ اولٰئک ھم الصدیقون والشھداء عند ربھم لھم اجرھم ونورھم[1]

اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائیں وہی ہیں کامل سچے اور اوروں پر گواہ اپنے رب کے یہاں ان کے لئے ان کا ثواب اور ان کا نور ہے۔ (ت)

وقال اللہ تعالٰی :

یوم لایخزی اللہ النبی والذین اٰمنوا معہ نورھم یسعی بین ایدیھم وبایمانھم[2]

جس دن اللہ تعالٰی رسوا نہ کرے گا نبی اور ان کے ساتھ کے ایمان والوں کو، ان کا نور دوڑتا ہوگا اُن کے آگے اور ان کے داہنے۔ (ت)

صحابہ کرام میں سب سے افضل و اکمل و اعلٰی و اقرب الی اللہ خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم تھے اور ان کی افضلیت ولایت بترتیبِ خلافت۔ یہ چاروں حضرات سب سے اعلٰی درجے کے کامل مکمل ہیں اور وارائے نیابت نبوت ہوتے ہیں۔ شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کا پایہ ارفع ہے اور وارائے تکمیل ہونے میں حضرت مولا علی مرتضٰی شیرِ خدا مشکل کشا کا، رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ واللہ اعلم

مسئلہ ۸۹: قصبہ بشارت گنج ضلع بریلی فتح محمد ۱۲ جمادی الآخر ۱۳۳۶ھ یوم ہفتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ پارہ ۹ سورہ اعراف میں آیہ کریمہ آئی ہے :

ولوکنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء ان انا الا نذیر وبشیر لقوم یؤمنون[3]

اور اگر میں غیب جان لیا کرتا تو یوں ہوتا کہ میں نے بہت بھلائی جمع کرلی اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچی، میں تو یہی ڈر اور خوشی سنانے والا ہوں انھیں جو ایمان رکھتے ہیں (ت)

اس کے کیا معنی ہیں اور اس کی شانِ نزول کیا ہے اور اس سے علمِ غیب کی نفی ہوتی ہے یا نہیں ؟

الجواب

"اگر میں اپنی ذات سے بے خدا کے بتائے غیب جانتا تو بہت سی خیر جمع کرلیتا اور مجھے کوئی برائی تکلیف نہ پہنچتی، میں تو ایمان والوں کو ڈر اور خوشخبری ہی سنانے والا ہوں" کافروں کے مہمل سوالات پر اتری تھی اس سے علمِ غیب ذاتی کی نفی ہوتی ہے کہ بے خدا کے بتائے مجھے علم نہیں ہوتا اور خدا کے بتائے سے نہ ہونا مراد لیں تو صراحۃً قرآن مجید کا انکار اور کھلا کفر ہے۔ اس کی تفصیل ہمارے رسائل علم غیب میں دیکھو۔ واللہ اعلم

مسئلہ ۹۰ و ۹۱ از قصبہ شیش گڑھ ڈاک خانہ خاص بریلی مسئولہ سید محمد سجاد حسین صاحب ۲۹ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

(۱) زید باوجود ادعائے صدیقی الوارثی کے اسمٰعیل دہلوی کو حضرت مولانا مولوی محمد اسمٰعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ لکھتا ہے۔

(۲) بکر اپنے آپ کو چشتی حیدری بتاتا ہے اور مندرجہ ذیل امور پر اعتقاد رکھتا ہے یعنی مسلمان جو حضرت پیرانِ پیر جناب شیخ سید محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی گیارھویں شریف مقرر کرکے ان کی روح پُر فتوح کو ثواب پہنچاتے ہیں اس کی بابت کہتا ہے کہ گیارھویں تاریخ مقرر کرنا مذموم ہے۔ ماہِ رجب کی بابت لکھتا ہے کہ اس ماہ کے نوافل، صلوٰۃ وصوم وعبادت کے متعلق بڑے بڑے ثوابوں کی بہت سی روایتیں ہیں اُن میں صحیح کوئی بھی نہیں۔ اور یہ بات بالکل غلط اور بے سند ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی بنانے کا حکم ماہِ رجب میں ہوا تھا۔ ماہِ شعبان میں حلوا پکانا یا تیرھویں کو عرفہ کرنا، عید کے دن کھانے تقسیم کرنا ممنوع ہے۔ ماہِ محرم میں کھچڑا یا شربت خاص کرکے پکانا پلانا اور اماموں کے نام کی نیاز دلانا اور سبیل لگانا بہت بُری بدعتیں ہیں۔ ماہِ صفر میں کسی خاص ثواب یا برکت کا خیال رکھنا جہل ہے۔ سید احمد رائے بریلوی کو نیک بزرگ بلکہ ولی جانتا ہے۔ پس کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایسے اشخاص کے حق میں کہ اُن کا اصلی مذہب کیا ہے؟ اور امور مذکورہ بالا کی اصلیت مفصل طور سے تحریر فرمائی جائے۔

الجواب

(۱) صورت مذکورہ میں زید گمراہ بددین نجدی اسمٰعیلی ہے اور بحکم فقہائے کرام اس پر حکم کفر لازم، جس کی تفصیل کتاب الکوکبۃ الشہابیۃ فی کفریات ابی الوھابیہ سے ظاہر۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) بکر ہوشیار وہابی معلوم ہوتا ہے۔ گیارھویں شریف کو مذموم، شعبان کے حلوے، تیرھویں کے عرفے، عید کے کھانے کو مطلقاً بلا ممانعت شرعی ممنوع، محرم شریف کے کھچڑے، شربت ائمہ اطہار کی سبیل کو مطلقاً بدعت شنیعہ کہنا شعار وہابیہ ہے۔ اور وہابیہ گمراہ، بددین۔ احادیثِ اعمالِ رجب کو صحیح نہ کہنا بڑی چالاکی ہے۔ اصطلاحِ محدثین کی صحت یہاں درکار نہیں فضائلِ اعمال میں ضعاف بالاجماع مقبول ہیں۔ رجب میں کشتی بنانے کا حکم نہ ہوا تھا بلکہ رجب میں کشتی چلی اور اعدا پر قہر اور محبوبوں پر وحملنٰہ علٰی ذات الواح ودسر ۰ تجری

باعیننا جزاء لمن کان کفر[1] (اور ہم نے نوح کو سوار کیا تختوں اور کیلوں والی پر کہ ہماری نگاہ کے رُو برو بہتی، اس کے صلہ میں جس کے ساتھ کفر کیا گیا تھا۔ ت) کا فضل اسی مہینہ میں ظاہر ہوا۔ یہ عبداللہ بن عباس وغیرہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی حدیثوں سے ثابت ہے۔ صفر و شر مہ عاشورہ کی نسبت اُس کا قول رَد نہ کیا جائے اگرچہ ثانی میں اختلاف کثیر ہے، اگر "صراط مستقیم" کے کلماتِ باطلہ کو باطلہ، کفریہ کو کفریہ، اسمٰعیل دہلوی کو گمراہ بددین جانتا ہے و ہابیت سے جدا ہے تو سید احمد کو صرف بزرگ جاننے سے وہابی نہ ہوگا ورنہ قد بینا الاٰیات لقوم یعقلون کما ھدانا ربنا تبارك و تعالٰی عما یصفون (تحقیق ہم نے عقلمند قوم کے لئے نشانیاں ظاہر کردی ہیں، جیسا کہ ہمارے رب نے ہمیں ہدایت دی۔ ہمارا پروردگار ان کی باتوں سے بلند و بالا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۲ تا ۹۵ از بہار شریف محلہ خانقاہ حضرت مخدوم الملک بہاری رحمۃ اللہ علیہ مسئولہ نجم الدین احمد صاحب فردوسی نبیرۂ جناب حضرت سید شاہ امین احمد فردوسی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ۲۳ صفر ۱۳۳۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین ان مسائل مفصلۂ ذیل میں:

(۱) جو تعزیہ بنانے والے کو کافر اور اس کی اولاد کو حرامی اور قیامِ مولود کو بدعتِ سیئہ اور حاضریِ عراسِ بزرگانِ دین کو فعلِ لغو سمجھتا ہے وہ شخص کیسا ہے، سُنّی حنفی ہے یا نہیں؟

(۲) دیوبندی مدعی تقلید وغیر مقلد مدعی اہل حدیث میں زیادہ کون ضلالت پر ہے اور دونوں فرقوں کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ اور ان دونوں گروہوں پر علمائے حرمین شریفین کا کیا فتوٰی ہے؟

(۳) جو شخص کہ اکابر اولیاء اللہ کے مزار اقدس کو تودۂ خاک کہے اور استمداد و استفاضہ کا اولیاء اللہ کے قبور سے منکر ہو اور "یارسول اللہ" کہنا شرک و ناجائز بتائے اور طعامِ فاتحہ و نیاز کا کھانا حرام سمجھے اور جناب رسالتمآب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے غیب کا منکر ہو وہ شخص مسلمان ہے یا نہیں؟

---

[1] القرآن الکریم ۵۴/ ۱۳ و ۱۴

(۴) مولوی قاسم دیوبندی و مولوی رشید احمد گنگوہی و مولوی اشرف علی تھانوی و مولوی محمود حسن دیوبندی کس مذہب کے لوگ ہیں؟ ان کے ساتھ کیسا خیال رکھنا چاہیے؟ ارشاد فرمایا جائے کہ ہم سُنّیوں کو تقویت حاصل ہو۔ بیّنوا توجروا (بیان کرو اجر دئے جاؤ گے۔ت)

الجواب

(۱) تعزیہ بنانا گناہ ہے کفر نہیں، کافر کہنے والا مسلمان کو کافر کہتا ہے اور اس حدیث میں داخل ہوتا ہے کہ بخاری اور مسلم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

من قال لاخیہ یا کافر فقد باء بھا احدھما فان کان کما قال و الا رجعت علیہ[1]

یعنی جو بظاہر کسی مسلم کو کافر کہے دونوں میں سے ایک پر یہ بلا ضرور پڑے اگر واقع میں کافر ہے تو خیر ورنہ یہ کہنا اس کہنے والے ہی پر پلٹ آئے گا۔

اور اس کی اولاد کو حرامی کہنا اس آیہ کریمہ میں داخل ہے:

ان الذین یرمون المحصنٰت الغٰفلٰت المؤمنٰت لعنوا فی الدنیا والاٰخرۃ ولھم عذاب عظیم[2]

وہ جو پارسا بے خبر ایمان والیوں کو زنا کی تہمت لگاتے ہیں اُن پر دُنیا اور آخرت میں لعنت ہے اور اُن کے لئے بڑا عذاب ہے۔

قیام مجلس مبارک کو بدعت سیئہ اور حاضری اعراس طیبہ کو لغو سمجھنا شعارِ وہابیہ ہے، اور وہابیہ سُنّی کیا مسلمان بھی نہیں کہ اللہ و رسول کی علانیہ توہین کرتے ہیں۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

قل اباللہ واٰیٰتہ ورسولہ کنتم تستھزءون ۰ لاتعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم[3]

ان سے فرمادو کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے تھے بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان حال ایمان من قال لاخیہ المسلم یاکافر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۷
صحیح البخاری کتاب الادب باب من اکفر اخاہ بغیر تاویل فھو کما قال " " " ۲/ ۹۰۱
[2] القرآن الکریم ۲۴/ ۲۳ [3] القرآن الکریم ۹/ ۶۶

ہاں بالفرض اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ وہابیت و وہابیہ سے جدا ہو وہابیہ کو گمراہ و بددین، دیوبندیہ کو کفار مرتدین جانتا مانتا ہو صرف قیام و عرس میں کلام رکھتا ہو تو محض اس وجہ پر اسے سنیت و حنفیت سے خارج نہ کہا جائے گا مگر آج کل یہ فرض از قبیل فرض باطل ہے، آج وہ کون ہے کہ ان میں کلام کرے اور ہو سُنّی، اللّٰھم مگر بہ تقیہ کہ وہابیہ میں روافض سے کچھ کم نہیں۔

(۲) دونوں میدانِ کفر میں کفرسی[ع] رہان ہیں، دونوں کے پیچھے نماز باطل محض، جیسے مسیح چرن یا گنگا دین کے پیچھے۔

کما حققناہ فی النھی الاکید عن الصلٰوۃ وراء عدی التقلید وغیرہ من کتبنا و فتاوٰنا۔

جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق اپنے رسالہ النھی الاکید عن الصلٰوۃ وراء عدی التقلید اور دیگر کتب و فتاوٰی میں کردی ہے۔ (ت)

فتح القدیر شرح ہدایہ میں ہے:

روی محمد عن ابی حنیفۃ و ابی یوسف رضی اللّٰہ تعالٰی عنھم ان الصلٰوۃ خلف اھل الھواء لایجوز[1]

امام محمد علیہ الرحمہ نے امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما سے روایت فرمایا کہ بدمذہب کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ (ت)

بظاہر غیر مقلد دیوبندیہ سے بدتر ہیں کہ عقائد کفر و ضلال میں دونوں متحد اور اُن میں انکار تقلید و بدگوئی ائمہ زائد خود امام الدیابنہ رشید گنگوہی کے فتاوٰی حصہ دوم صفحہ ۲۱ میں سرگروہ غیر مقلد میں نذیر حسین دہلوی کی نسبت ہے:

"ان کو مردود اور خارج اہل سنت سے کہنا بھی سخت بے جا ہے[2]۔"

عقائد میں سب متحد مقلد اور غیر مقلد ہیں۔ اور مفتی سے اگر غیر مقلدین اور دیوبندیہ کے بارے میں سوال ہوگا تو دیوبندیوں پر حکم سخت تر دے گا کہ اس کا مطمح نظر وصف عنوانی ہے ترک تقلید و بدگوئی ائمہ کو دیوبندیہ کے ان اقوال سے کیا نسبت ہے جو سرگروہانِ دیابنہ گنگوہی، نانوتوی و تھانوی کے ہیں کہ ابلیس کو علم غیب ہے اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے لئے مانے تو صریح مشرک۔

[ع] دونوں ریس کے گھوڑوں کی مانند ہیں جو ایک دوسرے سے سبقت لیجانے کی کوشش کرتے ہیں۔

---

[1] فتح القدیر کتاب الصلٰوۃ باب الامامۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۰۴

[2] فتاوٰی رشیدیہ مولوی نذیر حسین اہلحدیث کو بُرا کہنے کا حکم محمد سعید اینڈ سنز تاجران کتب کراچی ص ۱۸۵

(۲) شیطان کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخرِ عالم کی وسعتِ علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رَد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے[۲]

(۳) شیطان خدا کی صفت خاصہ میں اُس کا شریک ہے[۳]

(۴) شیطان اس عظیم فضیلت میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے زیادہ ہے نہ بایں معنی کہ حضور میں کم ہو اور اس میں زائد، بلکہ بایں معنی کہ یہ فضلِ جلیل ابلیس ہی کے لئے ہے حضور کے لئے ماننے والا مشرک بلکہ شیطان خود خدا ہے کہ اس کے لئے علمِ غیب ثابت ہے کوئی عوام میں بسبب افضلیت کے شیطان سے زیادہ نہیں تو اس کے برابر تو علمِ غیب بزعمِ خود ثابت کر دے[۴]

براہین والے نے بزعمِ خود مخالف کا یہ زعم تراشا ہے کہ افضلیت موجب اعلمیت ہے اس بنا پر کہتا ہے کہ اپنے اس زعم پر بربنائے افضلیت شیطان کے برابر تو علمِ غیب ثابت کرلے علمِ غیب کا لفظ کلامِ مخالف میں نہ تھا اور جو علم مخالف نے ثابت کیا اُسے براہین والا خود نصوص سے ثابت مانتا ہے اور اُسی کو علمِ غیب کہتا ہے اور واقعی وہ وہابیہ کے نزدیک علمِ غیب ہے بلکہ سب علومِ غیب سے کروڑوں درجے زائد کہ اُن کے یہاں ایک پیڑ کے پتوں کی گنتی جان لینا علمِ غیب ہے، ایک جلسہ نکاح پر مطلع ہوجانا علمِ غیب ہے براہین قاطعہ ص ۴۹ فقط مجلس نکاح کے اعتقادِ علم میں کافر لکھا ہے[۵] تو علمِ محیط زمین تو لاکھوں کروڑوں علمِ غیب کا مجموعہ ہوا جسے شیطان کے لئے ثابت مانا اور اثبات علمِ غیب غیرِ حق تعالٰے کو شرکِ صریح ہے[۶] (فتاوٰی گنگوہی حصہ تین ص۱) تو ضرور شیطان اِن کے یہاں غیرِ حق تعالٰی نہیں ورنہ اُس کے لئے علمِ غیب مان کر شرکِ صریح میں نہ پڑتے۔ جو وقوعِ کذبِ باری کا قائل ہو یعنی صراحۃً کہے کہ اللہ (معاذ اللہ) جھوٹا ہے جھوٹ بولا ہے تو اس کو کافر یا بدعتی ضال کہنا نہ چاہیے اُس کو کوئی سخت کلمہ نہ کہنا چاہیے، اُس میں تکفیر علمائے سلف کی لازم آتی ہے حنفی شافعی پر طعن و تضلیل نہیں کرسکتا ایسے کو تفسیق سے مامون کرنا چاہیے[۷] (فتوٰی گنگوہی صاحب)

---

[۱] البراہین القاطعۃ | بحث علمِ غیب | مطبع لے بلاساڈھور انڈیا | ص ۵۱

[۲] " " | " | " " " " " | ص ۵۱ و ۵۲

[۳] البراہین القاطعۃ | بحث علمِ غیب | مطبع لے بلاساڈھور انڈیا | ص ۵۱

[۴] " " | " | " " " " " | "

[۵] فتاوٰی رشیدیہ | علمِ غیب شرک ہے | محمد سعید اینڈ سنز تاجرانِ کتب کراچی | ص ۶۵

[۶]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا خاتم النبیین بمعنی نبی آخر الزماں ہونا[11] (جیسے خود رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے آج تک سب مسلمان سمجھ رہے) جاہلوں کا خیال ہے نافہمی ہے[12] یہ وصف کریم نہ کوئی کمال ہے نہ اُسے[13] فضیلت میں دخل نہ وہ[14] مدح میں ذکر کرنے کے قابل آیت[15] کے یہ معنی ہوں تو خدا پر زیادہ گوئی کا وہم[16] قرآن کی عبارت بے ربط (تحذیر الناس نانوتوی صاحب ص ۲ و ۳) بلکہ اگر بالفرض[17] بعد زمانہ نبی صلعم[1] بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا[2] (تحذیر الناس ص ۳۲) بڑوں (علماء و ائمہ وصحابہ خود حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم) کا فہم نہ پہنچا طفل ناداں (یعنی نانوتوی صاحب) نے ٹھکانے کی بات کہہ دی[3] (تحذیر الناس ص ۳۴) یعنی یہ کہ خاتم النبیین کہنا محض جھوٹی ہوا بندی ہے اس لئے کہ ختم زمانی جو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے آج تک تمام صحابہ و ائمہ و علماء و مسلمین (ان کے زعم میں) براہِ نافہمی سمجھے ہوئے تھے، اور ص ۱۱ تحذیر الناس پر خود برائے تصنع کہا تھا کہ اس کا منکر بھی کافر ہوگا[4] وہ تو اس صورت میں کہ بعد زمانہ نبوی صلعم[5] بھی کوئی نبی پیدا ہو بداہۃً زائل ہو ہی گیا کہ وہ تو خود بہ اقرار تحذیر الناس ص ۲ یہی تھا کہ آپ سب میں آخری نبی ہیں[6]۔ جب حضور کے بعد اور نبی پیدا ہوا تو سب میں آخری کب رہے گے یہ تو گیا ہی اور اس کے جاتے ہی نانوتوی صاحب کا ساختہ ختم ذاتی بھی ختم شد کہ اسے ختم زمانی لازم تھا تحذیر ص ۹ ختم نبوت بمعنی معروض کو تاخر زمانی لازم ہے[6] لازم گیا تو ملزوم کہاں غرض نہ ختم زمانی رہا نہ ذاتی، سب فنا اور خاتمیت بجا "اس میں کچھ فرق نہ آئے گا" کذٰلک یطبع اللہ علٰی کل قلب متکبر جبار[7] (اللہ تعالٰے یونہی مُہر کردیتا ہے متکبر سرکش کے سارے دل پر۔ ت) یہ ہے وہ ٹھکانے کی بات

---

[1] و [2] ہم کہتے ہیں صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم ۱۲ منہ غفرلہ

---

[1]	تحذیر الناس	کتب خانہ رحیمیہ دیوبند سہارن پور	ص ۲۱
[2]	"	" " " "	" ۲۵
[3]	"	" " " "	" ۲۶
[4]	"	" " " "	" ۱۰
[5]	"	" " " "	" ۳
[6]	"	" " " "	" ۸
[7]	القرآن الکریم ۴۰/ ۳۵		

16

جو آج تک رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم بھی نہ سمجھے تھے نانوتوی صاحب نے سمجھی "بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور (یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔"[1] حفظ الایمان تھانوی ص ۷۔
نبی اور غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے اور اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کلی کا ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے[2] حفظ الایمان ص ۸۔

ولہٰذا علمائے کرام حرمین شریفین نے فتاوی الحرمین میں غیر مقلد پر یہ حکم فرمایا:

هو من اهل البدعة والنار[3] — وہ بدعتی جہنمی ہے[4]

اور حسام الحرمین شریف میں دیوبندیوں کی نسبت یوں ارشاد فرمایا:

هٰؤلاء الطوائف کلهم کفار مرتدون خارجون عن الاسلام[5] — یہ طائفہ سب کے سب کافر مرتد ہیں باجماع امت اسلام سے خارج ہیں[6]

اور تحقیق یہ ہے کہ ان صریح جلی ملعون کفروں کے ایجاد میں دیوبندی پیش قدم ہیں اور ان کے تسلیم میں وہ اور غیر مقلد سب یکساں و ہمدم ہیں کوئی وہابی ان لعین کفروں اور اللہ و رسول کو شدید غلیظ گالیوں پر دیوبندیوں کی تکفیر نہ کرے گا بلکہ اپنی چلتی ساتھ ہی دے گا اور علمائے کرام دیوبندیوں کو فرما چکے:

من شك فی کفره وعذابه فقد کفر[7] — جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے خود کافر ہے۔[8]

تو ملعون کفروں میں سب برابر ہوئے اور اللہ و رسول جل وعلا وصلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ان

---

[1] حفظ الایمان تھانوی محمد عثمان خاں تاجر کتب مالک کتب خانہ اشرفیہ دہلی ص ۸
[2] " " " " " " " " ص ۹
[3] فتاوی الحرمین
[4] "
[5] حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۳۱
[6] " " " " ص ۳۲
[7] " " " " ص ۱۳
[8] " " " " ص ۱۴

سخت گندی دشناموں کے بعد اس پر کیا نظر کہ اُنھوں نے ائمہ کو بھی بُرا اور تقلید کو ناجائز کہا اُن عظیم ملعون کفروں کے آگے یہ کیا قابل ذکر ہے لہذا دونوں گروہ کفر میں برابر اور سگ زرد وشغال و سگِ سیاہ وخوک سے زیادہ باہم حقیقی برادر ہیں۔

(۳) یہ سب مسائلِ وہابیت ہیں اور ہم واضح کرچکے کہ وہابیہ مسلمان نہیں اگرچہ نفس مسائل فی انفسہا کفر نہ ہوں سوائے انکار علم غیب کہ اگر نہ صرف لفظ بلکہ معنی کا انکار ہو اور علی الاطلاق ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اصلاً غیب پر اطلاع نہ دی گئی تو یہ انکار بذاتِ خود کفر ہے کہ آیاتِ قرآنیہ ونصوصِ قاطعہ کے علاوہ خود نفسِ نبوتِ حضور کا انکار کیا ہے۔ امام قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں فرماتے ہیں؛

النبوۃ ھی الاطلاع علی الغیب[1] یعنی نبوت کے معنی ہی یہ ہیں کہ غیب پر مطلع ہونا۔

(۴) یہ چاروں حضرات عناصر اربعۂ دیوبندیت ائمۃ الکفر۔ انھم لاایمان لھم (یہ وہ ہیں جن کے پاس ایمان نہیں۔ ت) بکسر ہمزہ ہیں چہ جائے فتحہ۔ جواب دوم میں دیوبندیوں کی نسبت علمائے حرمین طیبین کا فتوٰی سُن چکے کہ یہ سب باجماعِ اُمت کافر مرتد ہیں جو ان کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر، اور انھیں اکابر نے تقریظات حسام الحرمین شریف میں جابجا نام بنام بھی ثلثہ سابقہ پر حکمِ کفر فرمایا، صفحہ ۴۲ ؛

ان غلام احمد القادیانی ورشید احمد ومن تبعہ کخلیل الانبیٹھی واشرفعلی وغیرھم لاشبھۃ فی کفرھم بلامجال بل لاشبھۃ فی من شك بل فیمن توقف فی کفرھم بحال من الاحوال[2]

غلام احمد قادیانی ورشید احمد اور جو اس کے پیرو ہوں جیسے خلیل احمد انبیٹھی اور اشرفعلی وغیرہ اُن کے کفر میں کوئی شبہہ نہیں، نہ شک کی مجال، بلکہ جو اُن کے کفر میں شک کرے بلکہ کسی طرح کسی حال میں انھیں کافر کہنے میں توقف کرے اس کے کفر میں شبہہ نہیں[3]

ص ۵۸ : غلام احمد القادیانی و

غلام احمد قادیانی ورشید احمد و

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الثانی الفصل الاول المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۷

[2] حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۴۹

[3] 〃 〃 〃 ۵۰

رشید احمد وخلیل احمد واشرف علی من اهل الکفر الجلی[1]	خلیل احمد واشرف علی کھلے کافر ہیں[2]
ص ۶۰ :	
رشید احمد واشرف علی وخلیل احمد من ذوی الکفر الجلی[3]	رشید احمد واشرف علی وخلیل احمد کھلے کفر والے ہیں[4]
ص ۶۸ و ۷۰ :	
اطلعت علیٰ کلام المضلین فوجدته موجبًا لردتهم وهم اخزاهم الله تعالیٰ رشید احمد واشرف علی وخلیل احمد من ذوی الکفر الجلی[5]	میں اُن گمراہ گروں کے اقوال پر مطلع ہوا تو میں نے پایا کہ اُن کے اقوال اُن کے مرتد ہو جانے کے موجب ہیں اور وہ (انہیں اللہ رسوا کرے) رشید احمد واشرف علی وخلیل احمد ہیں جو کھلے کفر والے ہیں[6]
ص ۱۰۰ :	
الفرقة المارقة التی تدعی بالوهابیة منهم المارق المنقص لشان الالوهیة والرسالة قاسم النانوتوی ورشید احمد گنگوهی وخلیل احمد انبٹهی واشرف علی تهانوی[7]	گروہ خارج از دین جسے وہابیہ کہا جاتا ہے اُن میں سے ہے دین سے نکلنے والا شان اُلوہیت و رسالت کا گھٹانے والا قاسم نانوتوی رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبٹھی، اشرف علی تھانوی[8]

---

[1] حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۶۵

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۶۶

[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۶۷

[4] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۶۸

[5] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۷۵ و ۷۷

[6] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۷۶ و ۷۸

[7] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱۰۷

[8] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱۰۸

ص ۱۲۸ و ص ۱۳۰ :

والقاسمية قولهم صريح فی تجويز نبوة جديدة لاحد بعده و لا شك ان من جوز ذلك فهو کافر باجماع المسلمين و عليهم وعلى من رضي بمقالتهم تلك ان لم يتوبوا غضب الله ولعنته الى يوم الدين[1]

قاسم نانوتوی کے قول سے صاف ظاہر ہے کہ یہ لوگ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوتِ جدیدہ ملنی جائز مان رہے ہیں اور کچھ شک نہیں کہ جو اسے جائز مانے وہ باجماعِ علمائے اُمت کافر ہے ان لوگوں پر اور جو ان کی اس بات پر راضی ہو اُس پر اللہ کا غضب اور اللہ کی لعنت ہے قیامت تک اگر تائب نہ ہوں[2]۔

ص ۱۳۲ و ۱۳۴ :

قول رشيد احمد الگنگوهی فی البراهين القاطعة کفر و استخفاف صريح برسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم وقد نص ائمة المذاهب الاربعة ان من استخف برسول الله کافر[3]

وہ جو رشید احمد گنگوہی نے براہین قاطعہ میں لکھا کفر ہے اور صاف صاف حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان گھٹانا ہے چاروں مذہب کے اماموں نے تصریحات فرمائی ہیں کہ شان اقدس گھٹانے والا کافر ہے[4]

ص ۱۳۴ :

قول اشرفعلی تهانوی کفر صريح بالاجماع اشد استخفافا برسول الله صلی الله تعالٰی عليه و سلم من مقالة رشيد احمد فيكون کفرا بطريق الاولى موجبا لغضب الله

وہ جو اشرف علی تھانوی نے کہا وہ کھلا ہوا کفر ہے بالاتفاق اس میں رشید احمد کے قول سے بھی زیادہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تنقیصِ شان ہے تو بدرجۂ اولٰی کفر ہوگا اور قیامت تک اللہ تعالٰی کے غضب و لعنت کا

---

[1] حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۱۲۵ و ۱۲۷
[2] 〃 〃 〃 〃 ص ۱۳۶ و ۱۳۸
[3] 〃 〃 〃 〃 ص ۱۳۹ و ۱۴۱
[4] 〃 〃 〃 〃 ص ۱۴۰ و ۱۴۲

لعنتہ الیٰ یوم الدین[1] موجب[2]۔

رہے چوتھے دیوبندی صاحب یہ اُنھیں اگلے تین کے پیچھے ہیں مگر کروڑوں خداؤں کے پوجنے میں آگے ہیں انھوں نے ضمیمہ اخبار نظام الملک ۲۵ اگست ۱۸۸۹ء میں بے تکان چھاپ دیا کہ ان کا خدا چوری کرسکتا ہے کیونکہ آدمی چُرا سکتا ہے تو خدا کیسے چور نہ ہوسکے گا، اب ملاحظہ ہو کوئی عاقل اپنی مِلک لینے کو چوری نہیں کہہ سکتا تو ضرور ہے کہ بعض چیزیں ان کے خدا کی ملک سے باہر اور دوسرے کی مِلک مستقل ہوں اور مالک مستقل نہ ہوگا مگر خدا کہ بندہ کا سب کچھ اس کے مولیٰ کا ہے تو ضرور ہے کہ دوسرا خدا ہو جس کی مِلک کو ان کا خدا چُرا سکے پھر آدمی لاکھوں کروڑوں کی چوری کرسکتا ہے ان کا خدا اگر ایک ہی کی کرسکے تو پھر انسان سے قدرت میں گھٹ رہے تو ضرور ہے کہ دیوبندی کے لاکھوں کروڑوں خدا ہیں جن کی چوری ان کا یہ خدا کرسکتا ہے یہ ظاہر تو گی محمود حسن نے مگر اصل دلیل ان کے امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی کی ہے کہ یکروزی[3] میں لکھی کہ آدمی جھوٹ بول سکتا ہے خدا نہ بول سکے تو آدمی سے قدرت میں کم رہے۔ اس دلیل ذلیل کے بکثرت رَد ہمارے رسائل مثل سبحٰن السبوح وغیرہ میں ہیں مگر وہابیہ پر اس کا ماننا لازم، اور سب وہابی خود اس کے قائل ہیں۔ اب ہے دم تھانوی صاحب یا محمود حسن یا کسی دیوبندی یا کسی وہابی میں کہ اس کا جواب لاسکے اور اپنے کروڑوں خدا سے ایک ہی گھٹا سکے، کذٰلک العذاب ولعذاب الاٰخرۃ اکبر لوکانوا یعلمون[4] (مار ایسی ہوتی ہے اور بے شک آخرت کی مار سب سے بڑی ہے کیا اچھا تھا اگر وہ جانتے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۶: از نصیر آباد راجپوتانہ مرسلہ شیخ عمر ۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

اگر کسی کتاب میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول یا فعل سے کھانے پر فاتحہ ہاتھ اٹھا کر پڑھنے کا ثبوت ہو تو برائے مہربانی اُس کتاب کا نام اور صفحہ سے بہت جلد اطلاع دیں کیونکہ ایسا دعوٰی مولوی عبدالحکیم غیر مقلد کرتا ہے جس کے پرچہ کی نقل جو میرے پاس آیا ہوا ہے کر کے خدمت میں روانہ کرتا ہوں ملاحظہ

---

[1] حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۱۴۱
[2] " " " ص ۱۴۲
[3] یک روزہ فارسی فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۷
[4] القرآن الکریم ۶۸ / ۳۳

فرمائیں (نقلِ رقعہ یہ ہے) میں عبدالحکیم اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ اگر کوئی عالم امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے یہ ثابت کردے کہ انھوں نے کھانا آگے رکھ کر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا ہے تو میں اس کام کو کروں گا اور علانیہ لوگوں میں توبہ کروں گا اور سَو روپیہ کی مٹھائی اس کے شکریہ میں تقسیم کروں گا۔

الجواب

امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب وہ ہے جو ان کی کتاب عقائد فقہ اکبر کی شرح میں ہے کہ:

ان دعاء الاحیاء للاموات وصدقتھم عنھم نفع لھم، خلافا للمعتزلۃ، الاصل فی ذلک عند اھل السنۃ ان للانسان ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلاۃ اوصوما اوحجا اوصدقۃ اوغیرھا، وعند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ واصحابہ یجوز ذلک وثوابہ الی المیت۔[1] ملخصًا۔

بیشک زندوں کا مُردوں کے لئے دُعا کرنا اور اُن کی طرف سے صدقہ دینا مُردوں کو نفع دیتا ہے معتزلہ گمراہ فرقہ اس میں مخالف ہے، اور اصل اس میں یہ ہے کہ اہلسنت کے نزدیک آدمی اپنے ہر عمل کا ثواب دوسرے کو پہنچا سکتا ہے نماز ہو یا روزہ یا حج یا صدقہ یا کچھ۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک یہ سب جائز ہے اور میّت کو اس کا ثواب پہنچتا ہے۔ (ت)

یہ مذہب ہے امام اعظم کا، اگر اس میں کوئی ثبوت دے دے کہ امام نے قرآن مجید اور کھانے کا ثواب پہنچانا جائز تو فرمایا لیکن کھانا آگے رکھنے کو منع فرمایا ہے، میّت کے لئے دُعا تو جائز فرمائی ہے لیکن اس میں ہاتھ اُٹھانا منع فرمایا ہے، تو اسے دو سو روپے انعام دئے جائیں گے۔ نیز دیوبند وغیرہ وہابی مدارس میں جو نصابِ تعلیم ہے اور سالانہ جلسے طرز معلوم کے لئے امتحان اور ان کے نمبر اور روداد یں چھاپنا اور کتابیں چھاپ کر بیچنا اور ان پر کمیشن کاٹنا، اگر کوئی عالم اس کا ثبوت دے کہ امام اعظم نے ان باتوں کا حکم دیا ہے تو سَو روپیہ انعام پائے گا۔

مسئلہ ۹۷: از امرتسر کٹرہ پرجہ مرسلہ غلام محمد دکاندار ۲۷ ربیع الاول شریف ۱۳۳۰ھ

ثبوتِ مولود شریف پر سَو روپیہ انعام۔ آج کل جس رسم مولود کا رواج ہے ہمارے علم میں یہ بے ثبوت بات ہے اس کے ثبوت دینے پر انجمن ہذا کی طرف سے یکم ربیع الاول کو ایک اشتہار انعامی دس روپیہ شائع ہوچکا ہے مگر میاں فیروز الدین صاحب سوداگر آنریری مجسٹریٹ فرماتے ہیں کہ یہ انعام کم ہے اس مسئلہ

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر الدعاء للمیت ینفع خلافا للمعتزلۃ مصطفی البابی حلبی مصر ص ۱۲۹-۱۳۰

کافیصلہ ہونا ضروری ہے اس لئے میاں صاحب موصوف مروجہ مولود کا ثبوت قرآن یا حدیث یا فقہ میں سے دینے والے کو یک صد روپیہ انعام دینے کا اعلان کرنے کی ہم کو اجازت دیتے ہیں۔ امید ہے حامیانِ مولود شریف ضرور توجہ کرکے انعامِ مرقومہ کے علاوہ ثوابِ دارین بھی حاصل کریں گے۔

نوٹ: واضح رہے کہ ایچ پیچ کا کام نہیں، صرف حوالہ کتاب مع عبارت شائع کردینا کافی ہے جس میں لکھا ہو کہ ربیع الاول کے مہینہ میں مجلس مولود کیا کرو مجلسِ مولود کرنا ثواب ہے، ہماری طرف سے اجازت ہے کہ امامانِ دین میں سے کسی ایک امام کا قول دکھادیں جو کسی مستند کتاب میں ہو، اگر اتنا بھی ثبوت نہیں تو پھر ایسی بے ثبوت بات کو چھوڑنے میں ذرا دیر نہ کریں ورنہ خدا کے سامنے جواب دہی ہوگی۔ والسلام

خاکسار محمد ابراہیم شال مرچنٹ نائب سیکریٹری انجمن اہل حدیث امرتسر ۱۳ دسمبر

الجواب

وہابیہ کو دو ہزار روپے انعام۔ حامداً و مصلیا و مسلما۔

(۱) اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

واما بنعمۃ ربك فحدث۔[1] اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

اگر وہابیہ ثبوت دے دیں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ولادت نعمت نہیں یا مجلس میلاد مبارک اس نعمت کا چرچا نہیں تو ۲۰۰ روپے انعام۔

(۲) اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

وذکرھم بایام اللہ۔[2] انھیں اللہ کے دن یاد دلاؤ۔

اگر وہابیہ ثبوت دے دیں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ولادت کا دن اللہ کے عظمت والے دنوں میں نہیں یا مجلسِ میلاد اُس دن کا یاد دلانا نہیں تو ۲۰۰ روپے انعام۔

(۳) اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذٰلك فلیفرحوا۔[3] تم فرمادو کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت ہی پر لازم ہے کہ خوشیاں مناؤ۔

---

[1] القرآن الکریم ۹۳/ ۱۱

[2] 〃 ۱۴/ ۵

[3] 〃 ۱۰/ ۵۸

اگر وہابیہ ثبوت دیں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ولادت اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہیں یا مجلس میلاد اس فضل و رحمت کی خوشی نہیں تو ۴۰ روپے انعام۔

(۴) اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

وما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا۔[1] جو رسول تمہیں دے وہ لو اور جس سے وہ منع کریں اس سے باز رہو۔

اگر وہابیہ ثبوت دیں کہ قرآن مجید یا حدیث شریف میں کہیں مجلس میلاد مبارک کو منع فرمایا ہے تو ۴۰ روپے انعام۔

ضروری اطلاع: واضح رہے کہ ایچ پیچ کا کام نہیں صرف وہ آیت یا مع حوالہ کتاب وصحیح اسناد وہ حدیث شائع کر دینا کافی ہے جس میں لکھا ہو کہ ربیع الاول کے مہینے میں مجلس میلاد نہ کیا کرو مجلس میلاد کرنا عذاب ہے بلکہ ہماری طرف سے اجازت ہے کہ چاروں اماموں یا صحاح ستہ کے چھ مصنفوں میں سے کسی ایک امام ہی کا قول مذکور دکھا دیں جو کسی مستند کتاب میں ہو، اگر منع کا اتنا ثبوت بھی نہیں تو پھر ایسے بے ثبوت منع کو چھوڑنے میں ذرا دیر نہ کریں ورنہ خدا کے سامنے جواب دہی ہوگی۔

(۵) اہلحدیث کی کانفرنس اور اس میں سکریٹری وغیرہ مقرر کرنا اور بننا اور اسکے بڑے سالانہ جلسے اور انکی ہیئت کذائی اور اہلحدیث کا اخبار چھاپنا اور اس کی پیشگی قیمت لینا اور رد ائمہ میں کتابیں چھاپنا اور ہیئت مروجہ پر مدرسے بنانا اور ان میں تنخواہ دار مدرسین رکھنا سہ ماہی، ششماہی، سالانہ امتحان ہونا، ان میں پاس کے نمبر ٹھہرانا، کسی مسئلہ کا ثبوت مانگنے پر اشتہار چھاپنا، اس پر درس کا نصاب معین کرنا، انعام ٹھہرانا۔ ان سب باتوں کا اگر وہابیہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا صحابہ، تابعین یا چار امام یا چھ مصنف صحاح سے ثبوت دے دیں تو ۴۰ روپیہ انعام۔ اور ثبوت نہ دے سکیں تو پھر ایسی بے ثبوت باتوں کے چھوڑنے میں ذرا دیر نہ کریں ورنہ خدا کے سامنے جواب دہی ہوگی۔ والسلام علٰی من اتبع الھدٰی (اور سلامتی اسے جو ہدایت کی پیروی کرے۔ ت)

تحریر رسالہ شمس السالکین دربارۂ مجلس مبارک وقیام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للہ وکفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی لاسیما الجبیب المصطفٰی وآلہٖ وصحبہٖ اولی الصدق والصفا۔ فقیر غفرلہ المولی القدیر نے مولٰنا مولوی

---

[1] القرآن الکریم ۵۹/۷

ابونصر حکیم محمد یعقوب صاحب حنفی قادری رامپوری کا یہ مختصر وکافی فتوٰی مسمّٰی بہ شمس السالکین مطالعہ کیا، مولٰی عزّوجل مولٰینا کی سعی جمیل قبول فرمائے اور اس فتوٰی کو حقیقۃً سالکینِ راہِ ہُدٰی کے لئے آفتاب نورانی بنائے۔ مجلس مبارک وقیام اہلِ محبت کے نزدیک تو اصلاً محتاجِ دلیل نہیں۔ اہلِ حجت میں جو انصاف پر آئیں قرآن عظیم قولِ فیصل وحاکم عدل ہے، اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

قل بفضل اللّٰہ وبرحمتہ فبذٰلک فلیفرحوا[1]

تم فرمادو کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت ہی پر لازم ہے کہ خوشیاں مناؤ۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

وذکرھم بایّٰم اللّٰہ[2]

انھیں اللہ کے دن یاد دلاؤ۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

واما بنعمۃ ربک فحدّث[3]

اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

انّا ارسلنٰک شاھدا ومبشرا ونذیرا لتؤمنوا باللّٰہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ[4]

اے نبی بے شک ہم نے تمھیں بھیجا حاضر وناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا، تاکہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

فالذین اٰمنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولٰئک ھم المفلحون[5]

تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اُسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اُترا، وہی بامراد ہوئے۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

لئن اقمتم الصلٰوۃ واٰتیتم الزکٰوۃ واٰمنتم

اگر تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور میرے رسولوں

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۵۸
[2] القرآن الکریم ۱۴/ ۵
[3] " ۹۳/ ۱۱
[4] " ۴۸/ ۸و۹
[5] " ۷/ ۱۵۷

برسلی وعزرتموھم واقرضتم اللّٰہ قرضا حسنا لاکفرن عنکم سیاٰتکم ولادخلنکم جنّٰت تجری من تحتھا الانھر فمن کفر بعد ذٰلک منکم فقد ضل سواء السبیل[1]

پرایمان لاؤ اور اُن کی تعظیم کرو اور اللہ کو قرض حسن دو بے شک میں تمھارے گناہ اتار دُوں گا اور ضرور تمھیں باغوں میں لے جاؤں گا جن کے نیچے نہریں رواں، پھر اس کے بعد جو تم میں سے کفر کرے وہ ضرور سیدھی راہ سے بہکا۔ (ت)

پہلی تینوں آیتوں میں حکم فرماتا ہے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر شادیاں مناؤ، لوگوں کو اللہ کے دن یاد دلاؤ، اللہ کی نعمت کا خُوب چرچا کرو ــــ اللہ کا کون سا فضل ورحمت، کون سی نعمت اس حبیب کریم علیہ وعلٰی آلہٖ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی ولادت سے زائد ہے کہ تمام نعمتیں تمام رحمتیں تمام برکتیں اُسی کے صدقے میں عطا ہُوئیں۔ اللہ کا کون سا دن اس نبی اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ظہور پُرنور کے دن سے بڑا ہے ــــ تو بلاشُبہہ قرآن کریم ہمیں حکم دیتا ہے کہ ولادتِ اقدس پر خوشی کرو۔ مسلمانوں کے سامنے اُسی کا چرچا خُوب زور شور سے کرو، اسی کا نام مجلسِ میلاد ہے ــــ بعد کی تین آیتوں میں اپنے رسولوں خصوصًا سیّد الرسل صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم کی تعظیم کا حکم مطلق فرماتا ہے، اور قاعدہ شرعیہ المطلق یجری علٰی اطلاقہ[2] (مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے۔ ت) جو بات اللہ عزّوجل نے مطلق ارشاد فرمائی وہ مطلق حکم عطا کرے گی جو جو کچھ اس مطلق کے تحت میں داخل ہے سب کو وہ حکم شامل ہے بلاتخصیص شرع جو اپنی طرف سے کتاب اللہ کے مطلق کو مقید کرے گا وہ کتاب اللہ کو منسوخ کرتا ہے، جب ہمیں تعظیم حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا حکم مطلق فرمایا تو جمیع طرق تعظیم کی اجازت ہوئی جب تک کسی خاص طریقے سے شریعت منع نہ فرمائے۔ یونہی رحمت پر فرحت، ایامِ الٰہی کا تذکرہ، نعمتِ ربانی کا چرچا یہ بھی مطلق ہیں جس طریقہ سے کیے جائیں سب امتثالِ امرِ الٰہی ہیں جب تک شرعِ مطہر کسی خاص طریقہ پر انکار نہ فرمائے۔ تو روشن ہُوا کہ مجلس وقیام پر خاص دلیل نام لے کر چاہنا یا بعینہٖ اُن کا قرونِ ثلٰثہ میں وجود تلاش کرنا نری اوندھی مت ہی نہیں بلکہ قرآن مجید کو اپنی رائے سے منسوخ کرنا ہے۔ اللہ عزّوجل تو مطلق حکم فرمائے اور منکرین کہیں کہ وہ مطلق کہاں کرے ہم تو خاص وہ صورت جائز مانیں گے جسے بالتخصیص نام لے کر جائز کیا ہو یا جس کا بہیئت کذائی قرون ثلٰثہ میں

---

[1] القرآن الکریم ۵ /۱۲

[2] التوضیح والتلویح فصل حکم المطلق مطبع میر محمد کراچی ۱ /۱۶۹

وجود ہوا ہو، اِنّا للہ وانّا الیہ راجعون[1] (ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے۔ ت) عقل و دین رکھتے تو جو طریقہ اظہار فرحت و تذکرۂ نعت و تعظیم سرکار رسالت دیکھتے اس میں یہ تلاش کرتے کہ کہیں خاص اس صورت کو اللہ و رسول نے منع تو نہیں فرمایا، اگر اُس کی خاص ممانعت نہ پاتے یقین جانتے کہ یہ اُنھیں احکام کی بجاآوری ہے جو ان آیاتِ کریمہ میں گزرے مگر آدمی دل سے مجبور ہے، محبوب کا چرچا محب کا چین اور اس کی تعظیم آنکھوں کی ٹھنڈک، اور جس دل میں غیظ بھرا ہے وہ آپ ہی ذکر سے بھی جلے گا تعظیم سے بھی بگڑے گا، دوست دشمن کی یہ بڑی پہچان ہے، آخر نہ دیکھا کہ دل کی دبی نے بھڑک کر کہاں تک پھونکا، جانتے ہو کہ اب یہ منکرانِ مجلس و قیام کون ہیں، ہاں ہاں وہی ہیں جو اول تو اتنا کہتے تھے کہ وہ بڑے بھائی ہم چھوٹے بھائی، ان کی سروری ایسی ہی ہے جیسے گاؤں کا پدھان یا قوم کا چودھری، اُن کی تعریف ایسی ہی کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے کی کرتے ہو بلکہ اس سے بھی کم۔ باتوں مثالوں میں چوڑھے چمار سے تشبیہ بھی دے بھاگتے تھے کہ یہ سب اوروں سے بہت زائد۔ ان کی دھرم پوتھی تقویۃ الایمان میں مصرح ہیں اور اب تو اور بھی کھیل کھیلے کہ "ان کے علم سے شیطان کا علم زیادہ ہے[2]" "جیسا علم غیب اُن کو ہے ایسا تو ہر پاگل ہر چوپائے کو ہوتا ہے[3]" وغیرہ وغیرہ کلماتِ ملعونہ۔ مسلمانو! یہ ہیں جو آج تمھارے سامنے مجلس مبارک و قیام سے منکر ہیں اب تو سمجھو کہ علتِ انکار کیا ہے واللہ واللہ بغضِ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم دیکھو خبردار ہوشیار یہ ہیں وہ جن کی خبر حدیث میں دی تھی کہ ذیاب فی ثیاب[4] بھیڑیے ہونگے کپڑے پہنے، یعنی ظاہر میں انسانی لباس اور باطن میں گرگ خناس۔ اے مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بھولی بھیڑو! اپنے دشمن کو پہچانو، نہیں نہیں تمھارے دشمن نہیں تمھارے پیارے مالک صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دشمن جنھوں نے وہ ملعون گالیاں محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں لکھیں، چھاپیں اور آج تک اُن پر مُصر ہیں۔

قد بدت البغضاء من افواھھم	اُن کی عداوتِ شدیدہ تو اُن کی باتوں سے ظاہر ہوگئی اور وہ جو اُن کے دلوں میں چھپی ہے بہت
وما تخفی صدورھم	

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۵۶

[2] البراہین القاطعۃ بحث علم غیب مطبع لے بلاسا واقع ڈھور ص ۵۱

[3] حفظ الایمان قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۱۳ و دعوت فکر مکتبہ اعلحضرت لاہور ص ۷۶

[4]

اکبر[1] زائد ہے۔

جو بظاہر اُن خبیث گالیوں کے خود مرتکب نہیں اُن سے پوچھ دیکھئے کہ جن خبثاء نے مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یوں منہ بھر کر گالیاں دیں وہ مسلمان رہے یا کافر ہوگئے، دیکھو ہرگز ہرگز انھیں کافر نہ کہیں گے بلکہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مقابل اُلٹے اُن کی حمایت کو تیار ہو جائیں گے تاویلیں گھڑیں گے بات بنائیں گے، حالانکہ علمائے کرام حرمین شریفین بالاتفاق اُن تمام دشنامیوں کو ایک ایک کا نام لے کر فرما چکے کہ:

من شك فی عذابه وكفره فقد كفر[2] جو اُنکے عذاب اور کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

مسلمانو! جب نوبت یہاں تک پہنچ چکی پھر اُسے مجلس یا قیام یا کسی مسئلہ اسلام میں بحث کا کیا موقع رہا، ______ کافروں مرتدوں کو اسلامی مسائل میں دخل دینے کا کیا حق۔ مگر یہ ساری دقت اس کی ہے کہ بھائیو تم نے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دشمنوں کو ابھی نہ پہچانا، ان کے پاس بیٹھتے ہو، اُن کی بات سنتے ہو، ان کی تحریریں دیکھتے ہو۔ دیکھو یہ تمھارے حق میں زہر ہے، دیکھو تمھارے پیارے مولٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ واللہ تم سے بڑھ کر تم پر مہربان ہیں تمھیں ارشاد فرمارہے ہیں کہ:

فایاکم وایاھم لا یضلونکم و لا یفتنونکم[3] اُن سے دُور بھاگو انھیں اپنے سے دُور کردو کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تمھیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

بھائیو! مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دامن سے لپٹا رہنا اچھا ہے یا معاذ اللہ ان کے دشمن کے پھندے میں پڑنا، اللہ تعالٰی اُن کا دامن نہ چھڑائے دنیا میں نہ آخرت میں، آمین!

وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰینا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین، اٰمین!

مسئلہ ۹۸-۹۹ ازجالندھر چوک امام ناصر الدین صاحب دکان ملک محمد امین مرسلہ ملک محمد امین ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸

[2] حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۱۳ مکتبہ اہل سنت بریلی ص ۹۴

[3] صحیح مسلم باب النھی عن الروایۃ عن الضعفاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

(۱) خواب میں شیطان کسی اچھی صورت میں ہوکر فریب دے سکتا ہے یا نہیں کہ میں محمد رسول اللہ ہوں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

(۲) اٹھارہ ہزار عالم سے کیا مراد ہے؟ کُل اشیاء درخت وغیرہ بھی اس میں شامل ہیں یا نہیں؟

الجواب

(۱) حضور اقدس علیہ افضل الصلوات والتسلیمات کے ساتھ شیطان تمثل نہیں کرسکتا۔ حدیث میں فرمایا:

من رأنی فی المنام فقد رای الحق ان الشیطان لایتمثل بی[1]	جس نے مجھے خواب میں دیکھا بیشک اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کرسکتا۔(ت)

ہاں نیک لوگوں کی شکل بن کر دھوکا دے سکتا ہے بلکہ اپنے آپ کو الٰہ ظاہر کرسکتا ہے۔

(۲) عالم اٹھارہ ہیں اور ہر ایک میں کثرتِ مخلوقات کے سبب اسے ہزار سے تعبیر کیا۔ تینوں موالید جمادات، نباتات، حیوانات، اور چاروں عناصر، اور سات آسمان، اور فلکِ ثوابت، فلکِ اطلس، کرسی، عرش۔ افادہ الشیخ الاکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از شہر بریلی محلہ سوداگراں مسؤلہ شفیع احمد بیسلپوری ۵ جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

حضور پُرنور، بعد میثاقِ الست بربکم کیا ارواح معدوم کردی گئی تھیں اور بعدہ خلقِ انسان کے وقت پھر خلقِ رُوح ہوتا ہے، اس میں اہل سنّت کا کیا عقیدہ ہے اور کیا دلیل؟ اور یہ عقیدہ کس مرتبہ میں ہے اتفاقی اجماعی یا ضروریاتِ اہلسنت سے ہے؟ اس مسئلہ میں علماء کو تردّد ہے، ابھی ضرورت ہے۔

الجواب

حاشا للہ، رُوح بعد ایجاد کبھی فنا نہ ہوگی انما خلقتم للابد[2] (تم ہمیشہ کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ ت) بدن کے ساتھ حدوث نفس خیال باطل فلاسفہ ہے، قال اللہ عزّوجل:

وکنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم[3]	حالانکہ تم مردہ تھے اُس نے تمھیں جلایا پھر تمھیں مارے گا پھر تمھیں جلائے گا۔ (ت)

---

[1] کنز العمال حدیث ۴۱۴۸۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۳۸۴

[2] شرح الصدور باب فضل الموت خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۵

[3] القرآن الکریم ۲/ ۲۸

اگر بعد میثاق رُوحیں معدوم کردی گئی ہوتیں تو تین موتیں ہوتیں اور یوں فرمایا جاتا ،

كنتم امواتا فاحياكم ثم اماتكم ثم احياكم ثم يميتكم ثم يحييكم۔ | تم مُردہ تھے اس نے تمھیں زندہ کیا، پھر مارا، پھر زندہ کیا، پھر مارے گا پھر زندہ کرے گا (ت)

یہ عقیدہ اجماعی ہے مگر نہ اس درجہ پر واضح کہ جو شخص بحال ناواقفی اس کا خلاف کرے اُسے اہل سنت سے خارج کیا جائے بلکہ غلط کار خاطی ہے وبس، اور اس پر یہ الزام ہے کہ بے جانے لب کشائی کی جرأت کی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۱: ۱۱ جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایمان کی تعریف کیا ہے؟ اور ایمان کامل کیسے ہوتا ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر دئے جاؤ گے۔ت)

الجواب

محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ہر بات میں سچا جانے، حضور کی حقانیت کو صدقِ دل سے ماننا ایمان ہے جو اس کا مقر ہو اسے مسلمان جانیں گے جبکہ اس کے کسی قول یا فعل یا حال میں اللہ و رسول کا انکار یا تکذیب یا توہین نہ پائی جائے اور جس کے دل میں اللہ و رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا علاقہ تمام علاقوں پر غالب ہو اللہ و رسول کے محبوں سے محبت رکھے اگرچہ اپنے دشمن ہوں اور اللہ و رسول کے مخالفوں بدگویوں سے عداوت رکھے اگرچہ اپنے جگر کے ٹکڑے ہوں، جو کچھ دے اللہ کے لئے دے جو کچھ روکے اللہ کے لئے روکے، سو اس کا ایمان کامل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من احب للّٰه وابغض للّٰه واعطی للّٰه ومنع للّٰه فقد استکمل الایمان[1] واللّٰه تعالٰی اعلم۔ | جس نے اللہ تعالٰی کے لئے محبت کی اور اللہ تعالٰی کے لئے عداوت کی، اور اللہ تعالٰی کے لیے دیا اور اللہ تعالٰی کے لئے روکا اُس کا ایمان کامل ہے (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۲: از کھنڈل پوسٹ آفس کیوکٹو ضلع اکیاب مرسلہ محمد عبدالسلام مدرس چہارم گورنمنٹ اسلامیہ اردو اسکول ۱۴ جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض وہابی عالم کہتے ہیں کہ درود تاج پڑھنا حرام ہے

---

[1] سُنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی رد الارجاء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۸۷

اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حق میں دافع البلاء والوباء والقحط والمرض والالم (مصیبت، وبار، قحط سالی، بیماری اور دُکھ کو دُور کرنے والا۔ ت) کا استعمال نازیبا بلکہ شرعاً ممنوع اور ایمان جانے کا خوف ہے نعوذ باللہ من ذٰلک یہ قول حق ہے یا باطل؟ اگر حق ہو تو منکرین پر شرعاً کیا حکم؟

الجواب

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی بے شک دافع ہر بلا ہیں، ان کی شان عظیم وارفع واعلٰی ہے، اُن کے غلام دفع بلا فرماتے ہیں۔ ابن عدی و ابن عساکر عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِنَّمَا سُمِّیْتُ اَحْیَدُ لِاَنِّیْ اُحِیْدُ عَنْ اُمَّتِیْ نَارَ جَھَنَّمَ[1] میرا نام اَحْیَدْ اس لئے ہوا کہ میں اپنی اُمت سے آتشِ دوزخ کو دفع فرماتا ہوں۔

دوزخ سے بدتر اور کیا بلا ہوگی جس کے دافع رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں۔ بیہقی دلائل النبوۃ اور ابوسعد شرف المصطفٰی میں راوی، خفاف بن نضلہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حاضر بارگاہ ہوکر عرض کی:

حتی وردت الی المدینۃ جاھدا
کیما اراک فتفرج الکربات[2]

میں کوشش کرتا ہوا مدینہ میں حاضر ہوا کہ زیارت اقدس سے مشرف ہوں تو حضور میری سب مشکلیں کھول دیں۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن کی عرض پسند کی اور تعریف فرمائی۔ منح المدح امام ابن سید الناس میں ہے حرب بن ریطہ صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی:

لقد بعث اللہ النبی محمدا
بحق وبرھان الھدٰی یکشف الکربا[3]

(خدا کی قسم اللہ عزوجل نے اپنے نبی محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو حق اور قطعی دلیل ہدایت کے ساتھ ایسا بھیجا کہ حضور دفع بلا فرماتے ہیں)

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر باب معرفۃ اسمائہ الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۱
[2] دلائل النبوۃ للبیہقی جامع ابواب المبعث سبب اسلام خفاف بن نضلہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۶۱
شرف المصطفٰی ذکر اسلام خفاف بن نضلہ حدیث ۵۳ دار البشائر الاسلامیہ ۱/ ۱۳۴
[3] الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ بحوالہ ابن سید الناس ترجمہ ۱۶۵۹ حرب بن ریطہ دار صادر بیروت ۱/ ۳۲۰

عمر بن شبہ بطریق عامر شعبی راوی اسود بن مسعود ثقفی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی:

انت الرسول الذی یرجی فواضلہ عند القحوط اذا ما أخطأ المطر[1]

یارسول اللہ! حضور وہ رسول ہیں جن کے فضل کی امید کی جاتی ہے قحط کے وقت جب مینہ خطا کرے۔

ابن شاذان عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے جنازے پر فرمایا:

یاحمزۃ یاکاشف الکربات یاحمزۃ یاذاب عن وجہ رسول اللہ[2]

اے حمزہ اے دافع البلا اے حمزہ اے چہرہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے دشمنوں کے دفع کرنے والے۔

کتب سابقہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ذکر شریف میں ہے ان کے دو نائب ہوں گے ایک سن رسیدہ یعنی صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ اور دوسرے جوان یعنی فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ اما الفتی فخواض غمرات و دفاع معضلات[3] وہ جو جوان ہیں وہ سختیوں میں گھس پڑنے والے اور بڑے دافع البلا بڑے مشکلکشا ہونگے۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من کنت ولیہ فعلی ولیہ[4] قال المناوی فی شرحہ یدفع عنہ مایکرہ[5]

یعنی میں جس کا مددگار ہوں علی المرتضٰی اس کے مددگار ہیں کہ ہر مکروہ کو اس سے دفع کرتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ دہلوی ہمعات میں لکھتے ہیں:

از ثمرات ایں نسبت است در مہالک و مضایق صورت آں جماعت پدید آمدن و حل مشکلات وے بآں صورت منسوب شدن[6]

ہلاکتوں اور تنگیوں میں اس جماعت (اولیاء اللہ) کی صورت کا ظاہر ہونا اور حل مشکلات کا اس کی طرف منسوب ہونا اس نسبت کے ثمرات میں سے ہے۔ (ت)

---

[1] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ترجمہ ۱۶۹ اسود بن مسعود ثقفی دار صادر بیروت ۱/۴۶

[2] انسان العیون المعروف بالسیرۃ الحلبیۃ ذکر غزوۂ احد المکتبۃ الاسلامیۃ بیروت ۲/۲۴۷

[3]

[4] الجامع الصغیر حدیث ۹۰۰۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۵۴۲

[5] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث من کنت ولیہ الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/۴۴۲

[6] ہمعات ہمعہ ۱۱ شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدر آباد ص ۵۹

قاضی ثناء اللہ تذکرۃ الموتٰی میں لکھتے ہیں :

ارواحِ ایشاں یعنی اولیا در زمین و آسمان و بہشت ہر جا کہ خواہند می روند و دوستان و معتقدان را در دنیا و آخرت مددگاری مے فرمایند و دشمناں را ہلاک می نمایند۔[1]

اولیاء اللہ کی روحیں زمین، آسمان اور جنت میں جہاں چاہتی ہیں چلی جاتی ہیں اور دنیا و آخرت میں اپنے دوستوں اور عقیدتمندوں کی مدد کرتی ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتی ہیں (ت)

اس مسئلہ کی کافی تفصیل ہماری کتاب "الامن والعلٰی لناعتی المصطفٰی بدافع البلاء" میں ہے۔ درودِ تاج پڑھنے کو حرام کی طرف نسبت وہی کرے گا جو خود منسوب بحرام ہو۔ وہابیہ مرتدین ہیں ان کی بات سُننی جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

سوال ثانی ازیں مقام وازیں سائل (سوال دوم اُسی جگہ سے اسی سائل کی طرف سے۔ ت)

با ادب داخل ہوئے دل محفلِ میلاد میں
خود بدولت خود ہیں شامل محفلِ میلاد میں

ہمارے رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا محفلِ مولود میں جلوہ افروز ہونا اس شعر سے صادق آتا ہے لیکن وہابی کہتا ہے کہ نہیں ہو سکتا۔ جلوہ افروز نہ ہونے کی کیا دلیل ؟

الجواب

وہابی کذاب جھوٹا ہے۔ امام خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ تنویر میں فرماتے ہیں :

قد اخبرنی الثقات من اھل الصلاح انھم شاھدوہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مرارا عند قراءۃ المولود الشریف وعند ختم القراٰن وبعض الاحادیث۔[2]

مجھے ثقہ صالحین نے خبر دی کہ انھوں نے بارہا حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو مجلس میلاد شریف و جلسہ ختمِ قرآن عظیم و بعض احادیث میں مشاہدہ کیا۔

نیز امام ممدوح تنویر پھر امام محدث جلیل زرقانی شرح المواہب شریفہ میں فرماتے ہیں :

انہ وسائر الانبیاء صلی اللہ تعالٰی

بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] تذکرۃ الموتٰی باب در مقر ارواح مطبع محمدی لاہور ص ۳۰

[2] تنویر الحوالک

علیهم وسلم اذن لهم فی الخروج من قبورهم للتصرف فی الملکوت العلوی والسفلی[1]

اور تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اجازت ہے کہ آسمان و زمین کی سلطنتِ الٰہی میں تصرف فرمانے کے لئے اپنے مزارات طیبہ سے باہر تشریف لے جائیں۔

علامہ زرقانی فرماتے ہیں:

ونحوہ یاتی للمصنف فی غیر موضع من ھٰذا الکتاب[2]

یعنی اس کے مثل امام احمد قسطلانی نے مواہب شریفہ میں جابجا تصریح فرمائی ہے۔

امام ابن حجر مکی فتاوٰی کبرٰی باب الجنائز میں فرماتے ہیں:

روح نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ربما تظھر فی سبعین الف صورۃ[3]

ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی روحِ اقدس ستر ہزار صورتوں میں جلوہ گر ہوتی ہے۔

حضور عین نور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شانِ اقدس تو بلند و بالا ہے، امام اجل عبداللہ بن مبارک و ابوبکر بن ابی شیبہ استاذ بخاری و مسلم حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے وقفاً اور امام احمد مسند اور حاکم صحیح مستدرک اور ابو نعیم حلیہ میں بسند صحیح حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے رفعاً راوی، وھذا حدیث ابی بکر:

اذا مات المؤمن یخلی سربہ یسرح حیث شاء[4]

جب مسلمان کا انتقال ہوتا ہے اس کی راہ کھول دی جاتی ہے جہاں چاہے جاتا ہے۔

ہم نے اپنے رسالہ "اتیان الارواح لدیارھم بعد الرواح" میں اس پر بہت روایات ذکر کیں بلکہ حضور انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مجالس طیبہ میں تشریف لانا بایں معنی نہیں کہ نہ تھے اور تشریف لائے کہ وہ تو ہر وقت مسلمانوں کے گھروں میں تشریف فرما ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

---

[1] الحاوی للفتاوٰی تنویر الحلک فی امکان رؤیۃ النبی والملک دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۶۳

[2]

[3] الفتاوٰی الکبرٰی کتاب الصلوٰۃ باب الجنائز دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۹

[4] اتحاف السادۃ المتقین بحوالہ المصنف لابن ابی شیبہ کتاب ذکر الموت دار الفکر بیروت ۱۰/ ۲۲۶

ملا علی قاری شرح شفا شریف میں فرماتے ہیں :

لان روح النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حاضرۃ فی بیوت اھل الاسلام[1]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی روحِ اقدس ہر مسلمان کے گھر میں تشریف فرما ہے۔

بلکہ یہ معنی کہ مجلس مبارک میں تجلی خاص فرماتے ہیں، یہ اُن کے کرم پر ہے ہر جگہ ضرور نہیں اور جس ذلیل سے ذلیل بندے کو نوازیں کچھ دُور نہیں ؎

اگر بادشہ بر در پیر زن بیاید تو اے خواجہ سلبت مکن

(اگر بادشاہ بوڑھی عورت کے دروازے پر تشریف لائے تو اے سردار! مونچھ مت اکھاڑ۔ت)

وہابی کہ اسے محال مانتا ہے کیا دلیل رکھتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے :

قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صدقین[2]

اپنی برہان لاؤ اگر سچے ہو

دلیل کچھ نہیں سوا اس کے کہ ؏

انبیا را ہمچو خود پنداشتند

(نبیوں کو وہ اپنے جیسا سمجھتے ہیں ۔ ت)

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[3] واللہ تعالٰی اعلم

عنقریب ظالم جان جائیں گے کہ کس کروٹ پر پلٹتے ہیں۔(ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۱: از کانپور مرسلہ مولانا محمد آصف صاحب ۱۵ جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، نحمدہ و نصلی علٰی رسولہ الکریم۔ یا حبیب محبوب اللہ روحی فداک ، قبلہ کونین وکعبہ دارین دامت فیوضھم بعد تسلیمات فدویانہ و تمنائے حصول سعادت آستانہ بوسی ، التماس اینکہ بفضلہ تعالٰی کمترین بخیریت ہے صحتوری حضور کی مدام بارگاہِ احدیت سے مطلوب۔ گرامی نامہ صادر ہو کر موجبِ عزت و سرفرازی ہوا۔ فدوی نے اس آیت قرآنی فمنھم شقی و سعید[4] (تو ان میں کوئی بدبخت ہے اور کوئی خوش نصیب۔ ت) کی تفسیر

---

[1] شرح الشفاء لملا علی القاری علی ہامش نسیم الریاض فصل فی المواطن الخ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۳/ ۴۶۴

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۱ و ۲۷/ ۶۴

[3] " ۲۶/ ۲۲۷

[4] " ۱۱/ ۱۰۵

تفسیر کبیر میں دیکھی:

واما الذین سعدوا ففی الجنۃ خٰلدین فیہا مادامت السمٰوٰت والارض الّا ماشاء ربك عطاء غیر مجذوذ[1]

اور وہ جو خوش نصیب ہُوئے وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان وزمین رہیں مگر جتنا تمہارے رب نے چاہا، یہ بخشش ہے کبھی ختم نہ ہوگی۔ (ت)

کے متعلق لکھا ہے:

الاستثناء فی باب السعداء یجب حملہ علٰی احد الوجوہ المذکورۃ فیما تقدم وھنا وجہ اٰخر وھوانہ ربما اتفق لبعضھم ان یرفع من الجنۃ الی العرش والی المنازل الرفیعۃ التی لایعلمھا الّا اللہ تعالٰی۔[2]

خوش نصیبوں کے بارے میں استثناء کو ماقبل میں مذکور وجوہ میں سے کسی ایک پر محمول کرنا لازم ہے، اور یہاں پر ایک دوسری وجہ ہے وہ یہ کہ ایسا اوقات بعض کے لئے یہ اتفاق ہوتا ہے کہ اسے جنت سے عرش اور ان بلند منزلوں کی طرف رفعت بخشی جاتی ہے جن کو اللہ تعالٰی کے سوا کوئی نہیں جانتا (ت)

اگر کوئی کہے کہ الفاظ غیر مجذوذ سے معلوم ہوا کہ عطا غیر منقطع ہوگی مگر استثناء ماشاء ربك سے قدرت منقطع کرنے پر معلوم ہوتی ہے اگرچہ ہرگز ہرگز مشیئت منقطع کرنے کے لئے متعلق نہ فرمائے گا تو اس کا کیا جواب ہے، حضور کا رسالہ جلد اول سبحٰن السبوح فدوی کے پاس ہے، مولانا مولوی امجد علی صاحب سے چند کتابیں مثل ظفر الطیب وغیرہ ونیز جلد ثانی سبحٰن السبوح کی کمترین نے بذریعہ ویلو طلب کی ہیں، کتاب "صیانۃ الناس عن وساوس الخناس" تصنیف مولانا نذیر احمد خاں صاحب مرحوم رامپوری میں لکھا ہے: اخبار وعدہ ثواب کا قطعی ہونا اور مشیئت پر مبنی نہ ہونا واجب ہے کہ اس کے خلاف میں لوم ہے جس سے خدائے تعالٰی پاک ومنزہ ہے۔

قال عبدالحکیم فی الحاشیۃ علی الخیالی لعل مراد ذٰلك البعض بقولھم ان الخلف فی الوعید کرم ان الکریم اذا زجر بالوعید فاللائق بحالہ و

ملا عبدالحکیم نے خیالی کے حاشیہ میں کہا شاید اس بعض کی مراد اپنے اس قول سے کہ "وعید میں خلف کرم ہے" یہ ہو کہ کریم جب وعید کے ساتھ زجر فرمائے تو اس کے حال کے لائق اور

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۰۸

[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ۱۱/ ۱۰۸ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۱۸/ ۶۷

مقتضی کرمہ ان یبتنی اخبارہ علی المشیۃ فجمیع العمومات الواردۃ فی الوعید متعلقۃ بالمشیۃ وان لم یصرح بہا زجرا للعاصین ومنعًا لہم فلا یلزم الکذب والتبدیل بخلاف وعد الکریم فانہ یجب ان یکون قطعیا لان الخلف فیہ لوم فلا یجوز تعلیقہ بالمشیۃ۔[1]

اس کے کرم کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ وعید کے بارے میں اس کی خبر مشیت پر مبنی ہو۔ چنانچہ وعید کے سلسلے میں وارد تمام عمومات مشیت کے ساتھ منسلک ہیں اگرچہ نافرمانوں کی زجر و توبیخ اور انھیں گناہ سے باز رکھنے کی خاطر کریم نے اس کی تصریح نہ کی ہو لہٰذا اس میں جھوٹ اور تبدیلی لازم نہیں آتی بخلاف کریم کے وعدہ کے کہ اس کا قطعی ہونا واجب ہے اس لئے کہ اس میں خلف لوم ہے چنانچہ اس کو مشیت پر معلق کرنا جائز نہیں۔ (ت)

دوسرا خط عریضہ ملفوف تخمیناً بارہ[12] روز ہوئے ہوں گے فدوی روانہ خدمت فیضدرجت کرچکا ہے ہنوز جواب سے محروم ہے، اس عریضہ میں متعلق آیت فمنہم شقی وسعید دریافت کیا تھا کہ اہل جنت کی بابت بعد ما دامت السمٰوٰت والارض (جب تک آسمان و زمین رہیں گے۔ ت) کے الا ما شاء ربك (مگر جتنا تمھارے رب نے چاہا۔ ت) سے اگر کوئی شبہہ کرے کہ قدرت خلود ابدی کے خلاف کرنے پر معلوم ہوتی ہے اگرچہ ہرگز خلافِ وعدہ نہ فرمائے گا، چنانچہ صراحۃً بھی عطاء غیر مجذوذ فرمادیا ہے تو کیا شبہہ ہے۔ تفسیر ابن جریر و عرائس البیان میں ہے:

قال ابن مسعود لیاتین علی جہنم زمان تخفق ابوابہا لیس فیہا احد۔[2]

ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ جہنم پر ضرور ایک ایسا زمانہ آئے گا جب اس کے تمام دروازے خالی ہوجائیں گے اور اس میں کوئی ایک شخص بھی نہیں رہے گا۔ (ت)

اس کا کیا مطلب ہے؟

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم۔ مولانا المکرم اکرمکم،

---

[1] حاشیہ عبدالحکیم علی الخیالی مطبع یوسفی لکھنؤ ص ۱۲۶

[2] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیت ۱۱/ ۱۰۷ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۲/ ۱۴۲

میں آج کل متعدد رسائل رَدِّ وہابیہ خذلہم اللہ تعالٰی میں مشغول تھا، خبرِ الٰہی مثل علمِ الٰہی ہے، ان میں سے کسی کا خلاف ممکن نہیں، مگر یہ استحالہ بالغیر ہے، نفیِ قدرت نہیں کرتا، علم الٰہی ازلی میں تھا کہ زید کو فلاں وقت پیدا کرے گا اب واجب ہوا کہ زید اس وقت پیدا ہو اگر نہ پیدا ہو تو معاذ اللہ جہل لازم آئے لیکن اس سے یہ لازم نہ آیا کہ مولا تعالٰی اس کو پیدا کرنے پر مجبور ہوگیا، پیدا کرنے قادر نہ رہا ورنہ پھر جہل لازم آئے کہ علم میں تو یہ تھا کہ اپنی قدرت سے اسے پیدا کرے گا اور یہ نہ ہوا بلکہ معاذ اللہ مجبور ہوگیا، حاشا بلکہ زید کا وجود و فنا ازلاً ابداً تحتِ قدرت ہے اور تعلق علم کے سبب جس وقت اس کا وجود علمِ الٰہی میں تھا وجود واجب ہے اور جس وقت فنا فنا واجب ہے کہ خلاف ہو تو جہل ہو اور جہل محال بالذات ہے اُس محال بالذات نے ان ممکنات کو اپنے اپنے وقت میں واجب بالغیر کر دیا اس سے معاذ اللہ نہ قدرت مسلوب ہوئی نہ جہل ممکن۔ بعینہٖ یہی بات خبرِ الٰہی میں ہے اس نے خبر دی کہ اہلِ جنت کو جنت میں ہمیشہ رکھے گا ان کا خلود واجب ہوگیا، اگر نہ ہو تو معاذ اللہ کذب لازم آئے، مگر اس سے انقطاع پر قدرت مسلوب نہ ہوئی خلود و انقطاع دونوں ازلاً ابداً زیرِ قدرت ہیں مگر تعلق خبر نے خلود کو واجب بالغیر کر دیا اس سے نہ قدرت مسلوب ہوئی نہ معاذ اللہ کذب ممکن۔ کذب کے محال بالذات ہونے ہی نے تو اس ممکن کو واجب بالغیر کیا اگر اس سے کذب ممکن ہوجائے تو اسے واجب کون کرے۔ مولا عزوجل کے وعد و وعید کسی میں تخلف ممکن نہیں خود وعید ہی کے لئے ارشاد ہوا ہے: مایبدل القول لدی[1] (میرے یہاں بات بدلتی نہیں۔ ت) جیسے وعدہ کو فرمایا: لن یخلف اللہ وعدہ[2] (اور اللہ تعالٰی ہرگز اپنا وعدہ جھوٹا نہ کرے گا۔ ت) بعض کے کلام میں کہ خلف وعید کا لفظ واقع ہوا تصریحات ہیں کہ اس سے مراد عفو ہے، یہ اگر معاذ اللہ امکانِ کذب ہو تو امکان کیسا وقوع ہوا کہ عفو یقیناً واقع ہوگا، اس کی مفصل بحث سبحٰن السبوح میں ہے آیۂ کریمہ الا ماشاء ربک[3] (مگر جتنا تمہارے رب نے چاہا۔ ت) کے وہ معنی بعونہٖ تعالٰی ذہنِ فقیر میں ہیں جن کے بعد ہرگز ہرگز کسی تاویل کی حاجت نہیں، معنی ظاہر پر بلا تکلف مستقیم ہیں، خلودِ اہل دارین کو عمر آسمان و زمین سے مقدر فرمایا ہے مادامت السمٰوٰت والارض[3] (جب تک آسمان و زمین رہیں گے۔ ت) ظاہر ہے کہ اس سے یہ بقائے آسمان و زمین مراد نہیں جو نفخِ صور پر منقطع ہے بلکہ سماء و ارض کہ روزِ قیامت اعادہ کئے جائیں گے اُن کی عمر مراد ہے جو ابدی ہے اور کچھ شک نہیں کہ اس کی مقدار جنتیوں کے

---

[1] القرآن الکریم ۵۰/ ۲۹
[2] القرآن الکریم ۲۲/ ۴۷

جنت دوزخیوں کے دوزخ میں رہنے کی مقدار سے صدہا سال زائد ہے کہ انتہا نہ ان کو نہ اس کو، مگر اس کی ابتداء ان کی ابتداء سے سیکڑوں برس پہلے ہے۔ شروع روزِ قیامت میں آسمان و زمین پیدا ہوجائیں گے لیکن عنبی جنت اور دوزخی دوزخ میں بعد حساب جائیں گے اور باہم بھی مقدار میں مختلف ہوں گے فقراء اغنیاء سے پانچسو برس پہلے جنت میں جائیں گے تو جانب ابتدا میں ان کا خلود اُن سمٰوٰت وارض کے دوام سے کم ہوا کسی کا مثلاً ہزار برس کم جیسی جس کے لئے مشیت ہوگی کسی کا دو ہزار برس کم الٰی غیرذٰلک اسی کو فرماتا ہے: الاما شاء ربک[1] (مگر جتنا تمہارے رب نے چاہا۔ ت) روایت لیاتین علٰی جہنم الخ[2] دوزخ کے طبقۂ اولٰی کے لئے ہے جس کا نام جہنم ہے اگرچہ مجموعہ کو بھی جہنم کہتے ہیں یہ طبقہ عصاۃ موحدین کے لئے ہے یہ بیشک ایک روز بالکل خالی ہوجائے گا جب لا الٰہ الا اللہ کہنے والا کوئی اُس میں نہ رکھا جائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۵: ۱۷ جمادی الاولٰی ۱۳۲۷ھ

علمائے اہلسنت وجماعت کی خدمت میں گزارش ہے کہ آج کل اکثر سنت والجماعت فرقہ باطلہ کی صحبت میں رہ کر چند مسائل سے بدعقیدہ ہوگئے ہیں اگرچہ حضور کی تصانیف کثیرہ میں ہر قسم کے مسائل موجود ہیں لیکن احقر کی نگاہ سے یہ مسئلہ نہیں گزرا، اسی واسطے اس مسئلہ کی ضرورت ہوئی، اور نیز عوام کا ایمان تازہ ہوگا اور بدعقیدہ لوگ گمراہی سے باز آئیں گے، منجملہ اُن کے ایک مسئلہ ذیل میں تحریر ہے۔

امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت زید کہتا ہے کہ وہ لالچی شخص تھے، حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ اور آلِ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یعنی امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ سے لڑ کر اُن کی خلافت لے لی اور ہزارہا صحابہ کو شہید کیا۔ بکر کہتا ہے کہ میں اُن کو خطا پر جانتا ہوں اُن کو امیر نہ کہنا چاہئے۔ عمرو کا یہ قول ہے کہ وہ اجلہ صحابہ میں سے ہیں اُن کی توہین کرنا گمراہی ہے۔ ایک اور شخص جو اپنے آپ کو سُنّی المذہب کہتا ہے اور کچھ علم بھی رکھتا ہے (حق یہ ہے کہ وہ نرا جاہل ہے) وہ کہتا ہے کہ سب صحابہ اور خصوصاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ اور حضرت عمر فاروق اعظم اور حضرت عثمان ذو النورین رضی اللہ تعالٰی عنہما لالچی تھے (نعوذ باللہ منہا) کیونکہ رسول اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نعش مبارک رکھی تھی اور وہ اپنے اپنے خلیفہ ہونے کی فکر میں لگے ہوئے تھے۔ ان چاروں شخصوں کی نسبت کیا حکم ہے، ان شخصوں کو سنت والجماعت کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور حضور کا اس مسئلہ میں کیا مذہب ہے؟

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۰۷ و ۱۰۸

[2] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیۃ ۱۱/ ۱۰۷ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۲/ ۱۴۲

جواب مدلل عام ارقام فرمائیے۔

الجواب

اللہ عزوجل نے سورہ حدید میں صحابہ سید المرسلین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم کی دو قسمیں فرمائیں، ایک وہ کہ قبل فتح مکہ شرف بایمان ہوئے اور راہِ خدا میں مال خرچ کیا جہاد کیا۔ دوسرے وہ کہ بعد۔ پھر فرمایا، وکُلًّا وعد اللہ الحسنیٰ[1] دونوں فریق سے اللہ تعالےٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا، اور جن سے بھلائی کا وعدہ کیا ہے اُن کو فرماتا ہے اولٰئك عنها مبعدون وہ جہنم سے دُور رکھے گئے لایسمعون حسیسها اس کی بھنک تک نہ سُنیں گے وھم فی ما اشتھت انفسھم خٰلدون o لایحزنھم الفزع الاکبر اور وہ اپنی من مانتی خواہشوں میں ہمیشہ رہیں گے قیامت کی سب سے بڑی گھبراہٹ اُنھیں غمگین نہ کرے گی وتتلقّٰھم الملٰئکۃ فرشتے اُن کا استقبال کریں گے ھٰذا یومکم الذی کنتم توعدون[2] یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہر صحابی کی یہ شان اللہ عزوجل بتاتا ہے، تو جو کسی صحابی پر طعن کرے اللہ واحد قہار کو جھٹلاتا ہے اور اُن کے بعض معاملات جن میں اکثر حکایات کاذبہ ہیں ارشادِ الٰہی کے مقابل پیش کرنا اہلِ اسلام کا کام نہیں، رب عزوجل نے اُسی آیت میں اس کا مُنہ بھی بند فرمادیا کہ دونوں فریق صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے بھلائی کا وعدہ کرکے ساتھ ہی ارشاد فرمایا واللہ بما تعملون خبیر[3] اور اللہ کو خوب خبر ہے جو کچھ تم کروگے۔ باینہمہ میں تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرماچکا اس کے بعد کوئی بکے اپنا سر کھائے خود جہنم جائے۔ علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض شرح شفاء امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

ومن یکون یطعن فی معاویۃ فذاك کلب من کلاب الهاویۃ[4]

جو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر طعن کرے وہ جہنم کے کُتّوں میں سے ایک کُتّا ہے۔

اُن چار شخصوں میں عمر کا قول سچا ہے، زید و بکر جھوٹے ہیں۔ اور چوتھا شخص سب سے بدتر خبیث رافضی تبرائی ہے۔ امام کا مقرر کرنا ہر مہم سے زیادہ ہے تمام انتظامِ دین و دُنیا اُسی سے متعلق ہے،

---

[1] القرآن الکریم ۵۷/ ۱۰

[2] القرآن الکریم ۲۱/ ۱۰۱ تا ۱۰۳

[3] ۵۷/ ۱۰

[4] نسیم الریاض الباب الثالث مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۴/ ۳۰

اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا جنازہ انور اگر قیامت تک رکھا رہتا اصلاً کوئی خلل محتمل نہ تھا، انبیاء علیہم السلام کے اجسام طاہرہ بگڑتے نہیں، سیدنا سلیمٰن علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد انتقال ایک سال کھڑے رہے سال بھر بعد دفن ہوئے، جنازہ مبارکہ حجرہ ام المومنین صدیقہ میں تھا جہاں اب مزار انور ہے اس سے باہر لے جانا نہ تھا، چھوٹا سا حجرہ اور تمام صحابہ کو اُس نماز اقدس سے مشرف ہونا ایک ایک جماعت آتی اور پڑھتی اور باہر جاتی دوسری آتی، یوں یہ سلسلہ تیسرے دن ختم ہوا۔ اور اگر تین برس میں ختم ہوتا تو جنازہ اقدس تین برس یوں ہی رکھا رہنا تھا کہ اس وجہ سے تاخیر دفن اقدس ضروری تھی۔ ابلیس کے نزدیک یہ اگر لالچ کے سبب تھا تو سب سے سخت تر الزام امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ پر ہے یہ تو لالچی نہ تھے اور کفن دفن کا کام گھر والوں سے ہی متعلق ہوتا ہے یہ کیوں تین دن ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے انھیں نے رسول کا یہ کام کیا ہوتا یہ پچھلی خدمت بجالاتے ہوتے۔ تو معلوم ہوا کہ اعتراض ملعون ہے اور جنازہ انور کا جلد دفن نہ کرنا ہی مصلحت دینی تھا جس پر علی مرتضٰی اور سب صحابہ نے اجماع کیا مگر ؎

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد عیب نماید بہ نگاہش ہنر

(بدخواہ کی آنکھ برباد ہوجائے اس کی نگاہ میں ہنر بھی عیب نظر آتا ہے۔ ت)

یہ خبثاء خذلہم اللہ تعالٰی صحابہ کرام کو ایذا نہیں دیتے بلکہ اللہ و رسول کو ایذا دیتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے:

من اٰذاھم فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ ومن اٰذی اللہ یوشك ان یاخذہ [1]

جس نے میرے صحابہ کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ اسے گرفتار کرے۔ والعیاذ باللہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۶

از کوچین ضلع ملیبار محلہ مٹانچری مرسلہ مولانا حاجی طاہر محمد صاحب ۲۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک مذہب پر قائم رہنا فرض ہے یا واجب ہے یا سنت؟ جو ایک مذہب پر قائم نہیں وہ کون ہے؟ اس کا نام کیا ہے؟

---

[1] جامع الترمذی ابواب المناقب باب من سب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۲۶

الجواب

مذہبِ اہلسنت پر قائم رہنا فرضِ اعظم ہے اور فقہ میں ایک مذہب مثلاً حنفی مذہب پر قائم رہنا، اور جو کسی مذہب پر قائم نہیں پہلی صورت میں دہریہ اور دوسری صورت میں غیر مقلد ہے اور یہ فرقہ بھی بدعتی ناری ہے۔ طحطاوی علی الدرالمختار میں ہے:

فمن کان خارجاً عن ھٰذہ الاربعۃ فھو من اھل البدعۃ والنار[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

تو جو کوئی چاروں سے خارج ہے وہ بدعتیوں اور جہنمیوں میں سے ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۷: از شہر بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ امام بخش طالب علم مدرسہ مذکور ۱۵ جمادی الآخرہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا یہ قول ہے کہ قیام ناجائز ہے، اور اس کی دلیل امام اعظم صاحب کا قول پیش کرتا ہے بطور افترا کہ ہمارے امام صاحب خود کبھی کبھی قیام نہیں فرماتے تھے، جب ہم ان کی تقلید کرتے ہیں تو ہر ایک بات میں تقلید کرنا چاہئے تو اس صورت میں کہ ہم قیام نہیں کرتے الزام نہیں ہوسکتا اور زید کا یہ قول کہ "امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی کبھی کبھی قیام نہیں فرماتے تھے" یہ صحیح ہے یا نہیں؟ اگر زید امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی پر افترا کرتا ہے تو ایسے شخص کے واسطے کیا حکم ہے؟ زید کہتا ہے کہ صاحبِ مرقات کا قول یہ ہے کہ جو امر مندوب ہے اس پر تاکید کرنے سے مکروہ ہوجاتا ہے قیام مستحب ہے پھر اس پر اس قدر تاکید کیوں ہے یہاں تک کہ رسالے بازیوں تک نوبت پہنچ گئی۔ قبل نمازِ عصر چار رکعت سنت مستحب ہے اس پر تاکید کیوں نہیں کرتے، قیام پر کیا خصوصیت ہے اور قیام کرنے والوں کو کیا ثواب ملے گا؟ اور منکرِ قیام کو کیا عذاب ہوگا؟ میلاد شریف میں کچھ لوگوں نے قیام کیا اور کچھ لوگوں نے نہیں کیا ان کے واسطے کیا حکم ہے؟ —— جو لوگ صرف قیام کے منکر ہیں یا پورے دیوبندی خیال کے ہیں ان کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اس نے امام پر افترا کیا اور قیام مندوب ہے اگر بعض اوقات اس لحاظ سے کہ واجب نہیں ساری مجلس قیام نہ کرتی اور اس کے ساتھ یہ خیالِ وہابیت نہ ہوتا تو حرج نہ تھا اور اب یہ قیام شعارِ اہلسنت ہوگیا ہے اور اس سے ان کا شعارِ وہابیت اور شعارِ سنیت کا لحاظ ضرور مؤکد ہے۔

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الذبائح المکتبۃ الاسلامیہ کوئٹہ ۴/ ۱۵۳

عصر سے پہلے کے نوافل نہ شعارِ سنیت ہیں نہ اُن کے ترک میں کوئی تہمت وگمراہی، خصوصاً اس حالت میں کہ مجلس قیام کرے اور بعض بالقصد مخالفتِ مسلمین کرکے بیٹھے رہیں منکرِ قیام اگر بالفرض ایسا پایا جائے کہ صرف اسی مسئلہ میں اس کو شبہہ ہے نہ بر علت وہابیت نہ بر بنائے اصولِ وہابیت، اور تمام مسائل میں موافق اہلسنت ہے، وہابیہ کو گمراہ بے دین جانتا ہے تو اس کے پیچھے نماز میں حرج نہ ہوتا، مگر ہندوستان میں شاید ایسا شخص معدوم ہو۔ رہے دیوبندی اور اُن کے ہم خیال وہ مرتدین ہیں مرتد کے پیچھے نماز کیسی!

مسئلہ ۱۰۸: بمعرفت سید ضمیر الحسن صاحب ۱۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

جناب بھائی صاحب دام اقبالہٗ مؤدبانہ گزارش ہے کہ جس رسالہ کے بارے میں تذکرہ کیا تھا وہ اس وقت موصول ہوا، اس کا ایک اعتراض تحریر کرتا ہوں کیونکہ دوسرے ملیے چھوڑے ہیں وہ بعد کو لکھوں گا آپ اس کو اعلحضرت قبلہ وکعبہ کی خدمتِ عالی میں پیش کریں اور جواب خاکسار کے پاس روانہ فرمائیں، وہ اعتراض یہ ہے کہ ہم جو کہ ایمانی حالت نہایت کمزور رکھتے ہیں ہمارے واسطے حکم ہوتا ہے یؤمنون بالغیب[1] بغیر دیکھے ایمان لاتے ہیں، من یخافہ بالغیب[2] کون ہے جو بے دیکھے ڈرتا ہے، الذین یخشون ربھم بالغیب وھم من الساعۃ مشفقون[3] یہ نصیحت نامران لوگوں کے واسطے ہے جو بے دیکھے خدا سے ڈرتے ہیں اور قیامت سے ڈرتے ہیں، انما تنذر من اتبع الذکر وخشی الرحمٰن بالغیب[4] تم اُنھیں کو ڈراؤ جو سمجھانے پر چلے اور بغیر دیکھے رحمٰن سے ڈرے، من خشی الرحمٰن بالغیب وجاء بقلب سلیم ادخلوھا بسلام[5] جو شخص بے دیکھے خدا سے ڈرتا رہا اور دل گرویدہ لے کر حاضر ہوا ہم ایسے لوگوں سے فرمائیں گے سلامتی کے ساتھ اس بہشت میں داخل ہوجاؤ، من ینصرہ ورسلہ بالغیب[6] جو لوگ بغیر دیکھے خدا اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، ان الذین یخشون ربھم بالغیب لھم مغفرۃ واجر کبیر[7] جو لوگ خدا سے بغیر دیکھے ڈرتے ہیں اُن کے واسطے بڑا اجر ہے۔ غرضکہ متعدد آیات جن میں

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲
[2] القرآن الکریم ۵/ ۹۴
[3] " ۲۱/ ۴۹
[4] " ۳۶/ ۱۱
[5] " ۵۰/ ۳۳
[6] " ۵۷/ ۲۵
[7] " ۶۷/ ۱۲

اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے کہ بغیر دیکھے ایمان لاؤ۔ آج کل فلسفہ، سائنس اور کیمسٹری نے وہ کچھ زور باندھا ہے کہ معمولی سمجھ والا بھی بغیر دیکھے ایمان لانے کو تیار نہیں۔ جن، بھوت، پری، چڑیل کے قصے چندروز ہوئے کہ ہمارے دلوں پر بڑا بھاری اثر کئے ہوئے تھے مگر اب جوں جوں سائنس کی ہوا لگتی جاتی ہے ان باتوں سے انکار ہوتا چلا جاتا ہے اور مشاہدے کے بغیر کسی بات کے ماننے کے واسطے ہم تیار ہی نہیں ہوتے، اس لئے آج کل یہ بڑی مشکل بات ہے کہ بلا مشاہدہ کے کوئی شخص کسی بات کو تسلیم کرلے جبکہ آج سے چند ہزار سال پہلے ایک اولو العزم بلکہ ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ قرآن شریف میں موجود ہے:

واذ قال ابراھیم رب ارنی کیف تحی الموتٰی قال اولم تؤمن قال بلٰی ولکن لیطمئن قلبی[1] — اور جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے کہا تھا کہ میرے رب مجھے دکھا کہ تو کس طرح مُردوں کو زندہ کرے گا، خدا نے پُوچھا کیا تو ہماری اس بات پر ایمان نہیں لاتا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ ہاں ایمان تو لایا ہوں مگر اطمینانِ قلب کی خاطر دیکھنا چاہتا ہوں۔

ہر شخص جانتا ہے کہ ایمان لانا دل کے ساتھ ہوتا ہے زبانی جمع خرچ کا نام ایمان نہیں، اگر فی الحقیقت حضرت ابراہیم علیہ السلام اس بات پر ایمان لائے ہوتے تو اطمینان قلب ضرور ہوتا۔ اب اعتراض یہ ہے کہ اُس زمانہ میں جبکہ سائنس اور فلسفہ نے انسان کو اس قدر ہوشیار نہیں کیا تھا اُس وقت کے لوگ تو یہ حق رکھتے تھے کہ وہ دیکھ بھال کر کھوٹا کھرا جانچ کر ایمان لائیں تو بھلا یہ کس قدر انصاف پر مبنی ہے کہ اس روشنی کے زمانے میں یہ نادر شاہی حکم ہو کہ تم پوچھو گچھو دیکھو بھالو نہیں بغیر دیکھے ہی ایمان لے آؤ۔ اول تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نبی تھے اور نبی بھی ایسے نبی جن کی اولاد سے کئی ہزار نبی پیدا ہوئے اور خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان پر فخر کیا کہ قل بل ملۃ ابراھیم حنیفا[2] (تم فرماؤ بلکہ ہم تو ابراہیم علیہ السلام کا دین لیتے ہیں۔ ت) دوسرے نبی نبا سے نکلا ہے نبا خبر کو کہتے ہیں، نبی کے معنی غیب کی خبریں پانے والا۔ اور غیب کی خبر ایک ایسی نعمت غیر مترقبہ ہے کہ جو ہر مرتبہ ایمانی ترقی کا ذریعہ ہوتی ہے کائنات عالم کی خبریں اللہ تعالٰی انھیں

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۶۰

[2] " ۲/ ۱۳۵

دیتا رہتا ہے جس کی وجہ سے وہ نہایت مسرور رہتے ہیں ان باتوں کو مدنظر رکھ کر اب غور کیجئے کہ جو رات دن خارق عادت خبریں پا رہے ہیں وہ تو یہ حق رکھیں کہ مجھے یہ دکھا دے کہ تو کس طرح مُردوں کو زندہ کرے گا، اور ہم جو کہ اس موجودہ سائنس اور فلسفہ کے روز افزوں سیلاب میں ڈوبے جا رہے ہیں ہمیں یہ نادر شاہی حکم ہو کہ بغیر دیکھے ایمان لے آؤ۔ کیا یہ انصاف ہے؟ لوگو! خدا کے لئے جواب دو۔ اس نئی روشنی نے جو غضب ڈھایا ہے وہ حسب ذیل نوٹ سے آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ جب تک یہ سائنسدان پیدا نہیں ہوئے تھے دنیا اس قدر نرم دل واقع ہوئی تھی کہ خدا کی ہستی سے انکار کسی کو بھی نہ تھا بلکہ معمولی سے معمولی چیزوں کو بھی وہ خدا تسلیم کرلیا کرتے تھے۔ چنانچہ تاریخ عالم آپ کو یہ بتادے گی کہ کوئی مذہب ایسا نہیں تھا کہ جن کو ہستی باری تعالٰی سے انکار ہو۔ اس کے برعکس ایسے لوگ موجود تھے کہ آگ، پتھر، درخت، آفتاب، ستارہ، چاند، دریا، جانور تک کو خدا مانتے تھے۔ ایک چھوڑ کئی کئی خدا کے ماننے والے موجود تھے انکار کسی کو بھی نہ تھا مگر ڈارون جیسوں کی تھیوریز نے پیدا ہو کر سرے سے خدا ہی کو اڑا دیا اور کہنے لگے یہ سب کچھ خود بخود سے ہے کوئی خدا نہیں یہ جاہلوں کی باتیں ہیں۔ اب ذرا غور کریں کہ یہاں تو سرے سے خدا کا ہی انکار ہے اس حالت میں یہ کس طرح ممکن ہے کہ کوئی بلا دلیل خدا کے احکامات پر بلا دیکھے ایمان لاسکے تعجب ہے کہ جب حضرت انسان اپنی حقیقت سے بھی ناواقف تھا اور ایک وحشی کی طرح زندگی بسر کر رہا تھا اس وقت تو اس کو یہ حق حاصل تھا کہ دیکھ بھال کر ٹھونک بجا کر ایمان لائے اور جبکہ انسان آگ، پانی، ہوا، بجلی پر حکمرانی کرتے کرتے ترقی کے آسمان پر پرواز کرکے تاروں سے گفت وشنید کی فکر میں منہمک ہو اس وقت کے واسطے یہ قانون پاس ہوجائے کہ جی بغیر دیکھے ایمان لے آؤ کس قدر انصاف ہے، اور پھر جبکہ نبی تو دیکھ بھال کر ایمان لائیں اور ہم کمزور انسانوں کے واسطے یہ حکم ہو کہ بغیر دیکھے ایمان لے آؤ، ہمیں بتاؤ کہ ہم اُن سے زیادہ حقدار ہیں یا نہیں؟ ہر شخص اس کا یہی جواب دے گا کہ ہاں بیشک ہم انبیاء سے زیادہ دیکھ بھال کر ایمان لانے کے مستحق ہیں کیونکہ ہم نے تجلیات اللہ کا ایک پرتو بھی نہیں دیکھا اور نہ ہم دیکھ سکتے ہیں وحی الٰہی نبوت حضرت رسول کریم خاتم النبیین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ختم ہوگئی، اور بقول احمدیوں کے یہ بھی مان لیا جائے کہ نبوت کا راستہ بند نہیں ہوا تو یہ بھی غیر ممکن ہے کہ تمام دنیا نبی بن جائے۔

الجواب

اللہ عزوجل اپنی لعنت سے بچائے، جب لعنتِ الٰہی اُترتی ہے دل کی آنکھیں پھوٹ جاتی ہیں اچھا خاصا ہوش وحواس والا پکا پاگل ہوجاتا ہے اُسے اپنی ہی ہستی سُجھائی نہیں دیتی اپنے افعال

اقوال رات دن کے مسلمات ایسا بھول جاتا ہے گویا نہ یہ انسان ہے نہ انسان کے نطفے سے بنا، نہ کبھی انسان کی اسے ہوا لگی، واقعات دیکھنے والی آنکھ بند ہوجاتی ہے اور مہملات بکنے والا منہ کھل جاتا ہے۔

(۱) علم کے اسباب تین ہیں، عقل، حواس، خبرِ صادق۔ حواس پانچ ہیں جن میں دیکھنا صرف ایک سے متعلق ہے تو علم کے سات ذریعہ ہوئے، جو اندھا کہے کہ بے دیکھے نہ مانیں گے وہ سات میں سے چھ ذریعہ علم کو باطل کرچکا اور اگر ظاہر کا بھی اندھا ہے تو وہ ساتواں بھی گیا۔

(۲) یہ تو گدھے سے بھی بدتر ہوا، وہ بھی جانتا ہے کہ دیکھنے کے سوا اور بھی ذرائع علم ہیں، دور سے شیر کی آواز سنے گا یا بُو سونگھے گا تو جان توڑ کر سرپٹ بھاگے گا مگر یہ گدھے سے بھی احمق تر وہیں کھڑا رہے گا کہ شیر کو دیکھا تو ہے ہی نہیں، بے دیکھے ماننا کیا معنی۔

(۳) سائنس والے ہوا کے معتقد ہیں یا نہیں ہیں، تو بے دیکھے کیونکر۔

(۴) سائنس والے صدہا باتوں میں خود مختلف ہیں، دیکھی ہوئی بات میں اختلاف کیا، کیا سب اندھے ہیں یا ان میں سے ایک انکھیارا ضرور ہے دیکھی باتوں میں اٹکلیں دوڑاتے اور ہر ایک اپنی مانتا ہے۔

(۵) اقلیدس کا مسئلہ ہے کہ کرہ کی نسبت کرہ کی طرف، قطر کی نسبت قطر کی طرف ہے، مثلثہ بالتکریر مثلاً ایک کرہ کا قطر دوسرے کا $\frac{1}{2}$ ہے تو یہ کرہ اس کا $\frac{1}{8}$ ہوگا، یا $\frac{1}{3}$ ہے تو $\frac{1}{27}$ یہ کن آنکھوں سے دیکھ کر مانا۔

(۶) ارثماطیقی کا مسئلہ ہے کہ نسبت مجذورین مجذور نسبت جذرین ہے، یہ کن آنکھوں سے دیکھی۔

(۷) جبر و مقابلہ کا مسئلہ ہے کہ نصف سر لا کا مجذور طرفین میں شامل کرنے سے یعنی جو مساوات اس صورت کی ہو، $لا^2 + ص\,لا = ط$ اس میں $\left(\frac{ص}{2}\right)^2$ یا $\frac{ص^2}{4}$ ملانے سے مجذور کامل ہوجاتا ہے اگرچہ پہلے بھی کامل ہو، یہ کن آنکھوں سے دیکھ کر مانا۔ اسی طرح ان فنون اور ان کے سوا دیگر علوم کے لاکھوں مسائل ہیں کہ بے دیکھے مان لیتے ہیں۔

(۸) یہ معترض اور ہر (شخص) اپنی ماں کو یقیناً اپنی ماں جانتا ہے ان میں سے کس نے اپنے آپ کو اس کے پیٹ سے پیدا ہوتے دیکھا ہے۔

(۹) ماں تو ماں اُن میں سے جو کوئی باپ رکھتا ہے اُسے کبھی شبہہ نہیں ہوتا کہ اس نے اپنے آپ کو اس کی پیٹھ سے اُترتے اور ماں کے پیٹ میں داخل ہوتے نہ دیکھا پھر کیونکر اس کے باپ ہونے پر اعتقاد رکھتا ہے۔

(۱۰) ان میں لاکھوں ہونگے جنھوں نے لندن آنکھوں سے نہ دیکھا پھر کیسا اندھا پن ہے کہ کہ بے دیکھے

اس کا یقین رکھتے ہیں۔

(۱۱) ایسے پاگل پن کا اعتراض کرنے والوں کو نہ صرف قانونِ الٰہی بلکہ قانون گورنمنٹ پر بھی کھلا انکار ہوگا کہ ہم نے واضعانِ قانون کو یہ قانون بناتے نہ دیکھا ہم کیونکر مان لیں۔

(۱۲) قانون بالائے طاق وہ قیصرِ ہند کی سلطنت سے بھی انکار کریں گے کہ ہم نے نہ قیصرِ ہند کو دیکھا نہ ہمارے سامنے تاجپوشی ہوئی ہم کیوں تسلیم کریں۔

بالجملہ اس کی لاکھوں مثالیں ہیں جو اشقیاء خود روزمرہ برت رہے ہیں، مگر اللہ واحد قہار پر اعتراض کرنے کے لئے ان کو بھلاتے اور ناپاکی کا منہ پھیلاتے ہیں، رب عزوجل نے غیب پر بے دلیل ایمان لانے پر مجبور نہیں فرمایا بلکہ براہینِ قاطعہ ودلائل ساطعہ قائم فرمائے انبیا بھیجے انھیں معجزات دیئے آفاق وانفس میں اپنی نشانیاں ظاہر فرمائیں ان کے ماننے کی طرف بلایا ہے کافرے اس کی کیا شکایت کہ اس نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھنے سے پہلے ایمان سے خالی بتایا مگر یہ کہے کہ اس واقعہ سے اس کا استدلال تحقیقاً ہے یا الزاماً، اگر تحقیقاً ہے تو خود اپنے سارے جھوٹ کو جہنم میں ڈال دیا، جہنم سے مراد دوزخ نہیں، اس پر تو وہ ایمان ہی نہیں رکھتا، اس دن ایمان لائے گا یوم یدعون الٰی نار جھنم دعا، ھٰذہ النار التی کنتم بھا تکذبون، افسحر ھٰذا ام انتم لا تبصرون[1] جس دن دھکے دے کر جہنم کی آگ میں ڈالے جائیں گے یہ ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے، کیا یہ جادو ہے یا تمھیں سوجھتا نہیں۔ بلکہ میری مراد یہ ہے کہ اس نے اپنی تمام جھوٹی خباثتوں کو بھڑکتی آگ میں ڈال کر بھسم کر دیا، بے دیکھے کیونکر اعتقاد لایا کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ واقعہ ہوا۔ اور اگر الزاماً ہے تو خود اس گفتگو میں تصریح ہے کہ بیشک مجھے ایمان ہے اس کی کیفیت کی قلب کو تلاش ہے کہ اس کے وقوع کا کیا طریقہ ہوگا دیکھنے سے اس کا اطمینان چاہتا ہوں اندھا سوال ہی کو دیکھے یہ عرض نہ کی کہ رب اتحی الموتٰی اے میرے رب! کیا تو مُردے جِلائے گا کہ معاذ اللہ جلانے میں شک سمجھا جائے بلکہ یہ عرض کی کہ رب ارنی کیف تحی الموتٰی[2] اے میرے رب! جس طرح تو مردے جِلائے گا وہ صورت مجھے آنکھوں سے دکھا دے ولکن الظّٰلمین باٰیٰت اللہ یجحدون[3]، ولا حول ولا قوۃ

---

[1] القرآن الکریم ۵۲/ ۱۳ و ۱۴ و ۱۵
[2] " " ۲/ ۲۶۰
[3] " " ۶/ ۳۳

الّا باللّٰہ العلی العظیم ۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم (مگر ظالم اللہ تعالٰی کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں ۔ نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت مگر بلندی وعظمت والے خدا کی طرف سے ۔ واللہ تعالٰی اعلم ۔ت)

مسئلہ ۱۰۱: قیام میلاد شریف کے بارے میں چند مستند حدیثوں کی ضرورت ہے ۔ مخالف وہابی کہتے ہیں رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قیام کے واسطے کوئی حکم نہیں دیا ہے اور کسی کتاب سے ثابت بھی نہیں ہے ، منع ہے ۔

الجواب

وہابی جھوٹے ہیں اور اُن کا منع کہنا شریعت پر افترا ہے ، ان سے پوچھو کہ اللہ ورسول نے منع فرمایا ہے یا تم منع کرتے ہو ۔ اگر کہیں اللہ ورسول نے منع فرمایا ہے تو دکھائیں کس آیت کس حدیث صحیح میں ہے کہ قیام مجلس مبارک منع ہے ، اور اگر کہیں کہ ہم خود منع کرتے ہیں تو بکا کریں ، حکم اُن کا نہیں بلکہ اللہ ورسول کا ہے جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۔ اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں جا بجا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم کا حکم فرمایا اور یہ قیام بھی اقسام تعظیم سے ہے تو جب تک اس خاص تعظیم کی ممانعت اللہ ورسول کے حکم سے ثابت نہ ہو یہ حکم قرآنی کے مطابق ہے ۔ قرآن عظیم سے بڑھ کر اور کیا دلیل درکار ہے ۔ زیادہ تفصیل ہمارے رسالہ اقامۃ القیامہ میں ہے ، خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تکریم حضرت بتول زہرا کیلئے قیام فرماتے اور حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا تعظیم حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے قیام کرتیں ۔ سعد بن معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ جس وقت حاضر ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انصار کرام کو اُن کے لئے قیام کا حکم فرمایا ۔ انس رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں جب حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم مجلس انور سے اُٹھتے قمنا قیاما حتی نراہ قد دخل بعض بیوت ازواجہ[1] ہم سب کھڑے ہو جاتے اور کھڑے رہتے جب تک کہ حضور حجرات شریفہ میں سے کسی میں تشریف نہ لے جاتے ، کھڑے رہتے ۔ بعض وقت اس کی ناپسندی بطور تواضع ورفع تکلف ہے جیسے اب بھی کوئی معظم دینی آئے اور حاضرین اس کے لئے قیام کریں تو وہ کہتا ہے کہ تکلیف نہ فرمائیے تشریف رکھئے ۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ قیام سے شرعاً منع کرتا ہے بلکہ تواضعاً ۔ مانعین کے یہاں بھی قیام تعظیمی برابر رائج ہے اپنے مُلّوں کے لئے قیام کریں گے اور لوگ اُن کے لئے قیام کریں بعض بیٹھے رہیں تو ناراض ہونگے بے ادب

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی الحلم واخلاق النبی صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۰۲

جائیں گے مگر یہ تو اپنے ملّوں کی تعظیم ہے جن کی باطل عظمت سے دل بھرے ہوئے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عظمت اُن کے یہاں کہاں، اُس میں یہ شاخسانے سُوجھتے ہیں۔ شفاء شریف وغیرہا میں ائمّہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ حضور کے ذکرِ اقدس کی تعظیم ذات انور کی طرح ہے وقت تشریف آوری تعظیم ذات انور کی طرح ہے وقت تشریف آوری تعظیم ذات کریم قیام سے ہے تو ذکر شریف کی یہی تعظیم مسلمانوں نے صدہا سال سے مقرر کی کما فی عقد الجوھر وغیرہ (جیسا کہ عقد الجوہر وغیرہ میں ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۰: از رمضان پور ڈاک خانہ خاص ضلع بدایوں مرسلہ عبدالصمد عرف صوفی قادری برکاتی نوری ابوالحسینی ۱۴ رجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میّت کو جس وقت دفن کرکے واپس آتے ہیں کتبہائے سابقہ سے یہ بات ثابت ہے کہ ملائک قبر میں آتے ہیں پھر میّت کو زندہ کرکے حساب لیتے ہیں اس بات کا ثبوت کسی نص صریح یعنی اشارۃ النص یا دلالۃ النص۔ ایک فرقہ جدید پیدا ہوا ہے جو اپنے آپ کو اہلِ قرآن ظاہر کرتے ہیں وہ اس بات کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ زندہ کرنے کا ایک وقت معینہ مقرر ہے جس کو قیامت کہتے ہیں باقی سب لغویات ہیں سائل بڑے فکر و تردّد میں ہے کہ کس طرح سے جواب اس فرقہ بد کو دیا جائے۔

الجواب

سوال رُوح سے ہوتا ہے اور رُوح کبھی نہیں مرتی۔ رہا یہ کہ روح بدن میں اعادہ کی جاتی ہے یا نصف بدن میں آتی ہے یا بدن و کفن کے درمیان رکھی جاتی ہے اس کی تفصیل قطعیات سے نہیں نہ تفتیش کی حاجت۔ اور یہ جدید فرقہ جو بنام قرآنی نکلا ہے اسلام سے خارج ہے اس کی بات سُننی نہ چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۱: از شہر بریلی بی بی جی کی مسجد مسئولہ حشمت علی صاحب طالب علم مدرسہ منظر الاسلام ۷ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے حقانیین اہل سنت وجماعت کثرہم اللہ نصرہم وامدادہم مسئلہ ذیل میں کہ زید بحمد اللہ تعالٰی کسی ضروری دینی کا انکار بلکہ اس میں شک بھی نہیں کرتا بلکہ ایسے شخص کو بھی کافر و مرتد جانتا ہے باوجود اس کے اُس کا یہ عقیدہ ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ اگرچہ افضل الناس بعد الانبیاء ہیں لیکن بحکم مامن عام الاوقد خص منہ البعض[1] (کوئی عام نہیں مگر اس میں سے بعض افراد کو

---

[1] التلویح علی التوضیح فصل فی حکم العام میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۰۹

خاص کیا گیا ہے۔ت) اس ناس سے حسنین رضی اللہ تعالٰی عنہما مستثنٰی ہیں کیونکہ حسنین کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہما شاہزادگان دودمانِ نبوت ہیں اور حضرات خلفائے اربعہ وزرائے شہ سریر رسالت صلی اللہ تعالٰی ہیں اور وزراء سے شاہزادوں کا مرتبہ بڑا ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ حسنین رضی اللہ تعالٰی عنہما خلفائے اربعہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم سے افضل ہیں، اس پر عمر کہتا ہے کہ سیدنا مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ بلکہ سیدنا عثمٰن غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مرتبہ کے بعد ہیں تو کیا حسنین رضی اللہ تعالٰی عنہما اپنے والد ماجد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بھی افضل ہو جائیں گے، زید جواباً کہتا ہے کہ یہ محال نہیں بلکہ ممکن بلکہ واقع ہے، دریافت طلب امر ہے کہ زید کا استدلال کیسا ہے اور اس عقیدہ سے اس کی سنیت میں تو کوئی نقص نہ آیا۔

الجواب

اگر وہ یہ کہتا کہ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہما بوجہ جزئیت کریمہ ایک فضل جزئی حضرات عالیہ خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم پر رکھتے ہیں اور مرتبہ حضرات خلفاء کا اعظم واعلٰی ہے تو حق تھا مگر اس نے اپنی جہالت سے فضل کلی سبطین کو دیا اور افضل البشر بعد الانبیاء ابوبکر الصدیق کو عام مخصوص منہ البعض ٹھہرایا اور انھیں امیر المؤمنین مولٰی علی سے افضل کہا یہ سب باطل اور خلافِ اہلسنت ہے اس عقیدہ باطلہ سے توبہ فرض ہے ورنہ وہ سُنّی نہیں اور اس کی دلیل محض مردود و ذلیل، اگر جزئیت موجب افضلیت مرتبہ عند اللہ ہو تو لازم کہ آج کل کے بھی سارے میر صاحب اگرچہ کیسے ہی فسق و فجور میں مبتلا ہوں اللہ عزوجل کے نزدیک امیر المومنین مولٰی علی سے افضل واعلٰی ہوں اور یہ نہ کہے گا مگر جاہل اجہل مجنون یا ضال مضل مفتون۔ قال اللہ عزوجل،

قل هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون[1] — تم فرمادو کیا برابر ہوجائیں گے عالم اور بے علم۔

اور فرماتا ہے،

یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجٰت[2] — اللہ بلند فرمائے گا تم میں سے مومنوں اور بالخصوص عالموں کے درجے۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۹/۹

[2] 〃 〃 ۵۸/۱۱

تو عنداللہ فضلِ علم فضلِ نسب سے اشرف و اعظم ہے۔ یہ میر صاحب کہ عالم نہ ہوں اگرچہ صالح ہوں آج کل کے عالم سُنّی صحیح العقیدہ کے مرتبہ کو شرعاً نہیں پہنچتے نہ کہ ائمہ نہ کہ صحابہ نہ کہ مولٰی علی نہ کہ صدیق و فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

للشاب العالم ان یتقدم علی الشیخ الجاھل ولو قرشیا قال تعالٰی والذین اوتوا العلم درجٰت فالرافع ھو اللہ فمن یضعہ یضعہ اللہ فی جھنم[1]

نوجوان عالم کو بوڑھے جاہل پر تقدم کا حق حاصل ہے اگرچہ وہ (جاہل) قرشی ہو۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ تعالٰی عالموں کے درجے بلند فرمائے گا۔ چونکہ بلندی عطا فرمانے والا اللہ تعالٰی ہے لہذا جو اس کو گھٹائے گا اللہ تعالٰی اسکو جہنم میں ڈالے گا۔ (ت)

فتاوٰی خیریہ امام خیر الدین رملی میں ہے:

کونہ قرشیا لایبیح لہ التقدم علی ذی العلم مع جھلہ اذ کتب العلم طافحۃ بتقدم العالم علی القرشی ولم یفرق سبحنہ وتعالٰی بین القرشی وغیرہ فی قولہ تعالٰی ھل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون[2]

جاہل کا قرشی ہونا عالم پر اس کے تقدم کو مباح نہیں کرتا، کیونکہ علم کی کتابیں عالم کے قرشی پر تقدم کے حق سے بھری پڑی ہیں اور اللہ سبحنہ وتعالٰی نے قرشی وغیر قرشی کے درمیان اپنے اس ارشاد میں کوئی فرق نہیں، فرمایا کہ کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہوسکتے ہیں۔ (ت)

اُسی میں ہے:

والعالم یقدم علی القرشی الغیر العالم والدلیل علی ذٰلک تقدم الصھرین علی الختنین و

قرشی غیر عالم پر عالم کو تقدم حاصل ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سُسر آپ کے دامادوں پر مقدم ہیں

---

[1] الدر المختار ـــ مسائل شتّٰی ـــ مطبع مجتبائی دہلی ـــ ۲/۳۵۱
[2] الفتاوی الخیریۃ ـــ " ـــ دار المعرفۃ بیروت ـــ ۲/۲۳۴

ان کان الختن اقرب نسبا منھم[1] — حالانکہ نسب کے اعتبار سے داماد بنسبت خسر کے اقرب ہوتا ہے۔ (ت)

ولہذا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سرداری حضرات سبطین کریمین کو حفظ تعمیم کے لئے جوانان اہلِ جنت سے خاص فرمایا:

الحسن والحسین سید اشباب اھل الجنۃ۔ — حسین وحسین رضی اللہ تعالٰی عنہما جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔ (ت)

کہ خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کو شامل نہ ہو، اور متعدد صحیح حدیثوں میں اسی کے تتمہ میں فرمادیا:

وابوھما خیر منھما حسن وحسین جوانانِ اہلِ جنت کے سردار ہیں اور ان کا باپ ان سے افضل ہے۔[2]

رواہ ابن ماجۃ والحاکم عن ابن عمر والطبرانی فی الکبیر عن قرۃ بن ایاس بسند حسن وعن مالك بن الحویرث والحاکم وصححہ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنھم۔ — اس کو ابن ماجہ اور حاکم نے ابن عمر سے اور طبرانی نے معجم کبیر میں قرہ بن ایاس سے سندِ حسن کے ساتھ مالک بن حویرث وحاکم سے روایت کیا ہے، اور ابنِ مسعود نے اس کی تصحیح کی ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ (ت)

اور ارشاد ہوا:

ابوبکر وعمر خیر الاولین والاٰخرین وخیر اھل السمٰوٰت وخیر اھل الارضین الا النبیین والمرسلین۔[3] — ابوبکر وعمر سب اگلوں پچھلوں سے افضل ہیں اور سب آسمان والوں اور سب زمین والوں سے افضل ہیں سوا انبیاء مرسلین کے علیہم الصلوٰۃ والتسلیم۔ (ت)

---

[1] الفتاوی الخیریۃ — مسائل شتّٰی — دار المعرفۃ بیروت — ۲/ ۲۳۵

[2] سنن ابن ماجہ — فضل علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ص ۲
المستدرک للحاکم — کتاب معرفۃ الصحابۃ — دار الفکر بیروت — ۳/ ۱۶۷
المعجم الکبیر — حدیث ۶۵۰ — المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت — ۱۹/ ۲۹۲

[3] کنز العمال — ″ ۳۲۶۴۵ — مؤسسۃ الرسالہ بیروت — ۱۱/ ۵۶۰

مسئلہ ۱۱۲: از سیتاپور محلہ تامین گنج مرسلہ حکیم غلام حیدر صاحب ۱۰ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جناب خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی نے اپنی مؤلفہ کتاب "یزید نامہ" میں اپنے عقائد کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا ہے کہ "میں حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو افضل ترین امت بعد رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سمجھتا ہوں۔" اور دعوٰی کیا ہے کہ یہی عقیدہ حقہ تمامی اہلسنت کا ہے جن کی چشم بصیرت بینا نہیں اُن سے قطع نظر تمام صوفیہ کرام و اولیائے عظام و بزرگان دین کا یہی عقیدہ و مسلک ہے۔ بحوالہ فتوحات مکیہ حضرت ابن عربی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا بھی یہی عقیدہ ظاہر کیا ہے۔ حضرت امیر معٰویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حالات میں بہت کچھ لکھا ہے کُل نقل باعث طوالت ہے، آخری فیصلہ یہ لکھا ہے کہ ہم تو اُن کے کفر و بے دینی کے ثبوت تلاش کرنے میں وقت ضائع نہ کرنا چاہتے، لہٰذا اس معاملہ کو خدا کے حوالہ کرتے ہیں۔ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی طاب ثراہ اپنی کتاب ازالۃ الخفا میں اس عقیدہ والے کو فرقہ تفضیلی و بدعتی و مستحق تعزیر قرار دیتے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قول متعدد طُرق سے نقل فرماتے ہیں کہ فرمایا حضرت علی نے "کوئی شخص مجھے حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما پر فضیلت نہ دے ورنہ تہمت و افترا پردازی کے جُرم میں اَسّی درے لگاؤں گا۔"[1] اس نازک زمانہ میں اس استفسار کی ضرورت اس وجہ سے ہُوئی کہ "یزید نامہ" کو دیکھ کر عقائد سے ناواقف سُنّی جن میں اعلٰی درجے کے تعلیم یافتہ وگریجوایٹ حضرات بھی شامل ہیں اسی عقیدہ کو عقیدہ حقہ اہلسنت سمجھیں گے اُن کو واضح ہونا چاہئے کہ یہ عقائد فرقہ تفضیلیہ کے ہیں عقائد اہلسنت کو اس سے واسطہ نہیں۔ اُمید کہ علمائے اہلسنّت اس پر کافی توجہ فرمائیں گے۔

الجواب

حاشا یہ ہرگز اہلسنت کا مذہب نہیں روافض کا مذہب ہے اسے اہلسنّت کا مذہب کہنا بعینہٖ ایسا ہے کہ کوئی کہے رافضیوں کا مذہب تفضیل شیخین ہے یعنی صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما کو رافضی تمام امت سے افضل و اعلٰی مانتے ہیں جیسا اس کا قائل صریح جھوٹا مفتری ہے یونہی یہ کہنے والا کہ تمام اہلسنت کا عقیدہ مولا علی کو سب سے افضل جاننا ہے بلاشبہہ سخت کذاب جری ہے۔ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے پہلا شعار اہلسنت کا یہ بتایا ہے ان تفضل الشیخین[2] یہ کہ تو صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما کو تمام اُمت سے افضل مانے۔ یہ عقیدہ حمیدہ خود امیر المومنین مولا علی

---

[1] ازالۃ الخفاء مقصد اول فصل چہارم مسند علی رضی اللہ عنہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۶۷ و ۶۸

[2] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر افضل الناس بعدہ علیہ الصلوٰۃ والسلام الخ مصطفی البابی مصر ص ۶۲

کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے اسّی صحابہ و تابعین نے روایت کیا اس میں ہماری حافل کافل کتاب مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین ہے جس میں اس مطلب شریف پر قرآن عظیم واحادیث سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین و آثار اہلبیت کرام وصحابہ عظام وارشادات امیر المومنین حیدر رضی اللہ تعالٰی عنہم ونصوص ائمہ وعلماء و اولیا وعرفا قدست اسرارھم سے دریا لہرا رہے ہیں۔ ہر بچہ جانتا ہے کہ اہل سنت کی تمام کتب عقائد میں افضل البشر بعد الانبیاء ابوبکر الصدیق[1] (انبیاء کے بعد سب سے افضل انسان ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں۔ت) ہے۔ اگر نہایت صاف دن میں کف دست میدان میں مُنہ پر آنکھیں ہوتے ہوئے ٹھیک دوپہر کو انکار آفتاب روا ہے تو اس کا انکار[ع] بھی اُسی منکر کا سا مجنون کرسکتا ہے یونہی حضرات اولیائے کرام قدسنا اللہ تعالٰی باسرارہم کی طرف اس عقیدۂ باطلہ کی نسبت کھُلا افترا ہے۔ دلیل الیقین من کلمات العارفین میں افضلیت مطلقہ حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو صرف ارشادات اولیائے کرام سے ثابت کیا ہے اور خود ظاہر کہ جب یہ عقیدہ اہلسنت ہے اور عقیدہ میں اہلسنت کا مخالف مبتدع اور مبتدع کا ولی ہونا محال، تو اس کے خلاف اعتقاد اولیا کیونکر ہوسکتا ہے ولکن الظلمین یفترون و فی الحق بعد ماتبین یمترون (لیکن ظالم جھوٹ گھڑتے اور حق ظاہر ہوجانے کے بعد اس میں شک کرتے ہیں۔ت) اسی زمرہ میں فتوحات مکیہ پر بھی افترا جڑا فتوحات کے صریح لفظ یہ ہیں:

اعلم انہ لیس فی امۃ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من ھو افضل من ابی بکر غیر عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام[2]

یعنی یقین جان کہ محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اُمت میں کوئی ایسا نہیں جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے افضل ہو سوا سیدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کہ وہ حضور کے امتی ہیں اور صدیق سے افضل ہیں کہ نبی ہیں۔

ع بددینی وگمراہی دوسری چیز ہے مگر ذی عقل مشہور کی طرف ایسے انکار آفتاب کی نسبت سے یہ سہل معلوم ہوتا ہے کہ کسی یزیدی نے "یزید نامہ" لکھ کر اُس کے نام کردیا یا کم از کم ایسی وقاحتیں اس میں ملادیں ۱۲ منہ

---

[1] شرح العقائد النسفیہ دارالاشاعۃ العربیۃ قندھار افغانستان ص ۱۰۷

[2] الفتوحات المکیۃ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اجلّۂ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم سے ہیں۔ صحیح ترمذی شریف میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے لئے دُعا فرمائی :

اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا واھد بہ[1] — الٰہی! اسے راہ نما راہ یاب کر اور اس کے ذریعہ سے لوگوں کو ہدایت دے۔

صحابۂ کرام میں کسی کو کافر بے دین نہ کہے گا مگر کافر بے دین یا گمراہ بد دین۔ عزیز جبار واحد قہار جل وعلا نے صحابۂ کرام کو دو قسم کیا ایک وُہ کہ قبل فتح مکہ جنھوں نے راہِ خدا میں خرچ و قتال کیا دوسرے وہ جنھوں نے بعد فتح پھر فرما دیا کہ دونوں فریق سے اللہ عزوجل نے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور ساتھ ہی فرما دیا کہ اللہ کو تمھارے کاموں کی خوب خبر ہے کہ تم کیا کیا کرنے والے ہو بااینہمہ اُس نے تم سب سے حُسنٰی کا وعدہ فرمایا۔ یہاں قرآن عظیم نے اُن دریدہ دہنوں، بیباکوں، بے ادب، ناپاکوں کے منہ میں پتھر دے دیا جو صحابۂ کرام کے افعال سے اُن پر طعن چاہتے ہیں وہ بشرطِ صحت اللہ عزوجل کو معلوم تھے پھر بھی اُن سب سے حُسنٰی کا وعدہ فرمایا، تو اب جو معترض ہے اللہ واحد قہار پر معترض ہے جنت و مدارج عالیہ اس معترض کے ہاتھ میں نہیں اللہ عزوجل کے ہاتھ ہیں۔ معترض اپنا سر کھاتا رہے گا اور اللہ نے جو حُسنٰی کا وعدہ اُن سے فرمایا ہے ضرور پُورا فرمائے گا اور معترض جہنم میں سزا پائے گا وہ آیۂ کریمہ یہ ہے :

لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولٰئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا وکلا وعد اللہ الحسنٰی واللہ بما تعملون خبیر[2] — اے محبوب کے صحابیو! تم میں برابر نہیں وہ جنھوں نے فتح سے پہلے خرچ و قتال کیا وُہ رتبے میں بعد والوں سے بڑے ہیں، اور دونوں فریق سے اللہ نے حُسنٰی کا وعدہ کر لیا، اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرنے والے ہو۔

اب جن کے لئے اللہ کا وعدہ حُسنٰی کا ہو لیا اُن کا حال بھی قرآن عظیم سے سُنئے :

ان الذین سبقت لھم منا الحسنٰی اولٰئک عنھا مبعدون ○ لا یسمعون حسیسھا وھم فی ما اشتھت انفسھم — بیشک جن کے لئے ہمارا وعدہ حُسنٰی کا ہو چکا وہ جہنم سے دُور رکھے گئے ہیں اس کی بھنک تک نہ سُنیں گے اور ہمیشہ اپنی من مانتی مرادوں میں رہیں گے

---

[1] جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب معاویہ بن ابی سفیان امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۲۵

[2] القرآن الکریم ۵۷/ ۱۰

خٰلدون ۝ لا یحزنھم الفزع الاکبر وتتلقٰھم الملٰئکۃ ھذا یومکم الذی کنتم توعدون [1]
وہ بڑی گھبراہٹ قیامت کی ہلچل انھیں غم نہ دے گی اور فرشتے ان کا استقبال کریں گے یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمھارا وُہ دن جس کا تمھیں وعدہ دیا جاتا تھا۔

یہ ہے جمیع صحابہ کرام سید الانام علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے قرآن کریم کی شہادت، امیر المومنین مولی المسلمین علی مرتضٰی مشکلکشا کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم قسم اول میں ہیں جن کو فرمایا: اولٰئك اعظم درجۃ [2] اُن کے مرتبے قسم دوم والوں سے بڑے ہیں، اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہم قسم دوم میں ہیں، اور حسنٰی کا وعدہ اور یہ تمام بشارتیں سب کو شامل۔ ولہٰذا امیر المومنین مولٰی علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ابن عساکر کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

تکون لاصحابی زلۃ یغفرھا اللہ لھم لسابقتھم معی ثم یأتی قوم بعدھم یکبھم اللہ علی مناخرھم فی النار [3]
میرے اصحاب سے لغزش ہوگی جسے اللہ عزوجل معاف فرمائے گا اُس سابقہ کے سبب جو انکو میری بارگاہ میں ہے پھر اُن کے بعد کچھ لوگ آئیں گے کہ انھیں اللہ تعالٰی اُن کے منہ کے بل جہنم میں اوندھا کرے گا۔

یہ ہیں وُہ کہ صحابہ کی لغزشوں پر گرفت کرینگے، ولہٰذا علامہ شہاب خفاجی رحمہ اللہ تعالٰی نے نسیم الریاض شرح شفاء امام قاضی عیاض میں فرمایا:

ومن یکون یطعن فی معٰویۃ فذاك کلب من کلاب الھاویۃ [4]
جو امیر معاویہ پر طعن کرے وہ جہنم کے کتّوں سے ایک کتّا ہے۔

واللہ یقول الحق ویھدی السبیل (اور اللہ تعالٰی سچ فرماتا ہے اور سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۲۱/۱۰۱ و ۱۰۲ [2] القرآن الکریم ۵۷/۱۰
[3] المعجم الاوسط حدیث ۳۲۴۳ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/۱۴۲ ومجمع الزوائد ۷/۲۳۴
[4] نسیم الریاض الباب الثالث مرکز اہلسنت گجرات الہند ۳/۴۳۰

مسئلہ ۱۱۳ تا ۱۱۷: از دھولقہ ضلع احمد آباد ملک گجرات فتح حسن کا پول مولوی نور نبی ابن حاجی ولی محمد صاحب ۱۶ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہ وسلم، اما بعد کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسائل میں:

(۱) روح بعد خروجِ جسم کے دُنیا میں آتی ہے یا نہیں؟ خصوصاً جبکہ حیاتِ انبیاء و اولیاء و شہداء ثابت ہے اور نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی روحِ پاک دنیا میں میلاد و مجلس شریف میں آسکتی ہے یا نہیں؟ اور کوئی ان کی پاک روح کی تشریف آوری کو بعید از امکان سمجھے وہ شخص دائرہ اسلام میں کیسا سمجھا جائے گا؟

(۲) کوئی شخص قبورِ اہل اللہ کی زیارت اور اُن پر پھول چڑھانے کو بدعت بتلائے تو اس کی نسبت اہلِ اسلام کا کیسا خیال ہوگا؟

(۳) حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو علمِ غیب تھا یا نہیں؟ اور کوئی شخص کہے جناب رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو مطلق غیب نہ تھا بلکہ تمام انسان کو جتنا علم ہوتا ہے اُتنا ہی آپ کو علم تھا غرض علم حضور کا انکار کرے وہ کیسا سمجھا جائے گا؟

(۴) وقت اذان کے اشھد ان محمدا رسول اللہ کہا جائے اس وقت ہاتھوں کے انگوٹھے چومنا کیسا ہے؟ کوئی شخص انکار کرے وہ کیسا سمجھا جائے گا؟

(۵) جو شخص عمداً ترکِ جماعت کرے اس کی نسبت اہلِ اسلام کا کیا خیال ہوگا؟

الجواب

(۱) مسلمان کی رُوح بعد انتقال جہاں چاہے جاتی ہے، حدیث میں ہے:

اذا مات المؤمن یخلی سربہ یسرح حیث یشاء[1] — جب مسلمان مرتا ہے اس کی راہ کھول دی جاتی ہے کہ جہاں چاہے جائے۔

اس کا مفصل بیان ہماری کتاب حیات الموات فی بیان سماع الاموات میں ہے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شانِ اقدس تمام جہان سے ارفع و اعلٰی ہے وہاں یہ سوال کرنا بھی بے جا ہے، امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک وقت میں ستر ہزار جگہ تشریف فرما

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین بحوالہ المصنف لابن ابی شیبہ کتاب ذکر الموت فضیلۃ ذکر الموت دار الفکر بیروت ۱۰/ ۲۲۷

ہو سکتے ہیں۔[1]

امام جلال الدین سیوطی خاتم حفاظ الحدیث فرماتے ہیں:

اذن للانبیاء ان یخرجوا من قبورھم ویتصرفوا فی العالم العلوی و السفلی[2]

تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اختیار ملا ہے کہ اپنے مزاراتِ طیبہ سے باہر تشریف لائیں اور جملہ عالم آسمان و زمین میں جہاں جو چاہیں تصرف فرمائیں۔

روح اقدس کی تشریف آوری کو بعید از امکان جاننا اگر براہِ جہل و بے علمی ہے تو جرأت و بے ادبی ہے اور بربنائے وہابیت ہے تو وہابیت خود کفرِ جلی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) زیارتِ قبور سنّت ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الا فزوروھا فانھا تزھد کم فی الدنیا و تذکرکم الاٰخرۃ[3]

سُن لو، قبور کی زیارت کرو کہ وہ تمھیں دنیا میں بے رغبت کرے گی اور آخرت یاد دلائے گی۔

خصوصًا زیارتِ مزاراتِ اولیائے کرام کہ موجب ہزاراں ہزار برکت و سعادت ہے، اسے بدعت نہ کہے گا مگر وہابی نابکار، ابن تیمیہ کا فضلہ خوار۔ وہاں جاہلوں نے جو بدعات مثل رقص و مزامیر ایجاد کرلئے ہیں وہ ضرور ناجائز ہیں، مگر اُن سے زیارت کہ سنت ہے بدعت نہ ہوجائے گی۔ جیسے نماز میں قرآن شریف غلط پڑھنا، رکوع و سجود صحیح نہ کرنا، طہارت ٹھیک نہ ہونا عام عوام میں جاری و ساری ہے اس سے نماز بُری نہ ہوجائے گی۔

قبرِ مسلمان پر پھول رکھنا مستحب ہے۔ ائمہ دین فرماتے ہیں وہ جب تک تر ہے تسبیحِ الٰہی کریگا اس سے مُردے کا دل بہلے گا، کما فی فتاوی الامام فقیہ النفس وغیرھا (جیسا کہ امام فقیہ النفس کے فتاوٰی وغیرہ میں ہے۔ ت)

فتاوٰی عالمگیریہ وغیرہا میں ہے:

وضع الورد والریاحین علی

قبروں پر گلاب وغیرہ خوشبودار پھول رکھنا

---

[1] الفتاوی الکبرٰی لابن الحجر الہیتمی باب الجنائز دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۹
[2] الحاوی للفتاوٰی تنویر الحلک فی امکان رؤیۃ النبی والملک دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۲۶۳
[3] سنن ابن ماجہ ابواب الجنائز باب ماجاء فی زیارۃ القبور ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۴

القبور حسن[1] اچھا ہے۔ (ت)

اسے بدعت کہنا بھی آج کل وہابیہ ہی کی ضلالت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۳) اللہ عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تمام اولین وآخرین وشرق وغرب وعرش وفرش وماتحت الثرٰی وجملہ ماکان ومایکون الٰی آخر الایام کے ذرے ذرے کا علم تفصیلی عطا فرمایا، اس کا بیان ہمارے رسالہ انباء المصطفٰی و خالص الاعتقاد و الدولۃ المکیہ وغیرہا میں ہے، جو کہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو علم غیب مطلقاً نہ تھا یا حضور کا علم اور سب آدمیوں کے برابر ہے وہ کافر ہے۔ امام حجۃ الاسلام غزالی وغیرہ اکابر فرماتے ہیں:

النبوۃ ھی الاطلاع علی الغیب[2] نبوت کا معنی غیب پر مطلع ہونا ہے (ت)

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

علم الغیب فلا یظھر علٰی غیبہ احدا الا من ارتضٰی من رسول[3] غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

(۴) اذان میں نامِ اقدس سُن کر انگوٹھے چومنا حسبِ تصریح کتبِ فقہ ردالمحتار حاشیہ درمختار وجامع الرموز شرح نقایہ و فتاوٰی صوفیہ وکنز العباد مستحب ہے۔ اس کا مبسوط بیان ہماری کتاب منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین میں ہے۔ اس پر انکار بھی آج کل شعارِ وہابیہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۵) بلا وجہ شرعی عمداً ترکِ جماعت گناہ ہے اور اس کا عادی فاسق گمراہ ہے۔ صحیح مسلم شریف میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

ولو انکم صلیتم فی بیوتکم کما یصلی ھذا المتخلف فی بیتہ لترکتم سنۃ نبیکم ولو ترکتم اور اگر تم نے گھروں میں نماز پڑھی جیسا کہ یہ تارکِ جماعت اپنے گھر میں پڑھتا ہے تو تم اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنت چھوڑ دو گے اور اگر تم نے اپنے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب السادس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۱

[2] المواہب اللدنیہ المقصد الثانی الفصل الاول المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۷

[3] القرآن الکریم ۷۲/ ۲۶ و ۲۷

سنۃ نبیکم لضللتم[1] اھ ای ضلال عن سبیل المتقین و ان استحلہ اواستخفہ فضلال فی الدین ۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔

نبی کی سنت چھوڑدی تو گمراہ ہوجاؤ گے اھ یعنی متقی لوگوں کے راستے سے ہٹ جاؤ گے اور اگر کسی نے ترکِ جماعت کو حلال جانا یا ہلکا سمجھا تو یہ دین سے گمراہ ہونا ہے ۔ اللہ رب العالمین کی پناہ۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

ایک یہ بات نہایت ضروری و بکار آمد ہے کہ دیوبندیوں سے کوئی مسئلہ پوچھنا یا کسی مسئلہ میں اُن کی بات پر کان رکھنا ہرگز ہرگز جائز نہیں، تمام علمائے حرمین طیبین بالاتفاق دیوبندیوں کو مرتد لکھ چکے اور فرمادیا، من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[2] (جس نے اس کے کفر وعذاب میں شک کیا وہ بھی کافر ہوگیا۔ ت) جواُن کے اقوال ملعونہ پر مطلع ہوکر انھیں مسلمان جاننا درکنار ان کے کفر میں شک بھی کرے وہ بھی کافر ہے۔ دیکھو حسام الحرمین شریف ۔ واللہ الہادی۔

مسئلہ ۱۱۸ تا ۱۲۰: از میونڈی ڈاکخانہ شاہی ضلع بریلی مرسلہ سید امیر عالم حسن صاحب ۱۲ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ :

(۱) زید کہتا ہے جو ہُوا اور ہوگا سب خدا کے حکم سے ہی ہوا اور ہوگا پھر بندہ سے کیوں گرفت ہے اور اس کو کیوں سزا کا مرتکب ٹھہرایا گیا اس نے کون سا کام ایسا کیا جو مستحق عذاب کا ہوا جو کچھ اس نے تقدیر میں لکھ دیا ہے وہی ہوتا ہے کیونکہ قرآن پاک سے ثابت ہورہا ہے کہ بلاحکم اُس کے ایک ذرہ نہیں ہلتا پھر بندے نے کون سا اپنے اختیار سے وہ کام کیا جو دوزخی ہوا یا کافر یا فاسق، جو بُرے کام تقدیر میں لکھے ہوں گے تو بُرے کام کرے گا اور بھلے لکھے ہونگے تو بھلے، بہرحال تقدیر کا تابع ہے پھر کیوں اس کو مجرم بنایا جاتا ہے؛ چوری کرنا، زنا کرنا، قتل کرنا وغیرہ وغیرہ جو بندہ کی تقدیر میں لکھ دئے ہیں وہی کرتا ہے ایسے ہی نیک کام کرتا ہے۔

(۲) جب کسی عورت نے کسی شخص سے قربت کی اور اس کو حمل رہ گیا تو اس حمل کو حملِ حرام کیوں کہا گیا اور اس کی اس فعل قربت کو زنا کیوں کہا گیا ؛ اور جب اس حمل سے بچہ پیدا ہوا تو اس بچہ کو

---

[1] صحیح مسلم کتاب المساجد باب بیان فضل الجماعۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۳۲

[2] حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۱۳ مکتبہ اہل سنت بریلی ص ۹۴

حرامی کیوں کہا جائے؟ کیونکہ جتنے افعال بندہ کرتا ہے وُہ سب تقدیر سے اور حکمِ خدا سے ہوتے ہیں تو اب اس عورت نے کیا اپنی قدرت اور حکم سے ان فعلوں کو کرلیا، نہیں وہی کیا جو تقدیر میں لکھدیا تھا پھر اس کو زنا یا حرام کہنا کیونکر ہے؟

(۳) اُس بچّے کی رُوح پاک تھی یا ناپاک؟ یا اُن رُوحوں میں کی روح تھی جو روزِ ازل میں پیدا ہوئی تھیں یا کوئی اور؟ اور اس کا کیا سبب جو بچہ حرامی ہوگیا اور روح پاک رہے، نہیں روح بھی ایسی ہے جیسا بچہ حرامی کیونکر ہوسکتا ہے؟ فقط۔

الجواب

(۱) زید گمراہ بے دین ہے، اُسے کوئی جوتا مارے تو کیوں ناراض ہوتا ہے، یہ بھی تو تقدیر میں تھا۔ اس کا کوئی مال دبالے تو کیوں بگڑتا ہے، یہ بھی تقدیر میں تھا۔ یہ شیطانی فعلوں کا دھوکا ہے کہ جیسا لکھدیا ایسا ہمیں کرنا پڑتا ہے بلکہ جیسا ہم کرنے والے تھے اُس نے اپنے علم سے جان کر وہی لکھا ہے۔

(۲) یہ وہی ابلیس ملعون کا دھوکا ہے جو بد دینوں کو دیا کرتا ہے علم کسی کو مجبور نہیں کرتا۔ عورت زنا کرنے والی تھی اس لئے اس کا یہ آئندہ حال اس نے اپنے علم غیب سے جان کر لکھ لیا اگر وہ حلال کرنے والی ہوتی تو اسے حلال والی ہی لکھا جاتا۔

(۳) رُوحیں ازل میں پیدا نہ ہوئیں، ہاں جسم سے دو ہزار برس پہلے بنیں۔ ولد الحرام کا اپنا قصور نہیں مگر جبکہ وہ حرام سے پیدا ہوا ولد الحرام ہونے میں کیا شک ہے، نہ اس سے اس کی روح کی ناپاکی لازم۔ روح کفر و ضلالت سے پاک ہوتی ہے۔ بد دین کی روح ناپاک ہے اگرچہ ولد الحلال ہو۔ اور دیندار کی رُوح پاک ہے اگرچہ اس کی ولادت حرام سے ہو، روح کے پاک ہونے سے جسم کا نطفہ حرام سے بننا کیونکر مٹ گیا، بے علم کو ایسی جہالتوں اور ایسی باتوں میں خوض سے فائدہ نہیں ہوتا سوا اس کے کہ شیطان کسی گھاٹی میں راہ مار کر ہلاک کردے۔ واللہ تعالٰی اعلم

رسالہ

ثلج الصدر لایمان القدر
۱۳۲۵ھ

(سینے کی ٹھنڈک، ایمان تقدیر کے سبب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۲۱: از ضلع کھیری ملک اودھ موضع کٹوارہ مرسلہ سید محمد مظفر حسین صاحب خلف سید رضا حسین صاحب تعلقدار کٹوارہ ۲۸ محرم الحرام ۱۳۲۵ھ

چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ (کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں۔ ت) قرآن میں جس آیت کے معنی یہ ہیں کہ "اے محمد! ان اشخاص کو زیادہ ہدایت مت کرو، ان کے لئے اسلام کے واسطے مشیتِ ازلی نہیں ہے، یہ مسلمان نہ ہونگے۔" اور ہر امر کے ثبوت میں اکثر آیاتِ قرآنی موجود ہیں، تو پس کیونکر خلافِ مشیتِ پروردگار کوئی امر ظہور پذیر ہوسکتا ہے، کیونکہ مشیت کے معنی ارادہ پروردگارِ عالم کے ہیں، تو جب کسی کام کا ارادہ اللہ تعالٰی نے کیا تو بندہ اس کے خلاف کیونکر کرسکتا تھا۔ اور اللہ نے جب قبل پیدائش کسی بشر کے ارادہ اُس کے کافر رکھنے کا کرلیا تھا تو اب وہ مسلمان کیونکر ہوسکتا ہے یھدی من یشاء[1]

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۲

کے صاف معنی یہ ہیں کہ جس امر کی طرف اس کی خواہش ہوگی وُہ ہوگا۔ پس انسان مجبور ہے اس سے بازپرس کیونکر ہوسکتی ہے کہ اس نے فلاں کام کیوں کیا، کیونکہ اُس وقت اُس کو ہدایت ازجانب باری عزّ اسمہٗ ہوگی وہ اختیار کرے گا۔ علم اور ارادہ میں بیّن فرق ہے، یہاں من یشاءُ سے اس کی خواہش ظاہر ہوتی ہے۔ پھر انسان بازپرس میں کیوں لایا جائے، پس معلوم ہُوا کہ جب اللہ پاک کسی بشر کو اہلِ جنان سے کرنا چاہتا ہے تو اس کو ایسی ہی ہدایت ہوتی ہے۔

الجواب

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب، ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب، رب انی اعوذبک من ھمزات الشیٰطین واعوذبک رب ان یحضرون۔

اے اللہ! میں تجھ سے حق اور درستی کا طلبگار ہوں، اے ہمارے رب! ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر بعد اس کے کہ تُو نے ہمیں ہدایت دی، اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر، بیشک تُو ہے بڑا دینے والا، اے میرے رب! تیری پناہ شیاطین کے وسوسوں سے، اور اے میرے رب! تیری پناہ اس سے کہ وہ میرے پاس آئیں ۱۲ (ت)

اللہ عزّ وجل نے بندے بنائے، اور انھیں کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں، زبان وغیرہا آلات و جوارح عطا فرمائے اور انھیں کام میں لانے کا طریقہ الہام کیا۔ اور اُن کے ارادے کا تابع فرمانبردار کیا کہ اپنے منافع حاصل کریں اور مضرتوں سے بچیں۔ پھر اعلیٰ درجہ کے شریف جوہر یعنی عقل سے ممتاز فرمایا جس نے تمام حیوانات پر انسان کا مرتبہ بڑھایا۔ عقل کو اُن امور کے اِدراک کی طاقت بخشی۔ خیر و شر، نفع و ضرر، یہ حواسِ ظاہری نہ پہچان سکتے تھے۔ پھر اسے بھی فقط اپنی سمجھ پر بے کس و بے یار نہ چھوڑا، ہنوز لاکھوں باتیں ہیں جن کو عقل خود ادراک نہ کرسکتی تھی، اور جن کا ادراک ممکن تھا ان میں لغزش کرنے، ٹھوکر کھانے سے پناہ کے لئے کوئی زبردست دامن ہاتھ میں نہ رکھتی تھی۔ لہذا انبیاء بھیج کر، کتابیں اتار کر، ذرا ذرا بات کا حُسن و قبح خوب جتا کر اپنی نعمت تمام و کمال فرمادی، کسی عذر کی جگہ باقی نہ چھوڑی لئلّا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل[1] (کہ رسولوں کے بعد اللہ کے یہاں لوگوں کو کوئی عذر نہ رہے ت) حق کا راستہ آفتاب سے زیادہ واضح ہوگیا۔ ہدایت و گمراہی پر کوئی پردہ نہ رہا لا اکراہ فی

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۶۵

الدین قد تبین الرشد من الغی[1] (کچھ زبردستی نہیں دین میں، بے شک خوب جُدا ہو گئی ہے نیک راہ گمراہی سے۔ت)

باایں ہمہ کسی کا خالق ہونا، یعنی ذات ہو یا صفت، فعل ہو یا حالت، کسی معدوم چیز کو عدم سے نکال کر لباسِ وجود پہنا دینا، یہ اُسی کا کام ہے، یہ نہ اُس نے کسی کے اختیار میں دیا نہ کوئی اس کا اختیار پاسکتا تھا، کہ تمام مخلوقات خود اپنی حدِ ذات میں نیست ہیں، ایک نیست دوسرے نیست کو کیا ہست بنا سکے، ہست بنانا اُسی کی شان ہے جو آپ اپنی ذات سے ہستِ حقیقی وہستِ مطلق ہے۔ ہاں یہ اُس نے اپنی رحمت اور اپنی غنائے مطلق سے عاداتِ اجراء فرمائے کہ بندہ جس امر کی طرف قصد کرے اپنے جوارح اُدھر پھیرے، مولا تعالٰی اپنے ارادہ سے اُسے پیدا فرمادیتا ہے مثلاً اُس نے ہاتھ دئے ان میں پھیلنے، سمٹنے، اُٹھنے، جُھکنے کی قوت رکھی۔ تلوار بنائی، اس میں دھار اور دھار میں کاٹ کی قوت رکھی۔ اس کا اٹھانا، لگانا، وار کرنا بتایا۔ دوست دشمن کی پہچان کو عقل بخشی، اسے نیک و بد میں تمیز کی طاقت عطا کی، شریعت بھیج کر قتلِ حق و ناحق کی بھلائی بُرائی صاف جتا دی۔ زید نے وہی خدا کی بنائی ہوئی تلوار، خدا کے بنائے ہوئے ہاتھ، خدا کی دی ہوئی قوت سے اُٹھانے کا قصد کیا۔ وُہ خدا کے حکم سے اُٹھ گئی، اور جُھکا کر ولید کے جسم پر ضرب پہنچانے کا ارادہ کیا، وُہ خدا کے حکم سے جُھکی اور ولید کے جسم پر لگی، تو یہ ضرب جن امور پر موقوف تھی سب عطائے حق تھے، اور خود جو ضرب واقع ہوئی بارادہ خدا واقع ہوئی۔ اور اب جو اس ضرب سے ولید کی گردن کٹ جانا پیدا ہوگا یہ بھی اللہ کے پیدا کرنے سے ہوگا۔ وُہ نہ چاہتا تو ایک زید کیا تمام انس و جن تک جمع ہو کر زور کرتے تو اٹھنا در کنار ہرگز جنبش نہ کرتی اور اس کے حکم سے اُٹھنے کے بعد اگر وہ نہ چاہتا تو زمین، آسمان، پہاڑ سب ایک لنگر بنا کر تلوار کے پیلے (نوک) پر ڈال دیے جاتے، تام کو بال برابر نہ جھکتی۔ اور اس کے حکم سے پہنچنے کے بعد اگر وہ نہ چاہتا گردن کٹنا تو بڑی چیز ہے ممکن نہ تھا کہ خط بھی آتا۔ لڑائیوں میں ہزاروں بار تجربہ ہو چکا کہ تلواریں پڑیں اور خراش تک نہ آئی، گولیاں لگیں اور جسم تک آتے آتے ٹھنڈی ہوگئیں، شام کو معرکہ سے پلٹنے کے بعد سپاہیوں کے سر کے بالوں میں سے گولیاں نکلی ہیں۔ تو زید سے جو کچھ واقع ہوا سب خلقِ خدا و بارادہ خدا تھا۔ زید کا بیچ میں صرف اتنا کام رہا کہ اس نے قتلِ ولید کا ارادہ کیا اور اس طرف اپنے جوارح کو پھیرا اب اگر ولید شرعاً مستحقِ قتل ہے تو زید پر کچھ الزام نہیں رہا بلکہ بارہا ثوابِ عظیم کا مستحق ہوگا کہ اس نے اس چیز کا قصد کیا اور اس طرف جوارح کو پھیرا جسے اللہ عزوجل نے اپنے رسولوں کے ذریعے اپنی مرضی، اپنا پسندیدہ کام ارشاد فرمایا تھا۔ اور اگر قتلِ ناحق ہے تو یقیناً زید پر الزام ہے اور عذابِ الیم کا مستحق ہوگا کہ

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۵۶

بمخالفتِ حکمِ شرع اُس شَے کا عزم کیا، اور اُس طرف جوارح کو متوجہ کیا جسے مولیٰ تعالیٰ نے اپنی کتابوں کے واسطے سے اپنے غضب اپنی ناراضی کا حکم بتایا تھا۔ غرض فعل انسان کے ارادہ سے نہیں ہوتا بلکہ انسان کے ارادہ پر اللہ کے ارادہ سے ہوتا ہے۔ یہ نیکی کا ارادہ کرے اور اپنے جوارح کو پھیرے، اللہ تعالٰی اپنی رحمت سے نیکی پیدا کردے گا اور یہ بُرے کا ارادہ کرے اور جوارح کو اس طرف پھیرے اللہ تعالٰی اپنی بے نیازی سے بدی کو موجود فرمادے گا۔ دو پیالیوں میں شہد اور زہر ہیں اور دونوں خود بھی خدا ہی کے بنائے ہوئے ہیں؛ شہد میں شفا۔ اور زہر میں ہلاک کرنے کا اثر بھی اُسی نے رکھا ہے۔ روشن دماغ حکیموں کو بھیج کر بتا بھی دیا ہے کہ دیکھو یہ شہد ہے اس کے یہ منافع ہیں اور خبردار! یہ زہر ہے اس کے پینے سے ہلاک ہوجاتا ہے۔ ان ناصح اور خیر خواہ حکمائے کرام کی یہ مبارک آوازیں تمام جہان میں گونجیں اور ایک ایک شخص کے کان میں پہنچیں۔ اس پر کچھ نے شہد کی پیالی اٹھا کر پی اور کچھ نے زہر کی۔ ان اٹھانے والوں کے ہاتھ بھی خدا ہی کے بنائے ہوئے تھے، اور ان میں پیالی اٹھانے، مُنہ تک لے جانے کی قوت بھی اُسی کی رکھی ہُوئی تھی۔ مُنہ اور حلق میں کسی چیز کو جذب کرکے اندر لینے کی قوت، اور خود مُنہ اور حلق اور معدہ وغیرہ سب اس کے مخلوق تھے، اب شہد پینے والوں کے جوف میں شہد پہنچا، کیا وہ آپ اُس کا نفع پیدا کرلیں گے؟ یا شہد بذاتِ خود خالقِ نفع ہوجائے گا؟ حاشا ہرگز نہیں، بلکہ اس کا اثر پیدا ہونا یہ بھی اسی کے دستِ قدرت میں ہے اور ہوگا تو اسی کے ارادہ سے ہوگا۔ وُہ نہ چاہے تو منوں شہد پی جائے کچھ فائدہ نہیں ہوسکتا، بلکہ وُہ چاہے تو شہد زہر کا اثر دے، یُونہی زہر والوں کے پیٹ میں زہر جاکر کیا وہ آپ ضرر کی تخلیق کرلیں گے یا زہر خود بخود خالقِ ضرر ہوجائیگا؟ حاشا ہرگز نہیں، بلکہ اس کا اثر پیدا ہونا یہ بھی اسی کے قبضۂ اقتدار میں ہے اور ہوگا تو اسی کے ارادہ سے ہوگا، بلکہ وُہ چاہے تو زہر شہد ہوکر لگے۔ بااین ہمہ شہد پینے والے ضرور قابلِ تحسین و آفریں ہیں۔ ہر عاقل یہی کہے گا کہ انھوں نے اچھا کیا، ایسا ہی کرنا چاہئے تھا۔ اور زہر پینے والے ضرور لائقِ سزا و نفریں ہیں، ہر ذی ہوش یہی کہے گا کہ یہ بدبخت خودکشی کے مجرم ہیں۔

دیکھو اوّل سے آخر تک جو کچھ ہوا سب اللہ ہی کے ارادہ سے ہوا۔ اور جتنے آلات اِس کام میں لئے گئے سب اللہ ہی کے مخلوق تھے، اور اسی کے حکم سے انھوں نے کام دیے، جو تمام عقلاء کے نزدیک ایک فریق کی تعریف ہے اور دُوسرے کی مذمت، تمام کھریاں جو عقل سے حصہ رکھتی ہوں اِن زہر نوشوں کو مجرم بنائیں گی، پھر کیوں بناتی ہیں، نہ زہر ان کا پیدا کیا ہوا نہ زہر میں قوتِ اہلاک اُن کی رکھی ہوئی، نہ ہاتھ اُن کا پیدا کیا ہُوا نہ اس کے بڑھانے اُٹھانے کی قوت ان کی رکھی ہوئی، نہ دہن و حلق ان کے پیدا کئے ہُوئے نہ ان میں جذب و کشش کی قوت اُن کی رکھی ہُوئی، نہ حلق سے اُتر جانا ان کے ارادہ سے ممکن تھا۔ آدمی

پانی پیتا ہے اور چاہتا ہے کہ حلق سے اُترے مگر اُچھو ہو کر نکل جاتا ہے اُس کا چاہا نہیں چلتا، جب تک وہی نہ چاہے جو صاحب سارے جہان کا ہے۔

اب حلق سے اُترنے کے بعد تو ظاہری نگاہوں میں بھی پینے والے کا اپنا کوئی کام نہیں۔ خون میں اس کا ملنا اور خون کا اُسے لے کر دَورہ کرنا اور دَورہ میں قلب تک پہنچنا اور وہاں جا کر اُسے فاسد کر دینا یہ کوئی فعل نہ اس کے ارادے سے ہے نہ اس کی طاقت سے۔ بہتیرے زہر پی کر نادم ہوتے ہیں۔ پھر ہزار کوشش کرتے ہیں جو ہونی ہے ہو کر رہتی ہے۔ اگر اس کے ارادہ سے ضرر ہوتا تو اس ارادہ سے باز آتے ہی زہر باطل ہو جانا لازم تھا، مگر نہیں ہوتا تو معلوم ہُوا کہ اس کا ارادہ بے اثر ہے۔ پھر اس سے کیوں بازپرس ہوتی ہے؟ ہاں، بازپرس کی وہی وجہ ہے کہ شہد اور زہر اسے بتا دیے تھے۔ عالی قدر حکمائے عظام کی معرفت سب نفع نقصان جتا دیے تھے۔ دست و دہان و حلق اس کے قابو میں کر دیے تھے۔ دیکھنے کو آنکھ، سمجھنے کو عقل اُسے دے دی تھی۔ یہی ہاتھ جس سے اس نے زہر کی پیالی اٹھا کر پی' جامِ شہد کی طرف بڑھاتا اللہ تعالٰی اُسی کا اٹھنا پیدا کر دیتا، یہاں تک کہ سب کام اوّل تا آخر اسی کی خَلق و مشیّت سے واقع ہو کر اس کے نفع کے مُوجِب ہوتے مگر اُس نے ایسا نہ کیا بلکہ کاسۂ زہر کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس کے پینے کا عزم لایا۔ وہ غنی بے نیاز دونوں جہان سے بے پروا ہے، وہاں تو عادت جاری ہو رہی ہے کہ یہ قصد کرے اور وہ خَلق فرما دے۔ اُس نے اسی کاسہ کا اُٹھنا اور حلق سے اُترنا' دل تک پہنچنا وغیرہ وغیرہ پیدا فرما دیا پھر یہ کیونکر بے جرم قرار پا سکتا ہے۔ انسان میں یہ قصد و ارادہ و اختیار ہونا ایسا واضح و روشن و بدیہی امر ہے جس سے انکار نہیں کر سکتا مگر مجنون۔ ہر شخص سمجھتا ہے کہ مجھ میں اور پتھر میں ضرور فرق ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ انسان کے چلنے پھرنے، کھانے پینے، اُٹھنے بیٹھنے وغیرہ وغیرہ افعال کے حرکاتِ ارادی ہیں۔ ہر شخص آگاہ ہے کہ انسان کا کام کرنے کے لئے ہاتھ کو حرکت دینا' اور وہ جنبش جو ہاتھ کو رعشہ سے ہو' اُن میں صریح فرق ہے۔ ہر شخص واقف ہے کہ جب وہ اُوپر کی جانب جست کرتا اور اس کی طاقت ختم ہونے پر زمین پر گرتا ہے ان دونوں حرکتوں میں تفرقہ ہے۔ اُوپر کودنا اپنے اختیار و ارادہ سے تھا اگر نہ چاہتا نہ کودتا اور یہ حرکت تمام ہو کر اب زمین پر آنا اپنے ارادہ و اختیار سے نہیں۔ ولہٰذا اگر رُکنا چاہے تو نہیں رُک سکتا۔ بس یہی ارادہ، یہی اختیار جو ہر شخص اپنے نفس میں دیکھ رہا ہے عقل کے ساتھ اس کا پایا جانا، یہی مدارِ امر و نہی و جزا و سزا و عتاب و پرسش و حساب ہے۔ اگرچہ بلاشبہہ بلاریب قطعاً یقیناً یہ ارادہ و اختیار بھی اللہ عزوجل ہی کا پیدا کیا ہُوا ہے، جیسے انسان خود بھی اُسی کا بنایا ہوا ہے آدمی جس طرح نہ آپ سے آپ بن سکتا تھا نہ اپنے لئے آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں، زبان

وغیرہا بنا سکتا تھا۔ یونہی اپنے لئے طاقت، قوت، ارادہ، اختیار بھی نہیں بنا سکتا۔ سب کچھ اُس نے دیا اور اُسی نے بنایا۔ مگر اس سے یہ سمجھ لینا کہ جب ہمارا ارادہ و اختیار بھی خدا ہی کا مخلوق ہے تو پھر ہم پتھر ہوگئے قابلِ سزا و جزا و بازپرس نہ رہے، کیسی سخت جہالت ہے۔ صاحبو! تم میں خدا نے کیا پیدا کیا؟ ارادہ و اختیار۔ تو ان کے پیدا ہونے سے تم صاحبِ ارادہ، صاحبِ اختیار ہوئے یا مضطر، مجبور، ناچار۔ صاحبو! تمھاری اور پتھر کی حرکت میں فرق کیا تھا؟ یہ کہ وہ ارادہ و اختیار نہیں رکھتا اور تم میں اللہ تعالٰی نے یہ صفت پیدا کی۔ عجب عجب کہ وہی صفت جس کے پیدا ہونے نے تمھاری حرکات کو پتھر کی حرکات سے ممتاز کر دیا، اسی کی پیدائش کو اپنے پتھر ہو جانے کا سبب سمجھو۔ یہ کیسی اُلٹی مت ہے؟ اللہ تعالٰی نے ہماری آنکھیں پیدا کیں، اُن میں نور خلق کیا، اِس سے ہم انکھیارے ہوئے، نہ کہ معاذ اللہ اندھے۔ یونہی اس نے ہم میں ارادہ و اختیار پیدا کیا اس سے ہم اس کی عطا کے لائق مختار ہوئے، نہ کہ اُلٹے مجبور۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ جب وقتاً فوقتاً ہر فرد اختیار بھی اُسی کی خلق، اُسی کی عطا ہے، ہماری اپنی ذات سے نہیں، تو مختار کردہ ہوئے "خود مختار" نہ ہوئے۔ پھر اس میں کیا حرج ہے؟ بندے کی شان ہی نہیں کہ خود مختار ہو سکے۔ نہ جزا و سزا کے لئے خود مختار ہونا ہی ضرور۔ ایک نوع اختیار چاہئے، کسی طرح ہو، وہ بداہۃً حاصل ہے۔

آدمی انصاف سے کام لے تو اسی قدر تقریر و مثال کافی ہے۔ شہد کی پیالی اطاعتِ الٰہی ہے اور زہر کا کاسہ اس کی نافرمانی۔ اور وہ عالی شان حکماء، انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ اور ہدایت اس شہد سے نفع پانا ہے کہ اللہ ہی کے ارادہ سے ہوگا، اور ضلالت اس زہر کا ضرر پہنچنا کہ یہ بھی اسی کے ارادہ سے ہوگا، مگر اطاعت والے تعریف کئے جائیں گے اور تمرّد (سرکشی) والے مذموم و ملزم ہو کر سزا پائیں گے۔ پھر بھی جب تک ایمان باقی ہے یغفر لمن یشاء[1] (جسے چاہے بخش دے۔ ت) باقی ہے۔

والحمد للہ رب العٰلمین، لہ الحکم و الیہ ترجعون۔ اور سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا، حکم اُسی کا ہے اور اسی کی طرف تمھیں لوٹنا ہے۔ (ت)

قرآن عظیم میں یہ کہیں نہیں فرمایا کہ ان اشخاص کو زیادہ ہدایت نہ کرو ـــــ ہاں یہ ضرور فرمایا ہے کہ ہدایت، ضلالت سب اس کے ارادہ سے ہے۔ اس کا بیان بھی ہو چکا اور آئندہ اِن شاء اللہ تعالٰی اور زیادہ واضح ہوگا۔ نیز فرمایا ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۴

ان الذین کفروا سواء علیھم ء انذرتھم ام لم تنذرھم لایؤمنون[1] — وہ جو علم الٰہی میں کافر ہیں انھیں ایک سا ہے چاہے تم ان کو ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ایمان نہ لائیں گے۔

ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمام جہان کے لئے رحمت بھیجے گئے جو کافر ایمان نہ لاتے ان کا نہایت غم حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ہوتا، یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے فرمایا:

فلعلك باخع نفسك علٰی اٰثارھم ان لم یؤمنوا بھٰذا الحدیث اسفا۔[2] — شاید تم ان کے پیچھے اپنی جان پر کھیل جاؤ گے اس غم میں کہ وہ اس کلام پر ایمان نہ لائیں۔

لہذا حضور کی تسکینِ خاطر اقدس کو یہ ارشاد ہُوا ہے کہ جو ہمارے علم میں کفر پر مرنے والے ہیں والعیاذ باللہ تعالٰی وہ کسی طرح ایمان نہ لائیں گے، تم اس کا غم نہ کرو۔ لہذا یہ فرمایا کہ تمہارا سمجھانا نہ سمجھانا" ان کو" یکساں ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ "تمہارے حق میں" یکساں ہے، کہ ہدایت معاذ اللہ امر فضول ٹھہرے۔ ہادی کا اجر اللہ پر ہے، چاہے کوئی مانے یا نہ مانے۔

وما علی الرسول الا البلاغ المبین۔[3] — اور رسول کے ذمہ نہیں مگر صاف پہنچا دینا (ت)

وما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علٰی رب العٰلمین[4] — اور میں تم سے اس پر کچھ اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے (ت)

اللہ خوب جانتا ہے اور آج سے نہیں ازل الآزال سے کہ اتنے بندے ہدایت پائیں گے اور اتنے چاہِ ضلالت میں ڈوبیں گے، مگر کبھی اپنے رسولوں کو ہدایت سے منع نہیں فرماتا کہ جو ہدایت پانے والے ہیں اُن کے لئے سببِ ہدایت ہوں اور جو نہ پائیں گے اُن پر حجتِ الٰہیہ قائم ہو، وللہ الحجۃ البالغۃ (اور اللہ ہی کی حجت پُوری ہے۔ ت)

ابن جریر عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال لما بعث اللہ تعالٰی موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام الٰی فرعون نودی لن یفعل، فلمَ افعل؟ فقال فناداہ اثنا عشر ملکا — ابن جریر نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ جب سیدنا موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مولٰی عزوجل نے رسول کرکے فرعون کی طرف بھیجا موسٰی علیہ السلام چلے تو ندا ہُوئی مگر اے موسٰی! فرعون ایمان نہ لائے گا۔ موسٰی علیہ السلام نے دل

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۶
[2] القرآن الکریم ۱۸/ ۶
[3] 〃 ۲۴/ ۵۴
[4] 〃 ۲۶/ ۱۰۹

من علماء الملٰئکۃ، امضِ لما اُمرت بہ، فانا جھدنا ان نعلم ھذا فلم نعلمہ[1]

میں کہا پھر میرے جاننے سے کیا فائدہ ہے؟ اس پر بارہ[12] علماء ملائکہ عِظام علیہم الصّلوٰۃ والسلام نے کہا اے موسٰی! آپ کو جہاں کا حکم ہے جائیے۔ یہ وہ راز ہے کہ باوصفِ کوشش آج تک ہم پر بھی نہ کُھلا۔

اور آخر نفعِ بعثت سب نے دیکھ لیا کہ دشمنانِ خدا ہلاک ہوئے، دوستانِ خدا نے ان کی غلامی، ان کے عذاب سے نجات پائی۔ ایک جلسے میں ستّر ہزار ساحر سجدہ میں گر گئے اور ایک زبان بولے،

اٰمنا برب العٰلمین رب موسٰی وھارون[2]

ہم اس پر ایمان لائے جو رب ہے سارے جہان کا، رب ہے موسٰی وہارون کا۔

مولٰی عزّوجل قادر تھا اور ہے کہ بے کسی نبی وکتاب کے تمام جہان کو ایک آن میں ہدایت فرما دے۔

ولو شاء اللّٰہ لجمعھم علی الھدٰی فلا تکونن من الجٰھلین[3]

اور اللہ چاہتا تو انھیں ہدایت پر اکٹھا کر دیتا تو اے سُننے والے! تُو ہرگز نادان نہ بن۔ (ت)

مگر اس نے دنیا کو عالَمِ اسباب بنایا ہے اور ہر نعمت میں اپنی حکمتِ بالغہ کے مطابق مختلف حصہ رکھا ہے وہ چاہتا تو انسان وغیرہ جانداروں کو بھوک ہی نہ لگتی، یا بھوکے ہوتے تو کسی کا صرف نام پاک لینے سے، کسی کا ہوا سُونگھنے سے پیٹ بھرتا۔ زمین جوتنے سے روٹی پکانے تک جو سخت مشقتیں پڑتی ہیں کسی کو نہ ہوتیں۔ مگر اس نے یونہی چاہا اور اس میں بھی بے شمار اختلاف رکھا کسی کو اتنا دیا کہ لاکھوں پیٹ اس کے دَر سے پلتے ہیں۔ اور کسی پر اس کے اہل وعیال کے ساتھ تین تین فاقے گزرتے ہیں۔

غرض ہر چیز میں اھم یقسمون رحمۃ ربك ط نحن قسمنا بینھم[4] (کیا تمھارے رب کی رحمت وہ بانٹتے ہیں، ہم نے ان میں ان کی زلیست کا سامان دنیا کی زندگی میں بانٹا۔ ت) کی نیرنگیاں ہیں۔ احمق بدعقل یا اجہل بددین وہ اس کے ناموس میں چُون وچرا کرے کہ یُوں کیوں کیا، یوں کیوں نہ کیا؟ ـــ سنتا ہے اسکی شان ہے یفعل اللّٰہ مایشاء[5] اللہ جو چاہے کرتا ہے ـــ اس کی شان ہے ان اللّٰہ یحکم مایرید[6] اللہ

---

[1]

[2] القرآن الکریم ۷/ ۱۲۱ و ۱۲۲ — [3] القرآن الکریم ۶/ ۳۵

[4] " " ۴۳/ ۳۲ — [5] " " ۱۴/ ۲۷

[6] " " ۵/ ۱

جو چاہے حکم فرماتا ہے۔ اس کی شان ہے لایسئل عمّا یفعل وھم یسئلون[1] وہ جو کچھ کرے اس سے کوئی پُوچھنے والا نہیں۔ اور سب سے سوال ہوگا۔

زید نے روپے کی ہزار اینٹیں خریدیں، پانسو مسجد میں لگائیں، پانسو پاخانہ کی زمین اور قدمچوں میں۔ کیا اس سے کوئی اُلجھ سکتا ہے کہ ایک ہاتھ کی بنائی ہوئی، ایک مٹی سے بنی ہوئی، ایک آوے سے پکی ہُوئی ایک روپے کی مول لی ہوئی ہزار اینٹیں تھیں۔ اُن پانسو میں کیا خوبی تھی کہ مسجد میں صرف کیں؟ اور ان میں کیا عیب تھا کہ جائے نجاست میں رکھیں۔ اگر کوئی احمق اس سے پُوچھے بھی تو وہ یہی کہے گا کہ میری مِلک تھیں مَیں نے جو چاہا کیا۔

جب مجازی جُھوٹی مِلک کا یہ حال ہے تو حقیقی سچّی مِلک کا کیا پُوچھنا۔ ہمارا اور ہماری جان و مال اور تمام جہان کا وُہ ایک اکیلا پاک نرالا سچّا مالک ہے۔ اس کے کام، اس کے احکام میں کسی کو مجالِ دم زدن کیا معنی! کیا کوئی اس کا ہمسر یا اس پر افسر ہے جو اس سے کیوں اور کیا کہے۔ مالک علی الاطلاق ہے، بے اشتراک ہے، جو چاہا کیا اور جو چاہے کرے گا۔ ذلیل فقیر بے حیثیت حقیر اگر بادشاہِ جبار سے اُلجھے تو اس کا سر کھُجایا ہے، شامت نے گھیرا ہے۔ اس سے ہر عاقل یہی کہے گا کہ او بدعقل بے ادب! اپنی حد پر رہ۔ جب یقیناً معلوم ہے کہ بادشاہ کمالِ عادل اور جمیع کمالِ صفات میں یکتا و کامل ہے تو تجھے اس کے احکام میں دخل دینے کی کیا مجال! ؎

گدائے خاک نشینی تو حافظا مخروش نظامِ مملکتِ خویش خسرواں دانند[2]

(تو خاک نشین گدا گر ہے اے حافظ! شور مت کر، اپنی سلطنت کے نظام کو بادشاہ جانتے ہیں۔ ت)

افسوس کہ دُنیوی، مجازی، جھُوٹے بادشاہوں کی نسبت تو آدمی کو یہ خیال ہو اور ملک الملوک بادشاہِ حقیقی جل جلالہ کے احکام میں رائے زنی کرے۔ سلاطین تو سلاطین اپنا برابر والا بلکہ اپنے سے بھی کم رتبہ شخص بلکہ اپنا نوکر یا غلام جب کسی صفت کا استاد ماہر ہو اور خود یہ شخص اس سے آگاہ نہیں تو اس کے اکثر کاموں کو ہرگز نہ سمجھ سکے گا۔ یہ اُتنا اِدراک ہی نہیں رکھتا۔ مگر عقل سے حصہ ہے تو اس پر معترض بھی نہ ہوگا۔ جان لے گا کہ یہ اِس کام کا استاد و حکیم ہے، میرا خیال وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۱/ ۲۳

[2] دیوانِ حافظ ردیف شین معجمہ سب رنگ کتاب گھر دہلی ص ۲۵۸

غرض اپنی فہم کو قاصر جانے گا نہ کہ اس کی حکمت کو۔ پھر ربّ الارباب، حکیم حقیقی، عالم السر والخفی عزّ جلالہٗ کے اسرار میں خوض کرنا اور جو سمجھ میں نہ آئے اس پر معترض ہونا اگر بے دینی نہیں جنون ہے۔ اگر جنون نہیں بے دینی ہے، والعیاذ باللہ ربّ العٰلمین۔

اے عزیز! کسی بات کو حق جاننے کے لئے اس کی حقیقت جاننی لازم نہیں ہوتی۔ دنیا جانتی ہے کہ مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے، اور مقناطیسی قوت دیا ہوا لوہا ستارۂ قطب کی طرف توجہ کرتا ہے۔ مگر اس کی حقیقت و کُنہ کوئی نہیں بتا سکتا کہ اِس خاکی لوہے اور اُس افلاکی ستارے میں کہ یہاں سے کروڑوں میل دُور ہے باہم کیا اُلفت؟ اور کیونکر اُسے اس کی جہت کا شعور ہے؟ ـــــ اور ایک یہی نہیں عالم میں ہزاروں ایسے عجائب ہیں کہ بڑے بڑے فلاسفہ خاک چھان کر مر گئے اور اُن کی کُنہ نہ پائی ـــــ پھر اس سے اُن باتوں کا انکار نہیں ہو سکتا۔ آدمی اپنی جان ہی کو بتائے وہ کیا شے ہے جسے یہ "میں" کہتا ہے؟ اور کیا چیز جب نکل جاتی ہے تو یہ مٹی کا ڈھیر بے حِس و حرکت رہ جاتا ہے۔

اللہ جلّ جلالہٗ فرقانِ حکیم میں فرماتا ہے:

وما تشاءون الا ان یشاء اللہ ربّ العٰلمین[1]	تم کیا چاہو، مگر یہ کہ چاہے اللہ رب سارے جہان کا۔

اور فرماتا ہے:

ھل من خالق غیر اللہ[2]	کیا کوئی اور بھی کسی چیز کا خالق ہے سوا اللہ کے۔

اور فرماتا ہے:

لہ الخیرۃ[3]	اختیارِ خاص اسی کو ہے۔

اور فرماتا ہے:

الا لہ الخلق والامر تبٰرک اللہ ربّ العٰلمین[4]	سُنتے ہو! پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کے لئے ہے، بڑی برکت والا ہے اللہ مالک سارے جہان کا۔

یہ آیاتِ کریمہ صاف ارشاد فرما رہی ہیں کہ پیدا کرنا، عدم سے وجود میں لانا خاص اُسی کا کام ہے، دوسرے کو اس میں اصلاً (بالکل) شرکت نہیں، نیز اصل اختیار اُسی کا ہے، نیز بے اس کی مشیئت کے

---

[1] القرآن الکریم ۸۱/۲۹ [2] القرآن الکریم ۳۵/۳

[3] " " ۲۸/۶۸ و ۳۳/۳۶ [4] " " ۷/۵۴

کسی کی مشیت نہیں ہو سکتی۔

اور وہی مالک و مولیٰ جلّ و علا اسی قرآن کریم میں فرماتا ہے:

ذٰلك جزینٰھم ببغیھم وانا لصٰدقون[1] یہ ہم نے ان کی سرکشی کا بدلہ انھیں دیا، اور بیشک بالیقین ہم سچے ہیں۔

اور فرماتا ہے:

وماظلمنٰھم ولٰکن کانوا انفسھم یظلمون[2] ہم نے اُن پر کچھ ظلم نہ کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

اور فرماتا ہے:

اعملوا ما شئتم انه بما تعملون بصیر[3] جو تمھارا جی چاہے کئے جاؤ اللہ تمھارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔

اور فرماتا ہے:

وقل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر انا اعتدنا للظّٰلمین نارًا احاط بھم سرادقھا[4] اے نبی! تم فرمادو کہ حق تمھارے رب کے پاس سے ہے تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے، بیشک ہم نے ظالموں کے لئے وہ آگ تیار کر رکھی ہے جس کے سَراپردے انھیں گھیریں گے، ہر طرف آگ ہی آگ ہوگی۔

اور فرماتا ہے:

قال قرینه ربنا ما اطغیته ولٰکن کان فی ضلٰل بعید ط قال لا تختصموا لدیّ وقد قدمت الیکم بالوعید ط ما یبدّل القول لدیّ وما انا کافر کا ساتھی شیطان بولا اے رب ہمارے! میں نے انھیں سرکش نہ کردیا تھا یہ آپ ہی دُور کی گمراہی میں تھا۔ رب عزّوجل نے فرمایا میرے حضور فضول جھگڑا نہ کرو، میں تو تمھیں پہلے ہی سزا کا ڈر سُنا چکا تھا، میرے یہاں بات بدلی نہیں جاتی، اور نہ میں

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۴۶
[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۸
[3] " ۴۱/ ۴۰
[4] " ۱۸/ ۲۹

بظلّامٍ للعبید[1] بندوں پر ظلم کروں۔

یہ آیتیں صاف ارشاد فرمارہی ہیں کہ بندہ خود ہی اپنی جان پر ظلم کرتا ہے، وہ اپنی ہی کرنی بھرتا ہے وہ ایک حرام کا اختیار وارادہ ضرور رکھتا ہے۔ اب دونوں قسم کی سب آیتیں قطعاً مسلمان کا ایمان ہیں ـــ بے شک بے شبہہ بندہ کے افعال کا خالق بھی خدا ہی ہے، بے شک بندہ بے ارادہ الٰہیہ کچھ نہیں کرسکتا، اور بے شک بندہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے، بے شک وہ اپنی ہی بداعمالیوں کے سبب مستحقِ سزا ہے۔

یہ دونوں باتیں جمع نہیں ہوسکتیں مگر یونہی کہ عقیدۂ اہلِ سنّت وجماعت پر ایمان لایا جائے۔ وہ کیا ہے؟ وہ جو اہلِ سنّت کے سردار ومولیٰ، امیر المؤمنین علی مرتضی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم نے انھیں تعلیم فرمایا۔

ابو نعیم حلیۃ الاولیاء میں بطریق امام شافعی عن یحیٰی بن سلیم امام جعفر صادق سے، وہ حضرت امام باقر، وہ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار، وہ امیر المؤمنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی:

انہ خطب الناس یومًا (فذکر خطبتہ ثم قال) فقام الیہ رجل ممن کان شھد معہ الجمل، فقال یا امیر المؤمنین اَخبرنا عن القدر، فقال بحرٌ عمیق فلا تلجہ، قال یا امیر المؤمنین اخبرنا عن القدر، قال سرُّ اللہ فلا تتکلّفہ، قال یا امیر المومنین اخبرنا عن القدر، قال اما اذا ابیت فانہ امرٌ بین امرین لاجبرٌ ولاتفویض، قال یا امیر المومنین اِنّ فلانا یقول بالاستطاعۃ، وھو حاضرکَ فقال علیّ بہ فاقاموہ، فلما راٰہ، سل سیفہ قدر اربعِ اصابع، فقال الاستطاعۃ تملکھا

یعنی ایک دن امیر المؤمنین خطبہ فرمارہے تھے، ایک شخص نے کہ واقعۂ جمل میں امیر المؤمنین کے ساتھ تھے کھڑے ہو کر عرض کی: یا امیر المؤمنین! ہمیں مسئلۂ تقدیر سے خبر دیجئے۔ فرمایا: گہرا دریا ہے اس میں قدم نہ رکھ۔ عرض کی: یا امیر المؤمنین! ہمیں خبر دیجئے۔ فرمایا: اللہ کا راز ہے زبردستی اس کا بوجھ نہ اٹھا۔ عرض کی: یا امیر المؤمنین! ہمیں خبر دیجئے۔ فرمایا: اگر نہیں مانتا تو ایک امر ہے دو امروں کے درمیان، نہ آدمی مجبورِ محض ہے نہ اختیار اُسے سپرد ہے۔ عرض کی: یا امیر المؤمنین! فلاں شخص کہتا ہے کہ آدمی اپنی قدرت سے کام کرتا ہے اور وہ حضور میں حاضر ہے۔ مولیٰ علی نے فرمایا: میرے سامنے لاؤ۔ لوگوں نے اسے کھڑا کیا۔ جب امیر المؤمنین نے اُسے دیکھا تیغِ مبارک چار انگل کے قدر نیام سے

---

[1] القرآن الکریم ۵۰/ ۲۷ تا ۲۹

مع اللہ او من دون اللہ ؟ وایاک ان تقول احدھما فتزندق فاضرب عنقک ، قال فما اقول یاامیرالمؤمنین قال قل املکھا باللہ الذی ان شاء ملکنیھا۔[1]

نکال لی اور فرمایا: کام کی قدرت کا تو خدا کے ساتھ مالک ہے یا خدا سے جُدا مالک ہے ؟ اور سنتا ہے خبردار ان دونوں میں سے کوئی بات نہ کہنا کہ کافر ہو جائیگا اور میں تیری گردن مار دوں گا۔ اس نے کہا، یاامیرالمؤمنین! پھر میں کیا کہوں ؟ فرمایا: یُوں کہہ کر اس خدا کے دیے سے اختیار رکھتا ہُوں کہ اگر وُہ چاہے تو مجھے اختیار دے بے اس کی مشیت کے مجھے کچھ اختیار نہیں۔

بس یہی عقیدۂ اہل سنت ہے کہ انسان پتھر کی طرح مجبور محض ہے نہ خود مختار، بلکہ اِن دونوں کے بیچ میں ایک حالت ہے جس کی کُنہ رازِ خدا اور ایک نہایت عمیق دریا ہے ـــــ اللہ عزّوجل کی بے شمار رضائیں امیرالمؤمنین علی پر نازل ہوں کہ اِن دونوں الجھنوں کو دو فقروں میں صاف فرما دیا۔ ایک صاحب نے اسی بارے میں سوال کیا کہ کیا معاصی بھی بے ارادۂ الٰہیہ واقع نہیں ہوتے ؟ فرمایا تو کیا کوئی زبردستی اس کی معصیت کرلے گا اَفَیُعْصٰی قَھْرًا یعنی وہ نہ چاہتا تھا کہ اس سے گناہ ہو مگر اس نے کر ہی لیا تو اس کا ارادہ زبردست پڑا معاذاللہ خدا بھی دُنیا کے مجازی بادشاہوں کی طرح ہُوا کہ وُہ ڈاکوؤں، چوروں کا بہتیرا بندوبست کریں پھر بھی ڈاکو اور چور اپنا کام کر ہی گزرتے ہیں۔ حاشا وہ مالکِ الملوک بادشاہِ حقیقی قادرِ مطلق ہرگز ایسا نہیں کہ اُس کے مُلک میں بے اس کے حکم کے ایک ذرّہ جنبش کرسکے۔ وہ صاحب کہتے ہیں فکانما اَلْقَمَنِی حَجَرًا[2] مولیٰ علی نے یہ جواب دے کر گویا میرے منہ میں پتھر رکھ دیا کہ آگے کچھ کہتے بن ہی نہ پڑا۔ عمرو بن عُبَید معتزلی کہ بندے کے افعال خدا کے ارادہ سے نہ جانتا تھا خود کہتا ہے کہ مجھے کسی نے ایسا الزام نہ دیا جیسا ایک مجوسی نے دیا جو میرے ساتھ جہاز میں تھا، میں نے کہا تُو مسلمان کیوں نہیں ہوتا ؟ ـ کہا خدا نہیں چاہتا۔ میں نے کہا خدا تو چاہتا ہے مگر شیطان تجھے نہیں چھوڑتے۔ کہا تو میں شریکِ غالب کے ساتھ ہوں ـــــ اسی ناپاک شناعت کے رُد کی طرف مولیٰ علی نے اشارہ فرمایا کہ وہ نہ چاہے تو کیا کوئی زبردستی اس کی معصیت کرلے گا ؟ ـــــ باقی رہا اس مجوسی کا عذر، وہ بعینہٖ ایسا ہے کہ کوئی بھوکا ہے بھوک سے دَم نکلا جاتا ہے کھانا سامنے رکھا ہے اور نہیں کھاتا کہ خدا کا ارادہ نہیں، اس کا ارادہ ہوتا

---

[1] حلیۃ الاولیاء
[2] قول مولیٰ علی

تو میں ضرور کھالیتا۔ اس احمق سے یہی کہا جائے گا کہ خدا کا ارادہ نہ ہونا تُو نے کاہے سے جانا؟ — اسی سے کہ تُو نہیں کھاتا، تُو کھانے کا قصد تو کر، دیکھ تو ارادۂ الٰہیہ سے کھانا ہو جائے گا۔ ایسی اوندھی مت اُسی کو آتی ہے جس پر موت سوار ہے — غرض مولٰی علی نے یہ تو اس کا فیصلہ فرمایا کہ جو کچھ ہوتا ہے بے ارادۂ الٰہیہ نہیں ہوسکتا۔

دوسری بات کہ جزا و سزا کیوں ہے! — اس کا یُوں فیصلہ ارشاد ہوا، ابن ابی حاتم و اصبہانی و لالکائی و خلعی حضرت امام جعفر صادق وہ اپنے والد ماجد حضرت امام باقر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں:

قال قیل لعلی بن ابی طالب ان ھٰھنا رجلا یتکلم فی المشیئۃ فقال لہ علی یا عبد اللہ خلقك اللہ لما یشاء او لما شئت؟ قال بل لما یشاء قال فیمرضك اذا شاء او اذا شئت؟ قال بل اذا شاء، قال فیمیتك اذا شاء او اذا شئت؟ قال اذا شاء، قال فیدخلك حیث شاء او حیث شئت؟ قال بل حیث یشاء، قال واللہ لو قلت غیر ذٰلك لضربت الذی فیہ عیناك بالسیف۔ ثم تلا علی "وما تشاءون الا ان یشاء اللہ ھو اھل التقوٰی واھل المغفرۃ۔"[1]

مولٰی علی سے عرض کی گئی کہ یہاں ایک شخص مشیت میں گفتگو کرتا ہے۔ مولٰی علی نے اس سے فرمایا، اے خدا کے بندے! خدا نے تجھے اس لئے پیدا کیا جس لئے اُس نے چاہا یا اس لئے جس لئے تُو نے چاہا؟ کہا: جس لئے اس نے چاہا۔ فرمایا: تجھے جب وہ چاہے بیمار کرتا ہے یا جب تُو چاہے؟ کہا: بلکہ جب وہ چاہے۔ فرمایا: تجھے اس وقت وفات دے گا جب وہ چاہے یا جب تُو چاہے؟ کہا جب وہ چاہے۔ فرمایا، تو تجھے وہاں بھیجے گا جہاں وہ چاہے یا جہاں تُو چاہے؟ کہا: جہاں وہ چاہے۔ فرمایا: خدا کی قسم تُو اس کے سوا کچھ اور کہتا تو یہ جس میں تیری آنکھیں ہیں (یعنی تیرا سر) تلوار سے مار دیتا۔ پھر مولٰی علی نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: "اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ اللہ چاہے وہ تقوٰی کا مستحق اور گناہ عفو فرمانے والا ہے۔"

خلاصہ یہ کہ جو چاہا کیا اور جو چاہے گا کرے، بناتے وقت تجھ سے مشورہ نہ لیا تھا بھیجتے وقت بھی

---

[1] الدر المنثور بحوالہ ابن ابی حاتم واللالکائی فی السنۃ والخلعی فی فوائدہ عن علی تحت الآیۃ ۲۲/۲۳ دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/۱۸ و ۱۹

نہ لے گا، تمام عالم اسی کی ملک ہے، اور مالک سے دربارۂ ملک سوال نہیں ہوسکتا۔

ابن عساکر نے حارث ہمدانی سے روایت کی ایک شخص نے آکر امیر المؤمنین مولیٰ علی سے عرض کی، یاامیر المؤمنین! مجھے مسئلۂ تقدیر سے خبر دیجئے۔ فرمایا، تاریک راستہ ہے اس میں نہ چل۔ عرض کی یاامیر المؤمنین! مجھے خبر دیجئے۔ فرمایا، گہرا سمندر ہے اس میں قدم نہ رکھ۔ عرض کی، یاامیر المؤمنین! مجھے خبر دیجئے۔ فرمایا، اللہ کا راز ہے تجھ پر پوشیدہ ہے اسے نہ کھول۔ عرض کی، یاامیر المؤمنین! مجھے خبر دیجئے۔ فرمایا، ان اللہ خالقك کماشاء اوکما شئت اللہ نے تجھے جیسا اس نے چاہا بنایا یا جیسا تُو نے چاہا؟۔ عرض کی، جیسا اُس نے چاہا۔ فرمایا، فیستعملك کماشاء اوکما شئت تو تجھ سے کام ویسا لے گا جیسا وُہ چاہے یا جیسا تُو چاہے؟ عرض کی، جیسا وُہ چاہے۔ فرمایا، فیبعثك یوم القیٰمۃ کما شاء اوکما شئت تجھے قیامت کے دن جس طرح وہ چاہے اُٹھائے گا یا جس طرح تُو چاہے؟۔ کہا، جس طرح وہ چاہے۔ فرمایا، ایھا السائل تقول لاحول ولاقوۃ الابمن اے سائل! تُو کہتا ہے کہ نہ طاقت ہے نہ قوت ہے مگر کس کی ذات سے؟۔ کہا، اللہ علیِ عظیم کی ذات سے۔ فرمایا، تُو اس کی تفسیر جانتا ہے؟۔ عرض کی، امیر المؤمنین کو جو علم اللہ نے دیا ہے اس سے مجھے تعلیم فرمائیں۔ فرمایا، اِنّ تفسیرھا لایقدر علیٰ طاعۃ اللہ ولایکون قوۃ فی معصیۃ اللہ فی الامرین جمیعا الّا باللہ اس کی تفسیر یہ ہے کہ نہ طاعت کی طاقت، نہ معصیت کی قوت، دونوں اللہ ہی کے دیے سے ہیں۔ پھر فرمایا، ایھا السائل الك مع اللہ مشیّۃ او دون اللہ مشیّۃ، فان قلت انّ لك دون اللہ مشیّۃ، فقد اکتفیت بھا عن مشیّۃ اللہ وان زعمت انّ لك فوق اللہ مشیّۃ فقد ادّعیت مع اللہ شرکًا فی مشیتہ اے سائل! تجھے خدا کے ساتھ اپنے کام کا اختیار ہے یا بے خدا کے؟ اگر تُو کہے کہ بے خدا کے تجھے اختیار حاصل ہے تو تُو نے ارادۂ الٰہیہ کی کچھ حاجت نہ رکھی، جو چاہے خود اپنے ارادے سے کرلے گا، خدا چاہے یا نہ چاہے، اور یہ سمجھے کہ خدا سے اوپر تجھے اختیار حاصل ہے تو تُو نے اللہ کے ارادے میں اپنے شریک ہونے کا دعوٰی کیا۔ پھر فرمایا، ایھا السائل اللہ یشج ویداوی فمنہ الدّاء ومنہ الدّواء اعقلت عن اللہ امرہٗ اے سائل! بیشک اللہ زخم پہنچاتا ہے اور اللہ ہی دوا دیتا ہے تو اُسی سے مرض ہے اور اسی سے دوا، کیوں تُو نے اب تو اللہ کا حکم سمجھ لیا؟۔ اس نے عرض کی، ہاں!۔ حاضرین سے فرمایا، الاٰن اسلم اخوکم فقوموا فصافحوہ اب تمہارا یہ بھائی مسلمان ہوا، کھڑے ہو اس سے مصافحہ کرو۔ پھر فرمایا، لوانّ عندی رجلا من القدریۃ لاخذت برقبتہٖ ثم لا ازال اجرھا حتی اقطعھا فانھم یھود ھٰذہ الامۃ ونصارٰھا ومجوسھا اگر میرے پاس کوئی شخص ہو جو انسان کو اپنے افعال کا خالق

جانتا اور تقدیر الٰہی سے وقوعِ طاعت ومعصیت کا انکار کرتا ہو تو میں اس کی گردن پکڑ کر دبوچتا رہوں گا یہاں تک کہ الگ کاٹ دوں، اس لئے کہ وہ اس اُمت کے یہودی و نصرانی و مجوسی ہیں۔

یہودی اس لئے فرمایا کہ ان پر خدا کا غضب ہے اور یہود مغضوب علیہم ہیں، اور نصرانی و مجوسی اس لئے فرمایا کہ نصارٰی تین خدا مانتے ہیں۔ مجوسی یزدان و اَہرمَن دو خالق مانتے ہیں۔ یہ بے شمار خالقوں پر ایمان لارہے ہیں کہ ہر جِنّ و اِنس کو اپنے اپنے افعال کا خالق گا رہے ہیں، والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔

یہ اِس مسئلہ میں اجمالی کلام ہے، مگر ان شاء اللہ تعالٰی کافی ووافی وشافی جس سے ہدایت والے ہدایت پائیں گے، اور ہدایت اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔ وللہ الحمد واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

رسالہ

ثلج الصدر لایمان القدر

ختم ہوا

رسالہ

التحبیر بباب التدبیر

۱۳۰۵ھ

(آرائشِ کلام مسئلۂ تدبیر کے بارے میں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

مسئلہ ۱۲۲ مسئولہ مولوی اﷲ یار خاں صاحب ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خالد یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ جو کچھ کام بھلا یا بُرا ہوتا ہے سب خدا کی تقدیر سے ہوتا ہے۔ اور تدبیرات کو کارِ دُنیوی و اُخروی میں امرِ مستحسن اور بہتر جانتا ہے۔

ولید خالد کو بوجہ مستحسن جاننے تدبیرات کے کافر کہتا ہے، بلکہ اسے کافر سمجھ کر سلام وجوابِ سلام بھی ترک کردیا، اور کہتا ہے کہ تدبیر کوئی چیز نہیں، بالکل واہیات ہے، اور جو اشخاص اپنے اطفال کو پڑھاتے لکھاتے ہیں (خواہ عربی خواہ انگریزی) وہ جھک مارتے ہیں، گُوہ کھاتے ہیں، کیونکہ پڑھنا لکھنا تدبیر میں داخل ہے۔

پس ولید نے خالد کو جو کافر کہا تو وہ کافر ہے یا نہیں ؛ اور نہیں ہے تو کہنے والے کے لئے کیا گناہ و تعزیر ہے؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا (بیان فرماؤ اجر دیئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد ﷲ الذی قدّر الکائنات وربط بالاسباب المسبّبات، والصلٰوۃ والسلام علٰی سید المتوکلین سِرًّا و جھرًا، و امام العالمین والمدبّرات امرًا، وعلٰی اٰلہٖ وصحبہ الذین باطنھم توکل، و ظاھرھم فی الکدّ والعمل۔

تمام تعریف اللہ کے لئے جس نے تمام ہونے والی چیزیں مقدر فرمائیں اور مسبّبات کا اسباب سے ربط رکھا اور درود و سلام خفیہ اور علانیہ توکل کرنے والوں کے سردار اور تمام عالموں کے امام پر اور ان پر جو کام کی تدبیر کرنیوالے ہیں اور ان کی آل و اصحاب پر جن کا باطن متوکل ہے اور ان کا ظاہر محنت و عمل میں لگا ہوا ہے۔ (ت)

بیشک خالد سچا، اور اس کا یہ عقیدہ خاص اہلِ حق کا عقیدہ ہے۔ فی الواقع عالم میں جو کچھ ہوتا ہے سب اللہ جل جلالہ کی تقدیر سے ہے۔

قال تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا):

کل صغیر وکبیر مستطر[1] ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔ (ت)

وقال تعالٰی (اور اللہ تعالٰی نے فرمایا):

وکل شیئ احصینٰہ فی امام مبین[2] اور ہر چیز ہم نے گن رکھی ہے ایک بتانے والی کتاب میں۔ (ت)

وقال تعالٰی (اور اللہ تعالٰی نے فرمایا):

ولا رطب ولا یابس الّا فی کتاب مبین[3] اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک جو ایک روشن کتاب میں لکھا نہ ہو۔ (ت)

الٰی غیر ذٰلک من الاٰیات والاحادیث (اس کے علاوہ اور بھی آیات و احادیث ہیں۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵۴/ ۵۳
[2] القرآن الکریم ۳۶/ ۱۲
[3] القرآن الکریم ۶/ ۵۹

20

مگر تدبیر زنہار معطل نہیں۔ دنیا عالمِ اسباب ہے۔ رب جل مجدہٗ نے اپنی حکمتِ بالغہ کے مطابق اس میں مسببات کو اسباب سے ربط دیا۔ اور سنّتِ الٰہیہ جاری ہوئی کہ سبب کے بعد مُسَبَّب پیدا ہو۔

جس طرح تقدیر کو بھول کر تدبیر پر پھولنا کفار کی خصلت ہے یونہی تدبیر کو محض عَبَث و مَطرود و فضول و مردود بتانا کسی کھلے گمراہ یا سچے مجنون کا کام ہے، جس کی رُو سے صدہا آیات و احادیث سے اعراض اور انبیاء و صحابہ و ائمہ و اولیاء سب پر طعن واعتراض لازم آتا ہے۔ حضرات مرسلین صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہم اجمعین (اللہ کے درود و سلام ہوں ان سب پر) سے زیادہ کس کا توکّل اور ان سے بڑھ کر تقدیر الٰہی پر کس کا ایمان۔ پھر وہ بھی ہمیشہ تدبیر فرماتے اور اس کی راہیں بتاتے اور خود کسبِ حلال میں سعی کرکے رزقِ طیب کھاتے۔

(۱) داؤد علیہ السلام زِرہیں بناتے۔ قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

وعلّمنٰه صنعة لبوس لكم لتحصنكم من بأسكم فهل انتم شاكرون[1]	اور ہم نے اُسے تمہارا ایک پہناوا بنانا سکھایا کہ تمہیں تمہاری آنچ سے بچائے، تو کیا تم شکر کرو گے۔ (ت)

(۲) وقال تعالٰی (اور اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

والنّاله الحديد ان اعمل سٰبغٰت وقدّر فی السرد واعملوا صٰلحا انی بما تعملون بصير[2]	اور ہم نے اس کے لئے لوہا نرم کیا کہ وسیع زرہیں بنا اور بنانے میں اندازے کا لحاظ رکھ۔ اور تم سب نیکی کرو بے شک میں تمہارے کام دیکھ رہا ہوں۔ (ت)

(۳) موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دس برس شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بکریاں اُجرت پر چرائیں۔ قال تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

قال انی ارید ان انكحك احدى ابنتی هاتين علٰی ان تأجرنی ثمٰنی حجج ۚ فان اتممت عشرا فمن عندك ۚ وما اريد ان اشق عليك ستجدنی	کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنی دونوں بیٹیوں میں سے ایک تمہیں بیاہ دوں اس مہر پر کہ تم آٹھ برس میری ملازمت کرو، پھر اگر پورے دس برس کر لو تو تمہاری طرف سے ہے اور تمہیں مشقت میں ڈالنا

---

[1] القرآن الکریم ۲۱/ ۸۰

[2] " ۳۴/ ۱۰ و ۱۱

ان شاء اللہ من الصّٰلحین ○ قال ذٰلک بینی و بینک ایما الاجلین قضیت فلا عدوان علیّ واللہ علٰی ما نقول وکیل ○ فلما قضٰی موسی الاجل وسار باھلہ[1]۔ الآیۃ

نہیں چاہتا قریب ہے ان شاء اللہ تم مجھے نیکوں میں پاؤ گے۔ موسٰی نے کہا یہ میرے اور آپ کے درمیان اقرار ہوچکا میں ان دونوں میں جو میعاد پوری کردوں تو مجھ پر کوئی مطالبہ نہیں۔ اور ہمارے اس کہے پر اللہ کا ذمہ ہے۔ پھر جب موسٰی نے اپنی میعاد پوری کردی اور اپنی بیوی کو لے کر چلا۔ (ت)

خود حضور پُرنور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا مال بطور مُضاربت لے کر شام کو تشریف فرما ہوئے۔ حضرت امیر المومنین عثمان غنی وحضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہما بڑے نامی گرامی تاجر تھے۔ حضرت امام اعظم قُدِّسَ سِرُّہُ الْاَکْرَم بزّازی کرتے۔ بلکہ ولید منکرِ تدبیر خود کیا تدبیر سے خالی ہوگا؟ ہم نے فرض کیا کہ وہ زراعت، تجارت، نوکری، حرفت کچھ نہ کرتا ہو آخر اپنے لئے کھانا پکاتا یا پکواتا ہوگا ــــ آٹا پیسنا، گوندھنا، پکانا یہ کیا تدبیر نہیں ہے؟ــــ یہ بھی جانے دیجئے اگر بغیر اس کے سوال یا اشارہ و ایما کے خود بخود پکی پکائی اسے مل جاتی ہو، تاہم نوالہ بنانا، منہ تک لانا، چبانا، نگلنا یہ بھی تدبیر ــــ تدبیر کو معطل کرے تو اِس سے بھی باز آئے کہ تقدیرِ الٰہی میں زندگی لکھی ہے بے کھائے جئے گا یا قدرتِ الٰہی سے پیٹ بھر جائے گا یا خود بخود کھانا معدے میں چلا جائے گا، ورنہ ان باتوں سے بھی کچھ حاصل نہ ہوگا کہ مذہب اہلسنت میں نہ پانی پیاس بجھاتا ہے نہ کھانا بھوک کھوتا ہے ــــ بلکہ یہ سب اسباب عادیہ ہیں جن سے اللہ تعالٰی نے مسبّبات کو مربوط فرمایا، اور اپنی عادت جاریہ کے مطابق ان کے بعد سیری وسیرابی فرماتا ہے ــــ وہ نہ چاہے تو گھڑے چڑھائے، دھڑیوں[عہ1] کھا جائے کچھ مفید نہ ہوگا ــــ آخر مرضِ استسقاء وجوع البقر[عہ2] میں کیا ہوتا ہے ــــ وہی کھانا، پانی جو پہلے سیر وسیراب کرتا تھا اب کیوں محض بیکار جاتا ہے۔ اور اگر وہ چاہے تو بے کھائے پئے بھوک پیاس پاس نہ آئے، جیسے زمانۂ دجّال میں اہلِ ایمان کی پرورش فرمائے گا، اور ملائکہ کا بے آب و غذا زندگی کرنا کسے نہیں معلوم ــــ مگر یہ انسان میں خَرقِ عادت ہے، جس پر

عہ1: دھڑی: دس سیر یا پانچ سیر کا وزن ۱۲ مصباحی

عہ2: جوع البقر: اس بیماری میں کتنا بھی کھائے بھوک نہیں جاتی جس طرح استسقاء میں جس قدر بھی پئے پیاس نہیں جاتی۔ م

[1] القرآن الکریم ۲۸/ ۲۷ تا ۲۹

ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنا جہل وحماقت ــــ یہاں تک کہ اگر تقدیر پر بھروسے کا جھوٹا نام کرکے خورد ونوش کا عہد کرلے اور بھوک پیاس سے مرجائے، بیشک حرام موت مرے اور اللہ تعالٰی کا گنہگار ٹھہرے۔

مرگ بھی تو تقدیر سے ہے، پھر اللہ تعالٰی نے کیوں فرمایا:

(۴) ولاتلقوا بایدیکم الی التھلکۃ.[1] اپنے ہاتھوں اپنی جان ہلاکت میں نہ ڈالو۔

ع گرچہ مُردن مقدر است ولے تو مرو در دہان اژدہا[2]

(اگرچہ موت مقدر ہے لیکن از خود اژدہوں اور سانپوں کے منہ میں نہ جا۔ ت)

ہم نے مانا کہ ولید اپنے دعوے پر ایسا مضبوط ہو کہ یک لخت ترکِ اسباب کرکے پیمانِ واثق (پکا عہد) کرلے کہ اصلاً دست و پا نہ ہلائے، نہ اشارۃً نہ کنایۃً کسی تدبیر کے پاس جائے گا، خدا کے حکم سے پیٹ بھرے تو بہتر ورنہ مرنا قبول، تاہم اللہ تعالٰے سے سوال کرے گا، یہ کیا تدبیر نہیں کہ دُعا خود مؤثر حقیقی کب ہے؟ صرف حصولِ مراد کا ایک سبب ہے۔ اور تدبیر کا ہے کا نام ہے؟ــــ رب جل جلالہ فرماتا ہے:

(۵) وقال ربکم ادعونی استجب لکم.[3] تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔

وہ قادر تھا کہ بے دُعا مراد بخشے، پھر اس تدبیر کی طرف کیوں ہدایت فرمائی؟ اور وہ بھی اس تاکید کے ساتھ کہ حدیث میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

(حدیث ۱):

مَنْ لَّمْ یَدْعُ اللہَ غَضِبَ علیہ.[4] جو اللہ سے دُعا نہ کرے گا اللہ تعالٰے اس پر غضب

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۵

[2]

[3] القرآن الکریم ۴۰/ ۶۰

[4] المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الدعاء باب فی فضل الدعا حدیث ۹۲۱۸ ادارۃ القرآن کراچی ۱۰/ ۲۰۰
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۴۳
جامع الترمذی ابواب الدعوات باب منہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۷۳
سنن ابن ماجہ ابواب الدعاء باب فضل الدعاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۸۰
المستدرک للحاکم کتاب الدعاء باب من لم یدع اللہ الخ دار الفکر بیروت ۱/ ۴۹۱

رواہ الائمۃ احمد فی المسند و ابوبکر بن ابی شیبۃ واللفظ لہ فی المصنف، و البخاری فی الادب المفرد، والترمذی فی الجامع، و ابن ماجۃ فی السنن، والحاکم فی المستدرک عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

فرمائے گا۔ (اس کو ائمہ نے روایت کیا احمد نے مسند میں، ابوبکر بن ابی شیبہ نے مصنف میں اور لفظ اُسی کے ہیں، بخاری نے ادب المفرد میں، ترمذی نے جامع میں، ابن ماجہ نے سنن میں اور حاکم نے مستدرک میں ابوہریرہ سے۔ اللہ تعالٰی ان پر راضی ہو۔ ت)

بلکہ خلافت و سلطنت و قضا و جہاد و حدود و قصاص وغیرہا یہ تمام امورِ شرعیہ عینِ تدبیر ہیں کہ انتظامِ عالم و ترویجِ دین و دفعِ مفسدین کے لئے اس عالمِ اسباب میں مقرر ہوئے۔

(۶) قال تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم[1]

حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔ (ت)

(۷) وقال تعالٰی (اور اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ و یکون الدین کلہ للہ[2]

اور اُن سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فساد باقی نہ رہے اور سارا دین اللہ کا ہو جائے۔ (ت)

(۸) وقال تعالٰی (اور اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لفسدت الارض ولکن اللہ ذو فضل علی العٰلمین[3]

اور اگر اللہ لوگوں میں بعض سے بعض کو دفع نہ کرے تو ضرور زمین تباہ ہو جائے مگر اللہ سارے جہان پر فضل کرنے والا ہے (ت)

(۹) وقال تعالٰی (اور اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع و بیع وصلوات و مسٰجد یذکر فیھا

اور اللہ اگر آدمیوں میں ایک کو دوسرے سے دفع نہ فرماتا تو ضرور ڈھادی جاتیں خانقاہیں اور گرجے اور کلیسے اور مسجدیں جن میں اللہ کا بکثرت نام

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۵۹

[2] القرآن الکریم ۸/ ۳۹

[3] القرآن الکریم ۲/ ۲۵۱

اسم اللّٰہ کثیرا[1] | لیا جاتا ہے۔ (ت)

دیکھو صاف ارشاد فرمایا جاتا ہے کہ جہاد اسی لئے مقرر ہوا کہ فتنے فرو ہوں، اور دینِ حق پھیلے، اگر یہ نہ ہوتا تو زمین تباہ ہوجاتی اور مسجدیں اور عبادت خانے ڈھائے جاتے۔

(۱۰) وقال تعالٰی (اور اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

الّا تفعلوہ تکن فتنۃ فی الارض وفساد کبیر[2] | ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد ہوگا۔ (ت)

فتنہ کفر کی قوت، اور فسادِ کبیر ضعفِ اسلام۔

(۱۱) وقال تعالٰی (اور اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

ولکم فی القصاص حیٰوۃ یا اولی الالباب لعلکم تتقون[3] | اور خون کا بدلہ لینے میں تمہاری زندگی ہے اے عقلمندو کہ تم کہیں بچو۔ (ت)

یعنی خون کے بدلے خون لو گے تو مفسدوں کے ہاتھ رکیں گے، اور بے گناہوں کی جانیں بچیں گی، اور اسی لئے حد جاری کرتے وقت حکم ہوا کہ مسلمان جمع ہوکر دیکھیں تاکہ موجب عبرت ہو۔

(۱۲) قال تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

ولیشھد عذابھما طائفۃ من المؤمنین[4] | اور چاہئے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ حاضر ہو۔ (ت)

بلکہ اور ترقی کیجئے تو نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہا تمام اعمالِ دینیہ خود ایک تدبیر۔ اور رضائے الٰہی و ثواب نامتناہی ملنے، اور عذاب و غضب سے نجات پانے کے اسباب ہیں۔

(۱۳) قال تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

ومن اراد الاٰخرۃ وسعٰی لھا سعیھا وھو مؤمن فاولٰئک کان سعیھم مشکورا[5] | اور جو آخرت چاہے اور اس کی سی کوشش کرے اور ہو ایمان والا، تو انھیں کی کوشش ٹھکانے لگی۔ (ت)

اگرچہ ازل میں ٹھہر چکا کہ،

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۴۰
[2] القرآن الکریم ۸/ ۷۳
[3] " ۲/ ۱۷۹
[4] " ۲۴/ ۲
[5] " ۱۷/ ۱۹

فریق فی الجنۃ وفریق فی السعیر[1] ایک گروہ جنت میں ہے اور ایک گروہ دوزخ میں۔(ت)

پھر بھی اعمال فرض کئے کہ جس کے مقدر میں جو لکھا ہے اُسے وہی راہ آسان، اور اُسی کے اسباب مہیا ہو جائیں گے۔

قال تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ت):

فسنیسرہ للیسرٰی[2] تو بہت جلد ہم اُسے آسانی مہیا کر دینگے (ت)

وقال تعالٰی (اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا۔ت):

فسنیسرہ للعسرٰی[3] تو بہت جلد ہم اُسے دشواری مہیا کر دینگے (ت)

(حدیث ۲) اسی لئے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"دوزخی، جنتی سب لکھے ہُوئے ہیں، اور صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ! پھر ہم عمل کا ہے کو کریں، ہاتھ پاؤں چھوڑ بیٹھیں، کہ جو سعید ہیں آپ ہی سعید ہونگے اور جو شقی ہیں ناچار شقاوت پائیں گے۔ فرمایا: نہیں بلکہ عمل کئے جاؤ کہ ہر ایک جس گھر کے لئے بنا ہے اُسی کا راستہ اُسے سہل کر دیتے ہیں، سعید کو اعمالِ سعادت کا اور شقی کو افعالِ شقاوت کا۔ پھر حضور نے یہی دو۲ آیتیں تلاوت فرمائیں۔

اخرجہ الائمۃ احمد والبخاری ومسلم وغیرھم عن[4] امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ قال، کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی جنازۃ فاخذ شیئا فجعل ینکت بہ الارض فقال مامنکم من احد الا وقد کتب مقعدہ من النار ومقعدہ من الجنۃ۔ قالوا یارسول اللہ! افلا نتکل علی کتابنا وندع

امام احمد، بخاری اور مسلم وغیرہ نے امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک جنازہ میں شریک تھے، آپ نے کوئی چیز پکڑی اور زمین کو کریدنے لگے اور فرمایا: تم میں ایسا کوئی نہیں جس کا ایک ٹھکانہ دوزخ میں اور ایک ٹھکانہ جنت میں نہ لکھا جا چکا ہو۔ صحابہ نے عرض کی، یارسول اللہ! کیا ہم تحریر پر بھروسہ کرکے عمل کو چھوڑ نہ دیں،

---

[1] القرآن الکریم ۴۲/ ۷

[2] القرآن الکریم ۹۲/ ۷

[3] " " ۹۲/ ۱۰

العمل (نراد فی روایۃ فمن کان من اھل السعادۃ فسیصیر الٰی عمل اھل السعادۃ ومن کان من اھل الشقاء فسیصیر الٰی عمل اھل الشقاوۃ) قال اعملوا فکل میسر لما خلق لہ اما من کان من اھل السعادۃ فییسر لعمل اھل السعادۃ واما من کان من اھل الشقاء فییسر لعمل اھل الشقاوۃ ثم قرأ، فاما من اعطٰی واتقٰی و صدق بالحسنٰی[1] الاٰیۃ۔

(ایک روایت میں یہ زائد ہے کہ جو اہلِ سعادت میں سے ہے وہ عنقریب اہلِ سعادت کے عمل کی طرف اور جو اہلِ شقاوت میں سے ہے وہ عنقریب اہلِ شقاوت کے عمل کی طرف راغب ہوگا) آپ نے فرمایا، عمل کرتے رہو ہر کسی کو وہی میسر ہوگا جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا، جو اہلِ سعادت میں سے ہوگا اس کو اہلِ سعادت کا عمل اور جو اہلِ شقاوت میں سے ہوگا اس کو اہلِ شقاوت کا عمل میسر ہوگا۔ پھر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: "تو وہ جس نے دیا اور پرہیزگاری کی اور سب سے اچھی چیز کو سچ مانا۔" (ت)

یہاں سے ظاہر ہوا کہ اگر تدبیر مطلقاً مُہمَل (بیکار) ہو تو دین و شرائع (قوانینِ شرع) و انزالِ کُتب (کتابیں اتارنا) و ارسالِ رُسُل (رسولوں کو بھیجنا) و اتیانِ فرائض (فرائض کا کرنا) و اجتنابِ محرّمات (حرام کاموں سے بچنا) معاذاللہ سب لغو و فضول و عبث ٹھہریں ـــــ آدمی کی رسّی کاٹ کر بچار (آزاد چھوٹا ہوا سانڈ) کردیں، دین و دنیا سب یکبارگی برہم ہوجائیں ـــــ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم (نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت مگر بلندی و عظمت والے خدا کی طرف سے۔ ت)

نہیں نہیں بلکہ تدبیر بیشک مستحسن ہے۔ اور اُس کی بہت صورتیں مندوب و مسنون ہیں ـــــ جیسے

دُعا و دَوا ـــــ

(حدیث ۳) دُعا کی حدیثیں تو خود متواتر ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ حضور نے یہ ارشاد فرمایا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

---

[1] صحیح البخاری کتاب القدر باب قولہ تعالٰی وکان امر اللہ قدراً مقدوراً قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۷۷
صحیح مسلم کتاب القدر باب کیفیۃ خلق الآدمی فی بطن امہ الخ " " " ۲/ ۳۳۳
مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۴۰
سنن ابن ماجہ باب فی القدر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۹
مشکوٰۃ المصابیح باب الایمان بالقدر الفصل الاول اصح المطابع کراچی ص ۲۰

لایرد القضاء الا الدعاء۔ رواہ الترمذی وابن ماجۃ[1] والحاکم بسند حسن عن[2] سلمان الفارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

تقدیر کسی چیز سے نہیں ٹلتی مگر دعا سے (یعنی قضا معلق) (اس کو ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے سندِ حسن کے ساتھ سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

(حدیث ۴) دوسری حدیث میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایغنی حذر من قدر، والدعاء ینفع مما نزل ومما لم ینزل ان البلاء ینزل فیتلقاہ الدعاء فیعتلجان الٰی یوم القیٰمۃ۔ رواہ الحاکم[2] والبزار والطبرانی فی الاوسط عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قال الحاکم صحیح الاسناد[3] وکذا قال۔

تقدیر کے آگے احتیاط کی کچھ نہیں چلتی، اور دعا اس بلا سے جو اُتر آئی اور جو ابھی نہیں اُتری دونوں سے نفع دیتی ہے، اور بیشک بلا اترتی ہے دعا اس سے جا ملتی ہے دونوں قیامت تک کشتی لڑتی رہتی ہیں، یعنی بلا کتنا ہی اترنا چاہے دُعا اسے اُترنے نہیں دیتی۔ (اس کو حاکم، بزار اور طبرانی نے اوسط میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔ حاکم نے کہا اس کا اسناد صحیح ہے اور یونہی ہے کہا۔ ت)

جسے دُعا کے بارے میں احادیثِ مجملہ ومفصلہ وکلیہ وجزئیہ دیکھنا ہوں وہ کتاب الترغیب و حِصن و عُدّہ و سلاح وغیرہا تصانیفِ علماء کی طرف رجوع کرے۔

(حدیث ۵) اور ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

تداووا عباد اللہ فان اللہ

خدا کے بندو! دوا کرو کہ اللہ تعالٰی نے کوئی بیماری

---

[1] جامع الترمذی ابواب القدر باب ماجاء لایرد القدر الا الدعاء امین کمپنی دہلی ۲/ ۳۶
سنن ابن ماجہ باب فی القدر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰
المستدرک للحاکم کتاب الدعاء لایرد القدر الا الدعا دار الفکر بیروت ۱/ ۴۹۳
[2] " " " " الدعاء ینفع الخ " " " ۱/ ۴۹۲
المعجم الاوسط حدیث ۲۵۱۹ مکتبۃ المعارف ریاض ۳/ ۲۴۲
[3] المستدرک للحاکم کتاب الدعاء الدعاء ینفع الخ دار الفکر بیروت ۱/ ۴۹۲

لم یضع داءً اِلّا وضع لہ دواءً غیر داءٍ واحد الھرم۔ اخرجہ احمد وابو داؤد والترمذی والنسائی وابن ماجۃ وابن حبان والحاکم عن اسامۃ بن شریک رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح۔

ایسی نہ رکھی جس کی دوا نہ بنائی ہو مگر ایک مرض یعنی بڑھاپا۔ (اس کو احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے اسامہ بن شریک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سندِ صحیح کے ساتھ روایت کیا۔ ت)

اور خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا استعمالِ دوا فرمانا اور اُمّتِ مرحومہ کو صدہا امراض کے علاج بتانا بکثرت احادیث میں مذکور، اور طبِ نبوی وغیرہا فنونِ حدیثیہ میں مسطور (لکھا ہوا)۔

اور تدبیر کی بہت صورتیں فرض قطعی ہیں، جیسے فرائض کا بجالانا، محرمات سے بچنا، بقدرِ سدِ رمق (جان بچانے کی مقدار) کھانا کھانا، پانی پینا۔ یہاں تک کہ اس کے لئے بحالتِ مخمصہ (جان لیوا بھوک) شراب ومردار کی اجازت دی گئی۔

(حدیث ۶) اسی طرح جان بچانے کی کل تدبیریں اور حلال معاش کی سعی وتلاش جس میں اپنے اور اپنے متعلقین کے تن پیٹ کی پرورش ہو۔ حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

طَلَبُ کَسْبِ الْحَلَالِ فَرِیْضَۃٌ بَعْدَ الْفَرِیْضَۃِ۔ اخرجہ الطبرانی فی الکبیر والبیھقی فی شعب الایمان والدیلمی فی مسند الفردوس عن ابن مسعود

آدمی پر فرض کے بعد دوسرا فرض یہ ہے کہ کسبِ حلال کی تلاش کرے۔ (طبرانی نے کبیر میں، بیہقی نے شعب الایمان میں اور دیلمی نے مسندِ فردوس میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ

لہ جامع الترمذی ابواب الطب باب ماجاء فی الدواء والحث علیہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۵
سنن ابی داؤد کتاب الطب باب الرجل یتداوی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۸۳
سنن ابن ماجہ ابواب الطب باب ما انزل اللہ داء الا انزل لہ شفاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۵۲
مسند احمد بن حنبل حدیث اسامۃ بن شریک المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۲۷۸
موارد الظمآن کتاب الطب حدیث ۱۳۹۵ المطبعۃ السلفیۃ ص ۳۳۹
لہ شعب الایمان حدیث ۸۷۴۱ دار المعرفۃ بیروت ۶/ ۴۲۰
الفردوس بماثور الخطاب " ۳۹۱۸ دار الکتب العلمیۃ " ۲/ ۴۴۱
کنز العمال برمز طب، ق " ۹۲۳۱ مؤسسۃ الرسالۃ " ۴/ ۹

رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ | تعالٰی عنہ سے اس کی تخریج فرمائی۔ت)

(حدیث ۷) اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

طَلَبُ الْحَلَالِ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ۔ طلبِ حلال ہر مسلمان پر واجب ہے۔

اخرجه الدیلمی[1] بسندٍ حسنٍ عن انس بن مالك رضی الله تعالٰی عنه۔ (دیلمی نے سندِ حسن کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کی تخریج کی۔ت)

(حدیث ۸) اسی لئے احادیث میں حلال معاش کی طلب و تلاش کی بہت فضیلتیں وارد۔ مسندِ احمد و صحیح بخاری میں ہے حضور پُرنور سید الکونین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما اکل احد طعاما قط خیرا من ان یاکل من عمل یدہ وان نبی الله داؤد کان یاکل من عمل یدہ[2] ۔ واخرجاہ عن مقدام بن معد یکرب رضی الله تعالٰی عنه۔ کبھی کسی شخص نے کوئی کھانا اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر نہ کھایا اور بیشک نبی اللہ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی دستکاری کی اُجرت سے کھاتے۔ (ان دونوں نے مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کی تخریج کی۔ت)

(حدیث ۹) اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان اطیب ما اکلتم من کسبکم۔ اخرجه البخاری فی التاریخ[3] والدارمی وابوداؤد والترمذی والنسائی عن ام المؤمنین الصدیقة بسندٍ صحیح۔ سب سے زیادہ پاکیزہ کھانا وہ ہے جو اپنی کمائی سے کھاؤ۔ (امام بخاری نے تاریخ، دارمی، ترمذی اور نسائی نے سندِ صحیح کے ساتھ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے اسکی تخریج کی۔ت)

---

[1] کنزالعمال برمز فر عن انس حدیث ۹۲۰۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/۵

[2] صحیح البخاری کتاب البیوع باب کسب الرجل وعملہ بیدہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۷۸
مسند احمد بن حنبل حدیث المقدام بن معدیکرب المکتب الاسلامی بیروت ۴/۱۳۱ و ۱۳۲

[3] جامع الترمذی ابواب الاحکام باب ماجاء ان الوالد یاخذ من مال ولدہ امین کمپنی دہلی ۱/۱۶۲
سُنن ابی داؤد کتاب البیوع باب الرجل یاکل من مال ولدہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۴۱
التاریخ الکبیر ترجمہ ۱۳۰۱ دار الباز مکۃ المکرمۃ ۱/۴۰۷
سُنن الدارمی کتاب البیوع حدیث ۲۵۴۰ نشر السنۃ ملتان ۲/۱۶۲

(**حدیث ۱۰ تا ۱۲**) کسی نے عرض کیا: یارسول اللہ! اَیُّ الکسبِ افضل؟ سب سے بہتر کسب کون سا ہے؟ فرمایا: عمل الرجل بیدہ وکل بیع مبرور۔ اپنے ہاتھ کی مزدوری اور ہر مقبول تجارت کہ مفاسد شرعیہ سے خالی ہو۔

اخرجہ الطبرانی[1] فی الاوسط والکبیر بسند الثقات عن عبد اللہ بن عمر، وھو فی الکبیر واحمد والبزار عن[11] ابی بردۃ بن خیار، وایضًا ھٰذان عن[12] رافع بن خدیج، والبیھقی عن سعید بن عمیر مرسلًا والحاکم عنہ عن[13] امیر المومنین عمر الفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

اس کی تخریج کی سند ثقات کے ساتھ طبرانی نے اوسط وکبیر میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے۔ اور طبرانی نے ہی کبیر میں اور احمد و بزار نے ابوبردہ بن خیار سے، نیز ان دونوں نے رافع بن خدیج سے اور بیہقی نے سعید بن عمیر سے مرسلًا اور حاکم نے اُنہی سے بحوالہ امیر المومنین عمر فاروق روایت کیا رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ (ت)

(**حدیث ۱۴**) اور وارد کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان اللہ یحب المومن المحترف۔ اخرجہ الطبرانی[2] فی الکبیر والبیھقی فی الشعب وسیدی محمد الترمذی فی النوادر عن[14] ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

بیشک اللہ تعالٰی مسلمان پیشہ ور کو دوست رکھتا ہے۔ (طبرانی نے کبیر، بیہقی نے شعب اور سیدی محمد ترمذی نے نوادر میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کی تخریج کی۔ ت)

(**حدیث ۱۵ تا ۱۷**) اور مروی کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من امسٰی کالًا من عمل یدہ امسٰی مغفورًا لہ۔ اخرجہ الطبرانی[3] فی الاوسط عن[15] ام المومنین الصدیقۃ

جسے مزدوری سے تھک کر شام آئے اس کی وہ شام شامِ مغفرت ہو۔ اس کی تخریج کی طبرانی نے اوسط میں ام المومنین سیدہ صدیقہ

---

[1] الترغیب والترہیب کتاب البیوع الترغیب فی الاکتساب بالبیع مصطفی البابی مصر ۲/ ۵۲۳
الدر المنثور تحت آیۃ ۲/ ۲۶۸ منشورات مکتبہ آیۃ العظمٰی قم ایران ۱/ ۲۶۵
شعب الایمان حدیث ۱۲۲۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۸۴
[2] شعب الایمان 〃 ۱۲۳۷ 〃 〃 〃 ۲/ ۸۸
[3] المعجم الاوسط 〃 ۷۵۱۶ مکتبۃ المعارف ریاض ۸/ ۲۵۷

ومثل ابی القاسم الاصبہانی عن[16] ابن عباس وابن عساکر عنہ وعن[17] انس رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

سے۔ اور مثل ابوالقاسم اصبہانی کے ابن عباس سے۔ اور ابن عساکر نے ابن عباس اور انس سے۔ اللہ تعالٰی ان سب پر راضی ہو۔ ت)

(**حدیث ۱۸**) اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

طوبٰی لمن طاب کسبہ، الحدیث۔ اخرجہ البخاری فی التاریخ والطبرانی[1] فی الکبیر والبیہقی فی السنن والبغوی والباوردی وابناء قانع وشاہین ومندۃ کلھم عن[18] رکب المصری رضی اللہ تعالٰی عنہ فی حدیث طویل، قال ابن عبدالبر حدیث حسنٌ **قلت** ای لغیرہ۔

پاک کمائی والے کے لئے جنت ہے (اس کی تخریج کی بخاری نے تاریخ میں، طبرانی نے کبیر میں، بیہقی نے سنن میں اور بغوی وباوردی نے۔ قانع، شاہین اور مندہ کے بیٹوں نے رکب مصری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ایک طویل حدیث میں اس کو روایت کیا۔ ابن عبدالبر نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔ میں کہتا ہوں یعنی حسن لغیرہ ہے۔ ت)

(**حدیث ۱۹، ۲۰**) ایک حدیث میں آیا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

الدنیا حُلوۃ خضرۃ، من اکتسب منہا مالاً فی حِلّہٖ وانفقہ فی حقّہ اثابہ اللہ علیہ واوردہ جنّتہ الحدیث۔ اخرجہ البیہقی فی الشعب عن[19] ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما **قلت** والمتن عند الترمذی عن[20] خولۃ بنت قیس امراۃ سیدنا حمزۃ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہم بلفظ "ان ھٰذا المال خضرۃ

دنیا دیکھنے میں ہری، چکھنے میں میٹھی ہے یعنی بظاہر بہت خوشنما وخوش ذائقہ معلوم ہوتی ہے جو اسے حلال وجہ سے کمائے اور حق جگہ پر اٹھائے اللہ تعالٰی اسے ثواب دے اور اپنی جنت میں لے جائے (اس کی تخریج کی بیہقی نے شعب میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے۔ میں کہتا ہوں اور متن ترمذی کے نزدیک خولہ بنت قیس زوجہ سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ان لفظوں کے ساتھ ہے کہ "یہ مال سبز و میٹھا

---

[1] الترغیب والترہیب الترغیب فی طلب الحلال مصطفی البابی مصر ۲/۵۴۷

[2] شعب الایمان حدیث ۵۵۲۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۴/۳۹۶

حُلوۃ فمن اصابہ بحقہ بُورك لہ فیہ الحدیث۔ قال الترمذی حسن صحیح[1]۔ قلت واصلہ عن خولۃ عند البخاری، مختصرًا۔

دکھائی دیتا ہے۔ چنانچہ جو اُسے حق جگہ پر پہنچائے اس کے لئے اس میں برکت دی جاتی ہے الحدیث۔ ترمذی نے کہا یہ حسن صحیح ہے۔ میں کہتا ہوں اس کی اصل بخاری کے نزدیک خولہ سے ہے۔ اختصار۔ (ت)

(حدیث ۲۱) اور مذکور کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان من الذنوب ذنوبا لایکفرھا الصلٰوۃ ولا الصیام ولا الحج ولا العمرۃ، یکفرھا الھموم فی طلب المعیشۃ۔ رواہ ابن عساکر وابو نعیم[2] فی الحلیۃ عن[2] ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

کچھ گناہ ایسے ہیں جن کا کفارہ نہ نماز ہو نہ روزے نہ حج نہ عمرہ۔ ان کا کفارہ وہ پریشانیاں ہوتی ہیں جو آدمی کو تلاشِ معاشِ حلال میں پہنچتی ہیں۔ (اس کو روایت کیا ابن عساکر نے اور ابو نعیم نے حلیہ میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔ ت)

(حدیث ۲۲) صحابہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم نے ایک شخص کو دیکھا کہ تیز و چُست کسی کام کو جا رہا ہے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا خُوب ہوتا اگر اس کی یہ تیزی و چُستی خدا کی راہ میں ہوتی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ان کان خرج یسعٰی علٰی نفسہ یعفھا فھو فی سبیل اللہ، وان کان خرج یسعٰی علٰی ولدہ صغارا فھو فی سبیل اللہ، وان کان خرج یسعٰی علٰی ابوین شیخین کبیرین فھو فی سبیل اللہ، وان کان خرج یسعٰی ریاءً و مفاخرۃ فھو فی سبیل الشیطان۔ رواہ الطبرانی[3] عن کعب بن عجرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ و

اگر یہ شخص اپنے لئے کمائی کو نکلا ہے کہ سوال وغیرہ کی ذلّت سے بچے تو اس کی یہ کوشش اللہ ہی کی راہ میں ہے، اور اگر اپنے چھوٹے چھوٹے بچّوں کے خیال سے نکلا ہے جب بھی خدا کی راہ میں ہے، اور اگر اپنے بوڑھے ماں باپ کے لئے نکلا ہے جب بھی خدا کی راہ میں ہے، ہاں اگر ریاء و تفاخر کے لئے نکلا ہے تو شیطان کی راہ میں ہے۔ (اس کو طبرانی نے کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور اس کے

---

[1] جامع الترمذی ابواب الزہد باب ما جاء فی اخذ المال امین کمپنی دہلی ۲/ ۶۰
[2] حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۳۸۶ مالک بن انس رضی اللہ عنہ دار الکتاب العربی بیروت ۶/ ۳۳۵
[3] المعجم الکبیر حدیث ۲۸۲ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۹/ ۱۲۹

رجاله رجال الصحیح۔ (اس کے) رجال صحیح کے رجال ہیں۔ ت)

(حدیث ۲۲) اسی لئے ترک کسب سے صاف ممانعت آئی ہے حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس بخیرکم من ترك دنیاه لاٰخرته ولا اٰخرته لدنیاه حتی یصیب منهما جمیعًا فان الدنیا بلاغ الی الاٰخرة ولا تکونوا کلّا علی الناس۔ رواه ابن عساکر[1] عن[23] انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنه۔

تمھارا بہتر وہ نہیں ہے جو اپنی دنیا آخرت کے لئے چھوڑ دے اور نہ وہ جو اپنی آخرت دنیا کے لئے ترک کرے۔ بہتر وُہ ہے جو دونوں سے حصہ لے کہ دنیا آخرت کا وسیلہ ہے، اپنا بوجھ اوروں پر ڈال کر نہ بیٹھ رہو۔ (اس کو ابن عساکر نے انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

اِنھیں احادیث سے ثابت ہُوا کہ تلاشِ حلال و فکرِ معاش و تعاطیِ اسباب ہرگز منافیِ توکّل نہیں بلکہ عین مرضیِ الٰہی ہے کہ آدمی تدبیر کرے اور بھروسہ تقدیر پر رکھے۔

(حدیث ۲۴ و ۲۵) اسی لئے جب ایک صحابی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی اپنی اونٹنی یونہی چھوڑ دوں اور خدا پر بھروسہ رکھوں یا اُسے باندھوں اور خدا پر توکل کروں؟ ارشاد فرمایا: قَیِّد وَتَوَکَّل باندھ دے اور تکیہ خدا پر رکھ ع

بر توکل زانوے اشتر ببند

(اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے اونٹنی کے گھٹنے باندھ۔ ت)

اخرجه البیهقی فی[2] الشعب بسند جید عن[24] عمرو بن امیة الضمری، والترمذی فی الجامع عن[25] انس رضی اللہ تعالٰی عنهما واللفظ عنده: اعقلها وتوکل[3]۔

اس کی تخریج کی بیہقی نے شعب میں سندِ جید کے ساتھ عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور ترمذی نے جامع میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، اس کے نزدیک لفظ یہ ہیں: "اعقلها وتوکل"۔

---

[1] کنز العمال برمز ابن عساکر عن انس حدیث ۶۳۳۴ مؤسسة الرسالہ بیروت ۳/۲۴۰

[2] کنز العمال برمز هب عن عمرو بن امیہ حدیث ۵۶۸۸۷ مؤسسة الرسالہ بیروت ۳/۱۰۳

[3] جامع الترمذی ابواب صفة یوم القیٰمة باب منه امین کمپنی دہلی ۲/۷۴

دیکھو کیسا صاف ارشاد ہے کہ تدبیر کرو مگر اس پر اعتماد نہ کرلو، دل کی نظر تقدیر پر رہے۔ مولانا قدس سرہ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں،

توکل کن بجنباں پا و دست　　رزق تو بر تو ز تو عاشق تراست[1]

(توکل کر اور ہاتھ پاؤں حرکت میں لا کہ تیرا رزق تجھ پر تجھ سے زیادہ عاشق ہے۔ ت)

خود حضرت عزت جل مجدہٗ نے قرآن عظیم میں تلاش و تدبیر اور اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈنے کی ہدایت فرمائی۔

(۱۴) قال تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت)،

وتزودوا فان خیر الزاد التقوٰی ۫ واتقون یاولی الالباب ○ لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلاً من ربکم[2]

اور توشہ ساتھ لو کہ سب سے بہتر توشہ پرہیزگاری ہے، اور مجھ سے ڈرتے رہو اے عقل والو۔ تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔ (ت)

یمن کے کچھ لوگ بے زادِ راہ لئے حج کو آتے اور کہتے ہم متوکل ہیں، ناچار بھیک مانگنی پڑتی، حکم آیا توشہ ساتھ لیا کرو ـــــ کچھ اصحاب کرام نے موسم حج میں تجارت سے اندیشہ کیا کہ کہیں اخلاصِ نیت میں فرق نہ آئے ـــــ فرمان آیا کچھ گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل ڈھونڈو۔ اسی طرح تلاشِ فضلِ الٰہی کی آیتیں بکثرت ہیں۔

(۱۵) وقال تعالٰی (اور اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت)،

یایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون[3]

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔ (ت)

صاف حکم دیتے ہیں کہ رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈو تاکہ مراد کو پہنچو۔ اگر تدبیر و اسباب معطّل و مُہمل ہوتے تو اس کی کیا حاجت تھی!

بلکہ انصاف کیجئے تو تدبیر کب تقدیر سے باہر ہے، وہ خود ایک تقدیر ہے اور اس کا بجالانے والا

---

[1]

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۷ و ۱۹۸

[3] 〃 ۵/ ۳۵

ہرگز تقدیر سے رُوگرداں نہیں۔

(حدیث ۲۶) حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی گئی، دوا تقدیر سے کیا نافع ہوگی؟ فرمایا:

الدواء من القدر، ینفع من یشاء بما شاء۔ رواہ ابن السنی فی الطب والدیلمی فی مسند الفردوس[1] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما وصدرہ عنہ عند ابی نعیم والطبرانی فی المعجم الکبیر۔

دوا خود بھی تقدیر سے ہے، اللہ تعالٰی جسے چاہے جس دوا سے چاہے نفع پہنچا دیتا ہے۔ (اس کو روایت کیا ہے ابن سنی نے طب میں اور دیلمی نے مسند فردوس میں اور اس کی ابتداء ابن عباس سے ابونعیم کے نزدیک ہے اور طبرانی نے معجم کبیر میں اس کو روایت کیا۔ ت)

(حدیث ۲۷) امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ جب بقصدِ شام وادی تبوک میں قریہ سرغ تک پہنچے سردارانِ لشکر ابوعبیدہ بن الجراح و خالد بن الولید و عمرو بن العاص وغیرہم رضوان اللہ تعالٰی علیہم اُنھیں ملے اور خبر دی کہ شام میں وبا ہے۔ امیر المومنین نے مہاجرین و انصار وغیرہم صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو بُلا کر مشورہ لیا، اکثر کی رائے رجوع پر قرار پائی، امیر المومنین نے بازگشت کی منادی فرمائی۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا: افرارا من اللہ کیا اللہ تعالٰی کی تقدیر سے بھاگنا؟ فرمایا:

لو غیرک قالہا یا اباعبیدۃ، نعم، نفر من قدر اللہ الٰی قدر اللہ۔ ارأیت لو کان لک ابل هبطت وادیا لہ عدوتان احدھما خصبۃ والاخری جدبۃ الیس ان رعیت الخصبۃ رعیتہا بقدر اللہ وان رعیت الجدبۃ رعیتہا بقدر اللہ۔

کاش اے ابوعبیدہ! یہ بات تمھارے سوا کسی اور نے کہی ہوتی (یعنی تمھارے علم و فضل سے بعید تھی) ہاں ہم اللہ کی تقدیر سے اللہ کی تقدیر ہی کی طرف بھاگتے ہیں، بھلا بتاؤ تو اگر تمھارے کچھ اونٹ ہوں اُنھیں لے کر کسی وادی میں اترو جس کے دو کنارے ہوں ایک سرسبز دوسرا خشک، تو کیا یہ بات نہیں ہے کہ اگر تم شاداب میں چراؤ گے تو خدا کی تقدیر سے اور خشک میں چراؤ گے تو خدا کی تقدیر سے۔

---

[1] کنز العمال برمز ابن السنی عن ابن عباس حدیث ۲۸۰۸۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/۵

21 اخرجه الائمة مالك[1] واحمد والبخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی[2] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اس کی تخریج کی ہے ائمہ یعنی مالک، احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے۔(ت)

یعنی باآنکہ سب کچھ تقدیر سے ہے پھر آدمی خشک جنگل چھوڑ کر ہرا بھرا چراگی کے لئے اختیار کرتا ہے اس سے تقدیر الٰہی سے بچنا لازم نہیں آتا، یونہی ہمارا اُس زمین میں نہ جانا جس میں وبا پھیلی ہے یہ بھی تقدیر سے فرار نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ تدبیر ہرگز منافیٔ توکل نہیں، بلکہ اصلاحِ نیّت کے ساتھ عینِ توکل ہے ــــ ہاں یہ بیشک ممنوع و مذموم ہے کہ آدم ہمہ تن تدبیر میں منہمک ہوجائے اور اس کی درستی میں جا و بیجا و نیک و بد وحلال و حرام کا خیال نہ رکھے ــــ یہ بات بیشک اُسی سے صادر ہوگی جو تقدیر کو بھول کر تدبیر پر اعتماد کر بیٹھا، شیطان اُسے ابھارتا ہے کہ اگر یہ بن پڑی جب تو کاربرآری ہے ورنہ مایوسی و ناکامی۔ ناچار سب این و آں سے غافل ہو کر اس کی تحصیل میں لہو پانی ایک کر دیتا ہے اور ذلّت و خواری، خوشامد و چاپلوسی، مکر و دغابازی جس طرح بن پڑے اس کی راہ لیتا ہے، حالانکہ اس حرص سے کچھ نہ ہوگا۔ ہونا وہی ہے جو قسمت میں لکھا ہے۔ اگر یہ عُلوِ ہمت و صدقِ نیت و پاسِ عزت و لحاظِ شریعت ہاتھ سے نہ دیتا رزق کہ اللہ عزّوجل نے اپنے ذمّے لیا جب بھی پہنچتا، اس کی طمع نے آپ اس کے پاؤں میں تیشہ مارا اور حرص و گناہ کی شامت نے خسر الدنیا والاٰخرۃ[3] (دنیا و آخرت دونوں کے اندر گھاٹے میں رہا۔ت) کا مصداق بنایا، اور اگر بالفرض آبرو کھو کر گناہ گار ہو کر دو پیسہ پائے بھی تو ایسے مال پر ہزار تف ہے

بئس المطاعم حین الذل تکسبہا الفدر منتصب والقدر مخفوض

(بُری خوراک وہ جسے ذلت کی حالت میں حاصل کرو قسمت بلند بھی ہے اور قسمت پست بھی۔ت)

(**حدیث ۲۸**) اسی لئے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] صحیح البخاری کتاب الطب باب مایذکر فی الطاعون قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۵۳
صحیح مسلم کتاب السلام باب الطاعون والطیرۃ الخ " " " ۲/۲۲۹
مؤطا الامام مالک کتاب الجامع باب ماجاء فی الطاعون میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۶۹۹ و ۷۰۰

[2] القرآن الکریم ۲۲/۱۱

[3]

اَجْمِلُوْا فِی طَلَبِ الدُّنْیَا فَاِنَّ کُلًّا مُیَسَّرٌ لِّمَا کُتِبَ لَہٗ مِنْھَا۔ رواہ ابن ماجۃ[1] و الحاکم والطبرانی فی الکبیر والبیھقی فی السنن وابوالشیخ فی الثواب عن[28] ابی حُمَید الساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ باسناد صحیح واللفظ للحاکم۔

دنیا کی طلب میں اچھی رَوِش سے عدول نہ کرو کہ جس کے مقدر میں جتنی لکھی ہے ضرور اس کے سامان مہیا پائے گا۔ (اس کو روایت کیا ابن ماجہ، حاکم، طبرانی نے کبیر میں، بیہقی نے سنن میں اور ابوالشیخ نے ثواب میں صحیح اسناد کے ساتھ ابوحمید ساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور لفظ حاکم کے ہیں۔ ت)

(حدیث ۲۹ و ۳۰) اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

یا ایھاالناس اتقوا واجملوا فی الطلب فانّ نفسًا لن تموت حتی تستوفی رزقھا فانْ ابطأ منھا فاتقوا اللہ واجملوا فی الطلب، خذوا ماحلّ و دَعُوا ماحرم۔ رواہ ابن[2] ماجۃ و اللفظ لہ والحاکم وقال صحیح علٰی شرطھما وبسند اٰخر صحیح علٰی شرط مسلم[3] وابن حبان فی صحیحہ کلھم عن[29] جابر بن عبداللہ

اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور طلبِ رزق نیک طور پر کرو کہ کوئی جان دنیا سے نہ جائے گی جب تک اپنا رزق پورا نہ لے لے، تو اگر روزی میں دیر دیکھو تو خدا سے ڈرو اور رَوِشِ محمود پر تلاش کرو، حلال کو لو اور حرام کو چھوڑو۔ (اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا اور لفظ اُسی کے ہیں، اور حاکم نے روایت کرکے کہا کہ یہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے اور ایک دوسری سند کے ساتھ کہا کہ مسلم کی شرط پر صحیح ہے، اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا۔ سب نے

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب البیوع لاباس بالغنی لمن اتقی دار الفکر بیروت ۲/ ۳
سنن ابن ماجہ ابواب التجارات باب الاقتصاد فی طلب المعیشۃ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۵۶
السنن الکبرٰی کتاب البیوع باب الاجمال فی طلب الدنیا دار صادر بیروت ۵/ ۲۶۴
کنز العمال عن ابی حمید ساعدی حدیث ۹۲۹۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۲۰
الترغیب والترھیب الترغیب فی الاقتصاد فی طلب الرزق الخ مصطفی البابی مصر ۲/ ۵۳۴

[2] سنن ابن ماجہ ابواب التجارات باب الاقتصاد فی طلب المعیشۃ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۵۶

[3] المستدرک للحاکم کتاب البیوع لاباس بالغنی لمن اتقی الخ دار الفکر بیروت ۲/ ۴

وبمعناہ عند ابی یعلی بسند حسن ان شاء اللہ تعالٰی عن[۳۰] ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور اس کے ہم معنی ابویعلٰی کے نزدیک اِن شاء اللہ تعالٰی سندِ حسن کے ساتھ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے۔ (ت)

(حدیث ۳۱ تا ۳۴) اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان روح القدس نفث فی روعی ان نفسا لن تموت حتی تستکمل اجلھا وتستوعب رزقھا۔ فاتقوا اللہ واجملوا فی الطلب ولا یحملن احدکم استبطاء الرزق ان یطلبہ بمعصیۃ اللہ، فان اللہ تعالٰی لاینال ما عندہ الا بطاعتہ۔ اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ[۱] واللفظ لہ عن[۳۱] ابی امامۃ الباھلی، والبغوی فی شرح السنۃ والبیھقی فی الشعب والحاکم فی المستدرک عن[۳۲] ابن مسعود، والبزار عن[۳۳] حذیفۃ الیمان ونحوہ للطبرانی فی الکبیر عن[۳۴] الحسن بن علی امیر المومنین رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین، غیر ان الطبرانی لم یذکر جبریل علیہ الصلٰوۃ والسلام۔

بیشک رُوح القدس جبریل نے میرے دل میں ڈالا کہ کوئی جان نہ مرے گی جب تک اپنی عمر اور اپنا رزق پُورا نہ کرلے، تو خدا سے ڈرو اور نیک طریقے سے تلاش کرو، اور خبردار رزق کی دیرنگی تم میں کسی کو اس پر نہ لائے کہ نافرمانیِ خدا سے اُسے طلب کرے کہ اللہ کا فضل تو اس کی طاعت ہی سے ملتا ہے۔ (ابونعیم نے حلیہ میں اس کی تخریج کی اور لفظ اسی کے ہیں، بغوی نے شرح السنہ میں، بیہقی نے شعب میں اور حاکم نے مستدرک میں ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، نیز بزار نے حذیفہ بن الیمان سے اور اسی کی مثل طبرانی کی کبیر میں حسن بن امیر المؤمنین علی سے مروی ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ مگر طبرانی نے جبریل علیہ الصلٰوۃ والسلام کا ذکر نہیں کیا۔ ت)

(حدیث ۳۵) اور مروی ہوا، فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اُطلبوا الحوائج بعزۃ الانفس فان الامور تجری بالمقادیر۔ رواہ تمام

حاجتیں عزتِ نفس کے ساتھ طلب کرو کہ سب کام تقدیر پر چلتے ہیں۔ (اس کو تمام نے

---

[۱] حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۴۵۷ احمد بن ابی الحواری دار الکتاب العربی بیروت ۱۰/ ۲۷

شرح السنۃ باب التوکل علی اللہ حدیث ۴۱۱۱ المکتب الاسلامی بیروت ۱۴/ ۳۰۴

فی فوائدہ وابن عساکر[1] فی تاریخہ عن[۳۵] عبداللہ بن بُسر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

فوائد میں اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں عبداللہ بن بُسر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

ان سب حدیثوں میں بھی تلاش و تدبیر کی طرف ہدایت فرمائی، مگر حکم دیا کہ شریعت و عزت کا پاس رکھو، تدبیر میں بیہوش و مدہوش نہ ہو جاؤ، دست در کار و دل با یار، تدبیر میں ہاتھ، دل تقدیر کے ساتھ، ظاہر میں اِدھر باطن میں اُدھر، اسباب کا نام، مسبّب سے کام، یُوں بسر کرنا چاہئے۔ یہی رَوِشِ ہُدیٰ ہے، یہی مرضیِ خدا، یہی سُنّتِ انبیاء، یہی سیرتِ اولیاء، علیھم جمیعًا الصلٰوۃ والثناء (ان سب کیلئے درود اور ثناء ہو۔ ت)

بس اِس بارے میں یہی قولِ فیصل و صراطِ مستقیم ہے۔ اِس کے سوا تقدیر کو بُھولنا یا حق نہ ماننا، یا تدبیر کو اصلاً مُہمل جاننا دونوں معاذاللہ گمراہی ضلالت یا جنون و سفاہت، والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔

باب تدبیر میں آیات و احادیث اتنی نہیں جنھیں کوئی حصر کر سکے۔ فقیر غفر اللہ تعالٰی لہٗ دعوٰی کرتا ہے کہ ان شاء اللہ تعالٰی اگر محنت کی جائے تو دس ہزار سے زائد آیات و احادیث اس پر ہو سکتی ہیں مگر کیا حاجت کہ ؎

آفتاب آمد دلیل آفتاب

(سورج کی دلیل خود سورج ہے۔ ت)

جس مسئلہ کے تسلیم پر تمام جہان کے کاروبار کا دارومدار، اُس میں زیادہ تطویل عبث و بیکار، اِسی تحریر میں کہ فقیر نے پندرہ[۱۵] آیتیں اور پینتیس[۳۵] حدیثیں جملہ پچاس[۵۰] نصوص ذکر کئے اور صدہا بلکہ ہزارہا کے پتے دیئے، یہ کیا تھوڑے ہیں! انھیں سے ثابت کہ انکارِ تدبیر کس قدر اعلٰی درجہ کی حماقت، اخبث الامراض، اور قرآن و حدیث سے صریح اعراض، اور خدا و رسول پر کُھلا اعتراض، ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔

ولید پر فرض ہے کہ تائب ہو، اور کتاب و سُنّت سے اپنا عقیدہ درست کرے ورنہ بد مذہبی کی شامت سخت جانکاہ ہے والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔ باقی رہا اس کا عربی پڑھانے، علم سکھانے کی نسبت وہ شنیع لفظ کہنا، اگر اِس تاویل کا درمیان نہ ہوتا کہ شاید وہ ان لوگوں پر معترض ہے جو

---

[1] کنزالعمال برمز تمام وابن عساکر عن عبداللہ بن بُسر حدیث ۱۶۸۰۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۵۱۸

دُنیا کے لئے علم پڑھاتے ہیں، اور ایسے لوگ بیشک لائقِ اعتراض ہیں، تو صریح کلمۂ کفر تھا کہ اس نے علمِ دین کی تحقیر وتوہین کی، اور اِس سے سخت تر ہے اُس کا خالد کو اس بنا پر کافر کہنا کہ وہ باوجود ایمانِ تقدیر، تدبیر کو بہتر ومستحسن جانتا ہے حالانکہ جو اُس کا عقیدہ ہے وہی حق وصحیح ہے، اور ولید کا قول خود باطل و قبیح ــــ مسلمان کو کافر کہنا سہل بات نہیں ــــ

(**حدیث ۳۶ تا ۳۹**) صحیح حدیثوں میں فرمایا کہ "جو دوسرے کو کافر کہے اگر وہ کافر نہ تھا یہ کافر ہوجائے۔"

کما اخرجه الائمة مالك واحمد والبخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی عن[۳۶] عبد اللہ بن عمر، والبخاری عن[۳۷] ابی ھریرة واحمد والشیخان عن[۳۸] ابی ذر وابن حبان بسند صحیح عن[۳۹] ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنھم باسانید عدیدة والفاظ متباینة و معانی متقاربة۔

جیسا کہ اس کی تخریج کی ہے ائمہ کرام یعنی امام مالک، احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے عبداللہ بن عمر سے اور بخاری نے ابوہریرہ سے اور احمد اور شیخین نے ابوذر سے اور ابن حبان نے سند صحیح کے ساتھ ابوسعید خدری سے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین متعدد سندوں کے ساتھ جن کے الفاظ مختلف مگر معانی قریب ہیں (ت)

اور اگرچہ اہلِ سنّت کا مذہب محقق ومُنقّح یہی ہے کہ ہمیں تاہم احتیاط لازم، اور اتنی بات پر حکمِ تکفیر ممنوع و نامُلائم، اور احادیثِ مذکورہ میں تاویلاتِ عدیدہ کا احتمال قائم۔ مگر پھر بھی صدہا ائمہ مثل امام ابوبکر اعمش وجمہور فقہاءِ بلخ وغیرہم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم ظاہر احادیث ہی پر عمل کرتے، اور مسلمان کے مُکفِّر کو مطلقاً کافر کہتے ہیں کما فصلناہ کل ذٰلك فی رسالتنا "النھی الاکید عن الصلوٰة وراء عدی التقلید" (جیسا کہ ہم نے اس تمام کی تفصیل اپنے رسالہ "النھی الاکید عن الصلوٰة وراء عدی التقلید" میں کردی ہے۔ت)

تو ولید پر لازم کہ از سرِ نو کلمۂ اسلام پڑھے اور اگر صاحبِ نکاح ہو تو اپنی زوجہ سے تجدیدِ نکاح کرے۔

---

[۱] صحیح البخاری کتاب الادب باب من اکفر اخاہ لغیر تاویل الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۰۱
صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان حال ایمان من قال لاخیہ المسلم یا کافر " " " ۱/ ۵۷
مسند احمد بن حنبل عن ابن عمر المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۱۳

فی الدُّرِّ المختار عن شرح الوهبانیۃ للعلامۃ حَسَنِ الشُّرُنْبُلَالی مایکون کفرًا اتفاقًا یبطل العمل والنکاح واولادہٗ اولادُ زنًا ومافیہ خِلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح[1]۔

دُرِّمختار میں علامہ حسن شُرنبلالی کی شرح وہبانیہ سے منقول ہے جو بالاتفاق کُفر ہو اس سے عمل اور نکاح باطل ہوجائیں گے بلا تجدیدِ ایمان و نکاح اس کی اولاد اولادِ زنا ہوگی، اور جس میں اختلاف ہے قائل کو استغفار، توبہ، تجدیدِ نکاح کا حکم دیا جائے گا۔ (ت)

(حدیث ۴۰) اور جس طرح یہ کلمات شنیعہ علانیہ کہے یُونہی توبہ و تجدیدِ ایمان کا بھی اعلان چاہئے — رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا عملت سیئۃ فاحدث عندھا توبۃ السرّ بالسرّ والعلانیۃ بالعلانیۃ۔ رواہ الامام احمد فی کتاب الزھد[2] والطبرانی فی المعجم الکبیر[3] عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

جب تو کوئی گناہ کرے تو فوراً از سرِنو توبہ کر۔ پوشیدہ کی پوشیدہ، اور آشکارا کی آشکارا۔ (اس کو امام احمد نے کتاب الزہد میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں سندِ حسن کے ساتھ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

واللہ تعالٰی اعلم

رسالہ التحبیر بباب التدبیر ختم ہُوا

مسئلہ ۱۲۳

از قصبہ مئوناتھ بھنجن ضلع اعظم گڈھ مدرسہ دارالعلوم مرسلہ عبدالرحیم خاں
۱۱ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رُوح پاک ہے یا ناپاک؟ اگر پاک ہے تو بعد مُردن عذاب کیوں ہوتا ہے؟ اور اگر ناپاک ہے تو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قلب اطہر میں کیوں داخل ہوا؟

---

[1] الدرالمختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۹
[2] الزہد لاحمد بن حنبل حدیث ۱۴۱ دارالکتاب العربی بیروت ص ۴۹
المعجم الکبیر حدیث ۳۳۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۰/۱۵۹

الجواب

روح اصل خلقت میں پاک ہے، پھر اگر بداعتقاد بداعمال اختیار کرے تو ان سے ناپاک ہوجاتی ہے جس کے سبب مستحق عذاب ہوتی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۴: از سہاور ۲۴ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں باب کہ ایک صاحب نے دو۲ مضامین ذیل بحوالہ حدیث بیان فرمائے اور اول کو حدیث قدسی کہا مضمون اول یہ ہے کہ اگر تمام مخلوقات کے قلب مثل قلب حضور سرور کائنات علیہ افضل الصلوات والطیبات کے ہوجائیں یا مثل شیطان لعین کے ہوجائیں تو اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ مجھ کو مطلق پروا نہیں۔

دوسرا مضمون یہ ہے کہ بروزِ قیامت جنت و دوزخ میں حجت ہوگی۔ دوزخ کہے گی کہ میں محلِ جبابرہ و افاخرہ ہوں اور تو محلِ مساکین وغربا ہے اس لئے میں افضل ہوں یا مستحق اس کی ہوں کہ تمام بنی آدم میرے حوالے ہوں، جنت کچھ جواب نہ دے گی مکالمہ میں کمزور پڑے گی، پس اللہ تعالٰی فیصلہ فرمائے گا کہ تم دونوں کو استحقاقِ حجت کسی طرح نہیں ہے میں جس کو جہاں چاہوں گا بھیجوں گا۔

پس سوال یہ ہے کہ آیا یہ دونوں مضمون اُن صاحب کے صحیح موافق حدیث کے ہیں یا نہیں؟ اور برتقدیر اول یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ کوئی دوسرا قلب مثل قلب مبارک حضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہوجائے، علماء نے تو ایسی احادیث کو جو صاحبِ دُرِ منثور وغیرہ نے حبرالامۃ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما ارضاہما سے روایت کی ہے درجۂ اعتبار سے گرایا ہے، اور نیز دوسرے مضمون میں جبابرہ و افاخرہ کا ہونا دوزخ کے لئے کب موجبِ فضیلت و فوقیت ہوسکتا ہے کہ وہ مشرکین و کفار ہوں گے۔ امید کہ جواب باصواب عنایت ہو کہ ایک جماعت مسلمین کا شک رفع ہو۔ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

حدیث اول میں ہرگز نام اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نہیں بلکہ یوں ہے کہ:

علی اتقی قلب رجل واحد منکم[1] — تم میں کا جو بڑا پرہیزگار شخص ہو اس کے دل پر ہوجائیں۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم الظلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۹

اور فرض کے لئے امکان شرط نہیں۔ قال اللہ تعالٰی :

قل ان کان للرحمٰن ولد فانا اوّل العابدین[1]	تم فرماؤ اگر بفرضِ محال رحمٰن کے کوئی بچہ ہوتا تو سب سے پہلے میں پُوجتا۔ (ت)

حدیث تو لفظ لَوْ سے ہے کہ :

لو ان اولکم و اٰخرکم و انسکم و جنکم کانوا علی اتقی[2] الخ	اگر تمہارے پہلے، پچھلے انسان، اور جن سب سے بڑے پرہیزگار کے دل پر ہوجائیں الخ (ت)

اور آیہ کریمہ میں تو لفظ اِن ہے۔ بیان حدیث دوم میں غلط ہے کہ حجت روزِ قیامت ہوگی اور یہ بھی غلط کہ تمام بنی آدم میرے حوالہ ہوں اور یہ بھی غلط کہ جنت کچھ جواب نہ دے گی یا کمزور پڑے گی، اسی طرح بیان حدیث اول میں متعدد اغلاط تھے یہ حدیث یُوں ہے :

تحاجت الجنۃ والنار فقالت النار اوثرت بالمتکبرین والمتجبرین وقالت الجنۃ فمالی لایدخلنی الّا ضعفاء الناس[3] الحدیث۔	جنت اور دوزخ میں جھگڑا ہوا تو دوزخ نے کہا مجھے متکبروں اور جابروں کے سبب ترجیح دی گئی اور جنت نے کہا مجھے کیا ہے کہ میرے اندر صرف کمزور لوگ داخل ہوتے ہیں الحدیث۔ (ت)

یہ گزشتہ کی حکایت ہے اُس وقت نار کا علم اُسے محیط ہونا کیا ضرور کہ اس کے لئے کفار و مشرکین ہیں جس طرح جنت کا یہ کہنا بتا رہا ہے کہ اُسے ان کمزوروں کا فضل و تقرب معلوم نہ تھا جب سے معلوم ہوا خود ان کی مشتاق ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۵ از بلوچستان مرسلہ قادر بخش ۵ ربیع الآخر ۱۳۲۸ھ

اندریں حکایت علمائے کرام چہ می فرمایند کہ قولے معتبر است آیا واعظ ذکر بکند یا حقیقت است در کدام کتاب	اس حکایت کے بارے میں علمائے کرام کیا فرماتے ہیں کہ کیا یہ کسی معتبر قول سے منقول ہے وعظ کرنے والا اس کو اپنے وعظ میں بیان کرسکتا

---

[1] القرآن الکریم ۴۳/ ۸۱

[2] صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم الظلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۹

[3] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ قٓ " " " ۲/ ۷۱۹

صحیح مسلم کتاب الجنۃ باب جہنم اعاذنا اللہ منہا " " " ۲/ ۳۸۱

این نقل است، آن حکایت این است؛ ہے؟ اس کی کوئی حقیقت ہے؟ کون سی کتاب میں منقول ہے؟ حکایت یہ ہے:

(۱) یک حکایت یاد دارم از رسول — باد مقبول ھمہ اہل قبول
(۲) تا کہ معلوم تو گردد ہمتش — تا چہ حد است امتاں را شفقتش
(۳) بعد ازاں آیم بمدح چار یار — اے برادر یک زماں گوش دار
(۴) جملہ شبہا مصطفیٰ بیدار بود — اتفاقاً یک شبے خوابش ربود
(۵) بود اندر خواب تا وقتے نماز — ناگہاں آمد خطابش بے نیاز
(۶) آفریدم من ترا از بہر آں — تا شدی پشت پناہے اُمتاں
(۷) اے محمد خواب تو زیبندہ نیست — ہر کہ در خدمت نباشد بندہ نیست
(۸) چوں بہ پروازی بخواب نیم شب — کردم اکنوں امتانت را غضب
(۹) دوزخ اندازم ہمہ از عام و خاص — یک تنے زلیشاں نگردانم خلاص
(۱۰) چوں شنید این آیۃ خیر البشر — انت زانجا امتی گویا بدر
(۱۱) رفت زانجا او ندیدہ ہیچ کس — داند او را عالم الاسرار بس
(۱۲) چوں گزشت از دو سہ روز ایں قصہ را — خون دل خوردند یاراں غصہ را
(۱۳) عاقبت روز سوم بعد از نماز — جملہ پیش عائشہ رفتند باز
(۱۴) چوں بپرسیدند زام مومنیں — داد ایشاں را جواب ایں چنیں
(۱۵) گفت او شین شب رسید از حق خطاب — امتاں را آیہ از بہر عذاب
(۱۶) چونکہ ایں آیۃ بگوشش در رسید — شد بروں از حجرہ او را کس ندید
(۱۷) آنچناں برخاست از یاراں غریو — لرزہ افتادند اندر جن و دیو
(۱۸) ناگہاں دیدند یک چوپان ز دور — یافت زاں چوپان دل ایشاں سرور
(۱۹) پیش او رفتند و پرسیدند ازو — گر خبر داری ز پیغمبر بگو
(۲۰) گفت من کے مصطفیٰ را دیدہ ام — بلکہ او را از کسے نشنیدہ ام
(۲۱) لیک سہ روز است پیغام خروش — از میان کوہ میآید بگوشش
(۲۲) جانورا ز نالہ او دل خستہ اند — از چراگاہ دہاں را بستہ اند
(۲۳) ہر زماں از دیدہ می رانند آب — بستہ اندازہ راہ دیدہ راہِ خواب

(۲۴)	چوں شنیدند ایں خبر را آں گروہ	جملہ آوردند روئے سوئے کوہ
(۲۵)	شد نمایاں درمیان کوہ غار	دید در آں غار آں صدر کبار
(۲۶)	سر بسجدہ بردہ پیش بے نیاز	با خدائے خویشتن میگفت راز
(۲۷)	گریہ میکرد و ہمی گفت اے الٰہ	تا نہ بخشی امتانم را گناہ
(۲۸)	ما نہ بردارم سر خود از زمیں	تا بروزِ حشر نالم ایں چنیں
(۲۹)	ایں چنیں می گفت و می نالد زار	اشک میبارید چوں ابر بہار
(۳۰)	چوں شنیدند ایں خفاش رازور	جملہ را از نالہ اش خون شد جگر
(۳۱)	گفت صدیق شفیع المومنین	از کرم بردار سر را از زمین
(۳۲)	آنچہ من در عمر طاعت کردہ ام	انچہ در دنیا عبادۃ کردہ ام
(۳۳)	آں ثواب از برائے امتاں	دارم اے پیغمبر آخر زماں

الیٰ اٰخر الحکایت (حکایت کے آخر تک ۔ ت)، یہ حکایت رسالہ میلاد غلام شہید میں ہے۔

(ترجمہ حکایت :

(۱) رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے بارے میں مجھے ایک حکایت یاد ہے جو تمام نیک لوگوں میں مقبول ہے۔

(۲) تاکہ تجھے آپ کی ہمتِ اقدس کا پتا چلے کہ امت پر آپ کی کس قدر شفقت ہے۔

(۳) اس کے بعد میں چاروں یاروں کی مدح کی طرف آؤنگا، اے بھائی! تھوڑا سا وقت غور سے سُن۔

(۴) مصطفےٰ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمام راتیں بیدار رہتے، ایک رات اتفاقاً آپ پر نیند غالب آگئی۔

(۵) نماز کے وقت تک آپ نیند میں تھے، اچانک آپ کو خدائے بے نیاز کا حکم پہنچا۔

(۶) کہ میں نے آپ کو اس لئے پیدا فرمایا ہے کہ آپ امت کے پشت پناہ بنیں۔

(۷) اے میرے محبوب (صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم)! سونا آپ کو زیب نہیں دیتا، جو خدمت میں مشغول نہ ہو وُہ بندہ نہیں ہے۔

(۸) جب آدھی رات کو نیند میں مشغول ہیں تو میں آپ کی اُمت پر غضب نازل کروں گا۔

(۹) ہر خاص و عام کو دوزخ میں ڈالوں گا ان میں سے کسی ایک کو چھٹکارا نہیں دوں گا۔

(۱۰) جب خیر البشر (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے یہ آیت سنی تو فوراً وہاں سے "امتی" کہتے ہوئے باہر نکل گئے۔

(۱۱) وہاں سے آپ تشریف لے گئے، کسی نے آپ کو نہیں دیکھا، آپ کے بارے میں فقط چھپی باتیں جاننے والے کو علم تھا۔

(۱۲) اس قصہ کو جب دو تین دن گزر گئے آپ کے دوست یعنی صحابہ کرام غم سے دل کا خون پیتے رہے۔

(۱۳) آخرکار تیسرے دن نماز کے بعد تمام صحابہ کرام سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے پاس گئے۔

(۱۴) جب انھوں نے اُم المومنین سے پوچھا تو آپ نے انھیں یہ جواب دیا۔

(۱۵) آپ نے کہا کہ پچھلی رات رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو حق کی طرف سے خطاب ہوا، امت کے عذاب سے متعلق آیت نازل ہوئی۔

(۱۶) جب آپ کے کان مبارک تک یہ آیت پہنچی آپ حجرہ سے باہر چلے گئے کسی نے آپ کو نہیں دیکھا۔

(۱۷) نبی کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے دوستوں سے اس قدر شور بلند ہوا کہ جنوں اور دیووں پر لرزہ طاری ہوگیا۔

(۱۸) صحابہ نے اچانک دُور سے ایک چرواہے کو دیکھا، اس چرواہے کو دیکھنے سے ان کے دلوں کو کچھ چین آیا۔

(۱۹) اس کے پاس پہنچے اور پوچھا اگر پیغمبر صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم کی تجھے کوئی خبر ہے تو بتا۔

(۲۰) اس نے کہا میں نے مصطفٰے صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم کو کب دیکھا ہے بلکہ میں نے ان کے بارے میں کسی سے سُنا بھی نہیں ہے۔

(۲۱) لیکن تین دنوں سے پہاڑ کے درمیان سے شور کی آواز میرے کانوں میں آتی ہے۔

(۲۲) اس کے رونے سے جانوروں کے دل زخمی ہوگئے ہیں، چراگاہ سے اُنھوں نے اپنے منہ بند کرلیے ہیں۔

(۲۳) ہر وقت آنکھوں سے آنسو بہاتے ہیں، نیند سے اُنھوں نے آنکھیں باندھ رکھی ہیں۔

(۲۴) جماعتِ صحابہ نے جب یہ خبر سُنی تو ان سب نے اپنا رُخ پہاڑ کی طرف کرلیا۔

(۲۵) پہاڑ کے درمیان ایک غار ظاہر ہوئی، اس غار کے اندر انھوں نے بڑوں کے سردار کو دیکھا۔

(۲۶) بے نیازی کی بارگاہ میں سر سجدہ میں رکھے ہوئے تھے اپنے خدا سے راز داری میں کہہ رہے تھے،

(۲۷) فریاد کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے اے اللہ! جب تک تُو میری اُمت کے گناہ نہیں بخشے گا

(۲۸) میں اپنا سر زمین سے نہیں اٹھاؤں گا، روزِ حشر تک میں اسی طرح روتا رہوں گا۔

(۲۹) اس طرح کہہ رہے تھے اور زار و قطار رو رہے تھے، موسم بہار کی طرح آنسو بہہ رہے تھے۔

(۳۰) جب غار کے چمگادڑوں اور صحابہ کرام نے گریہ و زاری کا یہ زور سُنا تو سرکار کے رونے سے سب کے جگر خون ہوگئے۔

(۳۱) صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا اے مومنوں کی شفاعت فرمانے والے! مہربانی فرمائیں، زمین سے سر اٹھائیں۔

(۳۲) میں نے عمر بھر جو طاعت کی ہے، اور دنیا میں جتنی عبادت کی ہے،

(۳۳) اس کا ثواب آپ کی اُمت کے لئے دیتا ہوں میں اے نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)

الجواب

ایں نقل باطل و بے اصل ست و در ہیچ کتاب معتبر از و نشانے نیست۔ واللہ تعالٰی اعلم

یہ نقل باطل اور بے اصل ہے۔ کسی معتبر کتاب میں اس کا نام ونشان نہیں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۶: بریلی محلہ بہاری پور مرسلہ بمعرفت سلطان احمد خاں سائل پیر محمد عبد اللہ ۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

حالت مندرجہ ذیل کب واقع ہوگی، زہرہ برج حوت میں طالع ہو اور قمر برج سرطان میں بنظر تثلیث زہرہ ہو لیکن بتربیع و مقابلہ مریخ ناظر بزحل نہ ہو۔ امید کہ ماہرانِ علم ہیئت جواب باصواب دیں۔

الجواب

یہ سائل کی غلطی ہے کہ مریخ تربیع یا مقابلہ سے ناظر زحل نہ ہو بلکہ یہاں مقصود یہ ہے کہ ان دونوں میں سے کوئی زہرہ کو نظر دشمنی سے نہ دیکھتا ہو کہ تربیع یا مقابلہ ہے زہرہ سے اگر ساقط ہوں اور باہم نظرِ عداوت رکھتے ہوں کیا حرج ہے، بالجملہ غرض یہ ہے کہ زہرہ برج شرف میں ہو اور قمر اپنے بیت میں اور زہرہ کو بنظر تمام دوستی دیکھتا ہو اور زہرہ مریخ و زحل کی نظر عداوت تربیع و مقابلہ سے محفوظ ہو یہ صورت نہ اس سال ہے نہ سال آئندہ ہے، ہاں وہ کہ سائل نے بیان کی ۲۰ مارچ ۱۹۲۰ء کو ہوگی زہرہ حوت کے ۱۱ درجہ میں ہوگی قمر سرطان کے ۱۱ درجہ میں کہ پورے ۱۲۰ درجے (ایک سو بیس درجہ) کا فاصلہ اور کامل نظر تثلیث ہے۔ مریخ عقرب کے ۸ درجے ۶ دقیقے زحل سنبلہ کے ۶ درجے ۶ دقیقے کہ کامل نظر تسدیس نظر نیم دوستی ہے نہ تربیع ہے نہ مقابلہ، لیکن زہرہ و زحل کا فاصلہ ۶ برج سے صرف ۵ درجے زائد ہوگا، زہرہ اگرچہ مقابلہ زحل سے منصرف ہو چکی ہے مگر دونوں کے مطرح شعاع، ۹ و ۹ درجے کے مجموعے کے نصف یعنی ۸ درجے سے فاصلہ کم ہے تو ہنوز حکم مقابلہ باقی ہے تیسرے دن زائل ہوگا جب تک ماہ سرطان سے بھی نکل جائے گا اور تثلیث سے بھی گزر جائے گا، ہاں مریخ اگرچہ زہرہ سے ساقط نہیں مگر تثلیث میں ہے کہ تمام دوستی ہے نہ تربیع و مقابلہ فقط۔

مسئلہ ۱۲۷ ازشہر محلہ ملوکپور مسئولہ قدرت علی خاں ۱۵ شوال ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ جملہ انبیاء و ملائکہ علیہم السلام معصوم ہیں، دوسرا شخص کہتا ہے کہ سوائے پنجتن پاک کے کوئی معصوم نہیں۔ اور تیسرا شخص کہتا ہے کہ پنجتن پاک کوئی چیز نہیں ہیں سوائے خلفائے راشدین کے۔

الجواب

پہلے شخص کا قول حق و عقیدۂ اہلسنت ہے، اور دوسرے کا قول صریح گمراہی و رفض و کلمۂ کفر ہے، اور تیسرے شخص کا قول بدتر از بول میں بھی ایک کھلا پہلو کفر کا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۸ تا ۱۳۲ ازنانگل لکڑی ضلع گوڑگانوہ ڈاکخانہ ڈھنیہ مسئولہ حافظ غلام کبریا صاحب پیش امام مسجد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) زید کہتا ہے اولیاء سے مدد مانگنا دُور سے، اور ہر وقت حاضر ناظر سمجھنا شرک ہے، کیونکہ یہ خاص اللہ تعالٰی کی صفت ہے دوسرے کی نہیں۔ قرآن شریف کا ثبوت دیتا ہے (نواں پارہ) کہہ دو میں نہیں مالک اپنی جان کا نہ نفع کا نہ ضرر کا۔

(۲) اولیاء اللہ کی قبروں کی خاک ہاتھ میں لے کر منہ پر ملنا کیسا ہے؟ طواف قبر اولیاء کا کرنا بعضے کہتے ہیں طواف صرف کعبہ شریف کے واسطے ہے۔

(۳) شیخ عبدالحق نے ترجمہ مشکوٰۃ میں فرمایا ہے پیغمبروں کی سب دُعا مقبول نہیں ہوتی۔

(۴) خانقاہِ اولیاء پر جمع ہونا حدیث کا ثبوت دیتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے یا اللہ! میری قبر کو عید گاہ نہ بنائیو۔

(۵) اگر نبی کو غیب داں سمجھے تو کافر ہے کیونکہ ان کو علم عطائیہ ہے وہ غیب نہیں ہوسکتا کیونکہ غیب کے معنی یہ ہیں کہ بے اطلاع کے معلوم ہو وہ غیب ہے۔

الجواب

(۱) جس نے کہا کہ دُور سے سُننا صرف اُس کی شان ہے اُس نے رب عزوجل کی شان گھٹائی وہ پاک ہے اس سے کہ دُور سے سُنے، وہ ہر قریب سے قریب تر ہے، دُور سے سُننا اس کی عطا سے اس کے محبوبوں ہی کی شان ہے، اُسے حاضر و ناظر بھی نہیں کہہ سکتے وہ شہید و بصیر ہے، حاضر و ناظر اس کی عطا سے اُس کے محبوب علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام ہیں، کما فی رسائل الشیخ عبدالحق محدث الدہلوی قدس سرہٗ۔ اُس آیۂ کریمہ سے اس کا کیا ثبوت

ہوا، جھوٹا دعوٰی کرنا اور قرآن مجید پر اُس کی تہمت رکھنا مسلمان کا کام نہیں۔ نفع وضرر کا مالک بالذات اُس واحدِ حقیقی کے سوا کوئی نہیں، آیت میں اسی کی نفی ہے، ورنہ شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں تو فرعون کو مالکِ نفع وضرر لکھا ہے۔ پھر محبوبانِ بارگاہ کا کیا کہنا وہ بے شک اس کی تملیک سے ہمارے نفع وضرر کے مالک ہیں، جس کا بیان آیات واحادیث سے کتاب الامن والعلٰی میں ہے۔

(۲) مزارات کی مٹی منہ پر ملنا جائز ہے اور طوافِ تعظیمی صرف کعبہ معظمہ کا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۳) انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سب دُعائیں مستجاب ہیں، مومنین سے حضرت عزت کا وعدہ ہے مجھ سے دُعا کرو میں قبول فرماؤں گا، اور اس کا وعدہ خلاف نہیں ہو سکتا۔ پھر انبیاء تو انبیاء بعض وقت وہ اس اظہار کے لئے کہ یہ امر خلاف مقدر ہے اسے صورت دعا میں ظاہر کرتے ہیں وہ اعلٰی وجہ پر قبول ہوتی ہیں مگر مطلوب ظاہری واقع نہیں ہوتا نظر ظاہر اسے عدم قبول سے تعبیر کرتی ہے۔ شرح مشکوٰۃ میں اسی کا ذکر ہے۔

(۴) مزاراتِ اولیاء پر تشریف لے جانا خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وخلفائے راشدین سے ثابت ہے اور اُس حدیث میں اس کی کہیں ممانعت نہیں، اُس کا یہ مطلب ہے کہ میرے مزار کریم کو مسلمان عید نہ بنائیں جو سال میں ایک ہی بار آتی ہے بلکہ بکثرت حاضری دیں کہ انکے گناہ معاف ہوں اور انھیں برکات ملیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۵) غیب وہ ہے کہ بے بتائے معلوم نہ ہو سکے، جو کہے کہ انبیاء کو غیب کے علم نہ دئے گئے وہ کافر ہے کہ نبوت کا منکر ہے۔ ائمہ دین فرماتے ہیں،

النبی ھو المطلع علی الغیب[1] نبی وہی ہے جو غیب پر مطلع ہو۔

عطا سے غیب نہ رہنا آیات کثیرہ کی تکذیب ہے جو کارڈ پر نہیں لکھی جا سکتیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۳ از مقام رامہ تحصیل گوجر خاں ضلع راولپنڈی مرسلہ تاج الدین امام مسجد ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے فرمایا ہے کہ حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے معراج کی رات میں بچشم خود اللہ کو نہیں دیکھا۔

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الثانی الفصل الاول المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۷

(۲) حدیث اور آیت اس طور پر نہیں آئی کہ تم لوگ امام صاحب کے مذہب پر چلیں۔ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا (بیان فرمائیے اجر دئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

(۱) اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا رؤیت بمعنی احاطہ کا انکار فرماتی ہیں کہ لاتدرکہ الابصار[1] سے سندلاتی ہیں اور احادیث صحیحہ میں رؤیت کا اثبات بمعنی احاطہ نہیں کہ اللہ عزوجل کو کوئی شئے محیط نہیں ہوسکتی وہی ہر شئے کو محیط ہے اور اثبات نفی پر مقدم۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) حدیث اور آیت اس طور پر آئی ہے کہ تمھیں علم نہ ہو تو علماء سے پوچھو۔ امامِ اعظم سردارانِ علما میں داخل ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۵ - ۱۳۶ از لاہور مسجد بیگم شاہی اندرون دروازہ مستی مرسلہ صوفی احمد الدین طالب علم ۲۶ صفر ۱۳۳۸ھ

حضرت ہادی و رہنمائے سالکاں قبلۂ دو جہاں دام فیضہٗ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مسائل ذیل میں حضرت کیا فرماتے ہیں:

(۱) حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ پر ایک روز خفا ہوئے اور روافض کہتے ہیں یہی وجہ ہے باغی ہونے کی۔ پھر ایک کتاب مولانا حاجی صاحب کی تصنیف اعتقاد نامہ ہے جو بچوں کو پڑھایا جاتا ہے اس میں یہ شعر بھی درج ہے: ؎

حق در آنجا بدست حیدر بود ؂ جنگ با او خطا و منکر بود

(حق وہاں حیدر کرار رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہاتھ میں تھا انکے ساتھ جنگ غلط اور ناپسندیدہ تھی)

(۲) امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ نے خلافت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے سپرد کی تھی واسطے دفع جنگ کے۔

الجواب

(۱) روافض کا قول کذب محض ہے۔ عقائد نامہ میں "خطا و منکر بود" نہیں ہے بلکہ "خطائے منکر بود"۔ اہلسنت کے نزدیک امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خطا خطاءِ اجتہادی تھی، اجتہاد پر طعن جائز نہیں۔ خطاءِ اجتہادی دو قسم ہے، مقرّر و منکَر۔ مقرّر وہ جس کے صاحب کو اُس پر برقرار

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۰۳

دکھاجائے گا اور اُس سے تعرض نہ کیا جائے گا، جیسے حنفیہ کے نزدیک شافعی المذہب مقتدی کا امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا۔ اور منکر وُہ جس پر انکار کیا جائے گا جبکہ اس کے سبب کوئی فتنہ پیدا ہوتا ہو جیسے اجلۂ اصحابِ جمل رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہ قطعی جنتی ہیں اور اُن کی خطا یقیناً اجتہادی جس میں کسی نام سنیت لینے والے کو محلِ لب کشائی نہیں، با اینہمہ اُس پر انکار لازم تھا جیسا امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے کیا باقی مشاجراتِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں مداخلت حرام ہے، حدیث میں ہے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اذا ذکر اصحابی فامسکوا[1] — جب میرے صحابہ کا ذکر آئے تو زبان روکو۔

دوسری حدیث میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

ستکون لاصحابی بعدی زلۃ یغفرھا اللہ لھم لسابقتھم ثم یاتی من بعدھم قوم یکبھم اللہ علی مناخرھم فی النار[2] — قریب ہے کہ میرے اصحاب سے کچھ لغزش ہوگی جسے اللہ بخش دے گا اُس سابقہ کے سبب جو ان کو میری سرکار میں ہے، پھر اُن کے بعد کچھ لوگ آئیں گے جن کو اللہ تعالیٰ ناک کے بل جہنم میں اوندھا کردے گا۔

یہ وُہ ہیں جو اُن لغزشوں کے سبب صحابہ پر طعن کریں گے، اللہ عزوجل نے تمام صحابۂ سیّد عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قرآنِ عظیم میں[3] دو قسم کیا مومنین قبل فتح مکّہ و مومنین بعد فتح۔ اول کو دوم پر تفضیل دی اور صاف فرمادیا : وکلا وعد اللہ الحسنٰی[4] سب سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرمالیا۔ اور ساتھ ہی اُن کے افعال کی تفتیش کرنے والوں کا مُنہ بند فرمادیا واللہ بما تعملون خبیر[5] اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرنے والے ہو۔ با اینہمہ وہ تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا پھر دوسرا کون ہے کہ ان میں سے کسی کی بات پر طعن کرے، واللہ الہادی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) بیشک امام مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت سپرد فرمائی،

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۴۲۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/ ۹۶

[2] المعجم الاوسط حدیث ۳۲۴۳ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/ ۱۴۲ و مجمع الزوائد ۷/ ۲۳۴

[3] القرآن الکریم ۵۷/ ۱۰

[4] " " ۵۷/ ۱۰

اور اس سے صلح و بندشِ جنگ مقصود تھی اور یہ صلح و تفویضِ خلافت اللہ ورسول کی پسند سے ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امام حسن کو گود میں لے کر فرمایا تھا:

ان ابنی ھذا سید ولعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین[1] میرا یہ بیٹا سید ہے میں امید کرتا ہوں کہ اللہ اسکے سبب سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرا دیگا۔

امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اگر خلافت کے اہل نہ ہوتے تو امام مجتبٰی ہرگز انھیں تفویض نہ فرماتے نہ اللہ ورسول اسے جائز رکھتے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب المناقب مناقب الحسن والحسین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۳۰
مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبع مجتبائی دہلی ص ۵۶۹

رسالہ

اعتقاد الاحباب فی الجمیل و المصطفٰی و الاٰل و الاصحاب ١٢

١٢٩٨ھ

(احباب کا اعتقادِ جمیل (اللہ تعالٰی)، مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی آل اور اصحاب کے بارے میں)

عقیدۂ اُولٰی ــــ ذات وصفاتِ باری تعالٰی

حضرت حق سبحانہٗ وتبارک وتعالٰی شانہٗ واحد ہے (اپنی ربوبیت والوہیت میں۔ کوئی اس کا شریک نہیں۔ وہ یکتا ہے اپنے افعال میں۔ مصنوعات کو تنہا اسی نے بنایا۔ وہ اکیلا ہے اپنی ذات میں۔ کوئی اس کا قسیم نہیں۔ یگانہ ہے اپنی صفات میں۔ کوئی اس کا شبیہ نہیں۔ ذات وصفات میں یکتا وواحد مگر) نہ عدد سے (کہ شمار وگنتی میں آسکے اور کوئی اس کا ہم ثانی وجنس کہلا سکے تو اللہ کے ساتھ، اس کی

---

[1] عرضِ مرتّب: امام اہلسنت امام احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی بریلوی قدس سرہٗ کے رسالہ مبارکہ "اعتقاد الاحباب" کی زیارت ومطالعہ سے یہ فقیر جب پہلی بار حال ہی میں شرفیاب ہوا تو معاً خیال آیا کہ بتوفیقہٖ تعالٰی اسے نئی ترتیب اور اجمالی تفصیل کے ساتھ عامۃ الناس تک پہنچایا جائے تو ان شاء اللہ تعالٰی اس سے عوام بھی فیض پائیں۔ نصرتِ الٰہی کے بھروسا پر قدم اُٹھایا اور بفیضانِ اساتذہ کرام نہایت

(باقی برصفحہ آئندہ)

ذات وصفات میں، شریک کا وجود، محض وہم انسانی کی ایک اختراع و ایجاد ہے) خالق ہے (ہر شئے کا، ذوات ہوں خواہ افعال، سب اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں) نہ علت سے (اس کے افعال نہ علت وسبب کے محتاج، نہ اس کے فعل کے لئے کوئی غرض، کہ غرض اس فائدہ کو کہتے ہیں جو فاعل کی طرف رجوع کرے، نہ اس کے افعال کے لئے غایت، کہ غایت کا حاصل بھی وہی غرض ہے) فعال ہے (ہمیشہ جو چاہے کر لینے والا) نہ جوارح (و آلات) سے (جب کہ انسان اپنے ہر کام میں اپنے جوارح یعنی اعضائے بدن کا محتاج ہے۔ مثلاً علم کے لئے دل و دماغ کا۔ دیکھنے اور سُننے کے لئے آنکھ، کان کا۔ لیکن خداوند قدوس کہ ہر پست سے پست آواز کو سُنتا اور ہر باریک سے باریک کو کہ خوردبین سے محسوس نہ ہو دیکھتا ہے۔ مگر کان آنکھ سے اس کا سُننا دیکھنا اور زبان سے کلام کرنا نہیں کہ یہ سب اجسام ہیں۔ اور جسم وجسمانیت سے وُہ پاک) قریب ہے (اپنے کمالِ قدرت وعلم ورحمت سے) نہ (کہ) مسافت سے (کہ اس کا قرب ماپ وپیمائش میں سما سکے) ملک (وسلطان و شہنشاہ زمین وآسمان) ہے مگر بے وزیر (جیسا کہ سلاطین دُنیا کے وزیر باتدبیر ہوتے ہیں کہ اس کے امورِ سلطنت میں اس کا بوجھ اٹھاتے اور ہاتھ بٹاتے ہیں)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

قلیل مُدت میں اپنی مصروفیات کے باوجود کامیابی سے سرفراز ہوا۔

میں اپنے مقصد میں کہاں تک کامیاب ہوا، اس کا فیصلہ آپ کریں گے، اور میری کوتاہ فہمی وقصور علمی آپ کے خیال مبارک میں آئے تو اس سے اس ہیچمداں کو مطلع فرمائیں گے۔

اور اس حقیقت کے اظہار میں یہ فقیر فخر محسوس کرتا ہے کہ اس رسالۂ مبارکہ میں حاشئے بین السطور اور تشریح مطالب (جو اصل عبارت سے جدا، قوسین میں محدود ہے۔ اور اصل عبارت خط کشیدہ) جو کچھ پائیں گے وہ اکثر وبیشتر مقامات پر اعلیٰحضرت قدس سرہٗ ہی کے کتب ورسائل اور حضرت استاذی استاذ العلماء صدر الشریعۃ مولٰنا الشاہ امجد علی قادری برکاتی رضوی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہورِ زمانہ کتاب "بہارِ شریعت" سے ماخوذ وملتقط ہے۔

امید ہے کہ ناظرین کرام اس فقیر کو اپنی دُعائے خیر میں یاد فرماتے رہیں گے کہ سفرِ آخرت درپیش ہے اور یہ فقیر خالی ہاتھ، خالی دامن، بس ایک انھیں کا سہارا ہے اور اِن شاء اللہ تعالٰی وہی بگڑی بنائیں گے ورنہ ہم نے تو کمائی سب عیبوں میں گنوائی ہے۔ والسلام

العبد محمد خلیل خاں قادری البرکاتی المارہری عفی عنہ

والی) ہے۔ مالک وحاکم علی الاطلاق ہے۔ جو چاہے اور جیسا چاہے کرے مگر) بے مشیر (نہ کوئی اس کو مشورہ دینے والا۔ نہ وہ کسی کے مشورہ کا محتاج۔ نہ کوئی اس کے ارادے سے اسے باز رکھنے والا۔ ولایت، ملکیت، مالکیت، حاکمیت کے سارے اختیارات اسی کو حاصل۔ کسی کو کسی حیثیت سے بھی اس ذات پاک پر دسترس نہیں۔ ملک وحکومت کا حقیقی مالک کہ تمام موجودات اُس کے تحتِ ملک و حکومت ہیں۔ اور اس کی مالکیت وسلطنت دائمی ہے جسے زوال نہیں) حیاتؔ وکلامؔ وسمعؔ و بصرؔ و ارادہؔ وقدرتؔ وعلمؔ (کہ اس کے صفات ذاتیہ ہیں اور ان کے علاوہ تکوین وتخلیق ورزّاقیت یعنی مارنا، جلانا، صحت دینا، بیمار کرنا، غنی کرنا، فقیر کرنا، ساری کائنات کی ترتیب فرمانا اور ہر چیز کو بتدریج اس کی فطرت کے مطابق کمالِ مقدار تک پہنچانا، انھیں ان کے مناسبِ احوال روزی رزق مہیا کرنا) وغیرہا (صفات جن کا تعلق مخلوق سے ہے اور جنھیں صفاتِ اضافیہ اور صفاتِ فعلیہ بھی کہتے ہیں اور جنھیں صفات تخلیق وتکوین کی تفصیل سمجھنا چاہیے۔ اور صفاتِ سلبیہ یعنی وُہ صفات جن سے اللہ تعالیٰ کی ذات منزّہ اور مبرا ہے مثلاً وہ جاہل نہیں عاجز نہیں، بے اختیار و بے بس نہیں۔ کسی کے ساتھ متحد نہیں جیسا کہ برف پانی میں گھل کر ایک ہوجاتا ہے۔ غرض وہ اپنی صفاتِ ذاتیہ، صفاتِ اضافیہ اور صفاتِ سلبیہ) تمام صفات کمال سے ازلاً ابداً موصوف (ہے۔ اور جس طرح اس کی ذات قدیم ازلی ابدی ہے اس کی تمام صفات بھی قدیم ازلی ابدی ہیں اور ذات وصفات باری تعالیٰ کے سوا سب چیزیں حادث ونوپید، یعنی پہلے نہ تھیں پھر موجود ہوئیں۔ صفاتِ الٰہی کو جو مخلوق کہے یا حادث بتائے گمراہ بے دین ہے۔ اس کی ذات وصفات) تمام شیون (تمام نقائص تمام کوتاہیوں سے) وشین و عیب (ہر قسم کے نقص ونقصان) سے اوّلاً وآخراً بری (کہ جب وہ مجمع ہے تمام صفات کمال کا۔ جامع ہے ہر کمال وخوبی کا، تو کسی عیب کسی نقص کسی کوتاہی کا اس میں ہونا محال۔ بلکہ جس بات میں نہ کمال ہو نہ نقصان وہ بھی اس کے لئے محال)۔

ذات پاک اس کی ندّو ضد (نظیر ومقابل) شبیہ ومثل (مشابہ ومماثل) کیف وکم (کیفیت ومقدار) شکل وجسم وجہت ومکان وامد (غایت وانتہا اور) زمان سے منزّہ (جب عقیدہ یہ ہے کہ ذات باری تعالیٰ قدیم ازلی ابدی ہے اور اس کی تمام صفات بھی قدیم ازلی ابدی ہیں تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ وہ ان تمام چیزوں سے جو حادث ہیں یا جن میں مکانیت ہے یعنی ایک جگہ سے دوسری طرف نقل وحرکت، یا ان میں کسی قسم کا تغیّر پایا جانا، ـــــــــــــــ یا اس کے اوصاف کا متغیّر ہونا، یا اس کے اوصاف کا مخلوق کے اوصاف کے مانند ہونا۔ یہ تمام امور اس کے لئے

محال ہیں، یا یوں کہئے کہ ذاتِ باری تعالٰی ان تمام حوادث وحوائج سے پاک ہے جو خاصۂ بشریت میں) نہ والد ہے نہ مولود (نہ وہ کسی کا باپ ہے نہ کسی کا بیٹا، کیونکہ کوئی اس کا مجانس وہم جنس نہیں، اور چونکہ وہ قدیم ہے اور پیدا ہونا حادث ومخلوق کی شان) نہ کوئی شے اس کے جوڑ کی (یعنی کوئی اس کا ہمتا کوئی اس کا عدیل نہیں۔ مثل ونظیر وشبیہ سے پاک ہے اور اپنی ربوبیت والوہیت میں صفات عظمت وکمال کے ساتھ موصوف)۔

اور جس طرح ذات کریم اس کی، مناسبتِ ذوات سے مبرا اسی طرح صفاتِ کمالیہ اس کی مشابہت صفات سے معرا (اس کا ہر کمال عظیم اور ہر صفت عالی۔ کوئی مخلوق کیسی ہی اشرف واعلٰی ہو اس کی شریک کسی حیثیت سے کسی درجہ میں نہیں ہوسکتی)

مسلمان پر لا الٰہ الا اللہ ماننا، اللہ سبحانہ وتعالٰی کو احد، صمد، لاشریک لہ جاننا فرض اول ومدارِ ایمان ہے کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں، نہ ذات میں کہ لا الٰہ الا اللہ (اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں) نہ صفات میں کہ لیس کمثلہ شیئ[1] اس جیسا کوئی نہیں، نہ اسماء میں کہ ھل تعلم لہ سمیا[2] کیا اس کے نام کا دوسرا جانتے ہو؟ نہ احکام میں کہ ولا یشرک فی حکمہ احدا[3] اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا، نہ افعال میں کہ ھل من خالق غیر اللہ[4] کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے، نہ سلطنت میں کہ ولم یکن لہ شریک فی الملک[5] اور بادشاہی میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ تو جس طرح اس کی ذات اور ذاتوں کے مشابہ نہیں یونہی اس کی صفات بھی صفاتِ مخلوق کے مماثل نہیں۔

اور یہ جو ایک ہی نام کا اطلاق اس پر اور اس کی کسی مخلوق پر دیکھا جاتا ہے جیسے علیم، حکیم، کریم، سمیع، بصیر اور ان جیسے اور، تو یہ محض لفظی موافقت ہے نہ کہ معنوی شرکت۔ اس میں حقیقی معنی میں کوئی مشابہت نہیں و لہذا مثلاً) اوروں کے علم وقدرت کو اس کے علم وقدرت سے (محض لفظی یعنی) فقط ع، ل، م ۔ ق، د، ر، ت میں مشابہت ہے (نہ کہ شرکت معنوی) اس (صوری ولفظی موافقت) سے آگے (قدم بڑھے تو) اس کی تعالی وتکبر (برتری وکبریائی) کا سراپردہ کسی کو

---

[1] القرآن الکریم ۴۲/ ۱۱
[2] القرآن الکریم ۱۹/ ۶۵
[3] القرآن الکریم ۱۸/ ۲۶
[4] القرآن الکریم ۳۵/ ۳
[5] القرآن الکریم ۲۵/ ۲

بار نہیں دیتا (اورکوئی اس کی شاہی بارگاہ کے اردگرد بھی نہیں پہنچ سکتا۔ پرندہ وہاں پر نہیں مار سکتا۔ کوئی اس میں دخل انداز نہیں) تمام عزتیں اس کے حضور پست (فرشتے ہوں یا جن یا انسان یا اور کوئی مخلوق، کوئی بھی اس سے بے نیاز نہیں، سب اس کے فضل کے محتاج ہیں۔ اور زبانِ حال و قال سے اپنی پستیوں، اپنی احتیاجوں کے معترف اور اس کے حضور سائل، اس کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلائے ہوئے، اور ساری مخلوقات چاہے وہ زمینی ہوں یا آسمانی اپنی اپنی حاجتیں اور مرادیں اسی حق تعالٰی سے طلب کرتی ہیں) اور سب ہستیاں اس کے آگے نیست (نہ کوئی ہستی ہستی، نہ کوئی وجود وجود) کل شیئ ھالك الا وجھہ[1] (بقا صرف اس کی وجہِ کریم کے لئے ہے باقی سب کے لئے فنا، باقی باقی باقی فانی) وجود واحد (اسی حی و قیوم ازلی ابدی کا) موجود واحد (وہی ایک حی و قیوم ازلی ابدی) باقی سب اعتبارات ہیں (اعتبار کیجئے تو موجود ورنہ محض معدوم) ذرّاتِ اکوان (یعنی موجودات کے ذرہ ذرہ) کو اس کی ذات سے ایک نسبت مجہولۃ الکیف ہے (نامعلوم الکیفیت) جس کے لحاظ سے من و تو (ماوشما و این و آں) کو موجود و کائن کہا جاتا (اور ہست و بود سے تعبیر کیا جاتا) ہے۔ (اگر اس نسبت کا قدم درمیان سے اٹھالیں۔ ہست نیست اور بود، نابود ہو جائے۔ کسی ذرہ موجود کا وجود نہ رہے کہ اس پر ہستی کا اطلاق روا ہو) اور اس کے آفتابِ وجود کا ایک پرتو (ایک ظل، ایک عکس، ایک شعاع) ہے کہ کائنات کا ہر ذرہ نگاہِ ظاہر میں جلوہ آرائیاں کر رہا ہے (اور اس تماشا گاہِ عالم کے ذرہ ذرہ سے اس کی قدرتِ کاملہ کے جلوے ہویدا ہیں) اگر اس نسبت و پرتو سے (کہ ہر ذرہ کون و مکان کو اس آفتاب وجود حقیقی سے حاصل ہے) قطع نظر کی جائے (اور ایک لحظہ کو اس سے نگاہ ہٹالی جائے) تو عالم ایک خوابِ پریشاں کا نام رہ جائے۔ ہُو کا میدان عدمِ بحت کی طرح سنسان (محض معدوم و یکسر ویران)، تو مرتبہ وجود میں صرف ایک ذاتِ حق ہے باقی سب اسی کے پرتو وجود سے موجود ہیں۔ مرتبہ کون میں نور ابدی آفتاب ہے اور تمام عالم اس کے آئینے۔ اس نسبتِ فیضان کا قدم، درمیان سے نکال لیں تو عالم دفعۃً فنائے محض ہو جائے کہ اسی نور کے متعدد پرتووں نے بے شمار نام پائے ہیں۔ ذات باری تعالٰی واحدِ حقیقی ہے۔ تغیر و اختلاف کو اصلاً اس کے سراپردہ عزت کے گرد بار نہیں۔ پر مظاہر کے تعدد سے یہ مختلف صورتیں، بے شمار نام، بے حساب آثار پیدا ہیں۔ نورِ احدیت کی تابش غیر محدود ہے۔ اور چشم جسم و چشم عقل دونوں وہاں نابینا ہیں۔ اور اس سے زیادہ بیان

---

[1] القرآن الکریم ۲۸ / ۸۸

سے باہر، عقل سے ورا ہے)

موجود واحد ہے نہ وہ واحد جو چند (ابعاض واجزاء) سے مل کر مرکب ہوا (اور شئے واحد کا نام اس پر روا ٹھہرا) نہ وہ واحد جو چند کی طرف تحلیل پائے (جیسا کہ انسان واحد یا شئے واحد کہ گوشت پوست خون واستخواں وغیرہا اجزاء و ابعاض سے ترکیب پاکر مرکب ہوا اور ایک کہلایا۔ اور اس کی تحلیل وتجزی اور تجزیہ، انھیں اعضاء واجزاء وابعاض کی طرف ہوگا جن سے اس نے ترکیب پائی اور مرکب کہلایا، کہ یہی جسم کی شان ہے۔ اور ذاتِ باری تعالٰی عزّ شانہٗ جسم وجسمانیات سے پاک ومنزّہ ہے) نہ وہ واحد جو بہ تہمت حلول عینیت (کہ اس کی ذات قدسی صفات پر یہ تہمت لگائی جائے کہ وہ کسی چیز میں حلول کئے ہُوئے یا اس میں سمائی ہُوئی ہے یا کوئی چیز اس کی ذاتِ احدیت میں حلول کئے ہوئے اور اس میں پیوست ہے اور یُوں معاذ اللہ وہ) اوجِ وحدت (وحدانیت ویکتائی کی رفعتوں) سے حضیض اثنینیت (دُوئی اور اشتراک کی پستیوں) میں اُتر آئے۔ ھو ولا موجود الاّ ھو آیۂ کریمہ سبحانہٗ وتعالٰی عما یشرکون[1] (پاکی اور برتری ہے اسے ان شریکوں سے) جس طرح شرک فی الالوہیت کو رَد کرتی ہے (اور بتاتی ہے کہ خداوند قدوس کی خدائی اور اس معبود برحق کی الوہیت وربوبیت میں کوئی شریک نہیں۔ ھو الذی فی السماء الٰہٌ وفی الارض الٰہ[2] وہی آسمان والوں کا خدا اور وہی زمین والوں کا خدا۔ تو نفسِ الوہیت وربوبیت میں کوئی اس کا شریک کیا ہوتا، اس کی صفاتِ کمال میں بھی کوئی اس کا شریک نہیں، لیس کمثلہٖ شیئ[3] اس جیسا کوئی نہیں)

یونہی (یہ آیۂ کریمہ) اشتراک فی الوجود کی نفی فرماتی ہے (تو اس کی ذات بھی منزّہ اور اس کی تمام صفاتِ کمال بھی مبرا ان تمام نالائق امور سے جو اہلِ شرک وجاہلیت اس کی جانب منسوب کرتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ وجود اسی ذاتِ برحق کے لئے ہے، باقی سب ظلال وپرتو) ؎

غیرتش غیر درجہاں نہ گزاشت
لاجرم عین جملہ معنی شد

(اور وحدت الوجود کے جتنے معنی اور جس قدر مفاہیم عقل میں آسکتے ہیں وہ یہی ہیں کہ وجود واحد، موجود واحد۔ باقی سب اسی کے مظاہر اور آئینے کہ اپنی حدِ ذات میں اصلاً وجود وہستی سے بہرہ نہیں

---

[1] القرآن الکریم ۳۰/ ۴۰
[2] القرآن الکریم ۴۳/ ۸۴
[3] " " ۴۲/ ۱۱

رکھتے۔ اور حاش ثم حاش یہ معنی ہرگز نہیں کہ من و تو، ما و شما، این و آں، ہر شئے خدا ہے۔ یہ اہلِ اتحاد کا قول ہے جو ایک فرقہ کافروں کا ہے۔ اور پہلی بات مذہب ہے اہلِ توحید کا، کہ اہلِ اسلام وہ صاحبِ ایمان حقیقی ہیں)

عقیدۂ ثانیہ[۲] ـــــ سب سے اعلیٰ، سب سے اَولیٰ

بایں ہمہ (کہ اُس کی ذاتِ کریم دوسری ذوات کی مناسبت سے معرّا ہے اور اس کی صفاتِ عالیہ اوروں کی صفات کی مشابہت سے مبرّا) اس نے اپنی حکمت کاملہ (و رحمت شاملہ) کے مطابق عالم (یعنی ماسوی اللہ) کو جس طرح وُہ (اپنے علم قدیم ازلی سے) جانتا ہے۔ ایجاد فرمایا (تمام کائنات کو خلعت وجود بخشا۔ اپنے بندوں کو پیدا فرمایا انھیں کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں، زبان وغیرہ عطا فرمائے اور انھیں کام میں لانے کا طریقہ الہام فرمایا۔ پھر اعلیٰ درجہ کے شریف جوہر یعنی عقل سے ممتاز فرمایا جس نے تمام حیوانات پر انسان کا مرتبہ بڑھایا۔ پھر لاکھوں باتیں ہیں جن کا عقل ادراک نہیں کر سکتی تھی۔ لہٰذا انبیاء بھیج کر کتابیں اتار کر، ذرا ذرا سی بات بتا دی۔ اور کسی کو عذر کی کوئی جگہ باقی نہ چھوڑی) اور مکلفین کو (جو تکلیف شرعی کے اہل، امر ونہی کے خطاب کے قابل، بالغ عاقل ہیں) اپنے فضل و عدل سے دو فرقے کر دیا، فریقٌ فی الجنّۃ[۳] (ایک جنتی و ناجی، جس نے حق قبول کیا) و فریقٌ فی السعیر[۴] (دوسرا جہنمی و ہالک، جس نے قبولِ حق سے جی چرایا) اور جس طرح پرتو وجود (موجودِ حقیقی جل جلالہٗ) سے سب نے بہرہ پایا (اور اسی اعتبار سے وہ ہست و موجود کہلایا) اسی طرح فریق جنت کو اس کے صفاتِ کمالیہ سے نصیبۂ خاص ملا (دنیا و آخرت میں اس کے لئے فوز و فلاح کے دروازے کُھلے اور علم و فضل خاص کی دولتوں سے اُس کے دامن بھرے) دبستان (مدرسہ) علّمک مالم تکن تعلم[۳] (اور دارالعلوم علّم الانسان مالم یعلم[۴]) میں تعلیم فرمایا (کہ جو کچھ وہ نہ جانتا تھا اُسے سکھایا پھر) وکان فضل اللّٰہ علیک عظیماً[۵] نے اور رنگ آمیزیاں کیں (کہ اللہ تعالٰی کا فضلِ عظیم اس پر جلوہ گستر رہا۔ مولائے کریم نے گوناگوں نعمتوں سے اسے نوازا۔ بے شمار فضائل و محاسن سے اسے سنوارا۔ قلب و قالب، جسم و جاں، ظاہر و باطن کو رذائل اور خصائل قبیحہ مذمومہ سے پاک صاف اور محامد و اخلاق حسنہ سے اسے آراستہ و

---

[۱] القرآن الکریم ۴۲/ ۷ [۲] القرآن الکریم ۴۲/ ۷
[۳] " ۴/ ۱۱۳ [۴] " ۹۶/ ۵
[۵] " ۴/ ۱۱۳

پیراستہ کیا۔ اور قربِ خداوندی کی راہوں پر اُسے ڈال دیا) اور یہ سب تصدق (صدقہ و طفیل) ایک ذات جامع البرکات کا تھا جسے اپنا محبوب خاص فرمایا۔ (مرتبۂ محبوبیتِ کبریٰ سے سرفراز فرمایا کہ تمام خلق حتیٰ کہ نبی و مرسل و ملک مقرب جویائے رضائے الٰہی ہے اور وہ ان کی رضا کا طالب)

مرکز دائرہ (کُن) و دائرہ مرکز کاف و نون بنایا۔ اپنی خلافت کاملہ کا خلعتِ رفیع المنزلت اُس کے قامتِ موزوں پر سجایا کہ تمام افرادِ کائنات اُس کے ظلِ ظلیل (سایہ ممدود رافت) اور ذیلِ جلیل (دامن معمور رحمت) میں آرام کرتے ہیں۔ اعاظم مقربین (کہ اُس کی بارگاہِ عالی جاہ میں قربِ خاص سے مشرف ہیں) (ان) کو (بھی) جب تک اس مامنِ جہاں (پناہ گاہِ کون و مکان) سے توسّل نہ کریں (انھیں اس کی جناب والا میں وسیلہ نہ بنائیں) بادشاہ (حقیقی عزّ اسمہٗ و جل مجدہٗ) تک پہنچنا ممکن نہیں کنجیاں، خزائنِ علم و قدرت، تدبیر و تصرف کی، اس کے ہاتھ میں رکھیں۔ عظمت والوں کو مرہلیے (چاند کے ٹکڑے، روشن تارے) اور اس کو اس نے آفتاب عالم تاب کیا کہ اس سے اقتباسِ انوار کریں (عرفان و معرفت کی روشنیوں سے اپنے دامن بھریں) اور اس کے حضور انا زبان پر (اور اپنے فضائل و محاسن، ان کے مقابل، شمار میں) نہ لائیں اس (محبوب اجل و اعلیٰ) کے سراپردہ عزت و اجلال کو وہ عزت و رفعت بخشی کہ عرشِ عظیم جیسے ہزاراں ہزار اس میں یوں گم ہو جائیں جیسے بیدائے ناپیدا کنار (وسیع و عریض بیابان، جس کا کنارہ نظر نہ آئے اس) میں ایک شلنگ ذرہ کم مقدار (کہ لق و دق صحرا میں اس کی اُڑان کی کیا وقعت اور کیا قدر و منزلت)

علم وہ وسیع و غزیر (کثیر در کثیر) عطا فرمایا کہ علومِ اوّلین و آخرین اس کے بحرِ علوم کی نہریں، یا جوششِ فیوض کے چھینٹے قرار پائے (شرق تا غرب، عرش تا فرش انھیں دکھایا، ملکوت السمٰوٰت والارض کا شاہد بنایا۔ روزِ اوّل سے روزِ آخر تک کا سب ماکان و مایکون انھیں بتایا) ازل سے ابد تک تمام غیب و شہادت (غائب و حاضر) پر اطلاع تام (و آگاہی تمام انھیں) حاصل الّا ماشاء اللہ (اور ہنوز ان کے احاطۂ علم میں وہ ہزار در ہزار، بے حد و بے کنار سمندر لہرا رہے ہیں جن کی حقیقت وہ جانیں یا اُن کا عطا کرنے والا اُن کا مالک و مولیٰ جل و علا) بصر (و نظر) وہ محیط (اور اس کا احاطہ اتنا بسیط) کہ شش جہت (پس و پیش، چپ و راست، زیر و بالا) اس کے حضور (ان کی نگاہوں کے رُوبرو) ایسے ہیں جیسے جہت مقابل (کہ بصارت کو ان پر اطلاع تام حاصل) دنیا اسکے سامنے اٹھالی کہ تمام کائنات تا بروزِ قیامت، آنِ واحد میں پیش نظر (تو وہ دُنیا کو اور جو کچھ دنیا میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے دیکھ رہے ہیں جیسے اپنی ہتھیلی کو، اور ایمانی نگاہوں میں نہ یہ قدرتِ الٰہی

پر دشوار نہ عزّت و وجاہتِ انبیاء کے مقابل بسیار) سمع والا کے نزدیک پانچ سو برس راہ کی صدا، جیسے کان پڑی آواز ہے۔ اور (بعطائے قادرِ مطلق) قدرت (و اختیارات) کا تو کیا پوچھنا، کہ قدرتِ قدیر علی الاطلاق جل جلالہٗ کی نمونہ و آئینہ ہے۔ عالم علوی و سفلی (اقطار و اطراف زمین و آسمان) میں اس کا حکم جاری۔ فرمانروائی کن کو اس کی زبان کی پاسداری۔ مُردہ کو قُم کہیں (کہ بحکمِ الٰہی کھڑا ہو جا تو وہ) زندہ۔ اور چاند کو اشارہ کریں (تو) فوراً دو پارہ ہو۔ جو (یہ) چاہتے ہیں خدا وہی چاہتا ہے کہ یہ وہی چاہتے ہیں جو خدا چاہتا ہے۔ منشورِ خلافت مطلقہ (تامّہ، عامّہ، شاملہ، کاملہ) و تفویض تام (کا فرمانِ شاہی) ان کے نام نامی (اسم گرامی) پر پڑھا گیا۔ اور سکہ و خطبہ ان کا ملاءِ ادنیٰ سے عالمِ بالا تک جاری ہوا۔ (تو وہ اللہ عزّ وجل کے نائب مطلق ہیں اور تمام ما سوی اللہ، تمام عالم ان کے تحت تصرف ان کے زیرِ اختیار، ان کے سپرد کہ جو چاہیں کریں جسے جو چاہیں دیں اور جس سے جو چاہیں واپس لیں، تمام جہان میں کوئی ان کا پھیرنے والا نہیں، اور ہاں کوئی کیونکر ان کا حکم پھیر سکے کہ حکمِ الٰہی کسی کے پھیرے نہیں پھرتا۔ تمام جہان ان کا محکوم اور تمام آدمیوں کے وہ مالک، جو انھیں اپنا مالک نہ جانے حلاوتِ سُنّت سے محروم۔ ملکوت السمٰوٰت والارض ان کے زیرِ فرمان، تمام زمین اُن کی مِلک اور تمام جنّت ان کی جاگیر)۔ دنیا و دیں میں جو جسے ملتا ہے ان کی بارگاہِ عرش اشتباہ سے ملتا ہے (جنت و نار کی کُنجیاں دستِ اقدس میں دے دی گئیں۔ رزق و خیر اور ہر قسم کی عطائیں حضور ہی کے دربار سے تقسیم ہوتی ہیں۔ دُنیا و آخرت حضور ہی کی عطا کا ایک حصّہ ہے ؎

فانّ من جودك الدنيا و ضرّتها[1]

(بے شک دُنیا و آخرت آپ کے جُود و سخا سے ہے)

تو تمام ما سوی اللہ نے جو نعمت، دُنیاوی و اُخروی، جسمانی یا روحانی، چھوٹی یا بڑی پائی انھیں کے دستِ عطا سے پائی۔ اُنھیں کے کرم، انھیں کے طفیل، انھیں کے واسطے سے ملی۔ اللہ عطا فرماتا ہے اور ان کے ہاتھوں ملا، ملتا ہے اور ابدالآباد تک ملتا رہے گا جس طرح دین و ملت، اسلام و سنت، صلاح و عبادت، زُہد و طہارت اور علم و معرفت ساری دینی نعمتیں ان کی عطا فرمائی ہُوئی ہیں۔ یونہی مال و دولت، شفا و صحت، عزّت و رفعت اور فرزند و عشرت یہ سب دُنیاوی نعمتیں بھی اُنھیں کے دستِ اقدس سے ملی ہیں۔

---

[1] مجموع المتون قصیدۃ بردۃ فی مدح صلے اللہ علیہ وسلم الشؤن الدینیۃ دولۃ قطر ص ۱۰

قال الرضا ؎

بے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے
حاشا غلط غلط، یہ ہوس بے بصر کی ہے[1]

وقال الفقیر ؎

بے اُن کے توسّل کے، مانگے بھی نہیں ملتا
بے اُن کے توسّط کے، پرسش ہے نہ شنوائی)

وُہ بالا دست حاکم کہ تمام ماسوی اللہ ان کا محکوم اور ان کے سوا عالم میں کوئی حاکم نہیں۔ (ملکوت السمٰوات والارض میں ان کا حکم جاری ہے۔ تمام مخلوقِ الٰہی کو ان کے لئے حکمِ اطاعت و فرمانبرداری ہے۔ وہ خدا کے ہیں، اور جو کچھ خدا کا ہے سب ان کا ہے ؎

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا، تیرا[2]

جو سر ہے اُن کی طرف جُھکا ہوا، اور جو ہاتھ ہے وُہ ان کی طرف پھیلا ہوا)

سب اُن کے محتاج اور وہ خدا کے محتاج (وہی بارگاہِ الٰہی کے وارث ہیں اور تمام عالم کو انھیں کی وساطت سے ملتا ہے) قرآن عظیم ان کی مدح وستائش کا دفتر (اور) نام ان کا ہر جگہ نامِ الٰہی کے برابر ؎

(ورفعنا لك ذكرك کا ہے سایہ تجھ پر
ذکر اونچا ہے ترا، بول ہے بالا تیرا[3]

احکامِ تشریعیہ، شریعت کے فرامین، اوامر و نواہی سب ان کے قبضہ میں، سب ان کے سپرد، جس بات میں جو چاہیں اپنی طرف سے فرما دیں، وہی شریعت ہے۔ جس پر جو چاہیں حرام فرما دیں، اور جس کے لئے جو چاہیں حلال کر دیں، اور جو فرض چاہیں معاف فرما دیں، وہی شرع ہے۔ غرض وہ کارخانۂ الٰہی کے مختارِ کُل ہیں، اور خسروانِ عالم اس کے دستِ نگر و محتاج)۔

---

[1] حدائقِ بخشش . حاضری بارگاہ بہیں جائے حصہ اول مکتبہ رضویہ کراچی ص ۹۴
[2] " " وصل اول در نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم " " " " ص ۲
[3] " " وصل چہارم در منافحت اعداء الخ " " " " ص ۹

(وہ کون؟) اعنی سید المرسلین (رہبر رہبراں)، خاتم النبیین (خاتم پیغمبراں)، رحمۃ للعلمین (رحمتِ ہر دو جہاں)، شفیع المذنبین (شافع خطاکاراں)، قائد الغر المحجلین (ہادی نوریاں و روشن جبیناں)، سرّاللہ المکنون (ربّ العزت کا رازِ سربستہ)، دُرّ اللہ المخزون (خزانہ الٰہی کا موتی، قیمتی و پوشیدہ)، سرور القلب المحزون (ٹوٹے دلوں کا سہارا)، عالم ماکان وما یکون (ماضی و مستقبل کا واقف کار)، تاج الاتقیاء (نیکوکاروں کے سر کا تاج)، نبی الانبیاء (تمام نبیوں کا سرتاج) محمد (المصطفٰی) رسول ربّ العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ وبارك وسلّم الٰی یوم الدین۔

بایں ہمہ (فضائلِ جمیلہ وفواضلِ جلیلہ ومحاسنِ حمیدہ ومحامدِ محمودہ وہ) خدا کے بندہ ومحتاج ہیں (اور یسئلہ من فی السمٰوٰت والارض[1] کے مصداق) حاش للہ کہ عینیت یا مثلیت کا گمان (تو گمان یہ وہم بھی ان کی ذاتِ کریم، ذاتِ الٰہی عزّشانہ کی عین یا اس کے مثل ومماثل یا شبیہ ونظیر ہے) کافر کے سوا مسلمان کو ہوسکے۔ خزانۂ قدرت میں ممکن (وحادث ومخلوق) کے لئے جو کمالات متصور تھے (تصور وگمان میں آسکتے تھے یا آسکتے ہیں) سب پائے، کہ دوسرے کو ہم عنانی (وہمسری اور ان مراتبِ رفیعہ میں برابری) کی مجال نہیں، مگر دائرۂ عبدیت وافتقار (بندگی واحتیاج) سے قدم نہ بڑھا، نہ بڑھا سکے۔ العظمۃ للہ خدائے تعالٰی سے ذات وصفات میں مشابہت (ومماثلت) کیسی۔ (اس سے مشابہ ومماثل ہونے کا شُبہ بھی اس قابل نہیں کہ مسلمان کے دل ایمان منزل میں اس کا خطرہ گزر سکے) جب کہ اہلِ حق کا ایمان ہے کہ حضورِ اقدس سرورِ عالم، عالم اعلم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم ان احساناتِ الٰہی کا جو بارگاہِ الٰہی سے ہر آن، ہر گھڑی، ہر لحظہ، ہر لمحہ ان کی بارگاہِ بیکس پناہ پر مبذول رہتے ہیں، ان انعامات اور ان) نعمائے خداوندی کے لائق جو شکر وثنا ہے اسے پورا پورا بجا نہ لاسکے۔ نہ ممکن کہ بجا لائیں کہ جو شکر کریں وہ بھی نعمت آخر موجبِ شکر دیگر الٰی مالانہایۃ لہ، نعم وافضالِ خداوندی (ربانی نعمتیں اور بخششیں خصوصًا آپ پر) غیر متناہی ہیں۔ (ان کی کوئی حد ونہایت نہیں، انھیں کوئی گنتی وشمار میں نہیں لاسکتا) قال اللہ تعالٰی وللاٰخرۃ خیرٌ لك من الاولٰی[2] (اے نبی بیشک ہر آنے والا لمحہ تمہارے لئے گزرے ہوئے لمحہ سے بہتر ہے اور ساعت بساعت آپ کے مراتبِ رفیعہ ترقیوں میں ہیں) مرتبہ "قاب قوسین

---

[1] القرآن الکریم ۵۵/ ۲۹

[2] القرآن الکریم ۹۳/ ۴

او ادنیٰ[1]" کا پایا (اور یہ وہ منزل ہے کہ نہ کسی نے پائی اور نہ کسی کے لئے ممکن ہے اس تک رسائی۔ وہ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ شبِ اسرٰی مجھے میرے رب نے اتنا نزدیک کیا کہ مجھ میں اور اس میں دو کمانوں بلکہ اس سے بھی کم کا فاصلہ رہ گیا[2]) قسم کھانے کو فرق کا نام رہ گیا ؎

(کمانِ امکاں کے جھوٹے نقطو! تم اول آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پُوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے[3])

دیدارِ الٰہی بچشم سر دیکھا، کلامِ الٰہی بے واسطہ سُنا (بدنِ اقدس کے ساتھ، بیداری میں۔ اور یہ وہ قربِ خاص ہے کہ کسی نبی مرسل و ملک مقرب کو بھی نہ کبھی حاصل ہوا اور نہ کبھی حاصل ہو) محلِ لیلٰی (ادراک سے ماوراء) کروڑوں منزل سے کروڑوں منزل (دُور) (اور) عقلِ نکتہ دان، دقیقہ شناس) دنگ ہے۔ (کوئی جانے تو کیا جانے اور کوئی خبر دے تو کیا خبر دے) خرد خردہ میں نیا سماں ہے نیا رنگ ہے (ہوش و حواس ان وسعتوں میں گم اور دامانِ نگاہ تنگ) قرب میں بُعد (نزدیکی میں دُوری) بُعد میں قرب (دُوری میں نزدیکی) وصل میں ہجر (فرقت میں وصال) ؏

(عجب گھڑی تھی کہ وصل و فرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے[4])

عقل و شعور کو خود اپنا شعور نہیں۔ دست و پابستہ خود گم کردہ حواس ہے۔ ہوش و خرد کو خود اپنے لالے پڑے ہیں۔ وہم و گمان دوڑیں تو کہاں تک پہنچیں۔ ٹھوکر کھائی اور گرے ؎

سراغِ این و متٰی کہاں تھا، نشانِ کیف و الٰی کہاں تھا
نہ کوئی راہی، نہ کوئی ساتھی، نہ سنگِ منزل، نہ مرحلے تھے[5]

جس راز کو اللہ جل شانہٗ ظاہر نہ فرمائے بے بتائے کس کی سمجھ میں آئے اور کسی بے وقار کی کیا مجال کہ درونِ خانۂ خاص تک قدم بڑھائے)

گوہر شناور دریا (گویا موتی پانی میں تیر رہا ہے) مگر (یُوں کہ) صدف (یعنی سیپی) نے وُہ

---

[1] القرآن الکریم ۵۳/ ۹
[2] صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالٰی وکلم اللہ موسٰی تکلیما قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۲۰
[3] حدائقِ بخشش معراج نظم نذرِ گدا بحضور سلطان الانبیاء الخ حصہ اول مکتبہ رضویہ کراچی ص ۱۰۵
[4] " " " " " " " " " ص ۱۱۰
[5] " " " " " " " " " ص ۱۱۰

پردہ ڈال رکھا ہے کہ تم سے آشنا نہیں (قطرہ تو قطرہ، نمی سے بھی بہرہ ور نہیں) اے جاہلِ ناداں! اعلم (وکُنہ حقیقت) کو علم والے پر چھوڑ اور اس میدان دشوار جولان سے (جس سے سلامتی سے گزر جانا جوئے شیر لانا ہے اور سخت مشقتوں میں پڑنا) سمندِ بیان (کلام وخطاب کی تیز وطرار سواری) کی عنان (باگ ڈور) موڑ (اس والا جناب کی رفعتوں، منزلتوں اور قربتوں کے اظہار کے لئے) زبان بند ہے پر اتنا کہتے ہیں کہ خلق کے آقا ہیں، خالق کے بندے، عبادت (وپرستش) ان کی کفر (اور ناقابلِ معافی جُرم) اور بے ان کی تعظیم کے حبط (برباد، ناقابلِ اعتبار، منہ پر مار دیئے جانے کے قابل) ایمان ان کی محبت وعظمت کا نام (اور فعلِ تعظیم، بعد ایمان، ہر فرض سے مقدم) اور مسلمان وہ جس کا کام ہے نامِ خدا کے ساتھ، ان کے نام پر تمام والسلام علیٰ خیر الانام والاٰل والاصحاب علی الدوام۔

عقیدۂ ثالثہ ۔۔۔۔۔ صدر نشینانِ بزمِ عزّ وجاہ

اس جناب عرش قباب کے بعد (جن کے قبۂ اطہر اور گنبدِ انور کی رفعتیں عرش سے ملتی ہیں) مرتبہ اور انبیاء ومرسلین کا ہے صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کہ باہم ان میں تفاضل (اور بعض کو بعض پر فضیلت) مگر ان کا غیر، گو کسی مرتبۂ ولایت تک پہنچے، فرشتہ ہو (اگرچہ مقرب) خواہ آدمی صحابی ہو خواہ اہلبیت (اگرچہ مکرم تر ومعظم ترین) ان کے درجے تک (اس غیر کو) وصول محال۔ جو قربِ الٰہی انہیں حاصل، کوئی اس تک فائز نہیں۔ اور جیسے یہ خدا کے محبوب، دوسرا ہرگز نہیں۔ یہ وہ صدر (وبالا) نشینانِ بزمِ عزّ وجاہ ہیں۔ (اور والا مقامانِ محفلِ عزت ووجاہت اور مقربانِ حضرت عزت) کہ رب العالمین تبارک وتعالیٰ خود اُن کے مولیٰ وسردار (نبی مختار علیہ الصلوٰۃ والسلام الیٰ یوم القرار) کو حکم فرماتا ہے: اولٰئک الذین ھدی اللہ فبھدٰھم اقتدہ[1] (اللہ اللہ! کوئی کیا اندازہ کرسکتا ہے اُس مقدس ذات، برگزیدہ صفات کا جسے اس کے رب تبارک وتعالیٰ نے محامد جمیلہ، محاسنِ جلیلہ، اخلاقِ حسنہ، خصائل محمودہ سے نوازا۔ سرِ اقدس پر محبوبیتِ کبریٰ کا تاج والا ابتہاج رکھا۔ جسے خلافتِ عظمیٰ کا خلعت والا مرتبت پہنایا۔ جس کے طفیل ساری کائنات کو بنایا۔ جس کے فیوض وبرکات کا دروازہ تمام ماسوی اللہ کو دکھایا۔ انھیں سے

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۹۰

یہ خطاب فرمایا کہ) یہ وہ ہیں جنھیں خدا نے راہ دکھائی تو تو اُن کی پیروی کر۔ اور فرماتا ہے: فاتبعوا ملّة ابراھیم حنیفا[1] تو پیروی کر شریعتِ ابراہیم کی، جو سب ادیانِ باطلہ سے کنارہ کش ہوکر دینِ حق کی طرف جھک آیا۔

(غرض انبیاء و مرسلین علیہم الصلٰوۃ والسلام الیٰ یوم الدین میں سے، ہر نبی، ہر رسول بارگاہِ عزت جل مجدہٗ میں بڑی عزت و وجاہت والا ہے اور اس کی شان بہت رفیع، ولہٰذا ہر نبی کی تعظیم فرضِ عین بلکہ اصل جملہ فرائض ہے اور) ان کی ادنیٰ توہین مثل سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، کفرِ قطعی۔ (ان میں سے کسی کی تکذیب و تنقیص، کسی کی اہانت، کسی کی بارگاہ میں ادنیٰ گستاخی ایسے ہی قطعاً کفر ہے جیسے خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جنابِ پاک میں گستاخی و دریدہ دہنی۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ) اور کسی کی نسبت، صدیق ہوں خواہ مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان (حضرات قدسی صفات) کی خادمی و غاشیہ برداری (اطاعت و فرمانبرداری کہ یہ ان کے پیش خدمت و اطاعت گزار ہیں، اس) سے بڑھاکر (افضلیت و برتری درکنار) دعوئ ہمسری (کہ یہ بھی مراتب رفیعہ اور ان کے درجاتِ عُلیہ میں ان کے ہمسر و برابر ہیں) محض بے دینی (الحاد و زندیقی ہے) جس نگاہِ اجلال و توقیر (تکریم و تعظیم) سے اُنھیں دیکھنا فرض (ہے اور دائمی فرض) حاشا کہ اس کے سُوحصے سے ایک حصہ (۱/۱۰۰) دوسرے کو دیکھیں آخر نہ دیکھا کہ صدیق و مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما جس سرکارِ ابد قرار (دستر ہر کاز) کے غلام ہیں، اسی کو حکم ہوتا ہے ان کی راہ پر چل اور اُن کی اقتدا سے نہ نکل (تا بہ دیگراں چہ رسد

اے عقل خبردار! یہاں مجال دم زدن نہیں)

عقیدۂ رابعہ ــــــــ اعلیٰ طبقہ، ملائکہ مقربین

ان (انبیاء و مرسلین علیہم الصلٰوۃ والسلام) کے بعد اعلیٰ طبقہ ملائکہ مقربین کا ہے مثل ساداتنا و موالینا (مثلاً ہمارے سرداروں اور پیش رو مددگاروں میں سے حضرت) جبرائیل (جن کے ذمہ پیغمبروں کی خدمت میں وحی الٰہی لانا ہے) و (حضرت) میکائیل (جو پانی برسانے والے اور مخلوقِ خدا کو روزی پہنچانے پر مقرر ہیں) و (حضرت) اسرافیل (جو قیامت کو صور پھونکیں گے) و (حضرت) عزرائیل (جنھیں قبضِ ارواح کی خدمت سپرد کی گئی ہے) و حملۂ (یعنی حاملانِ) عرش جلیل، صلوات اللہ وسلامہ علیہم

---

[1] القرآن الکریم ۳/۹۵

اجمعین۔ ان کے علوِشان ورفعتِ مکان (شوکت وعظمت اور عالی مرتبت) کو بھی کوئی ولی نہیں پہنچتا (خواہ کتنا ہی مقرب بارگاہِ احدیت ہو) اور ان کی جناب میں گستاخی کا بھی بعینہٖ وہی حکم (جو انبیاء و مرسلین کی رفعت پناہ بارگاہوں میں گستاخی کا ہے کہ کفر قطعی ہے [23] ان ملائکہ مقربین میں بالخصوص) جبرئیل علیہ السلام یمین وَجیہِ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے استاذ ہیں [عـہ] قال تعالٰی علّمہ شدید القوٰی[1] (سکھایا ان کو یعنی سیدِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سخت قوتوں والے طاقتور نے، یعنی جبرائیل علیہ السلام نے جو قوت واجلال خداوندی کے مظہرِ اتم، قوت جسمانی وعقل ونظر کے اعتبار سے کامل، وحی الٰہی کے بار کے متحمل، چشم زدن میں سدرۃ المنتہٰی تک پہنچ جانے والے، جن کی دانشمندی اور فراست ایمانی کا یہ عالم کہ تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہوں میں وحی الٰہی لے کر نزولِ اجلال فرماتے اور پوری

عـہ قال الامام الفخر الرازی وقولہ شدید القوٰی، فیہ فوائد الاولٰی ان مدح المعلم مدح المتعلم فلو قال علمہ جبرائیل ولم یصفہ ماکان یحصل للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بہ فضیلۃ ظاھرۃ، الثانیۃ ھو ان فیہ ردًا علیھم حیث قالوا اساطیر الاولین سمعھا وقت سفرہ الی الشام فقال لم یعلمہ احد من الناس بل معلمہ شدید القوٰی[2] الخ ولھذا قال الامام احمد رضا ما قال وھو حق ثابت۔ واللہ اعلم۔
العبد محمد خلیل عفی عنہ

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی کے ارشاد "شدید القوٰی" میں کئی فائدے ہیں، پہلا فائدہ یہ ہے کہ معلم کی مدح متعلم کی مدح ہوتی ہے، اگر اللہ تعالٰی یوں فرماتا کہ اس کو جبرائیل نے سکھایا ہے اور وصف شدید القوٰی سے اس کو متصف نہ فرماتا تو اس سے نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فضیلتِ ظاہرہ حاصل نہ ہوتی۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس میں رَد ہے ان لوگوں کا جنھوں نے کہا یہ پہلے لوگوں کے قصے ہیں جن کو انھوں نے شام کی طرف سفر کے دوران سُن لیا ہے، تو اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ انھیں لوگوں میں سے کسی نے نہیں سکھایا ان کا معلم تو شدید القوٰی ہے الخ، اسی لئے امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے جو کہا ہے وہ حق ثابت ہے (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵۳/ ۵
[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۵۳/ ۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۸/ ۲۴۵

دیانتداری سے اس امانت کو ادا کرتے رہے) پھر وہ کسی کے شاگرد کیا ہوں گے جسے ان کا استاذ بنایئے اسے سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا استاذ الاستاذ ٹھہرایئے یہ وہی ہیں جنھیں حق تبارک وتعالٰی رسول کریم[1] مکین امین[2] فرماتا ہے (کہ وہ عزت والے مالک عرش کے حضور بڑی عزت والے ہیں ملاءِ اعلٰی کے مقتدا کہ تمام ملائکہ ان کے اطاعت گزار وفرماں بردار، وحیِ الٰہی کے امانت دار، کہ ان کی امانت میں کسی کو مجال حرف زدن نہیں پیام رسانیِ وحی میں۔ امکان نہ سہو کا نہ کسی غلط فہمی وغلطی کا اور نہ کسی سہل پسندی اور غفلت کا منصبِ رسالت کے پوری طرح متحمل، اسرار وانوار کے ہر طرح محافظ۔ فرشتوں میں سب سے اونچا ان کا مرتبہ ومقام اور قربِ قبول پر فائز المرام، وہ صاحبِ عزت واحترام کہ) نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سوا دوسرے کے خادم نہیں (اور تمام مخلوقات میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علاوہ کوئی اور ان کا مخدوم ومطاع نہیں۔ اور جنگِ بدر میں فرشتوں کی ایک جمعیت کے ساتھ حضور کے لشکر کا ایک سپاہی بن کر شامل ہونا مشہور، زبان زدِ خاص وعام) اکابر صحابہ واعاظم اولیاء کو (کہ واسطہ نزولِ برکات ہیں) اگر ان کی خدمت (کی دولت) ملے دوجہاں کی فخر وسعادت جانیں پھر یہ کس کے خدمت گار یا غاشیہ بردار ہوں گے (اور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو بادشاہِ کون ومکاں، مخدوم ومطاع ہر دو جہاں ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین وبارک وسلّم)

عقیدۂ خامسہ ـــــــ اصحاب سیّد المرسلین و اہل بیت کرام

ان (ملائکہ مرسلین وساداتِ فرشتگانِ مقربین) کے بعد (بڑی عزت ومنزلت اور قربِ قبول احدیت پر فائز) اصحاب سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین ہیں، اور انھیں میں حضرت بتول، جگر پارۂ رسول، خاتونِ جہاں، بانوئے جہاں، سیّدۃ النساء فاطمہ زہرا (شامل) اور اس دوجہاں کی آقازادی کے دونوں شہزادے، عرش (اعظم) کی آنکھ کے دونوں تارے، چرخِ سیادت (آسمانِ کرامت) کے مہ پارے، باغِ تطہیر کے پیارے پھول، دونوں قرۃ العینِ رسول، امامین کریمین (ہادیانِ باکرامت وباصفا)، سعیدین شہیدین (نیک بخت وشہیدانِ جفا)، تقیین نقیین (پاک دامن، پاک باطن)، نیرین (قمرین، آفتاب رُخ وماہتاب رُو)، طاہرین (پاک سیرت، پاکیزہ خو)، ابو محمد (حضرت

---

[1] القرآن الکریم ۸۱/ ۱۹

[2] " " ۸۱/ ۲۰ و ۲۱

امام) حسن وابوعبداللہ (حضرت امام) حسین ۔ اور تمام مادرانِ اُمّت، بانوانِ رسالت (امہات المومنین، ازواج مطہرات) علی المصطفٰی وعلیہم کلہم الصلوۃ والتحیۃ (ان صحابہ کرام کے زمرہ میں) داخل کہ صحابی ہر وہ مسلمان ہے جو حالتِ اسلام میں اس چہرہ خدا نما (اور اس ذات حق رسا) کی زیارت سے مشرف ہوا۔ اور اسلام ہی پر دُنیا سے گیا (مرد ہو خواہ عورت، بالغ ہو خواہ نابالغ) ان (اعلٰی درجات والا مقامات) کی قدر و منزلت وہی خوب جانتا ہے جو سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عزت و رفعت سے آگاہ ہے۔ (اس کا سینہ انوارِ عرفان سے منور اور آنکھیں جمال حق سے مشرف ہیں۔ حق پر چلتا، حق پر جیتا اور حق کے لئے مرتا ہے اور قبولِ حق اس کا وطیرہ ہے) آفتابِ نیمروز (دوپہر کے چڑھتے سورج) سے روشن تر کہ محب (سچا چاہنے والا) جب قدرت پاتا ہے اپنے محبوب کو صحبتِ بد (بُرے ہم نشینوں اور بدکار رفیقوں) سے بچاتا ہے (اور مسلمانوں کا بچہ بچہ جانتا مانتا ہے کہ) حق تعالٰی قادرِ مطلق (اور ہر ممکن اس کے تحت قدرت ہے) اور (یہ کہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کے محبوب وسید المحبوبین (تمام محبوبانِ بارگاہ کے سردار وسر کے تاج) کیا عقل سلیم (بشرطیکہ وہ سلیم ہو) تجویز کرتی (جائز وگوارہ رکھتی) ہے کہ ایسا قدیر (فعال لما یرید جو چاہے اور جیسا چاہے کرے) ایسے عظیم ذی وجاہت، جانِ محبوبی وکانِ عزت (کہ جو ہوگیا، جو ہوگا، اور جو ہو رہا ہے انھیں کی مرضی پر ہوا، انھیں کی مرضی پر ہوگا اور انھیں کی مرضی پر ہو رہا ہے) ایسے محبوب ایسے مقبول) کے لئے خیارِ خلق کو (کہ انبیاء ومرسلین کے بعد تمام خلائق پر فائق ہوں۔ حضور کا صحابی) جلیس وانیس (ہم نشین وغمخوار) و یار و مددگار مقرر نہ فرمائے (نہیں ہرگز نہیں تو جبکہ مولائے قادر وقدیر جل جلالہ نے انھیں، ان کی یاری ومددگاری، رفاقت وصحبت کے لئے منتخب فرمالیا تو اب) جو ان میں سے کسی پر طعن کرتا ہے جناب باری تعالٰی کے کمال حکمت وتمام قدرت (پر الزام نقص ونلقامی کا لگاتا ہے) یا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی غایت محبوبیت (کمال شان محبوبی) ونہایت منزلت (و انتہائے عزت ووجاہت ۔ اور ان مراتب رفیعہ اور مناصب جلیلہ) پر حرف رکھتا ہے (جو انھیں بارگاہِ صمدیت میں حاصل ہیں تو یہ مولائے قدوس تعالٰی شانہ کی بارگاہ میں یا اس کے محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جناب پاک میں گستاخانہ زبان درازی و دریدہ دہنی ہے اور کھلی بغاوت) اسی لئے سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: اللہ اللہ فی اصحابی، لاتتخذوھم غرضا من بعدی فمن احبھم فبحبی احبھم ط ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم ط ومن اذاھم فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ ط ومن اذی اللہ فیوشك ان یاخذہ ط خدا سے ڈرو، خدا سے ڈرو میرے اصحاب کے حق میں انھیں نشانہ نہ بنالینا میرے بعد جو انھیں دوست رکھتا ہے میری

محبت سے انھیں دوست رکھتا ہے، اور جو ان کا دشمن ہے میری عداوت سے ان کا دشمن ہے، جس نے انھیں ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی، اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی، اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ تعالٰی اس کو گرفتار کرلے (یعنی زندہ عذاب وبلا میں ڈال دے) رواہ الترمذی[1] وغیرہ۔

اب اے خارجیو، ناصبیو! (حضرت ختنین وامامین جلیلین سے خصوصًا اپنے سینوں میں بغض و کینہ رکھنے اور انھیں چنین وچناں کہنے والو!) کیا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے (مذکورہ بالا) اس ارشاد عام اور جناب باری تعالٰی نے آیہ کریمہ رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ[2] سے (کہ اللہ تعالٰی ان سے یعنی ان کی اطاعت واخلاص سے راضی اور وہ اس سے یعنی اس کے کرم وعطا سے راضی) جناب ذوالنورین (امیر المومنین حضرت عثمان غنی) وحضرت اسد اللہ غالب (امیر المومنین علی بن ابی طالب) وحضرات سبطین کریمین (امام حسن وامام حسین) رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین (کو مستثنٰی کردیا اور اس استثناء کو تمھارے کان میں پھونک دیا ہے) یا اے شیعو! اے رافضیو! ان احکام شاملہ سے (کہ سب صحابہ کو شامل ہیں اور جملہ صحابہ کرام ان میں داخل ہیں) خدا ورسول (جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے (امیر المومنین خلیفۃ المسلمین) جناب فاروق اکبر (وامیر المومنین کامل الحیاء والایمان) حضرت مجہز جیش العسرۃ (فی رضی الرحمٰن عثمان بن عفّان) وجناب ام المومنین، محبوبہ سید العالمین (طیبہ، طاہرہ، عفیفہ) عائشہ صدیقہ بنت صدیق وحضرات طلحہ وزبیر ومعاویہ (کہ اوّل کے بارے میں ارشاد وارد کہ "اے طلحہ! یہ جبریل ہیں تجھے سلام کہتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ میں قیامت کے ہولوں میں تمھارے ساتھ رہوں گا"[3] اور ثانی کے باب میں ارشاد فرمایا: "یہ جبریل ہیں تجھے سلام کہتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ میں روزِ قیامت تمھارے ساتھ رہوں گا یہاں تک کہ تمھارے چہرہ سے جہنم کی اُڑتی چنگاریاں دور کردوں گا"[4] امام جلال الدین سیوطی جمع الجوامع میں فرماتے ہیں سَنَدُہٗ صحیح[5] اس حدیث کی سند صحیح ہے، اور

[1] جامع الترمذی کتاب المناقب باب فی من سب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث ۳۸۸۸ دار الفکر بیروت ۵/ ۴۶۳
مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن مغفل المزنی المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۵۴ و ۵۷
[2] القرآن الکریم ۹/ ۱۰۰
[3] کنز العمال حدیث ۳۶۷۳۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/ ۲۳۶ و ۲۳۷
[4] " " ۳۳۲۹۴ " " " ۱۱/ ۶۸۲
[5] " " ۳۶۷۳۶ " " " ۱۳/ ۲۳۷

حضرت امیر معاویہ تو اوّل ملوکِ اسلام اور سلطنتِ محمدیہ کے پہلے بادشاہ ہیں اسی کی طرف توراۃ مقدس میں اشارہ ہے کہ:

مولدہ بمکۃ و مھاجرہٗ طیبۃ و ملکہ بالشام۔

وہ نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مکہ میں پیدا ہوگا اور مدینہ کو ہجرت فرمائے گا اور اس کی سلطنت شام میں ہوگی۔

(تو امیر معاویہ کی بادشاہی اگرچہ سلطنت ہے، مگر کس کی؟ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی) وغیرہم رضوان اللہ تعالٰی علیہم الی یوم الدین کو خارج کر دیا اور تمہارے کان میں (اللہ کے رسول نے چپ چاپ) کہہ دیا کہ "اصحابی" سے ہماری مراد اور آیت میں ضمیر "ھم" کے مصداق ان لوگوں کے سوا (اور دوسرے صحابہ) ہیں جو تم ان کے اے خوارج (اور اے روافض) دشمن ہوگئے۔ اور عیاذًا باللہ (انھیں) لعن طعن سے یاد کرنے لگے (اور شومیِ بخت سے) نہ یہ جانا کہ یہ دشمنی درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے دشمنی ہے۔ اور ان کی ایذا، حق تبارک وتعالٰی کی ایذا (اور جہنم کا دائمی عذاب جس کی سزا) مگر اے اللہ! تیری برکت والی رحمت اور ہمیشگی والی عنایت اس پاک فرقہ اہلسنت وجماعت پر، جس نے تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے سب ہمنشینوں اور گلستانِ صحبت کے گل چینوں کو (ہمیشہ ہمیش کسی استثناء کے بغیر) نگاہِ تعظیم و اجلال (اور نظرِ تکریم و توقیر) سے دیکھنا اپنا شعار و دثار (اپنی علامت و نشان) کرلیا اور سب کو چرخِ ہدایت کے ستارے اور فلکِ عزت کے سیارے جاننا، عقیدہ کرلیا کہ ہر ہر فرد بشر ان کا (بار و نیکوکار) سرورِ عدول و اخیار و اتقیاء و ابرار کا سردار (اور امت کے تمام عدل گستر، عدل پرور، نیکوکار، پرہیزگار اور صالح بندوں کے سر کا تاج ہے) تابعین سے لے کر تابقیامت امت کا کوئی ولی کیسے ہی پایہ عظیم کو پہنچے، صاحبِ سلسلہ ہو خواہ غیر ان کا، ہرگز ہرگز ان میں سے ادنٰی سے ادنٰی کے رتبہ کو نہیں پہنچتا، اور ان میں ادنٰی کوئی نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ صادق کے مطابق اوروں کا کوہِ احد کے برابر سونا ان کے نیم صاع (تقریبًا دو کلو) جَو کے برابر نہیں[1]۔ جو قربِ خدا انھیں حاصل

---

[1] صحیح البخاری مناقب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فضل ابی بکر بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۱۸
صحیح مسلم کتاب الفضائل باب تحریم سب الصحابۃ " " ۲/ ۳۱۰
سنن ابن ماجۃ فضل اہل بدر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۵
سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی النھی عن سب اصحاب رسول اللہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۸۳

دوسرے کو میسر نہیں۔ اور جو درجات عالیہ یہ پائیں گے غیر کو ہاتھ نہ آئیں گے (اہلسنت کے خواص تو خواص، عوام تک) ان سب کو بالاجمال (کہ کوئی فرد ان کا شمول سے نہ رہ جائے ازاول تا آخر) پرلے درجے کا بر و تقی (نیکوکار و متقی) جانتے اور تفاصیل احوال (کہ کس نے کس کے ساتھ کیا کیا اور کیوں کیا۔ اس) پر نظر حرام مانتے ہیں) جو فعل (ان حضرات صحابہ کرام میں سے) کسی کا اگر ایسا منقول بھی ہوا جو نظر قاصر (و نگاہ کوتاہ بیں) میں ان کی شان سے قدرے گرا ہوا ٹھہرے (اور کسی کوتاہ نظر کو اس میں حرف زنی کی گنجائش ملے) اسے محمل حسن پر اتارتے ہیں۔ (اور اسے ان کے خلوص قلب و حسن نیت پر محمول کرتے ہیں) اور اللہ کا سچا قول "رضی اللہ عنہم"[1] سن کر آئینہ دل میں زنگ تفتیش کو جگہ نہیں دیتے (اور تحقیق احوال واقعی کے نام کا میل کچیل دل کے آئینے پر چڑھنے نہیں دیتے) رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم حکم فرما چکے:

اذا ذکر اصحابی فامسکوا[2]۔

جب میرے اصحاب کا ذکر آئے تو باز رہو۔

(سوءِ عقیدت اور بدگمانی کو قریب نہ پھٹکنے دو، تحقیقِ حال و تفتیشِ مآل میں نہ پڑو) ناچار اپنے آقا کا فرمان عالی شان۔ اور یہ سخت وعیدیں، ہولناک تہدیدیں (ڈراوے اور دھمکیاں) سن کر زبان بند کرلی اور دل کو سب کی طرف سے صاف کرلیا۔ (اور بلا چون وچرا) جان لیا کہ ان کے رتبے ہماری عقل سے وراء ہیں پھر ہم اُن کے معاملات میں کیا دخل دیں ان میں جو مشاجرات (صورِ نزاعات و اختلافات) واقع ہوئے ہم ان کا فیصلہ کرنے والے کون؟ ؎

گدائے خاک نشینی تو حافظا مخروش
رموزِ مملکت خویش، خسرواں دانند[3]

(تو خاک نشین گدا ہے اے حافظ! شور مت کر کہ اپنی سلطنت کے بھید بادشاہ جانتے ہیں)

(تیرا منہ ہے کہ تو بولے یہ سرکاروں کی باتیں ہیں)

حاشا کہ ایک کی طرفداری میں دوسرے کو برا کہنے لگیں، یا ان نزاعوں میں ایک فریق کو

---

[1] القرآن الکریم ۹/۱۰۰

[2] المعجم الکبیر حدیث ۱۴۲۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/۹۶

[3] دیوان حافظ ردیف شین معجمہ سب رنگ کتاب گھر دہلی ص ۲۵۸

دنیا طلب ٹھہرائیں بلکہ بالیقین جانتے ہیں کہ وہ سب مصالح دین کے خواستگار تھے (اسلام و مسلمین کی سربلندی ان کا نصب العین تھی پھر وہ مجتہد بھی تھے، تو) جس کے اجتہاد میں جو بات دینِ الٰہی و شرع رسالت پناہی جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے اصلح و انسب (زیادہ مصلحت آمیز اور احوالِ مسلمین سے مناسب تر) معلوم ہوئی اختیار کی، گو اجتہاد میں خطا ہوئی اور ٹھیک بات ذہن میں نہ آئی۔ لیکن وہ سب حق پر ہیں (اور سب واجب الاحترام) ان کا حال بعینہٖ ایسا ہے جیسا فروعِ مذہب میں (خود علمائے اہلسنت بلکہ ان کے مجتہدین مثلاً امام اعظم) ابوحنیفہ و (امام) شافعی (وغیرہما) کے اختلافات نہ ہرگز ان منازعات کے سبب، ایک دوسرے کو گمراہ فاسق جاننا نہ ان کا دشمن ہو جانا (جس کی تائید مولٰی علی کے اس قول سے ہوتی ہے کہ:

اخواننا بغوا علینا۔[1]

یہ سب ہمارے بھائی ہیں کہ ہمارے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے۔

مسلمانوں کو تو یہ دیکھنا چاہئے کہ سب حضرات آقائے دو عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جاں نثار اور سچے غلام ہیں، خدا و رسول کی بارگاہوں میں معظم و معزز اور آسمانِ ہدایت کے روشن ستارے ہیں اصحابی کالنجوم[2])

بالجملہ ارشاداتِ خدا و رسول عزّ مجدہٗ و صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے (اس پاک فرقہ اہل سنت و جماعت نے اپنا عقیدہ اور) اتنا یقین کر لیا کہ سب (صحابہ کرام) اچھے اور عدل و ثقہ، تقی، نقی ابرار (خاصانِ پروردگار) ہیں۔ اور ان (مشاجرات و نزاعات کی) تفاصیل پر نظر گمراہ کرنے والی ہے نظیر اس کی عصمتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثنا ہے کہ اہلِ حق (اہلِ اسلام، اہلسنت و جماعت) شاہراہِ عقیدت پر چل کر (منزل) مقصود کو پہنچے۔ اور ارباب (غوایت و اہل) باطل تفصیلوں میں خوض (و ناحق غور) کر کے مغاک (ضلالت اور) بددینی (کی گمراہیوں) میں جا پڑے کہیں دیکھا وعصٰی اٰدم ربہ فغوٰی[3] (کہ اس میں عصیان اور بظاہر تعمیل حکم ربانی سے رُوگردانی کی نسبت حضرت آدم علیہ السلام کی جانب کی گئی ہے)

---

[1] السنن الکبرٰی کتاب قتال اھل البغی دار صادر بیروت ۸/ ۱۷۳

[2] کشف الخفاء حرف الھمزہ مع الصاد حدیث ۳۸۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۱۸

[3] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۲۱

کہیں سُنا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر[1] (جس سے ذنب یعنی گناہ و غفران ذنب یعنی بخشش گناہ کی نسبت کا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جنابِ والا کی جانب گمان ہوتا ہے)

کبھی موسٰی (علیہ السلام) وقبطی (قومِ فرعون) کا قصہ یاد آیا (کہ آپ نے قبطی کو آمادہ ظلم پاکر ایک گھونسا مارا اور وہ قبطی قعر گور میں پہنچا[2])

کبھی (حضرت) داوٗد (علیہ الصلوٰۃ اور اُن کے ایک اُمتی) اوریاہ کا فسانہ سُن پایا (حالانکہ یہ الزام تھا یہود کا حضرت داوٗد علیہ السلام پر، جسے اُنھوں نے خوب اُچھالا اور زبان زد عوام الناس ہوگیا۔ حتی کہ بربنائے شہرت، بلاتحقیق وتفتیشِ احوال بعض مفسرین نے اس واقعہ کو من وعن بیان فرمادیا، جبکہ امام رازی[3] فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ میری تحقیق میں سراسر باطل ولغو ہے۔

غرض بے عقل بے دینوں اور بے دین بدعقلوں نے یہ افسانہ سُن پایا تو)

لگے چُون وچرا کرنے تسلیم وگردن نہادوں کے زینہ سے اُترنے پھر ناراضیٔ خدا ورسول کے سوا اور بھی کچھ پھل پایا؟ اور (الٹا) خُضتم کالذی خاضوا[4] (اور تم بیہودگی میں پڑے جیسے وہ پڑے تھے اور اتباعِ باطل میں ان کی راہ اختیار کی) نے ولکن حقت کلمۃ العذاب علی الکٰفرین[5] (مگر عذاب کا قول کافروں پر ٹھیک اُترا) کا دن دکھایا الاٰن[6] یشاء ربی ان ربک فعال لما یرید[7]۔

(مسلمان ہمیشہ یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کبیرہ گناہوں سے مطلقاً اور گناہِ صغیرہ کے عمداً ارتکاب، اور ہر ایسے امر سے جو خلق کے لئے باعثِ نفرت ہو اور مخلوقِ خدا ان کے باعث ان سے دُور بھاگے نیز ایسے افعال سے جو وجاہت ومروت اور معززین کی شان ومرتبہ کے خلاف ہیں قبل نبوت اور بعد نبوت بالاجماع معصوم ہیں)

---

[1] القرآن الکریم ۴۸/ ۲ [2] القرآن الکریم ۲۸/ ۱۵
[3] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۳۸/ ۲۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۶/ ۱۶۵
[4] القرآن الکریم ۹/ ۶۹
[5] " ۳۹/ ۷۱
[6] " ۶/ ۸۰
[7] " ۱۱/ ۱۰۷

اللّٰھم اثبات علی الھدیٰ انک انت العلی الاعلیٰ۔

(اے اللہ! ہم تجھ سے ہدایت پر ثابت قدمی مانگتے ہیں بے شک تُو ہی بلند و برتر ہے)

صحابہ کرام کے باب میں یاد رکھنا چاہئے کہ

(وہ حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم انبیاء نہ تھے، فرشتے نہ تھے کہ معصوم ہوں۔ ان میں سے بعض حضرات سے لغزشیں صادر ہوئیں مگر ان کی کسی بات پر گرفت اللہ و رسول کے احکام کے خلاف ہے۔

اللہ عزوجل نے سورۂ حدید میں صحابۂ سید المرسلین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی دو قسمیں فرمائیں،

۱ - من انفق من قبل الفتح وقٰتل

۲ - الذین انفقوا من بعد وقاتلوا[1]

یعنی ایک وہ کہ قبل فتح مکہ مشرف بایماں ہوئے راہِ خدا میں مال خرچ کیا اور جہاد کیا جب کہ ان کی تعداد بھی بہت قلیل تھی، اور وُہ ہر طرح ضعیف و درماندہ بھی تھے، انھوں نے اپنے اوپر جیسے جیسے شدید مجاہدے گوارا کر کے اور اپنی جانوں کو خطروں میں ڈال ڈال کر، بے دریغ اپنا سرمایہ اسلام کی خدمت کی نذر کر دیا۔ یہ حضرات مہاجرین و انصار میں سے سابقین اولین ہیں، ان کے مراتب کا کیا پُوچھنا۔

دوسرے وہ کہ بعد فتح مکہ ایمان لائے، راہِ مولا میں خرچ کیا اور جہاد میں حصہ لیا۔ ان اہل ایمان نے اس اخلاص کا ثبوت جہاد مالی و قتالی سے دیا، جب اسلامی سلطنت کی جڑ مضبوط ہو چکی تھی اور مسلمان کثرتِ تعداد اور جاہ و مال ہر لحاظ سے بڑھ چکے تھے، اجر اُن کا بھی عظیم ہے لیکن ظاہر ہے کہ ان سابقون اوّلون والوں کے درجہ کا نہیں۔

اسی لئے قرآن عظیم نے ان پہلوں کو ان پچھلوں پر تفضیل دی۔

اور پھر فرمایا،

کُلًّا وعد اللّٰہ الحسنٰی[2]

ان سب سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا۔

کہ اپنے اپنے مرتبے کے لحاظ سے اجر ملے گا سب ہی کو، محروم کوئی نہ رہے گا۔

اور جن سے بھلائی کا وعدہ کیا ان کے حق میں فرماتا ہے،

---

[1] القرآن الکریم ۵۷/۱۰

[2] " ۵۷/۱۰

اولٰئک عنہا مبعدون[1]

وہ جہنم سے دُور رکھے گئے ہیں۔

لایسمعون حسیسہا[2]

وہ جہنم کی بھنک تک نہ سُنیں گے۔

وھم فی ما اشتھت انفسھم خٰلدون[3]۔

وہ ہمیشہ اپنی من مانتی جی بھاتی مرادوں میں رہیں گے۔

لایحزنھم الفزع الاکبر[4]

قیامت کی وُہ سب سے بڑی گھبراہٹ انھیں غمگین نہ کرے گی۔

تتلقّٰھم الملٰئکۃ۔

فرشتے ان کا استقبال کریں گے۔

ھٰذا یومکم الذی کنتم توعدون[5]۔

یہ کہتے ہُوئے کہ یہ ہے تمہارا وُہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے ہر صحابی کی یہ شان اللہ عزوجل بتاتا ہے تو جو کسی صحابی پر طعن کرے اللہ واحد قہار کو جھٹلاتا ہے۔

اور ان کے بعض معاملات جن میں اکثر حکایات کاذبہ ہیں ارشادِ الٰہی کے مقابل پیش کرنا اہلِ اسلام کا کام نہیں۔

رب عزوجل نے اسی آیت حدید میں اس کا مُنہ بھی بند کر دیا کہ دونوں فریق صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بھلائی کا وعدہ کر کے۔ ساتھ ہی ارشاد فرمادیا،

واللہ بما تعملون خبیر[6]۔

اور اللہ کو خُوب خبر ہے جو تم کرو گے۔

بایں ہمہ اس نے تمہارے اعمال جان کر حکم فرمادیا کہ وہ تم سب سے جنت بے عذاب وکرامت

---

[1] القرآن الکریم ۲۱/۱۰۱
[2] القرآن الکریم ۲۱/۱۰۲
[3] " ۲۱/۱۰۲
[4] " ۲۱/۱۰۳
[5] " ۲۱/۱۰۳
[6] " ۵۷/۱۰

ثواب بے حساب کا وعدہ فرما چکا ہے۔

تو اب دوسرے کو کیا حق رہا کہ ان کی کسی بات پر طعن کرے، کیا طعن کرنے والا' اللہ تعالیٰ سے جُدا اپنی مستقل حکومت قائم کرنا چاہتا ہے، اس کے بعد جو کوئی کچھ بکے وہ اپنا سر کھائے اور خود جہنم میں جائے۔

علامہ شہاب الدین خفاجی، نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض میں فرماتے ہیں،

" جو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر طعن کرے وہ جہنم کے کُتوں میں سے ایک کُتا ہے[1]۔"

(احکام شریعت وغیرہ)

تنبیہ ضروری

اہل سنّت کا یہ عقیدہ کہ ونکف عن ذکر الصحابة الا بخیر[2] یعنی صحابہ کرام کا جب بھی ذکر ہو تو خیر ہی کے ساتھ ہونا فرض ہے۔ انھیں صحابہ کرام کے حق میں جو ایمان وسنت واسلام حقیقی پر تادمِ مرگ ثابت قدم رہے اور صحابہ کرام جمہور کے خلاف، اسلامی تعلیمات کے مقابل، اپنی خواہشات کے اتباع میں کوئی نئی راہ نہ نکالی اور وہ بد نصیب کہ اس سعادت سے محروم ہو کر اپنی دکان الگ جا بیٹھے اور اہل حق کے مقابل' قتال پر آمادہ ہوگئے۔ وہ ہرگز اس کا مصداق نہیں اس لئے علماء کرام فرماتے ہیں کہ جنگِ جمل وصفین میں جو مسلمان ایک دوسرے کے مقابل آئے ان کا حکم خطائے اجتہادی کا ہے۔ لیکن اہلِ نہروان جو مولا علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ الکریم کی تکفیر کر کے بغاوت پر آمادہ ہوئے وہ یقیناً فساق، فجار، طاغی و باغی تھے اور ایک نئے فرقہ کے ساعی وساتھی جو خوارج کے نام سے موسوم ہوا اور اُمت میں نئے فتنے اب تک اسی کے دم سے پھیل رہے ہیں۔ (سراج العوارف وغیرہ)

عقیدۂ سادسہ[6] ——— عشرہ مبشرہ وخلفائے اربعہ

اب ان سب میں افضل واعلیٰ واکمل حضرات عشرہ مبشرہ ہیں۔ وہ دس صحابی جن کے قطعی جنتی ہونے کی بشارت وخوشخبری رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ان کی زندگی ہی میں سنا دی تھی وہ عشرہ مبشرہ کہلاتے ہیں۔ یعنی حضرات خلفائے اربعہ راشدین، حضرت طلحہ بن عبید اللہ، حضرت زبیر بن العوام،

---

[1] نسیم الریاض الباب الثالث مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۳/ ۴۳۰

[2] شرح عقائد النسفی دار الاشاعۃ العربیہ قندھار افغانستان ص ۱۱۶

حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سعید بن زید، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح۔

ع دہ یار بہشتی اند قطعی — بوبکر و عمر، عثمان و علی
سعد ست سعید و بوعبیدہ — طلحہ ست و زبیر و عبدالرحمن

اور ان میں خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین اور ان چار ارکان قصر ملت (ملت اسلامیہ کے عالی شان محل کے چار ستونوں) و چار انہار باغ شریعت (اور گلستانِ شریعت کی ان چار نہروں) کے خصائص و فضائل کچھ ایسے رنگ پر واقع ہیں کہ ان میں سے جس کسی کی فضیلت پر تنہا نظر کیجئے یہی معلوم (وعتبادر ومفہوم) ہوتا ہے کہ جو کچھ ہیں یہی ہیں ان سے بڑھ کر کون ہوگا ؎

بہر گلے کہ ازیں چار باغ می نگرم — بہار دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

(ان چار باغوں میں سے جس پھول کو میں دیکھتا ہوں تو بہار میرے دل کے دامن کو کھینچتی ہے کہ اصل جگہ تو یہی ہے)

علی الخصوص شمع شبستانِ ولایت، بہار چمنستانِ معرفت، امام الواصلین، سید العارفین (واصلانِ حق کے امام، اہل معرفت کے پیش رو) خاتم خلافتِ نبوت، فاتح سلاسل طریقت، مولی المسلمین، امیر المومنین، ابوالائمۃ الطاہرین (پاک طینت، پاکیزہ خصلت، اماموں کے جدامجد طاہر مطہر، قاسم کوثر، اسد اللہ الغالب، مظہر العجائب والغرائب، مطلوب کل طالب، سیدنا و مولانا علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم وحشرنا فی زمرتہ فی یوم عقیم کہ اس جناب گردوں قباب (جن کے قبہ کی کلس آسمان برابر ہے ان) کے مناقب جلیلہ (اوصافِ حمیدہ) و محامد جمیلہ (خصائل حسنہ) جس کثرت و شہرت کے ساتھ (کثیر و مشہور، زبان زد عام و خواص) ہیں دوسرے کے نہیں۔

(پھر) حضرات شیخین، صاحبین صہرین (کہ ان کی صاحبزادیاں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے شرفِ زوجیت سے مشرف ہوئیں اور امہات المومنین، مسلمانوں ایمان والوں کی مائیں کہلائیں) وزیرین (جیسا کہ حدیث شریف میں وارد کہ میرے دو وزیر آسمان میں جبرائیل و میکائیل[۱] اور دو وزیر زمین پر ہیں ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما) امیرین (کہ ہر دو امیر المومنین ہیں) مشیرین (دونوں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مجلس شورٰی کے رکن اعظم) ضجیعین (ہم خواجہ اور دونوں اپنے آقا و مولٰی کے پہلو بہ پہلو آج بھی مصروفِ استراحت) رفیقین (ایک دوسرے کے یار و غمگسار) سیدنا و مولٰنا عبداللہ العتیق

---

[۱] کنز العمال حدیث ۳۲۶۶۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۵۶۳

ابوبکر صدیق وجناب حق مآب ابوحفص عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما کی شانِ والاسب کی شانوں سے جدا ہے اوران پرسب سے زیادہ عنایت خدااور رسولِ خدا جل جلالہ و صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے بعد انبیاء ومرسلین و ملائکہ مقربین کے جو مرتبہ اُن کا خدا کے نزدیک ہے دوسرے کا نہیں اور رب تبارک وتعالٰی سے جو قرب ونزدیکی اور بارگاہِ عرش اشتباہ رسالت میں جو عزت وسربلندی اُن کا حصّہ ہے اوروں کا نصیبا نہیں اور منازلِ جنت ومواہبعہ بے منت میں انھیں کے درجات سب پر عالی فضائل وفواضل (فضیلتوں اور خصوصی بخششوں) وحسنات طیبات (نیکیوں اور پاکیزگیوں) میں انھیں کو تقدم وپیشی (یہی سب پر مقدم، یہی پیش پیش) ہمارے علماء وائمہ نے اس (باب) میں مستقل تصنیفیں فرماکر سعادتِ کونین وشرافتِ دارین حاصل کی (ان کے خصائل تحریر میں لائے، ان کے محاسن کا ذکر فرمایا، ان کے اولیات وخصوصیات گنائے) ورنہ غیر متناہی (جو ہماری فہم وفراست کی رسائی سے ماوراء ہو۔ اس) کا شمار کس کے اختیار واللہ العظیم اگر ہزاروں دفتر ان کے شرح فضائل (اور بسط فواضل) میں لکھے جائیں یکے از ہزار تحریر میں نہ آئیں ؎

وعلٰی تفنن واصفیہ بحسنہ ٭ یفنی الزمان وفیہ مالم یوصف

(اور اس کے حُسن کی تعریف کرنے والوں کی عمدہ بیانی کی بنیاد پر زمانہ غنی ہوگیا اور اس میں ایسی خوبیاں ہیں جنھیں بیان نہیں کیا جاسکتا)

مگر کثرتِ فضائل وشہرتِ فواضل (کثیر در کثیر فضیلتوں کا موجود اور پاکیزہ و برتر عزتوں مرمتوں کا مشہور ہونا) چیزے دیگر (اور بات ہے) اور فضیلت وکرامت (سب سے افضل اور بارگاہِ عزت میں سب سے زیادہ قریب ہونا) امرے آخر (ایک اور بات ہے اس سے جُدا وممتاز) فضل اللہ تعالٰی کے ہاتھ ہے جسے چاہے عطا فرمائے قُل ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء[1]

اس کی کتاب کریم اور اس کا رسول عظیم علیہ وعلٰی آلہ الصلوۃ والتسلیم علی الاعلان گواہی دے رہے ہیں حضرت امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے والد ماجد مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کرتے ہیں

عہ مطبوعہ رسالہ میں "وزاب بے منت" مطبوع ہے اور حاشیہ پر تحریر کہ اصل میں ایسا ہے، فقیر نے اسے مواہب لکھا جبکہ "منازل" کا ہم قافیہ ہے "مناہل" یعنی چشمے، اور انسب یہی ہے ۱۲ محمد خلیل

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۷۳

کہ وہ فرماتے ہیں :

کنت عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاقبل ابوبکر وعمر فقال یا علی ھذان سیدا کھول اھل الجنۃ و شبابھا بعد النبیین والمرسلین۔[1]

(رواہ الترمذی و ابن ماجہ وعبداللہ بن الامام احمد)

"میں خدمت اقدس حضور افضل الانبیاء صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر تھا کہ ابوبکر و عمر سامنے آئے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علی! یہ دونوں سردار ہیں اہل جنت کے سب بوڑھوں اور جوانوں کے، بعد انبیاء و مرسلین کے۔"

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے راوی، حضور کا ارشاد ہے :

ابوبکر وعمر خیر الاولین والاٰخرین وخیر اھل السمٰوٰت وخیر اھل الارضین الا النبیین والمرسلین۔[2]

(رواہ الحاکم فی الکنی وابن عدی وخطیب)

"ابوبکر و عمر بہتر ہیں سب اگلوں پچھلوں کے، اور بہتر ہیں سب آسمان والوں سے، اور بہتر ہیں سب زمین والوں سے، سوا انبیاء و مرسلین علیہم الصلٰوۃ والسلام کے۔"

خود حضرت مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ نے بار بار اپنی کرسی مملکت وسطوت (و دبدبہ) خلافت میں افضلیت مطلقہ شیخین کی تصریح فرمائی (اور صاف صاف واشگاف الفاظ میں بیان فرمایا کہ یہ دونوں حضرات علی الاطلاق بلا قید جہت وحیثیت تمام صحابہ کرام سے افضل ہیں) اور یہ ارشاد ان سے بتواتر ثابت ہوا کہ اسّی سے زیادہ صحابہ و تابعین نے اسے روایت کیا۔ اور فی الواقع اس مسئلہ (افضلیت شیخ کریمین) کو جیسا حق مآب مرتضوی نے صاف صاف واشگاف بکرّات ومرّات (بار بار موقع بہ موقع اپنی) جلوات وخلوات (عمومی محفلوں، خصوصی نشستوں) ومشاہد عامہ ومساجد جامعہ (عامۃ الناس کی

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۸۰
جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب ابی بکر الصدیق حدیث ۳۶۸۵ دار الفکر بیروت ۵/ ۳۷۶
سنن ابن ماجہ فضل ابی بکر الصدیق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰

[2] کنز العمال بحوالہ الحاکم فی الکنی حدیث ۳۲۶۴۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۶۰
الصواعق المحرقۃ بحوالہ الحاکم وابن عدی والخطیب الباب الثالث الفصل الثالث دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۱۱۹

مجلسوں اور جامع مسجدوں) میں ارشاد فرمایا، دوسروں سے واقع نہیں ہوا (ازاں جملہ وہ ارشاد گرامی کہ) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت محمد بن حنفیہ صاحبزادہ جناب امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قال قلت لابی ای الناس خیر بعد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم؟ قال ابوبکر۔ قال قلت ثم من؟ قال عمر[1] یعنی میں نے اپنے والد ماجد امیر المؤمنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے عرض کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد سب آدمیوں سے بہتر کون ہیں؟ ارشاد فرمایا: ابوبکر۔ میں نے عرض کیا پھر کون؟ فرمایا: عمر۔

ابوعمر بن عبداللہ، حکم بن جحل سے اور دارقطنی اپنی سنن میں راوی، جناب امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ تعالٰی فرماتے ہیں:

لا اجد احدًا فضلنی علٰی ابی بکر وعمر الا جلدتہ حد المفتری[2] جسے میں پاؤں گا کہ شیخین (حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالٰی عنہما) سے مجھے افضل بتاتا (اور مجھے ان میں سے کسی پر فضیلت دیتا) ہے اسے مفتری (افتراء وبہتان لگانے والے) کی حد ماروں گا کہ اسّی کوڑے ہیں۔

ابوالقاسم طلحی کتاب السنۃ میں جناب علقمہ سے راوی:

بلغ علیًا ان اقوامًا یفضلونہ علٰی ابی بکر وعمر فصعد المنبر فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال ایھا الناس! انہ بلغنی ان اقواما یفضلونی علٰی ابی بکر وعمر ولو کنت تقدمت فیہ لعاقبت فیہ فمن سمعتہ بعد ھذا الیوم یقول ھذا فھو مفتر، علیہ حد المفتری ثم قال ان خیر ھذہ الامۃ بعد نبیھا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابوبکر ثم عمر ثم اللہ اعلم بالخیر بعد، قال وفی المجلس الحسن بن علی فقال واللہ لو سمّی الثالث لسمّی عثمٰن[3]۔ یعنی جناب مولٰی علی کو خبر پہنچی کہ لوگ انہیں حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما پر تفضیل دیتے (اور حضرت مولٰی کو ان سے افضل بتاتے) ہیں، پس منبر پر تشریف لے گئے اور اللہ تعالٰی کی حمد وثنا کی، پھر فرمایا: اے لوگو! مجھے خبر پہنچی کہ کچھ لوگ مجھے ابوبکر وعمر سے افضل بتاتے ہیں اور اگر میں نے پہلے سے

---

[1] صحیح البخاری مناقب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم باب فضل ابی بکر بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۱۸

[2] الصواعق المحرقۃ بحوالہ الدارقطنی الباب الثالث دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۹۱

[3] ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء بحوالہ ابی القاسم مسند علی بن ابی طالب سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۶۸

سُنا ہوتا تو اس میں سزا دیتا یعنی پہلی بار تفہیم (و تنبیہ) پر قناعت فرماتا ہوں پس اس دن کے بعد جسے ایسا کہتے سُنوں گا تو وہ مفتری (بہتان باندھنے والا) ہے اس پر مفتری کی حد لازم ہے۔ پھر فرمایا بیشک بہتر اس اُمت کے بعد ان نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ابوبکر ہیں، پھر عُمر۔ پھر خدا خوب جانتا ہے بہتر کو ان کے بعد۔ اور مجلس میں امام حسن (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) بھی جلوہ فرما تھے اُنھوں نے ارشاد کیا خدا کی قسم! اگر تیسرے کا نام لیتے تو عثمان کا نام لیتے۔

بالجملہ احادیثِ مرفوعہ و اقوالِ حضرت مرتضوی و اہلبیت نبوّت اس بارے میں لا تعد و لا تحصی (بے شمار و لا انتہا) ہیں کہ بعض کی تفسیر فقیر نے اپنے رسالہ تفضیل[1] میں کی۔ اب اہلسنّت (کے علمائے ذوی الاحترام) نے ان احادیث و آثار میں جو نگاہ غور کو کام فرمایا تو تفضیل شیخین کی صد ہا تصریحیں (سیکڑوں صراحتیں) علی الاطلاق پائیں کہیں جہت و حیثیت کی قید نہ دیکھی کہ یہ صرف فلاں حیثیت سے افضل ہیں اور دوسری حیثیت سے دوسروں کو افضلیت (حاصل ہے) لہذا انھوں نے عقیدہ کرلیا کہ گو فضائل خاصہ و خصائص فاضلہ (مخصوص فضیلتیں اور فضیلت میں خصوصیتیں) حضرت مولیٰ (علی مشکل کشا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ) اور ان کے غیر کو بھی ایسے حاصل (اور بعطائے الٰہی وہ ان خصوصیات کے تنہا حامل) جو حضرات شیخین (کریمین جلیلین) نے نہ پائے جیسے کہ اس کا عکس بھی صادق ہے (کہ امیرین وزیرین کو وُہ خصائصِ غالیہ اور فضائل عالیہ بارگاہِ الٰہی سے مرحمت ہُوئے کہ ان کے غیر نے اس سے کوئی حصّہ نہ پایا) مگر فضلِ مطلق کُلّی (کسی جہت و حیثیت کا لحاظ کئے بغیر فضیلت مطلقہ کُلّیہ) جو کثرتِ ثواب و زیادتِ قُربِ ربّ الارباب سے عبارت ہے وُہ انھیں کو عطا ہوا (اوروں کے نصیب میں نہ آیا)

(یعنی اللہ عزوجل کے یہاں زیادہ عزت و منزلت جسے کثرتِ ثواب سے بھی تعبیر کرتے ہیں وہ صرف حضرات شیخین نے پائی۔ اس سے مراد اجر و انعام کی کثرت و زیادت نہیں کہ بارہا مفضول کے لئے ہوتی ہے۔

حدیث میں ہمراہیانِ سیّدنا امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت آیا کہ ان میں سے ہر ایک کے لئے پچاس کا اجر ہے۔ صحابہ نے عرض کی "ان میں کے پچاس کا یا ہم میں کے؟" فرمایا "بلکہ تم میں کے۔" تو اجر

---

[1] اعلحضرت قدس سرہ العزیز نے مسئلہ تفضیل شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر فوٹے (۹۰) جُز کے قریب ایک کتاب مسمّٰی بہ "منتہی التفصیل لمبحث التفضیل" لکھی، پھر "مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین" میں اس کی تلخیص کی۔ غالباً اس ارشاد گرامی میں اشارہ اسی کی طرف ہے، واللہ تعالیٰ اعلم محمد خلیل القادری عفی عنہ

ان کا زائد ہوا۔ انعام ومعاوضہ محنت انھیں زیادہ ملا مگر افضلیت میں وہ صحابہ کے ہمسر بھی نہیں ہوسکتے، زیادت درکنار، کہاں امام مہدی کی رفاقت اور کہاں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صحابیت! اس کی نظیر بلاتشبیہ یُوں سمجھئے کہ سلطان نے کسی مہم پر وزیر اور بعض دیگر افسروں کو بھیجا، اس کی فتح پر ہر افسر کو لاکھ لاکھ روپے انعام دیئے اور وزیر کو خالی پروانہ خوشنودیٔ مزاج دیا، تو انعام انھیں افسروں کو زیادہ ملا اور اجر و معاوضہ انھوں نے زیادہ پایا مگر کہاں وُہ اور کہاں وزیر اعظم کا اعزاز۔ (بہار شریعت)

اور (یہ اہل سنت وجماعت کا وُہ عقیدہ ثابتہ محکمہ ہے کہ) اس عقیدہ کا خلاف اول تو کسی حدیث صحیح میں ہے ہی نہیں، اور اگر بالفرض کہیں بُوئے خلاف پائے بھی تو سمجھ لے کہ یہ ہماری فہم کا قصور ہے (اور ہماری کوتاہ فہمی) ورنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور خود حضرت مولٰی (علی) و اہلبیت کرام (صاحب البیت ادرٰی بما فیہ کے مصداق، اسرار خانہ سے مقابلۃً واقف تر) کیوں بلاتقیید (کسی جہت وحیثیت کی قید کے بغیر) انھیں افضل وخیرامت وسردار اولین وآخرین بتاتے کیا آیہ کریمہ فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنت اللہ علی الکذبین[1] (تو ان سے فرمادو کہ آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمھارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمھاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمھاری جانیں پھر مباہلہ کریں تو جھُوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں) وحدیث صحیح من کنت مولاہ فعلی مولاہ[2] (جس کا میں مولا ہُوں تو علی بھی اس کا مولا ہے) اور خبر شدید الضعف وقوی الجرح (نہایت درجہ ضعیف وقابل شدید جرح وتعدیل) لحمك لحمی ودمك دمی[3] (تمھارا گوشت میرا گوشت اور تمھارا خُون میرا خُون ہے)

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۶۱

[2] جامع الترمذی ابواب المناقب باب مناقب علی رضی اللہ عنہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۱۳
مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۸۴ و ۱۱۸ و ۱۱۹ و ۱۵۲
سُنن ابن ماجہ فضل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۲
المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ من کنت مولاہ فعلی مولاہ دار الفکر بیروت ۳/ ۱۱۰
المعجم الکبیر حدیث ۳۰۲۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۳/ ۱۸۹
کنز العمال حدیث ۳۲۹۰۴ و ۳۲۹۴۶ و ۳۲۹۵۰ و ۳۲۹۵۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۶۰۲ و ۶۰۹ و ۶۱۰

[3] کنز العمال حدیث ۳۲۹۳۶ " " " ۱۱/ ۶۰۷

برتقدیرِ ثبوت (بشرطیکہ ثابت وصحیح مان لی جائے) وغیرِ ذٰلک (احادیث واخبار) سے انھیں آگاہی نہ تھی (ہوش وحواس، علم وشعور اور فہم وفراست میں یگانہ روزگار ہوتے ہُوئے ان اسرارِ درون خانہ سے بیگانہ رہے اور اسی بیگانگی میں عمریں گزار دیں) یا (انھیں آگاہی اور ان اسرار پر اطلاع) تھی تو وہ (ان واضح الدلالۃ الفاظ) کا مطلب نہ سمجھے (اور غیرت وشرم کے باعث اور کسی سے پُوچھ نہ سکے) یا سمجھے (حقیقتِ حال سے آگاہ ہوئے) اور اس میں تفضیلِ شیخین کا خلاف پایا (مگر خاموش رہے اور جمہور صحابہ کرام کے برخلاف عقیدہ رکھا زبان پر اس کا خلاف نہ آنے دیا اور حالانکہ یہ ان کی پاک جنابوں میں گستاخی اور ان پر تقیۂ ملعونہ کی تہمت تراشی ہے) تو (اب ہم) کیونکر خلاف سمجھ لیں (کیسے کہہ دیں کہ ان کے دل میں خلاف تھا زبان سے اقرار) اور تصریحات بیّنہ وقاطع الدلالۃ (روشن صراحتوں قطعی دلالتوں وغیر محتملۃ الخلاف کو (جن میں کسی خلاف کا احتمال نہیں کوئی ہیر پھیر نہیں) کیسے پس پشت ڈال دیں الحمد للہ رب العٰلمین کہ حق تبارک وتعالیٰ نے فقیر حقیر کو یہ ایسا جواب شافی تعلیم فرمایا کہ منصف (انصاف پسند ذی ہوش) کے لئے اس میں کفایت (اور یہ جواب اس کی صحیح رہنمائی وہدایت کے لئے کافی) اور متعصب کو (کہ آتشِ غلو میں سُلگتا اور ضد ونفسانیت کی راہ چلتا ہے) اس میں غیظ بے نہایت (قل موتوا بغیظکم[1] انھیں آتشِ غضب میں جلنا مبارک) (ہم مسلمانانِ اہلسنت کے نزدیک، حضرت مولیٰ کی ماننا) یہی محبتِ علی مرتضیٰ ہے اور اس کا بھی (یہی تقاضا) یہی مقتضٰی ہے کہ محبوب کی اطاعت کیجئے اور اس کے غضب اور انتی کوڑوں کے استحقاق سے بچئے (والعیاذ باللہ)۔

اللہ! اللہ! وُہ امام الصدیقین، اکمل الاولیاء العارفین سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ جس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم ومحبت کو حفظِ جان پر مقدم رکھا حالانکہ جان کا رکھنا سب سے زیادہ اہم فرض ہے۔ اگر بوجہ ظلم عدو مکابرہ وغیرہ نماز پڑھنے میں معاذ اللہ ہلاک جان کا یقین ہو تو اس وقت ترکِ نماز کی اجازت ہوگی۔

یہی تعظیم ومحبت وجاں نثاری وپروانہ واری شمع رسالت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ ہے جس نے صدیق اکبر کو بعد انبیاء ومرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہم اجمعین تمام جہان پر تفوق بخشا اور ان کے بعد تمام عالم، تمام خلق، تمام اولیاء، تمام عرفاء سے افضل واکرم واکمل واعظم کردیا۔

وہ صدیق جس کی نسبت حدیث میں آیا کہ "ابوبکر کو کثرتِ صوم وصلوٰۃ کی وجہ سے تم پر فضیلت نہ ہُوئی

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۹

بلکہ اس سر کے سبب جو اس کے دل میں راسخ و متمکن ہے۔"[1]

وہ صدیق جس کی نسبت ارشاد ہوا: "اگر ابوبکر کا ایمان میری تمام اُمت کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو ابوبکر کا ایمان غالب آئے۔"[2]

وُہ صدیق کہ خود اُن کے مولائے اکرم و آقائے اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کسی کا ہمارے ساتھ کوئی ایسا سلوک نہیں ہے جس کا ہم نے عوض نہ کر دیا ہو سوا ابوبکر کے، کہ ان کا ہمارے ساتھ وہ حسنِ سلوک ہے جس کا بدلہ اللہ تعالٰی انھیں روزِ قیامت دے گا۔"[3]

وہ صدیق جس کی افضلیت مطلقہ پر قرآنِ کریم کی شہادت ناطقہ ہے کہ فرمایا: ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم[4] تم میں سب سے زیادہ عزت والا اللہ کے حضور وُہ ہے جو تم سب میں اتقٰی ہے۔

اور دوسری آیۃ کریمہ میں صاف فرمادیا: وسیجنبھا الاتقی[5] قریب ہے کہ جہنم سے بچایا جائے گا وہ اتقٰی۔

بشہادت آیت اُولٰی ان آیات کریمہ سے وہی مراد ہے جو افضل و اکرم امتِ مرحومہ ہے اور وہ نہیں مگر اہلِ سنّت کے نزدیک صدیق اکبر۔ اور تفضیلیہ و روافض کے نزدیک یہاں امیرالمومنین مولٰی علی رضی اللہ تعالٰے عنہ۔

مگر اللہ عزّوجل کے لئے حمد کہ اس نے کسی کی تلبیس و تدلیس اور حق و باطل میں آمیزش و آویزش کو جگہ نہ چھوڑی، آیۃ کریمہ نے ایسے وصفِ خاص سے اتقٰی کی تعیین فرمادی جو حضرت صدیق اکبر کے سوا کسی پر صادق آ ہی نہیں سکتا۔

فرماتا ہے: ومالاحد عندہ من نعمۃ تجزٰی[6] اس پر کسی کا ایسا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے۔

---

[1] کشف الخفا حدیث ۲۲۲۶ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/۱۷۰

[2] تاریخ الخلفاء فصل فیما ورد من کلام الصحابۃ الخ دارصادر بیروت ص ۸۷

شعب الایمان حدیث ۳۶ دارالکتب العلمیۃ " ۱/۶۹

[3] جامع الترمذی ابواب المناقب باب مناقب ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ امین کمپنی دہلی ۲/۲۰۷

[4] القرآن الکریم ۴۹/۱۳ [5] القرآن الکریم ۹۲/۱۷

[6] " ۹۲/۱۹

اور دُنیا جانتی مانتی ہے کہ وُہ صرف صدیقِ اکبر ہی ہیں جن کی طرف سے ہمیشہ بندگی و غلامی و خدمت و نیازمندی اور مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے براہِ بندہ نوازی قبول و پذیرائی کا برتاؤ رہا یہاں تک کہ خود ارشاد فرمایا کہ: بیشک تمام آدمیوں میں اپنی جان و مال سے کسی نے ایسا سلوک نہیں کیا جیسا ابوبکر نے کیا[1]۔"

جب کہ مولیٰ علی نے مولائے کُل، سیدالرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کنارِ اقدس میں پرورش پائی، حضور کی گود میں ہوش سنبھالا، اور جو کچھ پایا بظاہر حالات یہیں سے پایا۔ تو آیۂ کریمہ وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزٰی[2] (اس پر کسی کا ایسا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے) سے مولا علی قطعاً مراد نہیں ہو سکتے بلکہ بالیقین صدیقِ اکبر ہی مقصود ہیں، اور اسی پر اجماعِ مفسّرین موجود۔

وُہ صدیق جنھیں حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرضیتِ حج کے بعد پہلے ہی سال میں امیرالحجاج مقرر فرمایا اور انھیں کو اپنے سامنے اپنے مرض الموت شریف میں اپنی جگہ امام مقرر فرمایا۔ حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالےٰ وجہہ کا ارشاد ہے کہ "نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد جب ہم نے غور کیا (تو اس نتیجہ پر پہنچے) کہ نماز تو اسلام کا رُکن ہے اور اسی پر دین کا قیام ہے اس لئے ہم نے امورِ خلافت کی انجام دہی کے لئے بھی اسی پر رضامندی ظاہر کر دی، جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے لئے پسند فرمایا تھا، اور اسی لئے ہم نے ابوبکر کی بیعت کر لی[3]۔"

اور فاروق اعظم تو فاروقِ اعظم ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ وُہ فاروق جن کے لئے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دُعا مانگی کہ:

اللّٰھم اعزّ الاسلام بعمر بن خطاب خاصۃ[4]۔

الٰہی! اسلام کی خاص عمر بن خطاب کے اسلام سے عزّتیں بڑھا۔

اس دُعائے کریم کے باعث عمر فاروق اعظم کے ذریعہ سے جو جو عزّتیں اسلام کو ملیں، جو جو بلائیں اسلام و مسلمین سے دفع ہُوئیں مخالف موافق سب پر روشن و مبیّن، ولہذا سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

[1] جامع الترمذی ابواب المناقب باب مناقب ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۰۷

[2] القرآن الکریم ۹۲/ ۱۹

[3] الصواعق المحرقۃ الباب الاول الفصل الرابع دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۴۳

[4] سنن ابن ماجہ فضل عمر رضی اللہ عنہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱
المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دار الفکر بیروت ۳/ ۸۳

فرماتے ہیں کہ:

مازلنا اعزة منذ اسلم عمر[1] (بخاری)

ہم ہمیشہ معزز رہے جب سے عمر اسلام لائے۔

وہ فاروق جن کے حق میں خاتم النبیین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔"[2] (رضی اللہ عنہ)

یعنی آپ کی فطرت اتنی کاملہ تھی کہ اگر دروازۂ نبوت بند نہ ہوتا تو محض فضلِ الٰہی سے وہ نبی ہو سکتے تھے کہ اپنی ذات کے اعتبار سے نبوت کا کوئی مستحق نہیں)

وہ فاروق جن کے بارے میں ارشادِ محبوبِ رب العالمین موجود کہ:

"عمر کہیں ہو حق اس کی رفاقت میں رہے گا۔"[3]

وہ فاروق جن کے لئے صحابہ کرام کا اجماع کہ "عمر علم کے نو حصے لے گئے۔"[4] جبکہ ابوبکر صدیق صحابہ میں سب سے زیادہ علم والے تھے۔

وہ فاروق کہ جس راہ سے وہ گزر جائیں شیاطین کے دل دہل جائیں۔[5]

وہ فاروق کہ جب وہ اسلام لائے ملاءِ اعلٰی کے فرشتوں نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ میں تہنیت ومبارکبادیوں کی ڈالیاں نذرانے میں پیش کیں۔[6]

وہ فاروق کہ ان کے روزِ اسلام سے اسلام ہمیشہ عزتیں اور سربلندیاں ہی پاتا گیا، ان کا اسلام فتح تھا، اُن کی ہجرت نصرت، اور ان کی خلافت رحمت (رضی اللہ تعالٰی عنہ)۔

اور جب ثابت ہوگیا کہ قربِ الٰہی (معرفت وکثرتِ ثواب میں) شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو مرتبۂ

---

[1] صحیح البخاری کتاب مناقب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مناقب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ قدیمی کتبخانہ کراچی ۱/ ۵۲۰

[2] جامع الترمذی ابواب المناقب " " " امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۰۹
المستدرک للحاکم معرفۃ الصحابۃ دار الفکر بیروت ۳/ ۸۳

[3] کنز العمال حدیث ۳۲۷۱۵ و ۳۲۷۳۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۷۳ و ۵۷۷

[4] تاریخ الخلفاء ذکر عمر بن الخطاب فصل فی اقوال الصحابۃ فیہ دار ابن حزم بیروت ص ۹۸

[5] صحیح البخاری مناقب عمر فاروق رضی اللہ عنہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۲۰

[6] کنز العمال حدیث ۳۲۷۳۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۷۷

www.alahazratnetwork.org

تفوّق (زیادت و فوقیت) ہے تو ولایت (خاصّہ جو کہ ایک قربِ خاص ہے کہ مولیٰ عزّوجل اپنے برگزیدہ بندوں کو محض اپنے فضل و کرم سے عطا فرماتا ہے یہ) بھی انھیں کی اعلیٰ ہوئی (اور ولایتِ شیخین جملہ اکابر اولیاء کی ولایت سے بالا)

(ہاں) مگر ایک درجہ قُربِ الٰہی جل جلالہ و رزقنا اللہ کا (ضروری اللحاظ اور خصوصًا حضرات علماء و فضلاءِ اُمّت کی توجہ کا مستحق ہے اور وہ یہ ہے کہ مرتبۂ تکمیل پر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے جانبِ کمالاتِ نبوت حضرات شیخین کو قائم فرمایا اور جانبِ کمالاتِ ولایت حضرت مولا علی مشکل کشا کو، تو جملہ اولیائے مابعد نے مولیٰ علی ہی کے گھر سے نعمت پائی، انھیں کے دست نگر تھے، انھیں کے دست نگر ہیں اور انھیں کے دستِ نگر رہیں گے)۔

پر ظاہر ہے کہ سیر الی اللہ میں تو سب اولیاء برابر ہوتے ہیں اور وہاں لانفرق بین احد من رسلہ[1] (ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے) کی طرح لانفرق بین احدٍ من اولیائہ (ہم اس کے دوستوں میں کوئی تفریق نہیں کرتے)۔

کہا جاتا ہے (یعنی تمام اولیاء اللہ اصل طریقِ ولایت یعنی سیر الی اللہ میں برابر ہوتے ہیں اور ایک دوسرے پر سبقت و فضیلت کا قول باعتبار سیر فی اللہ کیا جاتا ہے کہ جب سالک عالمِ لاہُوت پر پہنچا سیر و سلوک تمام ہُوا، یعنی سیر الی اللہ سے فراغت کے بعد سیر فی اللہ ہوتی ہے اور اس کی نہایت وحد نہیں) جب (عالمِ لاہوت پر پہنچ کر) ماسوائے الٰہی آنکھوں سے گر گیا اور مرتبۂ فنا تک پہنچ کر آگے قدم بڑھا تو وہ سیر فی اللہ ہے اس کے لئے انتہا نہیں اور یہیں تفاوت قُرب (بارگاہِ الٰہی میں عزّت و منزلت اور کثرتِ ثواب میں فرق) جلوہ گر ہوتا ہے، جس کی سیر فی اللہ زائد وہی خدا سے زیادہ نزدیک، پھر بعضے بڑھتے چلے جاتے ہیں (اور جذبِ الٰہی انھیں اپنی جانب کھینچتا رہتا ہے ان کی یہ سیر کبھی ختم نہیں ہوتی) اور بعض کو دعوتِ خلق (و رہنمائی مخلوقِ الٰہی) کے لئے منزل ناسُوتی عطا فرماتے ہیں (جسے عالمِ شہادت و عالمِ خلق و عالمِ جسمانی وغیرہ بھی کہتے ہیں، اور اس منزل میں تعلق مع اللہ کے ساتھ ان میں خلائق سے علاقہ پیدا کر دیا جاتا ہے اور وُہ خلقِ خدا کی ہدایت کی طرف بھی متوجہ رہتے ہیں) ان سے طریقہ خرقہ و بیعت کا رواج پاتا ہے اور سلسلۂ طریقت جنبش میں آتا ہے، مگر یہ معنی اسے مستلزم نہیں (اور اس سے یہ لازم نہیں آتا) ان کی سیر فی اللہ اگلوں سے بڑھ جائے (اور یہ دعوتِ خلق و رہنمائی مخلوق کے باعث

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۵

بارگاہِ الٰہی میں ان سے سوا عزت ومنزلت اور ثواب میں کثرت پاجائیں)

ہاں یہ ایک فضل جداگانہ ہے کہ انھیں ملا اور دوسروں کو عطا نہ ہوا تو یہ کیا ! (اور اسی کی تخصیص کیسی !) اس کے سوا صدہا خصائص حضرت مولیٰ کو ایسے ملے کہ شیخین کو نہ ملے۔ مگر (بارگاہِ الٰہی میں) قرب و رفعتِ درجات میں انھیں کو افزونی رہی (انھیں کو مزیت ملی اور انھیں کے قدم پیش پیش رہے) ورنہ کیا وجہ ہے کہ ارشاداتِ مذکورہ بالا میں انھیں ان سے افضل و بہتر کہا جاتا ہے (اور وہ بھی علی الاطلاق کسی جہت و حیثیت کی قید کے بغیر) اور ان (یعنی حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنیٰ) کی افضلیت (اور ان کی ان حضرات پر تفضیل) کا بہ تاکید اکید (مؤکد در مؤکد) انکار کیا جاتا ہے حالانکہ ادنیٰ ولی، اعلیٰ ولی سے افضل نہیں ہوسکتا ہے۔ آخر دیکھئے حضرت امیر (مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم) کے خلفائے کرام میں حضرت سبط اصغر (سیدنا امام حسین) و جناب خواجہ حسن بصری کو تنزل نا سوتی ملا اور حضرت سبط اکبر (سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کوئی سلسلہ جاری نہ ہوا حالانکہ قرب ولایت امام مجتبیٰ (سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ولایت وقرب خواجہ (حسن بصری) سے بالیقین اتم واعلیٰ (برتر و بالا) اور ظاہر احادیث سے سبط اصغر شہزادہ گلگوں قبا (شہید کرب وبلا) پر بھی ان کا فضل ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

عقیدہ سابعہ ــــــــ مشاجراتِ صحابۂ کرام

حضرت مرتضوی (امیر المؤمنین سیدنا علی مرتضیٰ) رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنھوں نے مشاجرات ومنازعات کئے (اور اس حق مآب صائب الرائے کی رائے سے مختلف ہوئے اور ان اختلافات کے باعث ان میں جو واقعات رُونما ہوئے کہ ایک دوسرے کے مدِ مقابل آئے، مثلاً جنگِ جمل میں حضرت طلحہ و زبیر و صدیقہ عائشہ اور جنگِ صفین میں حضرت امیر معاویہ بمقابلہ مولےٰ علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم)۔

ہم اہلسنت ان میں حق، جانب جناب مولیٰ علی (مانتے) اور ان سب کو (مورد لغزش) بر غلط وخطا اور حضرت اسد اللّٰہی کو بدرجہا ان سے اکمل واعلیٰ جانتے ہیں مگر بایں ہمہ بلحاظ احادیث مذکورہ (کہ ان حضرات کے مناقب وفضائل میں مروی ہیں) زبان طعن وتشنیع ان دوسروں کے حق میں نہیں کھولتے اور انھیں ان کے مراتب پر جو ان کے لئے شرع میں ثابت ہوئے رکھتے ہیں، کسی کو کسی پر اپنی ہوائے نفس سے فضیلت نہیں دیتے، اور ان کے مشاجرات میں دخل اندازی کو حرام جانتے ہیں، اور ان کے اختلافات

کو ابوحنیفہ وشافعی جیسا اختلاف سمجھتے ہیں۔ تو ہم اہلسنت کے نزدیک ان میں سے کسی ادنٰی صحابی پر بھی طعن جائز نہیں چہ جائیکہ اُمّ المومنین صدیقہ (عائشہ طیبہ طاہرہ) رضی اللہ تعالٰی عنہا کی جناب رفیع (اور بارگاہِ وقیع) میں طعن کریں، حاشا! یہ اللہ ورسول کی جناب میں گستاخی ہے۔ اللہ تعالٰی ان کی تطہیر وبریت (پاکدامنی وعفت اور منافقین کی بہتان تراشی سے برأت) میں آیات نازل فرمائے اور ان پر تہمت دھرنے والوں کو وعیدیں عذاب الیم کی سنائے۔[1] حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انھیں اپنی سب ازواج مطہرات میں زیادہ چاہیں، جہاں منہ رکھ کر عائشہ صدیقہ پانی پئیں حضور اُسی جگہ اپنا لبِ اقدس رکھ کر وہیں سے پانی پئیں، یوں تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سب ازواج (مطہرات، طیبات، طاہرات) دنیا وآخرت میں حضور ہی کی بیبیاں ہیں مگر عائشہ سے محبت کا یہ عالم ہے کہ ان کے حق میں ارشاد ہوا کہ یہ حضور کی بی بی ہیں دنیا وآخرت میں۔ حضرت خیرالنساء یعنی فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا کو حکم ہوا ہے کہ فاطمہ! تو مجھ سے محبت رکھتی ہے تو عائشہ سے بھی محبت رکھ کہ میں اسے چاہتا ہوں۔ (چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ سے فرمایا:

> اَیْ بُنَیَّۃ ! اَلَسْتِ تُحِبِّیْنَ مَا اُحِبُّ ؟ فَقَالَتْ بَلٰی. قَالَ فَاَحِبِّیْ ھٰذِہٖ.[2]
>
> پیاری بیٹی! جس سے میں محبت کرتا ہوں کیا تو اس سے محبت نہیں رکھتی؟ عرض کیا، بالکل یہی درست ہے (جسے آپ چاہیں میں ضرور اُسے چاہوں گی)۔ فرمایا: تب تو بھی عائشہ سے محبت رکھا کر)

سوال ہوا سب آدمیوں میں حضور کو کون محبوب ہیں؟ جواب عطا ہوا: "عائشہ"[3]

نوٹ: بریلی شریف سے شائع ہونے والے رسالہ میں مذکور کہ یہاں اصل میں بہت بیاض ہے، درمیان میں کچھ ناتمام سطریں ہیں مناسبتِ مقام سے جو کچھ فہم قاصر میں آیا بنادیا ۱۲۔ اس فقیر نے ان اضافوں کو اصل عبارت سے ملا کر قوسین میں محدود کردیا ہے تاکہ اصل واضافہ میں امتیاز رہے اور ناظرین کو اس کا مطالعہ سہل ہو۔ اس میں غلطی ہو تو فقیر کی جانب منسوب کیا جائے۔ محمد خلیل عفی عنہ

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۱۹

[2] صحیح مسلم کتاب الفضائل فضائل عائشہ رضی اللہ عنہا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۸۵

[3] صحیح البخاری ابواب مناقب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم " " " ۱/ ۵۱۷
صحیح مسلم باب فضائل ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ " " " ۲/ ۲۷۳
مسند احمد بن حنبل عن عمرو بن العاص المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۲۰۳

(وہ عائشہ صدیقہ بنت الصدیق، اُم المومنین، جن کا محبوبۂ رب العالمین ہونا آفتاب نیم روز سے روشن تر۔ وہ صدیقہ جن کی تصویر بہشتی حریر میں رُوح القدس خدمتِ اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر لائیں۔ وہ ام المومنین کہ جبرئیل امین باآں فضل مبین انھیں سلام کریں اور ان کے کاشانۂ عزّت و طہارت میں بے اذن لئے حاضر نہ ہوسکیں۔ وہ صدیقہ کہ اللہ عزّوجل وحی نہ بھیجے ان کے سوا کسی کے لحاف میں۔ وہ ام المومنین کہ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اگر سفر میں بے ان کے تشریف لے جائیں ان کی یاد میں "واعروساہ" فرمائیں۔ وہ صدیقہ کہ یوسف صدیق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برأت و پاکدامنی کی شہادت اہل زلیخا سے ایک بچہ ادا کرے۔ بتول مریم کی تطہیر و عفت تابی روح اللہ کلمۃ اللہ فرمائیں، مگران کی برأت، پاک طینتی، پاک دامنی و طہارت کی گواہی میں قرآن کریم کی آیاتِ کریمہ نزول فرمائیں۔ وہ ام المومنین کہ محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کے پانی پینے میں دیکھتے رہیں کہ کوزے میں کس جگہ لب مبارک رکھ کر پانی پیا ہے حضور پُر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے لبہائے مبارک وہ خدا پسند وہیں رکھ کر پانی نوش فرمائیں۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہا وعلٰی ابیہا وبارک وسلم۔

آدمی اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھے اگر کوئی اس کی ماں کی توہین کرے اس پر بہتان اٹھائے یا اُسے بُرا بھلا کہے تو اس کا کیسا دشمن ہوجائے گا اُس کی صورت دیکھ کر آنکھوں میں خُون اُتر آئے گا، اور مسلمانوں کی مائیں یُوں بے قدر ہوں کہ کلمہ پڑھ کر ان پر طعن کریں تہمت دھریں اور مسلمان کے مسلمان بنے رہیں۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم)

اور زبیر و طلحہ ان سے بھی افضل کہ عشرہ مبشّرہ سے ہیں۔ وہ (یعنی زبیر بن العوام) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی اور حواری (جاں باز، معاون و مددگار) اور یہ (یعنی طلحہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے چہرہ انور کے لئے سپر۔ وقت جاں نثاری (جیسے ایک جاں نثار نڈر سپاہی سرفروش محافظ)۔

رہے امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ تو اُن کا درجہ اُن سب کے بعد ہے۔

اور حضرت مولٰی علی (مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنی) کے مقام رفیع (مراتب بلند و بالا) و شانِ منیع (عظمت و منزلتِ محکم و اعلا) تک تو ان سے وہ دور دراز منزلیں ہیں جن ہزاروں ہزار رہوار برق کردار (ایسے کشادہ و فراخ قدم گھوڑے جیسے بجلی کا کوندا) صبا رفتار (ہوا سے بات کرنیوالے، تیز رو،

لے مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/۲۴۸

تیز گام) تھک رہیں اور قطع (مسافت) نہ کر سکیں ۔

مگر فضلِ صحبت (وشرفِ صحابیت وفضل) وشرفِ سعادت خدائی دین ہے (جس سے مسلمان آنکھ بند نہیں کرسکتے تو ان پر لعن طعن یا ان کی توہین تنقیص کیسے گوارا رکھیں اور کیسے سمجھ لیں کہ مولٰی علی کے مقابلے میں انھوں نے جو کچھ کیا بربنائے نفسانیت تھا۔ صاحبِ ایمان مسلمان کے خواب وخیال میں بھی یہ بات نہیں آسکتی۔

ہاں ایک بات کہتے ہیں اور ایمان لگتی کہتے ہیں کہ ہم تو بحمد اللہ سرکار اہلبیت (کرام) کے غلامانِ خانہ زاد ہیں (اور موروثی خدمت گار ، خدمت گزار) ہمیں (امیر) معاویہ (رضی اللہ تعالٰی عنہ) سے کیا رشتہ، خدانخواستہ ان کی حمایت بے جا کریں مگر ہاں اپنی سرکار کی طرفداری (اور امرِ حق میں ان کی حمایت وپاسداری) اور ان (حضرت امیر معاویہ) کا (خصوصاً) الزامِ بدگویاں (اور دریدہ دہنوں، بدزبانوں کی تہمتوں) سے بری رکھنا منظور ہے کہ ہمارے شہزادۂ اکبر حضرت سبط (اکبر، حسن) مجتبٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حسبِ بشارت اپنے جدِ امجد سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد اختتامِ مدت (خلافت راشدہ کہ منہاجِ نبوت پر تیس سال رہی اور سیدنا امام حسن مجتبٰی رضی اللہ تعالٰی کے چھ ماہ مدتِ خلافت پر ختم ہوئی) عین معرکۂ جنگ میں (ایک فوج جرار کی ہمراہی کے باوجود) ہتھیار رکھ دیے (بالقصد والاختیار) اور ملک (اور امورِ مسلمین کا انتظام و انصرام) امیر معاویہ کو سپرد کردیا (اور ان کے ہاتھ پر بیعت اطاعت فرمالی) اگر امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ العیاذ باللہ کافر یا فاسق تھے یا ظالم جائر تھے یا غاصب جابر تھے (ظلم وجور پر کمربستہ) تو الزام امام حسن پر آتا ہے کہ اُنھوں نے کاروبار مسلمین وانتظام شرع ودین باختیار خود (بلا جبر واکراہ بلا ضرورت شرعیہ، باوجود مقدرت) ایسے شخص کو تفویض فرمادیا (اور اس کی تحویل میں دے دیا) اور خیر خواہیِ اسلام کو معاذ اللہ کام نہ فرمایا (اس سے ہاتھ اٹھالیا) اگر مدتِ خلافت ختم ہوچکی تھی اور آپ (خود) بادشاہت منظور نہیں فرماتے (تھے) تو صحابۂ حجاز میں کوئی اور قابلیتِ نظم ونسقِ دین نہ رکھتا تھا جو انھیں کو اختیار کیا (اور انھیں کے ہاتھ پر بیعتِ اطاعت کرلی) حاش للہ بلکہ یہ بات خود رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک پہنچتی ہے کہ حضور نے اپنی پیش گوئی میں ان کے اس فعل کو پسند فرمایا اور ان کی سیادت کا نتیجہ ٹھہرایا کما فی صحیح البخاری (جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے) صادق ومصدوق صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت فرمایا :

ان ابنی ھذا سید لعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین[1]

---

[1] صحیح البخاری کتاب الصلح باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم للحسن ومناقب الحسن والحسین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۷۳ و ۵۳۰

("میرا یہ بیٹا سید ہے، سیادت کا علمبردار) میں امید کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل اس کے باعث دو بڑے گروہِ اسلام میں صُلح کرا دے۔"

آیۂ کریمہ کا ارشاد ہے:

ونزعنا مافی صدورھم من غل[1]۔

اور ہم نے ان کے سینوں میں سے کینے کھینچ لئے۔

"جو دنیا میں ان کے درمیان تھے اور طبیعتوں میں جو کدورت وکشیدگی تھی اسے رفق والفت سے بدل دیا اور اُن میں آپس میں نہ باقی رہی مگر مودت ومحبت۔"

اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی کہ آپ نے فرمایا کہ "ان شاء اللہ تعالٰی میں اور عثمان اور طلحہ وزبیر ان میں سے ہیں جن کے حق میں اللہ تعالٰی نے یہ ارشاد فرمایا کہ نزعنا الآیۃ۔"

حضرت مولٰی علی کے اس ارشاد کے بعد بھی ان پر الزام دینا عقل وخرد سے جنگ ہے، مولٰی علی سے جنگ ہے، اور خدا ورسول سے جنگ ہے۔ والعیاذ باللہ۔

جب کہ تاریخ کے اوراق شاہد عادل ہیں کہ حضرت زبیر کو جونہی اپنی غلطی کا احساس ہُوا انھوں نے فوراً جنگ سے کنارہ کشی کرلی۔

اور حضرت طلحہ کے متعلق بھی روایات میں آتا ہے کہ انھوں نے اپنے ایک مددگار کے ذریعے حضرت مولٰی علی سے بیعت اطاعت کرلی تھی۔

اور تاریخ سے ان واقعات کو کون چھپا سکتا ہے کہ جنگِ جمل ختم ہونے کے بعد حضرت مولٰی علی مرتضٰی نے حضرت عائشہ کے برادرِ معظم محمد بن ابی بکر کو حکم دیا کہ وہ جائیں اور دیکھیں کہ حضرت عائشہ کو خدانخواستہ کوئی زخم وغیرہ تو نہیں پہنچا۔ بلکہ بعجلت تمام خود بھی تشریف لے گئے اور پوچھا: "آپ کا مزاج کیسا ہے؟"

انھوں نے جواب دیا: "الحمدللہ اچھی ہُوں۔"

مولٰی علی نے فرمایا: "اللہ تعالٰی آپ کی بخشش فرمائے۔"

حضرت صدیقہ نے جواب دیا: "اور تمھاری بھی۔"

پھر مقتولین کی تجہیز وتکفین سے فارغ ہوکر حضرت مولٰی نے حضرت صدیقہ کی واپسی کا انتظام کیا اور پُورے اعزاز واکرام کے ساتھ محمد بن ابی بکر کی نگرانی میں چالیس معزز عورتوں کے جُھرمٹ میں ان کو

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۴۳

جانب حجاز رخصت کیا۔ خود حضرت علی نے دُور تک مشایعت کی، ہمراہ رہے۔ امام حسن میلوں تک ساتھ گئے۔ چلتے وقت حضرت صدیقہ نے مجمع میں اقرار فرمایا کہ "مجھ کو علی سے نہ کسی قسم کی کدورت پہلے تھی اور نہ اب ہے، ہاں ساس، داماد (یا دیور، بھاوج) میں کبھی کبھی جو بات ہو جایا کرتی ہے اس سے مجھے انکار نہیں"۔

حضرت علی نے یہ سُن کر ارشاد فرمایا: "لوگو! حضرت عائشہ سچ کہہ رہی ہیں خدا کی قسم مجھ میں اور ان میں اس سے زیادہ اختلاف نہیں ہے، بہر حال خواہ کچھ ہو یہ دنیا و آخرت میں تمھارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زوجہ ہیں (اور ام المومنین)"۔

اللہ اللہ! ان یارانِ پیکرِ صدق وصفا میں باہمی یہ رفق ومودّت اور عزّت واکرام، اور ایک دوسرے کے ساتھ یہ معاملۂ تعظیم واحترام، اور ان عقل سے بیگانوں اور نادان دوستوں کی حمایتِ علی کا یہ عالم کہ ان پر لعن طعن کو اپنا مذہب اور اپنا شعار بنائیں اور اُن سے کدورت ودشمنی کو مولیٰ علی سے محبت و عقیدت ٹھہرائیں، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مسلمانانِ اہلسنّت اپنا ایمان تازہ کرلیں اور سُن رکھیں کہ اگر صحابۂ کرام کے دلوں میں کھوٹ، نیتوں میں فتور اور معاملات میں فتنہ وفساد ہو تو رضی اللہ عنہم کے کوئی معنیٰ ہی نہیں ہو سکتے۔

صحابۂ کرام کے عنداللہ مرضی وپسندیدہ ہونے کے معنی یہی تو ہیں کہ وہ مولائے کریم ان کے ظاہر وباطن سے راضی، ان کی نیتوں اور ما فی الضمیر سے خوش ہے اور ان کے اخلاق و اعمال بارگاہِ عزّت میں پسندیدہ ہیں۔ اسی لئے ارشاد فرمایا ہے کہ:

ولکن اللہ حبّب الیکم الایمان وزیّنہ فی قلوبکم[1] الآیۃ۔

"یعنی اللہ تعالٰی نے تمھیں ایمان پیارا کردیا ہے اور اسے تمھارے دلوں میں آراستہ کردیا ہے اور کفر اور حکم عدولی اور نافرمانی تمھیں ناگوار کردی ہے"۔

اب جو کوئی اس کے خلاف کہے اپنا ایمان خراب کرے اور اپنی عاقبت برباد۔ والعیاذ باللہ۔

عقیدۂ ثامنہ ——— امامت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نیابتِ مطلقہ کو امامتِ کُبریٰ اور اس منصبِ عظیم پر فائز

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۷

ہونے والے کو امام کہتے ہیں۔

امام المسلمین حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نیابت سے مسلمانوں کے تمام امور دینی و دنیوی میں حسب شرع تصرف عام کا اختیار رکھتا ہے اور غیر معصیت میں اس کی اطاعت تمام جہان کے مسلمانوں پر فرض ہوتی ہے۔

اس امام کے لئے مسلمان آزاد، عاقل، بالغ، قادر، قرشی ہونا شرط ہے۔ ہاشمی علوی اور معصوم ہونا اس کی شرط نہیں۔ ان کا شرط کرنا روافض کا مذہب ہے جس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ برحق امرائے مومنین، خلفائے ثلٰثہ ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہم کو خلافت رسول سے جدا کر دیں۔ حالانکہ اُن کی خلافتوں پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اجماع ہے۔ مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم و حضرات حسنین رضی اللہ تعالٰی عنہما نے اُن کی خلافتیں تسلیم کیں اور علویت کی شرط نے تو مولٰی علی کو بھی خلیفہ ہونے سے خارج کر دیا۔ مولا علی کیسے علوی ہو سکتے ہیں۔ رہی عصمت تو یہ انبیاء و ملائکہ کا خاصہ ہے امام کا معصوم ہونا روافض کا مذہب ہے۔ (بہار شریعت)

ہم مسلمانانِ اہلسنت وجماعت کے نزدیک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد (خلافت و امامتِ صدیقِ اکبر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) بالقطع التحقیق (قطعاً، یقیناً، تحقیقاً) حقہ راشدہ ہے (ثابت و درست، رُشد و ہدایت پر مبنی) نہ غاصبہ جائرہ (کہ غصب یا جور و جبر سے حاصل کی گئی) رحمت و رافت (مہربانی و شفقت) حسنِ سیادت (بہتر ولائق تر امارت) و لحاظِ مصلحت (تمام مصلحتوں سے ملحوظ) و حمایتِ ملت (شریعت کی حمایتوں سے معمور) و پناہ امت سے مزین (آراستہ و پیراستہ) اور عدل و داد (انصاف و برابری) و صدق و سداد (راستی و درستی) و رشد و ارشاد (راست روی و حق نمائی) و قطع فساد و قمع اہل ارتداد (مرتدین کی بیخ کنی) سے محلّٰی (سنواری ہوئی) اوّل تلویحات و تصریحات (روشن و صریح ارشادات) سید الکائنات علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلوات والتحیات اس بارے میں بہ کثرت وارد۔

دوسرے خلافت اس جناب تقویٰ مآب کی باجماعِ صحابہ واقع ہوئی۔ (اور آپ کا حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد تختِ خلافت پر جلوس فرمانا، فرامین و احکام جاری کرنا، ممالک اسلامیہ کا نظم و نسق سنبھالنا، اور تمام امورِ مملکت و رزم و بزم کی باگیں اپنے دستِ حق پرست میں لینا وہ تاریخی واقعہ مشہور و متواتر اظہر من الشمس ہے، جس سے دنیا میں موافق مخالف حتّٰی کہ نصارٰی و یہود و مجوس و ہنود کسی کو انکار نہیں۔ اور ان محبانِ خدا و تو ابانِ مصطفٰی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ابدًا ابدا "شیعانِ علی"

کو زیادہ عداوت کا مبنیٰ یہی ہے کہ ان کے زعمِ باطل میں استحقاقِ خلافت حضرت مولیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنیٰ میں منحصر تھا۔

جب بحکمِ الٰہی خلافتِ راشدہ، اوّل ان تین سرداران مومنین کو پہنچی روافض نے انھیں معاذاللہ مولیٰ علی کا حق چھیننے والا اور ان کی خلافت وامامت کو غاصبہ جائرہ ٹھہرایا۔

اتنا ہی نہیں بلکہ تقیۂ شقیہ کی تہمت کی بدولت حضرت اسد اللہ غالب کو عیاذًا باللہ سخت نامرد و بُزدل وتارکِ حق ومطیع باطل ٹھہرایا۔ ع

دوستیِ بے خرداں دشمنی ست

(بے عقلوں کی دوستی دشمنی ہوتی ہے)

(الغرض آپ کی امامت وخلافت پر تمام صحابہ کرام کا اجماع ہے) اور باطل پر اجماعِ امت (خصوصًا اصحابِ حضرتِ رسالت علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتحیۃ کا) ممکن نہیں (اور مان لیا جائے تو غصب وظلم پر اتفاق سے عیاذًا باللہ سب فساق ہوئے، اور یہی لوگ حاملانِ قرآنِ مبین و راویانِ دینِ متین ہیں، جو انھیں فاسق بتلائے اپنے لئے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک دوسرا سلسلہ پیدا کرے یا ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اسی طرح ان کے بعد خلافتِ فاروق، پھر امامتِ ذی النورین، پھر جلوہ فرمائی ابوالحسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

عقیدۂ تاسعہ [9] ــــــ ضروریاتِ دین

نصوصِ قرآنیہ (اپنی مراد پر واضح آیاتِ فرقانیہ) واحادیثِ مشہورہ متواترہ (شہرت اور تواتر سے مؤیّد) واجماعِ امت مرحومہ مبارکہ (کہ یہ قصرِ شریعت کے اساسی ستون ہیں اور شبہات وتاویلات سے پاک، ان میں سے ہر دلیل قطعی، یقینی، واجب الاذعان والثبوت، ان) سے جو کچھ دربارۂ الوہیت (ذات وصفاتِ باری تعالیٰ) ورسالت (ونبوت انبیاء ومرسلین، وحی رب العٰلمین) (وکتب سماوی، وملائکہ وجن وبعث وحشر ونشر وقیامِ قیامت، قضاء وقدر) وماکان ومایکون (جملہ ضروریاتِ دین) ثابت (اور ان دلائلِ قطعیہ سے مدلّل، ان براہینِ واضحہ سے مبرہن) سب حق ہے اور ہم سب پر ایمان لائے جنت اور اس کے جانفزا احوال (کہ لاعینٌ رأت ولا اُذنٌ سمعت ولاخطر ببال احد[1] وہ عظیم نعمتیں

[1] صحیح البخاری کتاب التفسیر تحت آیۃ ۳۲/۱۷ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۰۴
جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ السجدۃ امین کمپنی دہلی ۲/۱۵۱
سنن ابن ماجہ ابواب الزہد باب صفۃ الجنۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۳۱

وہ نعیم عظمتیں اور جان و دل کو مرغوب و مطلوب وُہ لذتیں جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سُنا، اور نہ کسی کے دل پر اُن کا خطرہ گزرا) دوزخ اور اس کے جان گزا حالات (کہ وہ ہر تکلیف واذیّت جو ادراک کی جائے اور تصور میں لائی جائے ایک ادنٰی حصہ ہے اس کے بے انتہا عذاب کا، والعیاذ باللہ) قبر کے نعیم و عذاب (کہ وہ جنّت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا) منکر نکیر سے سوال وجواب روزِ قیامت حساب وکتاب ووزنِ اعمال (جس کی حقیقت اللہ جانے اور اس کا رسول) وکوثر (کہ میدانِ حشر کا ایک حوض ہے اور جنت کا طویل وعریض چشمہ) وصراط (بال سے زیادہ باریک، تلوار سے زیادہ تیز، پشتِ جہنم پر ایک پُل) وشفاعۃ عصاۃ اہل کبائر (یعنی گناہگارانِ اُمتِ مرحومہ کہ کبیرہ گناہوں میں ملوث رہے ان کے لئے سوالِ بخشش) اور اس کے سبب اہلِ کبائر کی نجات الٰی غیر ذالک من الواردات سب حق (ہے اور سب ضروری القبول) جبر وقدر باطل (اپنے آپ کو مجبورِ محض یا بالکل مختار سمجھنا دونوں گمراہی) ولکن امرٌ بین امرین (اختیارِ مطلق اور جبرِ محض کے بین بین راہِ سلامتی اور اس میں زیادہ غور وفکر سببِ ہلاکت، صدیق وفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما اس مسئلہ میں بحث کرنے سے منع فرمائے گئے، ما وشما کس گنتی میں) جو بات ہماری عقل میں نہیں آتی (اس میں خواہ مخواہ نہیں الجھتے اور اپنی اندھی اوندھی عقل کے گھوڑے نہیں دوڑاتے بلکہ) اس کو موکول بخدا کرتے (اللہ عزّوجل کو سونپتے کہ واللہ اعلم بالصواب) اور اپنا نصیبہ اٰمنّا بہٖ کُلٌّ من عند ربّنا[1] بناتے ہیں (کہ سب کچھ حق کی جانب سے ہے سب حق ہے اور سب پر ہمارا ایمان) ؎

مصطفٰی اندر میاں آنگہ کہ می گوید بعقل ... آفتاب اندر جہاں آنگہ کہ می جوید سہا[2]

(مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف فرما ہوں تو اپنی عقل سے کون بات کرتا ہے
سورج دنیا میں جلوہ گر ہو تو چھوٹے سے ستارے کو کون ڈھونڈتا ہے۔ ت)

(قال الرضا) ؎

عرش پہ جاکے مرغِ عقل تھک کے گرا غش آگیا ... اور ابھی منزلوں پرے، پہلا ہی آستان ہے[3]

یاد رکھنا چاہئے کہ وحی الٰہی کا نزول، کتبِ آسمانی کی تنزیل، جنّ وملائکہ، قیامت وبعث، حشر ونشر،

---

[1] القرآن الکریم ۳/۷

[2]

[3] حدائقِ بخشش مکتبہ رضویہ کراچی حصہ اول ص ۷۹

حساب وکتاب، ثواب وعذاب اور جنّت و دوزخ کے وہی معنیٰ ہیں جو مسلمانوں میں مشہور ہیں اور جن پر صدرِ اسلام سے اب تک چودہ سو سال کے کافہ مسلمین ومومنین دوسرے ضروریاتِ دین کی طرح ایمان رکھتے چلے آرہے ہیں مسلمانوں میں مشہور ہیں۔

جو شخص ان چیزوں کو توحق کہے اور ان لفظوں کا تو اقرار کرے مگر ان کے نئے معنیٰ گھڑے مثلاً یوں کہے کہ جنّت و دوزخ وحشر ونشر و ثواب وعذاب سے ایسے معنیٰ مراد ہیں جو ان کے ظاہر الفاظ سے سمجھ میں نہیں آتے یعنی ثواب کے معنیٰ اپنے حسنات کو دیکھ کر خوش ہونا۔ اور عذاب' اپنے بُرے اعمال کو دیکھ کر غمگین ہونا ہیں۔ یا یہ کہ وہ روحانی لذّتیں اور باطنی معنیٰ ہیں وُہ کافر ہے کیونکہ ان امور پر قرآن پاک اور حدیث شریف میں کھلے ہوئے روشن ارشادات موجود ہیں۔

یُونہی یہ کہنا بھی یقیناً کفر ہے کہ پیغمبروں نے اپنی اپنی اُمتوں کے سامنے جو کلام، کلامِ الٰہی بتا کر پیش کیا وہ ہرگز کلامِ الٰہی نہ تھا بلکہ وُہ سب انھیں پیغمبروں کے دلوں کے خیالات تھے جو فوارے کے پانی کی طرح انھیں کے قلوب سے جوش مار کر نکلے اور پھر انھیں کے دِلوں پر نازل ہو گئے۔

یونہی یہ کہنا کہ نہ دوزخ میں سانپ، بچھّو اور زنجیریں ہیں اور نہ وُہ عذاب جن کا ذکر مسلمانوں میں رائج ہے۔ نہ دوزخ کا کوئی وجود خارجی ہے بلکہ دنیا میں اللہ تعالٰی کی نافرمانی سے جو کلفت روح کو ہوتی تھی بس اسی روحانی اذیّت کا اعلیٰ درجہ پر محسوس ہونا اسی کا نام دوزخ اور جہنم ہے۔ یہ سب کفر قطعی ہے۔

یُونہی یہ سمجھنا کہ جنّت میں میوے ہیں نہ باغ، نہ محل ہیں نہ نہریں ہیں، نہ حُوریں ہیں، نہ غلمان ہیں، نہ جنّت کا کوئی وجود خارجی ہے بلکہ دنیا میں اللہ تعالٰی کی فرمانبرداری کی جو راحت روح کو ہوتی تھی بس اسی روحانیت کا اعلیٰ درجہ پر حاصل ہونا اسی کا نام جنت ہے، یہ بھی قطعاً یقیناً کفر ہے۔

یونہی یہ کہنا کہ اللہ عزّوجل نے قرآنِ عظیم میں جن فرشتوں کا ذکر فرمایا ہے نہ ان کا کوئی اصل وجود ہے نہ اُن کا موجود ہونا ممکن ہے، بلکہ اللہ تعالٰی نے اپنی ہر ہر مخلوق میں جو مختلف قسم کی قوتیں رکھی ہیں جیسے پہاڑوں کی سختی، پانی کی روانی، نباتات کی فزونی، بس انھیں قوتوں کا نام فرشتہ ہے، یہ بھی بالقطع والیقین کفر ہے۔

یونہی جنّ وشیاطین کے وجود کا انکار اور بدی کی قوت کا نام جِن یا شیطان رکھنا کفر ہے' اور ایسے اقوال کے قائل یقیناً کافر اور اسلامی برادری سے خارج ہیں۔

فائدۂ جلیلہ

مانی ہوئی باتیں چار قسم ہوتی ہیں،

(۱) **ضروریاتِ دین** ان کا ثبوت قرآن عظیم یا حدیثِ متواتر یا اجماعِ قطعی قطعیات الدلالات واضحۃ الافادات سے ہوتا ہے جن میں نہ شبہے کی گنجائش نہ تاویل کو راہ۔ اور ان کا منکر یا ان میں باطل تاویلات کا مرتکب کافر ہوتا ہے۔

(۲) **ضروریاتِ مذہبِ اہلِ سُنّت وجماعت** ان کا ثبوت بھی دلیل قطعی سے ہوتا ہے مگر ان کے قطعی الثبوت ہونے میں ایک نوعِ شُبہہ اور تاویل کا احتمال ہوتا ہے اسی لئے ان کا منکر کافر نہیں بلکہ گمراہ بدمذہب، بددین کہلاتا ہے۔

(۳) **ثابتاتِ مُحکمہ** ان کے ثبوت کو دلیل ظنی کافی، جبکہ اس کا مفاد اکبرائے ہو کر جانب خلاف کو مطروح ومضمحل اور التفاتِ خاص کے ناقابل بنادے۔ اس کے ثبوت کے لئے حدیث احاد، صحیح یا حسن کافی، اور قول سوادِ اعظم وجمہور علمار کا سندِ وافی، فان ید اللہ علی الجماعۃ (اللہ تعالٰی کا دستِ قدرت جماعت پر ہوتا ہے۔ت)

ان کا منکر وضوحِ امر کے بعد خاطی وآثم خطاکار وگناہگار قرار پاتا ہے، نہ بددین وگمراہ نہ کافر و خارج از اسلام۔

(۴) **ظنّیاتِ محتملہ** ان کے ثبوت کے لئے ایسی دلیل ظنی بھی کافی، جس نے جانبِ خلاف کیلئے بھی گنجائش رکھی ہو۔ ان کے منکر کو صرف مخطی وقصوروار کہا جائے گا نہ گناہگار، چہ جائیکہ گمراہ، چہ جائیکہ کافر۔

ان میں سے ہربات اپنے ہی مرتبے کی دلیل چاہتی ہے جو فرقِ مراتب نہ کرے، اور ایک مرتبے کی بات کو اس سے اعلٰی درجے کی دلیل مانگے وہ جاہل بیوقوف ہے یا مکّار فیلسوف ؏

ہر سخن وقتے وہر نکتہ مقامے دارد

(ہربات کا کوئی وقت اور ہر نکتے کا کوئی خاص مقام ہوتا ہے۔ت)

اور ؏

گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

(اگر تُو مراتب کے فرق کو ملحوظ نہ رکھے تو زندیق ہے۔ت)

اور بالخصوص قرآنِ عظیم بلکہ حدیث ہی میں تصریح صریح ہونے کی تو اصلاً ضرورت نہیں حتّٰی کہ مرتبہ اعلیٰ اعنی ضروریاتِ دین میں بھی۔

بہت باتیں ضروریاتِ دین سے ہیں جن کا منکر یقیناً کافر مگر بالتصریح ان کا ذکر آیات و احادیث میں نہیں، مثلاً باری عزّوجل کا جہل محال ہونا۔

قرآنِ عظیم میں اللہ عزّوجل کے علم و احاطہ کا لاکھ جگہ ذکر ہے مگر امتناع و امکان کی بحث کہیں نہیں پھر کیا جو شخص کہے کہ واقع میں تو بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے عالم الغیب والشہادۃ ہے، کوئی ذرہ اس کے علم سے چھپا نہیں۔

مگر ممکن ہے کہ جاہل ہو جائے تو کیا وہ کافر نہ ہوگا کہ اس کے امکان کا سلبِ صریح قرآن میں مذکور نہیں۔ حاش للہ! ضرور کافر ہے اور جو اسے کافر نہ کہے خود کافر، تو جب ضروریاتِ دین ہی کے ہر جزئیہ کی تصریح صریح، قرآن وحدیث میں ضرور نہیں تو ان سے اُتر کر اور کسی درجے کی بات پر یہ مرچڑا پن کہ ہمیں تو قرآن ہی میں دکھاؤ ورنہ ہم نہ مانیں گے نِری جہالت ہے یا صریح ضلالت۔ مگر جنون و تعصب کا علاج کسی کے پاس نہیں۔

تو خوب کان کھول کر سُن لو اور لوحِ دل پر نقش رکھو کہ جسے کہتا سنو "ہم اماموں کا قول نہیں جانتے ہمیں تو قرآن و حدیث چاہئے" جان لو کہ یہ گمراہ ہے۔ اور جسے کہتا سنو کہ "ہم حدیث نہیں جانتے ہمیں صرف قرآن درکار ہے" سمجھ لو کہ یہ بددین، دینِ خدا کا بدخواہ ہے۔

مسلمانو! تم ان گمراہوں کی ایک نہ سُنو، اور جب تمہیں قرآن میں شُبہہ ڈالیں تم حدیث کی پناہ لو۔ اگر حدیث میں این وآں نکالیں تم ائمۂ دین کا دامن پکڑو۔ اس درجے پر آکر حق و باطل صاف کُھل جائے گا اور ان گمراہوں کا اُڑایا ہوا سارا غبار حق کے برستے ہوئے بادلوں سے دُھل جائے گا اور اس وقت یہ ضال مضل طائفے بھاگتے نظر آئیں گے کانّھم حمرٌ مستنفرۃ فرت من قسورۃ[1] (گویا وہ بھڑکے ہوئے گدھے ہوں کہ شیر سے بھاگے ہوں)۔ (الصارم الربانی ملخصاً)

عقیدۂ عاشرہ[۱۰] ـــــ شریعت و طریقت

شریعت و طریقت، دو راہیں متباین نہیں (کہ ایک دوسرے سے جدا اور ایک دوسرے کے خلاف ہوں) بلکہ بے اتباعِ شریعت، خدا تک وصول محال۔ شریعت تمام احکامِ جسم و جان و روح و قلب

۱؎ القرآن الکریم ۷۴/ ۵۰ و ۵۱

وجملہ علومِ الٰہیہ ومعارفِ نامتناہیہ کو جامع ہے جن میں سے ایک ایک ٹکڑے کا نام طریقت ومعرفت ہے ولہٰذا باجماعِ قطعی جملہ اولیائے کرام کے تمام حقائق کو شریعتِ مطہرہ پر عرض کرنا فرض ہے۔ اگر شریعت کے مطابق ہوں حق ومقبول ہیں ورنہ مردود ومخذول (مطرود ونامقبول)۔

(تو یقیناً قطعاً شریعت ہی اصل کار ہے، شریعت ہی مناط ومدار ہے شریعت ہی محک ومعیار ہے اور حق وباطل کے پرکھنے کی کسوٹی۔

شریعت راہ کو کہتے ہیں اور شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کا ترجمہ ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی راہ۔ اور یہ قطعاً عام ومطلق ہے نہ کہ صرف چند احکام جسمانی سے خاص۔

یہی وہ راہ ہے کہ پانچوں وقت، ہر نماز ہر رکعت میں اس کا مانگنا اور اس پر صبر واستقامت کی دعا کرنا ہر مسلمان پر واجب فرمایا ہے کہ "اھدنا الصراط المستقیم"[۱] (ہم کو سیدھا راستہ چلا) ہم کو محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی راہ پر چلا، ان کی شریعت پر ثابت قدم رکھ۔

یونہی طریق، طریقہ، طریقت راہ کو کہتے ہیں نہ کہ پہنچ جانے کو۔ تو یقیناً طریقت بھی راہ ہی کا نام ہے اب اگر وہ شریعت سے جدا ہو تو بشہادتِ قرآن عظیم خدا تک نہ پہنچائے گی بلکہ شیطان تک جنت تک نہ لے جائے گی بلکہ جہنم میں کہ شریعت کے سوا سب راہوں کو قرآن عظیم باطل ومردود فرما چکا۔

لاجرم ضرور ہوا کہ طریقت یہی شریعت ہے اسی راہ روشن کا ٹکڑا ہے، اس کا اس سے جدا ہونا محال وناسزا ہے۔ جو اسے شریعت سے جدا مانتا ہے اسے راہِ خدا سے توڑ کر راہِ ابلیس مانتا ہے مگر حاشا، طریقتِ حقہ راہِ ابلیس نہیں قطعاً راہِ خدا ہے) نہ بندہ کسی وقت کیسی ہی ریاضات ومجاہدات بجالائے (کیسی ہی ریاضتوں، مجاہدوں اور چلہ کشیوں میں وقت گزارا جائے) اس رتبہ تک پہنچے کہ تکالیف شرع (شریعت مطہرہ کے فرامین واحکامِ امر ونہی) اس سے ساقط ہوجائیں اور اسے اسپ بے لگام وشتر بے زمام کرکے چھوڑ دیا جائے۔

(قرآن عظیم میں فرمایا:

ان ربی علٰی صراط مستقیم[۲]۔

بیشک اسی سیدھی راہ پر میرا رب ملتا ہے۔

---

[۱] القرآن الکریم ۱/۵

[۲] " " ۱۱/۵۶

اور فرمایا:

وأنّ ھٰذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل[1] الاٰیۃ۔

شروع رکوع سے احکامِ شریعت بیان کرکے فرماتا ہے "اور اے محبوب! تم فرمادو کہ یہ شریعت میری سیدھی راہ ہے تو اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا اور راستوں کے پیچھے نہ لگ جاؤ کہ وہ تمھیں خدا کی راہ سے جُدا کردیں گے۔"

دیکھو قرآنِ عظیم نے صاف فرمادیا کہ شریعت ہی صرف وہ راہ ہے جس کا منتہا اللہ ہے، اور جس سے وصول الی اللہ ہے۔ اس کے سوا آدمی جو راہ چلے گا اللہ کی راہ سے دُور پڑے گا۔"

طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے شریعت ہی کے اتباع کا صدقہ ہے ورنہ بے اتباعِ شرع بڑے بڑے کشف راہبوں، جوگیوں، سنیاسیوں کو دیے جاتے ہیں، پھر وہ کہاں تک لے جاتے ہیں اسی نارِ جحیم و عذابِ الیم تک پہنچاتے ہیں۔ (مقال العرفاء)

صوفی وہ ہے کہ اپنے ہوا (اپنی خواہشوں، اپنی مرادوں) کو تابع شرع کرے (بے اتباعِ شرع کسی خواہش پر نہ لگے) نہ وہ کہ ہوا (وہوس اور نفسانی خواہشوں) کی خاطر شرع سے دست بردار ہو (اور اتباعِ شریعت سے آزاد) شریعت غذا ہے اور طریقت قوت، جب غذا ترک کی جائے گی قوت آپ زوال پائے گی، شریعت آنکھ ہے اور طریقت نظر (اور) آنکھ پھوٹ کر نظر (کا باقی رہنا) غیر متصور (عقلِ سلیم قبول نہیں کرتی تو شریعتِ مطہرہ میں کب مقبول و معتبر) بعد از وصولِ (منزل) اگر اتباعِ شریعت سے بے پروائی ہوتی (اور احکامِ شرع کا اتباع لازم و ضرور نہ رہتا یا بندہ اس میں مختار رہتا) تو سیّد العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور امام الواصلین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہٗ اس کے ساتھ احق ہوتے (اور ترکِ بندگی و اتباعِ شرع کے باب میں سب سے مقدم و پیش رفت) نہیں (یہ بات نہیں اور ہرگز نہیں) بلکہ جس قدر قرب (حق) زیادہ ہوتا ہے شرع کی باگیں اور زیادہ سخت ہوتی جاتی ہیں (کہ) حسنات الابرار سیّئات المقربین[2] (ابرار کی نیکیاں بھی مقربین کے لئے عیب ہوتی ہیں)

؎ نزدیکاں را بیش بود حیرانی

(قریب والوں کو حیرت زیادہ ہوتی ہے)

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۵۳

[2] کشف الخفاء حدیث ۱۱۳۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۳۱۶

اور ؂

جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

آخر نہ دیکھا کہ سید المعصومین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رات، رات بھر عبادات و نوافل میں مشغول اور کارِ امت کے لئے گریاں و ملول رہتے۔ نمازِ پنجگانہ تو حضور پر فرض تھی ہی نمازِ تہجد کا ادا کرنا بھی حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر لازم بلکہ فرض قرار دیا گیا جب کہ اُمت کے لئے وہی سنت کی سنت ہے۔

حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے عرض کیا گیا کہ کچھ لوگ زعم کرتے ہیں کہ احکامِ شریعت تو وصول کا ذریعہ تھے اور ہم واصل ہوگئے یعنی اب ہمیں شریعت کی کیا حاجت۔ فرمایا "وہ سچ کہتے ہیں، واصل ضرور ہوئے مگر کہاں تک ؟ جہنم تک۔

چور اور زانی ایسے عقیدے والوں سے بہتر ہیں اگر ہزار برس جیوں تو فرائض و واجبات تو بڑی چیز ہیں، جو نوافل و مستحبات مقرر کر دیے ہیں بے عذرِ شرعی ان میں کچھ کم نہ کروں۔"

تو خلق پر تمام راستے بند ہیں مگر وہ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نشانِ قدم کی پیروی کرے ؂

خلافِ پیمبر کسے راہ گزید که ہرگز بہ منزل نخواہد رسید[1]

(جس کسی نے پیغمبر صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے خلاف راستہ اختیار کیا ہرگز منزلِ مقصود پر نہ پہنچے گا)

توہینِ شریعت کفر (اور علمائے دین کو سب وشتم، آخرت میں فضیحت و رسوائی کا موجب) اور اس کے دائرہ سے خروج فسق (و نافرمانی) صوفی (تقوی شعار) صادق (الحال) عالم سُنی صحیح العقیدہ پر خدا اور رسول کے فرمان (واجب الاذعان کے مطابق) ہمیشہ یہ عقیدت رکھتا ہے کہ (یہاں اصل میں بیاض ہے) (علمائے شرع مبین وارثانِ خاتم النبیین ہیں اور علوم شریعت کے نگہبان و علمبردار، تو ان کی تعظیم و تکریم صاحبِ شریعت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم ہے اور اس پر دین کا مدار) اور عالم متدین خدا طلب (خدا پرست، خدا ترس، خدا آگاہ) ہمیشہ صوفی سے (یہاں اصل میں بیاض ہے) (بتواضع وانکسار پیش آئے گا کہ وہ حق آگاہ اور حق کی پناہ میں ہے) اور اسے اپنے سے افضل و اکمل جانے گا (کہ وہ دنیاوی آلائشوں سے پاک ہے) جو اعمال اس (صوفی صافی حق پرست و حق آگاہ) کے اس کی نظر میں قانونِ تقوی سے باہر نظر آئیں گے (ان سے صرفِ نظر کرکے معاملہ عالم الغیب

---

[1] بوستان سعدی دیباچہ کتاب مکتبہ شرکتِ علمیہ ملتان ص ۸

والشہادۃ پر چھوڑے گا بمصداق :

ایکہ حمالِ عیب خویشتید   طعنہ برعیبِ دیگراں مکنید

(اے اپنے عیبوں کو اٹھانے والو! دوسروں کے عیب پر طعنہ زنی مت کرو)

اے اللہ! سب کو ہدایت اور اس پر ثبات واستقامت (ثابت قدمی) اور اپنے محبوبوں اور سچے پکے عقیدوں پر جہانِ گزران سے اٹھا۔ آمین یا ارحم الراحمین!

اللّٰھم لک الحمد والیک المشتکٰی وانت المستعان ط ولاحول ولاقوۃ الاّ باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالٰی علی الحبیب المصطفٰی وعلٰی اٰلہ الطیبین وصحبہ الطاہرین اجمعین۔

رسالہ اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفٰی والاٰل والاصحاب ختم ہوا

مسئلہ ۱۳۷: از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ مولوی محمد افضل صاحب ۵ اربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام خواہش امتی بودن سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم چرا کرد حالانکہ از مرتبہ نبوت دیگر مرتبہ نیست فوق آں ومرتبہ امت اسفل ازاں دیگر اینکہ ایں طور حدیث را برعقائد چکار زیراکہ انبیاء علیہم السلام درعلو تیں تمام عالم احتیاج ایشاں نہ ایشاں احتیاج کسے نیستند۔ بینوا توجروا۔

حضرت موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیدِعالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا امتی ہونے کی خواہش کیوں کی حالانکہ مرتبہ نبوت سے کوئی اور مرتبہ بلند نہیں ہے، اور امت کا مرتبہ نبوت کے مرتبہ سے نیچے ہے، پھر اس طرح کی حدیث عقائد میں کیسے کارآمد ہوسکتی ہے اس لئے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بلندی کے اس مقام پر فائز ہیں کہ تمام جہان ان کا محتاج ہے وہ کسی کے محتاج نہیں۔ بیان فرماؤ اجر دئے جاؤ گے۔ (ت)

الجواب

افضل غنی از فضل نیست سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم را مرتبہ از محبوبیت کبرٰی وجملہ فضائل عالیہ چناں بخشیدند کہ مرکب کسے بغبار او نرسد تیرہ درونان بر فضل دیگراں حسد برند واہلِ کمال چوں بینند کہ ما را بآں دسترس نیست انتساب بآں محبوب خواہند

افضل فضیلت سے مستغنی نہیں ہوتا۔ سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کو محبوبیتِ کبرٰی کا بلند مرتبہ اور تمام فضائل عالیہ اس طور پر حاصل ہوئے کہ کسی کا مرکب ان کے غبار تک نہیں پہنچ سکتا۔ تاریک دل والے دوسروں کی فضیلت پر حسد کرتے ہیں اور اہلِ کمال جب دیکھتے ہیں کہ ہمیں اس عظیم

کہ در زیر عنایتش بروجہے خاص باشند انبیاء را بدیگراں احتیاج نبودن مسلم اما بہ سید انبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہمہ را نیاز ست چنانکہ کریمہ اخذ میثاق از انبیاء وحدیث صحیح مسلم یرغب الیّ الخلق کلھم حتی خلیل اللہ ابراھیم[1] براں شاہد عدل ست ایں چنیں احادیث را بایچ عقیدہ خلاف نیست۔ واللہ تعالٰی اعلم

مقام تک رسائی حاصل نہیں تو وہ اس عظیم محبوب کی طرف اپنی نسبت کرنے کو پسند کرتے ہیں تاکہ بطور خاص اس کی نظرِ عنایت میں ہوجائیں، یہ بات مسلّم ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام دوسروں کے محتاج نہیں لیکن سیدانبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سب کو محتاجی ہے، جیسا کہ انبیائے سے اخذِ میثاق والی آیت کریمہ اور صحیح مسلم کی یہ حدیث اس پر شاہدِ عادل ہے کہ تمام مخلوق میری طرف راغب ہے حتی کہ جناب ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی۔ اس قسم کی حدیثیں کسی عقیدہ کے مخالف نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۸ از گونڈل مرسلہ قاضی قاسم میاں صاحب ۲۶ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عوام مومنین سے عوام ملائکہ کا مرتبہ زیادہ ہے یا نہیں؛ عوام مومنین کی تشریح فرمائیں۔

الجواب

حدیث میں ہے رب العزۃ جل وعلا فرماتا ہے:

عبدی المؤمن احب الیّ من بعض ملٰئکتی[2]۔ میرا مسلمان بندہ مجھے میرے بعض فرشتوں سے زیادہ پیارا ہے۔

ہمارے رسول ملائکہ کے رسولوں سے افضل ہیں، اور ملائکہ کے رسول ہمارے اولیائے سے افضل ہیں، اور ہمارے اولیاء عوام ملائکہ یعنی غیر رسل سے افضل ہیں، اور یہاں عوام مومنین سے یہی مراد ہیں، نہ فساق و فجار کہ ملائکہ سے کسی طرح افضل نہیں ہوسکتے۔ انسان صفت ملکوتی وبہیمی وسبعی وشیطانی سب کا جامع ہے جو صفت اس پر غلبہ کرے گی اس کے منسوب الیہ سے زائد ہوجائے گا کہ اگر ملکوتی صفت غالب ہوئی کروڑوں ملائکہ سے افضل ہوگا اور بہیمی غالب ہوئی تو بہائم سے بدتر اولٰئک کالانعام بل ھم

---

[1] صحیح مسلم کتاب فضائل القرآن باب بیان القرآن انزل علی سبعۃ احرف قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۷۳

[2] اتحاف السادۃ المتقین کتاب اسرار الصوم دارالفکر بیروت ۴/ ۱۹۳

اضل[1] (وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ ہیں۔ ت) یونہی سبعی و شیطانی وہابیہ کو دیکھو شیطان کِن سے سبق لیتا ہے، ابلیس کو ہزاروں برس کی عمر میں نہ سُوجھی تھیں جو انھیں سُوجھتی ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۹ تا ۱۴۱ از دارالطلبہ مدرسہ سبحانیہ الہ آباد مرسلہ مولوی ابراہیم صاحب ۱۷ رمضان ۱۳۳۸ھ

(۱) زید کہتا ہے کہ تقلید شخصی واجب نہیں کہ قرآن و حدیث سے ثابت نہیں اگر واجب ہوتی تو احادیث میں کہیں نہ کہیں ذکر ہوتا۔ عمرو کہتا ہے واجب ہے بالخصوص امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی۔ زید کا قول صحیح ہے یا عمرو کا؟

(۲) زید کہتا ہے قرأت خلف الامام کرنی چاہئے نہ کیجائے گی تو نماز صحیح نہ ہوگی، اور اس کے ثبوت میں احادیث پیش کرتا ہے۔ عمرو کہتا ہے نہ کرنا چاہئے۔ زید احادیث و تفاسیر کے علاوہ اور کسی دلیل کو نہیں مانتا، کہتا ہے کہ فقہ قیاسی ہے احادیث و تفاسیر کے مقابل قابل عمل نہیں۔

(۳) زید کہتا ہے آمین بالجہر کرنا چاہئے کہ احادیث سے ثابت ہے۔ عمرو مانع ہے، کس کا قول ٹھیک ہے؟

الجواب

(۱) تقلید فرض قطعی ہے، قال اللہ تعالٰی:

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون[2] تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں ہے (ت)

وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الا سئلوا ان لم یعلموا فانما شفاء العی السؤال[3] اگر وہ نہیں جانتے تو پوچھتے کیوں نہیں کیونکہ جہالت کی شفاء سوال کرنا ہے۔ (ت)

اگر ایک مذہب کی پابندی نہ کی جائے تو یا وقت واحد میں شیئ واحد کو حرام بھی جانے گا اور حلال بھی، جیسے قرأتِ مقتدی شافعیہ کے یہاں واجب اور حنفیہ کے یہاں حرام اور وقت واحد میں شے کا

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۷۹

[2] " ۱۶/ ۴۳

[3] سُنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب المجدور یتیمم آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۴۹

حرام وحلال دونوں ہونا محال، یا یہ کرے گا کہ ایک وقت حلال سمجھے گا دوسرے وقت حرام، تو یہ اس آیت میں داخل ہونا ہوگا کہ یحلونہ عاما ویحرمونہ عاما[1] (ایک سال اسے حلال ٹھہراتے ہیں اور ایک سال اسے حرام ٹھہراتے ہیں۔ت) لاجرم پابندیِ مذہب لازم، اور اس کی تفصیل ہمارے فتاوٰی میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) فقہ کا نہ ماننے والا شیطان ہے۔ ائمہ کا دامن چھوڑنے والا قیامت تک کوئی اختلافی مسئلہ حدیث سے ثابت نہیں کرسکتا، جسے دعوٰی ہو سامنے آئے۔ اور زیادہ نہیں اسی کا ثبوت دے کہ کُتّا کھانا حلال ہے یا حرام؟ کون سی حدیث میں آیا ہے کہ کتا کھانا حرام ہے؟ آیت نے تو کھانے کی حرام چیزوں کو صرف چار میں حصر فرمایا ہے: مردار، اور رگوں کا خون، اور خنزیر کا گوشت، اور وہ جو غیر خدا کے نام پر ذبح کیا جائے تو کتا درکنار سوئر کی چربی اور گردے اور اوجھڑی کہاں سے حرام ہوگی کسی حدیث میں ان کی تحریم نہیں۔ اور آیت میں لحم فرمایا ہے جو ان کو شامل نہیں، غرض یہ لوگ شیاطین ہیں، ان کی بات سننا جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۳) عمرو کا قول ٹھیک ہے۔ آمین دُعا ہے اور دُعا کے اخفا کا قرآن عظیم میں حکم ہے اور حدیث مرفوع بھی اسی کا افادہ فرماتی ہے کہ:

واذقال ولا الضالین قولوا اٰمین فان الامام یقولہا[2]۔ جب امام ولا الضالین کہے تم آمین کہو کہ امام بھی کہے گا۔

معلوم ہوا کہ آہستہ کہے گا، اصل یہ ہے کہ امام کے فعل کے ساتھ اس کا فعل ہوا اگر وہ آمین بالجہر کہتا مقتدیوں کو معلوم ہوتا تو یہ فرمایا جاتا کہ جب وہ آمین کہے تم بھی کہو: یہاں یہ نہ فرمایا بلکہ اس کا فعل بتایا کہ جب وہ ولا الضالین کہے تم اٰمین کہو، اور اس کی موافقت کہ خفی تھی ظاہر فرمادی کہ وہ بھی کہے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۲: از شہر محلہ سوداگران مسئولہ احسان علی طالبعلم مدرسہ منظر الاسلام ۱۰ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ قیام میلاد شریف اگر مطلقاً ذکر خیر پر

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۳۷

[2] سنن النسائی کتاب الافتتاح باب جہر الامام بآمین نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۱۴۷
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۷۰

وجہ سے کیا جاتا ہے تو اول وقت سے کیوں نہیں کیا جاتا اس لئے کہ اول سے ذکر خیر ہی ہوتا ہے اور اگر اس خیال سے کیا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رونق افروز ہوتے ہیں تو کیا حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اول وقت سے رونق افروز نہیں ہوتے اگر ہوتے تو ابتدائے مجلس مبارک قیام ہی سے کیوں نہیں ہوتا اور اگر نہیں تو کیا فقط ظہر فولد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) ہی کے وقت جلوہ افروز ہوتے اور تا قیام تشریف فرما رہتے اور فوراً لوگوں کے بیٹھتے ہی تشریف لے جاتے ہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کا آنا لوگوں کے قیام ونیز میلاد خواں کے فقط فولد کہنے پر موقوف ہے، کیا یہ زید کا کہنا لغو ہے یا نہیں اور اس کا کافی جواب کیا ہے؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اجر دئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

زید کی یہ سب حماقتیں جہالتیں سفاہتیں ہیں مہمل ولایعنی شقوق اپنی طرف سے ایجاد کئے اور جو وجہ حقیقی ہے اس کی طرف اسے ہدایت نہ ہوئی، تعظیم ذکر اقدس مثل تعظیم ذاتِ انور ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، تعظیم ذات باختلافِ حالات مختلف ہوتی ہے، معظم کے قدوم کے وقت قیام کیا جاتا ہے اور اس کے حضور کے وقت باادب اس کے سامنے بیٹھنا تعظیم ہے، ذکر شریف میں بھی ذکر قدوم کی تعظیم قیام سے ہے اور باقی وقت کی تعظیم باادب قعود سے۔ ولکن الوھابیۃ قوم لایعقلون (لیکن وہابی بے عقل قوم ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۳: مسئولہ مولٰنا مولوی سید غلام قطب الدین صاحب پردیسی جی برہمچاری از شہر محلہ باسمنڈی ۳ ربیع الاول شریف ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اب کی دس جنوری کی اشاعت میں راما سنگم نے قرآن عظیم کی تین آیات کا حوالہ دے کر محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو (معاذ اللہ) گنہگار قرار دیا ہے ان میں سے پہلی دو میں رسول مقبول (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کو یوں مخاطب کیا ہے "تو اپنے گناہوں کی معافی مانگ"۔ تیسری آیت کا مطلب یہ ہے "فی الواقعی ہم نے تیرے واسطے بلاشبہہ کامیابی حاصل کی ہے کہ خدا تیرے اگلے پچھلے گناہ معاف کرتا ہے۔" مسٹر حسن ہم کو اس بات کا یقین دلاتے ہیں کہ ان آیات میں "تو" سے مراد تو ہرگز نہیں ہے بلکہ اس کا اشارہ اسلام کے نبی کے پیروؤں کے گناہوں اور غلطیوں کی طرف ہے یہ بات مشکل ہے کہ اس مباحثہ کو قابل یقین سمجھا جائے کیونکہ اگر عربی زبان ایسی ہی پیچیدہ ہے کہ ہر ایک پڑھنے والا اپنی خواہش کے مطابق مطلب لے سکتا ہے تب قرآن عظیم سے جو چاہیں مطلب لے سکتے ہیں، تاہم مسٹر حسن کا یہ بیان ہے کہ وہ آیات زیر مباحثہ کے ان معنوں پر اعتقاد

رکھتے اور قرآن عظیم کے مفسرین کی صنعت کو مانتے ہیں مجھ کو خوف ہے کہ مسٹر حسن نے تفسیروں کو غور سے نہیں پڑھا ہے کیونکہ میں ذیل میں یہ دکھاؤں گا کہ قرآن عظیم کے مسلّم مفسرین محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے گنہگار ہونے کو (معاذ اللہ) صاف طور سے مانتے ہیں اور بعض موقعوں پر ان خاص گناہوں کو بتاتے ہیں جن کی بابت رسول مقبول (صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم) سے معافی مانگنے کو کہا گیا ہم وہ تین آیات لیتے ہیں جو راماسنگھم نے نقل کی ہیں، اوّل سورۂ محمد (صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم) کی انتیسویں آیت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ "تو معافی مانگ اپنے گناہوں اور اپنے معتقدین کی خواہ مرد ہوں خواہ عورت" یہاں پر کسی حالت میں بھی "تو" کے معنی پیروؤں کے نہیں ہوسکتے چونکہ ان لوگوں کا ذکر خود بھی آچکا ہے" اور" حرف عطف سب پیچیدگیوں کو صاف کر دیتا ہے نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے پہلے اپنی اور بعد کو اپنے پیروؤں کی معافی مانگنے کو کہا گیا ہے۔ دوسری سورۂ مومن کی پچپیسویں آیت ہے اور اس کا مطلب یہ ہے "تو اپنے گناہوں کی معافی مانگ" اس بات کو یقین کرنا دشوار ہے کہ آپ کے مسٹر حسن نے درحقیقت مفسرین سے دریافت کیا ہوگا اگر وہ دریافت کرلیتے تو کبھی نہ کہتے کہ وے لوگ اس بات کو راماسنگھم پر صاف عیاں کردیں گے کہ مسلمانوں کے پیغمبر (صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم) ہر گناہ سے معصوم ہیں اس سے کہیں دُور وہ صاف طور سے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی گنہگاری کو مانتے ہیں، ابن عباس بڑے بھاری مفسرین میں سے ہیں اور اپنی تفسیر میں اس طرح سے کہتے ہیں: واستغفر لذنبك لتقصير والشكر على ما انعم الله عليك وعلٰى اصحابك۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ تو معافی مانگ اپنے گناہوں کی وہ یہ کہ تُو نے خدا کی اس مہربانی کے شکر گزار ہونے میں غفلت کی جو کہ خدا نے تیرے پیروؤں پر کی۔

زمخشری ایک بڑے بھاری مفسّر اپنی تفسیر الکشاف میں یوں لکھتے ہیں، لکن يغفر الله لك ما تقدم من ذنبك قبل الوحی وما تاخر وما یکون بعد الوحی الی الموت۔ اس کے معنٰی یہ ہیں کہ خدا تیرے گناہ جو کہ وحی آنے کے قبل ہوئے ہیں اور اس کے بعد میں یعنی مرتے وقت تک معاف کردے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اس سوال میں آریہ نے افترا و جہالت و نافہمی و بے ایمانی سے کام لیا۔

عہ ھکذا بخطہ ۱۲ منہ

(۱) عبارت کہ کشاف کی طرف نسبت کی محض بہتان ہے، کشاف میں اُس کا پتہ نہیں۔

(۲) بالفرض اگر کشاف میں ہوتی تو وہ ایک معتزلی بدمذہب بے ادب کی تصنیف ہے اس کا کیا اعتبار۔

(۳) یہ تفسیر کہ منسوب بسیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما ہے نہ اُن کی کتاب ہے نہ اُن سے ثابت، یہ بسند محمد بن مروان عن الکلبی عن ابی صالح مروی ہے اور ائمہ دین اس سند کو فرماتے ہیں کہ یہ سلسلہ کذب ہے۔ تفسیر اتقان شریف میں ہے:

واوھی طرقہ طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس فان انضم الی ذٰلك روایۃ محمد بن مروان السدی الصغیر فھی سلسلۃ الکذب[1]

اس کے طرق میں سے کمزور ترین طریق کلبی کا ابوصالح سے اور اس کا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرنا اگر اس کے ساتھ محمد بن مروان اسدی کی روایت مل جائے تو کذب کا سلسلہ ہے۔ (ت)

(۴) اس کے ترجمے میں بھی آریہ نے تحریف کی ہے، عبارت یہ ہے:

لتقصیرالشکر علی ما انعم اللہ علیك وعلٰی اصحابك۔

یعنی اللہ عزوجل نے آپ پر اور آپ کے اصحاب پر جو نعمتیں فرمائیں ان کے شکر میں جس قدر کمی واقع ہوئی اس کے لئے استغفار فرمائیے۔

کہاں کمی اور کہاں غفلت، نعمائے الٰہیہ ہر فرد پر بے شمار حقیقۃً غیر متناہی بالفعل ہیں کما حققہ المفتی ابو السعود فی ارشاد العقل السلیم (جیسا کہ مفتی ابو السعود نے ارشاد العقل السلیم میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) قال اللہ عزوجل، وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا[2] اگر اللہ کی نعمتیں گننا چاہو تو نہ گن سکو گے۔ جب اس کی نعمتوں کو کوئی گن نہیں سکتا تو ہر نعمت کا پورا شکر کون ادا کرسکتا ہے: ؎

از دست و زباں کہ برآید ۔۔۔۔۔ کز عہدہ شکرش بدر آید

(کس کے ہاتھ اور زبان سے ممکن ہے کہ اس کے شکر سے عہدہ برآ ہو سکے۔ ت)

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع التاسع والسبعون فی غرائب التفسیر مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۸۹

[2] القرآن الکریم ۱۴/ ۳۴

شکر میں ایسی کمی ہرگز گناہ بمعنی معروف نہیں بلکہ لازمۂ بشریت ہے نعمائے الٰہیہ ہر وقت ہر لمحہ ہر آن ہر حال میں متزائد ہیں خصوصاً خاصوں پر خصوصاً ان پر جو سب خاصوں کے سردار ہیں اور بشر کو کسی وقت کھانے پینے سونے میں مشغولی ضرور، اگرچہ خاصوں کے یہ افعال بھی عبادت ہی ہیں مگر اصل عبادت سے تو ایک درجہ کم ہیں اس کمی کو تقصیر اور اس تقصیر کو ذنب سے تعبیر فرمایا گیا۔

(۵) بلکہ خود نفس عبارت گواہ ہے کہ یہ جسے ذنب فرمایا گیا ہرگز حقیقۃً ذنب بمعنی گناہ نہیں — ما تقدم سے کیا مراد لیا، وحی اترنے سے پیشتر کے۔ اور گناہ کسے کہتے ہیں مخالفتِ فرمان کو۔ اور فرمان کاہے سے معلوم ہوگا، وحی سے۔ تو جب تک وحی نہ اتری تھی فرمان کہاں تھا، جب فرمان نہ تھا مخالفتِ فرمان کے کیا معنی، اور جب مخالفتِ فرمان نہیں تو گناہ کیا۔

(۶) جس طرح ما تقدم میں ثابت ہو لیا کہ حقیقۃً ذنب نہیں۔ یوں ہی ما تاخر میں نقد وقت ہے قبل ابتدائے نزول فرمان جو افعال جائزہ ہوئے کہ بعد کو فرمان ان کے منع پر اترا اور انھیں یوں تعبیر فرمایا گیا حالانکہ ان کا حقیقۃً گناہ ہونا کوئی معنی ہی نہ رکھتا تھا۔ یونہی بعد نزول وحی وظہور رسالت بھی جو افعال جائزہ فرمائے اور بعد کو ان کی ممانعت اتری اسی طریقے سے ان کو ما تاخر فرمایا کہ وحی بتدریج نازل ہوئی نہ کہ دفعۃً۔

(۷) نہ ہر تفسیر معتبر نہ ہر مفسر مصیب۔ مشرک کا ظلم ہے کہ نام لے آیات کا اور دامن پکڑے نامعتبر تفسیرات کا۔ ایسا ہی ہے تو وہ لغویات و ہزلیات و فحشیات کہ ایک مہذب آدمی کو انھیں بکتے بلکہ دوسرے آدمی سے نقل کرتے عار آئے جو آریہ کے ویدوں میں ابلی گھلی پھر رہی ہیں اور خود بندگان وید نے اس کے ترجموں میں وہی حد بھر کے گندے گھناؤنے فحش لکھے ان سے آریہ کی جان کیونکر چھوٹے گی مثلاً یجروید میں ایشور کی بیماری کا حال لکھا کہ بستر بیماری پر پڑے پکار رہے ہیں کہ "اوسیکڑوں کی طرح کی عقل وعلم رکھنے والو! تمھاری سیکڑوں ہزاروں طرح کی بوٹیاں ہیں ان میں سے میرے شریر کو نروگ کرو، اے اماں جان! تو بھی ایسا ہی کر" نیز یہ بھی فرما رہے ہیں کہ "اے بوٹیوں کے مانند فائدہ دینے والی دیوی ماتا! میں فرزند تجھ کو بہت نصیحت کرتا ہوں" ماتا جی کہتی ہیں "اے لائق بیٹے! میں والدہ تیرے گھوڑے گائیں زمین کپڑے، جان کی حفاظت وپرورش کرتی تو مجھے نصیحت مت کر۔" اسی یجروید کے ادھیائے ۳۱ منتر اول میں ایشور کے متعلق ہے "اس کے ہزار سر ہیں ہزار آنکھیں ہیں ہزار پاؤں ہیں زمین پر وہ سب جگہ ہے الٹا سید ھا تب بھی دس انگل کے فاصلے پر ہر آدمی کے آگے بیٹھا ہے۔" نیز ویدوں میں اس کا نام "سرو بیاپک" ہے یعنی وہ ہر جگہ سمایا ہوا، ہر چیز میں رما ہوا، ہر خلا میں گھسا ہوا ہے، ہر جانور کی مقعد ہر مادہ کی فرج ہر پاخانہ کی ڈھیری میں ایشور

ہی الیشور ہے۔ دیانند نے محض زبردستی اُن کی کایا پلٹ کی اور انھیں فحش سے نکالا مگر اور مترجموں کا ترجمہ کہاں مٹ جائے گا مفسر تو اپنی طرف سے مطلب کہتا ہے اور مترجم خود اصل کلام کو دوسری زبان میں بیان کرتا ہے ترجمے کی غلطی اگر ہوتی ہے تو دو ایک لفظ کے معنی میں نہ کہ سارے کا سارا کلام محض فحش سے حکمت کی طرف پلٹ دیا جائے اور اگر سنسکرت ایسی ہی پیچیدہ زبان ہے جس کی سطروں کی سطریں چاہے فحش سے ترجمہ کردو خواہ حکمت سے تو وُہ کلام کیا ہوا بھان متی کا گورکھ دھندا ہُوا اور اس کے کس حرف پر اعتماد ہوسکتا ہے، نہیں معلوم کر مالا جپی ہے یا گالی بکی ہے۔

(۸) استدلال بڑی ذمہ داری کا کام ہے آریہ بیچارہ کیا کھا کر اس سے عہدہ برآ ہوسکتا ہے ؎

نباشد بہ آئین تحقیق دال　　　　کچوری و پوری و بھجیا و دال

شرط تمامی استدلال قطع ہر احتمال ہے علم کا قاعدہ مسلمہ ہے:
اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال[1]　　جب احتمال آجائے تو استدلال باطل ہوجاتا ہے۔(ت)

سورۂ مؤمن و سورۂ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی آیات کریمہ میں کونسی دلیل قطعی ہے کہ خطاب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہے، مؤمن میں تو اتنا ہے: واستغفر لذنبک[2] اے شخص اپنی خطا کی معافی چاہ، کسی کا خاص نام نہیں کوئی دلیل تخصیص کلام نہیں، قرآن عظیم تمام جہان کی ہدایت کیلئے اترا نہ صرف اس وقت کے موجودین بلکہ قیامت تک کے آنے والوں سے وہ خطاب فرماتا ہے: اقیموا الصلٰوۃ[3] نماز برپا رکھو۔ یہ خطاب جیسا صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے تھا ویسا ہی ہم سے بھی ہے اور تا قیام قیامت ہمارے بعد آنے والی نسلوں سے بھی۔ اسی قرآن عظیم میں ہے:

لانذرکم بہ ومن بلغ[4]　　تاکہ میں اس سے تمھیں ڈراؤں اور جن جن کو پہنچے۔(ت)

کتب کا عام قاعدہ ہے کہ خطاب ہر سامع سے ہوتا ہے بداں اسعدک اللہ تعالٰی (تُو جان لے اللہ تعالٰی

---

[1]
[2] القرآن الکریم ۴۰/ ۵۵
[3] ؍؍ ۲/ ۴۳
[4] ؍؍ ۶/ ۱۹

تجھے سعادت مند بنائے۔ت) میں کوئی خاص شخص مراد نہیں۔ خود قرآن عظیم میں فرمایا:

ارأیت الذی ینھی ٥ عبدا اذا صلی ٥ ارأیت ان کان علی الھدٰی ٥ او امر بالتقوی ٥ [1]

(ابوجہل لعین نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نماز سے روکنا چاہا اس پر یہ آیاتِ کریمہ اتریں) کہ کیا تُو نے دیکھا اُسے جو روکتا ہے بندے کو جب وہ نماز پڑھے، بھلا دیکھ تو اگر وُہ بندہ ہدایت پر ہو یا پرہیزگاری کا حکم فرمائے۔

یہاں بندے سے مراد حضور اقدس ہیں صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم، اور غائب کی ضمیریں حضور کی طرف ہیں اور مخاطب کی ہر سامع کی طرف، بلکہ فرماتا ہے:

فمایکذبک بعد بالدین۔ [2]

(ان روشن دلیلوں کے بعد) کیا چیز تجھے روزِ قیامت کے جھٹلانے پر باعث ہورہی ہے۔

یہ خطاب خاص کفار سے ہے بلکہ ان میں بھی خاص منکران قیامت مثل مشرکین آریہ وہنود سے، یونہی دونوں سورۂ کریمہ میں کاف خطاب ہر سامع کے لئے ہے کہ اے سُننے والے اپنے اور اپنے سب مسلمان بھائیوں کے گناہ کی معافی مانگ۔

(۹) بلکہ آیت محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم میں تو صاف قرینہ موجود ہے کہ خطاب حضور سے نہیں، اس کی ابتداء یوں ہے:

فاعلم انہ لاالٰہ الا اللہ واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنٰت [3]

جان لے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنی اور مسلمان مردوں اور عورتوں کی معافی چاہ۔

تو یہ خطاب اُس سے ہے جو ابھی لاالٰہ الا اللہ نہیں جانتا ورنہ جاننے والے کو جاننے کا حکم دینا تحصیل حاصل ہے، تو معنٰی یہ ہوئے کہ اے سُننے والے جسے ابھی توحید پر یقین نہیں کسے باشد توحید پر یقین لا اور اپنے اور اپنے بھائی مسلمانوں کے گناہ کی معافی مانگ، تتمہ آیت میں اس عموم کو واضح فرمادیا کہ:

واللہ یعلم متقلبکم و مثوٰکم۔ [4]

اللہ جانتا ہے جہاں تم سب لوگ کروٹیں لے رہے ہو، اور جہاں تم سب کا ٹھکانا ہے۔

اگر فاعلم میں تاویل کرے تو ذنبک میں تاویل سے کون مانع ہے، اور اگر ذنبک میں تاویل نہیں

---

[1] القرآن الکریم ۹۶/ ۹ تا ۱۱
[2] القرآن الکریم ۹۵/ ۷
[3] القرآن الکریم ۴۷/ ۱۹
[4] القرآن الکریم ۴۷/ ۱۹

کرتا تو فاعلہ میں تاویل کیسے کرسکتا ہے، دونوں پر ہمارا مطلب حاصل، اور مدعی معاند کا استدلال زائل۔

(۱۰) دونوں آیۂ کریمہ میں صیغۂ امر ہے اور امر انشا ہے اور انشا وقوع پر دال نہیں تو حاصل اس قدر کہ بفرضِ وقوع استغفار واجب، نہ یہ کہ معاذ اللہ واقع ہوا' جیسے کسی سے کہنا اکرم ضیفک اپنے مہمان کی عزت کرنا، اس سے یہ مراد نہیں کہ اس وقت کوئی مہمان موجود ہے نہ یہ خبر ہے کہ خواہی نخواہی کوئی مہمان آئیگا ہی بلکہ صرف اتنا مطلب ہے کہ اگر ایسا ہو تو یوں کرنا۔

(۱۱) ذنب معصیت کو کہتے ہیں اور قرآن عظیم کے عرف میں اطلاق معصیت عمد ہی سے خاص نہیں، قال اللہ تعالٰی، وعصٰی اٰدم ربہ[1] آدم نے اپنے رب کی معصیت کی حالانکہ خود فرماتا ہے، فنسی ولم نجد لہ عزما[2] آدم بھول گیا ہم نے اس کا قصد نہ پایا۔ لیکن سہو نہ گناہ ہے نہ اس پر مواخذہ۔ خود قرآن کریم نے بندوں کو یہ دعا تعلیم فرمائی:

ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطأنا[3] — اے ہمارے رب! ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا چوکیں۔

(۱۲) جتنا قرب زائد اسی قدر احکام کی شدت زیادہ ؎

جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

بادشاہ جبار جلیل القدر ایک جنگلی گنوار کی جو بات سن لے گا جو برتاؤ گوارا کرے گا ہرگز شہریوں سے پسند نہ کریگا شہریوں میں بازاریوں سے معاملہ آسان ہوگا اور خاص لوگوں سے سخت اور خاصوں میں درباریوں اور درباریوں میں وزراء ہر ایک پر بار دوسرے سے زائد ہے اس لئے وارد ہوا: حسنات الابرار سیئات المقربین[4] نیکوں کے جو نیک کام ہیں مقربوں کے حق میں گناہ ہیں۔ وہاں ترکِ اولٰی کو بھی گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ ترکِ اولٰی ہرگز گناہ نہیں۔

(۱۳) آریہ بیچارے جن کے باپ دادا نے بھی کبھی عربی کا نام نہ سنا، اگر نہ جانے تو ہر ادنٰی

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۲۱

[2] " " ۲۰/ ۱۱۵

[3] " " ۲/ ۲۸۶

[4] لباب التاویل (تفسیر الخازن) تحت آیۃ ۴۷/ ۱۹ مصطفی البابی مصر ۶/ ۱۸۰
ارشاد العقل السلیم " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۸/ ۹۷

طالب علم جانتا ہے کہ اضافت کے لئے ادنٰی ملابست بس ہے بلکہ یہ عام طور پر فارسی، اردو، ہندی سب زبانوں میں رائج ہے مکان کو جس طرح اس کے مالک کی طرف نسبت کریں گے یونہی کرایہ دار کی طرف۔ یونہی جو عاریت لے کر بس رہا ہے اس کے پاس جو ملنے آئے گا یہی کہے گا کہ ہم فلانے کے گھر گئے تھے بلکہ پیمائش کرنے والے جن کھیتوں کو ناپ رہے ہوں ایک دوسرے سے پُوچھے گا تمھارا کھیت کے جریب ہوا، یہاں نہ ملک نہ اجارہ نہ عاریت، اور اضافت موجود، یونہی بیٹے کے گھر سے جو چیز آئے گی باپ سے کہہ سکتے ہیں کہ آپ کے یہاں سے یہ عطا ہوا تھا، تو ذنبك سے مراد اہلبیت کرام کی لغزشیں ہیں، اور اُس کے بعد وللمؤمنین وللمؤمنٰت تعمیم بعد تخصیص ہے یعنی شفاعت فرمایئے اپنے اہلبیت کرام اور سب مردوں عورتوں کے لئے۔ اب آریہ کے اُس جنون کا بھی علاج ہوگیا کہ پیروؤں کا ذکر تو بعد کو موجود ہے تعمیم بعد تخصیص کی مثال خود قرآن عظیم میں ہے:

رب اغفرلی ولوالدی ولمن دخل بیتی مومنا وللمؤمنین والمؤمنٰت[1] اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور جو میرے گھر میں ایمان کے ساتھ آیا اور سب مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو۔

(۱۴) اسی وجہ پر آیۂ کریمہ سورۂ فتح میں لام لك تعلیل کا ہے اور ما تقدم من ذنبك تمہارے اگلوں کے گناہ اعنی سیدنا عبداللہ وسیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے منتہائے نسب کریم تک تمام آبائے کرام وامہات طیبات باستثناء انبیائے کرام مثل آدم وشیث ونوح وخلیل واسمٰعیل علیہم الصلوٰۃ والسلام، اور ماتاخر تمہارے پچھلے یعنی قیامت تک تمہارے اہلبیت وامتِ مرحومہ، تو حاصلِ آیۂ کریمہ یہ ہوا کہ ہم نے تمہارے لئے فتح مبین فرمائی تاکہ اللہ تمہارے سبب سے بخش دے تمہارے علاقہ کے سب اگلوں پچھلوں کے گناہ۔ والحمدللہ رب العالمین۔

(۱۵) ما تقدم وما تاخر سے قبل وبعد نزولِ وحی کا ارادہ جس طرح عبارتِ تفسیر میں مصرح تھا آیت میں قطعاً محتمل، اور ہم ثابت کرچکے کہ اب حقیقتِ ذنب خود مندفع، وللہ الحمد وصلی اللہ تعالٰی علٰی شفیع المذنبین وبارك وسلم الٰی یوم الدین وعلٰی اٰلہ وصحبہ اجمعین، واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن الکریم ۷۱/ ۲۸

مسئلہ ۱۴۴: از شہر مسئولہ مولوی غلام قطب الدین صاحب ۴ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

راماسنگھم اب آریہ نہیں نصرانی ہے، رُوئے جواب جانبِ نصارٰی ہونا چاہئے۔

الجواب

بحمداللہ وہ جواب کافی ووافی ہے صدرِ کلام اور ع۲ و ع۸ میں آریہ کی جگہ نصرانی لکھ لیجئے اور ع۹ کا شعر کاٹ دیجئے اور ع۱۳ میں آریہ کی جگہ کرسچن۔ ہاں ع۸ بالکل تبدیل ہوگا اُسے یوں لکھئے:

(۷) نہ ہر تفسیر معتبر نہ ہر مفسر مصیب، نصرانی کا ظلم ہے کہ نام لے آیات کا اور دامن پکڑے نامعتبر تفسیرات کا۔ عربی زبان تو لسان مبین ہے، نہ ہر محل قابلِ تاویل، نہ ہر تاویل لائقِ تحویل کہ ہر شخص جہاں چاہے اپنی خواہش کے مطابق مطلب بنالے، اور محلِ محتمل میں تاویل صحیح کا باب بیشک واسع اور ہر زبان اور ہر قوم میں شائع وذائع، اس کا انکار نہ کرے گا مگر مکابر مفتون، اور اس کا اقرار نہ کرے گا مگر دیوانہ مجنون۔ ہاں بائبل کی زبان ایسی پیچیدہ ہے کہ اور تو اور خود مصنف محرّف کی سمجھ میں نہیں آتی۔ تواریخ کی دوسری کتاب باب ۲۱ درس ۲۰ اور باب ۲۲ درس ۲ میں لکھا "وہ بتیس برس کی عمر میں بادشاہ ہوا ۸ برس بادشاہت کی اور جاتا رہا داؤد کے شہر میں گاڑا گیا یروشلم کے باشندوں نے اس کے چھوٹے بیٹے اخزیاہ کو اس کی جگہ بادشاہ کیا اخزیاہ ۴۲ برس کی عمر میں بادشاہ ہوا۔" یعنی باپ ۴۰ برس کی عمر میں مرا اس وقت بیٹا ۴۲ برس کا تھا۔ باپ سے دو برس پہلے پیدا ہولیا تھا۔ متی کی انجیل میں مسیح وداؤد علیہما الصلٰوۃ والسلام کے بیچ میں صرف ۲۶ پشتیں ہیں اور اس میں عدد بھی گنا دیا ہے کہ مسیح تا داؤد ۲۸ شخص ہیں۔ لیکن لوقا کی انجیل میں مسیح سے داؤد تک ۴۳ آدمی ہیں، ۱۵ پشتیں زائد اور اسماء بھی بالکل نامطابق۔ ایضاً انجیل متی باب ۵ درس ۱۷: "یہ خیال مت کرو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابیں منسوخ کرنے نہیں بلکہ پوری کرنے آیا ہوں۔ درس ۱۸: "کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان و زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت کا ہرگز نہ مٹے گا۔" یہاں تو نسخ کا اس شدت سے انکار ہے اور جابجا انجیل ہی میں نسخِ احکام توریت کا اظہار ہے۔ اسی انجیل کے اسی باب درس ۳۱ و ۳۲ میں ہے: "یہ بھی لکھا گیا کہ جو کوئی اپنی جورو کو چھوڑ دے اسے طلاق نامہ لکھ دے پر میں تمہیں کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی جورو کو زنا کے سوا کسی اور سبب سے چھوڑ دیوے اس سے زنا کرواتا ہے اور جو کوئی اُس چھوڑی ہوئی سے بیاہ کرے زنا کرتا ہے۔" ایضاً درس ۳۳ و ۳۴: "تم سُن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا کہ اپنی قسمیں خداوند کے لئے پُوری کر پر میں تمہیں کہتا ہوں کہ ہرگز قسم نہ کھانا۔" ایضاً درس ۳۸ و ۳۹: "تم سن چکے ہو کہ کہا گیا آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت، پر میں تمہیں کہتا ہوں کہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو تیرے

دہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اُس کی طرف پھیر دے۔" ایضاً باب ۱۹ درس ۸ و ۹ "موسٰی نے جوروؤں کو چھوڑ دینے کی اجازت دی پر میں تم سے کہتا ہوں جو کوئی اپنی جورو کو سوا زنا کے اور سبب سے چھوڑ دے اور دُوسری سے بیاہ کرے زنا کرتا ہے اور جو کوئی اُس چھوڑی ہوئی عورت کو بیاہے زنا کرتا ہے۔" یہی مضمون انجیل مرقس باب ۱۰ درس ۲ تا ۱۲ میں ہے ان کے سوا بہت نظائر تناقض و نافہمی کے ہیں تو ثابت ہوا کہ عبری زبان ہی ایسی پیچیدہ ہے کہ اس میں کتاب تصنیف کرنے والا خود اپنی نہیں سمجھتا۔ اور (۱۵) کے بعد یہ نمبر اور اضافہ کیجئے۔

(۱۶) ہر صغیرہ سے صغیرہ کو گناہ کہہ سکتے ہیں اگرچہ قبل ظہورِ رسالت ہو اور توسعاً خلاف اولٰی کو بھی جو ہرگز منافی نبوت نہیں لیکن نیک ہونا تو نبی کے لئے لازم ہے نہ وہ کہ جو خدا کا بیٹا ٹھہرے، مگر یہ انجیلیں کہتی ہیں کہ مسیح ہرگز نیک نہیں۔ دیکھو متی باب ۱۹ درس ۱۶ و ۱۷: "ایک نے اس سے کہا اے نیک استاد اس نے کہا تو کیوں مجھے نیک کہتا ہے، نیک تو کوئی نہیں مگر ایک یعنی خدا۔" یہی مضمون انجیل مرقس باب ۱۰ درس ۱۷ و ۱۸ و انجیل لوقا باب ۱۸ درس ۱۸ و ۱۹ میں ہے۔ وہاں اگر بعض مفسرین نے معاذ اللہ گناہگار ہونا مانا تھا تو یہاں تو خود انجیلیں مسیح کو معاذ اللہ صاف طور سے بد بتا رہی ہیں۔

(۱۷) گناہ نہیں مگر شریعت کی مخالفت لیکن بائیبل تو شریعت کو راستا باطل کر رہی ہے، گلیتوں کو پولس کا خط باب ۳ درس ۱۰ "وے سب جو شریعت ہی کے اعمال پر تکیہ کرتے ہیں سو لعنت کے تحت ہیں۔" درس ۱۱ "کوئی خدا کے نزدیک شریعت سے راستباز نہیں ٹھہرتا۔" درس ۱۲ "شریعت کو ایمان سے کچھ نسبت نہیں۔" اور مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام پکے راستباز و کامل الایمان ہیں تو ضرور شریعت سے جدا ہیں تو گناہگار ہیں کتاب یرمیاہ باب ۹ درس ۱۲ و ۱۳ میں ہے "سرزمین کس لئے ویران ہوئی اور بیابان کے مانند جل گئی خداوند کہتا ہے اسی لئے کہ انھوں نے میری شریعت کو ترک کر دیا اور اُس کے موافق نہ چلے"۔

(۱۸) بلکہ ترک اولٰے یا کسی صغیرہ کا صدور یا بد ہونا بھی درکنار بائیبل تو مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معاذ اللہ صاف ملعون بتاتی ہے، خط مذکور باب ۳ درس ۱۳ "مسیح نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کہ وہ ہمارے بدلے میں لعنت ہوا کیونکہ لکھا ہے جو کوئی کاٹھ پر لٹکایا گیا ہو سو لعنتی ہے۔" والعیاذ باللہ تعالٰی۔ ایسے پوچ ولچر مذہب کے پابند کیوں دین حق اسلام کے خدام سے اُلجھتے ہیں اپنے گریبان میں منہ ڈالیں اور اپنی پگڑی کہ کبھی نہ سنبھلے گی سنبھالیں۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم (اللہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۵: از موضع پارہ پرگنہ موراانواں ضلع اناؤ مسئولہ محمد عبدالرؤف صاحب ۳ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا عقیدہ ہے کہ چونکہ عالم الغیب صفت مختصہ باری تعالٰی ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت لفظ عالم الغیب بالواسطہ یا بالعطا یا کہنا بھی جائز نہیں اور نہ حضور پرنور کو کل علم غیب یعنی از روزِ ازل تا ابد شبِ معراج میں عطا فرمایا گیا تھا البتہ بعض بعض علوم غیبیہ کا قائل ہے اور اپنے عقیدہ کی دلیل میں چند واقعات بطور اثبات نوشتہ علمائے دیوبند پیش کرتا ہے، مثلاً سورہ کہف کہ آنحضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بجواب اس سوال کے کہ اصحاب کہف کس مدت تک سوئے تھے فرمایا کل بتلاؤں گا، اور لفظ ان شاء اللہ تعالٰے نہ کہنے کی وجہ سے اٹھارہ روز تک وحی کا نزول نہ ہوا، اگر علم غیب ہوتا تو توقف نہ فرماتے۔

دوئم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا حادثہ کہ کفار مکہ نے آپ کو متہم کیا اور آنحضرت صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم طلاق دینے پر آمادہ ہوگئے، اگر آپ کو علم ہوتا تو تذبذب کیوں ہوتا، وحی کے نزول پر آپ مطمئن ہوئے۔ اور کہتا ہے کہ اگر کل علم غیب عطا فرمایا جاتا تو پھر وحی آنے کی کیا ضرورت تھی؟

(عقیدہ عمرو) برعکس اس کے عمرو کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور پرنور سید یوم النشور حضرت محمد مصطفٰی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر شبِ معراج میں اللہ رب العزت نے جملہ اولین و آخرین مانند آفتابِ درخشاں روشن کردیئے تھے اور تمام علم ماکان ومایکون سے صدرِ مبارک حضور پرنور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو جلوہ افروز کردیا تھا اور جن باتوں سے آپ نے جواب نہیں دیا بلکہ سکوت اختیار فرمایا اُن کو خدا اور حبیبِ خدا کے درمیانی اسرار مخفی کی جانب مبذول کرتا ہے، اور روزِ اول سے لے کر یوم الحشر کے تمامی علوم کو حضور سرورِ کائنات و مفخر موجودات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علوم کے سمندر کی ایک لہر کی برابر تصور کرتا ہے۔

الجواب

اس مسئلہ میں بفضلہٖ تعالٰی یہاں سے متعدد کتابیں تصنیف ہوئیں۔ الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ پر اکابر علمائے مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ وغیرہا بلادِ اسلامیہ نے مُہریں کیں گرانقدر تقریظیں لکھیں خالص الاعتقاد دس سال سے شائع ہے انباء المصطفٰی بیس سال سے ہزار کی تعداد میں بمبئی وبریلی ومراد آباد میں چھپ کر تمام ملک میں شائع ہُوا اور بحمدہٖ تعالٰے سب کتابیں آج تک لاجواب ہیں، مگر وہابیہ اپنی بے حیائی سے باز نہیں آتے۔ علم غیب عطا ہونا اور لفظ "عالم الغیب" کا اطلاق اور بعض اجلہ اکابر کے کلام میں اگرچہ بندہ مومن کی نسبت صریح لفظ یعلم الغیب وارد ہے کما فی مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح

للملا علی القاری (جیسا کہ ملا علی قاری کی مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح میں ہے۔ ت)

بلکہ خود حدیث سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما میں سیدنا خضر علیہ الصلوۃ والسلام کی نسبت ارشاد ہے،

کان رجلا یعلم علم الغیب[1] وہ مرد کامل ہیں جو علم غیب جانتے ہیں (ت)

مگر ہماری تحقیق میں لفظ "عالم الغیب" کا اطلاق حضرت عزت عزجلالہ کے ساتھ خاص ہے کہ اُس سے عرفاً علم بالذات متبادر ہے۔ کشاف میں ہے:

المراد بہ الخفی الذی لاینفذ فیہ ابتداء الاعلم اللطیف الخبیر و لھذا لایجوز ان یطلق فیقال فلان یعلم الغیب[2]

اس سے مراد پوشیدہ شے ہے جس تک ابتداءً (بالذات) سوائے باریکی جاننے والے یا خبیر (اللہ تعالٰی) کے کسی کے علم کی رسائی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علی الاطلاق یوں کہنا کہ فلاں غیب جانتا ہے جائز نہیں (ت)۔

اور اس سے انکارِ معنی لازم نہیں آتا۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قطعاً بے شمار غیوب وماکان ومایکون کے عالم ہیں مگر عالم الغیب صرف اللہ عزوجل کو کہا جائے گا جس طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قطعاً عزت جلالت والے ہیں تمام عالم میں ان کے برابر کوئی عزیز وجلیل ہے نہ ہوسکتا ہے۔ مگر محمد عزوجل کہنا جائز نہیں بلکہ اللہ عزوجل ومحمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ غرض صدق وصورت معنی کو جواز اطلاق لفظ لازم نہیں نہ منع اطلاق لفظ کو نفی صحت معنی۔ امام ابن المنیر اسکندری کتاب الانتصاف میں فرماتے ہیں:

کم من معتقد لایطلق القول بہ خشیۃ ایھام غیرہ ممالا یجوز اعتقادہ فلاربط بین الاعتقاد والاطلاق[3]

بہت سے معتقدات ہیں کہ جن کے ساتھ قول کا اطلاق اس ڈر سے نہیں کیا جاتا کہ ان میں ایسے غیر کا ایہام ہوتا ہے جس کا اعتقاد جائز نہیں، لہٰذا اعتقاد اور اطلاق کے درمیان کوئی لزوم نہیں (ت)

یہ سب اس صورت میں ہے کہ مقید بقید اطلاق اطلاق کیا جائے یا بلا قید علی الاطلاق مثلاً عالم الغیب یا عالم الغیب علی الاطلاق، اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ بالواسطہ یا بالعطاء کی تصریح کردی جائے تو وہ محذور نہیں کہ ایہام زائل اور مراد حاصل۔ علامہ سید شریف قدس سرہ حواشی کشاف میں فرماتے ہیں:

وانما لم یجز الاطلاق فی غیرہ علم غیب کا اطلاق غیر اللہ پر اس لئے ناجائز ہے

---

[1] جامع البیان (تفسیر الطبری) تحت آیۃ وعلمنٰہ من لدنا علما دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۵/ ۳۲۳

[2] الکشاف تحت آیۃ ۲/ ۳ انتشارات آفتاب تہران ۱/ ۱۲۱

[3] الانتصاف

تعالیٰ لانہ یتبادر منہ تعلق علمہ بہ ابتداء فیکون تناقضا و اما اذا قید و قیل اعلمہ اللہ تعالٰی الغیب او اطلعہ علیہ فلا محذور فیہ [1]

کہ اس سے غیر اللہ کے علم کا غیب کے ساتھ ابتداء (بالذات) متعلق ہونا متبادر ہوتا ہے تو اس طرح تناقض لازم آتا ہے۔ لیکن اگر علم غیب کے ساتھ کوئی قید لگادی جائے اور یوں کہا جائے کہ اللہ تعالٰی نے اس کو غیب کا علم عطا فرمایا ہے یا اس کو غیب پر مطلع فرمایا ہے تو اس صورت میں کوئی ممانعت نہیں۔ (ت)

زید کا قول کذب صریح و جہل قبیح ہے، کذب تو ظاہر کہ بے ممانعت شرعی اپنی طرف سے عدم جواز کا حکم لگا کر شریعت و شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام اور رب العزۃ جل وعلا پر افتراء کر رہا ہے۔

قال اللہ تعالٰی: ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال و ھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون ۵ متاع قلیل ولھم عذاب الیم ۵ [2]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا، اور نہ کہو اسے جو تمھاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھو، بیشک جو اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا، تھوڑا برتنا ہے، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (ت)

اور جہل فاضح یہ کہ عالم الغیب صفت مختصہ باری تعالٰی ہونے پر بالواسطہ و بالعطا کہنے کے عدم جواز کو متفرع کر رہا ہے شاید اُس کے نزدیک علم غیب بالواسطہ و بالعطا خاصہ باری تعالٰی ہے یعنی دوسرے کے دیئے سے علم غیب خاص اللہ تعالٰی کو ہوتا ہے اس کے غیر کو علم غیب بالذات بلا واسطہ ہے ایسا ہے تو اس سے بڑھ کر اور کفر اشد کیا ہے۔ گنگوہی صاحب نے تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو علم غیب بالذات بے عطائے الٰہی ملنے کے اعتقاد کو کفر نہ مانا تھا صرف اندیشہ کفر کہا تھا اُن کے فتاوٰی حصہ اول صفحہ ۸۲ میں ہے:

"جو یہ عقیدہ رکھے کہ خود بخود آپ کو علم تھا بدون اطلاع حق تعالٰی کے تو اندیشہ کفر کا ہے

---

[1] حاشیۃ سید الشریف علی الکشاف تحت آیۃ ۲/ ۳ انتشارات آفتاب تہران ۱/ ۱۲۸

[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶ و ۱۱۷

لہذا امام نہ بنانا چاہیے اگرچہ کافر کہنے سے بھی زبان کو روکے[1]۔"

حالانکہ گنگوہی صاحب کا یہ قول خود ہی صریح کفر ہے بلاشبہہ جو غیر خدا کو بے عطائے الٰہی خود بخود علم مانے قطعاً کافر ہے اور جو اس کے کفر میں تردد کرے وہ بھی کافر۔ اسمٰعیل دہلوی صاحب نے دوسری شق لی تھی کہ اللہ عزوجل کے علم غیب کو حادث و اختیاری مانا۔ تقویۃ الایمان میں ہے:

"غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کرلیجئے یہ اللہ صاحب کی ہی شان ہے[2]۔"

یہ بھی صریح کلمۂ کفر ہے مگر دونوں شقیں جمع کرنا کہ اللہ کا علم عطائی اور دوسرے کا ذاتی، یہ اسی نتیجۂ قول زید کا خاصہ ہے ______ وہ واقعے کہ زید نے پیش کئے اگرچہ ان پر ابحاث اور بھی ہیں مگر گیا "انباء المصطفٰی" میں صاف نہ کہہ دیا گیا تھا کہ "بحمد اللہ تعالٰی نص قطعی سے روشن ہوا کہ ہمارے حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اللہ عزوجل نے تمام موجودات جملہ ماکان و مایکون (جو ہوچکا اور جو ہوگا۔ ت) کا علم دیا، اور جب یہ علم قرآن عظیم کے تبیاناً لکل شیئ ہونے نے دیا اور پُر ظاہر کہ یہ وصف تمام کلام مجید کا ہے نہ ہر آیت یا سورت کا، تو نزول جمیع قرآن عظیم سے پہلے اگر بعض کی نسبت ارشاد ہو لم نقصص علیك (ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا۔ ت) ہرگز احاطہ علم مصطفوی کا نافی نہیں، مخالفین جو کچھ پیش کرتے ہیں سب انھیں اقسام کے ہیں، ہاں ہاں تمام نجدیہ دہلوی گنگوہی جنگلی کوہی سب کو دعوت عام ہے سب اکٹھے ہو کر ایک آیت یا ایک حدیث متواتر یقینی الافادہ لائیں جس سے صریح ثابت ہو کہ تمام نزولِ قرآن کے بعد بھی ماکان و مایکون سے فلاں امر حضور پر مخفی رہا اگر ایسا نص نہ لاسکو اور ہم کہے دیتے ہیں کہ ہرگز نہ لاسکو گے تو جان لو کہ اللہ راہ نہیں دیتا دغابازوں کے مکر کو[3]" ملخص۔

اس کے بعد بھی ایسے وقائع پیش کرنا کیسی شدید بےحیائی ہے، بلاشبہہ عمرو کا قول صحیح ہے جمیع ماکان و مایکون جملہ مندرجات لوح محفوظ کا علم محیط حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علم کریم کے سمندروں سے ایک لہر ہے جیسا کہ علامہ قاری کی زبدہ شرح بردہ میں مصرح ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] فتاوٰی رشیدیہ

[2] تقویۃ الایمان الفصل الثانی مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۴

[3] انباء المصطفٰی رضا اکیڈمی بمبئی ص ۷ تا ۱۰

مسئلہ ۱۴۶ از سیتاپور محلہ نرائن پور مکان مولوی الٰہی بخش صاحب مسئولہ علی حسین خاں
۲۹ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص کہے کہ غیب کا حال سوائے خدا تعالٰی کے کوئی نہیں جانتا ہے حتی کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بھی نہیں معلوم تھا بر ثبوت اس روایت کے کہ ایک بار ابوجہل نے کنواں راستے میں کھود کر خس پوش کر دیا تھا اور خود بیماری کا حیلہ کر کے پڑرہا تھا جس وقت حضور عیادت کو گئے تو چاہ مذکور عین رہگزر میں تھا اُس وقت جبرئیل علیہ السلام نے بذریعہ وحی معلوم کیا لہذا اولیاء اللہ بھی نہیں جان سکتے بجز کشف والہام کے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

یہ حق ہے کہ غیب کا حال سوا رب عزوجل کے کوئی نہیں جانتا یعنی اپنی ذات سے بے اس کے بتائے، اور یہ باطل ہے کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بھی نہیں معلوم تھا قرآن کریم واحادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ ماکان ومایکون الٰی اٰخر الایام (جو ہوچکا اور قیامت تک ہوگا۔ ت) کے تمام غیب حضور اقدس علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام پر منکشف فرمادئے گئے اور حضور کے بتائے سے حضور کے غلام اولیائے کرام جانتے ہیں کشف والہام دونوں ان کے جاننے کے ذریعہ ہیں اور ان پر کوئی حد بندی نہیں۔ ان تمام مضامین کی تفصیل ہماری کتاب انباء المصطفٰی وخالص الاعتقاد وغیرہما میں ہے اور وہ ابوجہل کے کنویں والی حکایت محض ساختہ وبے اصل ہے۔ وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۷ از ڈاکخانہ مولوی گنج ضلع گیا مسئولہ عبدالمجید ۲۹ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو غیب کی باتیں معلوم تھیں یا نہیں، مائۃ مسائل کے چوبیسویں سوال کے جواب میں روایت فقہی ملا علی قاری کی شرح فقہ اکبر ہے "جاننا چاہئے کہ کوئی بات غیب کی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نہیں جانتے تھے مگر جس قدر کہ اللہ تعالٰی اُن کو کسی وقت کوئی چیز معلوم کرا دیتا تھا تو جانتے تھے جو کوئی اس بات کا اعتقاد کرے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم غیب کی باتیں معلوم کر لیتے تھے حنفیہ نے اس شخص پر صریح تکفیر کا حکم دیا ہے لمعارضۃ قولہ تعالٰی قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ وما یشعرون ایان یبعثون[1] (اللہ تعالٰی کے اس فرمان کے معارضہ کی وجہ سے، تم فرماؤ

[1] القرآن الکریم ۲۷/ ۶۵

غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر اللہ اور انھیں خبر نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے۔ت)

بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دئے جاؤ گے۔ت)

الجواب

زید عمرو کچھ کہیں مگر قرآن مجید و احادیث صحیحہ کا ارشاد یہ ہے کہ حضور اقدس علیہ افضل الصلوۃ والسلام کو روزِ ازل سے روزِ آخر تک کے تمام غیوب کا علم عطا فرمایا گیا یہ بیشک حق ہے کہ انبیاء غیب اسی قدر جانتے ہیں جتنا اُن کو ان کے رب نے بتایا بلاشبہہ بے اس کے بتائے کوئی نہیں جان سکتا اور یہ بھی حق ہے کہ احیاناً بتایا گیا کہ وحی حیناً بعد حین ہی اُترتی نہ کہ وقتِ بعثت سے وقتِ وفات تک ہر آن علی الاتصال مگر اس سے یہ سمجھ لینا کہ گنتی کی چیزیں معلوم ہوئیں اور ان کے علم کو قلیل و ذلیل قرار دینا مسلمان کا کام نہیں، اسی احیاناً تعلیم میں شرق و غرب و عرش و فرش کے ذرّہ ذرّہ کا حال روزِ ازل سے روزِ آخر تک تمام منکشف کردیا، آیۂ کریمہ میں علمِ ذاتی کی نفی ہے کہ کوئی شخص بے خدا کے بتائے غیب نہیں جانتا، یہ بیشک حق ہے اور اسی کے معارضہ کو حنفیہ نے کفر کہا ہے ورنہ یہ کہ خدا کے بتائے سے بھی کوئی نہیں جانتا اس کا انکارِ صریح کفر اور بکثرت آیات کی تکذیب ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیل انباء المصطفٰی و خالص الاعتقاد میں دیکھنا چاہئے کہ ایمان درست ہو۔ وھو تعالٰی اعلم۔

رماح القہار علٰی کفر الکفار ۱۳۲۲ھ
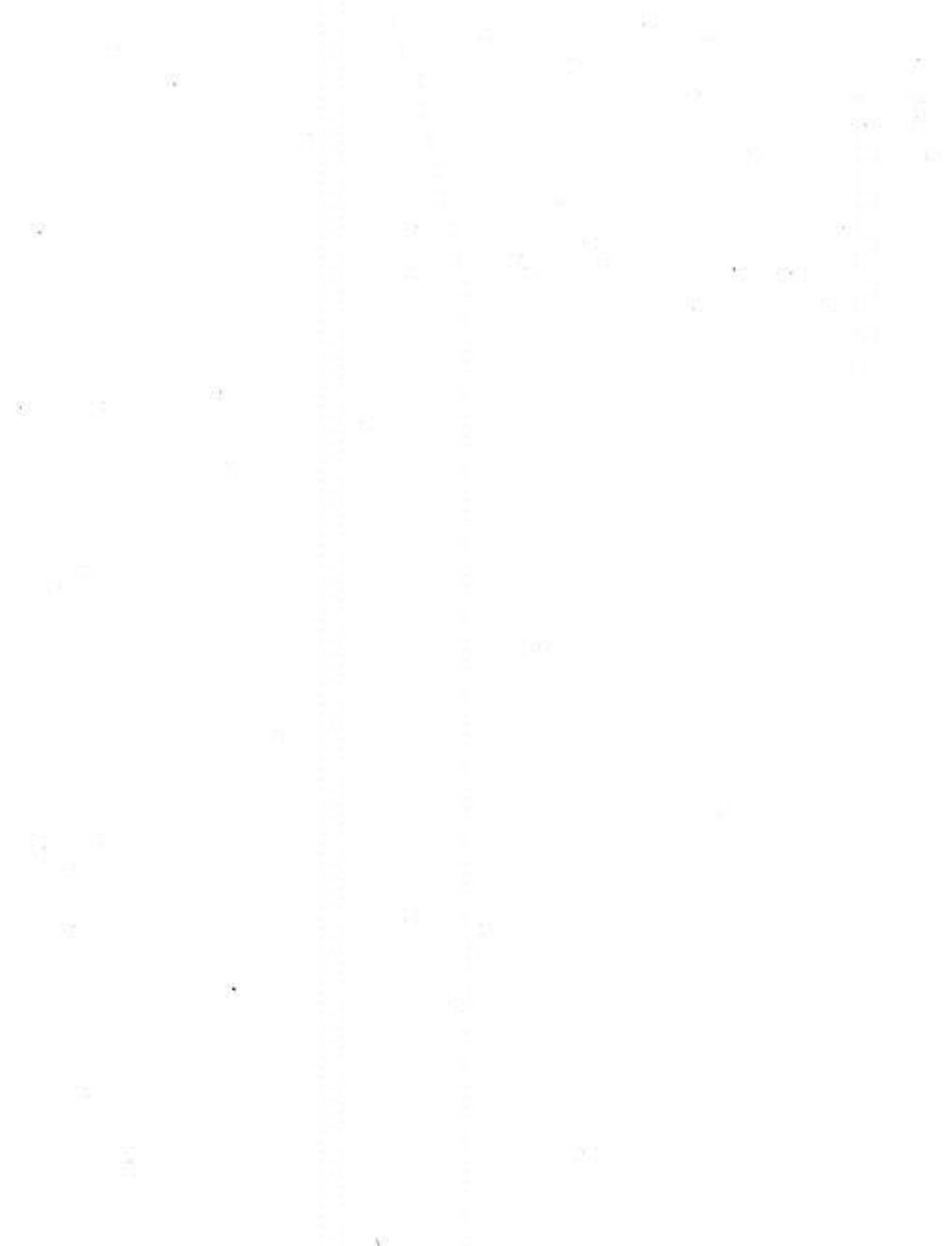
(قہار کا نیزہ مارنا کافروں کے کفر پر)

"تمہیدِ خالص الاعتقاد"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ ھادی القلوب وافضل الصلٰوۃ والسلام علی النبی المطلع علی الغیوب المنزہ من جمیع النقائص والعیوب وعلی اٰلہ وصحبہ المطھرین من الذنوب القاھرین علی کل شقی مفتر کذوب صلٰوۃ وسلاما یتجددان بکل طلوع وغروب۔

تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے جو دلوں کو ہدایت دینے والا ہے۔ اور افضل درود وسلام اس نبی کریم پر جو تمام غیبوں پر آگاہ اور تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے اور آپ کی آل پر اور صحابہ پر جو گناہوں سے محفوظ اور ہر بدبخت افترا پرداز (جھوٹے) پر غالب ہیں ایسا درود وسلام جو ہر طلوع غروب کے ساتھ متجدد ہوتا رہتا ہے۔ (ت)

اللہ عزوجل جن قلوب کو ہدایت فرماتا ہے اُن کا قدم ثبات جادہ حق سے لغزش نہیں کرتا اگر ذریت شیطان اپنے وسوسے شوشے کچھ ڈالتی بھی ہے تو ہرگز اس پر اعتماد نہیں کرتے کہ ان کے

رب نے فرمادیا ہے:

ان جاء فاسق بنبأ فتبینوا[1] — اگر کوئی فاسق تمہارے پاس خبر لائے تو فوراً تحقیق کرلو بے تحقیق اعتبار نہ کر بیٹھو۔

پھر جب امرِ حق اپنی جھلک انہیں دکھاتا ہے فوراً ان کا وہ حال ہوتا ہے جو ان کے رب نے فرمایا،

ان الذین اتقوا اذا مسھم طٰئف من الشیطٰن تذکروا فاذاھم مبصرون[2] — بیشک وہ جو ڈر والے ہیں جب انھیں کسی شیطانی خیال کی ٹھیس لگتی ہے ہوشیار ہوجاتے ہیں اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ (ت)

معًا ہوشیار ہوجاتے اور ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں ابلیس لعین کی ذریت نے جو پردہ ڈالنا چاہا تھا دُھواں بن کر اُڑجاتا اور آفتابِ حق اپنی نورانی کرنوں سے شعاعیں ڈالتا چمک آتا ہے۔ وہابیہ خذلھم اللہ تعالٰی نے جب اللہ واحد قہار اور اس کے حبیب سید ابرار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین و تکذیب اس حد تک پہنچائی کہ ابلیس لعین کی ہزار ہا سال کی کمائی پر فوق لے گئی ادھر اللہ تبارک و تعالٰی نے اپنے بندہ عالم اہلسنت مجدد دین وملت دام ظلہم الاقدس کو ان خبثا کی سرکوبی پر مقرر فرمایا، الحمدللہ سرکوبی بھی وہ فرمائی جس سے عرب وعجم گونج اُٹھے، اکابر علمائے کرام حرمین شریفین نے ان شیاطین کے اقوال تکذیب و توہین پر ان کو کافر مرتد زندیق ملحد لکھا اور صاف فرمادیا کہ من شك فی کفرہٖ وعذابہ فقد کفر[3] جوالیوں کے ان اقوال پر مطلع ہوکر ان کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ بھی انھیں طرح کافر ہے کہ اس نے اللہ عزوجل کی عزت محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عظمت کو ہلکا جانا اُن کے بدگویوں کو کافر نہ مانا، الحمدللہ یہ مبارک فتوٰی مسمّٰی بہ حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین (۱۳۲۴ھ) ایسا بے نظیر مرتب ہوا جس نے وہابیت کے دلوں میں رعب، قلعوں میں زلزلے ڈال دیئے۔ پھر نفیس و بے مثال تمہید ایمان بآیات قرآن (۱۳۲۶ھ) اس محمدی خنجر پر اور الٰہی صیقل ہوئی جس نے خدا ورسول کے دشنام دہندوں کے سب حیلے مٹادیے اور صاف صاف صرف قرآن عظیم کی آیتوں نے اُن پر حکم کفر لگادیئے۔ کافروں کے پاس اس کے

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۶

[2] 〃 ۷/ ۲۰۱

[3] حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین — مطبع اہلسنت وجماعت بریلی — ص ۹۴

جواب کیا ہوتے اور بے توفیقِ الٰہی توبہ کیونکر کرتے ناچار مکروفریب، جھوٹ، کذب، تہمت، افترا، بہتان، گالیوں، ہذیانوں پر اُترے جو عاجزوں کی پچھلی تدبیر ہے خادمانِ سنت نے گالیوں سے اعراض اور اپنی ذات سے متعلق تہمتوں افتراؤں سے بھی اغماض ہی کیا باقی دھوکے بازیوں کے جواب ظفر الدین الجید وکین کش پنجہ پیچ و بارش سنگی و پیکانِ جانگداز و ضروری نوٹس و نیا زمانہ وکشف راز وغیرہا رسائل و اعلانات سے دیتے رہے ان رسالوں اشتہاروں کے جواب سے کفر پارٹی نے پھر ایک کان گونگا ایک بہرا رکھا اصلاً کسی بات کا جواب نہ دیا اور اپنی ٹائیں ٹائیں سے باز بھی نہ آئی۔ جب دیکھا کہ یوں کام نہیں چلتا بالآخر مرتا کیا نہ کرتا پارٹی نے **دو تدبیریں** وہ بے مثال سوچیں کہ ابلیس لعین بھی عش عش کرگیا کان ٹیک دیے ان کے حسن پر غش کرگیا۔

تدبیر اول معارضہ بالمثل یعنی علمائے اسلام نے کفر پارٹی کے کفر پر حرمین طیبین کا فتویٰ شائع فرمایا تمام اسلامی دنیا میں کفر پارٹی ملعونہ پر تھو تھو ہو رہی ہے، پارٹی کے رنگ فق ہوئے، جگر شق ہوئے، دم اُلٹ گئے، کلیجے پھٹ گئے مگر قہر قہار کا کیا جواب۔ اچھا اس کا جواب نہیں ہوسکتا تو لاؤ جاہلوں کے پھسلانے احمقوں کے بہکانے کو انوکھے افترا کے پاپڑ بیلیں، معارضہ بالمثل کا جُل کھیلیں یعنی پارٹی نے تو **ضروریاتِ دین کا انکار** کیا ہے اللہ عزوجل کو جھوٹا کہا ہے، ختمِ نبوت کا بکھیڑا اکھیڑا ہے، نئی نبوتوں کا راگ چھیڑا ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے علم سے کہیں اپنے بزرگ ابلیس لعین کے علم کو بڑھایا ہے، کہیں پاگلوں چوپایوں کے علم کو علمِ اقدس کے مثل بنایا ہے، شیطان لعین کو خدا کی صفت میں شریک ٹھہرایا ہے، ان باتوں پر علمائے اسلام سے کفر وارتداد کا حکم پایا ہے، دیکھو کسی نزعی اختلافی مسئلے میں عرب کے کسی مفتی کو ان علمائے کرام سے خلاف ہو تو اس کے متعلق کچھ لکھوائیں اور اس میں گھناؤنی تہمتیں گندے افترا اپنی طرف سے ملائیں، اور باایں ہمہ حکم من مانتا نہ ملے تو حکم بھی جی سے نکال لیں افترا کی مشین تو گھر میں چل رہی ہے خانگی سانچے میں ڈھال لیں۔ بس نام کو کہیں بوئے خلاف ملنی چاہیے، پھر کیا ہے ابلیس دے اور ذریت لے، سوچتے سوچتے ایک مسئلہ علم خمس کا ملا جس میں مدینہ طیبہ کے شافعی المذہب مفتی برزنجی صاحب کو شبہ تھا اور ایک انھیں کو کیا یہ مسئلہ پہلے سے علمائے امت میں مختلف رہا ہے اکثر ظاہرین جانبِ انکار رہے اور اولیائے عظام اور ان کے غلام علمائے کرام جانب اثبات واقرار رہے۔ ایسے مسئلے میں کسی طرف تکفیر چہ معنے، تضلیل کیسی، تفسیق بھی نہیں ہوسکتی۔ **مسلمانو!** مسائل تین قسم کے ہوتے ہیں:

ایک ضروریاتِ دین اُن کا منکر بلکہ اُن میں ادنٰی شک کرنے والا بالیقین کافر ہوتا ہے ایسا کہ

جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر۔

دوم ضروریات عقائد اہلسنت، ان کا منکر بد مذہب گمراہ ہوتا ہے۔

سوم وہ مسائل کہ علمائے اہلسنت میں مختلف فیہ ہوں اُن میں کسی طرف تکفیر و تضلیل ممکن نہیں۔

یہ دوسری بات ہے کہ کوئی شخص اپنے خیال میں کسی قول کو راجح جانے خواہ تحقیقاً یعنی دلیل سے اُسے وہی مرجح نظر آیا خواہ تقلیداً کہ اُسے اپنے نزدیک اکثر علماء یا اپنے معتمد علیہم کا قول پایا۔ کبھی ایک ہی مسئلہ کی صورتوں میں یہ تینوں قسمیں موجود ہوجاتی ہیں۔ مثلاً اللہ عزوجل کے لئے ید و عین کا مسئلہ۔ قال اللہ تعالیٰ، ید اللہ فوق ایدیھم[1] (اللہ تعالےٰ نے فرمایا، ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ ت) وقال تعالیٰ، ولتصنع علیٰ عینی[2] (اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا، اور اس لئے کہ تُو میری نگاہ کے سامنے تیار ہو۔ ت) ید ہاتھ کو کہتے ہیں، عین آنکھ کو۔ اب جو یہ کہے کہ جیسے ہمارے ہاتھ آنکھ ہیں ایسے ہی جسم کے ٹکڑے اللہ عزوجل کے لئے ہیں وہ قطعاً کافر ہے اللہ عزوجل کا ایسے ید و عین سے پاک ہونا ضروریات دین سے ہے۔ اور جو کہے کہ اس کے ید و عین بھی ہیں تو جسم ہی مگر نہ مثل اجسام، بلکہ مشابہت اجسام سے پاک و منزہ ہیں وہ گمراہ بددین کہ اللہ عزوجل کا جسم و جسمانیات سے مطلقاً پاک و منزہ ہونا ضروریات عقائد اہلسنت وجماعت سے ہے، اور جو کہے کہ اللہ عزوجل کے لئے ید و عین ہیں کہ مطلقاً جسمیت سے بری و مبرا ہیں وہ اُس کی صفاتِ قدیمہ ہیں جن کی حقیقت ہم نہیں جانتے نہ اُن میں تاویل کریں وہ قطعاً مسلم سُنّی صحیح العقیدہ ہے اگرچہ یہ عدم تاویل کا مسئلہ اہلسنت کا خلافیہ ہے متاخرین نے تاویل اختیار کی پھر اس سے نہ یہ گمراہ ہوئے نہ وہ کہ اجراء علی الظاہر بمعنی مذکور کرتے ہیں جس کا حاصل صرف اتنا کہ اٰمنّا بہ کل من عند ربنا[3] (ہم اس پر ایمان لائے، سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔ ت) بعینہٖ یہی حالت مسئلۂ علم غیب کی ہے، اس میں بھی تینوں قسم کے مسائل موجود ہیں،

(۱) اللہ عزوجل ہی عالم بالذات ہے بے اُس کے بتائے ایک حرف کوئی نہیں جان سکتا۔

(۲) رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور دیگر انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اللہ عزوجل نے اپنے بعض غیوب کا علم دیا۔

(۳) رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا علم اوروں سے زائد ہے ابلیس کا علم معاذ اللہ

---

[1] القرآن الکریم ۴۸/ ۱۰ [2] القرآن الکریم ۲۰/ ۳۹
[3] " " ۳/ ۷

علمِ اقدس سے ہرگز وسیع تر نہیں۔

(۴) جو علم اللہ عزوجل کی صفت خاصہ ہے جس میں اس کے حبیب محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شریک کرنا بھی شرک ہو وہ ہرگز ابلیس کے لئے نہیں ہو سکتا جو ایسا مانے قطعاً مشرک کافر ملعون بندۂ ابلیس ہے۔

(۵) زید و عمرو ہر بچے، پاگل، چوپائے کو علمِ غیب میں محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مماثل کہنا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صریح توہین اور کھلا کفر ہے، یہ سب مسائل ضروریاتِ دین سے ہیں اور ان کا منکر ان میں ادنے شک لانے والا قطعاً کافر۔ یہ قسمِ اول ہوئی۔

(۶) اولیائے کرام نفعنا اللہ تعالیٰ ببرکاتہم فی الدارین کو بھی کچھ علومِ غیب ملتے ہیں مگر بوساطت رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ معتزلہ خذلہم اللہ تعالیٰ کہ صرف رسولوں کیلئے **اطلاع غیب** مانتے اور اولیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا علومِ غیب کا اصلاً حصہ نہیں مانتے گمراہ و بتدع ہیں۔

(۷) اللہ عزوجل نے اپنے محبوبوں خصوصاً سید المحبوبین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم کو غیوبِ خمسہ سے بہت جزئیات کا علم بخشا جو یہ کہے کہ خمس میں سے کسی فرد کا علم کسی کو نہ دیا گیا ہزار ہا احادیث متواترۃ المعنیٰ کا منکر اور بد مذہب خاسر ہے۔ یہ قسم دوم ہوئی۔

(۸) رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تعیینِ وقتِ قیامت کا بھی علم ملا۔

(۹) حضور کو بلا استثناء جمیع جزئیاتِ خمس کا علم ہے۔

(۱۰) جملہ مکنونات قلم و مکتوبات لوح یا بالجملہ روزِ اول سے روزِ آخر تک تمام ماکان ومایکون مندرجہ لوحِ محفوظ اور اس سے بہت زائد کا علم ہے جس میں ماورائے قیامت تو جملہ افرادِ خمس داخل اور دربارہ قیامت اگر ثابت ہو کہ اس کی تعیینِ وقت بھی درجِ لوح ہے تو اسے بھی شامل، ورنہ دونوں احتمال حاصل۔

(۱۱) حضور پُر نور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حقیقتِ روح کا بھی علم ہے۔

(۱۲) جملہ متشابہاتِ قرآنیہ کا بھی علم ہے۔ یہ پانچوں مسائل قسمِ سوم سے ہیں کہ ان میں خود علماء و ائمۂ اہلِ سنت مختلف رہے ہیں جس کا بیان بعونہٖ تعالیٰ عنقریب واضح ہوگا ان میں مثبت و نافی کسی پر معاذ اللہ کفر کیا معنیٰ ضلال یا فسق کا بھی حکم نہیں ہو سکتا جبکہ پہلے سات مسئلوں پر ایمان

رکھتا ہو اور ان پانچ کا انکار اُس مرض قلب کی بنا پر نہ ہو جو وہابیہ قاتلہم اللہ تعالٰی کے نجس دلوں کو ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے فضائل سے جلتے اور جہاں تک بنے تنقیص وکمی کی راہ چلتے ہیں فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا ولاھل السنۃ من اللہ احمد رضا آمین! (ان کے دلوں میں بیماری ہے ان کی بیماری اور بڑھ گئی اور اہل سنت کیلئے اللہ تعالٰے کی طرف سے بہترین رضا ہو، آمین! - ت)

وہابیہ کی مکاریاں

اب وہابیہ کی مکاریاں دیکھئے،

اولاً جب انھیں معلوم ہوا کہ سرکار اعظم مدینہ طیبہ میں مفتی شافعیہ کو باتباع اہل ظاہر بعض مسائل قسم سوم میں خلاف ہے، خبثاء کا اپنا خلاف تو مسائل قسم اول میں تھا انکار ضروریات دین و توہین حضور پرنور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کر کے خود انھیں مفتی شافعیہ وجملہ مفتیان کرام ہر دو حرم محترم کے روشن فتووں سے کافر مرتد مستحق لعنت ابد ٹھہر چکے تھے جھٹ سب سے ہلکی قسم سوم میں خلاف لا ڈالا۔ دو فائدے سوچ کر ایک یہ کہ جب مسئلہ خود اہلسنت کا خلافیہ ہے تو ادھر بھی عبارات علماء مل جائیں گی ناواقفوں کے سامنے غل مچانے کی گنجائش تو ہوگی دوسرے سب سے بڑا جل یہ کہ مفتی صاحب سے کوئی تحریر ہاتھ آسکے گی جسے بزور زبان و زور بہتان حسام الحرمین کا معاوضہ ٹھہرا سکیں اور گلے پھاڑ کر چیخنا شروع کیا کہ علم غیب میں مناظرہ کرلو۔ ہیہے کی پھوٹوں سے کہئے کہ مسائل قسم اول تو اصل الاصول مسائل علم غیب ہیں، خبیثو! تم اُن کے منکر ہو کر باجماع علمائے حرمین شریفین کافر ٹھہر چکے ہو، انھیں چھوڑ کر سب سے ہلکے مسائل قسم سوم کی طرف کہاں رمے جاتے ہو جو خود ہم اہلسنت کے خلافیہ ہیں، پہلے مسلمان تو ہو لو پھر کسی فرعی مسئلہ کو چھڑو، اسکی نظیر یہی ہو سکتی ہے کہ کوئی ملعون معاذ اللہ اللہ عزوجل کے لئے ہمارے ہی سے ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان، گوشت پوست، استخواں سے مرکب مانے۔ اور جب اہل اسلام اس کی تکفیر کریں تو ید و عین میں مسئلۂ خلافیہ تاویل و تفویض میں بحث کی آڑ لے، اس سے یہی کہا جائے گا کہ ابلیس کے مسخرے تو تو صراحۃً اُس قدوس متعالی عز جلالہ کو اپنا سا جسم مان کر کافر ہو چکا ہے تجھ سے اور اس مسئلۂ خلافیہ اہلسنت سے کیا علاقہ۔ دجال کے گدھے پہلے آدمی تو بن مسلمان تو ہو۔ پھر تفویض و تاویل پوچھیو۔ مسلمانو! ان خبثاء کے علم غیب رٹنے کا یہ حاصل ہے تعالھم واضل

27 اعمالھم (ان پر تباہی پڑے اور اللہ ان کے اعمال برباد کرے۔ ت)۔

ثانیاً پیش خویش یہ منصوبے گانٹھ کر ایک مقہور مخصوص آثم ماثوم زنگی کافور موسوم کو (کہ مکہ معظمہ میں بعون اللہ تعالٰی خائب و خاسر و ذلیل و مخصوم ہوچکا تھا یہاں تک کہ علمائے کرام حرم شریف نے اُس کا نام ہی بدل کر مخصوم رکھ دیا تھا) متعین کیا کہ مکہ معظمہ میں تو چھل ویچ نہ چلا مجدد دین وملت کے انوار علم نے حرم شریف کے کُوچے کو جگمگا دیا ہے یہاں کے علمائے کرام بعون الملک العلام فریب میں نہ آئیں گے سرکار اعظم مدینہ طیبہ میں ہنوز الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ (۱۳۲۳ھ) کا آفتاب طالع نہیں ہوا اور مفتی شافعیہ کو خمس میں اشتباہ ہے ہی وہاں جُل کھیلیں۔ مخصوم ماثوم ہے^ع ذی ہوش سمجھا کہ اس قدر سے اپنے جگری چہیتوں کفر وارتداد کی مصیبت بیتوں کے اندرونی گہرے زخم جانکاہ کا کیا مرہم ہوگا کہ مسئلہ خود اہلسنت کا خلافیہ ہے بڑھ سے بڑھ اتنا ہوگا کہ مفتی صاحب اپنا قول مختار لکھ دیں اور دوسرے قول کو خلافِ تحقیق بتائیں، یہ تو ائمہ وعلماء میں صحابہ کرام کے وقت سے آج تک برابر ہوتا آیا ہے اور ہوتا رہے گا اس سے کیا کام چلے گا، لہذا اس میں یہ نمک مرچ ملائے گئے کہ اعلٰحضرت مجددِ دین وملت نے اپنے رسالہ میں علم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سوا علومِ ذات وصفاتِ الٰہی کے جملہ معلوماتِ الٰہیہ غیر متناہیہ بالفعل کو بتفصیل تام محیط ٹھہرایا اور اس احاطہ میں علم الٰہی وعلم نبوی میں صرف قِدم وحدوث کا فرق بتایا ہے **مفتریوں پر کمال قہرِ الٰہی** کا ثمرہ یہ کریہ من گھڑت باتیں رسالہ اعلٰحضرت کی طرف نسبت کیں جس میں صراحۃً ان اباطیل کا روشن رَد ہے جس کا ذکر بعونہٖ تعالٰی عنقریب آتا ہے رسالے میں اگر ان باتوں کی نسبت ہاں نہ، کچھ نہ ہوتا تو اُن کا اس کی طرف منسوب کرنا سخت خبیث افتراء تھا نہ کہ رسالے میں بتصریح نام روشن وواضح طور پر جن باتوں کا رَد ہوا انھیں کو اسکی طرف نسبت کردیا جائے اس کی نظیر یہی ہوسکتی ہے کہ کوئی ملعون کہے قرآن عظیم میں عیسٰے مسیح کو خدا لکھا ہے ان اللہ ھو المسیح ابن مریم[1] (بے شک اللہ مسیح ابن مریم ہی ہے۔ ت) اس سے یہی کہا جائے گا کہ او ملعون مجنون ابلیس کے مفتون سوجھ کہ قرآن عظیم میں ایسا فرمایا ہے یا اس کا رَد ارشاد ہوا ہے کہ؛

ع ماثوم مجرم سزایافتہ کہ خدائے کیفر کردارش بکنارش نہاد ۱۲۔

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۱۷

لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم قل فمن یملک من اللہ شیئا ان اراد ان یھلک المسیح ابن مریم و امہ ومن فی الارض جمیعا[1]

بیشک کافر ہیں وہ جو مسیح ابن مریم کو خدا کہتے ہیں تم فرمادو کہ کسی کو اللہ پر کچھ اختیار ہے اگر وہ مسیح ابن مریم اور اُن کی ماں اور تمام اہل زمین کو فنا کردینا چاہے۔

اعلٰحضرت نے یہ مبارک رسالہ مکۂ معظمہ میں تصنیف فرمایا اکابر علمائے مکہ نے خواہشیں کرکے اسکی نقلیں لیں اس رسالہ کی قسم اول جناب مفتی برزنجی صاحب نے پڑھوا کر سُنی حاش للہ ہزار ہزار بار حاش للہ زنہار معقول و مقبول نہیں کہ معاذ اللہ خود حضرت ممدوح ایسے اخبث انجس افترائے ملعون تراشیں یا اُن کا تراشنا روا رکھیں بلکہ ضرور ضرور ان دل کے اندھوں نے اس مقدس مفتی کی ظاہری نابینائی سے فائدہ اٹھایا اور کوئی نہ کوئی کارروائی دھوکے فریب یا تحریف تصحیف کی عمل میں لائی گئی۔ انما یفتری الکذب الذین لایؤمنون[2] (افتراء وہی باندھتے ہیں جو ایمان نہیں رکھتے۔ ت) اپنے پرانوں المرجفون فی المدینۃ (مدینہ میں جھوٹ اڑانے والوں۔ ت) کا ترکہ پایا وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[3] (اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ ت)۔

ثالثًا خبثائے کھایا بھی اور کال بھی نہ کٹا۔ مفتی صاحب نے ان افترائی اقوال پر بھی اتنا ہی حکم دیا کہ غلط اور تفسیر قرآن پر بے دلیل جرأت ہے اشقیاء کے طائفہ بھر کی چھاتیاں پھٹ گئیں کہ ہائے ہائے رسول کے شہر میں خدا کا قہر سر پر اوڑھا اور کچھ کام نہ چلا۔ اب رامپور، بریلی، دیوبند، تھانہ بھون، انبٹھہ، گنگوہ، دہلی، پنجاب وغیرہا کے سب پنچ عیب جرجرا کر کمیٹیاں ہوئیں اور رائے پاس ہوئی کہ ابلیسی مسخرو! تم اور غم کرو۔ ارے افتراء کی مشین تو تمہارے گھر چل رہی ہے، مجدد وملت پر افترا جوڑے تھے حضرت مفتی صاحب پر جوڑتے ہوئے کیوں مرے جاتے ہو، بنا بر آں پہلے افترا میں وہ جو علوم ذات و صفاتِ الٰہی کا استثناء رکھا تھا اب اپنے ہی چھپے ہوئے رسالے غایۃ المامول سے اُسے بھی اُڑا دیا جناب منور علی رامپوری اینڈ کو جو اس رسالہ غایۃ المامول کے لانے والے چھاپنے والے ہیں مسلمان سب سے پہلے انھیں کی دن دہاڑے چوری اور سرزوری ملاحظہ فرمائیں۔ رسالے کے صفحہ ۲ پر مفتی صاحب

[1] القرآن الکریم ۵/ ۱۷
[2] " ۱۶/ ۱۰۵
[3] " ۳۳/ ۶۰
[4] " ۲۶/ ۲۲۷

کی طرف منسوب عبارت تو یہ چھاپی،

ذھب فیھا ای صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علمہ محیط بکل شیئ حتی المغیبات الخمس وانہ لایستثنٰی من ذلك الا العلم المتعلق بذات اللہ تعالٰی وصفاتہ۔

اس کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا علم ہر شَے کو محیط ہے حتی کہ مغیباتِ خمسہ کو بھی۔ اور وہ اللہ تعالٰے کی ذات وصفات سے متعلق علم کے سوا کسی علم کو اس سے مستثنٰی نہیں کرتا۔(ت)

جس میں علم متعلق بذاتِ الٰہی وصفاتِ الٰہی کا صریح استثنار موجود ہے اور اس عبارت کے منگھڑت خلاصہ کا ترجمہ آخر کتاب میں یُوں چھاپا کہ "رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلّم کا علم بھی ایسا ہی محیط ہے جیسے اللہ تعالٰے کا اور آپ کے علم اور اللہ تعالٰے کے علم میں کوئی فرق نہیں سوائے حدوث وقدم کے۔" ملاحظہ ہو کہ وُہ علم ذات وصفات کا استثنار یک لخت اڑگیا۔ اور بلا استثنار جمیع معلوماتِ الٰہیہ کو علم نبوی محیط ماننے کا بہتان جڑگیا۔ بیحیا بد دین لوگ اکثر افترار کا ٹھٹا کرتے ہیں اس کا کچھ گلہ نہیں مگر

ع چہ دلاور است دُزدے کہ بکف چراغ دارد

(چور کتنا دلیر ہے کہ ہاتھ میں چراغ رکھتا ہے۔ ت)

کا سماں اور ہی مزہ رکھتا ہے۔ جس کتاب میں تحریف کریں اسی کے ساتھ اسی کی پُشت پر چھاپ دیں اور پھر سرِ بازار مسلمانوں کو آنکھیں دکھائیں۔ تف تف تف تف سے کیا ہوتا ہے جب خدا کی لعنت ہی کا خوف نہیں پھرا۔ پھر اس چالبازی کی کیا شکایت کہ مفتی صاحب کی طرف عبارت تو یہ منسوب کی العلنی علی رسالۃ ذھب فیھا، جس کا صاف مفاد یہ کہ یہ مضمون اس رسالہ کا ہے، حالانکہ رسالہ میں اس کا صاف رَد لکھا ہے، اور باطنی طائفہ نجدیت کے امام معصوم سفلی آسمان کذب وافترا کے بدر منور اس کا ترجمہ یُوں گانٹھتے ہیں، "اپنے دوسرے رسالہ علم غیب کی مجھ کو خبر دی اور اس کا یہ مدعا بیان کیا" یعنی یہ مدعا زبانی بیان میں تھا نہ کہ رسالہ میں تاکہ کوئی رسالہ کا تیا پانچہ دے کر جھوٹ بکنے والا لوٹ دے کہ مفتری رسالہ میں یہ قول لکھا ہے یا اس کا رَد کیا ہے۔ پھر اس ننھی سی کتر بیونت کا کیا گلہ کہ مفتی صاحب کی طرف عبارت تو یہ منسوب کی

فلوال جھدا فی بیان ان الاٰیۃ المذکورۃ لاتدل علی مدعاہ دلالۃ قطعیۃ

ع اسمٰعیل دہلوی کی صراط مستقیم میں

جس کا صاف ترجمہ یہ ہے کہ میں نے اپنی چلتی اس بیان میں کمی نہ کی کہ آیت اُن کے دعوٰی پر ایسی دلالت نہیں کرتی جو یقینی قطعی ہو۔ اب قصرِ وہابیت کے منور محل کا چمکتا ترجمہ سُنئے۔ آیت مذکورہ تمہارے دعوٰی کی دلیل نہیں ہوسکتی۔ کہاں نفی تیقن کہ یقینی طور پر اثبات نہیں اور کہاں استحالہ کی دلیل ہو ہی نہیں سکتی۔ دو سطر کے ترجمہ میں یہ ڈھٹائیاں اور واں گھاتیاں یہ دلربائیاں اور پھر دین و دیانت کا دعوٰی برقرار، ع

چوں وضوئے محکم بی بی تمیز (بی بی تمیز کے محکم مضبوط وضو کی طرح۔ت)

پھر یہ شرمیلی جھانولی تو خاص انعام دینے کے قابل کہ اسی صفحہ ۴ عبارت مفتی صاحب میں قادیانی، پھر طائفہ امیریہ امیر حسن سہسوانی، پھر طائفہ نذیریہ نذیر حسین دہلوی، پھر طائفہ قاسمیہ قاسم نانوتوی، پھر رشید احمد گنگوہی، پھر اشرف علی تھانوی' یہ سارے کے سارے نام بنام مذکور تھے اور ان سب پر جبکہ وہ اقوال ان کے ہوں احکام کفر و ضلال مسطور تھے، تنِ وہابیت کی منور جان جو سرمائی نظروں سے اس کے ترجمہ پر آئیں تو یوں جھلک دے کر الوپ ہوجائیں کہ ہندوستان میں کچھ لوگ گمراہ اور اہلِ کفر ہیں جو ایسا ایسا کہتے ہیں منجملہ ان کے غلام احمد قادیانی وغیرہ وغیرہ۔ ملاحظہ ہو اپنے پانچوں کو کیا وغیرہ وغیرہ کے پردے میں بٹھایا، وغیرہ کی خاک ڈال کر بلی کی طرح چھپایا ہے غرض ؎

عیار ہو مکار ہو جو آج ہو تم ہو
بندے ہو مگر خوفِ خدا نہیں رکھتے

ارے بیباک! کیا کہنا ہے تیری اس وغیرہ کا
یہی پردہ ہے سارے اَیرِ غیرا نتھو خیرا کا

بریلی کے وہابیہ بھی انھیں حضرت کی چال پر پھول کر اپنی بتیاں والی تحریر سربازار تشہیر کرا بیٹھے۔ مسلمانوں نے پانسو روپے انعام کا اشتہار دیا اگر ایک ہفتہ میں اپنے افتراؤں کا ثبوت دے دیں۔ میعاد گزری اور اس سے دو چند زمانہ گزرا' اور پھر سہ چند تک نوبت پہنچی مگر کسی مفتری کذاب کے لب نہ کھلے فبھت الذی کفر، واللہ لایھدی القوم الظالمین[۱] تو ہوش اڑ گئے کافر کے' اور اللہ راہ نہیں دکھاتا ظالموں کو۔ت) - بیس روز بعد بعض بے حیا پردہ نشینوں نے کسی اپنے سعید کی فرضی آڑ سے دیوبندی کمیٹیوں کا نتیجہ چھاپا۔ پہلے دو اندھیر تھے تو اس میں افترا بر افترا، افترا بر افترا کے ڈھیر تھے اور واقعی کوئی

---

[۱] القرآن الکریم ۲/ ۲۵۸

ملعون طائفہ اپنے لعنتی افتراؤں کا ثبوت کہاں سے لائے سوا اس کے کہ لعنتوں پر لعنت، غضبوں پر غضب اوڑھے۔ اس پر مسلمانوں نے العذاب البئیس علی انجس حلائل ابلیس ان پر نازل کیا اور تین ہزار روپے کا اعلان دیا اور ان کی مہلت تین ہفتے کردی اور برسم شہادت ان کے الفاظ کی ٹوکری در بھنگی وغیرہ سب کے ظاہر پیر تھانوی صاحب کے سر دھر دی، اگرچہ برسوں کا تجربہ شاہد ہے کہ وہ نین توڑے دیکھ کر بھی لب نہ کھولیں گے، اُن کی مُہر دہن جب ٹوٹے کہ کچھ گنجائش سُوجھے[ع] خیر ایک تدبیر تو کفر پارٹی کی یہ تھی۔ دوسری تدبیر لعنتِ تحیرا شد ملعون کی بولتی تصویر فلک شیطنت کی بدر منیر ابلیس لعین کی بڑی ہمشیر اللہ و رسول پر حملے کے لئے کفر پارٹی کی ننگی شمشیر، یعنی رسالہ ملعون وشقی ظلماً مسمّٰے سیف النقی۔ اس خبیثہ ملعونہ رسالہ نے وہ طرز اختیار کی کہ وہابیہ خذلہم اللہ تعالٰی پر سے ۲۵ برس کا قرضہ ایک دم میں اُتروادے۔ آستانہ علویہ رضویہ سے پچیس[۲۵] سال کامل ہوئے کہ وہابیہ کا رَد اشاعت پارہا ہے اور آج تک بفضلِ وہاب جل وعلا لاجواب رہا ہے۔ کسی گنگوہی، نانوتوی، انبٹھی، تھانوی، دیوبندی، دہلوی، امرتسری کو تاب نہ ہُوئی کہ ایک حرف کا جواب لکھیں اور جب مطالبۂ جواب کتب کا نام آیا ہے، متکلمین طائفہ نے جو مناظرہ رٹ رہے ہیں وہ وہ چک پھیریاں لیں' وہ وہ اڑان گھاٹیاں دکھائیں جن کا بیان رسالہ الاستمتاع بذوات القناع سے ظاہر شریفہ ظریفہ رشیدہ رسیدہ نے اپنے اقبال وسیع سے ان کے ادبار پر وضیق کو ایسی فراخی حوصلہ کی لے سکھائی ہے کہ چاہیں تو ایک ایک منٹ میں اپنے خصموں کی ایک ایک کتاب کا جواب لکھ دیں، اور وہ بھی بے مثل و لاجواب لکھ دیں یعنی خصم کا جو قول چاہیں نقل کریں اور اس کے مخالف جتنی عبارات چاہیں خصم کے آبا، واجداد ومشائخ کی طرف سے گھڑلیں اور ان کی تصانیف کے نام بھی تراش لیں، ان کے مطبع بھی اپنے افترائی سانچے میں ڈھال لیں اور سر بازار بکمال حیا آنکھیں دکھانے کو ہو جائیں کہ تم تو کہتے ہو اور تمہارے والد ماجد اس کے خلاف فلاں کتاب میں یوں فرماتے ہیں، تمہارے جدّ امجد کا فلاں کتاب میں یہ ارشاد ہے، فلاں مشائخِ کرام فلاں فلاں کتاب میں یُوں فرما گئے ہیں، ان کتابوں کے یہ یہ نام ہیں، فلاں فلاں مطبع میں چھپی، ان کے فلاں فلاں صفحہ پر یہ عبارات ہیں، کہئے اس سے بڑھ کر پکّا اور کامل ثبوت اور کیا ہوگا، اور بعنایتِ الٰہی حقیقت دیکھئے تو ان کتابوں کا اصلاً کہیں رُوئے زمین پر نام و نشان نہیں، نِری من گھڑت خیالی تراشیدہ خوابہائے پریشان جن کی تعبیر فقط اتنی کہ لعنۃ اللہ علی

[ع] یہی واقع ہُوا دس برس سے زیادہ گزرے تھانوی صاحب خاموش باختہ ہوش۔

الکٰذبین[1] (جھوٹوں پر اللہ کی لعنت۔ ت) مثلاً،

(۱) صفحہ ۳ پر ایک کتاب بنام تحفۃ المقلدین اعلیٰحضرت کے والد ماجد اقدس حضرت مولانا مولوی محمد نقی علی خاں قدس سرہ العزیز کے نام سے گھڑی اور بکمال بیحیائی کہہ دیا کہ مطبوعہ صبح صادق سیتا پور صفحہ ۱۵۔

(۲) صفحہ ۱۱ پر ایک کتاب بنام ہدایۃ الاسلام اعلیٰحضرت کے جدِ امجد حضور پُر نور سیدنا مولوی محمد رضا علی خاں صاحب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نام سے تراشی اور بکمال ملعونی کہہ دیا کہ مطبوعہ صبح صادق سیتا پور صفحہ ۳۰۔

(۳) صفحہ ۱۱ اور صفحہ ۲۰ پر ہدایۃ البریہ مطبوعہ صبح صادق کے علاوہ ایک ہدایۃ البریہ مطبوعہ لاہور اعلیٰحضرت کے والد روح اللہ روحہ کے نام سے گھڑی اور اپنی تراشیدہ عبارتیں اس کی طرف منسوب کردیں کہ صفحہ ۱۳ میں فرماتے ہیں، صفحہ ۴۱ میں فرماتے ہیں اور سب محض بناوٹ۔

(۴) صفحہ ۱۱ پر ایک کتاب بنام خزینۃ الاولیاء حضور اقدس انور حضرت سیدنا شاہ حمزہ مارہروی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نام اقدس سے گھڑی اور بکمالِ شقاوت کہہ دیا کہ مطبوعہ کانپور صفحہ ۱۵۔

(۵) صفحہ ۲۰ پر ایک کتاب بنام تحفۃ المقلدین اعلیٰحضرت کے جد امجد نور اللہ تعالٰی مرقدہ کے نام سے گھڑی اور بکمال شیطنت کہہ دیا مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۱۲۔

(۶) صفحہ ۲۱ پر حضرت اقدس حضور سیدنا شاہ حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ملفوظات دل سے گھڑے اور بکمال اہلبیت کہہ دیا کہ مطبوعہ مصطفائی صفحہ ۷، اور خبیثہ شقیہ نے جو عبارت جی سے گھڑی، وُہ ہوتی تو مکتوب ہوتی نہ کہ ملفوظ اور اس کے اخیر میں دستخط بھی گھڑ لئے کتبہ شاہ حمزہ مارہروی عفی عنہ اللہ کی مُہر کا اثر کہ اندھی خبیثہ کو ملفوظ و مکتوب کا فرق تک معلوم نہیں اور دل سے گھڑنت کو آندھی۔ ع

عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیے

(۷) ع قدم فسق بیشتر بہتر

خبیثہ ملعونہ نے صفحہ ۴ پر ایک کتاب بنام مرآۃ الحقیقۃ حضور انور و اکرم غوثِ دوعالم

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۶۱

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسم مہر با نور سے گھڑی اور بکمال بے ایمانی کہہ دیا کہ مطبوعہ مصر صفحہ ۱۸۔

(۸) صفحہ ۲۰ پر اعلیحضرت کے والد ماجد عطر اللہ مرقدہٗ کی مہر مبارک بھی دل سے گھڑ لی، اور اس کی یہ صورت بنائی،

نقی علی حنفی سُنّی ۱۳۰۱

حالانکہ حضرت والا کی مہرِ اقدس یہ تھی جو بکثرت کُتب پر طبع ہوتی ہے،

۱۲۶۹ مولوی رضا علی خان محمد نقی علی خان ولد

(۹) حضرت اعلیٰ قدس سرہٗ کی وفات شریف ۱۲۹۷ھ میں واقع ہوئی خبیثہ نے مہر کا سن ۱۳۰۱ لکھا یعنی وصال شریف کے چار برس بعد مہر کندہ ہوئی۔ سچ ہے جب لعنت الٰہی کا استحقاق آتا ہے۔ آنکھ، کان، دل سب پٹ ہو جاتے ہیں۔

(۱۰) تقویت الایمان پر سے اعتراضات بزورِ زبان اٹھانے کو صفحہ ۲۸ پر ایک تقویت الایمان مطبوعہ مصطفائی گڑھی اور اس سے وہ عبارتیں نقل کر دیں جس کا دُنیا بھر کی کسی تقویت الایمان میں نشان نہیں۔

جب حالت یہ ہے تو اپنی طرف کی فرضی خیالی تصانیف گھڑ دینے کی کیا شکایت۔ محمد نقی اجمیری جو کوئی شخص اس کا مصنف ٹھہرایا ہے، غالباً یہ بھی خیالی گھڑا یا کم از کم اسم فرضی ہے۔ ایک بزرگوار نے پہلے ایک اسی رنگ کا رسالہ حمایتِ اعلیحضرت میں لکھ کر یہاں چھاپنے کو بھیجا تھا جس میں مخالفانِ حضرت والا کے کلام ایسے ہی فرضی نقل کئے تھے۔ الحمدُ للہ اہل سنت ایسی ملعون باتیں کب پسند کریں، یہاں سے دھتکار دیا تو مخالف ہو کر دامن وہابیوں کا پکڑا اور ان کو یہ رسالہ سیف النقی بھیجا۔ جھوٹے معبود کے پجاری تو ایسوں کے بھوکے ہی تھے باسم المعبود الکذاب اللئیم کہہ کر قبول کر لیا اور اعلان چھاپا کہ بندہ کی معرفت یہ رسالہ اشرف علی وغیرہ بزرگان کی جملہ تصانیف مل سکتی ہیں۔ راقم اصغر حسین مدرسہ دیوبند۔

مسلمان اپنی ہی عادت پر قیاس کرتا ہے، گمان تھا کہ وہ حضرات بھیجا سے بے حیا ہوں،

پھر بھی ایسی ہی سخت سے سخت ناپاک تر خبیث گندی گھناؤنی ابلیسی ملعون تحریر کا نام لیتے کچھ تو شرمائیے
جس کی کمال بیحیائیوں ڈھٹائیوں کی نظیر جہان بھر میں کہیں نہ پائیں گے۔ مگر واضح ہوا کہ وہاں بغضبِ الٰہی
ایک حمام میں سب ننگے ہیں، مدرسہ دیوبند سے اس کی اشاعت تو دیکھ ہی چکے، اب دربھنگی صاحب
کی حیا ملاحظہ ہو۔ ۱۴ ربیع الآخر شریف کو جناب تھانوی صاحب سے رجسٹری شدہ نوٹس میں استفسار
فرمایا تھا کہ کیا آپ مناظرہ کو آمادہ ہوئے ہیں۔ کیا آپ نے دربھنگی صاحب کو اپنا وکیل مطلق کیا ہے۔
آج سوا مہینہ گزرا تھانوی صاحب کو تو حسبِ عادت جو سُونگھ جاتا تھا سونگھ گیا یا دماغ شریف سونٹھ کی
ناس سے اُونگھتا ہی رہتا ہے اور بھی اونگھ گیا، مگر ۲۰ ربیع الآخر شریف کو دربھنگی جی اُچھلے اور اپنی ہی خصلت و
نسبت کے موافق بہت کچھ کلمات ناپاک اور غلیظ اپنے دہن شریف سے اُگلے۔ اور ایک دو ورق اپنے نصیبوں کی
طرح سیاہ فرمایا جس کا حاصل صرف اس قدر کہ ہاں ہم تھانوی صاحب کے وکیل ہیں۔ کیا ہم نہیں کہتے
کہ ہم تھانوی کے وکیل ہیں۔ ہم نے معززوں کے سامنے کہہ دیا ہے کہ ہم تھانوی کے وکیل ہیں۔ ہاں ہاں لے
لو، خدا کی قسم ہم تھانوی کے وکیل ہیں تھانوی جی سے کیوں پوچھو کہ تم نے وکیل کیا یا نہیں، ہم جو کہہ رہے ہیں
کہ ہم تھانوی کے وکیل ہیں۔ اچھا تھانوی جی نہیں بولتے کہ ہم ان کے وکیل ہیں، تو ان کے نہ بولنے سے
کیا یہ مٹ جائے گا کہ ہم تھانوی کے بول ہیں، ہم خود تو بول رہے ہیں کہ ہم تھانوی کے وکیل ہیں تو گنگوہی
کی آنکھوں کی قسم ہم تھانوی کے وکیل ہیں۔ مسلمانو! خدا را انصاف یہ صورتیں مناظرہ کرنے کی ہیں۔ اللہ و
رسول (جل وعلا، وصلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم) کی جیسی عزت ان کی نگاہوں میں ہے طشت ازبام
ہے اسی پر تو عرب وعجم میں حل وحرم میں ان پر لعنتوں کا لام ہے۔ ہاں بعض دنیاوی عزتوں کا بھاری
بوجھ پڑا کہ دفع الوقتی کو دربھنگی صاحب مغالطہ دہی کے لئے اپنے منہ آپ جناب تھانوی صاحب کے
وکیل بن بیٹھے۔ اوّل روز سے تھانوی صاحب پر تمام رسائل و اعلانات میں یہی تقاضا سوار تھا کہ
خود مناظرہ میں آتے ہول کھاتے ہو، کھاؤ، اپنے مہر و دستخط سے کسی کو وکیل بناؤ، یارے اب
خدا خدا کرکے وکالت کی بھنک سُنی تو اس کی تحقیقات حرام ہے۔ خود ساختہ وکیل صاحب کا جبروتی حکم
ہے کہ جناب تھانوی صاحب کی مُہر کیسی، دستخط کہاں کے۔ ان سے پُوچھنا ہی بے ضابطہ ہے۔ ہم
خود ہی جو کہہ رہے ہیں کہ ہم تھانوی کے وکیل ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہے۔ تھانوی کو
رجسٹری شدہ نوٹس پہنچا جس میں وکیل کرنے نہ کرنے کو ان سے پوچھا وہ نہ بولے، لاکھ نہ بولیں، ان کے
نہ بولنے سے کیا ہوا، بس اتنا ہی نہ کہ یہ سمجھا گیا کہ انھوں نے ہم دربھنگی صاحب کو وکیل ہرگز نہ کیا۔
پھر اس سے کیا ہوتا ہے ہم خود جو فرما رہے ہیں کہ ہاں ہم کو تھانوی جی نے وکیل کیا ہے۔ اس ہماری

ہاں کے آگے تھانوی جی کے نائے نوئے یا ہائے ہوئے یا ٹال مٹول یا اول فول یا قول فعل کسی حرکت کا اصلاً اعتبار ہی کیا ہے، آپ نے نہیں سُنا کہ ؎

گھر سے آیا ہے معتبر نائی

مسلمانو! نہ فقط مسلمانوں، جہان بھر کے ذرا سی بھی عقل و تمیز رکھنے والو! کبھی اس مزہ کی وکالت کہیں سُنی ہے، گویا اس پیرانہ سالی میں دیوبندیوں نے گھگھیار کر دو گز اٹیا کیا سرپلیٹ دی۔ گورنمنٹ گنگوہیت نے درّبھنگی صاحب کے بیرسٹری کا بلاّ لگا دیا کہ موکل کے انکار اقرار کی کچھ حاجت نہیں فقط ان کا فرمانا کافی ہے، یا وہ تمام دیوبندیوں خواہ خواص تھانوی صاحب کے گھر کی عام مختاری کا ڈپلومہ اُن کے پرد دینا تھا جس کے بعد تو وکیل کی نسبت دریافت کرنا ہی بے ضابطگی ہے۔

مسلمانو! کیا وکالت یُونہی ثابت ہوتی ہے، کیا اس سے درّبھنگی صاحب کی محض جھُوٹی وکالت کا ہوائی بولا نہ پھُوٹ گیا۔ جناب تھانوی صاحب نے دبی زبان بھی اتنی بانک نہ دی کہ میں نے وکیل تو کیا ہے کیا ایسے ہی مُنہ مناظرہ کرنے کے ہوتے ہیں۔ اللہ اللہ جناب تھانوی صاحب کی یہ گریز، یہ فرار، یہ ہول، یہ خوف، یہ صموت اور اس پر اذناب کی یہ حالتیں، اور پھر مناظرہ کا نام بدنام، ارے نامردی تو خدا نے دی ہے۔ مار مار تو کئے جاؤ ازلی ذلت نصیبو انھیں حالتوں پر علمائے اسلام کو لکھتے ہو کہ خدا نے جو ذلت اور رسوائی آخری عمر میں آپ کی گردن کا طوق بنادیا ہے کیا ان ناپاک چالوں اور بے شرمی کے حیلوں سے ٹال سکتے ہیں۔ ضربت علیھم الذلّة والمسکنة (ان پر مقرر کردی گئی خواری اور ناداری۔ ت) کے مصداق ہو کر عزت کی طلب فضول اور عبث ہے۔

ارے منافقو! تمہارے اگلے تو اس سے بھی بڑھ کر کہہ گئے تھے کہ،

لئن رجعنا الی المدینة لیخرجن الاعزّ منھا الاذل۔[1]

اگر ہم مدینہ پھر کر گئے تو ضرور جو بڑی عزت والا ہے وہ اس میں سے نکال دے گا اُسے جو نہایت ذلت والا ہے (ت)

اس پر قرآن عظیم نے کیا جواب دیا:

وللّٰہ العزّة ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنٰفقین لا یعلمون۔[2]

عزت تو اللہ و رسول اور مسلمانوں کے لئے ہے مگر منافقین کو خبر نہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۳/ ۸

[2] القرآن الکریم ۶۳/ ۸

وہ ملاعنہ ہمیشہ الٰہی عزت کو ذلت ہی تعبیر کرتے یا اندھے ابلیس کی اندھی نسلوں کو عزت کی ذلت نہیں سوجھتی، اسی پر تو قرآن عظیم نے فرمایا،

قاتلھم اللہ انّٰی یؤفکون [1] خدا انھیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔

یہی ترکہ اگر آپ نے پایا کیا جائے شکایت ہے۔ واقعی جن کو اللہ عزوجل اوندھا کے انکی اوندھی اوندھی مت میں اس سے بڑھ کر ناپاک چال اور بے شرمی کا حیلہ کیا ہے کہ زید سے پوچھا جائے عمرو جو اپنے آپ کو تیرا وکیل بتاتا ہے کیا تو نے اسے وکیل کیا ہے اور کمال پاک چال اور بڑی شرمیلی حیلہ گری کیا ہے یہ کہ ۲۵ سال ضربیں کھاکر بعض دنیاوی رئیسوں کے دباؤ سے جب دم پر بنے تو ایک بے معنی خود وکیل بنے۔ جب فرضی موکل صاحب سے تصدیق طلب ہوکر کیا آپ نے اسے وکیل کیا تو پھر یا مظہر العجائب جواب مع مجیب غائب، بس اور تو کیا کہوں اور اس سے بہتر کہہ بھی کیا سکوں جو قرآن عظیم فرما چکا کہ،

قاتلھم اللہ انّٰی یؤفکون [2] خدا انھیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں (ت)

خیر، یہ تو مناظرۂ دہلی کا خاتمہ تھا جو تھانوی صاحب کی کمال وحشت خواری بے تکان فراری یا دربھنگی بولوں میں اُن کی آخری عمر کی سخت ذلت وخواری پر ہوا۔ اور ہونا ہی چاہئے تھا کہ قرآن پاک فرما چکا تھا:

ان اللہ لایھدی القوم الفٰسقین [3] بیشک اللہ تعالٰی فاسقوں کو راہ نہیں دیتا (ت)

اور صاف ارشاد کردیا تھا:

قاتلھم اللہ انّٰی یؤفکون [4] خدا انھیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں (ت)

یہاں کہنا یہ ہے کہ رسالہ ملعونہ خبیثہ مذکورہ کے کوتک آپ ملاحظہ فرما چکے اور حاشا وہ اس کے چہارم کو تک بھی نہیں۔ خیال تھا کہ دیوبندی مدرسہ سے اگرچہ اس کی اشاعت کا اعلان ہے، مگر کوئی دیوبندی مُلّا ایسی ناپاک ملعونہ کو اپنی کتنے کچھ تولے جائے گا۔ لیکن یہ خیال غلط نکلا۔ اب یہی دربھنگی صاحب، نہیں نہیں بلکہ کچھ دنوں کے لئے ان کے منہ یہی تھانوی صاحب، ہاں ہاں یہی سارے کے سارے دیوبندیوں کے مشکلکشا، مناظر، بیرسٹر، پلیڈر، حادیٔ جملہ اصول ونظار اپنے اُسی خواری نامہ ۳۰ ربیع الآخر میں فرماتے ہیں، تحریر میں بھی اب آپ کی حقیقت دیکھنی ہے۔ سیف النقی اور

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۳۰
[2] القرآن الکریم ۹/ ۳۰
[3] " ۶۳/ ۶
[4] " ۹/ ۳۰

دین کا ڈنکا تو طبع ہو چکا ہے ملاحظہ سے گزرا ہوگا الشہاب الثاقب اور رجوم بھی طبع ہونے والا ہے، وہ دیکھئے کس فخر کے ساتھ اس ملعونہ کا نام لیا ہے۔ اللہ اللہ مسلمانوں، نہ صرف مسلمانوں، دنیا بھر کے عاقلوں سے پوچھ دیکھو کہ کبھی کسی بے حیا سے بے حیا ناپاک گھناؤنی سے گھناؤنی، بیباک سے بیباک، پاجی، کمینی، گندی قوم نے اپنے خصم کے مقابل بے دھڑک ایسی حرکات کیں۔ آنکھیں میچ کر گندا منہ پھاڑ کر ان پر فخر کئے۔ انھیں سر بازار شائع کیا اور ان پر افتخار ہی نہیں، بلکہ سنتے ہیں کہ ان میں کوئی نئی نویلی، حیادار، شرمیلی، بانکی، نکیلی، میٹھی، رسیلی، اچپل البیلی، چنچل انیلی، اجودھیا باشی آنکھ پر تان لیتی اُپجی ہے ؎

ناچنے ہی کو جو نکلے تو کہاں کی گھونگھٹ

اس فاحشہ آنکھ نے کوئی نیا غمزہ تراشا اور اس کا نام شہاب ثاقب رکھا ہے کہ خود اسی کے شیطان بیحیائی پر شہاب ثاقب ہے اس میں وہ حیا پریدہ گیسو بریدہ افتخار سے استناد، استناد سے اعتماد تک بڑھی ہے کہیں تو اسی ملعونہ بنظم مسمات سیف النقی کا آنچل پکڑ کے سند لائی اور اس کا بھی سہارا چھوڑ خود اپنی طرف سے وہی بے سُری گائی وہ تازہ غمزہ یاروں تک پہنچا تو ان شاء اللہ العزیز اس کی جُدا خبر لی جائیگی۔

مسلمانو! بلکہ ہر مذہب کے عاقلو! کیا ایسوں سے کسی مخاطبہ کا محل رہ گیا کیا اُن کا عجز لاکھ آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہوگیا۔ بدنصیبوں میں کچھ بھی سکت ہوتی تو ایسی ناپاک حرکت جس کی نظیر آریوں، پادریوں، ہندوؤں، بُت پرستوں کسی میں نہ ملے ہرگز اختیار نہ کی جاتی۔

ارے دم ہے کسی تھانوی، دربھنگی، سرہنگی، سربھنگی، انبٹھی، دیوبندی، نانوتوی، گنگوہی، امرتسری، دہلوی، جنگلی کوہی میں کہ اُن من گھڑت کتابوں، اُن کے صفحوں، اُن کی عبارتوں کا ثبوت دے اور نہ دے سکے تو کسی علمی بحث یا انسانی بات میں کسی عاقل کے لگنے کے قابل اپنا منہ بنا سکے ؎

اسی کو تکتی یہ لپکا کہ کوئی منہ لگے تیرے

جو تجھ سے بڑھ کے گندا بیہودہ پاجی منہ لگے تیرے

بھلا یہ تو اصغر حسین جی دیوبندی و مرتضی حسن جی دربھنگی و حسین احمد جی اجودھیا باشی کے تانگے تھے خود پرانے جہان دیدہ گرم و سرد چشیدہ عالیجناب تھانوی صاحب کا چرخہ ملاحظہ ہو۔

ارے بے دم ہے کسی وہابی بے دم میں

اسی ذی القعدہ ۱۳۲۸ھ کی ۲۰ تاریخ کو اعلیحضرت مجدد دین وملت نے "تھانوی صاحب کا چرخہ" کے نام ایک مفاوضہ عالیہ مسمّٰی بنام تاریخی ابحاث اخیرہ (۱۳۲۸ھ) امضا فرمایا جس کے تذکارات نمبر ۹ میں ارشاد ہوا: "یہ مانا کہ جب جواب بن ہی نہ پڑے تو کیا کیجئے، کس گھر سے دیجئے، مگر والا جنابا! ایسی ایسی صورتوں

میں انصاف یہ تھا کہ اپنے اتباع کا منہ بند کرتے معاملہ دین میں ایسی ناگفتنی حرکات پر انھیں لجاتے شرماتے۔ اگرجناب کی طرف سے ترغیب نہ تھی تو کم ازکم آپ کے سکوت نے انھیں شہ دی یہاں تک کہ انھوں نے سیف النقی جیسی تحریر شائع کی جس کی نظیر آج تک کسی آریہ یا پادری سے بھی بن نہ پڑی۔"

پھر استفسارات میں فرمایا:

"(۷) آخر آپ بھی اللہ واحد قہار جل وعلا کا نام تو لیتے ہیں اُسی واحد قہار جبار کی شہادت سے بتائیے کہ یہ حرکات جو آپ کے یہاں کے علمائے مناظرین کر رہے ہیں صاف صریح اُن کے عجز کامل اور نہایت گندے حملۂ بزدل کی دلیل روشن ہیں یا نہیں۔

(۸) جو حضرات ایسی حرکات اور اتنی بے تکلفی اختیار کریں، چھپوائیں، بیچیں، بانٹیں، شائع وآشکار کریں، پیش کریں، حوالہ دیں، افتخار کریں، امور مذکورہ کو روا رکھیں، ترکِ انسداد وانکار کریں کسی عاقل کے نزدیک لائقِ خطاب ٹھہر سکتے ہیں یا صاف ظاہر ہوگیا کہ مناظرہ آخر ہوگیا۔

(۹) اُسی واحد قہار جل جلالہ کی شہادت سے یہ بھی بتادیجئے کہ وہ رسالہ ملعونہ جو خاص جناب کے مدرسہ دیوبند سے اشاعت ہو رہا ہے اس اشاعت کی آپ کو اطلاع تو ظاہر مگر اس میں آپ کے مشورے آپ کی شرکت ہے یا نہیں؟ نہیں تو آپ کی رضا ورغبت ہے یا نہیں، نہیں تو آپ کو سکوت اور اس سکوت کا محصل اجازت ہے یا نہیں" الخ۔

تھانوی صاحب حسبِ عادت خاموش وخود فراموش، غرض بات وہی ہے کہ ایک حمام میں سب ننگے ع

بیحیا باش آنچہ خواہی کن

(بے حیا ہو جا پھر جو چاہے کر۔ ت)

خیر ایسوں کے منہ کہاں تک لگیں اصل بات جس پر اس تمہید کا آغاز تھا عرض کریں کہ اللہ عزوجل جن قلوب کو ہدایت فرماتا ہے اُن کا قدم ثبات جادۂ حق سے لغزش نہیں کرتا اگر ذریتِ شیطان وسوسے ڈالے تو اس پر اعتماد نہیں کرتے پھر جب امرِ حق جھلک دکھاتا ہے معاً ہوشیار ہوجاتے اور اُن کی آنکھیں کھُل جاتی ہیں اس کی تصدیق والا حضرت بالا درجت معلےٰ برکت حضرت سید حسین حیدر میاں صاحب قبلہ حسینی زیدی واسطی مارہری دامت برکاتہم کا واقعہ نفیسہ ہے حضرت والا اجلہ سادات عظام و صاحبزادگان سرکار مارہرہ مطہرہ وتلامذۂ اعلٰحضرت تاج الفحول محب الرسول مولٰنا مولوی حافظ حاجی شاہ محمد عبدالقادر صاحب قادری عثمانی بدایونی قدس سرہ الشریف سے ہیں لکھنؤ اپنے بعض اعزّہ کے

معالجہ کو تشریف لائے تھے۔ شیاطین عذاب خوارِ دیوبندیہ کی غزائیں تو ہندوستان میں برساتی حشرات الارض کی طرح پھیلی ہیں حضرت جھوائی ٹولہ میں فروکش تھے، دروازہ کے قریب ایک شب کچھ دیوبندی غزالوں کا آپس میں یہ ذکر کرتے سنا کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علم غیب کے قائل ہوگئے ہیں اور یہ عقیدہ کفر کا ہے، اور حسبِ عادت افترا و تہمت بک رہے تھے حضرت کو بہت ناگوار گزرا، مگر اللہ اکبر اُدھر رب عزوجل کا ارشاد کہ :

ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا[1] جب کوئی فاسق تمھارے پاس کچھ خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کرلو۔

ادھر حضرت میں دین متین کی حرارت، صبح ہی اعلٰحضرت مجدد المائۃ الحاضرہ کے نام والا نامہ تحریر فرمایا جس کے ہاشمی تیور یہاں تک تھے کہ "بہر نوع مجکو اپنی تسکین کی ضرورت ہے اگر آپ سے ممکن ہو تو فرما دیجئے" حتی کہ ارشاد فرمایا تھا "اگر اس میرے عریضہ کا جواب شافی آپ نہ دیںگے تو یہ عقیدہ علم غیب کا مجکو اپنا تبدیل کرنا پڑے گا"۔

اعلٰحضرت مجددِ دین وملت نے فوراً یہ خط جو اس وقت بنام **خالص الاعتقاد** آپ کے پیشِ نظر ہے حضرتِ والا کو رجسٹری بھیجا اور اس کے ساتھ انباء المصطفٰی و حسام الحرمین و تمہید ایمان و بطش غیب و ظفر الدین الطیب وغیرہا بھی ارسال کئے۔ الحمدللہ کہ اُسی آیۂ کریمہ کا ظہور ہوا کہ تذکروا فاذا ھم مبصرون[2] تقوی والوں پر شیطان کچھ وسوسہ ڈالے تو وہ معاً ہوشیار ہوجاتے اور ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ اس خط و رسائل کو تمام وکمال تین ہفتہ میں ملاحظہ فرماکر حضرت والا نے یہ دو[ع] گرامی نامے اعلٰحضرت کو ارسال فرمائے :

نامۂ اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم و بہ نستعین ونصلی و نسلم علٰی نبیہ الکریم

حضرت مولٰنا و بالفضل اولٰنا دام ظلہم و برکاتہم وعمرہم۔

ازا حقر سید حسین حیدر بعد تسلیم نیاز عرض خدمت عالی اینکہ نوازش نامہ عالی عرضدار لایا

ع اب تک ان صاحبوں نے بھی کروٹ نہ لی وہ تو سب کو ایک ہی مرض الموت لاحق ہے ۱۲۔

---

[1] القرآن الکریم ۴۹ /۶ [2] القرآن الکریم ۷ /۲۰۱

معزز فرمایا او تعالیٰ ذاتِ والا کو بایں تجدید و تاسیس دین متین سلامت رکھے اس صدی کے مجدد اللہ تعالےٰ نے ہمارے سب کے واسطے ذات عالی کو بھیجا ہے رسائل عنایت فرمودۂ جناب میں نے حرف بحرف پڑھے اور تمام دن انھیں کے مطالعہ میں گزرتا ہے اگرچہ اس مسئلہ میں جو کچھ میں نے وقتاً فوقتاً آپ کی زبان سے سنا تھا اسی حبلِ متین کو مضبوط پکڑے ہوئے تھا اب اس تقریر والا نے تو میرے اس عقیدہ کو ایسا فولاد کردیا ہے کہ جس کا بیان نہیں فتوٰی انباء المصطفٰے نے بوجہ اپنی طبع کے مجھ کو کوئی فائدہ نہیں دیا اور نہ اس تحریر کے بعد مجھ کو حاجت رہی، نسخہ "تمہیدِ ایمان" کو دیکھ کر میں اپنی مسرت کا حال کیا عرض کروں علمائے حرمین شریفین نے جو کچھ تحریر فرمایا وہ مشتے نمونہ خروار ہے اور میرا یہی عقیدہ ہے اخوت اسلامی ورشتۂ خاندانی سے قطع نظر کرکے ابتدائے میرا یہی عقیدہ ہے کہ اب ہندوستان وعرب میں آپ کا مثل نہیں ہے اور یہ امر بلا مبالغہ میرے دل میں راسخ ہوگیا ہے وہ لوگ جن سے اس بات میں مجھ سے گفتگو ہوئی تھی ابھی تک مجھ کو نہیں ملے ہیں اب وہ ملیں تو رسالہ حرمین طیبین دکھاؤں اور جواب لوں میں نے دیوان نعت برادرم حسن رضاخان صاحب مرحوم کو لکھا مرحوم مجھ سے وعدہ فرماگئے تھے کہ بعد طبع تجھ کو ضرور بھیجوں گا اللہ تعالٰی ان کو اپنی آغوش رحمت میں رکھے۔ مورخہ ، ربیع الثانی یوم دوشنبہ رسائل مطبوعہ جدید مجھ کو ضرور مع دیوان بھیج دیں آج کل انھیں سے دل بہلتا ہے مکرر وہی مطالعہ میں رہتے ہیں اللہ تعالٰی آپ کو زندہ وسلامت رکھے، زیادہ نیاز۔ فقط، احقر سید حسین حیدر از لکھنؤ جھوائی ٹولہ، مکان حکیم حسن رضا مرحوم۔

اس مدت میں رسائل کین کش پنجہ پیچ و بارشِ سنگی و پیکان جانگداز بھی بفضلہٖ تعالےٰ تیار ہوگئے کہ حسب الحکم مع دیوان نعت شریف مصنف حضرت مولٰنا مولوی حاجی حسن رضاخاں صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ روانہ خدمت حضرتِ والا کئے گئے اُدھر اس مدت میں حضرتِ والا کو وہ مخالفین بھی مل گئے جن کو یہ الٹی تلواریں دکھا کر حضرت نے پسپا کیا اور یہ دوسرا نامہ نامی احضا فرمایا :

نامۂ دوم

حضرت مولٰنا و بالفضل والمجد اولٰنا مدظلہم و برکاتہم علٰی سائر المسلمین۔ بعد تسلیم نیاز آنکہ پولندہ دیوان نعت شریف مع رسائل عطیہ حضور پہنچے اللہ آپ کو زندہ رکھے جن لوگوں سے میری گفتگو ہوئی تھی وہ انھیں مرتضٰی حسن دربھنگی کے اتباع میں ہیں، بارش سنگی واشتہارات میں نے سب سنائے

ع مراد آباد کی طبع دوم کا بہت ناقص چھپا تھا کہ پڑھنے میں دقت تھی ۱۲

اس پر بڑا تعجب ظاہر کیا، میں نے کہا کہ مولٰنا صاحب نے مناظرہ سے انکار نہ فرمایا، بلکہ ان شرائط پر مباحثہ و مناظرہ تمام طائفہ سے فرمایا، اشتہارات وغیرہ دیکھ کر کہا کہ یہ اُن تک پہنچے نہیں ورنہ وہ ایسے نہ تھے کہ رسالہ کا جواب فوری نہ دیتے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ تو پرانا منجھا ہوا سچ ہے کہ ڈاک لُٹ گئی۔ اُس پر کہا کہ اب ہم تحریر کرتے ہیں رسائل کا نام وغیرہ جو جواب آئے گا آپ کو مطلع کرینگے، پھر کہا کہ مولوی صاحب کو لازم نہ تھا کہ علمائے دین کی تکفیر کرتے قلم ان کا بہت تیز ہے۔ میں نے کہا کہ یہ قوم اعداء اللہ پر جہاد کے لئے پیدا ہوئی ہے، اب تلوار نہیں رہی تو خدائے تعالٰی نے وہی کاٹ چھانٹ ان کے قلم کو عطا فرما دی ہے اثنائے ذکر میں یہ بھی کہا کہ مولوی رشید احمد صاحب کے ایک شاگرد کے مقابلہ میں مولوی صاحب کا سارا رعب دشمن ہوگیا اگر وہاں سے چلے نہ آتے تو بڑی مشکل پڑتی۔ میں نے کہا یہ ہی ایک فقرہ آپ نے سچ فرمایا ہے آپ کے مضمون کی شہادت جو علماءِ حرمین نے دی ہے وہ میرے پاس ہے اسے دیکھ لیجئے کیسا کیسا بڑا لکھا مگر اس طرح کا کوئی فقرہ آپ نکال لائیں تو میں مانوں، عبارات میں نے پڑھنا شروع کیں اور اُن حیادارون کا رنگ متغیر ہونا شروع ہوا میں لاحول پڑھ کر اٹھ کھڑا ہوا فقط ۲۹-۴-۱۔

مسلمانو! حضرات کی عیاریاں مکاریاں حیاداریاں ملاحظہ کیں حضرت والا سید صاحب قبلہ دامت برکاتہم کی طرح جس بندہ کو خدا عقل و ایمان و انصاف دے گا وہ ان مکاروں ابلیس شعاروں پر لاحول ہی پڑھ کر اُٹھے گا۔ اب بعونہ تعالٰی خالص الاعتقاد مطالعہ کیجئے اور اپنے ایمان و یقین و محبت و غلامی حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تازگی دیجئے والحمد للہ رب العٰلمین وافضل الصلوٰۃ واکمل السلام علٰی سیدنا ومولٰنا واٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین اٰمین۔

سید عبدالرحمٰن غفرلہ

؎ اب تک ان صاحبوں نے بھی کروٹ نہ لی تو وہ سب کو ایک ہی مرض الموت لاحق ہے ۱۲۔

رسالہ

خالصُ الاعتقاد

۱۳ ۲۸ھ

(اعتقادِ خالص)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم

بشرف ملاحظۂ عالیہ حضرت والادرجت، بالامنزلت، عظیم البرکۃ حضرت مولنا مولوی سید حسین حیدر میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم العلیہ، بعد تسلیم وآداب خادمانہ عارض،

(۱) حضرتِ والا کو معلوم ہوگا کہ وہابیۂ گنگوہ و دیوبند و نانوتہ و تھانہ بھون و دہلی و سہسوان خذلہم اللہ تعالٰی نے اللہ عزّ وعلا و حضور پرنور سیّد الانبیاء علیہم افضل الصلوٰۃ والثناء کی شان میں کیا کیا کلماتِ ملعونہ

نوٹ: یہ کتاب حضرت گرامی مرتبت سید حسین حیدر میاں صاحب مارہروی علیہ الرحمہ کے ان خطوط کے جواب میں بطور مراسلہ لکھی گئی جو موصوف نے بعض دیابنہ کی الزام تراشیوں سے پیدا شدہ صورتِ حال پر پریشان ہوکر تحقیق کے لئے مصنف علیہ الرحمہ کو تحریر فرمائے تھے اور وہ خطوط چند صفحات قبل رسالہ کی تمہید میں مذکور ہیں۔

بکے، لکھے اور چھاپے، جن پر عامۂ علماء عرب و ہند نے ان کی تکفیر کی۔ کتاب حسام الحرمین مع تمہید ایمان و خلاصۂ فوائد فتاوی حاضرِ خدمت ہیں۔ زیادہ نہ ہو تو صرف دُو رسالے اولین تمہید ایمان و خلاصۂ فوائد کو حرفاً حرفاً ملاحظہ فرمالیں کہ حق آفتاب سے زیادہ واضح ہے۔

(۲) اس کتابِ مستطاب کی اشاعت پر خدا اور رسول (جل وعلا و صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کے بدگویوں کی جو حالتِ اضطراب و پیچ و تاب ہے بیان سے باہر ہے۔ دُو سال سے اسی کتاب کی طبع کے بعد چیختے چلاتے اور طرح طرح کے غل مچاتے۔ پرچوں، اخباروں میں گالیوں کے انبار لگاتے، سَو سَو پہلو بدلتے، اِدھر اُدھر پلٹے کھاتے ہیں، مگر اصل مبحث کا جواب دینا درکنار اس کا نام لئے ہول کھاتے ہیں۔ بدگویوں میں مرتضے حسن چاندپوری دیوبندی اور ان کے یارِ غار ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد صرف اسی لئے غل مچانے، بکتیں بدلنے، گالیاں چھاپنے کے لئے منتخب کئے گئے ہیں جن کے غل پر پانچ پانچ رسالے میرے احباب کے ان کو پہنچے ہوئے ہیں ان سب کا بھی جواب غائب اور چیخ بدستور۔ یہ تمام حال حضرتِ والا کو ملاحظہ رسالہ ظفر الدین الجید و ظفر الدین الطیب و اشتہار ضروری نوٹس و اشتہار نیا زمانہ کے ملاحظہ سے واضح ہوگا۔ سب مرسل خدمت ہیں، اور زیادہ تفصیل احباب فقیر کے رسالہ کین کش پنجہ پیچ و رسالہ بارش سنگی و رسالہ پیکان جانگداز کے ملاحظہ سے ظاہر ہوگی۔ یہ سب زیر طبع ہیں، بعد طبع بعونہٖ تعالٰی اُن سے کہہ دُوں گا کہ ارسالِ خدمتِ اقدس کریں۔

(۳) اب چند امور ضروری مختصراً عرض کروں کہ بعونہٖ تعالٰی اظہارِ حق و ابطالِ باطل کو بس ہوں۔

امر اول

وہابیہ کی افترا پردازیاں

ان چالوں کے علاوہ خدا و رسول جل وعلا و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بدگویوں نے اودھر یہ کر گانٹھا کہ کسی طرح معارضہ بالقلب کیجئے یعنی ادھر بھی کوئی بات ایسی نسبت کریں جس پر معاذ اللہ حکم کفر یا ضلال لگا سکیں۔

اس کے لئے مسئلہ غیب میں افترا چھانٹنے شروع کئے۔

(۱) کبھی یہ کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا علم ذاتی، بے عطائے الٰہی مانتا ہے۔

(۲) کبھی یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا علم، علمِ الٰہی سے مساوی جانتا ہے، صرف قِدم و

حدوث کا فرق کرتا ہے۔

(۳) کبھی یہ کہ باستثناء ذات وصفاتِ الٰہی باقی تمام معلوماتِ الٰہیہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا علم محیط بتاتا ہے۔

(۴) کبھی یہ کہ امورِ غیر متناہیہ بالفعل کو حضور پر نور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا علم بتفصیل تمام حاوی ٹھہراتا ہے۔

حالانکہ واحد قہار یہ دیکھ رہا ہے کہ یہ سب ان اشقیاء کا افترا ہے۔

سچے ہیں تو بتائیں کہ ان میں سے کون سا جملہ فقیر کے کس رسالے، کس فتوے، کس تحریر میں ہے؟

قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین[1] | تم فرماؤ لاؤ اپنی دلیل اگر سچے ہو۔(ت)

فاذ لم یاتوا بالشھداء فاولٰئک عند اللہ ھم الکٰذبون[2] | تو جب گواہ نہ لائے تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔(ت)

انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون بایٰت اللہ واولٰئک ھم الکٰذبون[3] | جھوٹ بہتان وہی باندھتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے اور وہی لوگ جھوٹے ہیں۔(ت)

یہی بیانات لوگوں کے سامنے بیان کرکے ان کو پریشان کرتے ہیں۔ ان کا پریشان ہونا حق بجانب ہے۔ اس پر اگر کوئی عالم مخالفت کرے تو ضرور اسے لائق ومناسب ہے۔ مفتریانِ کذاب اگر ان کلمات کا خود مجھ سے استفتاء کرتے تو سب سے پہلے ان باطل باتوں کا رد وابطال میں کرتا۔

فقیر نے مکہ معظمہ میں جو رسالہ "الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ" اس باب میں تصنیف کیا جس کی متعدد نقول علماءِ کرام مکہ نے لیں اس میں ان تمام خرافات کا رد صریح موجود ہے۔ ان اباطیل کُل یا بعض پر جو عالم مخالفت کرے یا رد لکھے وہ رد وخلاف حقیقۃً انھیں ملعون افتراؤں پر عائد ہوگا نہ اس پر جو ان اکاذیب سے بحمد اللہ ایسا بری ہے جیسے وہ مفتریانِ کذاب دین وحیا سے۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[4] | اور اب جاننا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔(ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۱
[2] القرآن الکریم ۲۴/ ۱۳
[3] " " ۱۶/ ۱۰۵
[4] " " ۲۶/ ۲۲۷

حضرتِ والا کو حق سبحانہٗ وتعالےٰ شفائے کامل وعاجل عطا فرمائے۔ اگر براہِ کرم قدیم لطفِ عمیم یہاں تشریف فرما ہوکر خادم نوازی کریں تو اصل رسالہ جس پر مولانا تاج الدین الیاس و مولانا عثمان بن عبد السلام مفتیانِ مدینہ منورہ کی اصل تقریظات اُن کی مُہری دستخطی موجود ہیں، نظرِ انور سے گزاروں گا۔

فی الحال اُس کی دو چار عبارات عرض کرتا ہُوں جن سے روشن ہوجائے گا کہ مفتریوں کے افترا کس درجہ باطل و بادر ہوا ہیں، جس کی نظیر یہی ہوسکتی ہے کہ کوئی بدباطن کہے کہ" اہلسنّت کا مذہب صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر تبرا اور صدیقہ طاہرہ (رضی اللہ تعالےٰ عنہا) پر بہتان اُٹھانا ہے"۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔ میرے رسالہ کی نظر اول میں ہے:

(۱) العلم ذاتی مختص بالمولٰی سبحٰنہ وتعالٰی لایمکن لغیرہ ومن اثبت شیئا منہ ولو ادنٰی من ادنٰی، من ادنٰی من ذرۃ لاحد من العٰلمین فقد کفر واشرک[1]

علمِ ذاتی اللہ عزوجل سے خاص ہے اس کے غیر کے لئے محال ہے، جو اس میں سے کوئی چیز اگرچہ ایک ذرّہ سے کمتر سے کمتر غیرِ خدا کے لئے مانے وہ یقیناً کافر و مشرک ہے۔

(۲) اُسی میں ہے:

اللاتناھی الکمی مخصوص بعلوم اللہ تعالٰی[2]

غیر متناہی بالفعل کو شامل ہونا صرف علمِ الٰہی کے لئے ہے۔

(۳) اُسی میں ہے:

احاطۃ احد من الخلق بمعلومات اللہ تعالٰی علٰی جھۃ التفصیل التام محال شرعا وعقلا بل لو جمع علوم جمیع العٰلمین اولًا و اٰخرًا لما کانت لہ نسبۃ ما اصلا الی علوم اللہ سبحٰنہ وتعالٰی حتی کنسبۃ حصۃ من الف الف حصص قطرۃ الی الف الف بحر[3]

کسی مخلوق کا معلوماتِ الٰہیہ کو بتفصیلِ تام محیط ہوجانا شرع سے بھی محال ہے اور عقل سے بھی۔ بلکہ اگر تمام اہلِ عالم اگلے پچھلوں سب کے جملہ علوم جمع کئے جائیں تو اُن کو علومِ الٰہیہ سے وہ نسبت نہ ہوگی جو ایک بُوند کے دس لاکھ حصّوں سے ایک حصے کو دس لاکھ سمندروں سے۔

---

[1] الدولۃ المکیۃ النظر الاول مطبع اہلسنت بریلی ص ۶

[2] " " " " " " ۱۰

[3] " " " " " " ۱۰

(۴) اسی کی نظر ثانی میں ہے:

نرھھ وبھں متا تقرران شبہۃ مساواۃ علوم المخلوقین طراجمعین بعلم ربنا اللہ العلمین ما کانت لتخطر ببال المسلمین[1]

ہماری تقریر سے روشن وتاباں ہوگیا کہ تمام مخلوق کے جملہ علوم مل کر بھی علم الٰہی سے مساوی ہونے کا شبہہ اس قابل نہیں کہ مسلمان کے دل میں اس کا خطرہ گزرے۔

(۵) اسی میں ہے:

قداقمنا الدلائل القاھرۃ علی ان احاطۃ علم المخلوق بجمیع المعلومات الالٰھیۃ محال قطعاً، عقلاً وسمعاً[2]

ہم قاہر دلیلیں قائم کرچکے کہ علم مخلوق کا جمیع معلوماتِ الٰہیہ کو محیط ہونا عقل وشرع دونوں کی رو سے یقیناً محال ہے۔

(۶) اسی کی نظر ثالث میں ہے:

العلم الذاتی والمطلق والمحیط التفصیلی مختص باللہ تعالٰی وما للعباد الا مطلق العلم العطائی[3]

علم ذاتی اور بالاستیعاب محیط تفصیلی یہ اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہیں بندوں کے لئے صرف ایک گونہ علم بعطائے الٰہی ہے۔

(۷) اسی کی نظر خامس میں ہے:

لانقول بمساواۃ علم اللہ تعالٰی ولا بحصولہ بالاستقلال ولا نثبت بعطاء اللہ تعالٰی ایضاً الا البعض[4]

ہم نہ علمِ الٰہی سے مساوات مانیں نہ غیر کے لئے علم بالذات جانیں، اور عطائے الٰہی سے بھی بعض علم ہی ملنا مانتے ہیں نہ کہ جمیع۔

میرا مختصر فتوٰی انباء المصطفٰی بمبئی مرادآباد میں تین بار ۱۳۱۸ھ سے ہزاروں کی تعداد میں طبع ہوکر شائع ہوا، ایک نسخہ اسی کا کہ رسالہ الکلمۃ العلیا کے ساتھ مطبوع ہوا مرسل خدمت ہے۔ اس سے بڑھ کر جس امر کا اعتقاد میری طرف کوئی نسبت کرے مفتری کذاب ہے اور اللہ کے یہاں اس کا حساب۔

---

[1] الدولۃ المکیہ النظر الثانی مطبع اہلسنت بریلی ص ۱۵

[2] " " " " " ۱۶

[3] " " " النظر الثالث " " ۱۹

[4] " " " النظر الخامس " " ۲۸

ف: الکلمۃ العلیا مصنفہ صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ

امر دوم

بندوں کو علم غیب عطا ہونے کی سندیں اور آیاتِ نفی کی مراد

انھیں عبارات سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ علمِ غیب کا خاصہ حضرتِ عزت ہونا بیشک حق ہے، اور کیوں نہ ہو کہ رب عزوجل فرماتا ہے:

قل لایعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللّٰہ[1] — تم فرمادو کہ آسمانوں اور زمین میں اللہ کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں۔

اور اس سے مراد وہی علم ذاتی وعلم محیط ہے کہ وہی باری عزوجل کے لئے ثابت اور اس سے مخصوص ہیں۔ علم عطائی کہ دوسرے کا دیا ہوا ہو، علم غیر محیط کہ بعض اشیاء سے مطلع بعض سے ناواقف ہو، اللہ عزوجل کے لئے ہو ہی نہیں سکتا، اس سے مخصوص ہونا تو دوسرا درجہ ہے۔ اور اللہ عزوجل کی عطا سے علوم غیب غیر محیط کا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ملنا بھی قطعاً حق ہے، اور کیوں نہ ہو کہ رب عزوجل فرماتا ہے:

(۱) وماکان اللّٰہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللّٰہ یجتبی من رسلہ من یشاء[2] — اللہ اس لئے نہیں کہ تم لوگوں کو غیب پر مطلع کرے ہاں اللہ اپنے رسولوں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے۔

(۲) اور فرماتا ہے:

عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدًا الا من ارتضی من رسول[3] — اللہ عالم الغیب ہے تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوا اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

(۳) اور فرماتا ہے:

وما ھو علی الغیب بضنین[4] — یہ نبی غیب کے بتانے میں بخیل نہیں۔

(۴) اور فرماتا ہے:

ذٰلک من انباء الغیب نوحیہ الیک[5] — اے نبی! یہ غیب کی باتیں ہم تم کو مخفی طور پر بتاتے ہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۷/ ۶۵
[2] القرآن الکریم ۳/ ۱۷۹
[3] 〃 ۷۲/ ۲۶
[4] 〃 ۸۱/ ۲۴
[5] 〃 ۱۲/ ۱۰۲

(۵) حتی کہ مسلمانوں کو فرماتا ہے:

یؤمنون بالغیب[1] غیب پر ایمان لاتے ہیں۔

ایمان تصدیق ہے اور تصدیق علم ہے جس شیئ کا اصلاً علم ہی نہ ہو اس پر ایمان لانا کیونکر ممکن، لاجرم تفسیر کبیر میں ہے:

(۶) لایمتنع ان تقول نعلم من الغیب مالنا علیہ دلیل[2] یہ کہنا کچھ منع نہیں کہ ہم کو اس غیب کا علم ہے جس میں ہمارے لئے دلیل ہے۔

(۷) نسیم الریاض میں ہے:

لم یکلفنا اللّٰہ الایمان بالغیب الا وقد فتح لنا باب غیبہ[3] ہمیں اللہ تعالٰی نے ایمان بالغیب کا جبھی حکم دیا ہے کہ اپنے غیب کا دروازہ ہمارے لئے کھول دیا ہے۔

فقیر نے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے کہا تھا یہ ائمہ، علماء جو اپنے لئے مان رہے ہیں معلوم نہیں کہ مخالفین ان پر کون سا حکم جڑیں۔

(۸ و ۹) امام شعرانی کتاب الیواقیت والجواہر میں حضرت شیخ اکبر سے نقل فرماتے ہیں:

للمجتہدین القدم الراسخ فی علوم الغیب[4] علم غیب میں مجتہدین کے لئے مضبوط قدم ہے۔

(۱۰ و ۱۱) مولٰنا علی قاری (کہ مخالفین براہ نافہمی اس مسئلہ میں ان سے سند لاتے ہیں) مرقاۃ شرح مشکوۃ شریف میں کتاب عقائد تالیف حضرت شیخ ابوعبداللہ شیرازی سے نقل فرماتے ہیں:

نعتقد ان العبد ینقل فی الاحوال حتی یصیر الی نعت الروحانیۃ فیعلم الغیب[5] ہمارا عقیدہ ہے کہ بندہ ترقی مقامات پا کر صفت روحانی تک پہنچتا ہے اس وقت اسے علم غیب حاصل ہوتا ہے۔

(۱۲) یہی علی قاری مرقاۃ میں اسی کتاب سے ناقل:

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۳

[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ۲/ ۳ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۲/ ۲۸

[3] نسیم الریاض فصل ومن ذٰلک ما اطلع علیہ من الغیوب مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۳/ ۱۵۱

[4] الیواقیت والجواہر البحث التاسع والاربعون داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۸۰

[5] مرقاۃ المفاتیح کتاب الایمان الفصل الاول تحت حدیث ۲ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۱۲۸

یطلع العبد علٰی حقائق الاشیاء ویتجلّی لہ الغیب وغیب الغیب[1]

نورِ ایمان کی قوت بڑھ کر بندہ حقائق اشیاء پر مطلع ہوتا ہے اور اس پر غیب نہ صرف غیب بلکہ غیب کا غیب روشن ہوجاتا ہے۔

(۱۳) یہی علی قاری اسی مرقاۃ میں فرماتے ہیں:

الناس ینقسم الٰی فطن یدرك الغائب کالمشاھد وھم الانبیاء والٰی من الغالب علیھم متابعۃ الحس ومتابعۃ الوھم فقط وھم اکثر الخلائق فلابدلھم من معلم یکشف لھم المغیبات وماھو الا النبی المبعوث لھذا الامر[2]

آدمی دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک وہ زیرک کہ غیب کو مشاہد کی طرح جانتے ہیں اور یہ انبیاء ہیں، دوسرے وہ جن پر صرف حس و وہم کی پیروی غالب ہے اکثر مخلوق اسی قسم کی ہے۔ تو ان کو ایک بتانے والے کی ضرورت ہے جو ان پر غیبوں کو کھول دے اور وہ بتانے والا نہیں مگر نبی کہ خود اس کام کے لئے بھیجا جاتا ہے۔

(۱۴ و ۱۵) یہی علی قاری شرح فقہ اکبر میں حضرت ابوسلیمان دارانی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ناقل:

الفراسۃ مکاشفۃ النفس ومعاینۃ الغیب وھی من مقامات الایمان[3]

فراستِ مومن (جس کا ذکر حدیث میں ارشاد ہوا ہے) وہ روح کا کشف اور غیب کا معاینہ ہے اور یہ ایمان کے مقاموں میں سے ایک مقام ہے۔

(۱۶ و ۱۷) امام ابن حجر مکی کتاب الاعلام، پھر علامہ شامی سل الحسام میں فرماتے ہیں:

الخواص یجوزان یعلموا الغیب فی قضیۃ او قضایا کما وقع لکثیر منھم واشتھر[4]

جائز ہے کہ اولیاء کو کسی واقعے یا وقائع میں علم غیب ملے جیسا کہ ان میں بہت کیلئے واقع ہوکر مشتہر ہوا۔

(۱۸ و ۱۹) تفسیر معالم و تفسیر خازن میں زیر قولہ تعالٰی "وماھو علی الغیب بضنین[5]" ہے:

یقول انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

یعنی اللہ عزوجل فرماتا ہے: "میرے نبی صلی اللہ تعالٰی

---

[1] مرقاۃ المفاتیح کتاب الایمان الفصل الاول تحت حدیث ۲ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۱۱۹

[2] " " " " " " ۱/ ۱۲۰

[3] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر خوارق العادات الخ مصطفی البابی مصر ص ۸۰

[4] الاعلام بقواطع الاسلام مکتبۃ الحقیقۃ بشارع دار الشفقۃ استنبول ترکی ص ۳۵۹
سل الحسام رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۲/ ۳۱۱

[5] القرآن الکریم ۸۱/ ۲۴

یاتیه علم الغیب فلا یبخل به علیکم بل یعلمکم[1]

علیہ وسلم کو غیب کا علم آتا ہے وہ تمھیں بتانے میں بخل نہیں فرماتے بلکہ تم کو بھی اس کا علم دیتے ہیں۔

(۲۰) تفسیر بیضاوی زیر قولہ تعالٰی "وعلمنٰه من لدنا علما[2]" ہے:

ای مما یختص بنا ولا یعلم الا بتوفیقنا وھو علم الغیوب[3]

یعنی اللہ عزوجل فرماتا ہے وہ علم کہ ہمارے ساتھ خاص ہے اور بے ہمارے بتائے ہوئے معلوم نہیں ہوتا وہ علم غیب ہم نے خضر کو عطا فرمایا ہے۔

(۲۱) تفسیر ابن جریر میں حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے:

قال انک لن تستطیع معی صبرا وکان رجلا یعلم علم الغیب قد علم ذٰلک[4]

حضرت خضر علیہ الصلٰوۃ والسلام نے موسٰی علیہ السلام سے کہا: آپ میرے ساتھ نہ ٹھہر سکیں گے۔ خضر علم غیب جانتے تھے انھیں علم غیب دیا گیا تھا۔

(۲۲) اُسی میں ہے عبداللہ ابن عباس نے فرمایا: خضر علیہ الصلٰوۃ والسلام نے کہا:

لم تحط من علم الغیب بما اعلم[5]

جو علم غیب میں جانتا ہوں آپ کا علم اُسے محیط نہیں۔

(۲۳) امام قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں فرماتے ہیں:

النبوۃ التی ھی الاطلاع علی الغیب[6]

نبوت کے معنی ہی یہ ہیں کہ علم غیب جاننا۔

(۲۴) اُسی میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اسم مبارک نبی کے بیان میں فرمایا:

النبوۃ ماخوذۃ من النباء وھو الخبر ای ان اللہ تعالٰی اطلعه علی غیبه[7]

حضور کو نبی اس لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالٰی نے حضور کو اپنے غیب کا علم دیا۔

---

[1] معالم التنزیل تحت آیۃ ۸۱/۲۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۴/۴۲۲
لباب التاویل فی معانی التنزیل (تفسیر الخازن) " " " " " ۴/۳۹۹

[2] القرآن الکریم ۱۸/۶۵

[3] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) تحت آیۃ ۱۸/۶۵ دارالفکر بیروت ۳/۵۱۰

[4] جامع البیان (تفسیر الطبری) " ۱۸/۶۷ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۵/۳۲۳

[5] " " ۱۸/۶۸ " " " " "

[6] المواہب اللدنیہ المقصد الثانی الفصل الاول المکتب الاسلامی بیروت ۲/۴۷

[7] " " " " " ۲/۴۵ و ۴۶

(۲۵) اُسی میں ہے:

قد اشتھر و انتشر امرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بین اصحابہ بالاطلاع علی الغیوب[1]

بے شک صحابہ کرام میں مشہور و معروف تھا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو غیبوں کا علم ہے۔

(۲۶) اُسی کی شرح زرقانی میں ہے:

اصحابہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جازمون باطلاعہ علی الغیب[2]

صحابہ کرام یقین کے ساتھ حکم لگاتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو غیب کا علم ہے۔

(۲۷) علی قاری شرح بُردہ شریف میں فرماتے ہیں:

علمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حاو لفنون العلم (الٰی ان قال) ومنہا علمہ بالامور الغیبیۃ[3]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا علم اقسامِ علم کو حاوی ہے غیبوں کا علم بھی علمِ حضور کی شاخوں سے ایک شاخ ہے۔

(۲۸) تفسیر امام طبری اور تفسیر درمنثور میں بروایت ابوبکر بن ابی شیبہ استاذ امام بخاری و مسلم وغیرہ ائمہ محدثین سیدنا امام مجاہد تلمیذِ خاص حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ہے:

انہ قال فی قولہ تعالٰی ولئن سألتھم لیقولن انما کنا نخوض ونلعب قال رجل من المنافقین یحدثنا محمد ان ناقۃ فلان بوادی کذا وکذا وما یدریہ بالغیب[4]

انھوں نے فرمایا اللہ کے قول "ولئن سألتھم" الخ کی تفسیر میں کہ منافقین میں سے ایک شخص نے کہا کہ محمد (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) ہم سے بیان کرتے ہیں کہ فلاں کی اونٹنی فلاں فلاں وادی میں ہے بھلا وہ غیب کی باتیں کیا جانیں۔ (ت)

یعنی کسی کا ناقہ گم ہوگیا تھا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ "وہ فلاں جنگل میں ہے۔" ایک منافق

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الثامن الفصل الثالث المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۵۵۴

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ " " " " " دار المعرفۃ بیروت ۷/ ۲۰۰

[3] الزبدۃ العمدۃ شرح البردۃ تحت شعر وواقفون لدیہ عند حدھم الخ جمعیۃ علماء سکندریہ خیرپور سندھ ص ۵۷

[4] جامع البیان (تفسیر الطبری) تحت آیۃ ۹/ ۶۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۰/ ۱۹۶

الدر المنثور بحوالہ ابن ابی شیبہ وغیرہ " " " " " " " " ۴/ ۲۱۰

بولا، "محمد غیب کیا جانیں"۔ اسی پر اللہ عزوجل نے یہ آیت کریمہ اتاری کہ ان سے فرما دیجئے کہ " اللہ اور اس کے رسول اور اس کی آیتوں سے ٹھٹھا کرتے ہو، بہانے نہ بناؤ، تم کافر ہو چکے ایمان کے بعد۔

حضرت ملاحظہ فرمائیں کہ یہ آیت مخالفین پر کیسی آفت ہے!

وہابیہ پر غضبوں کی ترقیاں

ان پر **پہلا غضب** ائمہ کے اقوال تھے کہ دریا سے قطرہ عرض کئے ان پر تو یہیں تک تھا کہ یہ سب ائمہ دین ان مخالفینِ دین کے مذہب پر معاذ اللہ کافر و مشرک ٹھہرتے ہیں۔

دوسرا غضب اُس سے زیادہ آفت اُس حدیث ابن عباس میں تھی کہ معاذ اللہ عبد اللہ ابن عباس خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علمِ غیب بتا کر کافر قرار پاتے ہیں۔

تیسرا غضب اُس سے عظیم تر اشد آفت مواہب شریف اور زرقانی کی عبارات میں تھی کہ نہ صرف عبد اللہ ابن عباس بلکہ عام صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علمِ غیب پر ایمان لاکر وہابیہ کے دھرم میں کافر ہوئے جاتے ہیں۔

چوتھا غضب اُس سے سخت تر ہولناک آفت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کی دوسری حدیث میں تھی کہ سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی ہیں خود اپنے لئے علمِ غیب بتا کر معاذ اللہ (خاکم بدہن وہابیہ) کافر ٹھہرتے ہیں۔

پانچواں غضب اُس سے بھی انتہا درجہ کی حد سے گزری ہوئی آفت کہ سیدنا موسٰی کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ اجماعاً، قطعاً، یقیناً، ایماناً اللہ کے رسول و نبی اور اولوالعزم من الرسل سے ہیں وہابیہ کی تکفیر سے کہاں بچتے ہیں۔

خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود ان سے کہا کہ مجھے علمِ غیب ہے جو آپ کو نہیں، اور موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر کچھ انکار نہ فرمایا۔ کیا اس پر ایک وہابی نہ کہے گا کہ افسوس ایک ناؤ کا تختہ توڑ دینے یا گرتی دیوار بے اُجرت سیدھی کر دینے پر وہ اعتراض کہ باوصفِ وعدہ صبر نہ ہو سکا اور وہابی شریعت کی رُو سے مُنہ بھر کلمۂ کفر سُنا اور شربت کا گھونٹ پی کر چُپ رہے۔

خیر، ان سب آفتوں کا وہابیہ کے پاس تین کہاوتوں سے علاج تھا:

موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت خضر کے لئے علم غیب تسلیم کیا تو وہابیہ کہہ سکتے تھے کہ موسٰی بدین خود مایاں بدین خود، حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے لئے علمِ غیب بتایا تو وہ اس شیطانی مثل کی آڑ لے سکتے تھے

کرناؤکس نے ڈبوئی، خواجہ خضر نے۔

ابن عباس وصحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے علم غیب جانا تو کسی دہن دریدہ وہابی کو کہتے کیا لگتا کہ:

پیران نمی پرند مریداں مے پرانند
(پیر نہیں اڑتے بلکہ مرید انھیں اڑاتے ہیں۔ ت)

لعنۃ اللہ علی الظّٰلمین (ظالموں پر اللہ تعالٰی کی لعنت۔ ت)

مگر چھٹا غضب دھر کی قیامت تو خود اللہ واحد قہار نے ڈھادی، پورا قہر اس آیہ کریمہ اور اس کی شانِ نزول نے توڑا، یہاں اللہ عزوجل یہ حکم لگا رہا ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی غیب دانی سے منکر ہو وہ کافر ہے، وہ اللہ ورسول سے ٹھٹھا کرتا ہے، وہ کلمہ گوئی کرکے مرتد ہوتا ہے، افسوس کہ یہاں اس چوتھی مثل کے سوا کچھ گنجائش نہیں کہ ؎

ما ز یاراں چشم یاری داشتیم خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم
(ہم نے دوستوں سے دوستی کی امید رکھی تھی جو کچھ ہم نے گمان کیا وہ خود غلط تھا۔ ت)

بھلا جس خدا کی توحید بنی رکھنے کے لئے نبی سے بگاڑی، رسولوں سے بگاڑی، سب کے علم پر دولتی جھاڑی، غضب ہے وہی خدا وہابیہ کو چھوڑ کر رسول کا ہو جائے، الٹا وہابیہ پر حکم کفر لگائے، سچ ہے اب کسی سے دوستی کا دھرم نہ رہا، معلوم نہیں کہ اب مخالفین اپنے سرگروہوں کا فتوٰی مانتے ہیں یا اللہ واحد قہار کا۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ (نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے نہ ہی نیکی کرنے کی قوت مگر بلندی وعظمت والے خدا کی طرف سے۔ ت)۔

امر سوم

ذاتی وعطائی کی جانب علم کا انقسام اور علماء کی تصریحات

مخالفین کو تو محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فضائل کریمہ کی دشمنی نے اندھا بہرا کردیا، انھیں حق نہیں سوجھتا مگر تھوڑی سی عقل والا سمجھ سکتا ہے کہ یہاں کچھ بھی دشواری نہیں۔

علم یقیناً اُن صفات میں سے ہے کہ غیر خدا کو بعطائے خدا مل سکتا ہے، تو ذاتی وعطائی کی طرف اس کا انقسام یقینی، یونہی محیط وغیر محیط کی تقسیم بدیہی۔ ان میں اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہونے کے

قابل صرف ہر تقسیم کی قسم اول ہے یعنی علم ذاتی و علم محیط حقیقی۔

تو آیات و احادیث و اقوالِ علماء جن میں دوسرے کے لئے اثباتِ علمِ غیب سے انکار ہے اُن میں قطعاً یہی قسمیں مراد ہیں۔ فقہا کہ حکمِ تکفیر کرتے ہیں انھیں قسموں پر حکم لگاتے ہیں کہ آخر بنائے تکفیر یہی تو ہے کہ خدا کی صفتِ خاصہ دُوسرے کے لئے ثابت کی۔ اب یہ دیکھ لیجئے کہ خدا کے لئے علم ذاتی خاص ہے یا عطائی۔ حاش اللہ علم عطائی خدا کے ساتھ ہونا درکنار خدا کے لئے محال قطعی ہے کہ دوسرے کے دیئے سے اسے علم حاصل ہو پھر خدا کے لئے علم محیط حقیقی خاص ہے یا غیر محیط، حاشا اللہ علم محیط خدا کے لئے محال قطعی ہے جس میں بعض معلومات مجہول رہیں، تو علمِ عطائی غیر محیط حقیقی غیر خدا کے لئے ثابت کرنا خدا کی صفتِ خاصہ ثابت کرنا کیونکر ہوا کہ تکفیرِ فقہاء اگر اس طرف ناظر ہو تو معنٰے یہ ٹھہریں گے کہ دیکھو تم غیر خدا کے لئے وہ صفت ثابت کرتے ہو جو زنہار خدا کی صفت نہیں ہوسکتی لہذا کافر ہو یعنی وہ صفت غیر کے لئے ثابت کرنی چاہیے تھی جو خاص خدا کی صفت ہے، کیا کوئی احمق سا احمق ایسا اخبث جنون گوارا کرسکتا ہے ولکن النجدیۃ قوم لایعقلون (لیکن نجدی بے عقل قوم ہے۔ ت)

(۲۹ و ۳۰) امام ابن حجر مکی فتاوٰی حدیثیہ میں فرماتے ہیں:

وماذکرناہ فی الاٰیۃ صرح بہ النووی رحمہ اللہ تعالٰی فی فتاواہ فقال معناھا لایعلم ذٰلک استقلالا وعلم احاطۃ بکل المعلومات الا اللہ تعالٰی[1]

یعنی ہم نے جو آیات کی تفسیر کی امام نووی رحمہ اللہ تعالٰی نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تصریح کی، فرماتے ہیں آیت کے معنٰی یہ ہیں کہ غیب کا ایسا علم صرف خدا کو ہے جو بذاتِ خود ہو اور جمیع معلومات کو محیط ہو۔

(۳۱) نیز شرح ہمزیہ میں فرماتے ہیں:

انہ تعالٰی اختص بہ لکن من حیث الاحاطۃ فلاینافی ذٰلک اطلاع اللہ تعالٰی لبعض خواصہ علٰی کثیر من المغیبات حتی من الخمس التی قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فیھن خمس لایعلمھن الا اللہ[2]

غیب اللہ کے لئے خاص ہے مگر بمعنٰی احاطہ تو اس کے منافی نہیں کہ اللہ تعالٰی نے اپنے بعض خاصوں کو بہت سے غیبوں کا علم دیا یہاں تک کہ ان پانچ میں سے جن کو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے۔

---

[1] فتاوٰی حدیثیہ مطلب فی حکم ما اذا قال فلان یعلم الغیب مصطفی البابی مصر ص ۲۲۸

[2] افضل القراء لقراء ام القرٰی تحت شعر لک ذات العلوم الخ مجمع الثقافی ابوظبی ۴۴-۱۴۳

(۳۲) تفسیر کبیر میں ہے:

قولہ ولا اعلم الغیب یدل علی اعترافہ بانہ غیر عالم بکل المعلومات[1]

یعنی آیت میں جو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ارشاد ہوا تم فرمادو میں غیب نہیں جانتا، اس کے یہ معنی ہیں کہ میرا علم جمیع معلوماتِ الٰہیہ کو حاوی نہیں۔

(۳۳ و ۳۴) امام قاضی عیاض شفا شریف اور علامہ شہاب الدین خفاجی اس کی شرح نسیم الریاض میں فرماتے ہیں:

(ہذہ المعجزۃ) فی اطلاعہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی الغیب (المعلومۃ علی القطع) بحیث لایمکن انکارھا او التردد فیہا لاحد من العقلاء (لکثرۃ رواتہا و اتفاق معانیہا علی الاطلاع علی الغیب) وھذا لاینافی الاٰیات الدالۃ علی انہ لایعلم الغیب الا اللہ وقولہ ولوکنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر فان المنفی علمہ من غیر واسطۃ واما اطلاعہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علیہ باعلام اللہ تعالٰی لہ فامر متحقق بقولہ تعالٰی فلا یظہر علٰی غیبہ احدا الا من ارتضٰی من رسول[2]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا معجزہ علم غیب یقیناً ثابت ہے جس میں کسی عاقل کو انکار یا تردد کی گنجائش نہیں کہ اس میں احادیث بکثرت آئیں اور ان سب سے بالاتفاق حضور کا علم غیب ثابت ہے اور یہ ان آیتوں کے کچھ منافی نہیں جو بتاتی ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا اور یہ کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اس کہنے کا حکم ہوا کہ میں غیب جانتا تو اپنے لئے بہت خیر جمع کرلیتا۔ اس لئے کہ آیتوں میں نفی اس علم کی ہے جو بغیر خدا کے بتائے ہو اور اللہ تعالٰی کے بتائے سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو علم غیب ملنا تو قرآن عظیم سے ثابت ہے کہ اللہ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوا اپنے پسندیدہ رسول کے۔

(۳۵) تفسیر نیشاپوری میں ہے:

لا اعلم الغیب فیہ دلالۃ علی ان الغیب بالاستقلال لایعلمہ الا اللہ[3]

آیت کے یہ معنی ہیں کہ علم غیب جو بذاتِ خود ہو وہ خدا کے ساتھ خاص ہے۔

---

[1] مفاتیح الغیب

[2] نسیم الریاض شرح الشفا للقاضی عیاض ومن ذٰلک ما اطلع علیہ من الغیوب مرکز اہلسنت برکات رضا ۳/ ۱۵۰

[3] غرائب القرآن (تفسیر النیسابوری) تحت آیۃ ۶/ ۵۰ مصطفی البابی مصر ۶/ ۱۱۰

www.alahazratnetwork.org

(۳۶) تفسیر انموذج جلیل میں ہے :

معناہ لایعلم الغیب بلا دلیل الا اللہ او بلا تعلیم الا اللہ او جمیع الغیب الا اللہ۔[1]

آیت کے یہ معنی ہیں کہ غیب کو بلا دلیل و بلا تعلیم جاننا یا جمیع غیب کو محیط ہونا یہ اللہ تعالٰی کے ساتھ خاص ہے۔

(۳۷) جامع الفصولین میں ہے :

یجاب بانہ یمکن التوفیق بان المنفی ھو العلم بالاستقلال لا العلم بالاعلام او المنفی ھو المجزوم بہ لا المظنون ویؤیدہ قولہ تعالٰی اتجعل فیھا من یفسد فیھا الاٰیۃ لانہ غیب اخبر بہ الملئکۃ ظنا منھم او باعلام الحق فینبغی ان یکفر لو ادعاہ مستقلا لا لو اخبر بہ باعلام فی نومہ او یقظتہ بنوع من الکشف اذ لا منافاۃ بینہ وبین الاٰیۃ لما مر من التوفیق۔[2]

(یعنی فقہاء نے دعوٰی علم غیب پر حکم کفر کیا اور حدیثوں اور ائمہ ثقات کی کتابوں میں بہت غیب کی خبریں موجود ہیں جن کا انکار نہیں ہوسکتا) اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں تطبیق یوں ہوسکتی ہے کہ فقہاء نے اس کی نفی کی ہے کہ کسی کے لئے بذاتِ خود علم غیب مانا جائے، خدا کے بتائے سے علم غیب کی نفی نہ کی، یا نفی قطعی کی ہے نہ ظنی کی، اور اس کی تائید یہ آیت کریمہ کرتی ہے : فرشتوں نے عرض کی کیا تو زمین میں ایسوں کو خلیفہ کرے گا جو اس میں فساد و خونریزی کریں گے۔ ملائکہ غیب کی خبر بولے مگر ظنّاً یا خدا کے بتائے سے، تو تکفیر اس پر چاہئے کہ کوئی بے خدا کے بتائے علم غیب ملنے کا دعوٰی کرے نہ یوں کہ براہِ کشف جاگتے یا سوتے میں خدا کے بتائے سے، ایسا علم غیب آیت کے کچھ منافی نہیں۔

(۳۸ و ۳۹) ردالمحتار میں امام صاحبِ ہدایہ کی مختارات النوازل سے ہے :

لو ادعی علم الغیب بنفسہ

اگر بذاتِ خود علم غیب حاصل کرلینے کا دعوٰی

---

[1]

[2] جامع الفصولین الفصل الثامن والثلاثون اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۰۲

یکفر[1]

کرے تو کافر ہے۔

(۴۰ تا ۴۴) اسی میں ہے:

قال فی التتارخانیة وفی الحجة ذکر فی الملتقط انه لایکفر لان الاشیاء تعرض علٰی روح النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم وان الرسل یعرفون بعض الغیب قال اللہ تعالٰی عالم الغیب فلا یظھر علٰی غیبه احدا الا من ارتضٰی من رسول اھ، قلت بل ذکروا فی کتب العقائد ان من جملة کرامات الاولیاء الاطلاع علٰی بعض المغیبات وردوا علی المعتزلة المستدلین بھذہ الاٰیة علٰی نفیھا[2]

تاتارخانیہ میں ہے کہ فتاوٰی حجہ میں ہے ملتقط میں فرمایا کہ "جس نے اللہ و رسول کو گواہ کرکے نکاح کیا کافر نہ ہوگا اس لئے کہ اشیاء نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی روح مبارک پر عرض کیجاتی ہیں اور بیشک رسولوں کو بعض علم غیب ہے، اللہ تعالٰی فرماتا ہے "غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو"۔ علامہ شامی نے فرمایا کہ بلکہ ائمہ اہلسنت نے کتب عقائد میں فرمایا کہ بعض غیبوں کا علم ہونا اولیاء کی کرامت سے ہے اور معتزلہ نے اس آیت کو اولیاء کرام سے اس کی نفی پر دلیل قرار دیا۔ ہمارے ائمہ نے اس کا رَد کیا یعنی ثابت فرمایا کہ آیہ کریمہ اولیاء سے بھی مطلقاً علم غیب کی نفی نہیں فرماتی۔

(۴۵) تفسیر غرائب القرآن و رغائب الفرقان میں ہے:

لم ینف الا الدرایة من قبل نفسه وما نفی الدرایة من جھة الوحی[3]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اپنی ذات سے جاننے کی نفی فرمائی ہے خدا کے بتائے سے جاننے کی نفی نہیں فرمائی۔

(۴۶ و ۴۷) تفسیر جمل شرح جلالین و تفسیر خازن میں ہے:

المعنی لا اعلم الغیب الا ان

آیت میں جو ارشاد ہوا کہ میں غیب نہیں جانتا

---

[1] ردالمحتار کتاب الجہاد باب المرتد دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۹۷

[2] " کتاب النکاح قُبیل فصل فی المحرمات " " ۲/ ۲۷۶

[3] غرائب القرآن (تفسیر النیساپوری) تحت آیۃ ۹/ ۴۶ مصطفی البابی مصر ۲۶/ ۸

یطلعنی اللّٰہ تعالٰی علیہ[1]

اس کے معنٰی یہ ہیں کہ میں بے خدا کے بتائے نہیں جانتا۔

(۴۸) تفسیر البیضاوی میں ہے:

لا اعلم الغیب مالم یوح الیّ ولم ینصب علیہ دلیل[2]

آیت کے یہ معنی ہیں کہ جب تک کوئی وحی یا کوئی دلیل قائم نہ ہو مجھے بذاتِ خود غیب کا علم نہیں ہوتا۔

(۴۹) تفسیر عنایۃ القاضی میں ہے:

وعندہ مفاتیح الغیب وجہ اختصاصھا بہ تعالٰی انہ لایعلمہا کماھی ابتداءً الّاھو[3]

یہ جو آیت میں فرمایا کہ غیب کی کنجیاں اللہ ہی کے پاس ہیں اُس کے سوا انھیں کوئی نہیں جانتا اس خصوصیت کے یہ معنی ہیں کہ ابتداءً بغیر بتائے ان کی حقیقت دوسرے پر نہیں کھلتی۔

(۵۰) تفسیر علامہ نیشاپوری میں ہے:

(قل لااقول لکم) لم یقل لیس عندی خزائن اللّٰہ لیعلم ان خزائن اللّٰہ وھی العلم بحقائق الاشیاء وماھیاتھا عندہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم باستجابۃ دعاءہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فی قولہ ارنا الاشیاء کما ھی ولکنہ یکلم الناس علٰی قدر عقولھم (ولا اعلم الغیب) ای لا اقول لکم ھذا مع انہ قال صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ

یعنی ارشاد ہوا کہ اے نبی! فرمادو کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔ یہ نہیں فرمایا کہ اللہ کے خزانے میرے پاس نہیں، بلکہ یہ فرمایا کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس ہیں، تاکہ معلوم ہوجائے کہ اللہ کے خزانے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس ہیں مگر حضور لوگوں سے ان کی سمجھ کے قابل باتیں فرماتے ہیں، اور وہ خزانے کیا ہیں، تمام اشیاء کی حقیقت و ماہیت کا علم حضور نے اسی کے ملنے کی دعا کی اور اللہ عزوجل نے قبول فرمائی۔ پھر فرمایا

[1] لباب التاویل (تفسیر الخازن) تحت الآیۃ ۷/ ۱۸۸ ۲/ ۲۸۰ و الفتوحات الالٰہیۃ (تفسیر الجمل) ۳/ ۱۵۸

[2] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) تحت آیۃ ۶/ ۵۰ دار الفکر بیروت ۲/ ۴۱۰

[3] عنایۃ القاضی علٰی تفسیر البیضاوی ″ ۶/ ۵۰ دار صادر بیروت ۴/ ۷۳

وسلم علمت ماکان وما سیکون[1] اھ مختصرًا۔

میں نہیں جانتا یعنی تم سے نہیں کہتا کہ مجھے غیب کا علم ہے۔ ورنہ حضور تو خود فرماتے ہیں مجھے ماکان و مایکون کا علم ملا یعنی جو کچھ ہو گزرا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے انتہی۔

29
29

الحمدُ ﷲ اس آیہ کریمہ کی کہ "فرمادو میں غیب نہیں جانتا" ایک تفسیر وہ بھی جو تفسیر کبیر سے گزری کہ احاطہ جمیع غیوب کی نفی ہے، نہ کہ غیب کا علم ہی نہیں۔

دوسری وہ بھی جو بہت کتب سے گزری کہ بے خدا کے بتائے جاننے کی نفی ہے نہ یہ کہ بتائے سے بھی مجھے علم غیب نہیں۔

اب بحمد اﷲ تعالٰی سب سے لطیف تر یہ تیسری تفسیر ہے کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ مجھے علم غیب ہے، اس لئے کہ اے کافرو! تم ان باتوں کے اہل نہیں ہو ورنہ واقع میں مجھے ماکان ومایکون کا علم ملا ہے۔ والحمد ﷲ رب العٰلمین۔

امرِ چہارم

علمِ غیب سے متعلق اجماعی مسائل

یہاں تک جو کچھ معروض ہوا جمہور ائمہ دین کا متفق علیہ ہے۔

(۱) بلاشبہہ غیر خدا کے لئے ایک ذرہ کا علم ذاتی نہیں اس قدر خود ضروریات دین سے اور منکر کافر۔

(۲) بلاشبہہ غیر خدا کا علم معلومات الٰہیہ کو حاوی نہیں ہوسکتا، مساوی درکنار تمام اولین و آخرین و انبیاء ومرسلین وملائکہ ومقربین سب کے علوم مل کر علوم الٰہیہ سے وہ نسبت نہیں رکھ سکتے جو کروڑہا کروڑ سمندروں سے ایک ذرا سی بوند کے کروڑویں حصے کو کہ وہ تمام سمندر اور یہ بوند کا کروڑواں حصہ دونوں متناہی ہیں، اور متناہی کو متناہی سے نسبت ضرور ہے بخلاف علوم الٰہیہ کہ غیر متناہی در غیر متناہی ہیں، اور مخلوق کے علوم اگرچہ عرش و فرش، شرق وغرب وجملہ کائنات از روز اول تا روز آخر کو محیط ہوجائیں آخر متناہی ہیں کہ عرش و فرش دو حدیں

---

[1] غرائب القرآن (تفسیر النیسابوری) تحت الآیۃ ۶/ ۵۰ مصطفی البابی مصر ۷/ ۱۱۲

ہیں۔ روزِ اول و روزِ آخر دو حدیں ہیں۔ اور جو کچھ دو حدوں کے اندر ہو سب متناہی ہے۔
بالفعل غیر متناہی کا علم تفصیلی مخلوق کو مل ہی نہیں سکتا تو جملہ علوم خلق کو علم الٰہی سے اصلاً نسبت ہونی ہی محال قطعی ہے نہ کہ معاذ اللہ توہم مساوات۔

(۳) یوں ہی اس پر اجماع ہے کہ اللہ عزوجل کے دیئے سے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو کثیر و وافر غیبوں کا علم ہے یہ بھی ضروریاتِ دین سے ہے جو اس کا منکر ہو کافر ہے کہ سرے سے نبوت ہی کا منکر ہے۔

(۴) اس پر بھی اجماع ہے کہ اس فضل جلیل میں محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا حصہ تمام انبیاء و تمام جہان سے اتم و اعظم ہے اللہ عزوجل کی عطا سے حبیب اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو اتنے غیبوں کا علم ہے جن کا شمار اللہ عزوجل ہی جانتا ہے مسلمانوں کا یہاں تک اجماع تھا مگر وہابیہ کو محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی عظمت کس دل سے گوارا ہو۔ انھوں نے صاف کہہ دیا کہ:

(۱) حضور کو دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہیں[۱]

(۲) وہ اور تو اور اپنے خاتمے کا بھی حال نہ جانتے تھے[۲] ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ:

(۳) خدا کے بتانے سے بھی اگر بعض مغیبات کا علم ان کے لئے مانے جب بھی شرک ہے[۳]

(۴) اس پر قہر یہ کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو تو دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہ مانیں اور ابلیس لعین کے لئے تمام زمین کا علم محیط حاصل جانیں[۴]

(۵) اس پر عذر کہ ابلیس کی وسعتِ علم نص سے ثابت ہے، فخرِ عالم کی وسعتِ علم کی کونسی نص قطعی ہے[۵]

(۶) پھر ستم، قہر یہ کہ جو کچھ ابلیس کے لئے خود ثابت مانا محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

---

[۱] البراہین القاطعۃ بحث علم غیب مطبع بلاسا واقع ڈھور ص ۵۱
[۲] " " " " " " " "
[۳] " " " " " " " "
[۴] " " " " " " " "
[۵] " " " " " " " "

کے لئے اس کے ماننے پر جھٹ حکمِ شرک جڑ دیا یعنی خاص صفت ابلیس کے لئے تو ثابت ہے وہ تو خدا کا شریک ہے، مگر حضور کے لئے ثابت کرو تو مشرک ہو۔

(۷) اس پر بعض غالی اور بڑھے اور صاف کہہ دیا کہ جیسا علمِ غیب محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر پاگل، ہر چوپائے کو ہوتا ہے[1]۔ انا للہ وانا الیہ راجعون (بے شک ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اُسی کی طرف پھرنا ہے۔ ت)

اصل بحث ان کلماتِ ملعونہ کی ہے، خبثاء کاوا کاٹ کر (پینترا بدل کر) اس سے بچتے اور علم کے خاص وغیر خاص ہونے کی بحث بے علاقہ لے دوڑتے ہیں کہ علمِ غیب کو آیات و احادیث نے خاص بخدا بتایا ہے۔ فقہائے دوسرے کے لئے اس کے اثبات کو کفر کہا ہے۔ اس کا جواب تو اوپر معروض ہو چکا کہ خدا کے ساتھ خاص وہی علم ذاتی و محیط حقیقی ہے غیر کے لئے اسی کے اثبات کو فقہاء کفر کہتے ہیں۔

علمِ عطائی غیر محیط حقیقی خدا کے لئے ہو ہی نہیں سکتا نہ کہ معاذ اللہ اس کی صفت خاصہ ہو یہ علم ہم نے نہ غیر خدا کے لئے مانا نہ وہ نصوص واقوال ہم پر وارد۔ مگر ان حضرات سے پُوچھئے کہ آیات و احادیث حصر واقوال فقہاء، علم عطائی غیر محیط حقیقی کو بھی شامل ہیں یا نہیں، اگر نہیں تو تمہارا کتنا جنون ہے کہ انھیں ہم پر پیش کرتے ہو ان کو ہمارے دعوے سے کیا منافات ہوئی اور اگر اسے بھی شامل ہیں تو اب بتایئے کہ گنگوہی صاحب آپ ابلیس کے لئے جو علم محیط زمین اور تھانوی صاحب آپ ہر پاگل ہر چوپائے کے لئے جو علم غیب کے قائل ہیں آیا اُن کے لئے علم ذاتی حقیقی مانتے ہیں یا اس کا غیر، بر تقدیر اول قطعاً کافر ہو، بر تقدیر ثانی بھی خود تمہارے ہی منہ سے وہ آیات وہ احادیث و اقوالِ فقہاء تم پر وارد۔ اور تم اپنے ہی پیش کردہ دلائل سے خود کافر و مرتد۔

اب کہئے، مفر کدھر؟

ہاں مفر وہی ہے کہ ابلیس اور پاگل اور چوپائے سب تو علمِ غیب رکھتے ہیں، آیات و احادیث و اقوالِ فقہاء اُن کے لئے نہیں، وہ تو صرف محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نفیِ علم کے لئے ہیں۔ الا لعنۃ اللہ علی الظّٰلمین (خبردار! ظالموں پر اللہ تعالٰی کی لعنت ہے۔ ت)

---

[1] تغییر العنوان مع حفظ الایمان   دریبہ کلاں دہلی بھارت   ص ۱۷

امر پنجم

علمِ غیب کی اختلافی حدود اور مسلکِ عرفاء

فضلِ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے منکروں کو جہنم جانے دیجئے۔ تتمہ کلام استماع فرمائیے، ان تمام اجماعات کے بعد ہمارے علماء میں اختلاف ہوا کہ بے شمار علوم غیب جو مولٰی عزوجل نے اپنے محبوب اعظم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو عطا فرمائے آیا وہ روزِ اول سے یومِ آخر تک تمام کائنات کو شامل ہیں جیسا کہ عموم آیات واحادیث کا مفاد ہے یا ان میں تخصیص ہے۔

بہت اہلِ ظاہر جانبِ خصوص گئے ہیں، کسی نے کہا متشابہات کا، کسی نے کہا خمس کا، کسی نے کہا ساعت کا، اور عام علماء باطن اور ان کے اتباع سے بکثرت علماء ظاہر نے آیات واحادیث کو ان کے عموم پر رکھا ماکان ومایکون جسے مذکور ہیں از انجا کہ غایت میں دخول وخروج دونوں محتمل ہیں ساعت داخل ہو یا نہیں بہرحال یہ مجموعہ بھی علومِ الٰہیہ سے ایک بعض خفیف بلکہ انباء المصطفٰی حاضر ہے۔

میں نے قصیدہ بردہ شریف اور اس کی شرح ملا علی قاری سے ثابت کیا ہے کہ علمِ الٰہی تو علمِ الٰہی جو غیر متناہی در غیر متناہی ہے، یہ مجموعہ ماکان ومایکون کا علم علومِ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سمندر سے ایک لہر ہے، پھر علمِ الٰہی غیر متناہی کے آگے اس کی کیا گنتی۔ اللہ کی قدر نہ جاننے والے اسی کو معاذ اللہ علمِ الٰہی سے مساوات ٹھہراتے ہیں وما قدروا اللہ حق قدرہٖ[1] (اللہ کی ویسی قدر نہ کی جیسی قدر کرنے کا حق ہے۔ ت)

اور واقعی جب ان کے امام الطائفہ کے نزدیک ایک پیڑ کے پتے گن دینے پر خدائی آگئی تو ماکان ومایکون تو بڑی چیز ہے۔ خیر انھیں جانے دیجئے یہ خاص مسئلہ جس طرح ہمارے علماءِ اہلسنت میں دائر ہے مسائل خلافیہ اشاعرہ وماتریدیہ کے مثل ہے کہ اصلاً محلِ لوم نہیں۔

ہاں ہمارا مختار قولِ اخیر ہے جو عام عرفائے کرام وبکثرت اعلام کا مسلک ہے، اس بارے میں بعض آیات واحادیث واقوالِ ائمہ حضرات کو فقیر کے رسالے انباء المصطفٰی میں ملیں گے، اور اللؤلؤ المکنون فی علم البشیر وماکان ومایکون وغیرہ رسائلِ فقیر میں بحمد اللہ تعالٰی کثیر ووافر ہیں

---

[1] القرآن الکریم ۳۱/۳۴

اور اقوالِ اولیائے کرام و علمائے عظام کی کثرت تو اس درجہ ہے کہ ان کے شمار کو ایک دفتر عظیم درکار، یہاں بطورِ نمونہ صرف بعض اشاراتِ ائمہ پر اقتصار، وما توفیقی الا باللّٰہ العزیز الغفار۔ حدیث صحیح جامع ترمذی جس میں نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

تجلّٰی لی کل شیئ وعرفتُ۔[1] — ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لی۔

اور فرمایا:

علمت ما فی السمٰوٰت وما فی الارض۔[2] — میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے۔

(۵۱) شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں اسی حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:

"دانستم ہرچہ در آسمانہا و ہرچہ در زمینہا بود" عبارت ست از حصول تمامہ علوم جزئی وکلی و احاطہ آں۔[3] — "میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں تھا" اس حدیث میں تمام علوم جزی وکلی کے حاصل ہونے اور ان کے احاطہ کرنے کا بیان ہے۔ (ت)

(۵۲) امام محمد بوصیری قصیدہ بُردہ شریف میں عرض کرتے ہیں:

فان من جودك الدنیا وضرتھا
ومن علومك علم اللوح والقلم[4]

یارسول اللہ! دنیا و آخرت دونوں حضور کی بخشش سے ایک حصہ ہیں اور لوح وقلم کا علم (جس میں تمام ماکان ومایکون ہے) حضور کے علوم سے ایک ٹکڑا ہے۔

(۵۳) علامہ علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

کون علمھما من علومہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان علومہ تتنوع الی الکلیات والجزئیات وحقائق و — لوح وقلم کا علم علومِ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ایک ٹکڑا اس لئے ہے کہ حضور کے علم متعدد انواع ہیں کلیات، جزئیات، حقائق،

---

[1] جامع سنن الترمذی کتاب التفسیر من سورۃ ص حدیث ۳۲۴۶ دارالفکر بیروت ۵/ ۱۶۰
[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۳۲۴۴ ؍؍ ؍؍ ۵/ ۱۵۹
[3] اشعۃ اللمعات کتاب الصلوٰۃ باب المساجد مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۳۳
[4] مجموع المتون متن قصیدۃ البردۃ الشئون الدینیۃ دولۃ قطر ص ۱۰

دقائق وعوارف ومعارف تتعلق بالذات والصفات وعلمهما یکون سطرا من سطور علمه ونهرًا من بحور علمه ثم مع هذا هو من برکة وجوده صلی الله تعالٰی علیه وسلم۔[1]

دقائق، عوارف اور معارف کہ ذات وصفاتِ الٰہی سے متعلق ہیں اور لوح وقلم کا علم تو حضور کے مکتوب علم سے ایک سطر اور اس کے سمندروں سے ایک نہر ہے پھر بایں ہمہ وہ حضور ہی کی برکت وجود سے تو ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

(۵۴) ام القریٰ شریف میں ہے:

وسع العٰلمین علمًا وحلمًا۔[2]

حضور کا علم وحلم تمام جہان کو محیط ہے۔

(۵۵) امام ابن حجر مکی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

لان الله تعالٰی اطلعه علی العالم فعلم علم الاولین والاٰخرین ماکان ومایکون۔[3]

اس لئے کہ اللہ تعالٰی نے حضور کو تمام عالم پر اطلاع دی تو سب اولین وآخرین کا علم حضور کو ملا جو ہو گزرا اور جو ہونے والا ہے سب جان لیا۔

(۵۶ و ۵۷) نسیم الریاض میں ہے:

ذکر العراقی فی شرح المهذب انه صلی الله تعالٰی علیه وسلم عرضت علیه الخلائق من لدن اٰدم علیه الصلٰوة والسلام الٰی قیام الساعة فعرفهم کلهم کما علم اٰدم الاسماء۔[4]

امام عراقی شرح مہذب میں فرماتے ہیں کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر قیامت تک کی تمام مخلوقاتِ الٰہی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر عرض کی گئیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سب کو پہچان لیا جس طرح آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام نام تعلیم ہوئے تھے۔

(۵۸) اسی لئے امام بوصیری مدحیہ ہمزیہ میں عرض کرتے ہیں: ؎

---

[1] الزبدۃ العمدۃ فی شرح البردۃ ناشر جمعیۃ علماء سکندریہ خیرپور سندھ ص ۱۱۷

[2] مجموع المتون متن قصیدۃ الہمزیہ فی مدح خیر البریۃ المشئون الدینیۃ دولۃ قطر ص ۱۸

[3] افضل القراء القراء ام القریٰ

[4] نسیم الریاض الباب الثالث فصل فیما ورد من ذکر مکانتہ مرکز اہلسنت برکاتِ رضا گجرات الہند ۲/ ۲۰۸

لك ذات العلوم من عالم الغيب ب ومنها لاٰدم الاسماء[1]
عالم غیب سے حضور کے لئے علوم کی ذات ہے اور آدم علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے نام۔

(۵۹ و ۶۰) امام ابن حاج مکی مدخل اور امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں فرماتے ہیں،

قد قال علماؤنا رحمهم الله تعالٰى ان الزائر يشعر نفسه بانه واقف بين يديه صلى الله تعالٰى عليه وسلم كما هو فى حياته اذ لافرق بين موته وحياته صلى الله تعالٰى عليه وسلم اعنى فى مشاهدته لامته ومعرفته باحوالهم ونياتهم وعزائمهم وخواطرهم وذلك عنده جلى لاخفاء فيه[2]

بیشک ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ زائر اپنے نفس کو آگاہ کردے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہے جیسا کہ حضور کی حیات ظاہر میں، اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حیات و وفات میں اس بات میں کچھ فرق نہیں کہ وہ اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں اور اُن کی حالتوں، نیتوں، ارادوں اور دل کے خطروں کو پہچانتے ہیں اور یہ سب حضور پر روشن ہے جس میں اصلاً پوشیدگی نہیں۔

(۶۱) نیز مواہب شریف میں ہے:

لا شك ان الله تعالٰى قد اطلعه على ازيد من ذلك والقى عليه علوم الاولين والأخرين[3]

کچھ شک نہیں کہ بلاشبہہ اللہ تعالٰی نے اس سے بھی زائد حضور کو علم دیا اور تمام اگلے پچھلوں کا علم حضور پر القا فرمایا۔

(۶۲ تا ۶۴) امام قاضی پھر علامہ قاری پھر علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر امام سیوطی میں لکھتے ہیں:

النفوس القدسية اذا تجردت

پاک جانیں جب بدن کے علاقوں سے جُدا

---

[1] مجموع المتون من قصیدۃ الهمزیۃ الشؤون الدینیۃ دولۃ قطر ص ۱۱
[2] المدخل لابن الحاج فصل فی الکلام علی زیارۃ سید المرسلین دار الکتاب العربی بیروت ۱/۲۵۲
المواہب اللدنیۃ المقصد العاشر الفصل الثانی المکتب الاسلامی ″ ۴/۵۸۰
[3] ″ ″ المقصد الثامن الفصل الثالث ″ ″ ″ ۳/۵۶۰

عن العلائق البدنیۃ اتصلت بالملاء الاعلٰی ولم یبق لہا حجاب فترٰی و تسمع الکل کالمشاھد[1]

ہوتی ہیں ملاءِ اعلٰی سے مل جاتی ہیں اور ان کیلئے کچھ پردہ نہیں رہتا تو سب کچھ ایسا دیکھتی سنتی ہیں جیسے یہاں موجود ہیں۔

(۶۵) ملا علی قاری شرح شفا شریف میں فرماتے ہیں:

ان روح النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حاضرۃ فی بیوت اھل الاسلام[2]

نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی روحِ کریم تمام جہان میں ہر مسلمان کے گھر میں تشریف فرما ہے۔

(۶۶) مدارج النبوۃ شریف میں ہے:

ہرچہ در دنیا است از زمانِ آدم تا اوان نفخۂ اولٰی بروے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم منکشف ساختند تا ہمہ احوال اورا از اول تا آخر معلوم کرد ویارانِ خودرا نیز از بعضے ازاں احوال خبر داد[3]

جو کچھ دنیا میں ہے آدم علیہ السلام کے زمانے سے نفخۂ اولٰی تک حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر منکشف کردیا ہے یہاں تک کہ تمام احوال آپ کو اول سے آخر تک معلوم ہوگئے ان میں سے کچھ اپنے دوستوں کو بھی بتادئے۔

(۶۷) نیز فرماتے ہیں قدس سرہٗ:

وھو بکل شیئ علیم وے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم داناست برہمہ چیز از شیونات ذات الٰہی واحکام صفات حق واسماء وافعال وآثار بجمیع علوم ظاہر وباطن اول وآخر احاطہ نمودہ ومصداق "فوق کل ذی علم علیم" شدہ۔ علیہ من الصلوات افضلہا ومن التحیات اتمہا واکملہا۔[4]

"وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے" اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمام چیزوں کو جانتے ہیں۔ اللہ کی شانوں اور اس کے احکام اور صفات کے احکام اور اسماء وافعال وآثار میں، اور تمام علوم ظاہر وباطن اول وآخر کا احاطہ کرلیا اور "فوق کل ذی علم علیم" کا مصداق ہوگئے، ان پر اللہ کی بہترین رحمتیں ہوں اور اتم واکمل تحیات ہوں۔

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث حیثما کنتم فصلوا علی الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۵۰۲

[2] شرح الشفاء للملا علی قاری فصل فی المواطن التی تستحب فیہا الصلوٰۃ والسلام دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۱۱۸

[3] مدارج النبوۃ باب پنجم، وصل خصائص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۱۴۴

[4] " " مقدمۃ الکتاب " " " ۱/ ۳

(۶۸) شاہ ولی اللہ صاحب فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں:

افاض علی من جنابہ المقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیفیۃ ترقی العبد من حیزہ الی حیز القدس فیتجلی لہ حینئذٍ کل شیئ کما اخبر عن ھذا المشھد فی قصۃ المعراج المنامی[1]

مجھ پر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ سے فائض ہوا کہ بندہ کیونکر اپنی جگہ سے مقام مقدس تک ترقی کرتا ہے کہ ہر شے اس پر روشن ہوجاتی ہے جیسا کہ قصہ معراج کے واقعہ میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس مقام سے خبر دی۔

(۶۹) نیز اسی میں ہے:

العارف ینجذب الی حیز الحق فیصیر عبداللہ فتجلّٰی لہ کل شیئ[2]

عارف مقام حق تک کھنچ کر بارگاہِ قرب میں ہوتا ہے تو ہر چیز اس پر روشن ہوجاتی ہے۔

(۷۰) اسی میں ولی فرد کے خصائص سے لکھا کہ وہ تمام نشاۃ عنصری جسمانی پر مستولی ہوتا ہے۔ پھر لکھا کہ یہ استیلا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں تو ظاہر ہے۔

واما فی غیرھم فمناصب وراثۃ الانبیاء کالمجددیۃ والقطبیۃ وظھور اٰثارھا واحکامھا والبلوغ الٰی حقیقۃ کل علم وحال[3]

رہے غیر انبیاء، ان میں وراثت کے منصب ہیں جیسے مجدد و قطب ہونا۔ اور ان کے آثار و احکام کا ظاہر ہونا اور علم و حال کی حقیقت کو پہنچ جانا۔

(۷۱) اسی میں تقریر مذکور و تفصیل دقائق فرد کے بعد ہے:

بعد ذٰلک کلہ جبلت نفسہ نفسا قدسیۃ لایشغلھا شان عن شان ولا یاتی علیہ حال من الاحوال الی التجرد الی النقطۃ الکلیۃ الا وھو خبیر

اور اس سب کے بعد بات یہ ہے کہ مرد کا نفس اصل خلقت میں نفس قدسی بنایا جاتا ہے اسے ایک بات دوسری سے مشغول نہیں کرتی (یعنی یہ نہیں ہوتا کہ ایک دھیان میں اور طرف کا خیال نہ رہے بلکہ ہر جانب اس کی نگاہ ایک سی رہتی ہے)

---

[1] فیوض الحرمین مشھد اللہ تعالٰی مخلوق کی طرف کتاب نازل کرنے کے وقت کہا کرتا ہے محمد سعید اینڈ سنز کراچی ص ۱۶۹

[2] " " قدم صدق عند ربہم کی تفسیر محمد سعید اینڈ سنز کراچی ص ۱۷۵

[3] " " مشھد آخر یعنی دقائق اور انکے اثرات " " " " ص ۲۸۰ و ۲۸۱

بہا الاٰن و انما الاٰتی تفصیل لاجمال[1] اور اب سے لے کر اُس وقت تک کہ وہ سب سے جُدا ہوکر مرکز عالم سے جا ملے یعنی وقتِ وفات تک جو کچھ حال اس پر آنے والا ہے اُس سب کی اس وقت اسے خبر ہے، وہ جو آئے گا اجمال کی تفصیل ہی ہوگا۔

(۷۲) امام قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں:

ھذا مع انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان لایکتب ولکنہ اوتی علم کل شیئ حتی قد وردت اٰثار بمعرفتہ حروف الخط وحسن تصویرھا کقولہ لاتمدّوا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم رواہ ابن شعبان من طریق ابن عباس وقولہ الحدیث الاٰخر الذی روی عن معٰویۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ کان یکتب بین یدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال لہ الق الدواۃ وحرّف القلم واقم الباء وفرّق السین ولاتعور المیم وحسن اللہ ومدّ الرحمٰن وجود الرحیم[2]

یعنی حالانکہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لکھتے نہ تھے مگر حضور کو ہر چیز کا علم عطا ہوا تھا یہاں تک کہ بیشک حدیثیں آئی ہیں کہ حضور کتابت کے حروف پہچانتے تھے اور یہ کہ کس طرح لکھے جائیں تو خوبصورت ہوں گے، جیسے ایک حدیث ابن شعبان نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "بسم اللہ کشش سے نہ لکھو (سین میں دندانے ہوں نری کشش نہ ہو)" دوسری حدیث (مسند الفردوس) میں امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہوئی کہ یہ حضور کے سامنے لکھ رہے تھے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ دوات میں صوف ڈالو اور قلم پر ترچھا قط دو اور بسم اللہ کی ب کھڑی لکھو اور اسکے دندانے جُدا رکھو اور میم اندھا نہ کردو (اس کے چشمہ کی سفیدی کھُلی رہے) اور لفظ اللہ خوبصورت لکھو اور لفظ رحمٰن میں کشش ہو (رحمٰن یا رحـمٰن یا رحـــمٰن) اور لفظ رحیم اچھا لکھو۔

(۷۳ و ۷۴) امام شعرانی قدس سرہ کتاب الجواہر والدرر نیز کتاب درۃ الغواص میں سید علی خواص

---

[1] فیوض الحرمین مشہد آخر العبنی دقائق اور ان کے اثرات محمد سعید اینڈ سنز کراچی ص ۲۸۴-۲۸۵

[2] الشفاء بحقوق المصطفٰی فصل ومن معجزاتہ الباہرۃ المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۱/ ۲۹۸ و ۲۹۹

رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ناقل:

محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فھو الاول والاٰخر والظاھر والباطن[1] قد ولج حین اسری بہ عالم الاسماء الذی اولھا مرکز الارض واخرھا السماء الدنیا بجمیع احکامھا و تعلقاتھا ثم ولج البرزخ الی انتہائہ وھو السماء السابعۃ ثم ولج عالم العرش الی مالا نہایۃ الیہ، و انفتح فی برزخیتہ تصور العوالم الالٰھیۃ والکونیۃ اھ[1] ملتقطاً۔

محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہی اول و آخر و ظاہر و باطن ہیں وہ شبِ معراج مرکزِ زمین سے آسمان تک تشریف لے گئے اور اس عالم کے جملہ احکام اور تعلقات جان لئے پھر آسمان سے عرش اور عرش سے لاانتہا تک اور حضور کے برزخ میں تمام عالم علوی و سفلی کی صورتیں منکشف ہوگئیں۔

(۷۵) تفسیر کبیر میں زیرِ آیہ کریمہ "وکذٰلک نری ابراھیم ملکوت السمٰوٰت والارض"[2] (اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی۔ ت) فرمایا:

الاطلاع علی اٰثار حکمۃ اللہ تعالٰی فی کل واحد من مخلوقات ھذا العالم بحسب اجناسھا وانواعھا واصنافھا واشخاصھا و احوالھا مما لایحصل الا للاکابر من الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام ولھذا المعنی کان رسولنا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول فی دعائہ اللھم ارنا الاشیاء کما ھی[3]۔

اس عالم کی تمام جنسوں اور نوعوں اور صنفوں اور شخصوں اور جزموں ہر ہر مخلوق میں حکمتِ الٰہیہ کے آثار پر انھیں اکابر کو اطلاع ہوتی ہے جو انبیاء ہیں علیہم الصلوٰۃ والسلام، اسی لئے حضور سیدِ عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ الٰہی! ہم کو تمام چیزیں جیسی وہ ہیں دکھا دے اھ۔

اقول یہاں مقصود اس قدر ہے کہ ان امام اہلسنت کے نزدیک انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اس عالم کی تمام مخلوقات کے ایک ایک ذرہ کی جنس، نوع، صنف، شخص، جسم اور ان سب میں اللہ کی حکمتیں بالتفصیل

---

[1] الجواہر والدرر علی ہامش الابریز — مصطفٰی البابی مصر — ص ۲۱۱ تا ۲۱۳
[2] القرآن الکریم ۶/ ۷۶
[3] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) — تحت آیۃ ۶/ ۷۵ — المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۱۳/ ۴۵

جانتے ہیں، وہابیہ کے نزدیک کافر ومشرک ہونے کو یہی بہت ہے، بلکہ ان کے نزدیک امام ممدوح کو کافر و مشرک سے بہت بڑھ کر کہنا چاہئے۔

گنگوہی صاحب نے صرف اتنی بات کو کہ دنیا میں جہاں کہیں مجلسِ میلاد مبارک ہو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اطلاع ہوجائے زمین کا علم محیط مانا اور صاف حکمِ شرک جڑ دیا کہ "شرک نہیں تو کون سا حصہ ایمان کا ہے۔"[1]

تو امام کہ صرف زمین درکنار، زمین وآسمان وفرش وعرش وتمام عالم کے جملہ اجناس و انواع و اصناف واشخاص و اجرام کو نہ صرف حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلکہ اور انبیاء کرام علیہم الصلٰوۃ والسلام کا بھی علم محیط مانتے ہیں۔ گنگوہی دھرم میں ان کو تو کئی لاکھ درجے ڈبل کافر ہونا چاہئے، والعیاذ باللہ تعالٰی، ورنہ اصل بات یہ ہے کہ اصالۃً علوم غیب اور ان کے عطا ونیابت سے ان کے خدام اکابر اولیائے کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو بھی ایک ایک ذرہ عالم کا تفصیلی علم عطا ہونا ہرگز ممنوع نہیں نہیں بلکہ بتصریح اولیاء واقع ہے، جیسا کہ عنقریب آتا ہے، وللہ الحمد۔

(۷۶) یہی مضمون شریف تفسیر نیشاپوری میں بایں عبارت ہے:

الاطلاع علٰی تفاصیل اٰثار حکمۃ اللہ تعالٰی فی کل احد من مخلوقات ھذہ العوالم بحسب اجناسھا وانواعھا واصنافھا واشخاصھا وعوارضھا ولواحقھا کما ھی لاتحصل الا لاکابر الانبیاء ولھذا قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی دعائہ "ارنی الاشیاء کما ھی"[2]	ان عالموں کی مخلوقات میں سے ہر ایک کے تمام آثار حکمت الٰہیہ پر ان کی جنسوں، نوعوں، قسموں اور فردوں نیز عوارض ولواحق حقیقیہ پر مطلع ہونا اکابر انبیاء کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دعا میں عرض کیا کہ مجھے اشیاء کی حقیقتیں دکھا۔ (ت)

اس میں اٰثار حکمۃ اللہ کے ساتھ تفاصیل زائد ہے اور ھذا العالم کی جگہ ھذہ العوالم ہے کہ نظر تفصیلی پر زیادہ دلالت کرتا ہے، اور اجناس وانواع واصناف واشخاص کے ساتھ عوارض ولواحق بھی مذکور ہے کہ احاطہ جملہ جواہر و اعراض میں تصریح تر ہو، اگرچہ اجناس عالم

---

[1] البراہین القاطعۃ بحث علم غیب مطبع بلاسا واقع ڈھور ص ۵۱

[2] غرائب القرآن (تفسیر النیسابوری) آیۃ ۶/ ۷۵ مصطفی البابی مصر ۷/ ۱۴۱

میں عوارض بھی داخل تھے پھر ان کے ساتھ کما ھی کا لفظ اور زیادہ ہے کہ صحت علم غیر مشوب بالخطاء والوہم (غلطی اور وہم کی آلائش سے پاک ۔ت) کی تاکید ہو۔ فجزاہم اللہ تعالٰی خیر جزاء آمین۔

(۷۷) نیشاپوری میں زیر آیہ کریمہ "وجئنابك علٰی ھٰؤلاء شھیدا[1]" (اور اے محبوب! تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بناکر لائیں گے ۔ت) فرمایا:

لان روحہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شاھد علی جمیع الارواح والقلوب والنفوس لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اول ماخلق اللہ روحی[2]

یہ جو رب عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فرمایا کہ "ہم تمہیں ان سب پر گواہ بناکر لائیں گے" اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی روح انور تمام جہان میں ہر ایک کی روح، ہر ایک کے دل، ہر ایک کے نفس کا مشاہدہ فرماتی ہے (کوئی روح، کوئی دل، کوئی نفس ان کی نظر کرم سے اوجھل نہیں، جب تو سب پر گواہ بناکر لائے جائیں گے کہ شاہد کو مشاہدہ ضرور ہے) اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے اللہ تعالٰی نے میری روح کریم کو پیدا کیا (تو عالم میں جو کچھ ہوا حضور کے سامنے ہی ہوا)۔

(۷۸) حافظ الحدیث سیدی احمد سجلماسی قدس سرہ اپنے شیخ کریم حضرت سیدی عبدالعزیز بن مسعود دباغ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کتاب مستطاب ابریز میں روایت فرماتے ہیں کہ انہوں نے آیہ کریمہ "وعلم اٰدم الاسماء کلھا[3]" (اور اللہ تعالٰی نے آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے نام سکھائے ۔ت) کے متعلق فرمایا:

المراد بالاسماء الاسماء العالیۃ لا الاسماء النازلۃ فان کل مخلوق لہ اسم عال واسم نازل، فالاسم النازل ھو الذی یشعر بالمسمّٰی فی الجملۃ والاسم العالی ھو الذی

اس کلام نورانی و اعلام ربانی ایمان افروز، کفران سوز کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر چیز کے دو نام ہیں علوی و سفلی۔ سفلی نام تو صرف مسمّٰی سے ایک گونہ آگاہی دیتا ہے۔ اور علوی نام سنتے ہی یہ معلوم ہوجاتا ہے

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۴۱

[2] غرائب القرآن

[3] القرآن الکریم ۲/ ۳۱

یشعر باصل المسمّٰى ومن ایّ شیٔ ھو و
بفائدۃ المسمّٰى ولایّ شیٔ یصلح الفاس
من سائر ما یستعمل فیه وکیفیة صنعة
الحداد له فیعلم من مجرد سماع لفظه
ھٰذہ العلوم والمعارف المتعلقة بالفاس
وھٰکذا کل مخلوق" والمراد بقوله
تعالٰی "الاسماء کلھا" الاسماء التی یطیقھا
اٰدم ویحتاج الیھا سائر البشر ولھم بھا
تعلق وھی من کل مخلوق تحت العرش
الی ما تحت الارض فیدخل فی ذٰلک
الجنة والنار والسمٰوٰت السبع وما فیھن
وما بینھن وما بین السماء والارض و
ما فی الارض من البراری والقفار والاودیة
والبحار والاشجار فکل مخلوق فی ذٰلک
ناطق اوجامدٌ الّا و اٰدم یعرف من اسمه
تلك الامور الثلٰثة اصله وفائدته وکیفیة
ترتیبه ووضع شکله فیعلم من اسم الجنة
من این خلقت ولایّ شیٔ خلقت وترتیب
مراتبھا وجمیع ما فیھا من الحور وعدد من
یسکنھا بعد البعث ویعلم من لفظ النار
مثل ذٰلک ویعلم من لفظ السماء مثل ذٰلک
ولایّ شیٔ کانت الاولٰی فی محلھا والثانیة
وھٰکذا فی کل سماء ویعلم من لفظ الملٰئکة
من ایّ شیٔ خلقوا ولایّ شیٔ خلقوا وکیفیة
خلقھم وترتیب مراتبھم وبایّ شیٔ استحق

کہ مسمّٰی کی حقیقت وماہیت کیا ہے اور کیونکر پیدا ہوا
اور کاہے سے بنا اور کس لئے بنا۔ آدم علیہ الصلوٰۃ
والسلام کو تمام اشیاء کے یہ علوی نام تعلیم فرمائے گئے
جس سے انھوں نے حسبِ طاقت وحاجتِ بشری
تمام اشیاء جان لیں، اور یہ زیرِ عرش سے زیرِ فرش
تک کی تمام چیزیں ہیں جس میں جنت ودوزخ وہفت
آسمان اور جو کچھ اُن میں ہے اور جو کچھ ان کے درمیان
ہے اور جو کچھ آسمان وزمین کے درمیان ہے اور
جنگل اور صحرا اور نالے اور دریا اور درخت وغیرہ
جو کچھ زمین میں ہے غرض یہ تمام مخلوقات ناطق و
غیر ناطق ان کے صرف نام سُننے سے آدم علیہ الصلوٰۃ
والسلام کو معلوم ہوگیا کہ عرش سے فرش تک ہر
شَے کی حقیقت یہ ہے اور فائدہ یہ ہے اور اس
ترتیب سے اس شکل پر ہے۔ جنت کا نام سُنتے
ہی انھوں نے جان لیا کہ کہاں سے بنی اور کس
لئے بنی اور اُس کے مرتبوں کی ترتیب کیا ہے اور
جس قدر اُس میں حُوریں ہیں اور قیامت کے بعد
اتنے لوگ اُس میں آجائیں گے، اسی طرح
نار (دوزخ)، یُوں ہی آسمان، اور یہ کہ پہلا
آسمان وہاں کیوں ہُوا اور دوسرا دوسری جگہ کیوں
ہوا، اسی طرح ملائکہ کا لفظ سُننے سے انھوں نے
جان لیا کہ کاہے سے بنے اور کیونکر بنے اور انکے
مرتبوں کی ترتیب کیا ہے اور کس لئے یہ فرشتہ اس
مقام کا مستحق ہوا اور دوسرا دوسرے کا۔ اسی طرح
عرش سے زیرِ زمین تک ہر فرشتے کا حال۔ اور یہ

هذا الملك هذا المقام واستحق غيره
مقامًا اٰخر وهكذا في كل ملك في العرش
الى ما تحت العرض فهذه علوم اٰدم واولاده
من الانبياء عليهم الصلوٰة والسلام والاولياء
الكمل رضي الله تعالٰى عنهم اجمعين و
انما خص اٰدم بالذكر لانه اول من علم هذه
العلوم ومن علمها من اولاده فانما علمها
بعده وليس المراد انه لا يعلمها الا اٰدم و
انما خصصناها بما يحتاج اليه وذريته و
بما يطيقونه لئلا يلزم من عدم التخصيص
الاحاطة بمعلومات الله تعالٰى وانما قال
تنزلت اشارة الى الفرق بين علم
النبي صلى الله تعالٰى عليه وسلم
بهذه العلوم وبين علم اٰدم وغيره من
الانبياء عليهم الصلوٰة بها فانهم اذا توجهوا
اليها يحصل لهم شبه مقام عن مشاهدة
الحق سبحانه وتعالٰى واذا توجهوا نحو
مشاهدة الحق سبحانه وتعالٰى حصل لهم
شبه النوم عن هذه العلوم، ونبينا صلى الله
تعالٰى عليه وسلم لقوته لا يشغله هذا عن
هذا فهو اذا توجه نحو الحق سبحانه وتعالٰى
حصلت له المشاهدة التامة وحصل له
مع ذلك مشاهدة هذه العلوم وغيرها مما
لا يطلق واذا توجه نحو هذه العلوم حصلت
له مع حصول هذه المشاهدة في الحق

تمام علوم صرف آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کو
نہیں بلکہ ہر نبی اور ہر ولی کامل کو عطا ہوئے ہیں،
علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ آدم کا نام خاص اس
لئے لیا کہ ان کو یہ علوم پہلے ملے، پھر فرمایا
کہ ہم نے بقدر طاقت وحاجت کی قید
لگا کر صرف عرش تا فرش کی تمام اشیاء کا احاطہ
اس لئے رکھا کہ جملہ معلوماتِ الٰہیہ کا احاطہ
نہ لازم آئے اور ان علوم میں ہمارے نبی صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم و دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ
والسلام میں یہ فرق ہے کہ اور جب ان علوم
کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو ان کو مشاہدۂ
حضرت عزت جلالہ سے ایک گونہ غفلت سی
ہو جاتی ہے اور جب مشاہدۂ حق کی طرف
توجہ فرمائیں تو ان علوم کی طرف سے ایک
نیند سی آجاتی ہے مگر ہمارے نبی صلی اللہ
تعالٰے علیہ وسلم کو ان کی کمال قوت کے
سبب ایک علم دوسرے علم سے مشغول نہیں
کرتا، وہ عین مشاہدۂ حق کے وقت ان
تمام علوم اور ان کے سوا اور علموں کو جانتے
ہیں جن کی طاقت کسی میں نہیں اور ان علوم کی
طرف عین توجہ میں مشاہدۂ حق فرماتے
ہیں اور ان کو نہ مشاہدۂ حق، مشاہدۂ خلق سے
پردہ ہو نہ مشاہدۂ خلق مشاہدۂ حق سے،
پاکی و بلندی اُسے جس نے اُن کو
یہ علوم اور یہ قوتیں بخشیں، صلی اللہ

سبحٰنہ وتعالٰی فلا تحجبہ مشاھدۃ الحق عن مشاھدۃ الخلق ولا مشاھدۃ الخلق عن مشاھدۃ الحق سبحٰنہ وتعالٰی[1] تعالٰی علیہ وسلم۔

کیوں وہابیو! ہے کچھ دم؟ ہاں ہاں تقویۃ الایمان و براہین قاطعہ کی شرک دانی لے کر دوڑیو، مشرک مشرک کی تسبیح بجائیو، کل قیامت کو کھل جائے گا کہ مشرک، کافر، مرتد، خاسر کون تھا سیعلمون غدًا من الکذاب الاشر[2] (بہت جلد کل جان جائیں گے کون تھا بڑا جھوٹا اترونا۔ ت)۔

اَشر بھی دو قسم کے ہوتے ہیں:

(۱) اَشر قَولی کہ زبان سے بک بک کرے۔

(۲) اَشر فِعلی کہ زبان سے چُپ اور خباثت سے باز نہ آئے۔

وہابیہ اشر قولی و اشر فعلی دونوں ہیں، قاتلھم اللہ انّی یؤفکون[3] (اللہ انھیں مارے کیا اوندھے جاتے ہیں۔

حضرت سیدی شاہ عبدالعزیز قدسنا اللہ بسرہ العزیز، اجلّہ اکابر اولیاء عظام و اعاظم سادات کرام سے ہیں، بدلگام وہابیہ سے کچھ تعجب نہیں کہ ان کی شان کریم میں حسب عادت لئیم گستاخی و زبان درازی کریں، لہذا مناسب کہ اس پاک، مبارک، لاڈلے بیٹے کی تائید میں اس کے مہربان باپ، مسلمانوں کے مولٰی، اللہ واحد قہار کے غالب شیر، سیدنا امیر المومنین مولٰی علی مشکلکشا حاجت روا، کافر کُش، مومن پناہ کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کے بعض ارشادات ذکر کروں کہ سگانِ زرد کے برادر شغال اُس اسدِ ذوالجلال کی بُو سُونگھ کر بھاگیں اور شرک شرک بکنے والے مُنہ میں قہر کے پتھروں اور پتھروں سے آگیں۔

(۷۹) ابن النجار ابوالمعتمر مسلم بن اوس و جاریہ بن قدامہ سعدی سے راوی کہ امیر المومنین ابو الائمۃ الطاہرین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:

سلونی قبل ان تفقدونی فانی لا اُسأل عن شیئ دون العرش الا | مجھ سے سوال کرو قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ کہ عرش کے نیچے جس کسی چیز کو مجھ سے پوچھا جائے میں

---

[1] الابریز الباب السابع دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۳۸۲ و ۳۸۳

[2] القرآن الکریم ۵۴/ ۲۶

[3] ؍؍ ۹/ ۳۰

اخبرت عنہ[1] | بتادوں گا۔

عرش کے نیچے کرسی، ہفت آسمان، ہفت زمین اور آسمانوں اور زمینوں کے درمیان جو کچھ ہے تحت الثریٰ تک سب داخل ہے۔ مولیٰ علی فرماتے ہیں کہ اس سب کو میرا علم محیط ہے ان میں جو شے مجھ سے پوچھو میں بتادوں گا۔ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

(۸۰) امام ابن الانباری کتاب المصاحف میں اور امام ابوعمر بن عبدالبر کتاب العلم میں ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قال شھدت علی بن ابی طالب یخطب فقال فی خطبتہ سلونی فواللہ لاتسألونی عن شیئ الی یوم القیٰمۃ الاحدثتکم بہ[2]

میں مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کے خطبہ میں حاضر تھا امیر المومنین نے خطبہ میں ارشاد فرمایا مجھ سے دریافت کرو خدا کی قسم قیامت تک جو چیز ہونے والی ہے مجھ سے پوچھو میں بتادوں گا۔

امیر المومنین فرماتے ہیں کہ میرا علم قیامت تک کی تمام کائنات کو حاوی ہے۔ یہ دونوں حدیثیں امام جلیل جلال الملۃ والدین سیوطی نے جامع کبیر میں ذکر فرمائیں۔

(۸۱ تا ۸۴) ابن قتیبہ پھر ابن خلکان پھر امام دمیری پھر علامہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں:

الجفر جلد کتبہ جعفر الصادق کتب فیہ لاھل البیت کل مایحتاجون الی علمہ وکل مایکون الی یوم القیٰمۃ[3]

جفر ایک جلد ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے لکھی اور اس میں اہل بیت کرام کے لئے جس چیز کے علم کی انہیں حاجت پڑے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب تحریر فرمادیا۔

(۸۵) علامہ سید شریف رحمہ اللہ تعالٰی شرح مواقف میں فرماتے ہیں:

الجفر والجامعۃ کتابان لعلی رضی اللہ تعالٰی | یعنی جفر و جامعہ امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم

[1]

[2] جامع بیان العلم وفضلہ باب فی ابتداء العالم جلساء بالفائدۃ وقولہ سلونی دار الفکر بیروت ۱/۱۳۸

[3] حیوۃ الحیوان الکبرٰی تحت لفظ الجفرۃ مصطفی البابی مصر ۱/۲۷۹
وفیات الاعیان ترجمہ عبدالمومن صاحب المغرب ۴۰۳ دار الثقافت بیروت ۳/۲۴۰

عنه قد ذکر فیهما علی طریقۃ علم الحروف الحوادث التی تحدث الی انقراض العالم وکانت الائمۃ المعروفون من اولادہ یعرفونہما ویحکمون بہما وفی کتاب قبول العہد الذی کتبہ علی بن موسٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما الی المامون انک قد عرفت من حقوقنا ما لم یعرفہ اٰباؤک فقبلت منک عہدک الّا ان الجفر والجامعۃ یدلان علٰی انہ لایتم ولمشائخ المغاربۃ نصیب من علم الحروف ینتسبون فیہ الی اھل البیت ورأیت انا بالشام نظما اشیر فیہ بالرموز الٰی احوال ملوک مصر وسمعت انہ مستخرج من ذینک الکتابین اھ۔[1]

کی دو کتابیں ہیں بیشک امیر المومنین نے اُن دونوں میں علم الحروف کی روش پر ختم دنیا تک جتنے وقائع ہونے والے ہیں سب ذکر فرما دیئے ہیں اور ان کی اولاد امجاد سے ائمہ مشہورین رضی اللہ تعالٰی عنہم اُن کتابوں کے رموز پہچانتے اور ان سے احکام لگاتے تھے۔ اور مامون رشید نے جب حضرت امام علی رضا ابن امام موسٰی کاظم رضی اللہ تعالٰی عنہما کو اپنے بعد ولیعہد کیا اور خلافت نامہ لکھ دیا امام رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس کے قبول میں فرمان بنام مامون رشید تحریر فرمایا اُس میں ارشاد فرماتے ہیں کہ تم نے ہمارے حق پہچانے جو تمہارے باپ دادا نے نہ پہچانے اس لئے میں تمہاری ولیعہدی قبول کرتا ہوں۔ مگر جفر و جامعہ بتارہی ہیں کہ یہ کام پورا نہ ہوگا (چنانچہ ایسا ہی ہوا اور امام رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مامون رشید کی زندگی ہی میں شہادت پائی) اور مشائخ مغرب اس علم سے حصہ اور اس میں اہل بیت کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے اپنے انتساب کا سلسلہ رکھتے ہیں، اور میں نے ملک شام میں ایک نظم دیکھی جس میں شاہانِ مصر کے احوال کی طرف رمزوں میں اشارہ کیا ہے میں نے سُنا کہ وہ احکام انہی دونوں کتابوں سے نکالے ہیں انتہٰی۔

اس علم علوی شریف مبارک کی بحث اور اس کے حکم شرعی کی جلیل تحقیق بحمد اللہ تعالٰی فقیر کے رسالہ ۲۸ مجتلی العروس و مراد النفوس ۱۳ میں ہے جو اس کے غیر میں نہ ملے گی۔

(۸۶) حضور پُرنور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں،

وعزۃ ربی ان السعداء والاشقیاء لیعرضون علٰی عینی فی اللوح

عزتِ الٰہی کی قسم بیشک سب سعید و شقی میرے سامنے پیش کئے جاتے ہیں میری آنکھ لوح محفو[ظ]

---

[1] شرح المواقف النوع الثانی المقصد الثانی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۶/ ۲۲

المحفوظ[1] میں ہے۔

(۸۷) اور فرماتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

لولا لجام الشریعۃ علی لسانی لاخبرتکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم انتم بین یدی کالقواریر یُرٰی ما فی بواطنکم وظواھرکم۔[2]

اگر میری زبان پر شریعت کی روک نہ ہوتی تو میں تمھیں خبر دیتا جو کچھ تم کھاتے اور جو کچھ اپنے گھروں میں اندوختہ کرکے رکھتے ہو تم میرے سامنے شیشہ کی مانند ہو، میں تمھارا ظاہر و باطن سب دیکھ رہا ہوں۔

(۸۸) اور فرماتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

قلبی مطلع علی اسرار الخلیقۃ ناظر الی وجوہ القلوب قد صفاہ الحق عن دنس رویۃ سواہ حتی صار لوحا ینقل الیہ ما فی اللوح المحفوظ وسلم علیہ ازمۃ امور اھل زمانہ وصرفہ فی عطائھم ومنعھم[3]

میرا دل اسرارِ مخلوقات پر مطلع ہے سب دلوں کو دیکھ رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے رویت ماسوا کے مَیل سے صاف کردیا کہ ایک لوح ہوگیا جس کی طرف وہ منتقل ہوتا ہے، جو لوحِ محفوظ میں لکھا ہے (اللہ تعالیٰ نے) تمام اہل زمانہ کے کاموں کی باگیں اسے سپرد فرمائیں اور اجازت فرمائی کہ جسے چاہیں عطا کریں، جسے چاہیں منع فرمادیں۔

(۸۹ و ۹۰ و ۹۱) والحمد للہ رب العالمین یہ اور ان کے مثل اور کلمات قدسیہ اجلّہ اکابر ائمہ مثل امام اوحد سیدی نور الحق والدین ابو الحسن علی شطنوفی صاحب کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار، و امام اجل سیدی عبداللہ بن اسعد یافعی شافعی صاحب خلاصۃ المفاخر وغیرہما نے حضور سے باسانید صحیحہ روایت فرمائے، اور علی قاری وغیرہ علماء نے نزہۃ الخاطر وغیرہا کتب مناقب شریفہ میں ذکر کیے۔

(۹۲) عارف کبیر احد الاقطاب الاربعہ سیدنا حضرت سید احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ترقیات کامل کے بارے میں فرماتے ہیں:

---

[1] بہجۃ الاسرار ذکر کلمات اخبربھا عن نفسہ محدثا بنعمۃ ربہ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۵۰

[2] " " " " " " " " " " " ۵۵

[3] " " " " " " " " " " " "

اطلعه علیٰ غیبه حتی لا تنبت شجرة ولا تخضر ورقة الا بنظره[1]

اللہ تعالیٰ اسے اپنے غیب پر مطلع کرتا ہے یہاں تک کہ کوئی پیڑ نہیں اُگتا اور کوئی پتہ نہیں ہریاتا مگر اس کی نظر کے سامنے۔

(۹۳) عارف باللہ حضرت سیدی رسلان دمشقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

العارف من جعل الله تعالیٰ فی قلبه لوحاً منقوشاً باسرار الموجودات و بامداده بانوار حق الیقین یدرك حقائق تلك السطور علی اختلاف اطوارها و یدرك اسرار الافعال فلا تتحرك حرکة ظاهرة ولا باطنة فی الملك والملکوت الا و یکشف الله تعالیٰ عن بصیرة ایمانه و عین عیانه فیشهدها علماً و کشفاً[2]

عارف وہ ہے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے ایک لوح رکھی ہے کہ جملہ اسرار موجودات اس میں منقوش ہیں اور حق الیقین کے نوروں سے اسے مدد دی کہ وہ ان لکھی ہوئی چیزوں کی حقیقتیں خوب جانتا ہے باآنکہ انکے طور کس قدر مختلف ہیں اور افعال کے راز جانتا ہے تو ظاہری یا باطنی کوئی جنبش ملک یا ملکوت میں واقع نہیں ہوتی، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے ایمان کی نگاہ اور اس کے معاینہ کی آنکھ کھول دیتا ہے تو عارف اسے دیکھتا ہے اور اپنے علم و کشف سے جانتا ہے۔

(۹۴) (مذکورہ بالا) یہ دونوں کلام کریم سیدی امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی نے طبقات کبرٰی میں نقل کئے۔

(۹۵) سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے امام حضرت عزیزان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے:

زمین در نظر ایں طائفہ چو سفرہ ایست[3]

اس گروہ کی نظر میں زمین دسترخوان کی طرح ہے۔(ت)

(۹۶) حضرت خواجہ بہاء الحق والدین نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ کلام پاک نقل کرکے فرماتے:

وما می گوئیم چوں روئے ناخنے ست ہیچ چیز از نظر ایشاں غائب نیست[4]

ہم کہتے ہیں کہ ناخن کی سطح کی طرح ہے، کوئی چیز ان کی نظر سے غائب نہیں۔

---

[1] قول سید احمد رفاعی

[2] الطبقات الکبرٰی ترجمہ ۲۷۴ رسلان الدمشقی دارالفکر بیروت ص ۲۱۴

[3] نفحات الانس ترجمہ خواجہ بہاء الحق والدین النقشبندی انتشارات کتابفروشی ص ۳۸۷

[4] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۳۸۸-۳۸۷

گنگوہی صاحب! اب اپنے شیطانی شرک براہین کی خبر لیجئے۔

(۹۷) یہ دونوں ارشاد مبارک حضرت مولٰینا جامی قدس سرہ السامی نے نفحات الانس میں ذکر کئے۔

(۹۸) امام اجل سیدی علی وفا رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

لیس الرجل من یقیدہ العرش وما حواہ من الافلاک والجنۃ والنار، وانما الرجل من نفذ بصرہ الی خارج ھذا الوجود کلہ وھناک یعرف قدر عظمۃ موجدہ سبحٰنہ وتعالٰی[1]

مرد وُہ نہیں جسے عرش اور جو کچھ اس کے احاطہ میں ہے آسمان وجنت ونار یہی چیزیں محدود و مقید کرلیں، مرد وُہ ہے جس کی نگاہ اس تمام عالم کے پار گزر جائے وہاں اُسے مُوجدِ عالم سبحٰنہ وتعالٰی کی عظمت کی قدر کھلے گی۔

(۹۹) یہ پاکیزہ کلام کتاب الیواقیت والجواھر فی عقائد الاکابر میں نقل فرمایا۔

(۱۰۰) ابریز شریف میں ہے:

سمعتہ رضی اللہ تعالٰی عنہ احیانا یقول ما السمٰوٰت السبع والارضون السبع فی نظر العبد المؤمن الکاملۃ ملقاۃ فی فلاۃ من الارض[2]

یعنی میں نے حضرت سید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بارہا سُنا کہ فرماتے، ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں مومن کامل کی وسعتِ نگاہ میں ایسے ہیں جیسے ایک میدانِ لق و دق میں ایک چھلّا پڑا ہو۔

(۱۰۱) امام شعرانی کتاب الجواھر میں حضرت سیدی علی خواص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

الکامل قلبہ مرآۃ للوجود العلوی و السفلی کلہ علی التفصیل[3]

کامل کا دل تمام عالم علوی وسفلی کا بروجہ تفصیل آئینہ ہے۔

(۱۰۲) امام رازی تفسیر کبیر میں رَدِ معتزلہ کے لئے حقیقتِ کراماتِ اولیاء پر دلائل قائم کرنے میں فرماتے ہیں:

الحجۃ السادسۃ لاشک ان المتولی للافعال ھو الروح لا البدن ولھذا نری ان کل من کان اکثر علماً باحوال عالم الغیب

یعنی اہل سنت کی چھٹی دلیل یہ ہے کہ بلاشبہہ افعال کی متولی تو روح ہے نہ کہ بدن۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ جسے احوالِ عالم غیب کا علم زیادہ ہے اس کا

---

[1] الیواقیت والجواہر البحث الرابع والثلاثون دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۷۰

[2] الابریز الباب السادس مصطفٰی البابی مصر ص ۲۴۲

[3] الجواہر والدرر علی ہامش الابریز ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲۲۳

کان اقوٰی قلبًا ولھذا قال علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ واللہ ماقلعت باب خیبر بقوۃ جسدانیۃ ولکن بقوۃ ربانیۃ وکذٰلک العبد اذا واظب علی الطاعات بلغ الی المقام الذی یقول اللہ تعالٰی کنت لہ سمعًا وبصرًا فاذا صار نور اجلال اللہ تعالٰی سمعًا لہ سمع القریب و البعید واذا صار ذٰلک النور بصرًا لہ رای القریب والبعید واذا صار ذٰلک النور یدا لہ قدر علی التصرف فی الصعب و السہل والبعید والقریب[1]

دل زیادہ زبردست ہوتا ہے۔ ولہذا مولٰی علی نے فرمایا: خدا کی قسم میں نے خیبر کا دروازہ جسم کی قوت سے نہ اکھیڑا بلکہ ربانی طاقت سے۔ اسی طرح بندہ جب ہمیشہ طاعت میں لگا رہتا ہے تو اس مقام تک پہنچتا ہے جس کی نسبت رب عزوجل فرماتا ہے کہ وہاں میں خود اس کے کان آنکھ ہوجاتا ہوں تو جب اجلالِ الٰہی کا نور اُس کا کان ہوجاتا ہے۔ بندہ نزدیک، دُور سب سنتا ہے اور جب وہ نور اس کی آنکھ ہوجاتا ہے بندہ نزدیک و دور سب دیکھتا ہے اور جب وہ نور اس کا ہاتھ ہوجاتا ہے بندہ سہل و دشوار و نزدیک و دُور میں تصرفات کرتا ہے۔

(۱۰۳) حضرت مولوی معنوی قدس سرہ العلوی دفتر ثالث مثنوی شریف میں موزہ و عقاب کی حدیث مستطاب میں فرماتے ہیں حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ؎

گرچہ ہر غیبے خدا مارا نمود ۔۔۔ دل دراں لحظہ بخود مشغول بود[2]

(اگرچہ ہر غیب خدا نے ہم کو دکھایا ہے لیکن دل اس وقت اپنی ذات میں مشغول تھا۔)

(۱۰۴) مولانا بحرالعلوم ملک العلماء قدس سرہٗ شرح میں فرماتے ہیں:

محمد رضا گفتہ اے فکر تن نداشت و از جہت استغراق بعضے مغیبات بر انبیاء مستور شوند انتہی، معنی بیت ایں چنیں ست کہ دل بخود مشغول بود کہ دل نفس دل را مشاہدہ می کرد و ذات باحدیت جمیع اسماء در دل ست پس بسبب

یعنی محمد رضا کہتا ہے دل کو بدن کی فکر نہ تھی اور استغراق کی وجہ سے بعض غیوب انبیاء سے چھپ جاتے ہیں انتہی، شعر کے معنی یہ ہیں کہ دل ذات دل کا مشاہدہ کر رہا تھا اور ذاتِ احدیت تمام اسماء کے ساتھ دل میں ہے، پس اس

---

[1] مفاتیح الغیب (تفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۱۸/۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۱/۷۷

[2] مثنوی معنوی ربودن عقاب موزۂ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نورانی کتب خانہ پشاور دفتر سوم ص۱۸

استغراق دریں مشاہدات توجہ بسوئے اکوان نبود پس بعض اکوان مغفول عنہ ماند و ایں وجہ وجیہ است [1]

مشاہدہ میں مشغول ہونے کی وجہ سے توجہ عالم کی طرف نہ تھی اس لئے بعض حالات پوشیدہ رہے۔ یہ بہترین توجیہ ہے۔ (ت)

(۱۰۵ و ۱۰۶ و ۱۰۷ و ۱۰۸) امام قرطبی شارح صحیح مسلم، پھر امام عینی بدر محمود، پھر امام احمد قسطلانی شارح صحیح بخاری، پھر علامہ علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ حدیث وخمس لا یعلمهن الا اللہ کی شرح میں فرماتے ہیں:

فمن ادعی علم شیئ منها غیر مسند الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان کاذبًا فی دعواہ [2]

یعنی جو کوئی قیامت وغیرہ خمس سے کسی شے کے علم کا ادعا کرے اور اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف نسبت نہ کرے کہ حضور کے بتائے سے مجھے یہ علم آیا، وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہے۔

صاف معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان پانچوں غیبوں کو جانتے ہیں، اور اس میں سے جو چاہیں اپنے جس غلام کو چاہیں بتا سکتے ہیں اور جو حضور کی تعلیم سے ان کے علم کا دعوٰی کرے اس کی تکذیب نہ ہوگی۔

(۱۰۹) روض النضیر شرح جامع صغیر امام کبیر جلال الملۃ والدین سیوطی سے اس حدیث کے متعلق ہے،

اما قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا ھو ففسر بانہ لا یعلمها احد بذاتہ ومن ذاتہ الا ھو لکن قد تعلم باعلام اللہ تعالٰی فان ثمہ من یعلمها وقد وجدنا ذٰلک لغیر واحد کما رأینا جماعۃ

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا کہ ان پانچوں غیبوں کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اس کے یہ معنٰی ہیں کہ بذاتِ خود اپنی ذات سے انھیں اللہ ہی جانتا ہے، مگر خدا کے بتائے سے کبھی ان کو بھی ان کا علم ملتا ہے بیشک یہاں ایسے موجود ہیں جو ان غیبوں کو جانتے ہیں اور ہم نے متعدد اشخاص

---

[1]

[2] عمدۃ القاری شرح البخاری کتاب الایمان باب سوال جبریل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۱/ ۲۹۰
ارشاد الساری شرح البخاری " " " " دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۱۴۱

علموا متی یموتون وعلموا ما فی الارحام حال حمل المرأۃ وقبلہ[۱]

ان کے جاننے والے پائے ایک جماعت کو ہم نے دیکھا کہ ان کو معلوم تھا کب مریں گے اور انھوں نے عورت کے حمل کے زمانے میں بلکہ حمل سے بھی پہلے جان لیا کہ پیٹ میں کیا ہے۔

(۱۱۰) شیخ محقق قدس سرہٗ لمعات شرح مشکوٰۃ میں اسی حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں:

المراد لا تعلم بدون تعلیم اللہ تعالٰی منہ[۲]

مراد یہ ہے کہ قیامت وغیرہ غیب بے خدا کے بتائے معلوم نہیں ہوتے۔

(۱۱۱) علامہ بیجوری شرح بُردہ شریف میں فرماتے ہیں:

لم یخرج صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من الدنیا الا بعد ان اعلمہ اللہ تعالٰی بھٰذہ الامور ای الخمسۃ[۳]

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دنیا سے تشریف نہ لے گئے مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالٰی نے حضور کو ان پانچ غیبوں کا علم دے دیا۔

(۱۱۲) علامہ شنوانی نے جمع النہایۃ میں اسے بطور حدیث بیان کیا کہ:

قد ورد ان اللہ تعالٰی لم یخرج النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی اطلعہ علٰی کل شیئ[۴]

بیشک وارد ہوا کہ اللہ تعالٰی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دُنیا سے نہ لے گیا جب تک کہ حضور کو تمام اشیاء کا علم عطا نہ فرمایا۔

(۱۱۳) حافظ الحدیث سیدی احمد مالکی غوث الزمان سید شریف عبدالعزیز مسعود حسنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

ھو صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا یخفی علیہ شیئ من الخمس المذکورۃ فی الاٰیۃ الشریفۃ وکیف یخفی علیہ ذٰلک والاقطاب السبعۃ من امتہ

یعنی قیامت کب آئے گی، مینہ کب اور کہاں اور کتنا برسے گا، مادہ کے پیٹ میں کیا ہے، کل کیا ہوگا، فلاں کہاں مرے گا، یہ پانچوں غیب جو آیۂ کریمہ میں مذکور ہیں ان میں سے کوئی چیز رسول اللہ صلے اللہ

---

[۱] روض النضیر شرح الجامع الصغیر

[۲] لمعات التنقیح شرح مشکوٰۃ المصابیح تحت الحدیث ۳ مکتبۃ المعارف العلمیہ لاہور ۱/ ۷۳

[۳] حاشیۃ الباجوری علی البردۃ تحت البیت فان من جودک الدنیا الخ مصطفی البابی مصر ص ۹۲

[۴]

الشریفۃ یعلمونہا وھم دون الغوث فکیف بالغوث فکیف بسیّد الاولین و الاٰخرین الذی ھو سبب کل شیئ و منہ کل شیئ [1]

تعالٰی علیہ وسلم پر مخفی نہیں، اور کیونکر یہ چیزیں حضور سے پوشیدہ ہیں، حالانکہ حضور کی امت سے ساتوں قطب ان کو جانتے ہیں اور اُن کا مرتبہ غوث کے نیچے ہے، غوث کا کیا کہنا پھر ان کا کیا پوچھنا جو سب اگلوں پچھلوں سارے جہان کے سردار اور ہر چیز کے سبب ہیں اور ہر شے انھیں سے ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

(۱۱۴) تیز ابریز عزیز میں فرمایا:

قلت للشیخ رضی اللہ تعالٰی عنہ فان علماء الظاھر من المحدثین وغیرھم اختلفوا فی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھل کان یعلم الخمس فقال رضی اللہ تعالٰی عنہ کیف یخفی امر الخمس علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والواحد من اھل التصرف من امتہ الشریفۃ لایمکنہ التصرف الا بمعرفۃ ھٰذہ الخمس [2]

یعنی میں نے حضرت شیخ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے عرض کی کہ علماء ظاہر محدثین مسئلہ خمس میں باہم اختلاف رکھتے ہیں، علماء کا ایک گروہ کہتا ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ان کا علم تھا، دوسرا انکار کرتا ہے۔ اس میں حق کیا ہے؟ فرمایا (جو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو پانچوں غیبوں کا علم مانتے ہیں وہ حق پر ہیں) حضور سے یہ غیب کیونکر چھپے رہیں گے حالانکہ حضور کی امت شریفہ میں جو اولیائے کرام اہل تصرف ہیں (کہ عالم میں تصرف فرماتے ہیں) وہ جب تک ان پانچوں غیبوں کو جان نہ لیں تصرف نہیں کرسکتے۔

(۱۱۵) تفسیر کبیر میں زیر آیہ کریمہ "عالم الغیب فلا یظھر علٰی غیبہ احدًا الّا من ارتضٰی من رسول" [3] فرمایا:

ای وقت وقوع القیٰمۃ من غیب

یعنی قیامت کے واقع ہونے کا وقت اس غیب

---

[1]

[2] الابریز الباب الثانی مصطفی البابی مصر ص ۱۶۷ و ۱۶۸

[3] القرآن الکریم ۷۲/ ۲۶ و ۲۷

الذی لا یظہرہ اللہ لاحد فان قیل فاذا حملتم ذٰلك علی القیٰمۃ فکیف قال "الا من ارتضی من رسول" مع انہ لا یظہر ھذا الغیب لاحد قلنا بل یظہرہ عند قرب القیٰمۃ[1] (ملخصًا)

میں سے ہے جس کو اللہ تعالٰی کسی پر ظاہر نہیں کرتا اگر کہا جائے کہ جب تم نے آیت کو علمِ قیامت پر محمول کیا تو کیسے اللہ نے فرمایا الا من ارتضٰی من رسول، باوجودیکہ یہ غیب اللہ کسی پر ظاہر نہیں کرے گا، ہم جواب دیں گے کہ قیامت کے قریب ظاہر کریگا۔ (ت)

اس نفیس تفسیر نے صاف معنٰی آیت یہ ٹھہرائے کہ اللہ عالم الغیب ہے۔ وہ وقتِ قیامت کا علم کسی کو نہیں دیتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

(۱۱۶) علامہ سعد الدین تفتازانی شرح مقاصد میں فرقہ باطلہ معتزلہ خذلہم اللہ تعالٰی کے کرامات اولیاء سے انکار اور ان کے شبہاتِ فاسدہ کے ذکر و ابطال میں فرماتے ہیں:

الخامس وھو فی الاخبار عن المغیبات قولہ تعالٰی عالم الغیب فلا یظہر علٰی غیبہ احدًا الا من ارتضٰی من رسول خص الرسل من بین المرتضین بالاطلاع علی الغیب فلا یطلع غیرھم وان کانوا اولیاء مرتضین، الجواب ان الغیب ھٰھنا لیس للعموم بل مطلق او معین ھو وقت وقوع القیٰمۃ بقرینۃ السیاق ولا یبعد ان یطلع

یعنی معتزلہ کی پانچویں دلیل خاص علمِ غیب کے بارے میں ہے وہ گمراہ کہتے ہیں کہ اولیاء کو غیب کا علم نہیں ہوسکتا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر مسلط نہیں کرتا مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو، جب غیب پر اطلاع رسولوں کے ساتھ خاص ہے تو اولیاء کیونکر غیب جان سکتے ہیں۔ ائمہ اہلسنت[عہ] نے جواب دیا کہ یہاں غیب عام نہیں جس کے یہ معنٰی ہوں کہ کوئی غیب رسولوں کے سوا کسی کو نہیں بتاتا جس سے مطلقًا اولیاء کے علومِ غیب کی نفی

عہ فائدہ: اس نفیس عبارت کتاب عقائد اہلسنت سے ثابت ہوا کہ وہابیہ معتزلہ سے بھی بہت خبیث تر ہیں، معتزلہ کو صرف اولیائے کرام کے علومِ غیب میں کلام تھا انبیاء کے لئے مانتے تھے، یہ خبیث خود انبیاء سے منکر ہوگئے، اور یہ بھی ثابت ہُوا کہ ائمہ اہلسنت انبیاء و اولیاء سب کے لئے مانتے ہیں وللہ الحمد ۱۲ منہ

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ۷۲/۲۶ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۳۰/۱۶۸

علیہ بعض الرسل من الملئکۃ او البشر فیصح الاستثناء[1] | ہو سکے بلکہ یہ تو مطلق ہے (یعنی کچھ غیب ایسے ہیں کہ غیر رسول کو نہیں معلوم ہوتے) یا خاص وقت

وقوعِ قیامت مراد ہے (کہ خاص اس غیب کی اطلاع رسولوں کے سوا اوروں کو نہیں دیتے) اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ اوپر کی آیت میں غیب قیامت ہی کا ذکر ہے (تو آیت سے صرف اتنا نکلا کہ بعض غیبوں یا خاص وقت قیامت کی تعیین پر اولیاء کو اطلاع نہیں ہوتی، نہ یہ کہ اولیاء کوئی غیب نہیں جانتے۔ اس پر اگر شبہہ کیجئے کہ اللہ تو رسولوں کا استثناء فرما رہا ہے کہ وہ ان غیبوں پر مطلع ہوتے ہیں جن کو اور لوگ نہیں جانتے، اب اگر اس سے تعیین وقت قیامت لیجئے تو رسولوں کا بھی استثناء نہ رہے گا کہ یہ تو ان کو بھی نہیں بتایا جاتا۔ اس کا جواب یہ فرمایا کہ) ملائکہ یا بشر سے بعض رسولوں کو تعیین وقت قیامت کا علم ملنا کچھ بعید نہیں تو استثناء کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ضرور صحیح ہے۔

(۱۱۷) امام قسطلانی شرح بخاری تفسیر سورۂ رعد میں فرماتے ہیں:

لایعلم متی تقوم الساعۃ الا اللہ الا من ارتضی من رسول فانہ یطلعہ من یشاء من غیبہ والولی التابع لہ یاخذ عنہ[2] | کوئی غیر خدا نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی سوا اس کے پسندیدہ رسولوں کے کہ انھیں اپنے جس غیب پر چاہے اطلاع دیتا ہے (یعنی وقتِ قیامت کا علم بھی ان پر بند نہیں) رہے اولیاء وہ رسولوں کے تابع ہیں ان سے علم حاصل کرتے ہیں۔

یہاں اس خاص غیب کے علم میں بھی اولیاء کے لئے راہ رکھی، مگر یوں کہ اصالۃً انبیاء کو ہے اور ان کو ان سے ملتا ہے، اور حق یہی ہے کہ آیۂ کریمہ غیر رسل سے علم غیوب میں اصالت کی نفی فرماتی ہے نہ کہ مطلق علم کی۔

(۱۱۸ و ۱۱۹) علامہ حسن بن علی مدابغی حاشیہ فتح المبین امام ابن حجر مکی اور فاضل ابن عطیہ فتوحات وہبیہ شرح اربعین امام نووی میں نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو علم قیامت عطا ہونے کے باب میں فرماتے ہیں:

الحق کما قال جمع ان اللہ سبحنہ | یعنی حق مذہب وہ ہے جو ایک جماعت علمائے

---

[1] شرح المقاصد المبحث الثامن الولی ھو العارف باللہ تعالٰی دار المعارف النعمانیۃ لاہور ۲/ ۲۰۴ و ۲۰۵

[2] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ الرعد دار الکتاب العربی بیروت ۷/ ۱۸۶

وتعالٰی لم یقبض نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی اطلعہ علی کل ماابھمہ عنہ الا انہ امر بکتم بعض والاعلام ببعض[1]

فرمایا کہ اللہ عزوجل ہمارے نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو دنیا سے نہ لے گیا یہاں تک کہ جو کچھ حضور سے مخفی رہا تھا اس سب کا علم حضور کو عطا فرمادیا، ہاں بعض علوم کی نسبت حضور کو حکم دیا کہ کسی کو نہ بتائیں اور بعض کے بتانے کا حکم کیا۔

(۱۲۰) علامہ عشماوی کتاب مستطاب عجب العجاب شرح صلاۃ حضرت سیدی احمد بدوی کبیر رضی اللہ تعالٰے عنہ میں فرماتے ہیں،

قیل انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اوتی علمہا (ای الخمس) فی اٰخر الامر لکنہ امر فیہا بالکتمان وھذا القیل ھوالصحیح[2]۔

یعنی کہا گیا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو آخر میں ان پانچوں غیبوں کا بھی علم عطا ہو گیا مگر ان کے چھپانے کا حکم تھا، اور یہی قول صحیح ہے۔

تنبیہ جلیل

الحمد للہ یہ بطور نمونہ ایک سو بیس[۱۲۰] عبارات قاہرہ ہیں جن سے وہابیت کی پوچ ذلیل عمارت نہ صرف منہدم ہوئی بلکہ قارون اور اس کے گھر کی طرح بفضلہ تعالٰے تحت الثرٰی پہنچی ہے، اور بحمدہٖ تعالٰے یہ کل سے جز ہیں، ایسے ہی صدہا نصوص جلیلہ و عظیمہ دیکھنا ہوں تو فقیر کی کتاب مالئ الجیب بعلوم الغیب[۱۳] و رسالہ اللؤلؤ المکنون فی علم البشیر ماکان و مایکون[۱۳] ملاحظہ ہو کہ نصوص کے دریا ہیں چھلکتے، اور حُبِّ مصطفٰے کے چاند چمکتے، اور تعظیمِ حضور کے سورج دمکتے، اور نورِ ایمان کے تارے جھلکتے، اور حق کے باغ لہکتے، اور تحقیق کے پھول مہکتے، اور ہدایت کے پھول چہکتے، اور نجدیت کے کوے سسکتے، اور وہابیت کے بوم بلکتے، اور مذبوح گستاخ پھڑکتے، والحمد للہ رب العٰلمین۔

وہابیہ خذلہم اللہ تعالٰے ان نصوص قاہرہ کے مقابل اِدھر اُدھر سے کچھ عبارات دربارۂ تخصیص

ع صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم

[1]

[2] عجب العجاب شرح صلوٰۃ سید احمد کبیر بدوی

غیوب نقل کرلاتے اور بغلیں بجاتے ہیں حالانکہ یہ محض جہالت، کج فہمی بلکہ صریح مکاری اور ہٹ دھرمی ہے۔ انصافًا وہ ہمارے ہی بیان کا دوسرا پہلو دکھاتے ہیں۔

فقیر گزارش کرچکا کہ مسئلہ عموم و خصوص اُن اجماعات بعد کہ امر چہارم میں معروض ہوئے علمائے اہلسنت کا خلافیہ (اختلافی) ہے عامہ اولیاء کرام و بکثرت علمائے عظام جانب تعمیم ہیں اور یہی ظاہر نصوص قرآن عظیم ومفادِ احادیث حضور پرنور علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم ہے۔

اور بہت اہلِ رسوم جانبِ خصوص گئے، اُن میں بھی شاید نرے متقشفوں کا یہ خیال ہو ورنہ ان کے لئے اس پر ایک باعث ہے جس کا بیان مع چند نظائر نفیسہ فقیر کے رسالے "انباء الحی ان کلامہ المصون تبیان لکل شئ" (۱۳۲۰ھ) میں مشرح ہے تو ایسی عبارات سے ہمیں کیا ضرر، ہم نے کیا دعوٰی اجماع کیا تھا کہ خلاف دکھاؤ۔

وہاں تم اپنی جہالت سے مدعیِ اجماع تھے یہاں تک کہ مخالف کی تکفیر کر بیٹھے۔ تو ہر طرح تم پر قہر کی مار ہے ایجابِ جزئی سے موجبہ کلیہ کا ثبوت چاہنا مجنون کا شعار ہے۔

تم دس عبارتیں خصوص میں لاؤ ہم تو نصوص عموم میں دکھائیں گے، پھر ظواہر قرآن وحدیث و عامہ اولیائے قدیم وحدیث ہمارے ساتھ ہیں، اور اسی میں ہمارے محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی فضیلت کی ترقی اور خود اسی بارے میں ان کا رب فرما چکا کہ علمك ما لم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما[1] سکھا دیا تمھیں جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا فضل تم پر بڑا ہے۔

جسے اللہ بڑا کہے اسے گھٹائے کیونکر بنے، معہذا اگر بفرض باطل خدا کا فضل عظیم چھوٹا اور مختصر ہی ہو، مگر ہم نے ظواہر قرآن وحدیث و تصریحات صدہا ائمہ ظاہر و باطن کے اتباع سے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زیادہ رفعت شان چاہ کر اُسے بڑا مانا تو بحمد اللہ تعالٰی اللہ کے فضل اور اس کے حبیب کی تعظیم ہی کی۔

اور اگر واقع میں وہ فضلِ الٰہی ویسا ہی بڑا ہے اور تم نے برخلاف ظواہر نصوص قرآن وحدیث اسے ہلکا اور چھوٹا جانا تو تمھارا معاملہ معکوس ہوا، فای الفریقین احق بالامن[2] خیال کرو کونسا فریق زیادہ مستحق امن ہے۔

غرض یہاں چند پریشان عبارات خصوص کا سنانا محض جہل ہے یا سخت مکر۔ کلام تو اس میں ہے

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۱۳ [2] القرآن الکریم ۶/ ۸۱

کہ تم اقوال عموم بمعنی مرقوم بلکہ اس سے بھی لاکھوں درجے ہلکے پر حکم شرک و کفر جڑ رہے ہو۔ گنگوہی جی کی قاطعہ براہین دیکھو صرف اتنی بات کو کہ جہاں مجلس میلاد مبارک ہو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اطلاع ہو جائے، علم محیط زمین ٹھہرا دیا۔ پھر اسے خدا کا خاصہ اور ساتھ ہی اپنے معبود ابلیس کی صفت بتا کر صاف حکم شرک پھٹا دیا اور شرک بھی کیسا جس میں کوئی حصہ ایمان کا نہیں۔ پھر عرش تا فرش کا علم تو زمین کے علم محیط سے کروڑہا کروڑ درجے بڑا ہے پھر ماکان ومایکون کا تو کیا ہی کہنا ہے۔ اسی طرح اور تعمیمات کہ کلام ائمہ دین و علمائے معتمدین میں گزریں، اس کا ماننے والا اگر معاذ اللہ ایک حصہ کافر تھا تو ان کا ماننے والا تو یدموں سنکھوں کافروں کے برابر ایک کافر ہوگا۔

یونہی تمھارا امام علیہ ما علیہ تقویۃ الایمان میں بعطائے الٰہی بھی غیب کی بات کا علم ماننے کو شرک کہہ چکا۔ پھر گنگوہی جی کا شرک تو میلاد مبارک کی اطلاع پر اُچھلا تھا، ان امام جی نے ایک پڑے پتے ہی جاننے پر شرک اُگل دیا۔

تمام علماء، اولیاء، صحابہ، انبیاء وہابیوں کی تکفیر کا نشانہ

اب دیکھئے کہ گنگوہی و اسمٰعیل و وہابیہ نے معاذ اللہ کن کن ائمہ، علماء، ومحدثین وفقہاء ومفسرین ومتکلمین و اولیاء و صحابہ و انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء کو کافر بنا دیا۔

انھیں کو گنئے جن کے اقوال و ارشادات اس مختصر میں گزرے:

(۱) شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی
(۲) مولٰنا ملک العلماء بحر العلوم
(۳) علامہ شامی صاحب رد المحتار
(۴) ائمہ اہلسنت ومصنفان عقائد
(۵) شیخ محقق مولٰنا عبد الحق محدث دہلوی
(۶) علامہ شہاب الدین خفاجی
(۷) امام فخر الدین رازی
(۸) علامہ سید شریف جرجانی
(۹) علامہ سعد الدین تفتازانی
(۱۰) علی قاری مکی
(۱۱) امام ابن حجر مکی
(۱۲) علامہ محمد زرقانی
(۱۳) علامہ عبد الرؤف مناوی
(۱۴) علامہ احمد قسطلانی
(۱۵) امام قرطبی
(۱۶) امام بدر الدین عینی
(۱۷) امام بغوی (صاحب تفسیر معالم)
(۱۸) شیخ علاؤ الدین علی بغدادی (صاحب تفسیر خازن)
(۱۹) علامہ بیضاوی
(۲۰) علامہ نظام الدین نیشاپوری (صاحب تفسیر غرائب القرآن)

(۲۱) علامہ جمل (شارح جلالین)
(۲۲) امام ابوبکر رازی (صاحب تفسیر انموذج جلیل)
(۲۳) امام قاضی عیاض
(۲۴) امام زین الدین عراقی
(استاد امام ابن حجر عسقلانی)
(۲۵) حافظ الحدیث احمد سلجماسی
(۲۶) ابن قتیبہ
(۲۷) ابن خلکان
(۲۸) امام کمال الدین دمیری
(۲۹) علامہ ابراہیم بیجوری
(۳۰) علامہ شنوانی
(۳۱) علامہ مدالبغی
(۳۲) علامہ ابن عطیہ
(۳۳) علامہ عشماوی
(۳۴) امام ناصر الدین سمرقندی (صاحب ملتقط)
۳۵ علامہ بدر الدین محمود بن اسرائیل
(صاحب جامع الفصولین)
(۳۶) شیخ عالم بن صاحب تاتارخانیہ
(۳۷) امام فقیہہ صاحب فتاوی حجہ
(۳۸) امام عبدالوہاب شعرانی
(۳۹) امام یافعی
(۴۰) امام اوحد ابوالحسن شطنوفی
(۴۱) امام ابن حجر مکی
(۴۲) امام محمد صاحب مدحیہ بردہ شریف
(۴۳) حضرت مولانا جامی
(۴۴) حضرت مولوی معنوی
(۴۵) حضرت سید عبدالعزیز دباغ
(۴۶) حضرت سیدی علی خواص
(۴۷) حضرت خواجہ بہاء الحق والدین
(۴۸) حضرت خواجہ عزیزان رامتینی
(۴۹) حضرت شیخ اکبر
(۵۰) حضرت سیدی علی وفا
(۵۱) حضرت سیدی رسلان دمشقی
(۵۲) حضرت سیدی ابوعبداللہ شیرازی
(۵۳) حضرت سیدی ابوسلیمان دارانی
(۵۴) حضرت قطب کبیر سید احمد رفاعی
(۵۵) حضور قطب الاقطاب سیدنا غوث اعظم
(۵۶) حضرت امام علی رضا
(۵۷) حضرت امام جعفر صادق
(۵۸) حضرات عالیہ دیگر ائمہ اطہار
(۵۹) امام مجاہد
(۶۰) حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس
(۶۱) حضور سیدنا امیرالمومنین علی مرتضی
(۶۲) عامہ صحابہ کرام
(۶۳) حضرت خضر بلکہ
(۶۴) حضرت موسی بلکہ
(۶۵) (خاک بردہن دشمنان) خود حضور سید الانبیاء
(صلے اللہ تعالی علیہ وسلم) بلکہ
(۶۶) (لعنۃ اللہ علی الظالمین) خود اللہ
رب العالمین۔

31	ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔	نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت مگر بلندی وعظمت والے خدا کی طرف سے۔
	وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔[1]	عنقریب ظالم جانیں گے کس لوٹنے کی جگہ لوٹتے ہیں۔(ت)

یہ گنتی میں تو چھیاسٹھ ہیں اور ان میں ائمہ اہلسنت، مصنفانِ عقائد جن کا حوالہ علامہ شامی نے دیا، اور ائمہ اطہار جن کا حوالہ علامہ سید شریف نے اور تمام صحابہ کرام جن کا حوالہ امام قسطلانی وعلامہ زرقانی نے دیا سب خود جماعتیں ہیں۔

اور ہے یہ کہ جب اللہ ورسول تک نوبت ہے تو اگلے پچھلے جن وانس وملک تمام مومنین سب ہی وہابیہ کی تکفیر میں آگئے۔

ان بے دینوں کا تماشا دیکھو محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بدگویوں کی جو تکفیر ہوئی اس پر کیا کیا روئے ہیں کہ ہائے سارے جہان کو کافر کہہ دیا (گویا جہان انھیں ڈھائی نفروں سے عبارت ہے) ہائے اسلام کا دائرہ تنگ کر دیا (گویا اسلام ان بے دینوں کے قافیہ کا نام ہے اُن کا قافیہ تنگ ہُوا تو اسلام ہی کا دائرہ تنگ ہوگیا)۔

اور خود یہ حالت کہ اشقیاء نہ علماء کو چھوڑیں، نہ اولیاء کو، نہ صحابہ کو، نہ مصطفٰے (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کو، نہ جناب کبریا (عزجلالہ) کو۔ سب پر حکم کفر لگائیں اور خود ہٹے کٹے مسلمانوں کے بچے بنے رہیں، الا لعنۃ اللہ علی الظّٰلمین[2] (خبردار! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔ت)

ہاں ہاں وہابیو! گنگوہیو! دیوبندیو! تھانویو! دہلویو! امرتسریو! بات کے پکے اور قول کے سچے ہو تو آنکھیں بند کرکے منہ کھول کر صاف کہہ ڈالو کہ ہاں ہاں شاہ ولی اللہ سے لے کر فقہاء، محدثین، مفسرین، متکلمین، اکابر علماء، اکابر علماء سے لے کر اولیاء، اولیاء سے لے کر ائمہ اطہار، ائمہ اطہار سے لے کر انبیاءِ عظام، انبیاءِ عظام سے لے کر سید الانبیاء، سید الانبیاء (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) سے لے کر واحد قہار تک تمہارے دھرم میں سب کافر ہیں۔ اس کی بحث ہے اس میں کلام ہے۔ دو چار، دس بیس عبارات تخصیص دکھانے، کروٹیں بدلتے، کھنے، مکرنے، اُڑے اُڑے پھرنے سے کام نہیں چلتا۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

[2] " " " ۱۱/ ۱۸

31
31

یہ کہنا آسان تھا کہ احمد رضا رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے علم غیب کا قائل ہو گیا اور یہ عقیدہ کفر کا ہے، مگر نہ دیکھا کہ احمد رضا کی جان کن کن پاک دامنوں سے وابستہ ہے، احمد رضا کا سلسلۂ اعتقاد علماء، اولیاء، ائمہ، صحابہ سے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اللہ رب العالمین تک مسلسل ملا ہوا ہے والحمد للہ رب العٰلمین ؂

گرچہ خوردیم نسبتے ست بزرگ

(اگرچہ ہم چھوٹے ہیں مگر نسبت بلند ہے۔ ت)

حضرت مولوی معنوی قدس سرہٗ پر اللہ عزّ وجل کی بے شمار رحمتیں، کیا خوب فرمایا ہے: ؂

رومی سخن کفر نگفتست و نگوید، منکر مشویدش　　کافر شود آنکس کہ بانکار برآمد مردود جہاں شد

(رومی نے کفر کی بات نہیں کہی ہے اور نہ کہے گا، اس کے منکر مت ہو۔ کافر وہ شخص ہوتا ہے جس نے انکار ظاہر کیا مردود جہاں ہو گیا۔ ت)

اب اپنا ہی حال سوجھو کہ تمہاری آگ کا لُوکا کہاں تک پہنچا جس نے علماء، اولیاء وائمہ وصحابہ وانبیاء ومصطفےٰ (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) وحضرت کبریا (جل وعلا) سب پر معاذ اللہ وہی ملعون حکم لگا دیا اور "کافر شود مردودِ جہاں شد" کا تمغہ لیا۔

پھر کیا تمہاری یہ آگ اللہ ورسول (جل وعلا وصلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) کو ضرر پہنچائے گی؟ حاش للہ، بلکہ تمہیں کو جلائے گی، اور بے توبہ مرے تو ان شاء اللہ القہار ابد الآباد تک "ذُق انك انت الاشرف الرشید" (اس کا مزہ چکھ بے شک تُو اشرف رشید ہے۔ ت) کا مزہ چکھائے گی۔

پھر بھی ہم کہیں گے انصاف ہی کی۔ تمام ائمہ واولیاء ومحبوبانِ خدا کو تم کافر کہو تو جائے شکایت نہیں، انھوں نے قصور ہی ایسا کیا ہے، ابلیس کی وسعتِ علم مانی تمہارے کلیجے کا شکوہ آنکھوں کی ٹھنڈک ہوئی، براہین قاطعہ میں جس کا گیت گایا ہے، انھوں نے یہ تو کہا نہیں، لے کر چلے وسعتِ علم تمہارے دشمن محمد رسول اللہ اور ان کے غلاموں کی، صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم۔ پھر ان پر کیوں نہ یہ حکم جڑو کہ کون سا ایمان کا حصہ ہے۔

یہاں تک تو تم پر آسانی تھی مگر ذرا خدا کی تکفیر ٹیڑھی کھیر ہوگی، کاذب تو کہہ دیا کافر کہتے کچھ تو آنکھ جھپکے گی، اور سب سے بڑھ کر پتھر کے تلے دامن جناب شاہ ولی اللہ صاحب کا معاملہ ہے جسے وہابیہ کے لئے سانپ کے منہ کی چھچھوندر کہئے تو بجا ہے، نہ اُگلتے بنتی ہے نہ نگلتے۔ وہ کہہ کر چل بسے کہ

محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم، ان کے غلاموں عارفوں پر ہر چیز روشن ہوتی ہے، وہ ہر علم ہر حال کی حقیقت کو پہنچے ہوتے ہیں، وفات تک جو کچھ آنے والا ہے ہر حال کی اُس وقت خبر رکھتے ہیں۔" کہاں تو وہ مجالس میلاد پر اطلاع ماننے سے گنگوہی بہادر کا نکھنڈ شرک بلکہ اوندھی سمجھ میں ایک ہی نکاح کی خبر ماننے سے وہ فتاویٰ حنفیہ کی تکفیریں اور کہاں یہ ولی اللّٰہی بڑے بول جو کھال لگی رکھیں نہ ڈھول۔ اب انھیں کافر نہیں کہتے تو غریب سُنّیوں کی تکفیر کیسے بن پڑے، اور وہابیت کی مٹی پلید ہو وہ الگ۔ اور اگر دل کڑا کر کے ان پر بھی کفر کی جڑ دی تو وہابیت بیچاری کا کُھٹم ناٹھ ہوگیا۔ ان کے کافر ہوتے ہی اسمٰعیل جی کہ انھیں کے گیت گائیں، انھیں کو امام ومقتدا و پیر و پیشوا و حکیم اُمت و صاحبِ وحی و عصمت مانیں۔ کافر در کافر، کافروں کے بچے، کافروں کے چیلے ہوئے اور تم سب کہ اسمٰعیل جی کے شاہ صاحب کے معتقد و مدّاح بنتے تھے۔ تو ساتھ لگے گیہوں کے گھُن تم سب کے سب کافرانِ کہن۔ اللہ اللہ کفر کو بھی تم سے کیا محبت ہے کہ کسی پہلو چلو، کوئی رُوپ بدلو وہ ہر پھر کر تمھارے ہی گلے کا ہار ہوتا ہے ؎

مگسِ کفر بود خالِ رخِ وہابی　　　گر براند نرود ور برود باز آید

(اگر بھگائے تو نہیں جاتی اور اگر جائے تو لوٹ آتی ہے کفر کی مکھی وہابی کے چہرے کا تل ہے۔ ت)

كذٰلك العذاب ولعذاب الاٰخرة اكبر لوكانوا يعلمون[1] وصلى الله تعالٰى علٰى سيدنا ومولٰينا محمد واٰله وصحبه اجمعين، والحمد لله رب العٰلمين۔

مار ایسی ہوتی ہے اور بیشک آخرت کی مار سب سے بڑی ہے، کیا اچھا تھا اگر وہ جانتے۔ اور درود نازل فرمائے اللہ تعالےٰ ہمارے آقا و مولیٰ محمد مصطفےٰ پر اور آپ کی آل پر اور آپ کے تمام صحابہ پر۔ اور سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو پروردگار ہے سب جہانوں کا۔ (ت)

فقیر احمد رضا خاں قادری عفی عنہ

از بریلی ۱۴ ربیع الاول شریف روز شنبہ ۱۳۲۸ھ

رسالہ خالص الاعتقاد ختم ہوا

[1] القرآن الکریم ۶۸/۳۳

رسالہ

اِنبآءُ المصطفٰی بحالِ سِرّ واخفٰی ۱۳۱۸ھ

(مصطفٰے صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو خبر دینا پوشیدہ کی اور پوشیدہ ترین کی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۲۸: از دہلی چاندنی چوک موتی بازار مرسلہ بعض علمائے اہلسنت ۲۱ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۸ھ

حضرات علمائے کرام اہلسنت کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ زیدؔ[عہ] دعوٰی کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو حق تعالٰی نے علمِ غیب عطا فرمایا ہے۔ دنیا میں جو کچھ ہوا اور ہوگا حتی کہ بدءُ الخلق سے لے کر دوزخ وجنت میں داخل ہونے تک کا تمام حال اور اپنی امت کا خیر وشر تفصیل سے جانتے ہیں، اور جمیع اولین وآخرین کو اس طرح ملاحظہ فرماتے ہیں جس طرح اپنے کفِ دستِ مبارک کو، اور اس دعوے کے ثبوت میں آیات واحادیث واقوالِ علماء پیش کرتا ہے۔

بکر اس عقیدے کو کفر وشرک کہتا ہے اور بکمال درشتی دعوٰی کرتا ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کچھ نہیں جانتے، حتی کہ آپ کو اپنے خاتمے کا حال بھی معلوم نہ تھا، اور اپنے اس دعوے کے

عہ: زید سے مراد جناب مولانا ہدایت رسول صاحب لکھنوی مرحوم ہیں۔

اثبات میں کتاب تقویۃ الایمان کی عبارتیں پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی نسبت یہ عقیدہ کہ آپ کو علم ذاتی تھا خواہ یہ کہ خدا نے عطا فرمادیا تھا' دونوں طرح شرک ہے۔

اب علمائے ربانی کی جناب میں التماس ہے کہ ان دونوں میں سے کون برسرِ حق موافقِ عقیدہ سلف صالح ہے اور کون بدمذہب جہنمی ہے، نیز عمرو کا دعوٰی ہے کہ شیطان کا علم معاذاللہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے۔ اس کا گنگوہی مرشد اپنی کتاب براھین قاطعہ کے صفحہ ۵۱ پر یوں لکھتا ہے کہ "شیطان کو وسعتِ علم نص سے ثابت ہوئی فخرِ عالم کی وسعتِ علم کی کون سی نص قطعی ہے۔"[1]

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللھم لک الحمد سرمدًا صل وسلم وبارک علٰی من علمتہ الغیب ونزھتہ من کل عیب وعلٰی الہ وصحبہ ابدًا رب انی اعوذبک من ھمزات الشیٰطین واعوذبک رب ان یحضرون۔

اے اللہ تمام تعریفیں ہمیشہ ہمیشہ تیرے لئے ہیں' درود وسلام اور برکت نازل فرما اس پر جس کو تُونے غیب کا علم عطا فرمایا ہے اور اُس کو ہر عیب سے پاک بنایا ہے اور اس کی آل واصحاب پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔ اے میرے پروردگار! تیری پناہ شیاطین کے وسوسوں سے، اور اے میرے پروردگار! تیری پناہ کہ وہ میرے پاس آئیں۔ (ت)

زید کا قول حق وصحیح اور بکر کا زعم مردود وقبیح ہے۔ بیشک حضرت عزت عزت عظمتہ نے اپنے حبیب اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو تمامی اولین وآخرین کا علم عطا فرمایا۔ شرق تا غرب، عرش تا فرش سب انھیں دکھایا، ملکوت السمٰوٰت والارض کا شاہد بنایا، روزِ اول سے روزِ آخر تک سب ماکان ومایکون انھیں بتایا، اشیائے مذکورہ سے کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہ رہا۔ علمِ عظیم حبیب کریم علیہ افضل الصلٰوۃ والتسلیم ان سب کو محیط ہوا، نہ صرف اجمالاً بلکہ صغیر وکبیر، ہر رطب ویابس، جو پتّہ گرتا ہے، زمین کی اندھیریوں میں جو دانہ کہیں پڑا ہے سب کو جدا جدا تفصیلاً جان لیا، فللہ الحمد کثیرًا۔ بلکہ یہ جو کچھ بیان ہوا ہرگز ہرگز محمد رسول اللہ کا پورا علم نہیں صلے اللہ تعالٰے علیہ وعلٰی آلہٖ وصحبہ اجمعین وکرم، بلکہ علمِ حضور سے ایک چھوٹا حصّہ ہے، ہنوز احاطۂ علم محمدی میں وہ ہزار در ہزار بے حد وکنار سمندر

---

[1] البراہین القاطعۃ بحث علمِ غیب مطبع بلاسا واقع ڈھور ص ۵۱

لہرا رہے ہیں جن کی حقیقت کو وہ خود جانیں یا ان کا عطا کرنے والا ان کا مالک و مولٰی جل وعلا الحمد للہ العلی الاعلٰی۔

کُتبِ حدیث و تصانیف علمائے قدیم و حدیث میں اس کے دلائل کا بسط شافی اور بیان وافی ہے اور اگر کچھ نہ ہو تو بحمد اللہ قرآن عظیم خود شاہد عدل و حکم فصل ہے۔

آیاتِ قرآنی

قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ت):

ونزلنا علیك الکتٰب تبیانًا لکل شیئ وھدی ورحمة وبشرٰی للمسلمین[1]

اتاری ہم نے تم پر کتاب جو ہر چیز کا روشن بیان ہے اور مسلمانوں کے لئے ہدایت و رحمت و بشارت۔

قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ت):

ماکان حدیثا یفترٰی ولکن تصدیق الذی بین یدیہ وتفصیل کل شیئ[2]

قرآن وہ بات نہیں جو بنائی جائے بلکہ اگلی کتابوں کی تصدیق ہے اور ہر شے کا صاف جدا جدا بیان ہے۔

وقال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ت):

مافرطنا فی الکتٰب من شیئ[3]

ہم نے کتاب میں کوئی شے اٹھا نہیں رکھی۔

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی کی توفیق کے ساتھ۔ت) جب فرقان مجید میں ہر شے کا بیان ہے اور بیان بھی کیسا، روشن، اور روشن بھی کس درجہ کا، مفصل، اور اہلسنت کے مذہب میں شے ہر موجود کو کہتے ہیں، تو عرش تا فرش تمام کائنات جملہ موجودات اس بیان کے احاطے میں داخل ہوئے اور منجملہ موجودات کتابت لوحِ محفوظ بھی ہے تا بالضرورت یہ بیانات محیط، اس کے مکتوب بھی بالتفصیل شامل ہوئے۔ اب یہ بھی قرآن عظیم سے ہی پوچھ دیکھئے کہ لوحِ محفوظ میں کیا کیا لکھا ہے۔

قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ت):

وکل صغیر وکبیر مستطر[4]

ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۸۹

[2] القرآن الکریم ۱۲/ ۱۱۱

[3] " " ۶/ ۳۸

[4] " " ۵۴/ ۵۳

وقال اللہ تعالٰی (اور اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت)؛

وکل شیئ احصینٰہ فی امام مبین[1] ہر شے ہم نے ایک روشن پیشوا میں جمع فرمادی ہے۔

وقال اللہ تعالٰی (اور اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت)؛

ولا حبۃ فی ظلمٰت الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتٰب مبین[2] کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیریوں میں اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک مگر یہ کہ سب ایک روشن کتاب میں لکھا ہے۔

اور اصول میں مبرہن ہوچکا کہ نکرہ حیز نفی میں مفید عموم ہے اور لفظ کُل تو ایسا عام ہے کہ کبھی خاص ہوکر مستعمل ہی نہیں ہوتا اور عام افادہ استغراق میں قطعی ہے اور نصوص ہمیشہ ظاہر پر محمول رہیں گی۔ بے دلیل شرعی تخصیص وتاویل کی اجازت نہیں، ورنہ شریعت سے امان اٹھ جائے، نہ احادیث احاد اگرچہ کیسے ہی اعلٰی درجے کی ہوں، عموم قرآن کی تخصیص کرسکیں بلکہ اس کے حضور مضمحل ہوجائیں گی بلکہ تخصیص متراخی نسخ ہے اور اخبار کا نسخ ناممکن اور تخصیص عقلی عام کو قطعیت سے نازل نہیں کرتی نہ اس کے اعتماد پر کسی ظنی سے تخصیص ہوسکے تو بحمداللہ تعالٰی کیسے نص صحیح قطعی سے روشن ہوا کہ ہمارے حضور صاحبِ قرآن صلے اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم کو اللہ تعالٰی عزوجل نے تمام موجودات جملہ ماکان ومایکون الی یوم القیٰمۃ جمیع مندرجاتِ لوحِ محفوظ کا علم دیا اور شرق وغرب وسما وارض وعرش وفرش میں کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہ رہا وللہ الحجۃ الساطعۃ اور جبکہ یہ علم قرآن عظیم کے تبیانا لکل شیئ[3] (ہر چیز کا روشن بیان۔ ت) ہونے نے دیا، اور پُر ظاہر کہ یہ وصف تمام کلام مجید کا ہے، نہ ہر آیت یا سورت کا۔ تو نزول جمیع قرآن شریف سے پہلے اگر بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی نسبت ارشاد ہو لم نقصص علیک[4] (ان کا قصہ ہم نے آپ پر بیان نہیں کیا۔ ت) یا منافقین کے باب میں فرمایا جائے لا تعلمھم[5] (آپ ان کو نہیں جانتے۔ ت) ہرگز ان آیات کے منافی اور علمِ مصطفوی کا نافی نہیں۔

الحمدللہ جس قدر قصص وروایات واخبار وحکایات علم عظیم محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] القرآن الکریم ۳۶/ ۱۲ — [2] القرآن الکریم ۶/ ۵۹

[3] " ۱۶/ ۸۹ — [4] " ۴۰/ ۷۸

[5] " ۹/ ۱۰۱

کے گھٹانے کو آیاتِ قطعیہ قرآنیہ میں پیش کی جاتی ہیں ان سب کا جواب انھیں دو فقروں میں ہوگیا ہے دو حال سے خالی نہیں، یا تو ان قصص سے تاریخ معلوم ہوگی یا نہیں، اگر نہیں تو ان سے استدلال درست نہیں کہ جب تاریخ مجہول تو ان کا تمامی نزولِ قرآن سے پہلے ہونا صاف معقول، اور اگر ہاں تو دو حال سے خالی نہیں، یا وہ تاریخ تمامی نزول سے پہلے کی ہوگی یا بعد کی، پہلی صورت میں استدلال کرنا درست نہیں، برتقدیر ثانی اگر مدعائے مخالف میں نص صریح نہ ہو تو استناد محض خرطا لقتاد، مخالفین جو پیش کرتے ہیں سب انھیں اقسام کی ہیں۔ ان آیات کے خلاف پر اصلاً ایک دلیل صحیح صریح قطعی الافادہ نہیں دکھا سکتے، اور اگر بالفرض غلط تسلیم ہی کرلیں تو ایک یہی جواب جامع ونافع ونافی وقامع سب کے لئے شافی وکافی کہ عموم آیاتِ قطعیہ قرآنیہ کی مخالفت میں اخبار احاد سے استناد محض غلط ہے۔ اس مطلب پر تصریحاتِ ائمہ اصول سے احتجاج کروں اس سے یہی بہتر ہے کہ خود مخالفین کے بزرگوں کی شہادت پیش کروں ؎

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

نصوص قطعیہ قرآنِ عظیم کے خلاف پر احادیث احاد کا سُنا جانا بالائے طاق، یہ بزرگوار صاف تصریح کرتے ہیں کہ یہاں خبرِ واحد سے استدلال ہی جائز نہیں، نہ اصلاً اس پر التفات ہوسکے۔ اسی براہین قاطعہ ما امر اللہ بہ ان یوصل میں اسی مسئلہ علم غیب کی تقریروں لکھتے ہیں:

"عقائد مسائل قیاسی نہیں کہ قیاس سے ثابت ہوجائیں، بلکہ قطعی ہیں، قطعیات نصوص سے ثابت ہوتے ہیں کہ خبرِ واحد یہاں بھی مفید نہیں، لہٰذا اس کا اثبات اس وقت قابلِ التفات ہو کہ قطعیات سے اس کو ثابت کرے۔"[1]

نیز صفحہ ۸۹ پر لکھا:

"اعتقادات میں قطعیات کا اعتبار ہوتا ہے، نہ ظنیاتِ صحاح کا۔"[2]

صفحہ ۹۲ پر ہے:

"احاد صحاح بھی معتبر نہیں، چنانچہ فنِ اصول میں مبرہن ہے۔"[3]

الحمدُ للہ تمام مخالفین کو دعوتِ عام ہے فاجمعوا شرکاءکم (اپنے شرکاء کو جمع کرلو ت)

---

[1] البراہین القاطعہ بحث علم غیب مطبع لے بلاساواقع ڈھور ص ۵۱

[2] " " شبِ جمعہ میں ارواح کے اپنے گھر آنے کے اثبات میں روایات سب مخدوش ہیں " ص ۸۹

[3] " " مسئلہ فاتحہ اعتقادیہ ہے اس میں ضعاف کیا احادِ صحاح بھی قابلِ اعتماد نہیں " ص ۹۲

چھوٹے بڑے سب اکٹھے ہو کر ایک آیت قطعی الدلالۃ یا ایک حدیث متواتر یقینی الافادہ چھانٹ لائیں جس سے صاف صریح طور پر ثابت ہو کہ تمام نزولِ قرآن عظیم کے بعد بھی اشیائے مذکورہ ماکان ومایکون سے فلاں امر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر مخفی رہا جس کا علم حضور کو دیا ہی نہ گیا،

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا[1] فاعلموا ان اللہ لایھدی کید الخائنین[2] — اگر ایسی نص نہ لاسکو اور ہم کہے دیتے ہیں کہ ہرگز نہ لاسکو گے، تو خوب جان لو کہ اللہ راہ نہیں دیتا دغابازوں کے مکر کو۔

والحمد للہ رب العالمین (اور سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ ت)

یہی مولوی رشید احمد صاحب پھر لکھتے ہیں:

"خود فخرِ عالم علیہ السلام فرماتے ہیں واللہ لا ادری ما یفعل بی ولا بکم (الحدیث)

(اور بخدا میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا ہوگا اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا۔ ت)

اور شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں[3]۔"

قطع نظر اس کے کہ حدیث اول خود احاد ہے، سلیم الحواس کو سند لائی تھی تو وہ مضمون خود آیت میں تھا، اور قطع نظر اس سے کہ اس آیت وحدیث کے کیا معنی ہیں اور قطع نظر اس سے کہ یہ کس وقت کے ارشاد ہیں اور قطع نظر اس سے کہ خود قرآن عظیم واحادیث صحیحہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں اس کا ناسخ موجود کہ جب آیۂ کریمہ:

لیغفر لك اللہ ما تقدم من ذنبك وما تاخر[4] — تاکہ اللہ بخش دے تمہارے واسطے سے سب اگلے پچھلے گناہ۔

نازل ہوئی تو صحابہ نے عرض کی:

ھنیئا لك یا رسول اللہ لقد بین اللہ لك ماذا یفعل بك — یارسول اللہ! آپ کو مبارک ہو، خدا کی قسم! اللہ عزوجل نے یہ تو صاف بیان فرمادیا کہ حضور کے

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۴

[2] " " ۱۲/ ۵۲

[3] البراہین القاطعہ بحث علمِ غیب مطبع لے بلاسا واقع ڈھور ص ۵۱

[4] القرآن الکریم ۴۸/ ۲

فماذا یفعل بنا[1] | ساتھ کیا کرے گا، اب رہا یہ کہ ہمارے ساتھ کرے گا۔

اس پر یہ آیت اُتری :

لیدخل المؤمنین والمؤمنٰت جنّٰت تجری من تحتہا الانھٰر خٰلدین فیہا ویکفر عنہم سیاٰتہم وکان ذٰلک عند اللہ فوزًا عظیمًا[2] | تاکہ داخل کرے اللہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ہمیشہ رہیں گے ان میں اور مٹادے ان سے ان کے گناہ، اور یہ اللہ کے یہاں بڑی مراد پانا ہے۔

یہ آیت اور ان کے امثال بے نظیر اور یہ حدیث جلیل وشہیر۔

رہا شیخ عبدالحق کا حوالہ، قطع نظر اس سے کہ روایت وحکایت میں فرق ہے، اس بے اصل حکایت سے استناد اور شیخ محقق قدس سرہ العزیز کی طرف اسناد کیسی جرأت وقباحت ہے۔ شیخ رحمہ اللہ تعالٰی نے مدارج شریف میں یُوں فرمایا ہے :

اینجا اشکال می آرند کہ در بعض روایات آمدہ است کہ گفت آں حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من بندہ ام نمی دانم آں چہ درپس ایں دیوار ست، جوابش آنست کہ ایں سخن اصلے ندارد، وروایت بداں صحیح نشدہ است[3] | اس موقعہ پر ایک اعتراض کیا جاتا ہے کہ بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں بندہ ہوں مجھے معلوم نہیں کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں اور یہ روایت صحیح نہیں۔

ایسا ہی لاتقربوا الصلوٰۃ (نماز کے قریب مت جاؤ۔ت) پر عمل کروگے تو خوب چین سے رہوگے ؎

اس آنکھ سے ڈریئے جو خدا سے نہ ڈرے آنکھ

امام ابن حجر عسقلانی (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) فرماتے ہیں لَا اَصْلَ لَہٗ[4] یہ حکایت محض

---

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی ۲/ ۶۰۰ و سنن الترمذی کتاب التفسیر حدیث ۳۲۷۴ ۵/ ۱۷۶

[2] القرآن الکریم ۴۸/ ۵

[3] مدارج النبوت "لاعلم ما ورای جداری ایں سخنے اصل ندارد" مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۷

[4] المواہب اللدنیۃ المقصد الثالث الفصل الاول المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۲۸

بے اصل ہے۔

امام ابن حجر مکی نے افضل القرٰی میں فرمایا: لم یعرف سند[1] اس کے لئے کوئی سند نہ پہچانی گئی۔

افسوس اسی منہ سے مقام اعتقادیات بتانا، احادیثِ صحاح بھی نامقبول ٹھہرانا، اسی منہ سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا علمِ عظیم گھٹا کر ایسی بے اصل حکایت سے سند لانا اور ملمع کاری کے لئے شیخ محقق کا نام لکھ جانا جو صراحۃً فرمارہے ہیں کہ اس حکایت کی جڑ نہ بنیاد۔ آپ اس کے سوا کیا کہئے کہ الیسوں کی داد نہ فریاد۔ اللہ اللہ نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مناقبِ عظیمہ اور بابِ فضائل سے نکلوا کر اس تنگنائے میں داخل کرائیں تاکہ صحیحین بخاری و مسلم کی حدیثیں بھی مردود بنائیں اور حضور کی تنقیص شان میں یہ فراخی دکھائیں کہ بے اصل بے سند مقولے سب سما جائیں ؎

حال ایمان کا معلوم ہے بس جانے دو

بالجملہ بحمد اللہ تعالٰی زید سُنّی حفظہ اللہ تعالٰی کا دعوٰی آیاتِ قطعیہ قرآنیہ سے ایسے جلیل و جمیل طور سے ثابت جس میں اصلاً مجال دم زدن نہیں۔ اگر یہاں کوئی دلیل ظنّی تخصیص سے قائم بھی ہوتی تو عموم قطعی قرآن عظیم کے حضور مضمحل ہوجاتی، نہ کہ صحیح مسلم و صحیح بخاری وغیرہا سُنن و صحاح و مسانید و معاجیم کی احادیثِ صریحہ، صحیحہ، کثیرہ، شہیرہ اس عموم و اطلاق کی اور تاکید و تائید فرمارہی ہیں۔

احادیثِ مبارکہ

صحیحین بخاری و مسلم میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

قام فینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مقاما ما ترك شیئا یکون فی مقامہ ذٰلك الی قیام الساعۃ الاحدث بہ حفظہ من حفظہ ونسیہ من نسیہ۔[2]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک بار ہم میں کھڑے ہو کر ابتدائے آفرینش سے قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا سب بیان فرمادیا، کوئی چیز نہ چھوڑی، جسے یاد رہا یاد رہا جو بھول گیا بھول گیا۔

---

[1] افضل القرا القراء ام القرٰی

[2] مشکوٰۃ المصابیح برمز متفق علیہ کتاب الفتن الفصل الاول مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۶۱

صحیح مسلم کتاب الفتن قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۹۰

مسند احمد بن حنبل عن حذیفہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۳۸۵ و ۳۸۹

یہی مضمون احمد نے مسند، بخاری نے تاریخ، طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

قام فینا النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مقاماً فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اھل الجنۃ منازلھم و اھل النار منازلھم حفظ ذٰلک من حفظہ ونسیہ من نسیہ[1]

ایک بار سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہم میں کھڑے ہو کر ابتدائے آفرینش سے لے کر جنتیوں کے جنت اور دوزخیوں کے دوزخ جانے تک کا حال ہم سے بیان فرمادیا، یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور بھول گیا جو بھول گیا۔

صحیح مسلم شریف میں حضرت عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے، ایک دن رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نماز فجر سے غروب آفتاب تک خطبہ فرمایا، بیچ میں ظہر و عصر کی نمازوں کے علاوہ کچھ کام نہ کیا فاخبرنا بما ھو کائن الٰی یوم القیٰمۃ فاعلمنا احفظنا[2] اس میں سب کچھ ہم سے بیان فرمادیا جو کچھ قیامت تک ہونے والا تھا ہم میں زیادہ علم والا وہ ہے جسے زیادہ یاد رہا۔

جامع ترمذی شریف وغیرہ کتب کثیرہ ائمہ حدیث میں باسانید عدیدہ و طرق متنوعہ دس صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

فرأیتہ عزّوجل وضع کفہ بین کتفیّ فوجدت بردانا ملہ بین ثدیی فتجلّٰی لی کل شیئ وعرفت[3]

میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا اس نے اپنا دست قدرت میری پشت پر رکھا کہ میرے سینے میں اُس کی ٹھنڈک محسوس ہوئی اسی وقت ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی اور میں نے سب کچھ پہچان لیا۔

امام ترمذی فرماتے ہیں:

ھذا حدیث حسن صحیح سألت محمد بن اسمٰعیل

یہ حدیث حسن صحیح ہے، میں نے امام بخاری سے

---

[1] صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب ما جاء فی قول اللہ وھو الذی یبدأ الخلق الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۵۳

[2] صحیح مسلم کتاب الفتن قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۹۰

[3] سنن الترمذی کتاب التفسیر حدیث ۳۲۴۶ دار الفکر بیروت ۵/ ۱۶۰

عن هذا الحدیث فقال صحیح[1] اس کا حال پوچھا، فرمایا، صحیح ہے۔

اسی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسی معراجِ منامی کے بیان میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

فعلمت ما فی السمٰوٰت وما فی الارض[2] جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب میرے علم میں آگیا۔

شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:

پس دانستم ہرچہ در آسمانہا و ہرچہ در زمینہا بود عبارت است از حصولِ تمامہ علوم جزوی وکلی و احاطہ آں[3] چنانچہ میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے یہ تعبیر ہے تمام علوم کے حصول اور ان کے احاطہ سے چاہے وہ علوم جزوی ہوں یا کُلّی۔(ت)

امام احمد مسند اور ابن سعد طبقات اور طبرانی معجم میں بسند صحیح حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالٰی عنہ اور ابویعلٰی وابن منیع وطبرانی حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

لقد ترکنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وما یحرک طائر جناحیہ فی السماء الا ذکر لنا منہ علما[4] نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیں اس حال پر چھوڑا کہ ہوا میں کوئی پرندہ پَر مارنے والا ایسا نہیں جس کا علم حضور نے ہمارے سامنے بیان نہ فرمادیا ہو۔

نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض وشرح زرقانی للمواہب میں ہے:

ھذا تمثیل لبیان کل شیئ تفصیلا یہ ایک مثال دی ہے اس کی کہ نبی صلی اللہ

---

[1] سنن الترمذی کتاب التفسیر حدیث ۳۲۴۶ دارالفکر بیروت ۵/۱۶۱
[2] " " " " " ۳۲۴۴ " " ۵/۱۵۹
[3] اشعۃ اللمعات کتاب الصلوٰۃ باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۳۳
[4] مسند احمد بن حنبل عن ابی ذرغفاری رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/۱۵۳
مجمع الزوائد عن ابی الدرداء کتاب علامات النبوۃ باب فیما اوتی من العلم دارالکتاب " ۸/۲۶۴

تارۃً واجمالاً اُخرٰی[1] | تعالٰی علیہ وسلم نے ہر چیز بیان فرمادی کبھی تفصیلاً کبھی اجمالاً۔

مواہب امام قسطلانی میں ہے،

ولا شك ان الله تعالٰی قد اطلعه علٰی اَزْیَدَ من ذٰلك والقٰی علیه علم الاوّلین والاٰخرین[2] | اور کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالٰی نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اس سے زیادہ علم دیا اور تمام اگلے پچھلوں کا علم حضور پر القا کیا، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

طبرانی معجم کبیر اور نعیم بن حماد کتاب الفتن اور ابونعیم حلیہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ان الله قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیها والٰی ماھو کائن فیها الٰی یوم القیامة کانّما انظر الٰی کفی ھٰذہٖ جلیان من الله جلّاہ لنبیّه کما جلّاہ لنبیّین من قبله[3] | بیشک میرے سامنے اللہ عزوجل نے دنیا اُٹھالی ہے اور میں اسے اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کچھ ایسا دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہُوں اس روشنی کے سبب جو اللہ تعالٰی نے اپنے نبی کے لئے روشن فرمائی جیسے محمد سے پہلے انبیاء کے لئے روشن کی تھی۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

اس حدیث سے روشن ہے کہ جو کچھ سماوات وارض میں ہے اور جو قیامت تک ہوگا، اس سب کا علم اگلے انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی عطا ہوا تھا اور حضرت عزت عزجلالہ اس تمام ماکان ومایکون کو اپنے ان محبوبوں کے پیش نظر فرمادیا، مثلاً مشرق سے مغرب تک سماک سے سمک تک، ارض سے فلک

---

[1] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض فصل ومن ذٰلک ما اطلع الخ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۳/ ۱۵۳
شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الثامن الفصل الثالث القسم الثانی دار المعرفۃ بیروت ۷/ ۲۰۶

[2] المواہب اللدنیۃ " " " ما اخبر بہٖ صلی اللہ علیہ وسلم من الغیوب المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۵۶۰

[3] حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۳۴۸ حدید بن کریب دار الکتاب العربی بیروت ۶/ ۱۰۱
کنز العمال حدیث ۳۱۸۱۰ و ۳۱۹۷۱ موسسۃ الرسالہ " ۱۱/ ۳۷۸ و ۴۲۰

تک اس وقت جو کچھ ہو رہا ہے سیدنا ابراہیم خلیل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہزارہا برس پہلے اس سب کو ایسا دیکھ رہے تھے گویا اس وقت ہر جگہ موجود ہیں۔ ایمانی نگاہ میں یہ نہ قدرتِ الٰہی پر دشوار اور نہ عزت و وجاہت انبیاء کے مقابل بسیار، مگر معترض بیچارے جن کے یہاں خدائی کی حقیقت اتنی ہو کہ ایک پیڑ کے پتے گن دیئے وہ آپ ہی ان حدیثوں کو شرکِ اکبر کہنا چاہیں اور جو ائمہ کرام و علمائے اعلام ان سے سند لائے، انھیں مقبول مسلم رکھتے آئے، جیسے امام خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین سیوطی مصنف خصائص کبرٰی و امام شہاب احمد محمد خطیب قسطلانی صاحبِ مواہبِ لدنیہ و امام ابوالفضل شہاب ابن حجر مکی ہیتمی شارح ہمزیہ و علامہ شہاب احمد مصری خفاجی صاحبِ نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض و علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی شارح مواہب وغیرہم رحمہم اللہ تعالٰی انھیں مشرک کہیں۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔

صحیح مسلم و مسند امام احمد و سنن ابن ماجہ میں ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عرضت علی امتی باعمالھا حسنھا وقبیحھا[1] میری ساری اُمت اپنے سب اعمالِ نیک و بد کے ساتھ میرے حضور پیش کی گئی۔

طبرانی اور ضیاء مختارہ میں حذیفہ بن اُسید رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عرضت علی امتی البارحۃ لدی ھٰذہ الحجرۃ حتی لانا اعرف بالرجل منھم من احدکم بصاحبہ[2] گزشتہ رات مجھ پر میری اُمت اس حجرے کے پاس میرے سامنے پیش کی گئی بیشک میں ان کے ہر شخص کو اس سے زیادہ پہچانتا ہوں جیسا تم میں کوئی اپنے ساتھی کو پہچانے۔

والحمد للہ رب العالمین (سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب المساجد باب النہی عن البصاق فی المسجد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۰۷
مسند احمد بن حنبل عن ابی ذر رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/۱۸۰

[2] المعجم الکبیر حدیث ۳۰۵۴ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۳/۱۸۱
کنز العمال حدیث ۳۱۹۱۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۴۰۸

اقوال ائمہ کرام

امام اجل سیدی بوصیری قدس سرہٗ ام القریٰ میں فرماتے ہیں:

وسع العالمین علمًا و حکمًا[1] رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا علم وحکمت تمام جہان کو محیط ہوا۔

امام ابن حجر مکی اس کی شرح افضل القریٰ میں فرماتے ہیں:

لان اللہ تعالٰی اطلعه علی العالم فعلم علم الاولین والاٰخرین وما کان وما یکون[2] یہ اس لئے کہ بیشک عزوجل نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تمام جہان پر اطلاع بخشی تو سب اگلے پچھلوں اور ماکان و مایکون کا علم حضور پرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو حاصل ہوگیا۔

امام جلیل قدوۃ المحدثین سیدی زین الدین عراقی استاذِ امام حافظ الشان ابن حجر عسقلانی شرح مہذّب میں پھر علامہ خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں:

انه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم عرضت علیه الخلائق من لدن اٰدم علیه الصلٰوۃ والسلام الٰی قیام الساعة فعرفهم کلهم کما علم اٰدم الاسماء[3] حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامِ قیامت تک کی تمام مخلوقاتِ الٰہی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو پیش کی گئی حضور نے جمیع مخلوقات گزشتہ اور آئندہ سب کو پہچان لیا جس طرح آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام کو تمام نام سکھائے گئے تھے۔

علامہ عبدالرؤف مناوی تیسیر میں فرماتے ہیں:

النفوس القدسیة اذا تجرّدت عن العلائق البدنیة اتصلت بالملاء الاعلٰی ولم یبق لها حجاب پاکیزہ جانیں جب بدن کے علاقوں سے جُدا ہوکر عالمِ بالا سے ملتی ہیں ان کے لئے کوئی پردہ نہیں رہتا ہے وہ ہر چیز کو ایسا دیکھتی اور

---

[1] مجموع المتون متن قصیدۃ الہمزیۃ فی مدح خیر البریۃ الشئون الدینیہ دولۃ قطر ص ۱۸

[2] افضل القراء القراء ام القرٰی

[3] نسیم الریاض الباب الثالث الفصل الاول فیما ورد من ذکر مکانتہ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۲/۲۰۸

فتری وتسمع الکل کالمشاهد[1] سنتی ہیں جیسے پاس حاضر ہیں۔

امام ابن الحاج مکی مدخل اور امام قسطلانی مواہب میں فرماتے ہیں:

قد قال علماؤنا رحمھم اللہ تعالٰی لا فرق بین موتہ وحیاتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی مشاھدتہ لامتہ ومعرفتہ باحوالھم ونیاتھم وعزائمھم وخواطرھم وذٰلک جلی عندہ لاخفاء بہ[2]

بیشک ہمارے علمائے کرام رحمہم اللہ تعالٰی نے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حالت دنیوی اور اس وقت کی حالت میں کچھ فرق نہیں ہے اس بات میں کہ حضور اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں، ان کے ہر حال ان کی ہر نیت ان کے ہر ارادے، ان کے دلوں کے ہر خطرے کو پہچانتے ہیں، اور یہ سب چیزیں حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایسی روشن ہیں جن میں اصلاً کسی طرح کی پوشیدگی نہیں۔

یہ عقیدے ہیں علمائے ربانیین کے محمد رسول اللہ کی جناب ارفع میں، جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

شیخ شیوخ علمائے ہند مولانا شیخ محقق نور اللہ تعالٰی مرقدہ المکرم مدارج شریف میں فرماتے ہیں:

ذکر کن او را و درود بفرست بروے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم، و باش در حال ذکر گویا حاضر ست پیش او در حالتِ حیات و می بینی تو او را متادب با جلال و تعظیم و ہیبت و امید بداں کہ وے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم می بیند و می شنود کلام ترا زیرا کہ وے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم

ان کی یاد کر اور ان پر درود بھیج۔ اور ذکر کے وقت ایسے ہو جاؤ گویا تم ان کی زندگی میں انکے سامنے حاضر ہو اور ان کو دیکھ رہے ہو، پورے ادب اور تعظیم سے رہو، ہیبت بھی ہو اور امید بھی، اور جان لو کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی تمھیں دیکھ رہے ہیں اور تمھارا کلام سن رہے ہیں کیونکہ وہ صفاتِ الٰہیہ سے متصف ہیں اور

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث حیثما کنتم فصلوا علیّ الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۵۰۲

[2] المدخل لابن الحاج فصل فی الکلام علی زیارۃ سید المرسلین دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۵۲
المواہب اللدنیۃ المقصد العاشر الفصل الثانی المکتب الاسلامی " ۴/ ۵۸۰

متصف است بصفات اللہ و یکے از صفاتِ الٰہی آنست کہ انا جلیسُ من ذکرنی[1]

اللہ کی ایک صفت یہ ہے کہ جو مجھے یاد کرتا ہے میں اس کے پاس ہوتا ہوں۔

اللہ تعالٰی کی بے شمار رحمتیں شیخ محقق پر، جب نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دیکھنا ہمیں بیان کیا بدانکہ بڑھایا تاکہ اسے کوئی گویا کے نیچے داخل نہ سمجھے۔ غرض ایمانی نگاہوں کے سامنے اس حدیث پاک کی تصویر کھینچ دی کہ،

اعبد اللّٰہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک۔[2]

اللہ تعالٰی کی عبادت کر، گویا تُو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تُو اسے نہ دیکھے تو وہ تو یقیناً تجھے دیکھتا ہے

جل جلالہ صلے اللہ تعالٰی علی نبیہ وآلہ وبارک وسلم۔

نیز فرماتے ہیں،

ہرچہ در دنیا است زمانِ آدم تا نفخہ اولٰی بروے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم منکشف ساختند تاہمہ احوال را از اول تا آخر معلوم کرد و یارانِ خود را نیز بعضے از اں احوال خبر داد[3]

جو کچھ دنیا میں زمانہ آدم سے پہلے صُور پھونکے جانے تک ہے ان (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) پر منکشف کردیا یہاں تک کہ انھیں اوّل سے آخر تک تمام احوال معلوم ہوگئے، انھوں نے بعض اصحاب کو ان احوال میں سے بعض کی اطلاع دی۔

نیز فرماتے ہیں،

وھو بکل شیئ علیم ۰ و وے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دانا است ہمہ چیز از شیونات ذات الٰہی و احکام صفاتِ حق و اسماء و افعال و آثار و جمیع علوم ظاہر و باطن اول و آخر احاطہ نمودہ و مصداق فوق کل ذی علم علیم ۰ علیہ من الصلوٰت افضلہا

وھو بکل شیئ علیم، اور وہ (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) سب چیزوں کو جاننے والے ہیں۔ احوالِ احکامِ الٰہی، احکامِ صفاتِ حق، اسماء، افعال آثار، تمام علوم ظاہر و باطن، اول و آخر کا احاطہ کئے ہوئے ہیں اور فوق کل ذی علم علیم ۰ کے مصداق ہیں۔ آپ پر افضل درود اور اتم

---

[1] مدارج النبوۃ باب یازدہم وصل نوع ثانی کہ تعلق معنوی است الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۶۲۱

[2] صحیح بخاری کتاب الایمان باب سوال جبریل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الایمان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲
صحیح مسلم " قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۹

[3] مدارج النبوۃ " باب پنجم وصل خصائص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۱۴۴

ومن التحیات اتمہا واکملہا۔[1] واکمل سلام ہو۔(ت)

شاہ ولی اللہ دہلوی، فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں:

فاض علیّ من جنابہ المقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم کیفیۃ ترقی العبد من حیّزہٖ الٰی حیّز القدس فیتجلی لہ حینئذ کلّ شیئ کما اخبر عن ھذا المشھد فی قصۃ المعراج المنامی[2]

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہِ اقدس سے مجھ پر اس حالت کا علم فائض ہوا کہ بندہ اپنے مقام سے مقامِ قدس تک کیونکر ترقی کرتا ہے کہ اس پر ہر چیز روشن ہو جاتی ہے جس طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے اس مقام سے معراجِ خواب کے قصے میں خبر دی۔

قرآن وحدیث واقوالِ ائمہ حدیث سے اس مطلب پر دلائل بے شمار ہیں اور خدا انصاف دے تو یہی اقل قلیل کہ مذکور ہوئے بسیار ہوئے۔ غرض شمس واُس کی طرح روشن ہوا کہ عقیدہ مذکورہ زید کو معاذ اللہ کفر و شرک کہنا خود قرآن عظیم پر تہمت رکھنا اور احادیثِ صحیحہ صریحہ شہیرہ کثیرہ کو رَد کرنا اور بکثرت ائمہ دین واکابر علمائے عاملین واعاظم علمائے کاملین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین، یہاں تک کہ شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز صاحب کو بھی عیاذاً باللہ کافر و مشرک بنانا اور بحکم ظواہر احادیث صحیحہ و روایاتِ معتمدہ فقہیہ خود کافر و مشرک بننا ہے اس کے متعلق احادیث و روایات و اقوالِ ائمہ وترجیحات و تصریحات فقیر کے رسالہ النھی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید و رسالہ الکوکبۃ الشھابیۃ علٰی کفریات ابی الوھابیۃ وغیرہما میں ملاحظہ کیجئے۔

افسوس کہ ان شرک فروش اندھوں کو اتنا نہیں سُوجھتا کہ علمِ الٰہی ذاتی ہے اور علمِ خلق عطائی۔ وہ واجب یہ ممکن، وہ قدیم یہ حادث، وہ نامخلوق یہ مخلوق، وہ نامقدور یہ مقدور، وہ ضروری البقا یہ جائز الفنا، وہ ممتنع التغیر یہ ممکن التبدل۔ ان عظیم تفرقوں کے بعد احتمالِ شرک نہ ہوگا مگر کسی مجنون کو بصیرت کے اندھے اس علم ماکان ومایکون بمعنٰی مذکور ثابت جاننے کو معاذ اللہ علمِ الٰہی سے مساوات مان لینا سمجھتے ہیں حالانکہ العظمۃ للہ علمِ الٰہی تو علمِ الٰہی جس میں غیر متناہی علوم

---

[1] مدارج النبوۃ مقدمۃ الکتاب مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲ و ۳

[2] فیوض الحرمین مشہد اللہ تعالٰی مخلوق کی طرف کتاب نازل کرنے کے وقت کیا کرتا ہے محمد سعید اینڈ سنز کراچی ص ۱۲۹

تفصیل فراوانی بالفعل کے غیر متناہی سلسلے غیر متناہی یا وہ جسے گویا مصطلح حساب کے طور پر غیر متناہی کا مکعب کہئے بالفعل و بالدوام ازلاً ابداً موجود ہیں۔ یہ شرق تا غرب و سماوات وارض وعرش تا فرش وماکان ومایکون من اوّل یوم الی آخر الایام سب کے ذرے ذرے کا حال تفصیل سے جاننا و بالجملہ جملہ مکتوبات لوح ومکنونات قلم کو تفصیلاً محیط ہونا علوم محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے، یہ تو ان کے طفیل سے ان کے بھائیوں حضرات مرسلین کرام علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ واکمل السلام بلکہ اُن کی عطا سے ان کے غلاموں [ف] بعض اعاظم اولیائے عظام قدست اسرارہم کو ملا، اور ملتا ہے۔ ہنوز علوم محمدیہ میں وہ بحار زخار ناپیدا کنار ہیں جن پر ان کی افضیلت کلیہ اور افضیلت مطلقہ کی بنا ہے۔ اللہ عزوجل کی بے شمار رحمتیں امام اجل محمد بوصیری شرف الحق والدین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ پر، قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں، ؎

فانّ من جودك الدنيا وضرتها   ومن علومك علم اللوح والقلم[1]

یعنی یارسول اللہ! دنیا وآخرت دونوں حضور کے خوان جُود وکرم سے ایک ٹکڑا ہیں اور لوح وقلم کا تمام علم جن میں ماکان ومایکون مندرج ہے حضور کے علوم سے ایک حصہ ہے۔ صلی اللہ تعالٰی علیك وسلم وعلٰی اٰلك وصحبك وبارك وسلم۔

مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری زبدہ شرح بردہ میں فرماتے ہیں،

توضیحه ان المراد بعلم اللوح ما اثبت فیه من النقوش القدسیة والصور الغیبیة وبعلم القلم ما اثبت فیه کما شاء والاضافة لادنی ملابسة وکون علمهما من علومه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم

یعنی توضیح اس کی یہ ہے کہ علم لوح سے مراد نقوش قدس وصور غیب ہیں جو اس میں منقوش ہوئے، اور قلم کے علم سے مراد وہ ہیں جو اللہ عزوجل نے جس طرح چاہا اس میں ودیعت رکھے، ان دونوں کی طرف علم کی اضافت ادنٰی علاقے یعنی محلیت نقش واثبات کے باعث ہے اور ان

ف: تمام ماکان ومایکون کا علم علوم حضور سے ایک علم ہے، یہ تو ان کی عطا سے ان کے غلاموں اکابر اولیاء کو بھی ملتا ہے ۱۲ منہ

---

[1] مجموع المتون   متن قصیدۃ البردۃ   الشؤن الدینیۃ دولۃ قطر   ص ۱۰

ان علومه تتنوع الى الكليات والجزئيات وحقائق ومعارف وعوارف تتعلق بالذات والصفات وعلمهما انما يكون سطرًا من سطور علمه ونهرًا من بحور علمه ثم مع هذا هو من برکة وجوده صلی الله تعالٰی علیه وسلم[1]

دونوں میں جس قدر علوم ثبت ہیں ان کا علم علوم محمدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ایک پارہ ہونا، اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علوم بہت اقسام کے ہیں، علوم کلیہ، علوم جزئیہ، علوم حقائق اشیاء، وعلوم اسرار خفیہ اور وہ علوم اور معرفتیں کہ ذات وصفات حضرت عزت جل جلالہٗ سے متعلق ہیں اور لوح وقلم کے جملہ علوم علوم محمدیہ کی سطروں سے ایک سطر، اور ان کے دریاؤں سے ایک نہر ہیں، پھر بر ایں ہمہ وہ حضور ہی کی برکت وجود سے تو ہیں، کہ اگر حضور نہ ہوتے تو نہ لوح وقلم ہوتے نہ اُن کے علوم، صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم۔

منکرین کو صدمہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے لئے روزِ اول سے قیامت تک کے تمام ماکان ومایکون کا علم تفصیلی مانا جاتا ہے لیکن بحمد اللہ تعالٰے وہ جمیع علم ماکان ومایکون علوم محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے عظیم سمندروں سے ایک نہر بلکہ بے پایاں موجوں سے ایک لہر قرار پاتا ہے۔

والحمد للہ رب العٰلمین ○ وخسر ھنالک المبطلون ○ فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا، وقیل بُعدًا للقوم الظّٰلمین ○

اور تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ اور باطل والوں کا وہاں خسارہ ہے۔ ان کے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ نے ان کی بیماری اور بڑھائی۔ اور فرمایا گیا کہ دُور ہوں بے انصاف لوگ۔ (ت)

نصوصِ حصر

یعنی جن آیات واحادیث میں ارشاد ہوا ہے کہ علمِ غیب خاصہ خدا تعالٰی ہے، مولٰی عزوجل کے سوا کوئی نہیں جانتا، قطعاً حق اور بحمد اللہ تعالٰے مسلمان کے ایمان ہیں مگر منکر مستکبر کا اپنے دعوائے باطلہ پر ان سے استدلال اور اس کی بنا پر حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے علم ماکان ومایکون بمعنی

---

[1] الزبدۃ العمدۃ فی شرح البردۃ   ناشر جمعیت علماء سکندریۃ خیرپور سندھ   ص ۱۱۷

مذکور ماننے والے پر حکمِ کفر و ضلال، نصِ جنون و خام خیال بلکہ خود مستلزمِ کفر و ضلال ہے۔

علم بہ اعتبارِ منشا دو قسم کا ہے: ذاتی کہ اپنی ذات سے بے عطائے غیر ہو۔ اور عطائی، کہ اللہ عزوجل کا عطیہ ہو۔ اور بہ اعتبارِ متعلق بھی دو قسم ہے: علمِ مطلق یعنی محیطِ حقیقی، تفصیلی فعلی فراوانی کہ جمیع معلوماتِ الٰہیہ عزوعلا۔ کو جن میں غیر متناہی معلومات کے سلاسل وہ بھی غیر متناہیہ وہ بھی غیر متناہی بار داخل اور خود کنہ ذاتِ الٰہی و احاطۂ تامہ صفاتِ الٰہیہ نامتناہی سب کو شامل فرداً فرداً تفصیلاً مستغرق ہو اور مطلق علم یعنی جاننا، اگرچہ محیط باحاطۂ حقیقیہ نہ ہو۔ ان تقسیمات میں علمِ ذاتی و علمِ مطلق یعنی مذکور بلاشبہہ اللہ عزوجل کے لئے خاص ہیں اور ہرگز کسی غیر خدا کے لئے ان کے حصول کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔

ہم ابھی بیان کر آئے کہ علم ماکان و مایکون بمعنی مسطور اگرچہ کیسا ہی تفصیلی بروجہِ اتم و اکمل ہو علومِ محمدیہ کی وسعتِ عظیمہ کو نہیں پہنچتا، پھر علومِ محمدیہ تو علومِ الٰہیہ ہیں، جل وعلا و صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اور مطلق علم ہرگز حضرت حق عزوعلا سے خاص نہیں بلکہ قسمِ عطائی تو مخلوق ہی کے ساتھ خاص ہے۔

مولٰی عزوجل کا علم عطائی ہونے سے پاک ہے، تو نصوصِ حصر میں یقیناً قطعاً وہی قسمِ اول مراد ہوسکتی ہے نہ کہ قسمِ اخیر، اور بداہۃً ظاہر کہ علم تفصیلی جملہ ذرات ماکان و مایکون بمعنی مزبور بلکہ اس سے ہزار در ہزار ازید و افزوں علم بھی کہ بہ عطائے الٰہی مانا جائے، اسی قسمِ اخیر سے ہوگا، تو نصوصِ حصر کو مدعائے مخالف سے اصلاً مس نہیں بلکہ وہ اس کی صریح جہالت پر نص ہیں وللہ الحمد، یہ معنی بآنکہ خود بدیہی و واضح ہے، ائمہ دین نے اس کی تصریح بھی فرمائی۔

امام اجل ابوزکریا نووی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاوٰی پھر امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاوٰی حدیثیہ میں فرماتے ہیں:

لایعلم ذٰلک استقلالًا و علم احاطۃٍ بکل المعلومات الّا اللہ تعالٰی اما المعجزات والکرامات فباعلام اللہ تعالٰی لھم علمت و کذا ما علم باجراء العادۃ۔[1]

یعنی آیت میں غیرِ خدا سے نفی علمِ غیب کے یہ معنی ہیں کہ غیب اپنی ذات سے بے کسی کے بتائے جاننا اور ایسا علم کہ جمیع معلوماتِ الٰہیہ کو محیط ہوجائے یہ اللہ تعالٰی کے سوا کسی کو نہیں، رہے انبیاء کے معجزے اور اولیاء کی کرامتیں، یہ تو اللہ عزوجل کے بتانے سے انھیں علم ہوا ہے یونہی وہ باتیں کہ عادت کی مطابقت سے جن کا علم ہوتا ہے۔

[1] فتاوٰی حدیثیہ مطلب فی حکم ما اذا قال قائل فلان یعلم الغیب مصطفی البابی مصر ص ۲۲۸

مخالفین کا استدلال محض باطل وخیال محال ہونا تو یہیں سے ظاہر ہوگیا، مگر فقیر نے اپنے رسائل میں ثابت کیا ہے کہ یہ استدلال ان ضلّال کے خود اقراری کفر وضلال کا تمغہ ہے، نیز انھیں میں روشن کیا کہ خلق کے لئے ادعائے علم غیب پر فقہا کا حکم کفر بھی درجہ اولائے حقیقت حق میں اسی صورت علم ذاتی اور وجہ اخرائے طرزِ فقہا میں علم مطلق بمعنی مرقوم کے ساتھ مخصوص ہے، جیسا کہ محققین کے کلام میں منصوص ہے۔

بکر پر مکر کا وہ زعم مردود جس میں حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت "کچھ نہیں جانتے" کا لفظ ناپاک ہے وہ بھی کلمۂ کفر وضلال بیباک ہے۔ بکر نے جس عقیدے کو کفر وشرک کہا اور اس کے رد میں یہ کلام بدفرجام بکا، خود اسی میں تصریح ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو حضرت حق جل شانہ نے یہ علم عطا فرمایا ہے، لاجرم بکر کی یہ نفی مطلق شامل علم عطائی بھی ہے اور خود بعض شیاطین الانس کے قول سے استنادبھی اس تعلیم پر دلیل جلی ہے کہ اس قول میں خواہ یوں او رخواہ یوں دونوں صورت پر حکم شرک دیا ہے۔ اب اس لفظ قبیح کے کلمۂ کفر صریح ہونے میں کیا تامل ہوسکتا ہے۔ قرآن عظیم کی روشن آیتوں کی تکذیب بلکہ سارے قرآن کی تکذیب رسالت نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا انکار بلکہ نبوت تمام انبیاء کا انکار، سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کی تنقیص مکان بلکہ رب العزۃ جلالہ کی توہین شان۔ ایک دو کفر ہوں تو گنے جائیں۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔

یوں ہی اس کا قول کہ "اپنے خاتمے کا بھی حال معلوم نہ تھا" صریح کلمۂ کفر وخسار اور بیشمار آیاتِ قرآنیہ واحادیثِ متواترہ کا انکار ہے۔ آیۂ کریمہ لیغفرلک اللہ مع حدیث صحیحین بخاری ومسلم، بعض اور سنئے، قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

وللاٰخرۃ خیرلک من الاولٰی [1]

اے نبی! بیشک آخرت تمھارے لئے دنیا سے بہتر ہے۔

وقال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

ولسوف یعطیک ربک فترضٰی [2]

بیشک نزدیک ہے کہ تمہارا رب تمھیں اتنا عطا فرمائے گا کہ تم راضی ہوجاؤ گے۔

ف: اپنے خاتمے کا حال حضور کو معلوم نہ ماننا صریح کفر ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۹۳/۴

[2] القرآن الکریم ۹۳/۵

وقال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

یوم لایخزی اللّٰہ النبی والذین اٰمنوا معہٗ نورھم یسعٰی بین ایدیھم و بایمانھم[1]

جس دن اللہ رسوا نہ کرے گا نبی اور انکے صحابہ کو ان کا نور ان کے آگے اور داہنے جولاں کریگا۔

وقال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

عسٰی ان یبعثک ربک مقامًا محمودًا۔[2]

قریب ہے کہ تمہارا رب تمھیں تعریف کے مکان میں بھیجے گا جہاں اوّلین و آخرین سب تمھاری حمد کرینگے۔

وقال اللہ تعالٰی (اور اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

تبٰرک الذی ان شآء جعل لک خیرا من ذٰلک جنّٰت تجری من تحتھا الانھٰر و یجعل لک قصورا[3]

بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اپنی مشیت سے تمھارے لئے اس خزانہ و باغ سے (جس کی طلب یہ کافر کررہے ہیں) بہتر چیزیں کر دیں جنتیں جن کے نیچے نہریں رواں اور وہ تمھیں بہشت بریں کے اونچے اونچے محل بخشے گا۔

علٰی قراءۃ الرفع قراءۃ ابن کثیر وابن عامر وروایۃ ابی بکر عن عاصم۔ الٰی غیر ذٰلک من الاٰیات۔

یجعل کو مرفوع پڑھنے کی تقدیر پر جو کہ ابن کثیر اور ابن عامر کی قراءۃ ہے اور ابوبکر کی عاصم سے یہ روایت ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی متعدد آیات ہیں۔ (ت)

اور احادیثِ کریمہ میں تو جس تفصیل جلیل سے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فضائل و خصائص وقتِ وفاتِ مبارک و برزخ مطہر و حشر منور و شفاعت و کوثر و خلافتِ عظمٰی و سیادتِ کبرٰی و دخولِ جنت و رویت وغیرہا وارد ہیں، انھیں جمع کیجئے تو ایک دفترِ طویل ہوتا ہے۔ یہاں صرف

ع: دوڑے گا ۱۲

---

[1] القرآن الکریم ۶۶/ ۸

[2] القرآن الکریم ۱۷/ ۷۹

[3] " ۲۵/ ۱۰

ایک حدیث تبرکاً سُن لیجئے۔

جامع ترمذی وغیرہ میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا اول الناس خروجا اذا بعثوا وانا خطیبھم اذا وفدوا، وانا خطیبھم اذا انصتوا، وانا مستشفعھم اذا حبسوا، وانا مبشرھم اذا یئسوا الکرامۃ، والمفاتیح یومئذ بیدی، وانا اکرم ولد اٰدم علٰی ربی یطوف علیّ الف خادم کانھم بیض مکنون او لؤلؤ منثور[1]۔

جب لوگوں کا حشر ہوگا تو سب سے پہلے میں مزارِ اطہر سے باہر تشریف لاؤں گا، اور جب وہ سب دم بخود رہیں گے تو ان کا خطبہ خواں میں ہوں گا، اور جب وہ روکے جائیں گے تو ان کا شفاعت خواہ میں ہوں گا، اور جب وہ ناامید ہوجائیں گے تو ان کا بشارت دینے والا میں ہوں گا عزت کیلئے اور تمام کنجیاں اس دن میرے ہاتھ ہوں گی، لواء الحمد اس دن میرے ہاتھ میں ہوگا، بارگاہِ عزت میں میری عزت تمام اولادِ آدم سے زائد ہے، ہزار خدمتگار میرے اردگرد گھومیں گے گویا وہ گرد وغبار سے پاکیزہ انڈے ہیں محفوظ رکھے ہوئے یا جگمگاتے موتی ہیں بکھیرے ہوئے۔

بالجملہ بکر پر مکر کے گمراہ و بددین ہونے میں اصلاً شبہہ نہیں، اور اگر کچھ نہ ہوتا تو صرف اتنا ہی کہ تقویۃ الایمان پر جو حقیقتاً تفویۃ الایمان ہے اس کا ایمان ہے، یہی اس کا ایمان سلامت نہ رکھنے کو بس تھا، جیسا کہ فقیر کے رسالہ الکوکبۃ الشھابیۃ وغیرہا کے مطالعے سے ظاہر ہے ؎

اذا کان الغراب دلیل قوم ۔۔۔ سیھدیھم طریق الھالکینا[2]

(جب کوا کسی قوم کا رہبر ہو تو وہ اس کو ہلاکت کی راہ پر ڈال دے گا۔ت)

والعیاذ باللہ تعالٰی۔

---

[1] جامع الترمذی ابواب المناقب باب منہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۰۱
دلائل النبوۃ ذکر الفضیلۃ الرابعۃ باقسام اللہ بحیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الکتب بیروت ص ۱۳
سنن الدارمی باب ما اعطی النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث ۴۹ دارالمحاسن للطباعۃ ۱/ ۳۰
الدرالمنثور بحوالہ ابن مردویہ عن انس رضی اللہ عنہ مکتبۃ آیۃ العظمی قم ایران ۶/ ۳۰۱

[2]

وہ شخص جو شیطان کے علم ملعون کو علمِ اقدس حضور پرنور عالم ماکان ومایکون صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے زائد کہے اس کا جواب اس کفرستانِ ہند میں کیا ہوسکتا ہے ان شاء اللہ القہار (اگر بہت قہر فرمانیوالے خدا نے چاہا۔ت) روزِ جزا وہ ناپاک ناہنجار اپنے کیفرِ کفری گفتار کو پہنچے گا وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[1] (اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کونسی کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ت) یہاں اسی قدر کافی ہے کہ یہ ناپاک کلمہ صراحۃً محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو عیب لگانا ہے، اور حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو عیب لگانا کلمۂ کفر نہ ہوا تو اور کیا کلمۂ کفر ہوگا۔

والذین یؤذون رسول اللہ لھم عذاب الیم[2]

اور جو لوگ رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دُکھ کی مار ہے۔

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ ط واعد لھم عذابًا مھینا[3]

جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ تعالٰے اور اس کے رسول کو، اللہ نے اُن پر لعنت فرمائی ہے دنیا اور آخرت میں، اور ان کے لئے تیار کر رکھی ہے ذلت والی مار۔

شفائے امام اجل قاضی عیاض اور شرح علامہ شہاب خفاجی مسمّٰی بہ نسیم الریاض میں ہے:

جمیع من سبّ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بشتمۃ اوعابہ ھو اعم من السب فان من قال فلان اعلم منہ صلی اللہ علیہ وسلم فقد عابہ ونقصہ وان لم یسبہ (فھو سابّ والحکم فیہ حکم الساب) من غیر فرق بینھما (لانستثنی منہ) (فصلاً) ای صورۃً (ولا نمتری) فیہ تصریحًا کان

یعنی جو شخص نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو گالی دے یا حضور کو عیب لگائے اور یہ گالی دینے سے عام تر ہے کہ جس نے کسی کی نسبت کہا کہ فلاں کا علم نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے اس نے ضرور حضور کو عیب لگایا، حضور کی توہین کی، اگرچہ گالی نہ دی، یہ سب گالی دینے والے کے حکم میں ہے۔ ان کے اور گالی دینے والے کے حکم میں کوئی فرق نہیں۔ نہ ہم اس سے کسی صورت کا استثناء کریں نہ اس میں شک و تردد کو

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷ [2] القرآن الکریم ۹/ ۶۱
[3] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۷

اوتلویحًا وھذا کلّہ اجماعٌ من العلماء وائمۃ الفتوٰی من لدن الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم الٰی ھلم جرّا[1] اھ مختصرًا۔

راہ دیں، صاف صاف کہا ہو یا کنایہ سے، ان سب احکام پر تمام علماء اور ائمہ فتوٰی کا اجماع ہے کہ زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے آج تک برابر چلا آیا ہے۔ اھ مختصرًا

نسئل اللہ العفو والعافیۃ فی الدنیا والاٰخرۃ ونعوذ بہ من الحور بعد الکور ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالٰی علٰی سید المرسلین والله سبحانہ تعالٰی اعلم۔

ہم اللہ تعالٰی سے دنیا وآخرت میں معافی اور عافیت چاہتے ہیں، اور کثرت کے بعد قلت سے اسکی پناہ چاہتے ہیں۔ نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت مگر بلندی وعظمت والے خدا کی توفیق سے۔ اور درود نازل فرمائے اللہ تعالٰی رسولوں کے سردار پر۔ اور اللہ سبحٰنہ وتعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اس سوال کے ورود پر ایک مبسوط کتاب "بحر عباب" منقسم بچار باب مسمّی بہ نام تاریخی مَالِیُ الحبیب بعلوم الغیب[۱۳۱۸] کی طرح ڈالی۔

باب اول فصوص یعنی فوائد جلیلہ ونفائس جزیلہ کہ ترصیف دلائل اہلسنت کے مقدمات ہوں۔

باب دوم نصوص یعنی اپنے مدعا پر دلائل جلائل قرآن وحدیث واقوالِ ائمہ قدیم وحدیث۔

باب سوم عموم وخصوص کہ احاطہ علوم محمدیہ میں تحریر محل نزاع کرے۔

باب چہارم قطع اللصوص یعنی اس مسئلے میں تمام مہملات نجدیہ نو وکہن کی سرفگنی وتکبر شکنی، مگر فصوص ونصوص کے ہجوم ووفور نے ظاہر کردیا کہ اطالت تاحد ملالت متوقع، لہذا باذن اللہ تعالٰی نفع عامہ کے لئے اس بحرِ ذخار سے ایک گوہر شہوار لامع الانوار گویا خزائن الاسرار سے درمختار مسمّی بہ نام تاریخی اللؤلؤ المکنون فی علم البشیر ما کان وما یکون[۱۳۱۸] (پوشیدہ موتی بشیر صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علمِ ماکان ومایکون کے بارے میں۔ ت) چُن لیا، جس نے جمع وتلفیق کے عوض نقح وتحقیق کی طرف بحمد اللہ زیادہ رُخ کیا، اس کے ایک ایک نور نے نور السمٰوٰت والارض جل جلالہ کے عون سے وہ تابشیں دکھائیں کہ ظلماتِ باطلہ کافور ہوتی نظر آئیں۔

---

[1] نسیم الریاض القسم الرابع الباب الاول مرکز اہل سنت برکات رضا گجرات ہند ۴/ ۳۴۵ و ۳۴۶

یہ چند حرفی فتوٰی کہ اس کے لمعات سے ایک مختصر شعشہ اور بلحاظ تاریخ بنام انباء المصطفٰی بحال سرّ و اخفٰی (مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو پوشیدہ اور پوشیدہ ترین کے حال کی خبر دینا۔ت) مسمّٰی ہے۔ اس کے تمام اشارات خفیہ کا بیان مفصل اسی پر محول ذی علم ماہر تو ان ہی چند حروف سے ان شاء اللہ تعالٰی سب خرافات وجزافات مخالفین کو کیفر چشانی کرسکتا ہے مگر جو صاحب تفصیل کے ساتھ دست نگر ہوں لعونہٖ تعالٰی رسائل مذکورہ کے لآلی متلالی سے بہرہ ور ہوں۔ حضرات مخالفین سے بھی گزارش ہے کہ اگر توفیق الٰہی مساعدت کرے یہی حرف مختصر ہدایت کرے تو ازیں چہ بہتر، ورنہ اگر بوجہ کوتاہی فہم وغلبۂ وہم وقلت تدرب وشدت تعصب اپنی تمام جہالات فاحشہ کی پردہ دری ان مختصر سطور میں نہ دیکھ سکیں، تو اسی مہر جہاں تاب کا انتظار کریں جو بعنایت الٰہی واعانت رسالت پناہی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کی تمام ظلمتوں کی صبح کردے گا۔ ان کا ہر کاسۂ سوال آب زلال ردّ وابطال سے بھر دے گا۔

الا انّ موعدھم الصبح الیس الصبح بقریب ط وما توفیقی الّا باللہ علیہ توکلت والیہ اُنیب ط

خبردار! بے شک ان کا وعدہ صبح کے وقت ہے، کیا صبح قریب نہیں۔ اور میری توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے، میں نے اسی پر بھروسا کیا اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔(ت)

کیا فائدہ کہ اس وقت آپ کا خواب غفلت کچھ ہذیاتؔ کا رنگ دکھائے، اور جب صبح ہدایت افق سعادت سے طالع ہو تو کھل جائے کہ ع

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو کہا افسانہ تھا

معہذا طائفہ ارانب وثعالب کو یہی مناسب کہ جب شیر ژیاں کو جہل قدمی کرتا دیکھ لیں سامنے سے ٹل جائیں، اپنے اپنے سوراخوں میں جان چھپائیں، نہ یہ کہ اس وقت اس کے خرام زم پر غرّہ ہو کر آئیں اس کی آتش غضب کو بھڑکائیں اپنی موت اپنے منہ بلائیں ؎

نصیحت گوش کن جاناں کہ ازجاں دوستر خواہند | شغالان ہزیمت مند خشم شیر ہیجا را

(اے دوست! نصیحت سُن کہ اپنی جان سے دُور چاہتے ہیں شکست پسند گیدڑ بپھرے ہوئے شیر کے غصے کو۔ت)

ؔ بیہودہ گوئی ۱۲

اقول قولی ھٰذا واستغفر اللّٰہ لی ولسائر المؤمنین والمؤمنات و الصلوات الزاکیات والتحیات النامیات علٰی سیدنا محمدٍ نبی المغیبات مظھر الخفیات وعلٰی اٰلہ وصحبہ الاکارم السادات واللّٰہ سبحٰنہ تعالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ جَلَّ مَجْدُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ۔

میں کہتا ہوں یہ میرا قول ہے اور میں اللہ تعالٰی سے اپنے لئے اور تمام مومن مردوں اور عورتوں کے لئے مغفرت طلب کرتا ہوں۔ پاکیزہ درود اور بڑھنے والے سلام ہوں ہمارے سردار محمد پر جو غیب کی خبریں دینے والے اور پوشیدہ باتوں کو ظاہر فرمانے والے ہیں اور آپ کی آل و اصحاب پر جو بزرگی والے سردار ہیں، اور اللہ سُبحانہ و تعالٰی خوب جانتا ہے، اور اللہ جل مجدہٗ کا کلام اتم اور مستحکم ہے۔ (ت)

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی
عفی عنہ بمحمدنِ المصطفٰی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

رسالہ
انباء المصطفٰی بحال سرّ و اخفٰی
ختم ہوا

رسالہ

ازاحۃ العیب بسیف الغیب

(عیب کو دُور کرنا غیب کی تلوار سے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم

مسئلہ ۱۴۹ از مدرسہ دیوبند، ضلع سہارن پور مرسلہ یکے از اہلسنت نصرہم اللہ تعالٰی
بوساطت جناب مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی سلمہ اللہ تعالٰی

تسلیمات دست بستہ کے بعد گزارش ہے بندہ اس وقت وہابی گڑھ مدرسہ دیوبند میں مقیم ہے، جناب عالی! (یعنی جناب مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی) جو جو باتیں آپ نے ان لوگوں کے حق میں فرمائی تھیں وہ سب سچ ہیں سرِمُو فرق نہیں۔ عید کے دن بعد نماز جمیع اکابر علماء وطلباء ورؤسا نے مل کر عیدگاہ میں بقدر ایک گھنٹہ یہ دُعا مانگی کہ "اللہ تعالٰی جارج پنجم بادشاہِ لندن کو ہمیشہ ہمارے سروں پر قائم رکھے اور اس کے والد کی خدا مغفرت کرے۔" اور جس وقت جارج پنجم ولایت سے بمبئی کو آیا اور مبلغ چوبیس (۲۴) روپیہ کا نابرائے خیر مقدم یعنی سلامی روانہ کردیا اور بتاریخ ۱۳ ذی الحجہ ایک بڑا جلسہ کردیا کہ جو چار گھنٹے مختلف علماء نے بادشاہ انگریز کی تعریف اور دُعا بیان کیا اور خوشی کے واسطے مٹھائی تقسیم کیا اور عین خطبہ میں بیان کیا کہ امام احمد بن حنبل نے خواب میں دیکھا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی

علیہ وسلم کو، امام احمد نے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم! میری کتنی عمر باقی ہے؟ آپ نے پانچ انگشت اٹھائیں۔ پھر برائے تعبیر محمد بن سیرین کے پاس آئے انھوں نے فرمایا: خمس لایعلمها الا ھو[1] (پانچ اشیاء ہیں جن کو اللہ تعالٰی کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔ ت) تو معلوم ہوا کہ آپ مطلع علی الغیب نہیں۔ دوسرا ذوالیدین کی حدیث کو بیان کیا کہ آپ کو نماز میں سہو ہوگیا جب ذوالیدین نے بار بار استفسار کیا اور آپ نے صحابہ سے دریافت کیا تو پھر نماز کو پورا کیا۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے علم مشاہدہ میں نقصان ثابت ہوگیا علم غیب پر اطلاع تو ابھی دُور ہے انتہی۔ یہاں کے لوگ اس قدر بدمعاش ہیں کہ مولوی محمود حسن مدرس اول درجہ حدیث نے مسلم شریف کے سبق میں باب شفاعت اس حدیث میں کہ آپ نے جب تمام مسلمین کی شفاعت کی اور سب کو نجات دے دیا مگر کچھ لوگ رہ گئے یعنی منافقین وغیرہ، تو آپ نے ان کے واسطے شفاعت کی تو فرشتوں نے منع کردیا کہ تم نہیں جانتے ہو کہ ان لوگوں نے کیا کچھ نکالا بعد آپ کے، تو اس سے ظاہر ہوگیا کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ "ہر جمعہ میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں" یہ غلط ہے، محض افتراء ہے، علم غیب کا کیا ذکر، اللہ اکبر۔ ترمذی شریف کے سبق ۲، اصفحہ آخر میں ہے "ایک عورت کے ساتھ زنا ہوگیا اکراہ کے ساتھ" تو اس عورت نے ایک شخص پر ہاتھ رکھا، آپ نے اس شخص کو رجم کا حکم فرمایا، پس دوسرا شخص اٹھا' اس نے اقرار زنا کا کرلیا، پہلے شخص کو چھوڑا اور دوسرا مرجوم ہوگیا۔ آپ نے فرمایا تاب توبۃ الخ (اس نے پکی توبہ کی الخ۔ ت)۔ اگر شخص ثانی اقرار نہ کرتا تو پہلے شخص کی گردن اڑا دیتے، یہ اچھی غیب دانی ہے۔ ھذا کلہ قولہ (یہ سب اس کا قول ہے۔ ت) اور بھی وقتاً فوقتاً احادیث میں کچھ نہ کچھ کہے بغیر نہیں چھوڑتے۔ اللہ اکبر، معاذ اللہ من شرہ (اللہ تعالٰی بہت بڑا ہے، اللہ کی پناہ اس کے شر سے۔ ت)۔

الجواب

اللہ عزوجل گمراہی وبے حیائی سے پناہ دے، فقیر نے انباء المصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مختصر جملوں میں ان شبہات اور ان جیسے ہزاروں ہوں تو سب کا جواب شافی دے دیا مگر وہابیہ اپنی خرافات سے باز نہیں آتے اور الدولۃ المکیہ اور اس کی تعلیق الفیوض الملکیہ میں بیان ابین ہے، میں پھر تذکیر کردوں کہ ان شاء اللہ بار بار سوال کی حاجت نہ ہو اور ذی فہم سُنّی ایسے لاکھ شبہے ہوں تو سب کا جواب خود دے، فقیر نے قرآن عظیم کی آیات قطعیہ سے ثابت کیا کہ قرآن عظیم نے ۲۳ برس میں بتدریج نزولِ اجلال فرما کر اپنے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو جمیع ماکان ومایکون

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث ابی عامر الاشعری المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۱۲۹ و ۱۶۴

یعنی روزِ اول سے روزِ آخر تک کی ہر شَے، ہر بات کا علم عطا فرمایا، اور اصول میں مبرہن ہوچکا کہ آیات قطعیہ کے خلاف کوئی حدیث احاد بھی مسلّم نہیں ہوسکتی اگرچہ سنداً صحیح ہو تو مخالف قرآن عظیم کے خلاف پر جو دلیل پیش کرے اس پر چار باتوں کا لحاظ لازم:

اول وہ آیت قطعی الدلالۃ یا ایسی ہی حدیث متواتر ہو۔

دوم واقعہ تمامی نزولِ قرآن کے بعد کا ہو۔

سوم اس دلیل سے راساً عدم حصولِ علم ثابت ہو کر مخالف مستدل ہے اور محل ذہول میں اس پر جزم محال، اور وہ منافی حصول علم نہیں بلکہ اس کا مثبت ومقتضی ہے۔

چہارم صراحۃً نفی علم کرے ورنہ بہت علوم کا اظہار مصلحت نہیں ہوتا اور اللہ اعلم یا خدا ہی جانے یا اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ایسی جگہ قطع طمع جواب کے لئے بھی ہوتا ہے اور نفی حقیقت ذاتیہ نفی عطائیہ کو مستلزم نہیں۔ اللہ عزوجل روزِ قیامت رسولوں کو جمع کرکے فرمائیگا ماذا اجبتم تم جو کفار کے پاس ہدایت لے کر گئے انھوں نے کیا جواب دیا عرض کریں گے لا علم لنا[1] ہمیں کچھ علم نہیں۔

ان شبہات اور ان کے امثال کے رَد کو بھی چار جملے بس ہیں، اور یہاں امر پنجم اور ہے کہ وہ واقعہ روز اول سے قیامِ قیامت تک یعنی ان حوادث سے ہو جو لوحِ محفوظ میں ثبت ہیں کہ انھیں کے احاطہ کا دعوٰی ہے، امورِ متعلقہ ذات وصفات وابد وغیرہ نامتناہیات سے ہو تو بحث سے خروج اور دائرہ جنون وسفاہت میں صریح ولوج ہے۔ ان جملوں کے لحاظ کے بعد وہابیہ کے تمام شبہات برباد ہوجاتے ہیں کشجرۃ خبیثۃ اجتثت من فوق الارض مالھا من قرار[2] (جیسے ایک گندہ پیڑ کہ زمین کے اوپر سے کاٹ دیا گیا ہے اب اُسے قیام نہیں۔ ت) اب یہیں ملاحظہ کیجئے:

اولاً چاروں شُبہے امرِ اوّل سے مردود ہیں ان میں کون سی آیت یا حدیث قطعی الدلالۃ ہے۔

ثانیاً دوسرا اور چوتھا شُبہہ امر دوم سے دوبارہ مردود ہیں کہ یہ ایام نزول کے وقائع ہیں یا کم از کم ان کا بعد تمامی نزول ہونا ثابت نہیں۔

ثالثاً دوسرا شبہہ امر سوم سے سہ بارہ اور تیسرا دوبارہ مردود ہے، شبہہ دوم میں تو صریح بدیہی یقینی ذہول تھا، نماز فعل اختیاری ہے اور فعل اختیاریہ بے علم وشعور ناممکن، مگر وہابیہ

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۱۰۹

[2] " " ۱۴/ ۲۶

بدیہیات میں بھی انکار رکھتے ہیں ذٰلك بانهم قوم لا یعقلون (یہ اس لئے ہے کہ وہ حق کا انکار کرنیوالی قوم ہے۔ت) اور شبہہ سوم کا حال بھی ظاہر، روزِ قیامت کا عظیم ہجوم، تمام اولین وآخرین وانس وجن کا ازدحام، لاکھوں منزل کے دور میں مقام اور حوض وصراط ومیزان پر گنتی شمار کی حد سے باہر، مختلف کام اور ہر جگہ خبرگیراں صرف ایک محمد رسول اللہ سیدالانام علیہ وعلٰی آلہٖ افضل الصلوٰۃ والسلام، اس سے کروڑویں حصے کا کروڑواں حصہ ہجوم، کارہائے عظیمہ مہمہ اگر ایسے دس ہزار پر ہوں جن کی عقل نہایت کامل اور حواس کمال مجتمع اور قلب اعلٰی درجہ کا ثابت تو ان کے ہوش پراں ہوجائیں، آئے حواس گم ہوں یہ تو محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سینہ پاک ہے جس کی وسعت کے حضور عرش اعظم مع جملہ عوالم صحرائے لق ودق میں بھنگے کے مانند ہیں جسے ان کا رب فرماتا ہے، الم نشرح لك صدرك[1] (کیا ہم نے تمھارا سینہ کشادہ نہ کیا۔ت) پھر ان عظیم وخارج ازحد کاموں کے علاوہ وقت وہ کھٹاک کہ اکابر انبیاء ومرسلین نفسی نفسی پکاریں، رب عزوجل اس غضب شدید کے ساتھ تجلی فرمائے ہو کہ نہ اس سے پہلے کبھی ہوئی نہ اس کے بعد کبھی ہو۔ پھر ایک ایک مسلمان انھیں اس سے زیادہ پیارا جیسے مہربان ماں کو اکلوتا بچہ، وہ جوشِ ہیبت، وہ کام کی کثرت، وہ وفورِ رحمت، وہ لاکھوں منزل کا دورہ، وہ کروڑوں طرف نظر، سنکھوں طرف خیال۔ ایسی حالت میں اگر بعض باتیں ذہن اقدس سے اتر جائیں تو عین اعجاز ہے، جس سے بالا صرف علم الٰہی ہے ولس، ولکن الوهابية قوم لا يعقلون (لیکن وہابی وہ قوم ہیں جنھیں عقل نہیں۔ت) اور اس پر صریح دلیل حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تمام امت کا دکھایا جانا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے تمام امت کے اعمال برابر عرض ہوتے رہنا تو ہے ہی، جس پر احادیث کثیرہ ناطق۔ اگرچہ وہابیہ اپنی ڈھٹائی سے انکار کریں مگر سب سے زیادہ صاف صریح دلیل قطعی یہ ہے کہ آخر روزِ قیامت کچھ لوگوں کی نسبت یہ واقعہ پیش آنے کی حدیث بیان کون فرمارہا ہے، خود حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہی تو ارشاد فرمارہے ہیں اگر اس ہجوم عظیم کارہائے خطیر میں ذہول نہ ہوتا تو یہ واقعہ ہی نہ ہوتا تو اس وقت اتنے ذہول سے چارہ نہیں لیقضی اللّٰه امرًا کان مفعولًا[2] (تاکہ اللہ پورا کرے جو کام ہونا ہے۔ت) ولکن الوهابية قوم یفرقون (لیکن وہابی تفریق پیدا کرنے والی قوم ہے۔ت)

رابعاً پہلا شبہہ امر چہارم سے دوبارہ مردود ہے کسی کی مقدار عمر ووقتِ موت اسے بتا دینا

---

[1] القرآن الکریم ۹۴/ ۱

[2] " " ۸/ ۴۴

غالب اوقات اکثر ناس کے لئے مصلحتِ دینیہ کے خلاف ہے تو ایسے مہمل سوال کے جواب سے اگر اعراض فرمایا اور حوالہ بخدا فرمادیا، کیا مستبعد ہے۔

فائدہ: یہ انھیں جملوں سے ان چاروں شبہوں کے متعدد رَد ہوگئے اب بتوفیقہٖ تعالٰی بعض افادات ذکر کریں کہ وہابیہ کی کمال جہالت آفتاب سے زیادہ روشن ہو اور چاروں شبہوں میں ہی ایک پر چار چار رَد ہوجائیں۔

فاقول وباللہ التوفیق (چنانچہ میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ت)

شبہہ اُولٰی کے دو رَد گزرے امر اول وچہارم سے، ثالثًا حضرات علمائے وہابیہ کی جہالت تماشا کردنی۔ امام احمد بن حنبل نے خواب دیکھا اور امام ابن سیرین سے تعبیر پوچھی۔ اے سبحان اللہ! جھوٹ گھڑے تو ایسا گھڑے، امام ابن سیرین کی وفات سے ساڑھے ترپن (۵۳½) برس بعد امام احمد کی ولادت ہوئی ہے، ابن سیرین کی وفات نہم شوال ایک سودس (۱۱۰ھ) کو ہے اور امام احمد کی ولادت ربیع الاول ایک سو چونسٹھ (۱۶۴ھ) میں۔ تقریب میں ہے:

محمد بن سیرین ثقۃ ثبت عابد کبیر القدر مات سنۃ عشر ومائۃ۔[1]

محمد بن سیرین ثقہ، ثبت، عبادت گزار اور بڑی قدر ومنزلت والے ہیں، ان کا وصال ۱۱۰ھ میں ہوا۔(ت)

وفیات الاعیان میں ہے:

محمد بن سیرین لہ الید الطولٰی فی تعبیر الرؤیا توفی تاسع شوال یوم الجمعۃ سنۃ عشر ومائۃ بالبصرۃ۔[2]

محمد بن سیرین جو کہ خوابوں کی تعبیر میں کامل مہارت رکھتے تھے، نے ۹ شوال ۱۱۰ھ بروز جمعہ بصرہ میں وفات پائی۔(ت)

تقریب میں ہے:

احمد بن محمد بن حنبل مات احدی واربعین ولہ سبع وسبعون سنۃ۔[3]

امام احمد بن محمد بن حنبل نے ۲۴۱ھ میں وصال فرمایا جبکہ آپ کی عمر مبارک ۷۷ برس تھی۔(ت)

---

[1] تقریب التہذیب ترجمہ ۵۹۴۶ محمد بن سیرین دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۸۵

[2] وفیات الاعیان ترجمہ ۵۶۵ " " " دار الثقافۃ بیروت ۴/ ۱۸۲

[3] تقریب التہذیب ترجمہ ۹۶ احمد بن محمد بن حنبل دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۴۴

وفیات الاعیان میں ہے :

الامام احمد بن حنبل خرجت اُمّہ من مرو وھی حامل بہ فولدتہ فی بغداد فی شھر ربیع الاول سنۃ اربع وستین ومائۃ[1]

امام احمد بن حنبل کی والدہ ماجدہ مرو سے نکلیں جبکہ امام احمد ان کے شکم میں تھے، چنانچہ آپ کی والدہ نے آپ کو شہر بغداد میں ربیع الاول شریف ۱۶۴ھ میں جنا۔(ت)

مگر یہ کہئے کہ امام احمد علیہ الرحمہ نے جبکہ اپنے جدّ امجد کی پشت میں نطفے تھے یہ خواب دیکھا اور امام ابن سیرین نے ما فی الارحام (جو رحموں میں ہے۔ت) سے بھی خفی ترغیب ما فی الاصلاب (جو پشتوں میں ہے۔ت) کو جانا اور تعبیر بیان کی۔ یوں آپ کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی غیب دانی نہ ہوئی تو ابن سیرین کو علم غیب ہوا۔ یہ شاید حضرات وہابیہ پر آسان ہو کہ ان کو اوروں کے فضائل سے اتنی عداوت نہیں جتنی اصل اصول جملہ فضائل یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔

لطیفہ جلیلہ: دیوبندی علماء کی یہ جہالت اپنے قابل ہے، ان کے اکابر کی ان سے بھی بڑھ کر ان کے قابل تھی۔ عالیجناب امام الوہابیہ مولوی گنگوہی صاحب آنجہانی اپنے ایک فتوے میں اپنی داد قابلیت دیتے ہوئے فرماتے ہیں، حسین بن منصور کے قتل پر امام ابویوسف شاگرد امام ابوحنیفہ جو کہ سید العلماء تھے اور سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ جو تمام سلاسل کے مرجع ہیں دونوں نے فتوٰی قتل کا دیا بجاہے۔ (حاشیہ: قتل پر قتل کا فتوٰی بھی قابل تماشا ہے۔ یعنی قتل کو قتل کیا جائے یا قاتل کو ۱۲) درفن تاریخ ہم کمالے دارند (فن تاریخ میں بھی کمال رکھتے ہیں۔ت) سیدنا امام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ کی وفات پنجم ربیع الاول یا ربیع الآخر ایک سو بیاسی ہجری (۱۸۲ھ) کو ہے اور حضرت حسین بن منصور حلاج قدس سرہ کا یہ واقعہ ۲۳ ذی القعدہ ۳۰۹ھ (تین سو نو ہجری) میں، دونوں میں قریب ایک سو اٹھائیس (۱۲۸) برس کے فاصلہ ہے مگر امام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ کو غیب داں کہئے کہ اپنی وفات سے سوا سو برس بعد کے واقعہ کو جان کر حلاج کے قتل کا پیشگی فتوٰی دے گئے۔ تذکرۃ الحفاظ علامہ ذہبی میں ہے :

القاضی ابویوسف الامام العلامۃ الفقیہ العراقین صاحب ابی حنیفۃ اجتمع

قاضی ابویوسف امام، علامہ، اہل کوفہ وبصرہ کے فقیہ اور امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں، تمام مسلمان

---

[1] وفیات الاعیان ترجمہ ۲۰ احمد بن حنبل دار الثقافۃ بیروت ۱/ ۶۴

علیہ المسلمون مات فی ربیع الاٰخر سنۃ ثنتین وثمانین ومائۃ عن سبعین سنۃ الاسنۃ ولہ اخبار فی العلم والسیادۃ[1]

آپ پر متفق ہیں۔آپ نے ماہِ ربیع الثانی ۱۸۲ ہجری کو ۶۹ برس کی عمر میں وصال فرمایا۔علم وسیادت میں ان کی متعدد خبریں ہیں۔(ت)

وفیات الاعیان میں ہے:

کانت ولادۃ القاضی ابی یوسف سنۃ ثلث عشرۃ ومائۃ وتوفی یوم الخمیس اول وقت الظہر لخمس خلون من شہر ربیع الاول سنۃ اثنتین وثمانین ومائۃ ببغداد[2]

قاضی ابو یوسف کی ولادت ۱۱۳ھ کو اور وفات ۵ ربیع الاول ۱۸۲ھ بروز جمعرات بوقت اول ظہر بغداد میں ہوئی۔(ت)

اسی میں تاریخ شہادتِ حضرت حلاج میں لکھا:

یوم الثلثاء لسبع بقین وقیل لست بقین من ذی القعدۃ سنۃ تسع وثلثمائۃ[3]

۲۳ یا ۲۴ ذوالقعدہ ۳۰۹ھ بروز منگل۔(ت)

سلطان اورنگزیب محی الدین عالمگیر انار اللہ تعالٰی برہانہ کی حکایت مشہور ہے کہ کسی علی ولایت کا شہرہ سُن کر اس کے پاس تشریف لے گئے، اس کی عمر طویل بتائی جاتی تھی، سلطان نے پوچھا: جناب کی عمر شریف کس قدر ہے؟ کہا: مجھے تحقیق تو یاد نہیں مگر جس زمانے میں سکندر ذوالقرنین امیر تیمور سے لڑ رہا تھا میں جوان تھا۔سلطان نے فرمایا: علاوہ کشف وکرامات درفنِ تاریخ ہم کمالے دارند (کشف وکرامات کے علاوہ فنِ تاریخ میں بھی کمال رکھتے ہیں۔ت)۔

دیوبندی صاحبوں نے تو ترپن چوّن ہی برس کا بل رکھا تھا جناب گنگوہی صاحب سوا سو برس سے بھی اونچے اُڑ گئے یعنی شملہ بمقدار علم۔ اس سنت پر قائم ہوکر اگر کوئی دیوبندی یا تھانوی حضرت گنگوہی صاحب کے تذکرہ میں لکھ دیتا کہ عالیجناب گنگوہیت مآب کو ابن ملجم نے غسل دیا اور یزید نے نماز پڑھائی اور شمر نے قبر میں اتارا، تو کیا مستبعد تھا بلکہ وہ اس سے قریب تر ہوتا دو وجہ سے:

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ترجمہ ۲۷۳ ۲۲/۹ ابویوسف یعقوب بن ابراہیم دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۲۱۴

[2] وفیات الاعیان ترجمہ ۸۲۴ قاضی " " " " " دارالثقافۃ بیروت ۶/۳۸۸

[3] " " " ۱۸۹ الحلاج حسین بن منصور " " ۲/۱۴۵

اوّلاً ممکن کہ اشتراکِ اسماء ہو، وفاتِ گنگوہی صاحب کے وقت جو لوگ ان کاموں میں ہوں انکے یہ نام ہوں۔

ثانیاً بابِ تشبیہ واسع ہے جیسے لکل فرعون موسٰی (ہر فرعون کے مقابلے میں موسٰی ہوتا ہے۔ت) مگر جنابِ گنگوہی صاحب کے کلام میں کہ امام ابویوسف شاگردِ امام ابوحنیفہ جو سید العلماء تھے کوئی تاویل بنتی نظر نہیں آتی سوا اس کے کہ اتنا عظیم جہل شدید یا حضرت امام پر اتنا بیباکانہ افترائے بعید۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العزیز المجید۔

رابعاً بفرضِ صحتِ حکایت یہ معبر کی اپنی مقدارِ علم ہے ممکن کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عمر ہی بتائی ہو خواہ مجموع خواہ باقی۔ پانچ انگلیوں سے اشارے میں پانچ یا چھ دن یا ہفتے یا مہینے یا برس یا ساٹھ بہتّر برس یا تیس سال دس مہینے گیارہ دن یا اکتیس سال چار مہینے چند دن، بارہ۱۲ احتمال ہیں۔ کیا دلیل ہے کہ خواب دیکھنے والے کی عمر اگرچہ بفرضِ غلط امام احمد ہی ہوں روزِ خواب سے آخر تک ان میں سے کسی مقدار پر نہ ہوئی، امام احمد کی عمر شریف ستتّر (۷۷) سال ہوئی، اگر پانچ برس کی عمر میں خواب دیکھا ہو تو سب میں بڑا احتمال بہتّر سال ممکن ہے اور باقی زیادہ واضح ہیں، یا اصل دیکھئے تو امام احمد و امام ابن سیرین کا نام تو دیوبندیوں نے بنا لیا، کیا دلیل کہ واقعی خواب دیکھنے والے کی ساری عمر چار احتمال اخیر سے کسی شمار پر نہ ہوئی خواب دیکھنے والے کی تاریخ اور دیکھنے والے کی تاریخ ولادت و تاریخ وفات یہ سب صحیح طور پر معلوم ہوئیں اور ثابت ہو کہ اس کی مجموع عمر و باقی عمر کوئی ان میں سے کسی احتمال پر ٹھیک نہیں آتی، اس وقت اس کہنے کی گنجائش ہو کہ نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس سے مقدارِ عمر کی طرف اشارہ نہ فرمایا، اور جبکہ ان میں سے کچھ ثابت نہیں تو ممکن کہ حضور نے عمر ہی بتائی ہو معبر کو اس کے جاننے کی طرف راہ نہ تھی لہذا اپنی سمجھ کے قابل اسے غیوبِ خمسہ کی طرف پھیر دیا، دیوبندیوں کو تو شاید اس اشارے میں یہ بارہ۱۲ احتمال سمجھنے بھی دشوار ہوں حالانکہ وہ نہایت واضح ہیں اور ان کے سوا اور دقیق احتمال بھی تھے کہ ہم نے ترک کر دئے۔

شبہہ ثانیہ کے تین رَد گزرے امر اوّل و دوم و سوم سے۔ **رابعاً** دیوبندیوں کی عبارت کہ آپ کے علم مشاہدہ میں نقصان ثابت ہو گیا علم غیب پر اطلاع تو ابھی دُور ہے جس ناپاک و بیباک طرز پر واقع ہوئی اس کا جواب تو ان شاء اللہ تعالٰی روزِ قیامت ملے گا مگر ان سفیہوں کو دین کی طرح عقل سے بھی مس نہیں، امر اہم واعظم واجل واعلٰی میں اشتغال بارہا امر سہل سے ذہول کا باعث ہوتا ہے ایسی جگہ اس کے ثبوت سے ہی اس کا انتفا ہوتا ہے نہ کہ اس کی نفی سے اس کی نفی پر استدلال کیا جائے، ولکن الوھابیۃ قوم یجھلون (لیکن وہابی جاہل قوم ہے۔ت)۔

شبہہ ثالثہ کے دو رد گزرے امر اول وسوم سے۔

ثالثاً یہ حدیث جس طرح دیوبندی نے بنائی صریح افترا ہے، نہ صحیح مسلم میں کہیں اس کا پتا ہے۔

رابعاً حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اعمالِ اُمت پیش کئے جانے کو غلط و محض افترا کہنا غلط و محض افترا ہے۔ بزار اپنی مسند میں بسندِ صحیح جید حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حیاتی خیرلکم تحدثون ونحدث لکم، ووفاتی خیرلکم تعرض علی اعمالکم فما رأیت من خیر حمدت اللہ علیہ وما رأیت من شر استغفرت اللہ لکم[1]

میری زندگی تمھارے لئے بہتر ہے مجھ سے باتیں کرتے ہو اور ہم تم سے باتیں کرتے ہیں۔ اور میری وفات بھی تمھارے لئے بہتر، تمھارے اعمال مجھ پر پیش کئے جائیں گے جب بھلائی دیکھوں گا حمدِ الٰہی بجالاؤں گا اور جب برائی دیکھوں گا تمھاری بخشش چاہوں گا۔ (ت)

اللھم صل وسلم وبارك علیہ صلٰوۃ تکون لك ولہ رضاء ولحقہ العظیم اداء اٰمین۔

اے اللہ! درود وسلام اور برکت عطا فرما آپ پر ایسا درود جو تیری اور ان کا رضا کا ذریعہ ہو اور اس سے ان کے عظیم حق کی ادائیگی ہو، آمین۔ (ت)

مسند حارث میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حیاتی خیرلکم تحدثون ونحدث لکم فاذا انا مت کانت وفاتی خیرا لکم تعرض علی اعمالکم فان رأیت خیرا حمدت اللہ وان رأیت شرا ذلك استغفرت اللہ لکم[2]

میری جینا تمھارے لئے بہتر ہے مجھ سے باتیں کرتے ہو اور ہم تمھارے نفع کی باتیں تم سے فرماتے ہیں، جب میں انتقال فرماؤں گا تو میری وفات تمھارے لئے خیر ہوگی، تمھارے اعمال مجھ پر پیش کئے جائیں گے اگر نیکی دیکھوں گا حمد الٰہی کروں گا اور دوسری بات پاؤں گا تو تمھاری مغفرت طلب کروں گا۔

---

[1] البحر الزخار المعروف بمسند البزار حدیث ۱۹۲۵ مکتبۃ العلوم والحکم مدینۃ المنورۃ ۵/۳۰۸ و ۳۰۹

[2] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر ما قرب لرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من اجلہ دار صادر بیروت ۲/۱۹۴

ف: حدیث کے مذکورہ بالا الفاظ طبقات ابن سعد میں بکر بن عبداللہ مزنی سے منقول ہیں۔

اللھم صل وسلم و بارك علیه قدر رأفته و رحمته بامته ابدا امین !	اے اللہ ! آپ پر ہمیشہ اس قدر درود و سلام اور برکت نازل فرما جس قدر آپ اپنی امت پر مہربان ہیں، آمین ! (ت)

ابن سعد طبقات اور حارث مسند میں اور قاضی اسمٰعیل بہ سند ثقات بکر بن عبداللہ مزنی سے مرسلاً راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

حیاتی خیرلکم تحدثونی و نحدث لکم فاذا انامت کانت وفاتی خیرالکم تعرض علی اعمالکم فان رأیت خیرا حمدت اللہ وان رأیت شرا استغفرت لکم[1]	میری حیات تمہارے لئے بہتر ہے، جو نئی بات تم سے واقع ہوتی ہے ہم اس کا تازہ علاج فرماتے ہیں جب میں انتقال کروں گا میری وفات تمہارے لئے بہتر ہوگی تمہارے اعمال میرے حضور معروض ہوں گے میں نیکیوں پر شکر اور بدی پر تمہارے لئے استغفار فرماؤں گا۔
اللھم صل وسلم و بارك علٰی ھذا الحبیب الذی ارسلته رحمة وبعثته نعمة وعلٰی اٰله وصحبه عدد کل عمل وکلمة اٰمین !	اے اللہ ! تمام اعمال اور تمام کلمات کی تعداد کے مطابق درود و سلام اور برکت نازل فرما اس حبیب پر جسے تُو نے رحمت اور نعمت بنا کر بھیجا ہے، آمین ! (ت)

امام ترمذی محمد بن علی والد عبدالعزیز سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں :

تعرض الاعمال یوم الاثنین و یوم الخمیس علی اللہ تعالٰی و تعرض علی الانبیاء وعلی الاٰباء والامھات یوم الجمعة فیفرحون بحسناتھم و تزداد وجوھھم بیضا ونزھة فاتقوا	ہر دوشنبہ و پنجشنبہ کو اعمال اللہ کے حضور پیش ہوتے ہیں اور ہر جمعہ کو انبیاء اور ماں باپ کے سامنے، وہ نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں اور ان کے چہروں کی نورانیت اور چمک بڑھ جاتی ہے تو اللہ سے ڈرو اور اپنے مُردوں کو اپنی بداعمالیوں

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن سعد عن بکر بن عبداللہ مرسلاً حدیث ۳۱۹۰۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۰۷
الجامع الصغیر " " " حدیث ۳۷۷۱ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۲۲۹

اللہ تعالٰی ولا تؤذوا موتاکم[1]
سے ایذا نہ دو۔

اللھم وفقنا لما ترضاہ ویرضاہ نبیتنا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وتزداد وجوہ اٰبائنا وامھاتنا بیاضا واشراقا اٰمین۔

اے اللہ! ہمیں ایسے اعمال کی توفیق عطا فرما جن پر تُو اور ہمارا نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم خوش ہوں اور ان سے ہمارے ماں باپ کے چہروں کی نورانیت اور چمک میں اضافہ ہو۔ آمین! (ت)

ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں انس رضی اللہ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اعمال امتی تعرض علیّ فی کلّ یوم جمعۃ، واشتد غضب اللہ علی الزناۃ[2]

بے شک ہر جمعہ کے دن میری امت کے اعمال مجھ پر ہوتے ہیں اور زانیوں پر خدا کا سخت غضب ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰے۔

امام اجل عبداللہ بن مبارک سعید بن مسیب بن حزن رضی اللہ تعالٰے عنہم سے راوی:

لیس من یوم الا تعرض فیہ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعمال امتہ غدوۃ وعشیۃ فیعرفھم بسیماھم واعمالھم[3]

کوئی دن ایسا نہیں جس میں نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم پر ان کی اُمّت کے اعمال صبح و شام دُو دفعہ پیش نہ ہوتے ہوں تو حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم انھیں ان کی نشانی صورت سے بھی پہچانتے ہیں اور ان کے اعمال سے بھی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم۔

تیسیر شرح جامع صغیر میں ہے:

وذٰلک کل یوم کما ذکرہ المؤلف وعدہ من خصوصیاتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وتعرض علیہ ایضا مع الانبیاء

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حضور میں پیشی تو ہر روز ہے جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی نے ذکر فرمایا اور اسے حضور کے خصائص سے گنا اور ہر دوشنبہ و پنجشنبہ کو بھی حضور صلی اللہ تعالٰے

---

[1] نوادر الاصول الاصل السابع والستون والمائۃ الخ دار صادر بیروت ص ۲۱۳

[2] حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۳۵۸ عمران القصیر دار الکتاب العربی بیروت ۶/۱۷۹

[3] کتاب الزہد باب فی عرض عمل الاحیاء علی الاموات حدیث ۱۶۶ دار الکتب العلمیہ بیروت الجزء الرابع ص ۴۲

والاباء یوم الاثنین والخمیس[1]۔ قالہ تحت حدیث ابن سعد المذکور۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

علیہ وسلم پر اعمالِ امت انبیاء اور آباء کے ساتھ پیش ہوتے ہیں (یہ بات امام مناوی نے حدیث ابن سعد مذکور کے تحت فرمائی ہے۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ ت)

اس طرح بارگاہِ حضور میں اعمالِ اُمّت کی پیشی روزانہ ہر صبح وشام کو الگ ہوتی ہے پھر ہر دوشنبہ اور پنجشنبہ کو جدا، پھر ہر جمعہ کو ہفتہ بھر کے اعمال کی پیشی جدا۔ بالجملہ دیوبندیوں کا اسے غلط و افترائے محض کہنا محض اسی بنا پر ہے کہ فضائلِ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے جلتے ہیں، صحیح حدیثوں کو کیا مانیں جب قرآن عظیم ہی سے بچ کر نکلتے ہیں اوندھے چلتے ہیں، فبای حدیث بعد اللہ واٰیتہ یؤمنون[2] (پھر اللہ اور اس کی آیتوں کو چھوڑ کر کونسی بات پر ایمان لائیں گے۔ ت)

شبہہ رابعہ کے دو رد گزرے امر اول و دوم سے۔

ثالثاً حدیث ترمذی، جس سے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر شدید اعتراض جمانا چاہا وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[3] (اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ ت) اصول محدثین پر محلِ کلام اور اصولِ دین پر قطعاً حجیت سے ساقط ہے، ترمذی کے یہاں اس کے لفظ یہ ہیں:

حدثنا محمد بن یحیٰی ثنا محمد بن یوسف عن اسرائیل ثنا سماک بن حرب عن علقمۃ بن وائل الکندی عن ابیہ ان امرأۃ خرجت علٰی عھد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ترید الصلوٰۃ فتلقاھا رجل فتجللھا فقضی حاجتہ منھا فصاحت فانطلق ومر علیھا رجل فقالت ان ذٰلک الرجل فعل بی کذا وکذا ومرت بعصابۃ

علقمہ بن وائل کندی اپنے باپ (وائل) سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عہد اقدس میں ایک عورت نماز پڑھنے کیلئے نکلی تو اسے ایک مرد ملا جس نے اسے ڈھانپ لیا اور اس سے اپنی حاجت پوری کی وہ عورت چیخی تو وہ شخص چلا گیا، ایک اور شخص اس عورت کے پاس سے گزرا تو اس عورت نے کہا کہ اس مرد نے میرے ساتھ ایسا ایسا کیا ہے اور وہ خاتون مہاجرین کی

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث حیاتی خیر لکم مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۵۰۲

[2] القرآن الکریم ۴۵/ ۶

[3] " " ۲۶/ ۲۲۷

من المهاجرين فقالت ان ذاك الرجل فعل بی كذا كذا فانطلقوا فاخذوا الرجل الذی ظنت انه وقع عليها واتوها فقالت نعم هو هذا فاتوا به رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فلما امر به لیرجم قام صاحبها الذی وقع علیها فقال یارسول الله انا صاحبها فقال لها اذهبی فقد غفر الله لك، وقال للرجل قولاً حسناً وقال للرجل الذی وقع علیها ارجموه، وقال لقد تاب توبة لو تابها اهل المدینة لقبل منهم، هذا حدیث حسن غریب صحیح، وعلقمة بن وائل بن حجر سمع من ابیه وهو اکبر من عبدالجبار بن وائل وعبدالجبار بن وائل لم یسمع من ابیه[1]

ایک جماعت کے پاس سے گزری اور کہا اس مرد نے میرے ساتھ ایسا ایسا کیا ہے۔ وہ لوگ گئے اور اس مرد کو پکڑ لائے جس کے بارے میں اس خاتون نے گمان کیا تھا کہ اس نے اس کے ساتھ زنا کیا ہے، جب وہ اُسے خاتون کے پاس لائے تو اس نے کہا ہاں یہ وہی ہے۔ چنانچہ وہ اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس لے آئے، پھر جب آپ نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا تو وہ شخص اٹھ کر کھڑا ہوگیا جس نے فی الواقع اس عورت سے زنا کیا تھا اور عرض کی کہ یارسول اللہ! میں نے اس کے ساتھ زنا کیا ہے۔ چنانچہ آپ نے اس عورت سے فرمایا: جا اللہ تعالٰی نے تیری مغفرت کر دی، اور پہلے مرد سے اچھا کلام فرمایا اور دوسرے مرد جس نے حقیقۃً زنا کیا تھا کے بارے میں فرمایا کہ اس کو سنگسار کر دو۔ پھر فرمایا اس نے ایسی توبہ کی کہ اگر تمام اہل مدینہ یہ توبہ کرتے تو ان سے قبول کر لی جاتی۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ علقمہ بن وائل بن حجر نے اپنے باپ سے سماعت کی ہے اور وہ عبدالجبار بن وائل سے بڑے ہیں عبدالجبار نے اپنے باپ سے کچھ نہیں سُنا۔(ت)

(۱) وائل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے علقمہ کے سماع میں کلام ہے امام یحیٰی بن معین ان کی روایت کو منقطع بتاتے ہیں اور اسی پر حافظ نے تقریب میں جزم کیا، میزان میں ہے:

علقمة بن وائل بن حجر صدوق الا ان علقمہ بن وائل بن حجر صدوق ہے مگر یحیٰی بن معین

---

[1] جامع الترمذی ابواب الحدود باب ماجاء فی المرأۃ اذا استکرھت علی الزنا امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۷۵

يحيىٰ بن معين يقول فيه رواية عن ابيه مرسلة[1]

کہتے ہیں کہ اس کی روایت اپنے باپ سے مرسل ہے۔(ت)

تقریب میں ہے:

علقمة بن وائل صدوق الا انه لم يسمع من ابيه[2]

علقمہ بن وائل صدوق ہے مگر اپنے باپ سے اس نے کچھ نہ سنا۔(ت)

(۲) پھر سماک بن حرب میں کلام ہے، تقریب میں ہے:

قد تغير باخره فكان ربما يلقن[3]

آخر عمر میں وہ متغیر ہوگئے تھے چنانچہ بسا اوقات انھیں تلقین کی جاتی تھی۔(ت)

امام نسائی نے اس کے باب میں یہ فیصلہ کیا کہ جس حدیث کے تنہا وہی راوی ہوں حجت نہیں۔

میزان میں ہے:

قال النسائی اذا انفرد باصل لم يكن بحجة لانه كان يلقن فيتلقن[4] اھ وقد انتقد الحافظ على الترمذی تصحيحاته بل تحسيناته كما بيناه فی مدارج طبقات الحديث وغيرها من تصانيفنا۔

نسائی نے کہا جس حدیث میں علقمہ منفرد ہو وہ حجت نہیں کیونکہ انھیں بات سمجھائی جاتی تب وہ سمجھتے اھ حافظ نے ترمذی پر اس کی تصحیحات بلکہ اس کی تحسینات پر تنقید کی۔ جیسا کہ ہم نے اپنی تصانیف مدارج طبقات الحدیث وغیرہ میں اس کو بیان کیا ہے۔(ت)

اور اس پر ظاہر کہ اس حدیث کا مدار سماک پر ہے۔

(۳) ابوداؤد نے یہ حدیث بعینہٖ اسی سند سے روایت کی اور اسی میں یہ لفظ لیوجم (کہ اسے رجم کیا جائے۔ت) جو منشاء اعتراض وہابی ہے اصلاً نہیں۔ اس کی سند یہ ہے:

حدثنا محمد بن يحيىٰ بن فارس

ہمیں حدیث بیان کی محمد بن یحیٰی بن فارس نے وہ

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۵۷۰۱ علقمہ بن وائل دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۱۰۸

[2] تقریب التہذیب ترجمہ ۴۷۰۰ " " " " دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۶۸۷

[3] " " " ۲۶۳۲ سماک بن حرب " " ۱/ ۳۹۴

[4] میزان الاعتدال " ۳۵۴۸ " " " " دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۲۳۳

نا فریابی نا اسرائیل نا سماك بن حرب عن علقمۃ بن وائل عن ابیہ[1]

کہتے ہیں ہمیں فریابی نے وہ کہتے ہیں ہمیں اسرائیل نے وہ کہتے ہیں ہمیں سماک بن حرب نے علقمہ بن وائل سے انھوں نے اپنے باپ سے حدیث بیان کی (ت)

اور محل احتجاج میں لفظ صرف یہ ہیں:

فقالت نعم ھو ھذا فاتوا بہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلما امر بہ قام صاحبہا الذی وقع علیہا فقال یارسول اللہ انا صاحبہا[2]

اس عورت نے کہا ہاں یہ وہی ہے۔ چنانچہ وہ لوگ اس کو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔ جب آپ نے اُس کے بارے میں حکم دیا تو وہ شخص کھڑا ہوگیا جس نے فی الواقع اُس عورت سے زنا کیا تھا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! میں نے اس کے ساتھ زنا کیا ہے۔ (ت)

آخر میں ہے:

قال ابوداؤد رواہ اسباط بن نصر ایضا عن سماك[3]

ابوداؤد نے کہا اس کو اسباط بن نصر نے بھی سماک سے روایت کیا ہے۔ (ت)

یہاں امر بہ مطلق ہے ممکن کہ تحقیقات کے لئے حکم فرمایا یہی سہی کہ بقدر حاجت کچھ سخت گیری کرو قید کرو کہ اگر گناہ کیا ہو اقرار کرے کہ شرعاً متہم کی تعزیر جائز ہے۔ جامع ترمذی میں حسن بن معاویہ بن حیدہ قشیری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

حدثنا علی بن سعید الکندی ثنا ابن المبارك عن معمر عن بھز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حبس

ہمیں حدیث بیان کی علی بن سعید کندی نے انھوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ابن مبارک نے انھوں نے معمر سے انھوں نے بہز بن حکیم سے انھوں نے بواسطہ اپنے باپ اپنے دادا سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک شخص کو

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الحدود باب فی صاحب الحد یجیئ فیقر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۴۵

[2] " " " " " " " " " " "

[3] " " " " " " " " " " ۲/ ۲۴۶

رجلا فی تہمۃ ثم خلی عنہ" قال الترمذی "وفی الباب عن ابی ھریرۃ حدیث بہز عن ابیہ عن جدہ حدیث حسن وقد روی اسمٰعیل بن ابراھیم عن بہز بن حکیم ھذا الحدیث اتم من ھذا واطول[1] قلت سند الترمذی حسن علی وبہز وحکیم کلھم صدوق ماا شار الیہ من روایۃ اسمٰعیل بن ابراھیم فقد رواہا ابن ابی عاصم فی کتاب العفو قال حدثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ ثنا ابن عُلیۃ عن بہز عن ابیہ عن جدہ ان اخاہ اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال جیرانی علی ما اخذوا فاعرض عنہ فاعاد قولہ فاعرض عنہ وساق القصۃ قال فی اخرہا خلوا لہ عن جیرانہ[2]

کسی تہمت میں محبوس فرمایا پھر چھوڑ دیا۔ اس باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بھی روایت ہے۔ بہز کی حدیث بواسطہ اپنے باپ اپنے دادا سے حسن ہے بتحقیق اسمٰعیل بن ابراہیم نے بہز بن حکیم سے اس حدیث کو اتم و اطول روایت کیا ہے اھ۔ میں کہتا ہوں ترمذی کی سند حسن ہے، علی، بہز اور حکیم تمام صدوق ہیں۔ اسمٰعیل بن ابراہیم کی روایت سے جس حدیث کی طرف ترمذی نے اشارہ کیا ہے اس کو ابن ابی عاصم نے کتاب العفو میں روایت کیا، کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوبکر بن ابی شیبہ نے انھوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ابن علیہ نے انھوں نے بہز سے انھوں نے بواسطہ اپنے باپ کے اپنے دادا سے روایت کی کہ اُن کے بھائی نے نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میرے پڑوسی کس بنیاد پر پکڑے گئے، آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان سے اعراض فرمایا، اُنھوں نے بات دُہرائی، آپ نے پھر اعراض فرمایا، اور پُورا قصہ بیان کیا۔ جس کے آخر میں ہے کہ آپ نے فرمایا اس کی خاطر اس کے پڑوسیوں کو چھوڑ دو۔ (ت)

(۴) امام بغوی نے مصابیح میں یہ حدیث ذکر کی اور اس میں سرے سے دوسرے شخص کا جس پر غلطی سے تہمت ہوئی تھی قصہ ہی نہ رکھا، مصابیح کے لفظ یہ ہیں:

عن علقمۃ بن وائل عن ابیہ

علقمہ بن وائل اپنے باپ وائل سے راوی ہیں کہ

---

[1] جامع الترمذی ابواب الدیات باب ماجاء فی الحبس فی التہمۃ امین کمپنی دہلی ۱/۱۷۰
[2] حدیث بالمفہوم سنن ابی داؤد کتاب القضاء ۲/۱۵۵ و مسند احمد بن حنبل ۵/۴

ان امرأۃ خرجت علی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تریدالصلوۃ فتلقاھا رجل فتجللھا فقضی حاجتہ منہا فصاحت صیحۃ وانطلق ومرت عصابۃ من المہاجرین فقالت ان ذلك فعل بی کذا وکذا فاخذوا الرجل فاتوا بہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال لہا اذھبی فقد غفر اللہ لك وقال للرجل الذی وقع علیہا ارجموہ وقال لقد تاب توبۃ لوتابہا اھل المدینۃ لقبل منہم[1]

ایک عورت نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں نماز کے ارادہ سے نکلی تو ایک مرد اسے ملا جو اس پر چھا گیا، اس نے عورت سے اپنی حاجت پُوری کرلی، وہ چیخی تو وہ مرد چلا گیا، مہاجرین کی ایک جماعت وہاں سے گزری تو وہ عورت بولی کہ اس شخص نے مجھ سے ایسا ایسا کیا ہے۔ لوگوں نے اُس شخص کو پکڑ لیا پھر اُسے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں لائے تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اُس عورت سے فرمایا تُو جا تجھے اللہ تعالٰی نے بخش دیا ہے۔ اُس شخص کے بارے میں فرمایا جو اُس پر چھا گیا تھا کہ اُسے رجم کردو، اور فرمایا یقیناً اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر یہ توبہ سارے مدینہ والے کرتے تو ان کی توبہ قبول ہوجاتی۔

یہ بالکل صاف وبے دغدغہ ہے، مشکوۃ میں اسے ذکر کرکے کہا: رواہ الترمذی و ابوداؤد[2] (اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا۔ ت)۔

(۵) اس لفظ ترمذی میں اصل علت یہ ہے کہ اگر کوئی عورت دھوکے سے کسی مرد پر زنا کی تہمت رکھ دے اور حاکم کے حضور نہ وہ مرد اقرار کرے نہ اصلاً کوئی شہادت معاینہ گزرے تو چار درکنار ایک گواہ بھی نہ ہو تو کیا ایسی صورت میں حاکم کو روا ہے کہ صرف عورت کے نام لے دینے سے اس کے رجم وقتل کا حکم دے دے، حاشا ہرگز نہیں، ایسا حکم قطعاً، یقیناً، اجماعاً قرآن عظیم و شریعت مطہرہ کے بالکل خلاف اور صریح باطل وظلم وخون انصاف ہے۔ اس سے کوئی شخص انکار

---

[1] مصابیح السنۃ کتاب الحدود حدیث ۶۵۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۱۱۲

[2] مشکوۃ المصابیح ر الفصل الثانی قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۳۱۲

نہیں کرسکتا، اور یہاں اسی قدر واقعہ تھا، ہمارے ائمہ کے یہاں مقبول ہے مگر انقطاع باطن باجماع علماء مردود و باطل و مخذول ہے اگرچہ کیسی ہی سند لطیف و صحیح سے آئے نز کریہ سند کر بوجوہ محلِ نظر ہے۔ سماک کے سوا اسرائیل میں بھی اختلاف ہے اگرچہ راجح توثیق ہے۔ امام علی مدینی نے فرمایا: اسرائیل ضعیف[1] (اسرائیل ضعیف ہے۔ت)، ابن سعد نے کہا، منھم من یستضعفہ[2] (اُن میں سے بعض اُسے ضعیف قرار دیتے ہیں۔ت)، یعقوب بن شیبہ نے کہا، صالح الحدیث و فی حدیثہ لین[3] (صالح الحدیث ہے اس کی حدیث میں کمزوری ہے۔ت)، میزان میں ہے: کان یحیٰی القطان لا یرضاہ[4] (یحیٰی قطان اُسے پسند نہ کرتے تھے۔ت)، ابن حزم نے کہا: ضعیف، اوران کی متابعت کہ اسباط بن نصر نے کی، ان کا حال تو بہت گرا ہوا ہے۔ تقریب میں کہا:

صدوق کثیر الخطا یغرب[5] اھ۔

صدوق ہے بہت خطا کرتا ہے نوادرات بیان کرتا ہے اھ۔(ت)

اما ما حاول بہ التفصی عنہ فی حاشیۃ نسخۃ الطبع اذ قال "لعل المراد فلما قارب ان یامر بہ و ذٰلک قالہ الراوی نظرا الی ظاھر الامر حیث انھم احضروہ فی المحکم عند الامام والامام اشتغل بالتفتیش عن حالہ[6] اھ۔

مطبوعہ نسخے کے حاشیے میں محشی نے یوں کہہ کر اشکال سے بچنے کا ارادہ کیا ہے کہ شاید مراد اس سے یہ ہو کہ جب آپ رجم کا حکم دینے کے قریب ہوئے اور راوی نے ظاہر امر کو دیکھتے ہوئے یہ کہہ دیا کہ آپ نے رجم کا حکم دیا۔ اس لئے کہ لوگوں نے اُس شخص کو امام کے پاس کچہری میں پیش کیا اور امام اُس کے حال کی تفتیش میں مشغول ہوئے اھ(ت)

فاقول لا یجدی نفعا

فاقول (تو میں کہتا ہوں) یہ کچھ نفع نہیں

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۸۲۰ اسرائیل بن یونس دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۰۹

[2] " " " " " " " "

[3] " " " " " " " "

[4] " " " " " " " "

[5] تقریب التہذیب ترجمہ ۳۲۱ اسباط بن نصر دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۴۶

[6] جامع الترمذی باب الحدود باب ماجاء فی المرأۃ اذا استکرھت علی الزناء (حاشیہ) امین کمپنی دہلی ۱/۱۷۵

34 فان الاشتغال بالتفتیش لایفهم قرب الامر بالرجم مالم یکن هناك شیئ یثبته وما کان هناك شهود ولا اقرار، وما کان النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم لیامر بقتل مسلم من دون ثبت فکیف یظهر للناظر قرب الامر بالرجم رجما بالغیب بل نسبة مثل هذا الفهم الرکیك الباطل الذی یترفع عنه احاد الناس الی الصحابة رضی اللّٰه تعالٰی عنهم ثم ادعاء انهم اعتمدوا علیه کل الاعتماد حتی نسبوا الامر بالرجم الٰی رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم ازراء بالصحابة وهو یرفع الامان عن روایاتهم، و لاحول ولاقوة الّا باللّٰه العلی العظیم۔

دینا کیونکہ تفتیش میں مشغول ہونے سے رجم کا حکم دینے کے قریب ہونا نہیں سمجھا جاتا جب تک وہاں اسکو ثابت کرنے والی کوئی شَے نہ پائی جائے، جبکہ وہاں نہ گواہ ہیں نہ اقرار اور نبی کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم بغیر ثبوت کے کسی مسلمان کے قتل کا حکم نہیں دیتے تو ناظر پر محض تخمینے سے امرِ رجم کیسے ظاہر ہوگیا، بلکہ ایسے باطل ورکیک فہم جس سے عام لوگ بھی منزہ ہوں کی نسبت صحابہ کرام کی طرف کرنا پھر یہ دعوٰی کرنا کہ انھوں نے اس پر مکمل اعتماد کرلیا اور امرِ رجم کو انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰےعلیہ وسلم کی طرف منسوب کردیا صحابہ کرام پر جسارت ہے اور یہ ان کی روایات سے امان کو اٹھادے گا۔ بلندی عظمت والے معبود کی توفیق کے بغیر نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے نہ نیکی کرنے کی قوت ہے۔(ت)

رابعًا یہ سب علم ظاہر کے طور پر تھا اور علم حقیقت لیجئے تو وہابیہ کا عجب اوندھا پن قابل تماشا ہے وہ حدیث کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰےعلیہ وسلم کے علوم غیب پر روشن دلیل ہے اس کو الٹی دلیل نفی ٹھہراتے ہیں۔ اللہ عزوجل نے ہمارے حبیب صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو شریعت وحقیقت دونوں کا حاکم بنایا حضور کے احکام شریعتِ ظاہرہ پر ہوتے اور کبھی حقیقتِ باطنہ پر حکم فرماتے مگر اس پر زور نہ دیا جاتا۔ ابن ابی شیبہ وابویعلٰی وبزار وبیہقی انس رضی اللہ تعالٰےعنہ سے روایت کرتے ہیں:

قال ذکروا رجلا عند النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فذکروا قوته فی الجهاد واجتهاده فی العبادة فاذاهم بالرجل مقبل فقال النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه و اٰله وسلم انی لاجد فی وجهه سفعة من الشیطان فلما دنی فسلم فقال له

صحابہ رضی اللہ تعالٰے عنہم نے ایک شخص کی تعریف کی کہ جہاد میں ایسی قوت رکھتا ہے اور عبادت میں ایسی کوشش کرتا ہے، اتنے میں وہ سامنے سے گزرا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، میں اس کے چہرے پر شیطان کا داغ پاتا ہوں۔ اس نے پاس آکر سلام کیا، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم هل حدثت نفسك بانه ليس فی القوم احد خير منك ؟ قال نعم. ثم ذهب فاختط مسجدا او وقف يصلی، فقال رسول اللہ ايكم يقوم فيقتله ؟ فقام ابوبكر فانطلق، فوجده يصلی، فرجع، فقال وجدته قائما يصلی، فهبت ان اقتله. فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ايكم يقوم فيقتله ؟ فقام عمر فصنع كما صنع ابوبكر. فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلم ايكم يقوم فيقتله ؟ فقال علی انا. قال انت ان ادركته فذهب فوجده قد انصرف فرجع. فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم هذا اول قرن خرج فی امتی لو قتلته ما اختلف اثنان بعده من امتی[1]

نے اس کے دل کی بات بتائی کہ کیوں تُو نے اپنے دل میں کہا کہ اس قوم میں تجھ سے بہتر کوئی نہیں۔ کہا ہاں۔ پھر چلا گیا اور ایک مسجد مقرر کرکے نماز پڑھنے کھڑا ہوا، حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون ایسا ہے جو اُٹھ کر جائے اور اُسے قتل کردے؟ صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ گئے، دیکھا وہ نماز پڑھتا ہے، واپس آئے اور عرض کیا کہ میں نے اُسے نماز میں دیکھا مجھے قتل کرتے خوف آیا۔ حضور نے پھر فرمایا، تم میں کون ایسا ہے کہ اُٹھ کر جائے اور اُسے قتل کردے؟ فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ گئے اور نماز پڑھتا دیکھ کر چھوڑ آئے اور وہی عذر کیا۔ حضور نے پھر فرمایا: تم میں کون ایسا ہے جو اٹھ کر جائے اور اسے قتل کردے؟ مولٰی علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کی: میں۔ حضور نے فرمایا، ہاں تم اگر اسے پاؤ۔ یہ گئے وہ جاچکا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: یہ میری امت سے پہلا سینگ نکلا تھا اگر یہ قتل ہوجاتا تو آئندہ اُمت میں کچھ اختلاف نہ پڑتا۔

خدمتِ اقدس میں ایک شخص حاضر کیا گیا جس نے چوری کی تھی، ارشاد ہوا اسے قتل کردو، عرض کی گئی اس نے چوری ہی تو کی ہے۔ فرمایا: خیر ہاتھ کاٹ دو۔ پھر اس نے دوبارہ چوری کی اور قطع کیا گیا سہ بارہ زمانۂ صدیقِ اکبر میں پھر چرایا اور قطع کیا گیا، چوتھی بار پھر چوری کی اور قطع کیا گیا، پانچویں بار پھر چرایا،

---

[1] دلائل النبوۃ للبیہقی باب ما روی فی اخبارہ صلی اللہ علیہ وسلم الرجل الذی وصف الخ دارالکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۲۸۷ و ۲۸۸
مسند ابو یعلٰی عن انس حدیث ۳۶۵۶ و ۴/ ۱۱۳ و ۴/ ۱۲۸ مؤسستہ علوم القرآن بیروت ۴/ ۸ تا ۱۰ و ۴/ ۱۵ و ۱۵۵ و ۱۶۲
کشف الاستار عن زوائد البزار کتاب اہل البغی باب علاماتہم وعباداتہم مؤسستہ الرسالہ بیروت ۲/ ۳۶۰

صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تیری حقیقت خوب جانتے تھے جبکہ اول ہی بار تیرے قتل کا حکم فرمایا تھا تیرا وہی علاج ہے جو حضور کا ارشاد تھا لے جاؤ اسے قتل کردو۔ اب قتل کیا گیا۔

ابویعلٰی اور شاشی اور طبرانی معجم کبیر اور حاکم صحیح مستدرک میں، ضیائے مقدسی صحیح مختارہ میں محمد بن حاطب اور حاکم مستدرک میں بافادہ تصحیح ان کے بھائی حارث بن حاطب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قال اتی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلص فامر بقتلہ فقیل انہ سرق فقال اقطعوہ ثم جئ بہ بعد ذلک الی ابی بکر وقد قطعت قوائمہ فقال ابوبکر ما اجد لک شیئا الا ما قضی فیک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یوم امر بقتلک فانہ کان اعلم بک فامر بقتلہ[1]

کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس ایک چور لایا گیا، آپ نے فرمایا: اس کو قتل کردو۔ عرض کی گئی کہ اس نے چوری ہی تو کی ہے۔ فرمایا: اس کا ہاتھ کاٹ دو۔ پھر اسے صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس اس حال میں لایا گیا کہ اس کے تمام ہاتھ پاؤں کاٹے جاچکے تھے۔ تو آپ نے فرمایا: میں اس کے بغیر تیرا علاج نہیں جانتا جو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تیرے بارے میں فیصلہ فرمایا تھا کہ اس کو قتل کردو وہ تیرا حال خوب جانتے تھے۔ چنانچہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ (ت)

صحیح مستدرک کے لفظ حارث بن حاطب سے یہ ہیں:

ان رجلا سرق علی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاتی بہ فقال اقتلوہ فقالوا انما سرق، قال فاقطعوہ ثم سرق ایضا فقطع

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں چوری کی اُسے آپ کی بارگاہ میں لایا گیا آپ نے فرمایا: اس کو قتل کردو۔ عرض کی گئی اس نے چوری ہی تو کی ہے۔ فرمایا: اس کا ہاتھ کاٹ دو۔ اس

---

[1] کنز العمال بحوالہ ع والشاشی طب ک ص حدیث ۱۳۸۷۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۵/۵۳۸

ثم سرق علی عهد ابی بکر فقطع، ثم سرق فقطع، حتی قطعت قوائمه، ثم سرق الخامسة، فقال ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعلم بھٰذا حیث امر بقتلہ اذھبوا بہ فاقتلوہ[1]

نے پھر چوری کی پھر قطع کیا گیا۔ زمانۂ صدیقی میں پھر چوری کی پھر قطع کیا گیا، پھر چوری کی پھر قطع کیا گیا، یہاں تک کہ اس کے تمام ہاتھ پاؤں کاٹ دیے گئے۔ پانچویں مرتبہ اس نے پھر چوری کی۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کا حال خوب جانتے تھے جب کہ آپ نے پہلی مرتبہ ہی اس کے قتل کا حکم صادر فرمایا تھا۔ اس کو لے جاؤ اور قتل کردو۔ (ت)

ظاہر ہے کہ ان دونوں کے قتل کا حکم حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے علومِ غیب ہی کی بنا پر فرمایا تھا ورنہ ظاہر شریعت میں وہ مستحقِ قتل نہ تھے۔ امام جلیل جلال الملۃ والدین سیوطی سلمہ اللہ تعالٰی خصائص کبرٰی شریف میں فرماتے ہیں:

باب ومن خصائصہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ جمع بین القبلتین والھجرتین وانہ جمعت لہ الشریعۃ والحقیقۃ ولم یکن للانبیاء الا احدھما بدلیل قصۃ موسٰی مع الخضر علیھما الصلوٰۃ والسلام وقولہ انی علی علم من علم اللہ لاینبغی لک ان تعلمہ وانت علی علم من علم اللہ تعالٰی لاینبغی لی ان اعلمہ

باب اور حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ دو قبلوں اور دو ہجرتوں کے جامع ہیں۔ اور یہ کہ آپ کے لیے شریعت وحقیقت کو جمع کردیا گیا۔ دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے کسی میں یہ دونوں وصف جمع نہ ہوئے بلکہ وہ صرف ایک وصف کے ساتھ متصف ہوئے۔ اس کی دلیل سیدنا موسٰی علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا قصہ ہے۔ اور حضرت خضر علیہ السلام کا وہ قول کہ آپ نے حضرت موسٰی علیہ السلام سے کہا "میں اللہ تعالٰی کی طرف سے ایسے علم کا حامل

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب الحدود حکایۃ سارق قتل فی الخامسۃ دارالفکر بیروت ۴/ ۳۸۲

وقد كنت قلت هذا الكلام اولا استنباطا من هذا الحديث من غير ان اقف عليه فى كلام احد من العلماء، ثم رأيت البدر بن المصاحب اشار اليه فى تذكرته ووجدت من شواهده حديث السارق الذى امر بقتله والمصلى الذى امر بقتله و قد تقدم فى باب الاخبار بالمغيبات۔

ہوں جسے جاننا آپ کو مناسب نہیں اور آپ کو منجانب اللہ ایسا علم عطا ہوا جس کو جاننا مجھے مناسب نہیں۔ (امام سیوطی فرماتے ہیں) میں پہلے یہ بات حدیث سے استنباط کر کے کہا کرتا تھا بغیر اس کے کہ میں اس بارے میں کسی عالم کے کلام پر مطلع ہوتا۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ بدر بن المصاحب نے اپنے تذکرہ میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اور میں نے اس کے شواہد میں وہ حدیث پائی جس میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک چور کو قتل کرنے کا حکم دیا اور وہ حدیث کہ جس میں آپ نے ایک نمازی کو قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا' دونوں مذکورہ حدیثیں اس سے قبل "الاخبار بالمغیبات" کے باب میں گزر چکی ہیں۔

زيادة ايضاح لهذا الباب فقد اشكل فهمه على قوم ولو تأملوا لاتضح لهم المراد بالشريعة الحكم بالظاهر و بالحقيقة الحكم بالباطن وقد نص العلماء على ان غالب الانبياء عليهم الصلوٰة والسلام انما بعثوا ليحكموا بالظاهر دون ما اطلعوا عليه من بواطن الامور و حقائقها وبعث الخضر عليه السلام ليحكم بما اطلع عليه من بواطن الامور وحقائقها ولكون الانبياء لم يبعثوا بذلك

اس باب کی مزید وضاحت: تحقیق لوگوں کو اس کے سمجھنے میں مشکل پیش آئی اور اگر وہ غور وفکر کرتے تو مطلب واضح ہو جاتا کہ شریعت سے مراد ظاہری حکم اور حقیقت سے مراد باطنی حکم ہے۔ بے شک علمائے کرام نے اس بات کی تصریح فرمائی کہ اکثر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اس لئے مبعوث ہوئے کہ وہ ظاہر پر حکم کریں نہ کہ امور باطنیہ اور ان کے حقائق پر جن سے وہ مطلع ہوتے۔ اور حضرت خضر علیہ السلام کی بعثت اس پر ہے کہ وہ اس پر حکم دیں اور جو امور باطنیہ اور اسکے حقائق سے متعلق ہیں اور جس پر ان کو اطلاع و

انکر موسیٰ علیہ قتلہ الغلام وقال لہ "لقد جئت شیئا نکرا" لان ذٰلک خلاف الشرع فاجابہ بانہ امر بذالک وبعث بہ فقال "وما فعلتہ عن امری" (ذٰلک تاویل) وھذا معنی قولہ لہ انک علی علم الیٰ اٰخرہ۔

خبر ہے۔ چونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اس کے ساتھ بعثت نہیں ہوتی یہی وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بچہ کے قتل پر اعتراض کیا جس کو حضرت خضر علیہ السلام نے قتل کیا تھا اور ان سے کہا "بے شک تم نے بہت بُری بات کی" اس لئے کہ قتلِ نفس شریعت کے خلاف ہے، لہٰذا اُس کا جواب حضرت خضر علیہ السلام نے دیا کہ اُنھیں اسی کا حکم دیا گیا ہے اور اسی کے ساتھ بھیجا گیا ہے، اور کہا کہ یہ قتل میں نے اپنے ارادے سے نہیں کیا ہے اور یہی مطلب ان کے اس کہنے کا ہے جو کہ اُنھوں نے کہا تھا میں اللہ تعالٰی کی طرف سے ایسے علم کا حامل ہوں جسے جاننا آپ کو مناسب نہیں الخ۔

قال الشیخ سراج الدین البلقینی فی شرح البخاری المراد بالعلم التنفیذ والمعنی لاینبغی لک ان تعلمہ لتعمل بہ لان العمل بہ مناف لمقتضی الشرع ولاینبغی ان اعلمہ فاعمل بمقتضاہ لانہ مناف لمقتضی الحقیقۃ قال فعلی ھذا لایجوز للولی التابع للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

شیخ سراج الدین بلقینی رحمۃ اللہ علیہ نے "شرح بخاری" میں فرمایا کہ علم سے مراد حکم کا نافذ کرنا ہے اور ان کے اس کہنے کا مطلب یہ تھا کہ مناسب نہیں ہے کہ آپ اس کا علم حاصل کریں تاکہ آپ اس پر حکم نافذ کریں، کیونکہ اس پر عمل کرنا تقاضائے شریعت کے خلاف ہے، اور نہ یہ مناسب ہے کہ میں اسے حاصل کروں اور اس کے مقتضاء پر عمل کروں کیونکہ یہ بھی مقتضائے حقیقت کے منافی ہے۔ شیخ سراج الدین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا اس قاعدے کے بموجب اس ولی کے لئے جائز نہیں ہے جو نبی کریم صلی اللہ

اذا اطلع علی حقیقۃ ان ینفذ ذٰلك بمقتضی الحقیقۃ و انما علیہ ان ینفذ الحکم الظاھر انتھی۔

تعالٰی علیہ وسلم کا تابع ہے کہ جب وہ حقیقت پر مطلع ہو تو وہ بمقتضائے حقیقت اس کا نفاذ کرے۔ بے شک اس پر یہی لازم ہے کہ حکمِ ظاہر کو نافذ کرے، انتہی۔

وقال الحافظ ابن حجر فی الاصابۃ قال ابو حیان فی تفسیرہ الجمہور علی ان الخضر نبی وکان علمہ معرفۃ بواطن اوحیت الیہ وعلم موسٰی الحکم بالظاھر فاشار الٰی ان المراد فی الحدیث بالعلمین الحکم بالباطن و الحکم بالظاھر لا امر اٰخر۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "الاصابہ" میں فرمایا کہ ابو حیان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں بیان کیا کہ جمہور اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں اور ان کا علم ان امورِ باطنیہ کی معرفت تھی جس کی انھیں وحی کی گئی جبکہ حضرت موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم ظاہر پر حکم لگانا تھا۔ حدیث میں دو علوم جن کی طرف اشارہ فرمایا ہے اس سے مراد ظاہر و باطن پر حکم لگانا ہے، اس کے علاوہ کوئی دوسرا مطلب مراد نہیں ہے۔

وقد قال الشیخ تقی الدین السبکی ان الذی بعث بہ الخضر شریعۃ لہ فالکل شریعۃ و اما نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فانہ امر اولًا ان یحکم بالظاھر دون ما اطلع علیہ من الباطن والحقیقۃ کغالب الانبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام، ولھذا قال نحن نحکم بالظاھر، وفی لفظ انما اقضی بالظاھر

شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا وہ حکم جس کے ساتھ حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے وُہ ان کی شریعت تھی لہذا یہ سب شریعت ہے۔ اور ہمارے نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو ابتداء میں یہ حکم فرمایا گیا کہ ظاہر پر حکم فرمائیں اور اس باطن و حقیقت پر حکم نہ دیں جس کی آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو خبر ہے جس طرح کہ اکثر انبیاء علیہم السلام کا معمول تھا۔ اسی بناء پر حضور نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ہم تو ظاہر پر حکم دیتے ہیں"،

واللہ یتولی السرائر وقال انما اقضی بنحو ما اسمع فمن قضیت لہ بحق اخر فانما ھی قطعة من النار وقال للعباس اما ظاھرك فکان علینا واما سریرتك فالی اللہ وکان یقبل عذر المتخلفین عن غزوة تبوك ویکل سرائرھم الی اللہ وقال فی تلك المرأة لوکنت راجما احدا من غیر بینة لرجمتھا وقال ایضا لولا القرآن لکان لی ولھا شان فھذا کلہ صریح فی انہ انما یحکم بظاھر الشرع بالبینة او الاعتراف دون ما اطلعہ اللہ علیہ من بواطن الامور وحقائقھا ثم ان اللہ زادہ شرفا واذن لہ ان یحکم بالباطن وما اطلع

ایک روایت میں اس طرح ہے "میں تو ظاہر پر فیصلہ دیتا ہوں باطنی حالات کا خدا عزوجل مالک ہے۔" اور یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا "میں تو اسی پر فیصلہ دیتا ہوں جیسا کہ میں سنتا ہوں، لہذا میں نے جس کے لئے دوسرے کے حق کا فیصلہ کر دیا ہے تو وہ یہ جان لے کہ وہ آگ کا ٹکڑا ہے۔" اور یہ کہ حضور پُر نور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالٰے عنہ سے فرمایا "جہاں تک تمہارے ظاہر کا تعلق ہے تو وہ ہمارے ذمہ ہے لیکن جو تمہاری باطنی حالت ہے وہ اللہ عزوجل کے ذمہ ہے۔" اور یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم غزوہ تبوک سے رہ جانے والوں کی معذرت قبول فرماتے تھے اور ان کے باطنی حالات کو اللہ تعالٰے کے سپرد فرماتے تھے۔ اور یہ کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک عورت کے بارے میں فرمایا "اگر میں بغیر دلیل وشہادت کے کسی کو سنگسار کرتا تو ضرور اس عورت کو سنگسار کرتا۔" اور یہ بھی فرمایا کہ "اگر قرآن نہ ہوتا تو یقیناً میرے لئے اور اس عورت کے لئے کچھ اور ہی معاملہ ہوتا۔" یہ تمام نظائر اور شواہد اس بات کے مظہر ہیں کہ آپ کو دلیل و شہادت یا اعتراف و اقرار کے ساتھ ظاہر شریعت پر فیصلہ دینے کا حکم ہوا نہ کہ اس پر جو باطنی امور پر اللہ عزوجل نے آپ کو مطلع فرمایا

علیه من حقائق الامور فجمع له بین ما کان للانبیاء و ما کان للخضر خصوصیة خصه الله بها و لم یجمع الامران لغیره، وقد قال القرطبی فی تفسیره اجمع العلماء عن بکرة ابیهم انه لیس لاحد ان یقتل بعلمه الا النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم و شاهد ذلك حدیث المصلی والسارق الذین امر بقتلهما فانه اطلع علٰی باطن امرهما و علم منهما ما یوجب القتل۔

اور اس کے حقائق آپ پر واضح فرمائے۔ اس کے بعد اللہ عزوجل نے آپ کے شرف کو اور زیادہ فرمایا اور آپ کو اجازت فرمائی کہ آپ باطن پر حکم لگائیں اور جن امور کی حقیقتوں کی آپ کو اطلاع دی گئی ہے اس پر فیصلہ فرمائیں۔ تو اس طرح آپ ان تمام معمولات کے جو انبیاء کرام علیہم الصلٰوۃ و السلام کے لئے تھے اور اس خصوصیت کے ساتھ جو حضرت خضر علیہ السلام کے لئے اللہ عزوجل نے خاص فرمائے جامع تھے اور یہ امر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے علاوہ کسی اور نبی میں جمع نہیں کیا گیا۔ اور امام قرطبی علیہ الرحمہ نے اپنی تفسیر میں فرمایا علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ کسی کیلئے یہ جائز نہیں ہے کہ اپنے علم کے ساتھ کسی کے قتل کا حکم دے سوائے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے۔ اس کی شاہد اس نمازی اور چور والی حدیث ہے جن کے قتل کرنے کا حکم حضور پُرنور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے دیا تھا کیونکہ اللہ تعالٰی نے ان دونوں کے باطنی حالات پر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو مطلع فرما دیا تھا اور ان دونوں کے بارے میں آپ کو علم ہو گیا تھا کہ واجب القتل ہیں اگرچہ ان کا قتل کچھ عرصہ بعد واقع ہوا)۔

ولو تفطن الذین لم یفهموا الٰی استشهادی بهٰذین الحدیثین فی اٰخر الباب

(امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) کاش کہ یہ علماء اعلام اس بات کو سمجھ سکتے جس کو انھوں نے نہیں سمجھا جس کی طرف میں نے آخر باب میں ان

لعرفوا ان المراد الحکم بالظاھر والباطن فقط لاشیئ اٰخر لا یقوله مسلم و لا کافر ولا مجانین المارستان، وقد ذکر بعض السلف ان الخضر الی الاٰن ینفذ الحقیقة وان الذین یموتون فجاءة ھو الذی یقتلھم فان صح ذٰلك فھو فی ھٰذہ الامة بطریق النیابة عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فانه صار من اتباعه کما ان عیسٰی علیه السلام لما ینزل یحکم بشریعة النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم نیابة عنه و یصیر من اتباعه وامته[1]۔

دونوں حدیثوں کے ساتھ استشہاد کیا ہے۔ اگر وہ یہ بات سمجھ جاتے تو یقیناً جان لیتے کہ مراد فقط ظاہر اور باطن کے ساتھ حکم فرمانا ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ اس کے سوا اور کوئی بات نہ مسلمان کہہ سکتا ہے اور نہ کافر اور نہ مجنون و پاگل۔ بعض اسلاف رحمہم اللہ تعالٰی نے ذکر فرمایا ہے کہ حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام اب تک حقیقت کو نافذ کرتے ہیں، اور وُہ لوگ جو اچانک مرجاتے ہیں وہ وہی ہوتے ہیں جن کو انھوں نے قتل کیا ہوتا ہے۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو ان کا یہ عمل اس اُمت میں نبی اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے بطور نیابت ہوگا اور وہ حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے متبعین میں سے ہوں گے جس طرح کہ حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب نازل ہوں گے تو وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شریعت کے ساتھ آپ کی نیابت میں حکم دیں گے وہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے متبعین اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی اُمت میں سے ہوں گے۔اھ (ت)

اس کلامِ نفیس سے ثابت کہ عامہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو صرف ظاہر شرع پر عمل کا اذن ہوتا ہے، اور سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے علم مغیبات پر عمل کا حکم ہے، ولہذا انھوں نے ناسمجھ بچہ کو بے کسی جُرم ظاہر کے قتل کردیا اور یہ کہ اب جو ناگہانی موت سے مرجاتے ہیں انھیں بھی وہی قتل فرماتے ہیں، اور ہمارے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو ظاہر شرع

---

[1] الخصائص الکبرٰی باب ومن خصائصه انه جمع بین القبلتین الخ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۲/ ۱۹۱ و ۱۹۲

اور اپنے علومِ غیب دونوں پر عمل و حکم کا رب عزوجل نے اختیار دیا ہے۔ اور امام قرطبی نے اجماع علماء نقل فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اختیار ہے کہ محض اپنے علم کی بناء پر قتل کا حکم فرمادیں اگرچہ گواہ شاہد کچھ نہ ہو، اور حضور کے سوا دوسرے کو یہ اختیار نہیں، تو اگر اُس نماز والے یا اُس چور یا اُس شخص کو جس پر عورت نے دھوکے سے تہمت رکھی تھی قتل کا حکم فرمائیں تو یقیناً وہ حضور کے علومِ غیب ہی پر مبنی ہے نہ کہ ان کا نافی۔ کیوں وہابیو! اب تو اپنی اوندھی مت پر مطلع ہوئے! فانی تؤفکون (تو تم کہاں اوندھے جاتے ہوت)
مسلمانو! وہابیہ کے مطلب پر بھی غور کیا، حکم کے دو ہی معنے ہوئے، یا ظاہر شرع یا باطنی علومِ غیب۔ ظاہر ہے کہ یہاں ظاہر کی رُو سے تو اصلاً حکمِ رجم کی گنجائش نہ تھی، نہ ملزم کا اقرار، نہ اصلاً کوئی گواہ، صرف مدعی کا غلط دعوٰی سُن کر قتل کا حکم فرمادیں، نبی کی شان تو ارفع و اعلٰی ہے۔ آج کل کا کوئی عالم، نہ عالم کوئی جاہل حاکم ہی ایسا کر بیٹھے تو ہر عاقل اسے یا سخت جاہل یا پکا ظالم کہے تو حدیث صحیح مان کر راہ نہ تھی مگر اسی طرف کہ حضور نے بربنائے تہمت ہرگز یہ حکم نہ دیا بلکہ اپنے علومِ غیب سے جانا کہ یہ شخص قابلِ رجم ہے اس بناء پر حکمِ رجم فرمایا، اسے وہابیہ مانتے نہیں بلکہ بزعم خود اسی کے ابطال کو یہ حدیث لائے ہیں، تو اب سمجھ لیجئے کہ ان کا مطلب کیا ہوا اور اُنھوں نے تمھارے پیارے نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم پر کیسا بھاری الزام قائم کیا، کیوں نہ ہو عداوت کا یہی مقتضٰے ہے۔

قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر قد بینا لکم الایٰت ان کنتم تعقلون[1]○ والذین یؤذون رسول اللہ لھم عذاب الیم[2]○ رب اعوذبک من ھمزات الشیطٰن واعوذبک رب ان یحضرون[3]○ وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولانا

بَیر ان کی باتوں سے جھلک اُٹھا اور وہ جو سینے میں چھپائے ہیں بڑا ہے ہم نے نشانیاں تمھیں کھول کر سُنادیں اگر تمھیں عقل ہو۔ اور جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔ اے میرے رب تیری پناہ شیطانوں کے وسوسوں سے اور اے میرے رب تیری پناہ کہ وہ میرے پاس آئیں۔ اور اللہ درود نازل فرمائے ہمارے آقا و مولٰی

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸
[2] " " ۹/ ۶۱
[3] " " ۲۳/ ۹۷ و ۹۸

محمد و اٰلہ وصحبہ اجمعین و اٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

محمد مصطفٰی پر، آپ کی آل اور آپ کے تمام صحابہ پر۔ اور ہماری دعا کا خاتمہ یہ ہے کہ سب خوبیاں سراہا اللہ جو رب ہے سارے جہان کا۔ اور اللہ سبحٰنہ وتعالٰی خوب جانتا ہے۔ اور اس کا علم اتم واحکم ہے۔ (ت)

رسالہ "ازاحۃ العیب بسیف الغیب" ختم ہوا۔

مسئلہ ۱۵۰: از موضع پارہ پرگنہ مورانواں ضلع اناؤ مسئولہ محمد عبدالرؤف صاحب ۳ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا عقیدہ ہے کہ قیام کرنا بوقتِ ذکرِ ولادت شریف بدعت سیئہ ہے کیونکہ اس کا ثبوت قرآن وحدیث سے مطلق پایا نہیں جاتا اور نہ وہ بات جو بعد قرون ثلثہ قائم کی گئی قابل ماننے کے ہے۔ اور کہتا ہے کہ کیا اُسی وقت حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی پیدائش ہوتی ہے جو یہ تعظیمی قیام کیا جاتا ہے، یا یہ کہ اُسی وقت آپ کی تشریف آوری ہوتی ہے، اگر یہ صحیح ہے تو کس مقام مجلس میں آپ متجلی ہوتے ہیں، اگر حضارِ محفل میں آپ رونق افروز ہوتے ہیں، تو یہ اور بے ادبی ہے کہ میلاد خوان منبر پر اور آپ فرش زمین پر، اور اگر آپ منبر پر جلوہ فگن ہوتے ہیں تو یہ بھی بے ادبی ہوئی کہ برابری کا مرتبہ ظاہر ہوتا ہے، لہذا بہر نوع قیام بدعت سیئہ ہے۔ اسکے برعکس عمرو محفل میلاد شریف اور قیام تعظیمی وتقسیم شیرینی وغیرہ کو اپنا فرض منصبی اور نہایت درجہ مستحسن اور وسیلۂ نجات اور ذریعہ فلاحت دینی ودنیوی سمجھتا ہے، فقط۔

الجواب

قیام وقت ذکر ولادت سید الانام علیہ وعلٰی ذویہ افضل الصلوٰۃ والسلام بلاشبہہ مستحب و مستحسن علمائے اعلام وعادت محبین کرام وغیظ وہابیہ لئام ہے ہم نے اپنے رسالہ "اقامۃ القیامۃ علٰی طاعن القیام لنبی تہامۃ" صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وغیرہا میں اُسے متعدد آیاتِ قرآن مجید سے ثابت کیا، مگر وہابیہ کو کیا سُوجھے، لھم اعین لا یبصرون بھا[1] (وہ آنکھیں رکھتے ہیں

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۷۹

جن سے دیکھتے نہیں۔ ت) خصوصاً قرآن عظیم تک اُن کی فہم کیا پہنچے، قال اللہ تعالٰی:

وجعلنا علٰی قلوبھم اکنّۃ ان یفقھوہ[1] ہم نے ان کے دلوں پر غلاف کر دیئے کہ اسے نہ سمجھیں۔ (ت)

ہم جو آیات تلاوت کریں اُن کا کان کیونکر سُنے وفی اٰذانھم وقرا[2] (اور ان کے کانوں میں گرانی۔ ت) راہِ حق کی دعوت انھیں کیا نفع دے،

وان تدعھم الی الھدٰی فلن یھتدوا اذا ابدا[3] اور اگر انھیں تم ہدایت کی طرف بلاؤ تو جب بھی ہرگز کبھی راہ نہ پائیں گے۔ (ت)

قرونِ ثلٰثہ کی بحث میں وہابیہ کو ہزاروں بار ان کے گھر پہنچا دیا گیا جس کا روشن بیان اصول الرشاد تصنیف لطیف امام العلماء حضرت سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد میں ہے۔ مدرسۂ دیوبند یا ین قوانینِ مخترعہ تو قرونِ ثلٰثہ درکنار قرونِ اثنا عشر کے بعد قائم ہوا پہلے اس کی بنا ڈھائیں اینٹ سے اینٹ بجائیں، یا یہ مسئلہ صرف انھیں چیزوں کے حرام کرنے کو ہے جن میں تعظیم ومحبتِ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واولیائے کرام علیہم الرضوان الاتم ہے یہ قیام ذکرِ تشریف آوری کی تعظیم ہے دل میں عظمت ہو تو جانیں کہ تعظیم ذکرِ شریف مانند تعظیم ذاتِ اقدس ہے کما بینہ الامام القاضی عیاض رحمہ اللہ تعالٰی فی کتاب الشفاء والامام احمد القسطلانی فی المواھب الشریفۃ (جیسا کہ امام قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالٰی نے کتاب الشفاء میں اور امام احمد قسطلانی نے مواہب شریفہ میں اسے بیان کیا۔ ت) دل کے اندھے اُسے بھلا کر خود ذات کریم کی تشریف آوری ڈھونڈتے ہیں اور بے ادب گستاخ یہاں تک بڑھتے ہیں کہ "کیا اُسی وقت حضور کی پیدائش ہوتی ہے"، ہم مدعی نہیں کہ ہر مجلس مبارک میں تشریف آوری ضرور ہے، ہاں ہوتی ہے، اکابر اولیائے بارہا مشاہدہ کی ہے جیسا بہجۃ الاسرار امام اوحد ابو الحسن لخمی شطنوفی وتنویر الحلک امام جلال الدین سیوطی و تصانیف شاہ ولی اللہ دہلوی وغیرہا میں مذکور ہے اور اس پر بیہودہ تشقیق کہ فرش پر تشریف رکھتے ہیں یا منبر پر جہل محض ہے۔ ایسا جاہلانہ سوال اُن تمام تشریف آوریوں پر ہوگا جن کا ذکر ائمۂ

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۲۵

[2] " ۶/ ۲۵

[3] " ۱۸/ ۵۷

اکابر نے فرمایا اور خود ظاہری حیاتِ اقدس میں تشریف آوری اور تشریف فرمائی کس طرح ہوتی تھی، اور صحیح بخاری شریف کی اُس حدیث کو تو بالکل چھپل کر پھینک دینا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد کریم میں حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے منبر بچھاتے اور وہ اس پر قیام کرکے نعتِ اقدس سُناتے اُس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہاں تشریف رکھتے تھے، فرش پر حسان سے نیچے یا منبر پر حسان کے برابر؟ جو وہاں جواب دے ویسا بلکہ اس سے اعلیٰ یہاں موجود ہے کہ جلوہ فرمائی چشمِ ظاہر سے غیر مشہود ہے اور نور کی جلوہ افروزی فرش وغیرہ سے جدا متعالی از معہود ہے۔ علامہ علی قاری شرح شفاء شریف میں فرماتے ہیں:

ان روح النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حاضرۃ فی بیوت اھل الاسلام۔[1] رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی روحِ پاک تمام مسلمانوں کے گھروں میں تشریف فرما ہے۔

یہ تشریف فرمائی زمین پر ہے کہ چھت والے اُونچے ہوں یا چھت پر کہ دو منزلہ والے بلند، اور جن کے چھت نہیں ایک نیچا چھپّر ہے اور اس کے گرد مکان اُس گھر میں تشریف فرمائی کس طرح ہے، بلکہ رب عزوجل فرماتا ہے:

ونحن اقرب الیہ من حبل الورید۔[2] ہم آدمی سے اس کی رگِ گردن سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

اب ایک شخص لیٹا، دوسرا بیٹھا، تیسرا کھڑا، چوتھا سامنے کی چھت پر چڑھا ہے رب عزوجل کہ اس لیٹے کی شہ رگ سے قریب ہے کیا یہ تینوں اُس سے اونچے ہیں، کیسی سخت بے ادبی و گستاخی ہے۔ یونہی حدیث قدسی میں ہے، رب عزوجل فرماتا ہے:

انا جلیس من ذکرنی[3] میں اپنے یاد کرنے والے کا ہمنشین ہوں۔

یاد وہ بھی کررہے ہیں جو فرش پر ہیں اور وہ بھی جو منبر پر، تو کیا ان سب کے برابر ہوا اور منبر والے سے نیچا؟ ولکن الوھابیۃ قوم لایعقلون، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم لیکن وہابی بے عقل قوم ہے، اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر نہ گناہ سے بچا جاسکتا ہے اور نہ ہی کوئی

---

[1] شرح الشفاء لملا علی القاری علی ہامش نسیم الریاض فصل فی المواطن التی یستحب فیھا الصلوٰۃ الخ ۳/۴۶۴

[2] القرآن الکریم ۵۰/ ۱۶

[3] کشف الخفا حدیث ۶۱۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۸۳

وصلی اللہ تعالٰی وسلم علٰی سیدنا و مولٰینا و ذویہ اجمعین، واللہ تعالٰی اعلم، وانما زدنا الوجہین الاٰخرین لابانۃ جہلہ فی قیاس الشاھد علی الغائب فاعلم وربک اعلم۔

نیکی کرنے کی طاقت ہوتی ہے۔ ہمارے سردار و مالک اور ان کے تمام اصحاب پر اللہ تعالٰی نے درود و سلام بھیجے۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے، آخری دونوں وجہیں ہم نے صرف اس لئے زیادہ کر دی ہیں تاکہ شاہد کو غائب پر قیاس کرنے کے سلسلہ میں اس کی جہالت ظاہر ہو جائے، توجان لے اور تیرا پروردگار خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۵۱: از شہر محلہ باغخانہ مسئولہ محمد بخش صاحب ۲۳ جمادی الاولٰی ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص میلاد شریف بھی کراتا ہے اور تمام اولیاء اللہ کی نیاز نذر بھی کرتا ہے اور سب کو مانتا ہے، اور وہ شخص یہ بات کہتا ہے کہ تمام کام کرو لیکن وہ شخص ان باتوں کو منع کرتا ہے کہ مزار شریف پر جاکر مرادیں مت مانگو بلکہ اللہ سے مراد مانگو اور مزار پر جاکر نیاز نذر سب کچھ کرو۔ اور کہتا ہے کہ مرادیں اس طریقہ پر مت مانگو کہ فلاں فلاں میری حاجت رفع ہو، مزار پر جاکر مت مانگو، مزار پر جاکر فاتحہ پڑھو ثواب پہنچاؤ، زیارت کرو کہ کیسے کیسے بزرگ آدمی گزرے ہیں۔ کچھ کرو لیکن مراد مت مانگو خدا سے عرض کرو۔

الجواب

اگر وہ شخص اور کوئی بات وہابیت کی نہیں رکھتا اور وہابیوں اور دیوبندیوں کو کافر جانتا ہے تو اتنا کہنے سے وہابی نہیں ہوسکتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۲ تا ۱۵۶: از قصبہ نظام آباد ضلع اعظم گڑھ مسئولہ سید علی اصغر ۹ شعبان چہارشنبہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسائل ذیل میں کہ:

(۱) حنفی کس کو کہتے ہیں، پوری پوری تعریف کیا ہے؟

(۲) زید ایک فارغ التحصیل علوم عربیہ کا ہے اور اپنے کو حنفی مذہب کا مقلد کہتا ہے، آمین بالجہر، رفع یدین، قرأت فاتحہ خلف الامام کا قائل نہیں، تراویح بیس رکعت پڑھتا ہے اور وتر تین رکعت۔ کتبِ فقہیہ پر عمل کرتا ہے۔ مسلمانوں کو زید کے پیچھے نماز پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ اور ایسی صورت میں زید کو حنفی کہیں گے یا نہیں؟

(۳) محفلِ میلاد شریف میں قیام کرنا کیسا ہے؟

(۴) زید محفل میلاد شریف میں شریک ہوتا ہے اور قیام کو مستحب کہتا ہے اور خود کرتا ہے اس کو حنفی کہیں گے یا وہابی؟

(۵) وہابی یا غیر مقلد کس کو کہتے ہیں؟ اور اس کی پہچان کیا ہے؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا (بیان فرمایئے اجر دئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

(۱) علماء کی اصطلاح میں حنفی وہ کہ فروع میں مذہب حنفی کا پیرو ہو، پھر اگر اصول میں بھی حق کا متبع ہے تو سُنّی حنفی ہے ورنہ گمراہ جیسے معتزلہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) ان باتوں سے اگر ثابت ہوا تو اتنا کہ زید فروعاً حنفی ہے اور اس قدر سے اس کے پیچھے صحتِ نماز لازم نہیں، پہلے تو معتزلہ تھے اب قطعی مرتد فرقے ایسے ہیں کہ اپنے آپ کو حنفی کہتے اور فروع میں فقہ حنفی پر چلنے کا دعوٰی رکھتے ہیں اُن کی حنفیت انھیں کیا مفید ہوسکتی ہے، امامت کے لئے سُنّی صحیح العقیدہ صحیح الطہارۃ صحیح القراءۃ جامع شرائط صحت وحلت ہونا چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۳) مستحسن علمائے کرام ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

(۴) مجلس میلاد مبارک وقیام چاروں مذہب کے علماء وعام اہل اسلام کرتے ہیں یہ کچھ حنفیہ سے خاص نہیں اور بعض وہابیہ بھی براہِ تقیہ ان کے عامل ہوتے ہیں جیسا کہ بارہا کا مشاہدہ ہے۔ تقویۃ الایمان کو گمراہی وضلالت اور دیوبندیت کو کفر وردت صراحۃً بلاغرض بکشادہ پیشانی مانے تو اسے وہابی نہ کہا جائے گا اور قلب کا علم عالم الغیب کو۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۵) اسمٰعیل دہلوی وتقویۃ الایمان کو ماننے والا یا اس کے مطابق عقائد رکھنے والا اگرچہ زبان سے اس کا ماننا نہ کہے وہابی ہے، اور یہی اس کی پہچان کو بس ہے۔ پھر اگر فقہ پر چلنے کا ادعا کرے تو مقلد وہابی ہے اور اگر اس کے ساتھ فقہ کو بھی نہ مانے تو غیر مقلد وہابی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۷: از شفاخانہ فرید پور ڈاک خانہ خاص اسٹیشن پیتنبر پور ضلع بریلی مسئولہ عظیم اللہ کمپونڈر ۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

اولیاءِ کرام بعد وفات کے حیات رہتے ہیں یا نہیں جیسے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی حیاۃ النبی ہیں اور اولیاءِ کرام کے مزار پر جا کر ان کے توسط سے التجا کرنا اور ان سے دُعا کرانا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمایئے اجر دیئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

اولیائے کرام بعد وفات زندہ ہیں مگر نہ مثل حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، انبیاء کی حیات روحانی جسمانی دنیاوی ہے بعینہٖ اسی طرح جسم کے ساتھ زندہ ہوتے ہیں جس طرح دنیا میں تھے اور اولیاء کی حیات اُن سے کم اور شہدائے سے زائد، جن کے لئے قرآن عظیم میں دو جگہ ارشاد ہوا کہ "اُن کو مردہ نہ کہو وہ زندہ ہیں"۔ یہ حیات حیاتِ روحانی و جسمانی برزخ میں ہے۔ حیاتِ روح سب کو حاصل ہے کہ رُوح بعد موت فنا نہیں ہوتی، اس کا مفصل بیان ہماری کتاب "حیاۃ الموات" میں ہے۔ اولیائے کرام سے توسّل اور اُن سے طلبِ دُعا بلاشبہہ محمود ہے اور علماء و صلحاء میں معمول و معہود۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۸: از بنگالہ ڈاکخانہ تاکشہر موضع ایضاً مسئولہ عبدالصمد ۲۲ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ حشر کے دن سب مسلمان قبر سے کفن لے کر اٹھیں گے یا برہنہ؟ بینوا توجروا (بیان فرمایئے اجر دیئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

کفن میں اُٹھیں گے پھر وُہ کفن طول مدت کی وجہ سے گل کر گر جائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۹ تا ۱۶۰: از ناگل لکڑی ضلع گوڑگانوہ پوسٹ ڈھینا ریاست مسئولہ حافظ غلام کبریا ۳ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ:

(۱) اولیاء اللہ کو دُور سے مشکل کے واسطے پکارنا کیسا ہے؟ اولیاء اللہ دُور سے بعض وقت سُنتے ہیں یا سب وقت سُنتے ہیں؟

(۲) اگر کوئی یا رسول اللہ پکارے اور یہ اعتقاد رکھے کہ آپ بذاتِ خود سنتے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ یہ اعتقاد ٹھیک نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں:

رُوح را قرب و بُعد مکانی یکساں ست[1] روح کے مکانی قُرب و بُعد برابر ہیں۔ (ت)

---

[1]

تو وہ سب وقت سُن سکتے ہیں مگر ملاء اعلیٰ کی طرف توجہ اور اس میں استغراق اکثر کو ہر وقت سننے سے مانع ہو سکتا ہے مگر اکابر جن کو شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں لکھا،

استغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت نمی گردد وارباب حاجات ومطالب حل مشکلات خود را از انہا می طلبند ومی یابند[1]

کامل وسعت مدارک کی وجہ سے ان کا استغراق اس طرف متوجہ ہونے سے مانع نہیں ہوتا اور غرض مند محتاج لوگ اپنی مشکلات کا حل ان سے طلب کرتے اور پاتے ہیں۔ (ت)

یہ ہر وقت سنتے اور حاجت روائی فرماتے ہیں کہ باذنہٖ تعالٰی اسم قاضی الحاجات کے مظہر ہیں۔

(۲) بذاتِ خود کے اگر یہ معنی کہ بے عطائے الٰہی خود اپنی ذاتی قدرت سے سُنتے ہیں تو یہ بے شک باطل بلکہ کفر ہے اور یہ ہرگز کسی مسلمان کا خیال بھی نہیں۔ اور اگر بذاتِ خود کے یہ معنی کہ بعطائے الٰہی حضور کی قوتِ سامعہ تمام شرق وغرب کو محیط ہے سب کی عرضیں آوازیں خود سنتے ہیں اگرچہ آدابِ دربار شاہی کے لئے ملائکہ عرضِ درود وعرضِ اعمال کے لئے مقرر ہیں تو یہ بے شک حق ہے بلاشبہہ عرش وفرش کا ہر ذرہ اُن کے پیشِ نظر ہے اور ارض وسما کی ہر آواز ان کے گوشِ مبارک میں ہے۔ شاہ ولی اللہ کی فیوض الحرمین میں ہے:

لایشغلہ شأن عن شان[2]

اس کی ایک حالت اس کو دوسری حالت سے غافل نہیں کرتی۔ (ت)

وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۱: از دہلی بازار چتلی قبر چھتا موم گراں مسئولہ محمد صاحب داد خاں ۶ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قادیانی کہتے ہیں حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ آسمان پر نہیں گئے بلکہ اپنی موت مرے، زندہ آسمان پر جانا نہ قرآن سے ثابت ہے نہ حدیث شریف سے، کیونکہ اس میں حضرت رسول مقبول محمد مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شانِ پاک گھٹتی ہے کہ حضور دونوں عالم سے افضل واعلیٰ ہو کر وفات پائیں اور زمین کے نیچے رہیں اور حضرت عیسٰی

---

[1] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) پارہ عم سورۃ الانشقاق مسلم بکڈپو لال کنواں دہلی ص ۲۰۶

[2] فیوض الحرمین مشہد آخر یعنی دقائق اور انکے اثرات کے بیان میں محمد سعید اینڈ سنز قرآن محل کراچی ص ۲۷۱

آسمان پر چلے جائیں یہ ممکن نہیں، اس خرافات کا کیا جواب ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

قادیانی مکاروں کا فریب ہے کہ مرزا کے صریح کفر اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام خصوصاً سیدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو اس نے بڑی بڑی گالیاں دی ہیں چھپاتے اور مسئلہ حیات و موتِ سیدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں بحث کرتے ہیں جس کے ماننے نہ ماننے پر کچھ اسلام و کفر کا مدار نہیں۔ جمہور ائمہ کرام کا مذہب یہی ہے کہ سیدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابھی انتقال نہ فرمایا قریبِ قیامت نزول فرمائیں گے دجال کو قتل کریں گے، برسوں رہ کر انتقال فرمائیں گے، روضۂ پاکِ حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں ایک مزار کی جگہ خالی ہے وہاں دفن ہوں گے۔ اُس کا وہ جاہلانہ احمقانہ خیال تو یہیں سے دفع ہوگیا، اور فقط آسمان پر ہونا اگر موجبِ فضل ہو تو فرشتوں کو تو آسمان پر مانے گا قال تعالٰی وکم من ملك فی السمٰوٰت[1] آسمانوں میں بہتیرے فرشتے ہیں۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دونوں عالم سے افضل کہہ رہا ہے کیا ملائکہ سے افضل نہ مانے گا یا حضور کے وفات پاکر زمین پر رہنے اور ملائکہ کے آسمان پر ہونے سے معاذ اللہ شانِ اقدس کا گھٹنا جانے گا، اور فرشتے بھی نہ سہی چاند سورج ستارے تو آسمان پر ہیں حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خاکِ پا اُن سے افضل ہے اور یہ تو کس سے کہا جائے کہ زمین آسمان سے افضل ہے خصوصاً محلِ تربتِ اقدس کہ عرشِ اعظم سے بھی اعلٰی و افضل ہے اندھوں نے جہت میں اوپر نیچے دیکھ لیا اور یہ نہ جانا کہ دل تمام اعضا کا سلطان اور سب سے افضل ہے اگرچہ بہت اعضاء اس سے اوپر ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میلاد شریف کب سے نکلا اور کس نے نکالا؟ اپنے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے زمانے میں تھا یا نہیں؟ اپنے امام صاحب نے اس کو کیا ہے یا نہیں؟ صحابہ کے زمانہ میں تھا یا نہیں؟ کسی نے محفل کی تھی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بیانِ میلاد شریف قرآن مجید نے نکالا اور اس نے متعدد آیتوں میں اس کا حکم دیا، کا رڈ

---

[1] القرآن الکریم ۵۳/ ۲۶

میں آیتیں نہیں لکھی جاسکتیں غرض مقصود سے ہے، نام نیا ہونے سے شئے نئی نہیں ہوسکتی، جو اس سے مقصود ہے وہ خود حضور اقدس علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام نے کیا۔ صحیح بخاری شریف میں ہے خود حضور اقدس علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام مسجد مدینہ طیبہ میں حضرت حسان بن ثابت انصاری علیہ الرضوان کے لئے منبر بچھاتے اور وہ اس پر قیام کرکے نعتِ اقدس سناتے حضور اور صحابہ کرام سنتے۔ وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۳: از ضلع ہوشنگ آباد مقام وڈاکخانہ واسٹیشن ۵۱ رموسارے

مسئولہ دولت الدین ۱۲ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض عالم و مولوی اعتراض کرتے ہیں کہ یاشیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ کا وظیفہ کرنا ناجائز ہے، مہربانی فرماکر خلاصہ مسئلہ تحریر فرمائیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

یہ مبارک وظیفہ بیشک جائز ہے۔ فتاوٰی خیریہ علامہ خیر الدین رملی استاذ صاحبِ درمختار میں ہے:

اما قولھم "یاشیخ عبد القادر" فنداء فما الموجب لحرمتہ[2]

ان کا "یاشیخ عبد القادر" کہنا ندا ہے تو اس کی حرمت کا موجب کیا ہے۔ (ت)

یہاں اس کو ناجائز کہنے والے وہابی ہیں اور وہابیہ بے دین ہیں ان کی بات سننی جائز نہیں۔ وھو تعالٰی اعلم۔

---

[1] جامع الترمذی ابواب الادب باب ما جاء ان من الشعر حکمۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۰۷
احیاء العلوم بحوالہ الصحیحین کتاب آداب السماع والوجد مطبعۃ مشہد الحسینی قاہرہ ۲/ ۲۷۴

[2] الفتاوٰی الخیریۃ کتاب الکراہیۃ والاحسان دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۱۸۲

رسالہ

انوار الانتباہ فی حل نداء یارسول اللہ

(یارسول اللہ کہنے کے جواز کے بارے میں نورانی تنبیہیں)

مسئلہ ۱۶۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید موحد مسلمان جو خدا کو خدا اور رسول کو رسول جانتا ہے، نماز کے بعد اور دیگر اوقات میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بکلمہ یا ندا کرتا اور الصلٰوۃ والسلام علیك یارسولَ اللہ یا اسئلك الشفاعۃَ یارسولَ اللہ کہا کرتا ہے، یہ کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ اسے اس کلمہ کی وجہ سے کافر و مشرک کہیں ان کا کیا حکم ہے؟ بیّنوا بالکتاب توجروا یوم الحساب (کتاب سے بیان فرمائیے روزِ حساب اجر دیے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفٰی والصلوٰۃ والسلام علٰی حبیبہ المصطفٰی واٰلہ واصحابہ اُولی الصدق والصفا۔

کلماتِ مذکورہ بے شک جائز ہیں جن کے جواز میں کلام نہ کرے گا مگر سفیہ جاہل یا ضال مضل، جسے اس مسئلہ کے متعلق قدرے تفصیل دیکھنی ہو شفاء السقام امام علّام بقیۃ المجتہدین الکرام تقی الملۃ والدین ابوالحسن علی سبکی و مواہب اللدنیۃ امام احمد قسطلانی شارح صحیح بخاری و شرح مواہب علامہ زرقانی و مطالع المسرات علامہ فاسی و مرقاۃ شرح مشکوٰۃ علامہ علی قاری و لمعات و اشعۃ اللمعات شروح مشکوٰۃ و جذب القلوب الٰی دیار المحبوب و مدارج النبوۃ تصانیف شیخ عبدالحق محدث دہلوی و افضل القرٰی شرح اُم القرٰی امام ابن حجر مکی وغیرہا کتب وکلام علمائے کرام وفضلائے عظام علیہم رحمۃ اللہ العلام کی طرف رجوع لائے یا فقیر کا رسالہ الاھلال بفیض الاولیاء بعد الوصال مطالعہ کرے۔

یہاں فقیر بقدرِ ضرورت چند کلمات اجمالی لکھتا ہے، حدیث صحیح مذیّل بطراز گرانبہائے تصحیح جسے امام نسائی و امام ترمذی و ابنِ ماجہ و حاکم و بیہقی و امام الائمہ ابن خزیمہ و امام ابوالقاسم طبرانی نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور ترمذی نے حسن غریب صحیح اور طبرانی و بیہقی نے صحیح اور حاکم نے برشرطِ بخاری ومسلم جس میں حضورِ اقدس سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک نابینا کو دُعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز یُوں کہے:

اللھم انی اسئلك واتوجہ الیك بنبیك محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بك الٰی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضٰی لی اللھم فشفعہ فیّ[1]	اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں بوسیلہ تیرے نبی محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کہ مہربانی کے نبی ہیں، یا رسول اللہ! میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہو کہ میری حاجت روا ہو۔ الٰہی ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

[1] جامع ترمذی ابواب الدعوات باب فی انتظار الفرج وغیر ذلک امین کمپنی دہلی ۱۹۷/۲
سنن ابن ماجۃ باب ماجاء فی صلوٰۃ الحاجۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰۰
المستدرک للحاکم کتاب الدعا مکتبۃ اسلامیہ بیروت ۵۱۹/۱ و صحیح ابن خزیمۃ باب صلوٰۃ الترغیب ۲۲۶/۲

امام طبرانی کی معجم میں یوں ہے:

ان رجلًا کان یختلف الی عثمان بن عفان رضی اللہ تعالٰی عنہ فی حاجۃٍ لہٗ وکان عثمان لایلتفت الیہ ولا ینظر فی حاجتہ فلقی عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ فشکٰی ذٰلک الیہ فقال لہ عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ ائت المیضاءۃ فتوضأ ثم ائت المسجد فصل فیہ رکعتین ثم قل اللّٰھم انی اسئلک و اتوجہ الیک بنبینا نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بک الٰی ربی فیقضی حاجتی، وتذکر حاجتک و رُح الیّ حتّٰی اروح معک. فانطلق الرجل فصنع ما قال لہٗ ثم اتی باب عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ فجاء البواب حتّٰی اخذہٗ بیدہٖ فادخلہ علٰی عثمان بن عفان رضی اللہ تعالٰی عنہ فاجلسہٗ معہٗ علی الطنفسۃ وقال حاجتک؟ فذکر حاجتہ فقضاھا لہ ثم قال ما ذکرت حاجتک حتی کانت ھذہ الساعۃ وقال ما کان لک من حاجۃ فأتنا، ثم ان الرجل خرج من عندہٖ فلقی عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ فقال لہٗ جزاک اللہ خیرا ما کان ینظر فی حاجتی ولا یلتفت الیّ حتّٰی

یعنی ایک حاجتمند اپنی حاجت کے لئے امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خدمت میں آتا جاتا، امیر المومنین نہ اس کی طرف التفات فرماتے نہ اس کی حاجت پر نظر فرماتے، اس نے عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس امر کی شکایت کی، انھوں نے فرمایا وضو کرکے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھ پھر دعا مانگ: "الٰہی! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف اپنے نبی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وسیلے سے توجہ کرتا ہوں، یارسول اللہ! میں حضور کے توسّل سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ میری حاجت روا فرمائے۔" اور اپنی حاجت ذکر کر، پھر شام کو میرے پاس آنا کہ میں بھی تیرے ساتھ چلوں۔ حاجتمند نے (کہ وہ بھی صحابی یا لااقل کبار تابعین میں سے تھے) یوں ہی کیا، پھر آستانِ خلافت پر حاضر ہوئے، دربان آیا اور ہاتھ پکڑ کر امیر المومنین کے حضور لے گیا، امیر المومنین نے اپنے ساتھ مسند پر بٹھا لیا، مطلب پوچھا، عرض کیا، فوراً روا فرمایا، اور ارشاد کیا اتنے دنوں میں اس وقت اپنا مطلب بیان کیا، پھر فرمایا: جو حاجت تمھیں پیش آیا کرے ہمارے پاس چلے آیا کرو۔ یہ صاحب وہاں سے نکل کر عثمان بن حنیف سے ملے اور کہا اللہ تعالٰی تمھیں جزائے خیر دے امیر المومنین میری حاجت پر نظر اور میری طرف توجہ نہ فرماتے تھے یہاں تک کہ

كلمته فيّ فقال عثمٰن بن حنيف رضی اللہ تعالٰی عنہ واللہ ما کلمتہ ولکن شہدت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واتاہ رجل ضریر فشکا الیہ ذھاب بصرہ فقال لہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ائت المیضاۃ فتوضأ ثم صل رکعتین ثم ادع بھٰذہ الدعوات فقال عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ فواللہ ما تفرقنا وطال بنا الحدیث حتی دخل علینا الرجل کانہ لم یکن بہ ضر قط۔[1]

آپ نے ان سے میری سفارش کی۔ عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں نے تو تمہارے معاملے میں امیر المومنین سے کچھ بھی نہ کہا مگر ہُوا یہ کہ میں نے سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا حضور کی خدمتِ اقدس میں ایک نابینا حاضر ہُوا اور نابینائی کی شکایت کی حضور نے یونہی اس سے ارشاد فرمایا کہ وضو کرکے دو رکعت نماز پڑھے پھر یہ دُعا کرے۔ خدا کی قسم ہم اُٹھنے بھی نہ پائے تھے باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہ ہمارے پاس آیا گویا کبھی وہ اندھا نہ تھا۔

امام طبرانی پھر امام منذری فرماتے ہیں والحدیث صحیح[2]۔ امام بخاری کتاب الادب المفرد[عـه] میں اور امام ابن السنی و امام ابن بشکوال روایت کرتے ہیں:

ان ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما خدرت رجلہ فقیل لہ اذکر احب الناس الیک فصاح یا محمداہ فانتشرت۔[3]

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کا پاؤں سوگیا، کسی نے کہا انھیں یاد کیجئے جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ حضرت نے بآوازِ بلند کہا یا محمداہ! فوراً پاؤں کھل گیا۔

عـه ولفظ البخاری فی الادب المفرد خدرت رجل ابن عمر فقال لہ رجل اذکر احب الناس الیک، فقال یا محمداہ[4] ۱۲ منہ

[1] و [2] الترغیب والترہیب بحوالہ الطبرانی الترغیب فی صلوٰۃ الحاجۃ حدیث ا مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۷۶ تا ۴۷۴
مجمع الزوائد " " باب صلوٰۃ الحاجۃ دارالکتاب بیروت ۲/ ۲۷۹

[3] عمل الیوم واللیلۃ حدیث ۱۶۸ دائرۃ المعارف النعمانیہ ص ۴۷

[4] الادب المفرد حدیث ۹۶۴ مکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ص ۲۵۰

امام نووی شارح صحیح مسلم رحمہ اللہ تعالٰی نے کتاب الاذکار میں اس کی مثل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے نقل فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے پاس کسی آدمی کا پاؤں سوگیا تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا، تو اس شخص کو یاد کر جو تجھیں سب سے زیادہ محبوب ہے۔ تو اس نے یا محمداہ کہا، اچھا ہوگیا[1] اور یہ امر ان دو صحابیوں کے سوا اوروں سے بھی مروی ہوا۔ اہل مدینہ میں قدیم سے اس یا محمداہ کہنے کی عادت چلی آتی ہے۔

علامہ شہاب خفاجی مصری نسیم الریاض شرح شفاء امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں،

ھذا مما تعاھدہ اھل المدینۃ[2] یہ اہل مدینہ کے معمولات میں سے ہے۔ (ت)

حضرت بلال بن الحارث مزنی سے قحط عام الرمادہ میں کہ بعد خلافتِ فاروقی ۱۸ھ میں واقع ہوا، ان کی قوم بنی مزینہ نے درخواست کی کہ ہم مرے جاتے ہیں کوئی بکری ذبح کیجئے، فرمایا بکریوں میں کچھ نہیں رہا ہے۔ انھوں نے اصرار کیا، آخر ذبح کی، کھال کھینچی تو نری سرخ ہڈی نکلی۔ یہ دیکھ کر بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ندا کی: یا محمداہ۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خواب میں تشریف لاکر بشارت دی۔ ذکرہٗ فی الکامل[3] (اس کو کامل میں ذکر کیا گیا۔ ت)

امام مجتہد فقیہ اجل عبدالرحمٰن ہذلی کوفی مسعودی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پوتے اور اجلہ تبع تابعین و اکابر ائمہ مجتہدین سے ہیں سر پر بلند ٹوپی رکھتے جس میں لکھا تھا: مُحَمَّدٌ یا منصور۔ اور ظاہر ہے کہ اَلْقَلَمُ اَحَدُ اللِّسَانَیْنِ (قلم دو زبانوں میں سے ایک ہے۔ ت)۔ ہیثم بن جمیل انطاکی کہ ثقات علمائے محدثین سے ہیں انھیں امام اجل کی نسبت فرماتے ہیں،

رأیتہ وعلٰی رأسہ قلنسوتہ اطول من ذراع مکتوبٌ فیہا مُحَمَّدٌ یا منصورُ۔ ذکرہ فی التہذیب وغیرہ[4]۔ میں نے ان کو دیکھا ان کے سر پر ہاتھ بھر سے لمبی ٹوپی تھی جس میں لکھا ہوا تھا محمدٌ یا منصور۔ اس کو تہذیب التہذیب وغیرہ میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

امام شیخ الاسلام شہاب رملی انصاری کے فتاوٰی میں ہے،

سُئل عمّا یقعُ من العامّۃِ من قولھم یعنی ان سے استفتاء ہوا کہ عام لوگ جو سختیوں

[1] الاذکار باب مایقولہ اذا خدرت رجلہ دار الکتاب العربی بیروت ص ۲۷۱
[2] نسیم الریاض شرح الشفاء فصل فیما روی عن السلف مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۳/ ۳۵۵
[3] الکامل فی التاریخ لابن الاثیر ذکر القحط و عام الرمادہ دار صادر بیروت ۲/ ۵۵۶
[4] میزان الاعتدال فی نقد الرجال ترجمہ ۴۹۰۷ دار المعرفۃ للطباعۃ ۲/ ۵۷۴

عند الشدائد یا شیخ فلان و نحو ذلك من الاستغاثة بالانبیاء والمرسلین والصالحین وھل للمشائخ إغاثة بعد موتھم ام لا؟ فاجاب بما نصّہ أنّ الاستغاثة بالانبیاء والمرسلین والاولیاء والعلماء الصالحین جائزۃ وللانبیاء وللرسل والاولیاء والصالحین إغاثة بعد موتھم[1] الخ۔

کے وقت انبیاء و مرسلین و اولیاء و صالحین سے فریاد کرتے اور یا شیخ فلاں (یا رسول اللہ، یا علی، یا شیخ عبدالقادر جیلانی) اور ان کی مثل کلمات کہتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اولیاء بعد انتقال کے بھی مدد فرماتے ہیں یا نہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ بیشک انبیاء و مرسلین و اولیاء و علماء سے مدد مانگنی جائز ہے اور وہ بعد انتقال بھی امداد فرماتے ہیں الخ۔

علامہ خیر الدین رملی استاذ صاحب دُرمختار، فتاوٰی خیریہ میں فرماتے ہیں:

قولھم یا شیخ عبدالقادر فھو نداء فما الموجب لحرمته[2]

لوگوں کا کہنا کہ "یا شیخ عبدالقادر" یہ ایک ندا ہے پھر اس کی حُرمت کا سبب کیا ہے۔

سیدی جمال بن عبداللہ بن عمر مکی اپنے فتاوٰی میں فرماتے ہیں،

سئلت ممن یقول فی حال الشدائد یا رسول اللہ او یا علی او یا شیخ عبدالقادر مثلاً ھل ھو جائز شرعًا ام لا؟ اجبت نعم الاستغاثة بالاولیاء و نداؤھم والتوسل بھم امرٌ مشروع وشیٔ مرغوب لاینکرہٗ الا مُکابرٌ اَوْ مُعانِدٌ وَ قَدْ حُرِمَ بَرَکَةَ الْاَوْلِیَاءِ الْکِرَامِ[3] الخ۔

یعنی مجھ سے سوال ہوا اس شخص کے بارے میں جو مصیبت کے وقت میں کہتا ہو یا رسول اللہ یا یا علی یا یا شیخ عبدالقادر، مثلاً، آیا یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ میں نے جواب دیا: ہاں اولیائے سے مدد مانگنی اور انھیں پکارنا اور ان کے ساتھ توسّل کرنا شرع میں جائز اور پسندیدہ چیز ہے جس کا انکار نہ کرے گا مگر ہٹ دھرم یا صاحبِ عناد، اور بیشک وہ اولیاء کرام کی برکت سے محروم ہے۔

امام ابن جوزی نے کتاب عیون الحکایات میں تین اولیائے عظام کا عظیم الشان واقعہ بسندِ مسلسل

---

[1] فتاوی الرملی فی فروع الفقہ الشافعی ۔ مسائل شتّٰی ۔ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۷۳۳

[2] فتاوٰی خیریہ ۔ کتاب الکراہیۃ والاستحسان ۔ دار المعارفۃ للطباعۃ بیروت ۲/ ۱۸۲

[3] فتاوٰی جمال بن عبداللہ بن عمر مکی

روایت کیا کہ وہ تین بھائی سوارانِ دلاور ساکنانِ شام تھے کہ ہمیشہ راہِ خدا میں جہاد کرتے،

فاسرہ الروم مرۃ قال لھم الملك انی اجعل فیکم الملك وازوجکم بناتی و تدخلون فی النصرانیۃ فابوا و قالوا یا محمداہ۔[1]

یعنی ایک بار نصاریٰ روم انھیں قید کرکے لے گئے، بادشاہ نے کہا میں تمھیں سلطنت دُوں گا اور اپنی بیٹیاں تمھیں بیاہ دوں گا تم نصرانی ہو جاؤ۔ انھوں نے نہ مانا اور ندا کی یا محمداہ۔

بادشاہ نے دیگوں میں تیل گرم کراکر دو صاحبوں کو اس میں ڈال دیا، تیسرے کو اللہ تعالیٰ نے ایک سبب پیدا فرماکر بچالیا۔ وہ دونوں چھ مہینے کے بعد مع ایک جماعت ملائکہ کے بیداری میں ان کے پاس آئے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمھاری شادی میں شریک ہونے کو بھیجا ہے۔ انھوں نے حال پوچھا۔ فرمایا،

ماکانت الا الغطسۃ التی رأیت حتی خرجنا فی الفردوس۔

بس وہی تیل کا ایک غوطہ تھا جو تم نے دیکھا اس کے بعد ہم جنتِ اعلیٰ میں تھے۔

امام فرماتے ہیں:

کانا مشھورین بذلك معروفین بالشام فی الزمن الاول۔

یہ حضرات زمانۂ سلف میں مشہور تھے اور ان کا یہ واقعہ معروف۔

پھر فرمایا: شعراء نے ان کی منقبت میں قصیدے لکھے، از انجملہ یہ بیت ہے: ؎

سیعطی الصادقین بفضل صدق نجاۃ فی الحیٰوۃ وفی الممات[2]

"قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ سچے ایمان والوں کو اُن کے سچ کی برکت سے حیات وموت میں نجات بخشے گا۔"

یہ واقعہ عجیب، نفیس و رُوح پرور ہے۔ میں بخیالِ تطویل اسے مختصر کرگیا۔ تمام وکمال امام جلال الدین سیوطی کی شرح الصدور میں ہے من شاء فلیرجع الیہ (جو تفصیل چاہتا ہے اس کی طرف رجوع کرے۔ ت) یہاں مقصود اس قدر ہے کہ مصیبت میں "یارسول اللہ" کہنا اگر شرک ہے تو مشرک کی مغفرت وشہادت کیسی، اور جنت الفردوس میں جگہ پائی کیا معنے، اور ان کی شادی میں

---

[1] شرح الصدور بحوالہ عیون الحکایات باب زیارۃ القبور وعلم الموتٰی الخ خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۹۰،۹۱

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۹۰

فرشتوں کو بھیجنا کیونکر معقول ؛ اور ان ائمۂ دین نے یہ روایت کیونکر مقبول اور ان کی شہادت و ولایت کس وجہ سے مسلّم رکھی۔ اور وہ مردانِ خدا خود بھی سلفِ صالح میں تھے کہ واقعہ شہر طرطوس کی آبادی سے پہلے کا ہے کما ذکرۂ فی الرِّوَایة نفسھا (جیسا کہ خود روایت میں ذکر کیا ہے۔ ت) اور طرطوس ایک ثغر ہے یعنی دارالاسلام کی سرحد کا شہر جسے خلیفہ ہارون رشید نے آباد کیا کما ذکرہ الامام السیوطی فی تاریخ الخلفاء (جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے تاریخ الخلفاء میں اس کو ذکر کیا ہے۔ ت)

ہارون رشید کا زمانہ زمانۂ تابعین وتبع تابعین تھا تو یہ تینوں شہدائے کرام اگر تابعی نہ تھے لااقل تبع تابعین سے تھے واللہ الھادی (اور اللہ ہی ہدایت دینے والا ہے۔ ت)

حضور پُرنور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ ارشاد فرماتے ہیں :

من استغاث بی فی کربة کشفت عنه و من نادٰی باسمی فی شدة فرجت عنه ومن توسل بی الی اللہ عزوجل فی حاجة قضیت له ومن صلّی رکعتین یقرؤ فی کل رکعة بعد الفاتحة سورة الاخلاص احدٰی عشرة مرّة ثم یصلی علٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم بعد السلام ویسلم علیه ویذکرنی ثم یخطو الی جھة العراق احدٰی عشرة خطوة یذکر فیھا اسمی ویذکر حاجته فانھا تقضٰی باذن اللہ [2]

یعنی جو کسی تکلیف میں مجھ سے فریاد کرے وہ تکلیف دفع ہو اور جو کسی سختی میں میرا نام لے کر ندا کرے وہ سختی دُور ہو اور جو کسی حاجت میں اللہ تعالٰی کی طرف مجھ سے توسل کرے وہ حاجت برآئے۔ اور جو دو رکعت نماز ادا کرے ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص گیارہ بار پڑھے پھر سلام پھیر کر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجے اور مجھے یاد کرے، پھر عراق شریف کی طرف گیارہ قدم چلے ان میں میرا نام لیتا جائے اور اپنی حاجت یاد کرے اس کی وہ حاجت روا ہو اللہ کے اذن سے۔

---

[1] شرح الصدور باب زیارۃ القبور مصطفی البابی مصر ص ۸۹

[2] بہجۃ الاسرار ذکر فضل اصحابہ وبشراہم " " " ص ۱۰۲

زبدۃ الاسرار ذکر فضل اصحابہ ومریدیہ ومحبیہ بکسلنگ کمپنی بمبئی ص ۱۰۱

اکابر علمائے کرام واولیائے عظام مثل امام ابوالحسن نورالدین علی بن جریر لخمی شطنوفی و امام عبداللہ بن اسعد یافعی مکی، مولانا علی قاری کی صاحب مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، مولٰنا ابوالمعالی محمد سلمی قادری وشیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اپنی تصانیف جلیلہ بہجۃ الاسرار وخلاصۃ المفاخر و نزہۃ الخاطر و تحفۂ قادریہ و زبدۃ الآثار وغیرہا میں یہ کلمات رحمت آیات حضور غوثِ پاک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نقل و روایت فرماتے ہیں۔

یہ امام ابوالحسن نورالدین علی مصنفِ بہجۃ الاسرار شریف اعاظم علماء و ائمۂ قراءات و اکابر اولیاء و سادات طریقت سے ہیں، حضور غوث الثقلین رضی اللہ تعالٰی عنہ تک صرف دو واسطے رکھتے ہیں، امام اجل حضرت ابوصالح نصر قدس سرہٗ سے فیض حاصل کیا انھوں نے اپنے والد ماجد حضرت ابوبکر تاج الدین عبدالرزاق نور اللہ مرقدہٗ سے اُنھوں نے اپنے والد ماجد حضور پرنور سید السادات غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ زبدۃ الآثار شریف میں فرماتے ہیں:

یہ کتاب بہجۃ الاسرار کتاب عظیم و شریف و مشہور ہے اور اس کے مصنف علمائے قراءات سے عالم معروف و مشہور اور ان کے احوالِ شریفہ کتابوں میں مذکور و مسطور[عہ][۱]

امام شمس الدین ذہبی کہ علمِ حدیث و اسماء الرجال میں جن کی جلالت شان عالم آشکارا اس جناب کی مجلسِ درس میں حاضر ہوئے اور اپنی کتاب طبقات المقرئین میں ان کے مدائح لکھے۔

امام محدث محمد بن محمد بن الجزری مصنفِ حصن حصین اس جناب کے سلسلۂ تلامذہ میں ہیں اُنھوں نے یہ کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار شریف اپنے شیخ سے پڑھی اور اس کی سند و اجازت حاصل کی[۲]

ان سب باتوں کی تفصیل اور اس نمازِ مبارک کا دلائل شرعیہ و اقوال و افعالِ علماء و اولیاء سے ثبوتِ جلیل فقیر غفر اللہ تعالٰی لہٗ کے رسالہ انہار الانوار من یم صلٰوۃ الاسرار میں ہے فعلیك بما تجد فیہا مایشفی الصدور اس رسالہ کا مطالعہ تجھ پر لازم ہے اس میں تو

عہ امام جلال الدین سیوطی نے ان جناب کو الامام الاوحد لکھا یعنی امام یکتا بے نظیر ۱۲ منہ۔

[۱] زبدۃ الآثار بکسلنگ کمپنی بمبئی ص ۲

[۲] " " " " " "

دیکشف العمی والحمد للہ رب العلمین۔ | وہ کچھ پائے گا جو دلوں کو شفا دیتا ہے اور اندھاپن کو دُور کرتا ہے اور سب تعریفیں اللہ تعالٰی کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے (ت)

امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی کتاب مستطاب "لواقح الانوار فی طبقات الاخیار" میں فرماتے ہیں:

سیدی محمد غمری رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ایک مرید بازار میں تشریف لئے جاتے تھے، ان کے جانور کا پاؤں پھسلا، باآواز پکارا یاسیدی محمد یا غمری، اُدھر ابن عمر حاکم صعید کو بحکم سلطان چقمق قید کئے لئے جاتے تھے، ابن عمر نے فقیر کا ندا کرنا سُنا، پوچھا یہ سیدی محمد کون ہیں؟ کہا میرے شیخ۔ کہا میں ذلیل بھی کہتا ہُوں یاسیدی یا غمری لاحظنی اے میرے سردار اے محمد غمری! مجھ پر نظرِ عنایت کرو۔ ان کا یہ کہنا کہ حضرت سیدی محمد غمری رضی اللہ تعالٰی عنہ تشریف لائے اور مدد فرمائی کہ بادشاہ اور اس کے لشکریوں کی جان پر بن گئی، مجبورانہ ابن عمر کو خلعت دے کر رخصت کیا[1]۔

اسی میں ہے:

سیدی شمس الدین محمد حنفی رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے حجرۂ خلوت میں وضو فرما رہے تھے ناگاہ ایک کھڑاؤں ہوا پر پھینکی کہ غائب ہوگئی حالانکہ حجرے میں کوئی راہ اس کے ہوا پر جانے کی نہ تھی، دوسری کھڑاؤں اپنے خادم کو عطا فرمائی کہ اسے اپنے پاس رہنے دے جب تک وہ پہلی واپس آئے، ایک مدت کے بعد ملکِ شام سے ایک شخص وہ کھڑاؤں مع اور ہدایا کے حاضر لایا اور عرض کی کہ اللہ تعالٰی حضرت کو جزائے خیر دے جب چور میرے سینہ پر مجھے ذبح کرنے بیٹھا میں نے اپنے دل میں کہا یاسیدی محمد یاحنفی، اُسی وقت یہ کھڑاؤں غیب سے آکر اس کے سینہ پر لگی کہ غش کھا کر اُلٹا ہوگیا اور مجھے بہ برکتِ حضرت اللہ عزوجل نے نجات بخشی[2]۔

---

[1] لواقح الانوار فی طبقات الاخیار ترجمہ ۳۲۴ الشیخ محمد الغمری مصطفی البابی مصر ۲/ ۸۸
[2] " " " " " " ۳۲۵ سیدنا ومولانا شمس الدین حنفی " " " ۲/ ۹۵

اسی میں ہے :

ولیِ ممدوح قدس سرہ کی زوجہ مقدسہ بیماری سے قریب مرگ ہوئیں تو وہ یوں ندا کرتی تھیں یاسیدی احمدُ یا بَدْوِیُّ خَاطِرُكَ مَعِیْ اے میرے سردار اے احمد بدوی! حضرت کی توجہ میرے ساتھ ہے ۔ ایک دن حضرت سیدی احمد کبیر بدوی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں : کب تک مجھے پکارے گی اور مجھ سے فریاد کرے گی تو جانتی نہیں کہ تو ایک بڑے صاحبِ تمکین (یعنی اپنے شوہر) کی حمایت میں ہے، اور جو کسی ولیِ کبیر کی درگاہ میں ہوتا ہے ہم اس کی ندا پر اجابت نہیں کرتے، یوں کہہ یاسیدی محمد یا حنفی ، کہ یہ کہے گی تو اللہ تعالٰی تجھے عافیت بخشے گا ۔ ان بی بی نے یونہی کہا ، صبح کو خاصی تندرست اُٹھیں ، گویا کبھی مرض نہ تھا[1]

اسی میں ہے حضرت ممدوح رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے مرضِ موت میں فرماتے تھے :

من کانت لہ حاجۃ فلیأت الی قبری و یطلب حاجتہ اقضہا لہ فان ما بینی وبینکم غیر ذراع من تراب وکل رجل یحجبہ عن اصحبہ ذراعٌ من تراب فلیس برجل[2]

جسے کوئی حاجت ہو وہ میری قبر پر حاضر ہو کر حاجت مانگے میں روا فرمادوں گا کہ مجھ میں تم میں یہی ہاتھ بھر مٹی ہی تو حائل ہے اور جس مرد کو اتنی مٹی اپنے اصحاب سے حجاب میں کردے وہ مرد کاہے کا ۔

اسی طرح حضرت سیدی محمد بن احمد فرغل رضی اللہ تعالٰی عنہ کے احوال شریفہ میں لکھا :

کان رضی اللہ تعالٰی عنہ یقول انا من المتصرفین فی قبورھم فمن کانت لہ حاجۃ فلیأت الی قُبالۃ وجھی ویذکرھا لی اقضہا لہ[3]

فرمایا کرتے تھے میں اُن میں ہوں جو اپنی قبور میں تصرف فرماتے ہیں جسے کوئی حاجت ہو میرے پاس میرے چہرہ مبارک کے سامنے حاضر ہو کر مجھ سے اپنی حاجت کہے میں روا فرمادوں گا ۔

اسی میں ہے :

مروی ہوا ایک بار حضرت سیدی مدین بن احمد اشمونی رضی اللہ تعالٰی نے وضو

---

[1] و [2] لواقح الانوار فی طبقات الاخیار ترجمہ ۳۲۵ سیدنا و مولنا شمس الدین الحنفی مصطفی البابی مصر ۲/ ۹۶

[3] لواقح الانوار فی طبقات الاخیار ترجمہ ۳۲۹ الشیخ محمد بن احمد الفرغل مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۰۵

فرماتے میں ایک کھڑاؤں بلادِ مشرق کی طرف پھینکی، سال بھر کے بعد ایک شخص حاضر ہوئے اور وہ کھڑاؤں اُن کے پاس تھی انھوں نے حال عرض کیا کہ جنگل میں ایک بدوضع نے ان کی صاحبزادی پر دست درازی چاہی، لڑکی کو اس وقت اپنے باپ کے پیرو مرشد حضرت سیدی مدین کا نام معلوم نہ تھا یُوں ندا کی یَا شَیْخَ اَبِیْ لَاحِظْنِیْ اے میرے باپ کے پیر مجھے بچائیے۔ یہ ندا کرتے ہی وُہ کھڑاؤں آئی لڑکی نے نجات پائی، وہ کھڑاؤں اُن کی اولاد میں اب تک موجود ہے۔[1]

اسی میں سیدی موسٰی ابوعمران رحمہ اللہ تعالٰی کے ذکر میں لکھتے ہیں:

کان اذا ناداہُ مریدُہٗ اجابہ من مسیرۃِ سنۃٍ اواکثر۔[2]

جب ان کا مرید جہاں کہیں سے انھیں ندا کرتا جواب دیتے اگرچہ سال بھر کی راہ پر ہوتا یا اس سے بھی زائد۔

حضرت شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی اخبار الاخیار شریف میں ذکر مبارک حضرت سید اجل شیخ بہاء الحق والدین بن ابراھیم وعطاء اللہ الانصاری القادری الشطاری الحسینی رضی اللہ تعالٰی عنہ میں حضرت ممدوح کے رسالہ مبارکہ شطاریہ سے نقل فرماتے ہیں:

ذکرِ کشفِ ارواح یا احمد یا محمد در دو طریق ست، یک طریق آنست یا احمد را در راستا بگوید و یا محمد را در چپا بگوید و در دل ضرب کند یا رسول اللہ۔ طریق دوم آنست کہ یا احمد را در راستا گوید و چپا یا محمد و در دل وہم کند یا مصطفٰی۔ دیگر ذکر یا احمد یا محمد یا علی یا حسن یا حسین یا فاطمہ شش طرفی ذکر کند کشف جمیع ارواح شود دیگر اسمائے

کشف ارواح کے ذکر یا احمد و یا محمد میں دو طریقے ہیں، پہلا طریقہ یہ ہے کہ یا احمد دائیں طرف اور یا محمد بائیں طرف سے کہتے ہوئے دل پر یا رسول اللہ کی ضرب لگائے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ یا احمد دائیں طرف اور یا محمد بائیں طرف سے کہتے ہوئے دل میں یا مصطفٰی کا خیال جمائے۔ اس کے علاوہ دیگر اذکار یا محمد، یا احمد، یا علی، یا حسن، یا حسین، یا فاطمہ کا چھ طرفی ذکر کرنے سے

---

[1] لواقح الانوار فی طبقات الاخیار ترجمہ ۳۲۶ الشیخ مدین بن احمد الاشمونی مصطفٰی البابی مصر ۲/ ۱۰۲

[2] " " " " " " ۳۱۳ الشیخ موسٰی المکنی بابی عمران " " " ۲/ ۲۱

36

ملائکہ مقرب ہمیں تاثیر دارند یاجبریل ، یامیکائیل ، یااسرافیل ، یاعزرائیل چارضربی ، دیگر ذکر اسم شیخ یعنی بگوید یاشیخ یاشیخ ہزار بار بگوید کہ حرفِ نداء رااز دل بکشد طرف راستا برد و لفظِ شیخ را در دل ضرب کند۔[1]

تمام ارواح کا کشف حاصل ہوجاتا ہے۔ مقرب فرشتوں کے ناموں کا ذکر بھی تاثیر رکھتا ہے ، یاجبرائیل ، یامیکائیل ، یااسرافیل ، یاعزرائیل کا چارضربی ذکر کرے۔ نیز اسم شیخ کا ذکر کرتے ہوئے یاشیخ یاشیخ ہزار بار اس طرح کرے کہ حرفِ ندا کو دل سے کھینچتے ہوئے دائیں طرف لے جائے اور لفظِ شیخ سے دل پر ضرب لگائے۔(ت)

حضرت سیدی نور الدین عبدالرحمٰن مولانا جامی قدس سرہ السامی نفحات الانس شریف میں حضرت مولوی معنوی قدس سرہ العلی کے حالات میں لکھتے ہیں کہ مولانا روح اللہ روحہ، نے قریبِ انتقال ارشاد فرمایا :

از رفتنِ من غمناک مشوید کہ نور منصور رحمہ اللہ تعالٰی بعد از صد و پنجاہ سال بر روحِ شیخ فریدالدین عطار رحمہ اللہ تعالٰی تجلّی کرد و مرشد او شد۔[2]

ہمارے جانے سے غمگین مت ہوں کہ حضرت منصور علیہ الرحمہ کا نور ایک سو پچاس سال بعد شیخ فریدالدین عطار کی روح پر تجلی کرتے ہوئے اُن کا مرشد ہوگیا۔ (ت)

اور فرمایا :

در ہر حالتے کہ باشید مرا یاد کنید تا من شما را مُمِد باشم در ہر لباسے کہ باشم۔[3]

تم جس حالت میں رہو مجھے یاد کرو تاکہ میں تمہارا مددگار رہوں میں چاہے جس لباس میں ہوں۔(ت)

اور فرمایا :

در عالَم مارا دو تعلق ست ، یکے بہ بدن و یکے بشما ، و چوں بہ عنایتِ حق سبحانہٗ و تعالٰی فرد و مجرد شوم و

دُنیا میں ہمارے دو تعلق ہیں ، ایک بدن کے ساتھ اور دوسرا تمہارے ساتھ۔ جب حق تعالٰی کی عنایت سے میں فرد و مجرد ہوجاؤں گا اور عالم

---

[1] اخبار الاخیار ترجمہ شیخ بہاء الدین براہیم عطاء اللہ الانصاری مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۱۹۹
[1] و [2] و [3] نفحات الانس ترجمہ مولانا جلال الدین رومی کتابفروشی محمودی ص ۴۶۲ و ۴۶۳

36
36

عالم تجرید و تفرید رُوئے نماید آں تعلق نیز از آں شما خواہد بود[1]

تفرید و تجرید ظاہر ہو جائے گا تو یہ تعلق بھی تمہارے لئے ہوگا۔(ت)

شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم میں لکھتے ہیں :

وصلّی علیك اللّٰہ یا خیرَ خلقہٖ ویاخیرَ مامُول ویاخیرَ واھب
ویاخیرَ من یرجٰی لکشف رزیّۃٍ ومن جودہٗ قدفاق جُودالسحائبِ
وانت مجیری من ھجوم مُلِمَّۃٍ اذاانشبت فی القلب شرّالمخالب[2]

اور خود اس کی شرح و ترجمہ میں کہتے ہیں :

(فصل یازدہم در ابتہال بجناب آنحضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) رحمت فرستد بر تو خدائے تعالٰی اے بہترینِ خلقِ خدا، واے بہترین کسیکہ امید داشتہ شود، اے بہترین عطاکنندہ واے بہترین کسیکہ امید داشتہ باشد برائے ازالۂ مصیبتے واے بہترین کسیکہ سخاوتِ او زیادہ است از باراں، بار ہا گواہی میدہم کہ تو پناہ دہندۂ منی از ہجوم کردن مصیبتے وقتیکہ بخلاند در دل بدترین چنگالہارا[3] اھ ملخصًا

(گیارھویں فصل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں عاجزانہ فریاد کے بارے میں) اے خلقِ خدا سے بہتر! آپ پر اللہ تعالٰی درود بھیجے۔ اے بہترین شخص جس سے امید کی جاتی ہے اور اے بہترین عطا کرنے والے۔ اے بہترین شخص کہ مصیبت کو دُور کرنے میں جس سے امید رکھی جاتی ہے۔ اور جس کی سخاوت بارش پر فوقیت رکھتی ہے۔ آپ ہی مجھے مصیبتوں کے ہجوم سے پناہ دینے والے ہیں جب وہ میرے دل میں بدترین پنجے گاڑتی ہیں۔(ت)

اسی کے شروع میں لکھتے ہیں :

ذکر بعض حوادثِ زماں کہ دراں حوادث لابدست از استمداد بروحِ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[4]

بعض حوادثِ زمانہ کا ذکر جن حوادث میں حضور انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی روحِ اقدس سے مدد طلب کرنا ضروری ہے۔(ت)

---

[1] نفحات الانس ترجمہ مولانا جلال الدین الرومی کتابفروشی محمودی ص ۴۶۲ و ۴۶۳
[2] اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم فصل یازدہم مجتبائی دہلی ص ۲۲
[3] " " " " " " " " " " "
[4] " " " " " " فصل اول " ص ۲

اسی کی فصلِ اوّل میں لکھتے ہیں :

بہ نظر نمی آید مرا مگر آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ جائے دست زدن اندوہگین ست در ہر شدتے۔[1]

مجھے حضور انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سوا کوئی نظر نہیں آتا کیونکہ ہر سختی میں غمزدوں کی پناہ گاہ آپ ہی ہیں۔ (ت)

یہی شاہ صاحب قصیدہ "مدحیہ ہمزیہ" میں لکھتے ہیں : ؎

ینادی ضارعًا لخضوع قلب ۔۔۔ وذلّ وابتھال والتجاء

رسول اللہ یا خیر البرایا ۔۔۔ نوالك ابتغی یوم القضاء

اذا ما حلّ خطب مدلھم ۔۔۔ فانت الحصن من کل البلاء

الیك توجّھی وبك استنادی ۔۔۔ وفیك مطامعی وبك ارتجائی[2]

اور خود ہی اس کی شرح و ترجمہ میں لکھتے ہیں :

فصل ششم در مخاطبۂ جناب عالی علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات والتسلیمات ندا کند زار و خوار شدہ بشکستگیِ دل و اظہارِ بے قدریِ خود بہ اخلاص در مناجات و بہ پناہ گرفتن بایں طریق کہ اے رسولِ خدا، اے بہترینِ مخلوقات عطائے ے خواہم روزِ فیصل کردن، وقتے کہ فرود آید کارِ عظیم در غایتِ تاریکی، پس توئی پناہ از ہر بلا، بسوئے تست رُو آوردنِ من و بہ تست پناہ گرفتنِ من و در تست امید داشتنِ من[3] اھ ملخصًا۔

چھٹی فصل عالی مرتبت سرورِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو پکارنے کے بیان میں۔ آپ پر بہترین درود اور کامل ترین سلام ہو۔ ذلیل و خوار شخص شکستہ دل، ذلت و رُسوائی، عجز و انکسار کے ساتھ پناہ طلب کرتے ہوئے یوں پکارتا ہے، اے اللہ تعالٰی کے رسول، اے بہترینِ خلق! میں فیصلے کے دن آپ کی عطا کا طلبگار ہوں۔ جب انتہائی اندھیرے میں بہت بڑی مصیبت نازل ہو تو ہر بلا میں پناہ گاہ تو ہی ہے۔ میری توجہ تیری طرف ہے، تجھ ہی سے میں پناہ لیتا ہوں، تجھ ہی سے طمع و امید رکھتا ہوں اھ ملخصًا (ت)

---

[1] اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم فصل اول مجتبائی دہلی ص ۴

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ فصل ششم مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۲

[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ص ۳۳ و ۳۴

یہی شاہ صاحب "انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" میں قضائے حاجت کے لئے ایک ختم کی ترکیب یُوں نقل کرتے ہیں:

اوّل دو رکعت نفل، بعدازاں یک صد و یازدہ بار درود و بعدازاں یک صد و یازدہ بار کلمۂ تمجید و یک صد و یازدہ بار شیئاً للّٰہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی۔[1]

پہلے دو رکعت پڑھے پھر ایک سو گیارہ بار درود شریف، ایک سو گیارہ بار کلمۂ تمجید، پھر ایک سو گیارہ بار یہ پڑھے، اے شیخ عبدالقادر جیلانی! خدا را کچھ عطا فرمائیں۔ (ت)

اسی انتباہ سے ثابت کہ یہی شاہ صاحب اور اُن کے شیخ و استاذِ حدیث مولانا طاہر مدنی جن کی خدمت میں مدتوں رہ کر شاہ صاحب نے حدیث پڑھی اور ان کے شیخ و استاذ و والد مولینا ابراہیم کُردی اور اُن کے استاذ مولینا احمد قشاشی اور ان کے استاذ مولینا احمد شناوی اور شاہ صاحب کے استاذ الاستاذ مولینا احمد نخلی کہ یہ چاروں حضرات بھی شاہ صاحب کے اکثر سلاسلِ حدیث میں داخل اور شاہ صاحب کے پیرومرشد شیخ محمد سعید لاہوری جنہیں انتباہ میں "شیخ معمر ثقہ" کہا اور اعیانِ مشائخ طریقت سے گنا اور ان کے پیر شیخ محمد اشرف لاہوری اور ان کے شیخ مولینا عبدالملک اور ان کے مرشد شیخ بایزید ثانی اور شیخ شناوی کے پیر حضرت سید صبغۃ اللہ بروجی اور ان دو صاحبوں کے پیرومرشد مولانا وجیہ الدین علوی شارح ہدایہ و شرح وقایہ اور ان کے شیخ حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری علیہم رحمۃ الملک الباری، یہ سب اکابر نادِ علی کی سندیں لیتے اور اپنے تلامذہ و مستفیدین کو اجازتیں دیتے اور یا علی یا علی کا وظیفہ کرتے وللہ الحجۃ السامیہ، جسے اس کی تفصیل دیکھنی ہو فقیر کے رسالہ انہار الانوار و حیات الموات فی بیان سماع الاموات کی طرف رجوع کرے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب نے بستان المحدثین میں حضرتِ ارفع و اعلیٰ امام العلما نظام الاولیا

---

[1] الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ

نوٹ: الانتباہ دو حصوں پر مشتمل ہے، پہلے حصہ میں سلاسل طریقت بیان کئے گئے ہیں اور دوسرے حصہ میں فقہ و حدیث کی سندیں بیان کی گئی ہیں۔ دوسرا حصہ مکتبہ سلفیہ لاہور نے "وصاف النبیہ" کے نام سے شائع کیا تھا، ناشر نے مقدمہ میں تصریح کی ہے کہ اس حصہ کا ایک باب نہیں مل سکا اور وہ کچھ ضروری بھی نہ تھا، غالباً یہ حوالہ اسی "غیر ضروری" حصہ میں قلم زد ہو گیا ہے ۱۲ شرف قادری۔

حضرت سیدی احمد زرّوق مغربی قدس سرہ استاذ شمس الدین لقانی و امام شہاب الدین قسطلانی شارح صحیح بخاری کی مدحِ عظیم لکھی کہ وہ جناب ابدالِ سبعہ و محققین صوفیہ سے ہیں، شریعت و حقیقت کے جامع، باوصف عُلّوِ باطن، ان کی تصانیف علومِ ظاہری میں بھی نافع و مفید و بکثرت ہیں۔ اکابر علماء فخر کرتے ہیں کہ ہم ایسے جلیل القدر عالم و عارف کے شاگرد ہیں، یہاں تک کہ لکھا:

بالجملہ مردے جلیل القدر ست کہ مرتبۂ کمالِ اُو فوق الذکر است۔ خلاصہ یہ کہ وہ بڑی قدر و منزلت والے بزرگ ہیں کہ ان کا مقام و مرتبہ ذکر سے ماوراء ہے۔ (ت)

پھر اس جناب جلالت مآب کے کلام سے دو بیتیں نقل کیں کہ فرماتے ہیں:

انا لمریدی جامع لشتاتہ ۔۔۔ اذا ما سطا جورُ الزمان بنکبتہ

وان کنت فی ضیقٍ وکربٍ ووحشۃٍ ۔۔۔ فنادیا زرّوق اٰتِ بسُرعتہ[1]

یعنی میں اپنے مرید کی پریشانیوں میں جمعیت بخشنے والا ہوں جب ستمِ زمانہ اپنی نحوست سے اس پر تعدی کرے اور تو تنگی و تکلیف و وحشت میں ہو تو یوں ندا کر "یا زرّوق" میں فوراً آموجود ہوں گا۔

علامہ زیادی پھر علامہ اجہوری صاحبِ تصانیفِ کثیرہ مشہورہ، پھر علامہ داؤدی محشی شرح منہج، پھر علامہ شامی صاحبِ ردالمحتار حاشیہ درمختار گم شدہ چیز ملنے کے لئے فرماتے ہیں کہ:

"بلندی پر جاکر حضرت سیدی احمد بن علوان یمنی قدس سرہ کے لئے فاتحہ پڑھے پھر انھیں ندا کرے کہ یا سیدی احمد یا ابن علوان۔"[2]

شامی مشہور و معروف کتاب ہے۔ فقیر نے اس کے حاشیہ کی یہ عبارت اپنے رسالہ حیاۃ الموات کے ہامش تکملہ پر ذکر کی۔

غرض یہ صحابۂ کرام سے اس وقت تک کے اس قدر ائمہ و اولیاء و علماء ہیں جن کے اقوال فقیر نے ایک ساعتِ قلیلہ میں جمع کئے۔ اب مشرک کہنے والوں سے صاف صاف پوچھنا چاہئے کہ

---

[1] بستان المحدثین حاشیۂ سیدزرّوق فاسی علی البخاری ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۲

[2] حواشی الشامی علی ردالمحتار کتاب اللقطہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۲۴

عثمان بن حنیف و عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن عمر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے لے کر شاہ ولی اللہ و شاہ عبدالعزیز صاحب اور اُن کے اساتذہ و مشائخ تک سب کو کافر و مشرک کہتے ہو یا نہیں؟ اگر انکار کریں تو الحمدللہ ہدایت پائی اور حق واضح ہوگیا اور بے دھڑک ان سب پر کفر و شرک کا فتوٰی جاری کریں تو ان سے اتنا کہئے کہ اللہ تمہیں ہدایت کرے۔ ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو تو کسے کہا اور کیا کچھ کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور جان لیجئے کہ مذہب کی بناء پر صحابہ سے لے کر اب تک کے اکابر سب معاذ اللہ مشرک و کافر ٹھہریں وہ مذہب خدا و رسول کو کس قدر دشمن ہوگا۔

صحیح حدیثوں میں آیا کہ "جو مسلمان کو کافر کہے خود کافر ہے"[1] اور بہت ائمۂ دین نے مطلقاً اس پر فتوٰی دیا جس کی تفصیل فقیر نے اپنے رسالہ النہی الاکید عن الصلٰوۃ وراء عدی التقلید میں ذکر کی۔ ہم اگرچہ بحکم احتیاط تکفیر نہ کریں تاہم اس قدر میں کلام نہیں کہ ایک گروہ ائمہ کے نزدیک یہ حضرات کہ یارسول اللہ و یا علی و یا حسین و یا غوث الثقلین کہنے والے مسلمانوں کو کافر و مشرکین کہتے ہیں خود کافر ہیں توان پر لازم کہ نئے سرے سے کلمۂ اسلام پڑھیں اور اپنی عورتوں سے نکاح جدید کریں۔ دُرِّمختار میں ہے:

مافیہ خلاف یؤمر بالاستغفار و التوبۃ و تجدید النکاح[2]	اور جس چیز کے کفر میں اختلاف ہو اسکے مرتکب کو استغفار و توبہ اور تجدید نکاح کا حکم دیا جائے گا۔(ت)

فائدہ: حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ندا کرنے کے عمدہ دلائل سے "التحیات" ہے جسے ہر نمازی ہر نماز کی دو رکعت پر پڑھتا ہے اور اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلٰوۃ والتسلیم سے عرض کرتا ہے السلام علیك ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ سلام حضور پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔

اگر ندا معاذ اللہ شرک ہے تو یہ عجب شرک ہے کہ عین نماز میں شریک و داخل ہے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اور یہ جاہلانہ خیال محض باطل کہ التحیات زمانۂ اقدس سے ویسے ہی چلی آتی ہے تو مقصود ان لفظوں کی ادا ہے نہ کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ

---

[1] صحیح البخاری کتاب الادب باب من اکفر اخاہ بغیر تاویل قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۰۱
صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان حال الایمان من قال لاخیہ المسلم یا کافر " " ۱/ ۵۷
[2] الدر المختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۹

وسلم کی ندا۔ حاشا وکلا شریعتِ مطہرہ نے نماز میں کوئی ذکر ایسا نہیں رکھا ہے جس میں صرف زبان سے لفظ نکالے جائیں اور معنٰی مراد نہ ہوں۔ نہیں نہیں بلکہ قطعاً یہی درکار ہے اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ والصلوات سے حمدِ الٰہی کا قصد رکھے اور السلام علیك ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ سے یہ ارادہ کرے کہ اس وقت میں اپنے نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سلام کرتا اور حضور سے بالقصد عرض کر رہا ہوں کہ سلام حضور اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔

فتاوٰئ عالمگیری میں شرح قدوری سے ہے:

لابُدّ من ان یقصد بالفاظ التشہد معانیھا التی وضعت لھا من عندہ کانہ یُحَیّ اللہ تعالٰی ویسلم علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی نفسہ وعلٰی اولیاء اللہ تعالٰی۔[1]

تشہد کے الفاظ سے ان معانی کا قصد کرنا ضروری ہے جن کے لئے ان الفاظ کو وضع کیا گیا ہے اور جو نمازی کی طرف سے مقصود ہوں۔ گویا کہ نمازی اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں نذرانۂ عبادت پیش کر رہا ہے اور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر، خود اپنی ذات پر اور اولیاء اللہ پر سلام بھیج رہا ہے۔ (ت)

تنویر الابصار اور اس کی شرح دُرِّ مختار میں ہے:

(ویقصد بالفاظ التشھد) معانیھا مرادۃ لہ علٰی وجہ (الانشاء) کانہ یحیّ اللہ تعالٰی ویسلم علٰی نبیہ وعلٰی نفسہ واولیائہ (لاالاخبار) عن ذٰلك ذکرہ فی المجتبٰی۔[2]

الفاظِ تشہد سے اُن کے معانی مقصودہ کا بطور انشاء قصد کرے، گویا کہ وہ اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں اظہارِ بندگی کر رہا ہے اور اس کے نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم، خود اپنی ذات اور اولیاء اللہ پر سلام بھیج رہا ہے، ان الفاظ سے حکایت وخبر کا قصد نہ کرے۔ اس کو مجتبٰی میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

علامہ حسن شرنبلالی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں فرماتے ہیں:

یَقْصُدُ مَعَانِیَہٗ مُرَادَۃً لَہٗ عَلٰی

قصد کرے معنٰی مقصودہ کا بایں طور کہ نمازی

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الصلوٰۃ الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۷۲

[2] الدر المختار شرح تنویر الابصار کتاب الصلوٰۃ باب صفۃ الصلوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۷

اَنَّہٗ یُنْشِئُہَا تَحِیَّۃً وَّ سَلَامًا مِّنْہُ[1] اپنی طرف سے تحیہ اور سلام پیش کر رہا ہے۔ (ت)

اسی طرح بہت علماء نے تصریح فرمائی۔ اس پر بعض سفہائے منکرین یہ عذر گھڑتے ہیں کہ صلوٰۃ وسلام پہنچانے پر ملائکہ مقرر ہیں تو ان میں ندا جائز اور ان کے ماوراء میں ناجائز، حالانکہ یہ سخت جہالت بے مزہ ہے، قطع نظر بہت اعتراضوں سے جو اس پر وارد ہوتے ہیں ان ہوشمندوں نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ صرف درود وسلام ہی نہیں بلکہ اُمت کے تمام اقوال و افعال و اعمال روزانہ دو دو وقت سرکار عرش وقار حضور سیّد الابرار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں عرض کئے جاتے ہیں۔ احادیثِ کثیرہ میں تصریح ہے کہ مطلقاً اعمالِ حسنہ وسیئہ سب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں، اور یونہی تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور والدین و اعزاء و اقارب سب پر عرضِ اعمال ہوتی ہے۔ فقیر نے اپنے رسالہ "سلطنۃ المصطفٰی فی ملکوت کل الورٰی" میں وہ سب حدیثیں جمع کیں، یہاں اسی قدر بس ہے کہ امام اجل عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ حضرت سعید بن المسیّب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

لیس من یوم الا وتعرض علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعمالُ اُمّتہٖ غدوۃ وعشیا فیعرفھم بسیماھم و اعمالھم[2]

یعنی کوئی دن ایسا نہیں جس میں سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اعمالِ اُمت ہر صبح و شام پیش نہ کئے جاتے ہوں تو حضور کا اپنے اُمتیوں کو پہچاننا ان کی علامت اور ان کے اعمال دونوں وجہ سے ہے (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی آلہٖ وصحبہٖ وشرف وکرم)۔

فقیر غفراللہ تعالٰی لہٗ بتوفیق اللہ عزوجل اس مسئلے میں ایک کتابِ مبسوط لکھ سکتا ہے مگر منصف کے لئے اسی قدر وافی، اور خدا ہدایت دے تو ایک حرف کافی۔

اکفنا شر المضلین یا کافی وصل علٰی سیدنا و مولٰینا محمدٍ الشافی و اٰلہٖ وصحبہٖ حماۃ الدین

اے کفایت فرمانے والے! ہماری طرف سے گمراہ کرنے والوں کے شر کا دفاع فرما۔ ہمارے آقا و مولٰی محمد مصطفٰی پر درود نازل فرما

---

[1] مراقی الفلاح علٰی ہامش حاشیۃ الطحطاوی کتاب الصلوٰۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۵۵

[2] المواہب اللدنیۃ بحوالہ ابن المبارک عن سعید ابن المسیب المقصد الرابع الفصل الثانی بیروت ۲/ ۶۹۷

الصافی أمین والحمد للہ رب العالمین۔ جو شفا عطا فرمانے والے ہیں اور آپ کے آل واصحاب پر جو دین صافی کے حامی ہیں آمین والحمد للہ رب العٰلمین (ت)

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی
عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۰۱
عبد المصطفٰی احمد رضا خاں

رسالہ
انوار الانتباہ فی حل نداء یارسول اللہ
ختم ہوا

رسالہ

اسماع الاربعین فی شفاعۃ سید المحبوبین

(محبوبوں کے سردار کی شفاعت کے بارے میں چالیس حدیثیں سنانا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ ۱۶۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا شفیع ہونا کس حدیث سے ثابت ہے؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

الحمد للہ البصیر السمیع والصلوۃ والسلام علی البشیر الشفیع وعلٰی اٰلہ وصحبہ کل مساء وسطیع۔

سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے جو دیکھنے والا سننے والا ہے، اور درود وسلام نازل ہو بشارت دینے والے شفاعت کرنے والے پر اور اس کے آل واصحاب پر ہر شام کو اور ہر صبح کو۔ (ت)

سُبحان اللہ! ایسے سوال سُن کر تعجب آتا ہے کہ مسلمان و مدعیان سنیت اور ایسے واضح

عقائد میں تشکیک کی آفت ، یہ بھی قُربِ قیامت کی ایک علامت ہے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

احادیثِ شفاعت بھی ایسی چیز ہیں جو کسی طرح چُھپ سکیں ۔ بیسیوں صحابہ ، صدہا تابعین ، ہزارہا محدثین ان کے راوی ، حدیث کی ہر گونہ کتابیں صحاح ، سُنن ، مسانید ، معاجیم ، جوامع ، مصنفات ان سے مالامال ۔ اہلِ سنّت کا ہر متنفس یہاں تک کہ زنان و اطفال بلکہ دہقانی جہّال بھی اس عقیدے سے آگاہ ۔ خدا کا دیدار ، محمد کی شفاعت ایک ایک بچّے کی زبان پر جاری ، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و بارک و شرّف و مجّد و کرّم ۔

فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے رسالہ "سمع وطاعة لاحادیث الشفاعة" میں بہت کثرت سے ان احادیث کی جمع و تلخیص کی ، (یہاں) بہ نہایت اجمال صرف چالیس حدیثوں کی طرف اشارت ، اور ان سے پہلے چند آیاتِ قرآنیہ کی تلاوت کرتا ہوں :

الآیات

آیت اُولٰی : قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا) :

عسٰی ان یبعثك ربك مقاما محمودا[1] قریب ہے کہ تیرا رب تجھے مقامِ محمود میں بھیجے ۔

حدیث شریف میں ہے حضور شفیع المذنبین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی گئی ، مقامِ محمود کیا چیز ہے ؟ فرمایا : ھو الشفاعة[2] وہ شفاعت ہے ۔

آیت ثانیہ : قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا) :

ولسوف یعطیك ربك فترضٰی[3] اور قریب تر ہے تجھے تیرا رب اتنا دے گا کہ تُو راضی ہو جائے گا ۔

دیلمی مسند الفردوس میں امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے راوی ، جب یہ آیت اتری حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا :

اذًا لا ارضٰی و واحد من امتی فی النار[4] یعنی جب اللہ تعالٰی نے مجھ سے راضی کردینے کا وعدہ فرمایا ہے تو میں راضی نہ ہوں گا اگر میرا ایک امتی بھی دوزخ میں رہا ۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۷۹

[2] جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ بنی اسرائیل امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۴۲

[3] القرآن الکریم ۹۳/ ۵

[4] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ۹۳/ ۵ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۳۱/ ۲۱۳

اللّٰھم صلّ وسلّم وبارك علیہ۔

طبرانی معجم اوسط اور بزار مسند میں جناب مولی المسلمین رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اشفع لامتی حتی ینادینی ربی قد ارضیت یا محمد فاقول ای رب قد رضیت۔[1]

میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا یہاں تک کہ میرا رب پکارے گا اے محمد! تو راضی ہوا؟ میں عرض کروں گا، اے رب میرے! میں راضی ہوا۔

آیت ثالثہ[۳]: قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا):

واستغفر لذنبك وللمؤمنین والمؤمنٰت۔[2]

اے محبوب! اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔

اس آیت میں اللہ تعالٰی اپنے حبیب کریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم کو حکم دیتا ہے کہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے گناہ مجھ سے بخشواؤ، اور شفاعت کا ہے کا نام ہے!

آیت رابعہ[۴]: قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا):

ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوك فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما۔[3]

اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں، تیرے پاس حاضر ہوں، پھر خدا سے استغفار کریں، اور رسول ان کی بخشش مانگے تو بیشک اللہ تعالٰی کو توبہ قبول کرنیوالا مہربان پائیں۔

اِس آیت میں مسلمانوں کو ارشاد فرماتا ہے کہ گناہ کرکے اس نبی کی سرکار میں حاضر ہو اور اُس سے درخواستِ شفاعت کرو، محبوب تمہاری شفاعت فرمائیگا تو ہم یقیناً تمہارے گناہ بخش دیں گے۔

آیت خامسہ[۵]: قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا):

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۲۰۸۳ مکتبۃ المعارف ریاض ۳/۴۴
الترغیب والترہیب کتاب البعث فصل فی الشفاعۃ مصطفی البابی مصر ۴/۴۴۶
الدر المنثور تحت الآیۃ ۵/۹۳ مکتبۃ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۶/۳۶۱

[2] القرآن الکریم ۴۷/۱۹

[3] " ۴/۶۴

واذا قیل لھم تعالوا یستغفر لکم رسول اللہ لوّوا رءوسھم[1]
جب ان منافقوں سے کہا جائے کہ آؤ رسول اللہ تمہاری مغفرت مانگیں تو اپنے سر پھیر لیتے ہیں۔

اس آیت میں منافقوں کا حال بدمآل ارشاد ہوا کہ وہ حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے شفاعت نہیں چاہتے، پھر جو آج نہیں چاہتے وہ کل نہ پائیں گے۔ اللہ دنیا و آخرت میں ان کی شفاعت سے بہرہ مند فرمائے ؎

حشر میں ہم بھی سیر دیکھیں گے
منکر آج ان سے التجا نہ کرے

وصلی اللہ تعالٰی علٰی شفیع المذنبین وآلہ وصحبہ وحزبہ اجمعین۔
اللہ تعالٰی درود نازل فرمائے گنہگاروں کی شفاعت فرمانے والے پر اور ان کی آل، اصحاب اور تمام امت پر۔ (ت)

الاحادیث

شفاعت کبرٰی کی حدیثیں جن میں صاف صریح ارشاد ہوا کہ عرصاتِ محشر میں وہ طویل دن ہوگا کہ کاٹے نہ کٹے اور سروں پر آفتاب اور دوزخ نزدیک۔ اُس دن سورج میں دس برس کامل کی گرمی جمع کریں گے اور سروں سے کچھ ہی فاصلہ پر لا رکھیں گے، پیاس کی وہ شدّت کہ خدا نہ دکھائے، گرمی وہ قیامت کہ اللہ بچائے، بانسوں پسینہ زمین میں جذب ہو کر اوپر چڑھے گا یہاں تک کہ گلے گلے سے بھی اونچا ہوگا، جہاز چھوڑیں تو بہنے لگیں، لوگ اس میں غوطے کھائیں گے، گھبرا گھبرا کر دل حلق تک آجائیں گے۔

لوگ ان عظیم آفتوں میں جان سے تنگ آکر شفیع کی تلاش میں جابجا پھریں گے۔ آدم و نوح، خلیل وکلیم و مسیح علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے پاس حاضر ہو کر جواب صاف سنیں گے۔ سب انبیاء فرمائیں گے ہمارا یہ مرتبہ نہیں ہم اس لائق نہیں ہم سے یہ کام نہ نکلے گا، نفسی نفسی، تم اور کسی کے پاس جاؤ۔ یہاں تک کہ سب کے بعد حضور پر نور خاتم النبیین، سیدالاولین والآخرین، شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونگے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انالھا انالھا[2]

---

[1] القرآن الکریم ۶۳/ ۵

[2] البدایۃ والنہایۃ ذکر ثناء اللہ ورسولہ الکریم علی عبدہ وخلیلہ ابراہیم مکتبۃ المعارف بیروت ۱/ ۱۷۱
صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۰

فرمائیں گے یعنی میں ہوں شفاعت کے لئے، میں ہوں شفاعت کے لئے۔

پھر اپنے رب کریم جل جلالہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سجدہ کریں گے ان کا رب تبارک و تعالیٰ ارشاد فرمائے گا:

یامحمد ارفع رأسك وقل تسمع وسل تعطه واشفع تشفع[1]	اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ اور عرض کرو تمہاری بات سنی جائیگی اور مانگو کہ تمھیں عطا ہوگا اور شفاعت کرو کہ تمہاری شفاعت قبول ہے۔

یہی مقامِ محمود ہوگا جہاں تمام اولین و آخرین میں حضور کی تعریف و حمد و ثناء کا غل پڑجائے گا اور موافق و مخالف سب پر کھل جائے گا۔ بارگاہِ الٰہی میں جو وجاہت ہمارے آقا کی ہے کسی کی نہیں اور مالک عظیم جل جلالہ کے یہاں جو عظمت ہمارے مولٰی کے لئے ہے کسی کے لئے نہیں، والحمد للہ رب العلمین (اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو سب جہانوں کا پروردگار ہے۔ ت) اسی لئے اللہ تعالٰی اپنی حکمتِ کاملہ کے مطابق لوگوں کے دلوں میں ڈالے گا کہ پہلے اور انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پاس جائیں اور وہاں سے محروم پھر کر ان کی خدمت میں حاضر آئیں تاکہ سب جان لیں کہ منصبِ شفاعت اسی سرکار کا خاصہ ہے دوسرے کی مجال نہیں کہ اس کا دروازہ کھول سکے، والحمد للہ رب العلمین (اور تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو سب جہانوں کا پروردگار ہے۔ ت)

یہ حدیثیں صحیح بخاری و صحیح مسلم تمام کتابوں میں مذکور، اور اہلِ اسلام میں معروف و مشہور ہیں، ذکر کی حاجت نہیں کہ بہت طویل ہیں، شک لانے والا اگر دو حرف بھی پڑھا ہو تو مشکوٰۃ شریف کا اردو میں ترجمہ منگا کر دیکھ لے یا کسی مسلمان سے کہے کہ پڑھ کر سنا دے۔ اور انھیں حدیثوں کے آخر میں یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ شفاعت کرنے کے بعد حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بخششِ گنہگاران کیلئے

---

[1] صحیح البخاری	کتاب الانبیاء	باب قول اللہ تعالیٰ ولقد ارسلنا نوحا الخ	قدیمی کتب خانہ کراچی	۱/۴۷۰
"	کتاب الرقاق	باب صفۃ الجنۃ والنار	" "	۲/۹۷۱
"	کتاب التوحید	باب قول اللہ تعالیٰ لما خلقت بیدی	" "	۲/۱۱۰۲
"	"	باب قول اللہ تعالیٰ وجوہ یومئذ ناضرۃ الخ	" "	۲/۱۱۰۸
		باب قول الرب یوم القیمۃ مع الانبیاء وغیرہم	" "	۲/۱۱۱۸
صحیح مسلم	کتاب الایمان	باب اثبات الشفاعۃ الخ	" "	۱/۱۰۸ تا ۱۱۱

اللھم صل وسلم وبارك علیه والحمد للہ رب العلمین۔	اے اللہ! درود وسلام اور برکت نازل فرما ان پر، اور تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو سب جہانوں کا پروردگار ہے۔ (ت)

حدیث ۳: ابن عدی حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

بار بار شفاعت فرمائیں گے اور ہر دفعہ اللہ تعالٰی وہی کلمات فرمائے گا اور حضور ہر مرتبہ بے شمار بندگانِ خدا کو نجات بخشیں گے۔

میں ان مشہور حدیثوں کے سوا ایک **اربعین** یعنی چالیس حدیثیں اور لکھتا ہوں جو گوشِ عوام تک کم پہنچی ہوں، جن سے مسلمانوں کا ایمان ترقی پائے، منکر کا دل آتشِ غیظ میں جل جائے بالخصوص جن سے اس ناپاک تحریف کا ردِ شریف ہو جو بعض بددینوں، خدا نا ترسوں، ناحق کوشوں، باطل کیشوں نے معنی شفاعت میں کیں اور انکارِ شفاعت کے چہرۂ نجس چھپانے کو ایک جھوٹی صورت نام کی شفاعت دل سے گھڑی۔

ان حدیثوں سے واضح ہوگا کہ ہمارے آقائے اعظم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم شفاعت کے لئے متعین ہیں، انہی کی سرکار بیکس پناہ ہے، انہی کے در سے بے یاروں کا نباہ ہے، نہ جس طرح ایک بدمذہب کہتا ہے کہ جس کو چاہے گا اپنے حکم سے شفیع بنا دے گا۔ یہ حدیثیں ظاہر کریں گی کہ ہمیں خدا اور رسول نے کان کھول کر شفیع کا پیارا نام بتا دیا اور صاف فرمایا کہ وہ محمد رسول اللہ ہیں (صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم)، نہ یہ کہ بات گول رکھی ہو جیسے ایک بدبخت کہتا ہے کہ اسی کے اختیار پر چھوڑ دیجئے جس کو وہ چاہے ہمارا شفیع کر دے۔

یہ حدیثیں مژدۂ جانفزا دیں گی کہ حضور کی شفاعت نہ اس کے لئے ہے جس سے اتفاقًا گناہ

پر شرک کے احکام،

انا للہ وانا الیہ راجعون، وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

بے شک ہم اللہ تعالٰے کے لئے ہیں اور ہم کو اسی کی طرف لوٹنا ہے، عنقریب ظالم جان لیں گے کہ کس کروٹ پر پلٹتے ہیں، اور اللہ بلند وعظیم کی توفیق کے بغیر نہ تو گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت۔ (ت)

حدیث ۲۴: صحیح مسلم میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰے عنہ سے مروی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اللہ تعالٰی نے مجھے تین سوال عطا فرمائے، میں نے دو بار تو دنیا میں عرض کر لی اللّٰھم اغفر لامتی، اللھم اغفر لامتی الٰہی! میری اُمت کی مغفرت فرما، الٰہی! میری اُمت کی مغفرت فرما۔ واخرت الثالثۃ لیوم یرغب الی فیہ الخلق حتی ابراھیم اور تیسری عرض اس دن کے لئے اٹھا رکھی جس میں مخلوقِ الٰہی میری طرف نیاز مند ہوگی یہاں تک کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

وصل وسلم وبارک علیہ والحمد للہ رب العٰلمین۔

اور درود وسلام و برکت نازل فرما اُن پر۔ اور تمام تعریفیں اللہ تعالٰے کے لئے ہیں جو سب جہانوں کا پروردگار ہے۔ (ت)

... حضور شفیع المذنبین صلے اللہ تعالٰے

رب العلمین۔ جو سب جہانوں کا پروردگار ہے۔ (ت)

حدیث ۱ و ۲: امام احمد بسندِ صحیح اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اور ابن ماجہ حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

خُیّرت بین الشفاعۃ وبین ان یدخل نصف امتی الجنۃ فاخترت الشفاعۃ لانھا اعم واکفی ترونھا للمتقین لاولکنھا للمذنبین الخطائین المتلوثین[1]

اللہ تعالٰی نے مجھے اختیار دیا کہ یا تو شفاعت لو یا یہ کہ تمہاری آدھی امت جنت میں جائے۔ میں نے شفاعت لی کہ وُہ زیادہ تمام اور زیادہ کام آنیوالی ہے، کیا تم یہ سمجھ لئے ہو کہ میری شفاعت پاکیزہ مسلمانوں کے لئے ہے؟ نہیں بلکہ وہ ان گنہگاروں کے واسطے ہے جو گناہوں میں آلودہ اور سخت خطاکار ہیں۔

اللھم صل وسلم وبارک علیہ والحمد للہ رب العلمین۔

اے اللہ! درود وسلام اور برکت نازل فرما ان پر، اور تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو سب جہانوں کا پروردگار ہے۔ (ت)

حدیث ۳: ابن عدی حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

شفاعتی للھالکین من اُمتی[2]

میری شفاعت میرے ان امتیوں کے لئے ہے جنھیں گناہوں نے ہلاک کر ڈالا۔

حق ہے اے شفیع میرے، میں قربان تیرے، صلے اللہ علیک۔

حدیث ۴ تا ۸: حضرت ابوداؤد و ترمذی و ابن حبان و حاکم و بیہقی بافادہ تصحیح حضرت انس بن مالک اور ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان و حاکم حضرت جابر بن عبداللہ اور طبرانی معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن عباس

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب الزہد باب ذکر الشفاعۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۹
مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمر المکتب الاسلامی بیروت ۲/۷۵

[2] الکامل لابن عدی ترجمہ عمرو بن الحزم دارالفکر بیروت ۵/۱۸۰۱
کنز العمال حدیث ۳۹۰۷۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴/۴۰۱

اور خطیب بغدادی حضرت عبداللہ ابن عمر فاروق وحضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

شفاعتی یوم القیمۃ لاھل الکبائر من امتی۔[1]
میری شفاعت میری اُمت میں ان کے لئے ہے جو کبیرہ گناہ والے ہیں۔

صلی اللہ علیک وسلم، والحمد للہ رب العٰلمین۔
اللہ تعالٰی آپ پر درود وسلام نازل فرمائے، اور تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو سب جہانوں کا پروردگار ہے (ت)

حدیث ۹: ابوبکر احمد بن علی بغدادی حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

شفاعتی لاھل الذنوب من امتی۔
میری شفاعت میرے گنہگار امتیوں کے لئے ہے۔

ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: وان زنیٰ وان سرقَ (اگرچہ زانی ہو، اگرچہ چور ہو) فرمایا: وان زنیٰ وان سرق علیٰ رغم انفِ ابی الدرداء[2] (اگرچہ زانی ہو اگرچہ چور ہو برخلاف خواہش ابودرداء کے)۔

حدیث ۱۰ و ۱۱: طبرانی وبیہقی حضرت بریدہ اور طبرانی معجم اوسط میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب الزہد باب ذکر الشفاعۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۹
سنن ابی داود کتاب السنۃ باب فی الشفاعۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۹۶
جامع الترمذی ابواب صفۃ القیمۃ باب ماجاء فی الشفاعۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۶۶
المستدرک للحاکم کتاب الایمان شفاعتی لاہل الکبائر من امتی دار الفکر بیروت ۱/ ۶۹
السنن الکبرٰی کتاب الجنایات ۸/ ۱۷ وکتاب الشہادات ۱۰/ ۱۹۰ دار صادر بیروت
المعجم الکبیر حدیث ۱۱۴۵۴ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/ ۱۸۹
موارد الظمآن الٰی زوائد ابن حبان حدیث ۲۵۹۶ المطبعۃ السلفیۃ ص ۶۴۵
کنز العمال حدیث ۳۹۰۵۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴/ ۳۹۸

[2] تاریخ بغداد ترجمہ محمد بن ابراہیم الغازی ابن البصری دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۴۱۶

ان اشفع یوم القیمۃ لاکثر مما علٰی وجہ الارض من شجر و حجر و مدر[1] | یعنی رُوئے زمین پر جتنے پیڑ، پتھر، ڈھیلے ہیں میں قیامت میں ان سب سے زیادہ آدمیوں کی شفاعت فرماؤں گا۔

حدیث ۱۲: بخاری، مسلم، حاکم، بیہقی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، واللفظ لھٰذین (اور لفظ حاکم وبیہقی کے ہیں۔ت) حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

شفاعتی لمن شھد ان لا الٰہ الا اللہ مخلصا یصدق قلبہ لسانہ[2] | میری شفاعت ہر کلمہ گو کے لئے ہے جو سچے دل سے کلمہ پڑھے کہ زبان کی تصدیق دل کرتا ہو۔

حدیث ۱۳: احمد، طبرانی و بزار حضرت معاذ بن جبل و حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انھا اوسع لھم وھی لمن مات ولا یشرك باللہ شیئا[3] | شفاعت میں امت کے لئے زیادہ وسعت ہے کہ وہ ہر شخص کے واسطے ہے جو اللہ تعالٰی کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے یعنی جس کا خاتمہ ایمان پر ہو۔

حدیث ۱۴: طبرانی معجم اوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور شفیع المذنبین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اٰتی جھنم فاضرب بابھا فیفتح لی فادخلھا فاحمد اللہ محامد ما حمدہ احد قبلی مثلھا ولا یحمدہ احد بعدی | میں جہنم کا دروازہ کھلوا کر تشریف لیجاؤں گا وہاں خدا کی تعریفیں کروں گا ایسی نہ مجھ سے پہلے کسی نے کیں نہ میرے بعد کوئی کرے، پھر دوزخ سے ہر اس شخص کو نکال

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن بریدۃ الاسلمی المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۳۴۷
المعجم الاوسط حدیث ۵۳۵۶ مکتبۃ المعارف ریاض ۶/ ۱۶۲
کنز العمال حدیث ۳۹۰۶۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴/ ۳۹۹

[2] المستدرک للحاکم کتاب الایمان شفاعتی لمن شھد الخ دار الفکر بیروت ۱/ ۷۰

[3] مسند احمد بن حنبل عن ابی موسٰی الاشعری المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۴۰۴ و ۴۱۵
کنز العمال حدیث ۳۹۰۷۹ و ۳۹۰۸۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۴۰۳
مجمع الزوائد کتاب البعث باب ماجاء فی الشفاعۃ دار الکتاب بیروت ۱۰/ ۳۶۸ و ۳۶۹

ثم اخرج منہا من قال لا الٰہ الا اللہ۔[1] ملخصا۔ لوں گا جس نے خالص دل سے لا الٰہ الا اللہ کہا۔

حدیث ۱۵: حاکم بافادہ تصحیح اور طبرانی و بیہقی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یوضع للانبیاء منابر من ذھب فیجلسون علیہا ویبقی منبری لا اَجْلِسُ عَلَیْہِ اَوْ لَا اَقْعُدُ علیہ قائمًا بَیْنَ یَدَیْ رَبِّیْ مَخَافَۃَ اَنْ یَّبْعَثَ بِیْ اِلَی الْجَنَّۃِ وَیَبْقٰی اُمَّتِیْ بَعْدِیْ فاقول یا رَبِّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ، فیقول اللّٰہُ عزوجل یا محمد ما ترید اَنْ اَصْنَعَ بِاُمَّتِکَ، فاقول یا رب عَجِّلْ حسابہم فما ازال اشفع حتی اُعطٰی صکاکًا برجال قد بُعث بہم الی النار حتی اَنَّ مالکًا خازن النار فیقول یا محمد ما ترکت لغضب ربك فی امتك من نقمۃ۔[2]

انبیاء کے لئے سونے کے منبر بچھائیں گے، وہ ان پر بیٹھیں گے، اور میرا منبر باقی رہے گا کہ میں اس پر جلوس نہ فرماؤں گا بلکہ اپنے رب کے حضور سروقد کھڑا رہوں گا اس ڈر سے کہ کہیں ایسا نہ ہو مجھے جنت میں بھیج دے اور میری امت میرے بعد رہ جائے، پھر عرض کروں گا اے رب میرے! میری امت، میری امت۔ اللہ تعالٰی فرمائے گا اے محمد! تیری کیا مرضی ہے میں تیری امت کے ساتھ کیا کروں؟ عرض کروں گا اے رب میرے! ان کا حساب جلد فرمادے۔ پس میں شفاعت کرتا رہوں گا یہاں تک کہ مجھے اُن کی رہائی کی چٹھیاں ملیں گی جنھیں دوزخ بھیج چکے تھے یہاں تک کہ مالک داروغہ دوزخ عرض کرے گا اے محمد! آپ نے اپنی امت میں رب کا غضب نام کو نہ چھوڑا۔

اللھم صل و بارك علیہ والحمد للہ رب العٰلمین۔

اے اللہ! درود و برکت نازل فرما اُن پر، اور تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو سب جہانوں کا پروردگار ہے۔ (ت)

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۳۸۵ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/ ۵۰۳

[2] المستدرک للحاکم کتاب الایمان باب للانبیاء منابر من ذھب دار الفکر بیروت ۱/ ۶۵ و ۶۶
المعجم الاوسط حدیث ۲۹۵۸ مکتبۃ المعارف ریاض ۳/ ۲۴۴ و ۲۴۴
الترغیب والترھیب کتاب البعث فصل فی الشفاعۃ مصطفی البابی مصر ۴/ ۴۳۶

حدیث ۱۶ تا ۲۱: بخاری ومسلم ونسائی حضرت جابر بن عبداللہ اور احمد بسندِ حسن اور بخاری تاریخ میں اور بزار اور طبرانی وبیہقی وابونعیم حضرت عبداللہ بن عباس، اور احمد بسندِ حسن وبزار بسندِ جیّد و دارمی وابن ابی شیبہ وابویعلٰی وابونعیم وبیہقی حضرت ابوذر، اور طبرانی معجم اوسط میں بسند حضرت ابوسعید خدری، اور کبیر میں حضرت سائب ابن یزید، اور احمد باسنادِ حسن اور ابن ابی شیبہ وطبرانی حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی،

واللفظ لجابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واُعطیت ما لم یعط احدٌ قبلی الٰی قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واعطیت الشفاعۃ۔[1]

اور لفظ حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھے وُہ کچھ عطا ہوا جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دیا گیا۔" یہاں تک فرمایا کہ "مجھے شفاعت دی گئی۔" (ت)

ان چھیوں حدیثوں میں یہ بیان ہوا ہے کہ حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں میں شفیع مقرر کر دیا گیا اور شفاعت خاص مجھی کو عطا ہوگی میرے سوا کسی نبی کو یہ منصب نہ ملا۔

حدیث ۲۲ و ۲۳: ابن عباس وابوسعید وابوموسٰی سے انھیں حدیثوں میں وہ مضمون بھی ہے جو احمد وبخاری ومسلم نے انس اور شیخین نے ابوہریرہ (رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین) سے روایت کیا کہ حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] صحیح بخاری کتاب التیمم وقولہ تعالٰی فلم تجدوا ماءً قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۸

کتاب الصلٰوۃ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم جعلت لی الارض مسجداً " " ۱/۶۲

صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلٰوۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹۹

سنن النسائی کتاب الغسل والتیمم باب التیمم بالصعید نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۷۴

مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۳۰۱

المعجم الکبیر " " " حدیث ۱۱۰۸۵ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۱/۷۳

مسند احمد بن حنبل عن ابی ذر المکتب الاسلامی بیروت ۵/۱۶۲

الترغیب والترہیب بحوالہ البزار فصل فی الشفاعۃ مصطفٰی البابی مصر ۴/۴۳۳

المعجم الاوسط حدیث ۷۴۳۵ مکتبۃ المعارف ریاض ۸/۲۱۲

المعجم الکبیر عن سائب بن یزید حدیث ۶۶۷۳ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۷/۱۵۵

مسند احمد بن حنبل عن ابی موسٰی المکتب الاسلامی بیروت ۴/۴۰۴

ان لکل نبی دعوۃ قد دعا بہا فی امتہ واستجیب لہ[1]، وھذا اللفظ لانس، ولفظ ابی سعید لیس من نبی الا وقد اُعطی دعوۃ فتعجلھا[2] (ولفظ ابن عباس) لم یبق نبی الا اُعطی سؤلہ[3] رجعنا الی لفظ انس والفاظ الباقین کمثلہ معنیً قال وانی اختبأت دعوتی شفاعۃ لِاُمتی یوم القیٰمۃ[4] (زاد موسٰی) جعلتہا لمن مات من امتی لایشرك باللہ شیئًا[5]

ہر نبی کے لئے ایک خاص دعا ہے جو وہ اپنی امت کے بارے میں کرچکا ہے اور وہ قبول ہوئی ہے۔ یہ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لفظ ہیں۔ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لفظوں میں کہ نہیں ہے کوئی نبی مگر یہ کہ اُسے ایک خاص دعا عطا ہوئی جسے اس نے دنیا میں مانگ لیا ــــ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے لفظ ہیں کہ کوئی نبی نہ بچا جس کو خاص دُعا عطا نہ ہوئی ہو۔ ہم حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے الفاظ کی طرف رجوع کرتے ہیں، باقی راویوں کے الفاظ معنی کے اعتبار سے اُن ہی کی مثل ہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا "میں نے اپنی دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لئے بچا رکھا ہے"۔ ابوموسٰی نے اضافہ کیا کہ میں ہر اُس امتی کے لئے شفاعت کروں گا جو اس حال پر مرا کہ اللہ تعالٰی کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا تھا۔)

یعنی انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی اگرچہ ہزاروں دُعائیں قبول ہوتی ہیں مگر ایک دُعا انھیں خاص جناب باری تبارک وتعالٰی سے ملتی ہے کہ جو چاہے مانگ لو بیشک دیا جائے گا۔ تمام انبیاء آدم سے عیسٰی تک (علیہم الصلوۃ والسلام) سب اپنی اپنی وہ دُعا دنیا میں کرچکے اور میں نے آخرت کے لئے اٹھا رکھی

---

[1] صحیح بخاری کتاب الدعوات باب قول اللہ تعالٰی ادعونی استجب لکم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۳۲
صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ " " " ۱/ ۱۱۳
مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۲۰۸

[2] مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری " " " " " ۳/ ۲۰

[3] السنن الکبرٰی کتاب الصلوۃ باب ایما ادرک الصلوۃ فصل الخ دار صادر بیروت ۲/ ۴۳۳

[4] صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۳
مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۲۰۸

[5] مسند احمد بن حنبل عن ابی موسٰی الاشعری " " " " ۴/ ۴۱۶

وہ میری شفاعت ہے میری امت کے لئے قیامت کے دن، میں نے اسے اپنی ساری امت کے لئے رکھا ہے جو ایمان پر دنیا سے اُٹھی۔

اللّٰھم ارزقنا بجاھہ عندك اٰمین! اے اللہ! ہمیں اُن کی اس وجاہت کے صدقے میں عطا فرما جو اُن کو تیری بارگاہ میں حاصل ہے (ت)

اللہ اکبر! اے گنہگارانِ اُمت! کیا تم نے اپنے مالک و مولٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی یہ کمالِ رأفت ورحمت اپنے حال پر نہ دیکھی کہ بارگاہِ الٰہی عزجلالہ سے تین سوال حضور کو ملے کہ جو چاہو مانگ لو عطا ہوگا، حضور نے ان میں کوئی سوال اپنی ذات پاک کے لئے نہ رکھا، سب تمہارے ہی کام میں صرف فرمادئے، دو سوال دُنیا میں کئے وہ بھی تمہارے ہی واسطے، تیسرا آخرت کو اٹھا رکھا، وہ تمہاری اُس عظیم حاجت کے واسطے جب اس مہربان مولٰی رؤف ورحیم آقا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سوا کوئی کام آنے والا، بگڑی بنانے والا نہ ہوگا (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)۔ حق فرمایا حضرت حق عزوجل نے:

عزیزٌ علیہ ماعنتم حریص علیکم بالمؤمنین رءوف رحیم[1] اُن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے، تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے، مسلمانوں پر کمال مہربان۔ (ت)

واللہ العظیم! قسم اس کی جس نے انھیں آپ پر مہربان کیا ہرگز ہرگز کوئی ماں اپنے عزیز پیارے اکلوتے بیٹے پر زنہار اتنی مہربان نہیں جس قدر وہ اپنے ایک امتی پر مہربان ہیں (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)، الٰہی! تو ہمارا عجز وضعف اور اُن کے حقوقِ عظیمہ کی عظمت جانتا ہے۔ اے قادر! اے واجد! ہماری طرف سے اُن پر اور اُن کی آل پر وہ برکت والی درودیں نازل فرما جو ان کے حقوق کو وافی ہوں اور ان کی رحمتوں کو مکافی۔

اللّٰھم صلّ وسلّم وبارك علیہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ قدر رأفتہ ورحمتہ بامتہ وقدر رأفتك ورحمتك بہ اٰمین اٰمین اِلٰہ الحق اٰمین! اے اللہ! درود وسلام اور برکت نازل فرما آپ پر، آپ کی آل پر اور آپ کے اصحاب پر جتنا کہ وہ اپنی اُمت پر مہربان ہیں اور جس قدر تو ان پر مہربان ہے۔ اے معبود برحق! ہماری دُعا قبول فرما۔ (ت)

سبحٰن اللہ! اُمتیوں نے ان کی رحمتوں کا یہ معاوضہ رکھا کہ کوئی افضلیت میں تشکیکیں نکالتا ہے، کوئی ان کی تعریف اپنی سی جانتا ہے، کوئی ان کی تعظیم پر بگڑا کرتا ہے، افعالِ محبت کا بدعت نام، اجلال وادب

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۲۸

پر شرک کے احکام،

انا للہ وانا الیہ راجعون ، وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔	بے شک ہم اللہ تعالٰی کے لئے ہیں اور ہم کو اسی کی طرف لوٹنا ہے ، عنقریب ظالم جان لیں گے کہ کس کروٹ پر پلٹتے ہیں ، اور اللہ بلند وعظیم کی توفیق کے بغیر نہ تو گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت۔ (ت)

حدیث ۲۴ : صحیح مسلم میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اللہ تعالٰی نے مجھے تین سوال عطا فرمائے ، میں نے دو بار تو دنیا میں عرض کرلی اللّٰھم اغفر لامتی، اللّٰھم اغفر لامتی الٰہی ! میری اُمت کی مغفرت فرما ، الٰہی ! میری اُمت کی مغفرت فرما۔ واخرت الثالثۃ لیوم یرغب الی فیہ الخلق حتی ابراھیم[1] اور تیسری عرض اس دن کے لئے اٹھا رکھی جس میں مخلوقِ الٰہی میری طرف نیاز مند ہوگی یہاں تک کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

وصل وسلم وبارک علیہ والحمد للہ رب العٰلمین۔	اور درود وسلام وبرکت نازل فرما اُن پر۔ اور تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو سب جہانوں کا پروردگار ہے۔ (ت)

حدیث ۲۵ : بیہقی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور شفیع المذنبین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے شبِ اسرٰی اپنے رب سے عرض کی ، تُو نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو یہ یہ فضائل بخشے۔ رب عزمجدہ نے فرمایا : اعطیتک خیرا من ذٰلک (الٰی قولہ) خبأت شفاعتک ولم اخبأھا لنبی غیرک[2] میں نے تجھے عطا فرمایا وہ ان سب سے بہتر ہے ، میں نے تیرے لئے شفاعت چھپا رکھی اور تیرے سوا دوسرے کو نہ دی۔

حدیث ۲۶ : ابن ابی شیبہ وترمذی بافادہ تحسین وتصحیح اور ابن ماجہ وحاکم بحکم تصحیح حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن ابی بن کعب المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۱۲۷
صحیح مسلم کتاب فضائل القرآن باب بیان ان القرآن انزل علٰی سبعۃ احرف قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۷۳

[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الباب الثالث الفصل الاول المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۱/ ۱۳۴

اذا کان یوم القیٰمۃ کنت امام النبیین وخطیبھم وصاحب شفاعتھم غیر فخر۔[1]

قیامت کے دن میں انبیاء کا پیشوا اور ان کا خطیب اور ان کا شفاعت والا ہوں اور یہ کچھ فخر کی راہ سے نہیں فرماتا۔

حدیث ۲۷ تا ۴۰: ابن منیع حضرت زید بن ارقم وغیرہ چودہ[۱۴] صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی، حضرت شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

شفاعتی یوم القیٰمۃ حق فمن لم یؤمن بھا لم یکن من اھلھا۔[2]

میری شفاعت روزِ قیامت حق ہے جو اس پر ایمان نہ لائے گا اس کے قابل نہ ہوگا۔

منکر مسکین اس حدیثِ متواتر کو دیکھے اور اپنی جان پر رحم کرکے شفاعتِ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایمان لائے۔

اللّٰھم انک تعلم ھدیت فاٰمنا بشفاعۃ حبیبک محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاجعلنا من اھلھا فی الدنیا والاٰخرۃ یا اھل التقوٰی واھل المغفرۃ واجعل اشرف صلواتک وانمی برکاتک وازکی تحیاتک علٰی ھٰذا الحبیب المجتبٰی والشفیع المرتجٰی وعلٰی اٰلہٖ وصحبہٖ دائما ابدا اٰمین یا ارحم الراحمین، والحمد للہ رب العٰلمین۔

اے اللہ! تو جانتا ہے، بیشک تُو نے ہدایت عطا فرمائی ہے، تو ہم تیرے حبیب محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شفاعت پر ایمان لائے ہیں۔ اے اللہ! تو ہمیں دُنیا و آخرت میں لائقِ شفاعت بنادے۔ اے تقوٰی و مغفرت والے! اپنا افضل درود، اکثر برکات اور پاکیزہ تحیات بھیج اس منتخب محبوب پر جس کی شفاعت کی امید کی جاتی ہے اور آپ کی آل پر اور آپ کے صحابہ پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔ اے بہترین رحم فرمانیوالے! ہماری دُعا کو قبول فرما۔ اور تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو سب جہانوں کا پروردگار ہے۔ (ت)

---

[1] جامع الترمذی ابواب المناقب باب منہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۰۱
سنن ابن ماجہ ابواب الزہد باب ذکر الشفاعۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۳۰
المستدرک للحاکم کتاب الایمان باب اذا کان یوم القیٰمۃ الخ دار الفکر بیروت ۱/ ۷۱

[2] کنز العمال بحوالہ ابن منیع عن زید بن ارقم الخ حدیث ۳۹۰۵۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴/ ۳۹۹

مسئلہ ۱۶۶: مسئولہ مولوی احمد شاہ ساکن موضع سادات

شب قدر میں تمام چیزیں مثل درخت و پتھر وغیرہ کے سجدہ کرتی ہیں یا نہیں؟

الجواب

ہاں ہر چیز سجدہ کرتی ہے، اولیاء نے اسے مشاہدہ کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۷: از اودے پور میواڑ راجپوتانہ مدرسہ اسلامیہ مسئولہ مولانا مولوی سید احمد صاحب مہتمم مدرسہ اسلامیہ ۱۵ ذوالقعدہ ۱۳۲۹ھ

قدوۃ العلماء زبدۃ الفقہاء حضرت مولانا صاحب دام فیوضہم۔ بعد سلام مسنون نیاز مشحون معروض خدمت بندگان والا ہوں۔ آپ کا مکرمت نامہ جس روز پہنچا اسی روز مولوی ظہیر حسن صاحب بھی پہنچے اور بخیریت ہیں، کارِ درس و تدریس انجام دے رہے ہیں۔ حضور نے یاد آوری بزرگانہ سے مشکور فرمایا۔ کارِ خدمت سے یاد فرمائیں۔

دیگر مکلف ہوں کہ مولوی عبدالرحیم صاحب احمد آبادی مع مولوی علاؤالدین صاحب سندھی سادات عظام و فقراء ذوی الاحترام کے پیچھے بلا وجہ پڑ رہے ہیں اور طرح طرح کے الزام ان کے ذمہ لگا کر تکفیر کے فتوے منگا لئے ہیں۔ اسی طرح سے فقراء سے غرضیکہ ایسی فضول باتیں کرکے بزرگانِ دین کا دل دکھاتے ہیں وجہ خاص اس کی یہ ہے کہ ان کو احمد آباد کے لوگ پہلے نہیں مانتے تھے۔ سادات اور فقرا کی حقارت کرنے میں اب پہنچ گئے۔ اس بارہ میں حضور کو اشارہ کافی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ایسے معاملہ میں جب تک فریقین کی جانب سے تحقیق نہ ہو تکفیر وغیرہ کا حکم نہ بخشا جائے، اور بلاوجہ سادات و فقراء کے پیچھے پڑنا اور جو ڑ بنیاد حقارت کے واسطے اکھیڑنا شرعًا ناجائز ہے۔ چنانچہ حضرت فرید میاں صاحب سجادہ نشین حضرت خواجہ محمد حسین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں ہیں۔ اور اسی طرف سے قاضی احمد میاں قادر میاں صاحب قادری کی نسبت سادات نہ ہونے کی وعظ وغیرہ کہہ کر دل دکھا جاتے ہیں۔ سو اب بطورِ فتوٰی ارقام فرمادیں کہ حضرت شاہ فرید میاں صاحب اور قادر میاں صاحب اور احمد میاں صاحب سادات کا دل دکھانا اور کسرِ شان سادات و فقراء کی کرنا اور اُن سے سند طلب کرنا اور نہ ملنے پر بُرا کہنا کہاں تک جائز ہے اور ایسا کہنے والے کی نسبت شرع شریف میں کیا حکم ہے؟ سو برائے کرم اس کا فتوٰی صاف تحریر فرمائیں۔ زیادہ حدِ ادب۔ فقیر کو بھی بوجہ غلامانِ سادات ہونے کے سخت رنج ہے۔

الجواب

بگرامی ملاحظہ مکرم ذی المجد والکرم جناب مولانا مولوی سید قاضی احمد علی صاحب مدنی دام مجدہم۔

بعد ادائے ہدیۂ سنّت ملتمس، نوازش نامہ تشریف لایا، ممنون یاد آوری فرمایا۔ مولوی عبدالرحیم صاحب نے صرف ایک شخص کی نسبت مجھ سے دوبار فتویٰ لیا، ایک اس بارہ میں کہ اس نے حضرات ائمۂ اطہار کو نبی و رسول بتایا، اس کے بارے میں میں نے "جزاء اللہ عدوہ" لکھی جس کو طبع ہوئے بارہ برس گزرے۔ دوسرا اس بارے میں کہ وہ معوذتین کو قرآن نہیں مانتا اس پر میرا فتویٰ نذیر المنافقین میں چھپا جسے سال ہوئے۔ ان کے سوا میں نے ان کو کوئی فتویٰ کسی کے کفر پر لکھ کر نہ بھیجا۔ ہاں ایک شخص کے کچھ اشعار کی نسبت سوال تھا جس میں اس نے اپنے پیر کی تعریف میں بہت غلو و افراط کیا۔ اس پر میں نے صریح کفر ہونے کا فتویٰ نہ دیا بلکہ اس میں تاویلات کی طرف اشارہ کیا۔ اور یہ دو نام جو آپ نے تحریر فرمائے ان کی بابت مجھے اصلاً یاد نہیں کہ کسی امر کا کوئی فتویٰ کیسا ہی لکھا گیا ہو۔ ہاں زید و عمر کرکے کوئی سوال انھوں نے بھیجا اور میں نے جواب لکھا ہو تو معلوم نہیں، مگر کفر کا فتویٰ صرف انھیں باتوں پر لکھا نہیں بلکہ چھاپ کر بھیجا ہے جسے ۱۲ اور ۷ برس ہوئے۔ اور اشعار والا فتویٰ بھی غالباً وہیں طبع ہوگیا ہے۔

یہ فقیر ذلیل بحمدہٖ تعالٰی حضرات ساداتِ کرام کا ادنٰی غلام و خاکپا ہے۔ ان کی محبت و عظمت ذریعۂ نجات و شفاعت جانتا ہے، اپنی کتابوں میں چھاپ چکا ہے کہ سیّد اگر بدمذہب بھی ہوجائے تو اس کی تعظیم نہیں جاتی جب تک بدمذہبی حدِ کفر تک نہ پہنچے، ہاں بعدِ کفر سیادت ہی نہیں رہتی، پھر اس کی تعظیم حرام ہوجاتی ہے۔ اور یہ بھی فقیر بارہا فتویٰ دے چکا ہے کہ کسی کو سیّد سمجھنے اور اس کی تعظیم کرنے کے لئے ہمیں اپنے ذاتی علم سے اسے سیّد جاننا ضروری نہیں، جو لوگ سیّد کہلائے جاتے ہیں ہم ان کی تعظیم کریں گے، ہمیں تحقیقات کی حاجت نہیں۔ نہ سیادت کی سند مانگنے کا ہم کو حکم دیا گیا ہے۔ اور خواہی نخواہی سند دکھانے پر مجبور کرنا اور نہ دکھائیں تو بُرا کہنا مطعون کرنا ہرگز جائز نہیں، الناس امناء علی انسابھم (لوگ اپنے نسب پر امین ہیں)، ہاں جس کی نسبت ہمیں خوب تحقیق معلوم ہو کہ یہ سیّد نہیں اور وہ سیّد بنے اس کی ہم تعظیم نہ کرینگے نہ اُسے سیّد کہیں گے، اور مناسب ہوگا کہ ناواقفوں کو اس کے فریب سے مطلع کردیا جائے۔ میرے خیال میں ایک حکایت ہے جس پر میرا عمل ہے کہ ایک شخص کسی سیّد سے الجھا انھوں نے فرمایا میں سیّد ہوں، کہا

کیا سند ہے تمہارے سید ہونے کی۔ رات کو زیارتِ اقدس سے مشرف ہوا کہ معرکہ حشر ہے یہ شفاعت خواہ ہوا، اعراض فرمایا۔ اس نے عرض کی، میں بھی حضور کا امتی ہوں۔ فرمایا، کیا سند ہے تیرے امتی ہونے کی ۔۔۔ میں مولوی عبدالرحیم صاحب کو اس بارے میں لکھوں گا، اور اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو منع کرونگا۔ امید ہے کہ وہ میری گزارش قبول کریں گے۔ آپ فقیر کی اسی تحریر کو فتوٰی تصور فرمائیں۔

فقیر احمد رضا عفرلہٗ از بریلی ۲۵ ذوالحجہ ۱۳۲۹ھ

مسئلہ ۱۶۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الرؤف الرحیم

امابعد! سوال از فاضلِ اجل عالمِ بے بدل حضرت مولانا مولوی محمد احمد رضا خاں صاحب ساکن بریلی عم فیضہ الصوری و المعنوی۔

مخدومی مکرمی معظمی مفخمی حضرت حامی دین متین مولانا مولوی محمد احمد رضا خاں صاحب ؓ ام مجدکم، بعد السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ واضح رائے عالی ہو کہ ہمارے یہاں شہر احمد آباد میں ایک رسالہ آٹھ صفحہ کا مطبع حمیدی پریس واقع احمد آباد بازار کالوپور میں چھپ کر شائع ہوا ہے۔ اس کے مشتہر مولوی شیر محمد بن شاہ محمد ساکن احمد آباد محلہ مرزاپور متصل قصابانِ گاؤ ہیں۔ اور اس میں رسالہ کی اشاعت کی تاریخ یہ لکھی ہے "مورخہ ۲ جمادی الاُخریٰ ۱۳۳۰ھ روز دوشنبہ" اور اس رسالہ کے صفحہ ۵ سے صفحہ ۷ تک ایک فتوٰی ہے اور وہ فتوٰی تاریخ ۱۱ جمادی الاولٰی یوم الاربعا ۱۳۲۴ھ کو لکھا گیا ہے۔

جناب مولانا صاحب! دست بستہ خدمت میں عرض یہ ہے کہ چھپا ہوا فتوٰی آپ کی خدمت میں رجسٹرڈ حاضر کیا جاتا ہے۔ یہ فتوٰی آپ نے تحریر فرمایا ہے یا نہیں؟ یہاں بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے یہ فتوٰی نہیں لکھا، یہ فتوٰی مولانا صاحب کی طرف منسوب کر دیا ہے، مولانا اس فتوٰی کے لکھنے سے انکار فرماتے ہیں۔ یہ فرمانا ان حضرات کا صحیح ہے یا غلط ہے؟ اور یہ فتوٰی آپ نے چھ سال پہلے لکھا ہے یا نہیں؟ اور ہم نے آپ کا قلمی مہر کیا ہوا فتوٰی بھی مولوی شیر محمد صاحب کے پاس دیکھا ہے، اس کو ہم سچا سمجھیں یا نہیں؟ آپ ہم کو سمجھا دیجئے رب العالمین آپ کو اجرِ عظیم و ثوابِ جزیل عطا فرمائے گا۔

رقیمہ آپ کا خادم مہر باز خاں بن محمد خاں ساکن احمد آباد محلہ جمال پور کھاڑیہ متصل مسجد

وادی بی مورخہ ۲۵ جمادی الثانی ۱۳۳۰ھ چہارشنبہ۔

الجواب

فقیر غفرلہ المولی القدیر جب جمادی الاولی ۱۳۲۳ھ میں بعد سفر مدینہ طیبہ کراچی آیا اور وہاں سے احباب احمد آباد لانے پر مُصر ہوئے۔ یہاں میرے معظم دوست حامی سنت ماحی بدعت مولانا مولوی نذیر احمد خاں صاحب مرحوم ومغفور کے دو معزز شاگردوں مولوی عبدالرحیم صاحب و مولوی علاؤ الدین صاحب سلمہما اللہ تعالٰی میں نزاع تھی دو فریق ہو رہے تھے۔ اور اس سے پہلے مولوی علاؤالدین صاحب غریب خانہ پر تشریف لائے تھے اور ایک رسالہ پیش کیا جس میں مولوی عبدالرحیم صاحب پر سخت الزام قائم کرنے چاہے حتی کہ نوبت بہ تکفیر پہنچائی تھی، فقیر نے انھیں سمجھایا اور اس رسالہ کی اشاعت سے باز رکھا اور ان الزامات کی غلطی پر دوستانہ متنبہ کیا۔ الحمد للہ مولوی علاؤالدین صاحب نے گزارش فقیر کو قبول کیا مگر باہم فریق بندی اس وقت تک تھی کہ فقیر حج سے واپس آیا اس وقت مولوی عبدالرحیم صاحب نے یہ سوال پیش کیا جس کا میں نے وہ جواب لکھا، وہ جواب میرا ہی ہے، مگر اس وقت کی حالت سے متعلق تھا۔ میں نے اس جواب ہی میں بتا دیا تھا کہ مولوی علاؤالدین صاحب نے مولوی عبدالرحیم صاحب کی تکفیر عناداً نہ کی تھی بلکہ مسئلہ ان کی سمجھ میں یوں ہی آیا تھا جس سے انھوں نے بعد تفہیم فقیر رجوع کی تو ان پر کوئی حکم سخت نہیں، ہاں اگر وہ بعد اس کے کہ حق سمجھ لئے پھر بلا وجہ شرعی تکفیر کی طرف رجوع کریں تو اُس وقت حکم سخت ہونا لازم ہے۔ اس کے بعد وہیں ایام اقامت فقیر میں فریقین فیصلہ فقیر پر راضی ہوئے اور بحمد اللہ تعالٰی باہم صلح کرا دی گئی، میں نے اس وقت تک کوئی امر فریقین سے صلح شکن نہ پایا بلکہ قریب زمانہ میں جبکہ بعض فساد پسندوں نے تکفیر مولوی عبدالرحیم صاحب کا باطل وبے معنی غلغلہ پھر اٹھایا اور پرانا مہمل اشتہار مولوی قندھاری نے دوبارہ کسی شخص وزیر الدین کے نام سے چھاپا، اور مولوی عبدالرحیم صاحب کو دفع فتنہ کے لئے یہاں کے فتوٰی کی ضرورت ہوئی اور اس پر ان سے واقعات پُوچھے گئے جس کا مفصل جواب اُنھوں نے ہفتم ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ کو بھیجا، اُس خط میں بھی یہ لفظ موجود ہیں "احمد آباد میں آپ کے قدم مبارک کراچی سے رونق افروز ہوئے تھے اور آپ نے صلح بندے کی اور مولوی علاؤالدین صاحب کی کرائی تھی، جب سے اب تک بحمد اللہ تعالٰی صلح ہے وہ میرے موافق ہیں انتہی بلفظہ۔" اُس کے بعد میرا یہی فتوٰی جواب شیر محمد صاحب نے چھاپا مولوی عبدالرحیم صاحب نے اس کی نقل مجھے بھیجی تھی اور اس میں سے اُن تمام سطروں پر کہ مولوی علاؤالدین صاحب کے متعلق تھیں سُرخی سے قلم پھیر دیا کہ اب اُن کی ضرورت نہیں۔ مولوی علاؤالدین صاحب

کا جو خط فقیر کے نام آیا اس میں وُہ بھی تصریح کرتے ہیں کہ ہم اس وقت تک بدستور صلح پر قائم ہیں، یوں ہی اس سے بھی تازہ ترعنایت نامہ جناب شاہ صاحب وجیہی علوی میں ہے پھر فقیر نہیں کہہ سکتا کہ اس فتوے کے چھاپنے کی کیا ضرورت ہُوئی اور اس سے کیا نفع ہو سکتا ہے، اس میں تو مولوی علاؤالدین صاحب پر حکمِ سخت ہونا اس شرط سے مشروط تھا کہ وہ بعد کشف شبہہ تکفیر مسلم کی طرف معاذ اللہ پھر عود کریں۔ جب یہ شرط نہیں تو ہرگز اس فتوے سے نہ مولوی علاؤالدین صاحب کو ضرر نہ چھاپنے والے کو نفع۔ اور خدانخواستہ شرط متحقق ہوئی تو اس کا حال اللہ جانتا ہے۔ بالجملہ یہ امرِ دین ہے اور دین میں کسی کی رعایت نہیں۔ دونوں صاحب میرے دوست ہیں اور دونوں صاحب ذی علم اور ایک استاد کے شاگرد ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ بدستور صلح پر قائم ہوں گے جیسا کہ دونوں صاحبوں کی تحریر سے مجھے معلوم ہوا، ورنہ جس طرف سے نقضِ عہد واقع ہو وہ ضرور اپنے حکمِ شرعی کا مستحق ہوگا کائناً من کان (جو کوئی بھی ہو۔ ت) فریقین اس آیۂ کریمہ کو پیشِ نظر رکھیں:

وقل لعبادی یقولوا التی ھی احسن ان الشیطٰن ینزغ بینھم ان الشیطٰن کان للانسان عدوا مبینا[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

اور میرے بندوں سے فرماؤ وہ بات کہیں جو سب سے اچھی ہو، بیشک شیطان ان کے درمیان فساد ڈال دیتا ہے۔ بیشک شیطان آدمی کا کھلا دشمن ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۶۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید بیان کرتا ہے کہ فخرِ عالم سلطان الانبیاء صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نورِ مبارک کو اللہ تعالٰی نے اپنے نورِ ذاتی سے پیدا کیا، اور وہ نورِ مقدس قدیم ہے۔ اور بکر بیان کرتا ہے اپنے نورِ مبارک سے مراد نورِ قدرت اس کی کا ہے اور وہ نور حادث ہے۔

اور مسئلہ دیگر یہ کہ زید بیان کرتا ہے کہ ثم دنٰی فتدلّٰی فکان قاب قوسین او ادنٰی[2] (پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اتر آیا اور اس جلوے اور محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔ ت) سے مراد قربِ اللہ تعالٰی کا ہے کہ معراج شریف میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اتنے قریب ہوئے اللہ سے کہ درمیان فرق دو کمان کا رہ گیا۔ اور اکثر یہ بیان مولود شریف میں ذکر ہوتا ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۵۳

[2] القرآن الکریم ۵۳/ ۸ و ۹

اور بکر بیان کرتا ہے کہ یہ قریب ہونا رسولِ مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اُس مقام پر مراد جبرئیل علیہ السلام سے ہے نہ خدائے تعالٰی سے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دئے جاؤ گے)

الجواب

عوام مسلمین کو نماز، روزے، وضو، غسل، قراءت کی تصحیح فرض ہے جس سے روزِ قیامت ان پر مطالبہ و مواخذہ ہوگا۔ اپنے مرتبہ سے اونچی باتوں میں کچہریاں جمانا اور کھچڑیاں پکانا اور رائیں لگانا گمراہی کا پھاٹک ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۷ تا ۱۷۹: از لاہور انجمن نعمانیہ مرسلہ مولانا شاہ محرم علی صاحب چشتی صدر ثانی انجمن ۱۵ جمادی الاُخرٰی ۱۳۳۰ھ

جناب مخدوم معظم من حضرت مولانا صاحب ادام اللہ فیوضکم۔ بعد ہدیہ سلام سنت الاسلام گزارش۔ والا نامہ رجسٹری شدہ پہنچا۔ مولانا مولوی حاجی خلیفہ تاج الدین احمد صاحب وہ افتخار نامہ لے کر غریب خانہ پر تشریف لائے باوجودیکہ حضرت مولانا مولوی محمد اکرام الدین صاحب بخاری کی طبیعت پندرہ بیس روز سے سخت ناساز ہے، اسی وقت ان کو تکلیف دی گئی، اور وہ بھی تشریف لائے، عریضہ ہذا لکھنے کے وقت پر دو صاحبان غریب خانہ پر موجود ہیں۔ جناب نے جس روشن ضمیری: "امدادِ باطنی" سے قلم برداشتہ اس قدر عجلت میں ایسا بے نظیر و مستند فتوٰی^ع بنصوصِ صریحہ رقم فرمایا ہے اس کو دیکھ کر میرے دونوں ہم جلیس حاضرِ وقت تا حال حالتِ وجد میں ہیں اور بار بار اللّٰھم بارك فی عمرھم و اقبالھم و مجدھم و ایمانھم و علوشانھم فی الدارین (اے اللہ! ان کی عمر، بخت، بزرگی، بلند شان اور ایمان میں دونوں جہانوں میں برکت عطا فرما۔ ت) کا وظیفہ کر رہے ہیں۔ مجھے تا حال بغور مطالعہ کا موقع نہ ملا کیونکہ دونوں حضرات اس کو حرزِ جاں بنائے ہوئے ہیں اور دو دن تک اپنے پاس رکھنے کا اصرار کر رہے ہیں، اب آنجناب براہِ عنایت میرے سوالات کا جواب بھی ارشاد فرمائیں:

(۱) کیا اس مسئلہ میں جو غلطی فتوٰی دینے والوں کو ہوتی وہ بہت کھلی اور فاش ہے یا بہت باریک قسم کی غلطی ہے جہاں اعلٰی درجہ کے علماء بھی مغالطہ میں پڑ سکتے ہیں؟

(۲) بریلی، بدایوں اور پیلی بھیت وغیرہ کے مستند علماء اور ان کے فیض یافتوں پر کس حد تک آنکھیں بند کرکے اعتماد کرنا چاہئے۔ یہ سوال ان بیچارے حنفی مسلمانوں کی طرف سے ہے

ع یعنی فتوٰی مسمّٰی بہ "الجلی الحسن فی حرمۃ ولد اخی اللبن" کہ کتاب النکاح میں ہے۔
یہ رسالہ فتاوٰی رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور کی جلد ۱۱ صفحہ ۴۸۷ پر ہے۔

جو میری طرح علم کی آنکھیں نہیں رکھتے اور جن کی تعداد کثیر ہے۔

(۳) ہمارے ہم اعتقاد حنیف حنفیوں کے مدرسہ کے علماء و مدرسین کا مصالحہ ہمیں کہاں سے فراہم کرنا چاہیے۔

(۴) یہ کہ انجمن نعمانیہ کو تاحال جناب کی خدمت میں اس قدر خصوصیت حاصل نہیں ہوئی کہ کم از کم آنجناب کی تصانیف مبارکہ طبع شدہ انجمن کے کتب خانہ کے لئے باوجود متواتر تحریری تقاضوں اور خود جناب خلیفہ تاج الدین احمد صاحب کی زبانی تقاضوں کے بھی ارسال کی جائیں حالانکہ انجمن ان کا ہدیہ ادا کرنے پر بھی ہمیشہ تیار رہی ہے۔ اگر اس فتویٰ کے وقت "سیف المصطفیٰ علیٰ ادیان الافتراء"، "نقد البیان لحرمۃ ابنۃ اخی اللبان" اور "کاسر السفیہ الواھم" کتب خانہ میں موجود ہوتیں تو یہی خاکساران کو نکال کے .... کی خدمت میں پیش کردیتا۔

(۵) کیا جناب کی رائے میں حنیف حنفیوں کا مجموعی مرکز بنانے اور ان کو تقویت دینے کی ضرورت ہے یا نہیں، اگر ہے تو اس کی کیا تدبیر اور سامان جناب کے خیال میں ہیں؟

(۶) لامذہبوں کے پنجاب میں بالخصوص اور بدمذہبوں کے بالعموم حملوں کی مدافعت کی کیا تدابیر جناب کے خیالِ مبارک میں ہیں؟

(۷) عقائدِ حنفیہ کے متعلق جناب مولانا مولوی محمد حامد رضا خاں صاحب کی خدمت میں بالمشافہ گفتگو ہو کر قرارداد ہونے کے بعد بھی مسودۂ عقائدِ حنفیہ آنجناب کی طرف سے نہ بھیجا، اور اس کے نہ پہنچنے پر مجبوراً یہاں سے مسودہ تیار کرکے آنجناب کی خدمت میں بھیجا گیا جس کی کوئی ترمیم و اصلاح یا تصدیق تو درکنار اس کی رسید بھی مرحمت نہ ہوئی۔ اس کم توجہی کی اصلی وجہ کیا ہے؟ اب عقائدِ حنفیہ جو حسبِ مشورۂ علماء ہم لوگوں نے شائع کئے ہیں، ارسالِ خدمت ہیں وہ بھی اس عریضہ کے ساتھ منسلک ہیں۔ اگر وہ صحیح ہیں تو اس پر دستخط تصدیق فرماکر واپس فرمائیں، دوسری زائد کاپی اپنے پاس رکھیں، ورنہ اصلاح فرماکر واپس فرمائیں۔

(۸) لامذہبوں یا بدمذہبوں کے ساتھ اگر زبانی مباحثہ کی ضرورت پڑے تو آنجناب کون کون سے علماء کو اس قابل سمجھتے ہیں جو علاوہ قابلیت کے تکلیف سفر وغیرہ بھی خالصًا للہ اٹھانے کے لئے آمادہ ہوں۔

(۹) ایک فہرست ایسے علماءِ اسلام کی جو بالکل آپ کے ہم خیال اور مستند ہوں، مع ان کے پورے پتہ کے کس لئے تاحال باوجود جناب مولانا مولوی محمد حامد رضا خاں صاحب کی خدمت میں گزارش کرنے کے نہیں پہنچی، اور کب تک وُہ بہم پہنچ سکتی ہے؟

(۱۰) باوجود انجمن نعمانیہ کی آنجناب کے ساتھ تمام ہندوستان میں خصوصیات مشہور ہوجانے اور اراکینِ انجمن کو آنجناب کے ساتھ ایسا دلی خلوص اور نیاز ہونے کے احباب کی طرف سے کسی خاص التفات کا اس کی نسبت ظاہر نہ ہونا کونسی وجوہات پر مبنی ہے، اگر انجمن میں کوئی امور قابلِ اصلاح ہیں تو وہ کیا ہیں؟

الجواب

(۱) نظر بحالِ زمانہ تو یہ غلطی نہایت دقیق وعمیق بات میں خطاء فی الکفر کے قبیل سے ہونی چاہیے کہ مولوی اسحٰق صاحب دہلوی کے شاگردِ رشید مولوی عالم صاحب مراد آبادی نے کھائی۔ پھر غیر مقلدوں کے شیخ الکل فی الکل مجتہد العصر نذیر حسین صاحب نے کھائی، پھر ایک مدعیِ انا ولاغیری مولوی بردوانی صاحب نے کھائی اور ایک طویل تحریر بزعم خود اس کے اثبات میں لکھی پھر زمانہ حال میں ان حضرات کے آڑے آئی۔ مگر نظر بواقع وہ بہت کھلی فاحش جس میں ہمارے سُنّی ذی علم حضرات کا وقوع صرف وہی جواب رکھتا ہے جو حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا جبکہ اس جناب سے سوال ہوا: اَیَزْنِی العارِف (کیا عارف زنا کرسکتا ہے؟ ۔ت) دیر تک سر بگریباں رہے، پھر سر اُٹھا کر فرمایا: وکان امر اللہ قدرًا مقدورًا[۱] (اللہ تعالٰی کا حکم تو ہو کر رہے گا) چونکہ قضا آید طبیب ابلہ شود اذا جاء القدر عمی البصر واذا جاء القضاء ضاق الفضاء (حکمِ تقدیر آتا ہے تو آنکھ اندھی ہوجاتی ہے اور حکمِ ربانی کے وقت فضا تنگ ہوجاتی ہے) نسأل اللہ العفو والعافیۃ، انا للہ وانا الیہ راجعون، لاعاصم الیوم الامن رحم ربی (ہم اللہ تعالٰی سے درگزر اور سلامتی طلب کرتے ہیں۔ بے شک ہم اللہ تعالٰی کا مال ہیں اور اسی کی طرف لَوٹنے والے ہیں، آج وہی بچے گا جس پر اللہ تعالٰی رحم فرمائے۔ت) لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم (نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ نیکی کرنے کی قوت مگر بلندی اور عظمت والے معبود کی توفیق سے۔ت) ـــــ مولانا! اس فتوٰی باطلہ کا ابقاء ہرگز ٹھیک نہیں،

---

[۱] القرآن الکریم ۳۳/ ۳۸

باطل کا اعدام و افنا چاہئے نہ کہ تحفظ و ابقاء۔ بدمذہبوں گمراہوں سے جو ابا طیل خارج از مسائل مذہب واقع ہوں ان کی اشاعت مصلحت شرعیہ ہے کہ مسلمانوں کا ان پر سے اعتبار اُٹھے۔ ان کی ضلالات میں بھی اتباع نہ کریں۔ حدیث شریف میں ہے:

اترغبون عن ذکر الفاجر متی یعرفه الناس اذکروا الفاجر بما فیه یحذره الناس[1]	کیا فاجر کی برائیاں بیان کرنے سے پرہیز کرتے ہو لوگ اسے کب پہچانیں گے۔ فاجر میں جو برائیاں ہیں بیان کرو کہ لوگ اس سے حذر کریں۔

اور اہلسنت سے بتقدیر الٰہی جو ایسی لغزش فاحش واقع ہو اس کا اخفاء واجب ہے کہ معاذ اللہ لوگ ان سے بد اعتقاد ہوں گے۔ تو جو نفع ان کی تقریر اور تحریر سے اسلام و سنت کو پہنچتا تھا اس میں خلل واقع ہوگا۔ اس کی اشاعت اشاعتِ فاحشہ ہے۔ اور اشاعتِ فاحشہ بنصِ قرآنِ عظیم حرام۔ قال اللہ تعالٰی:

ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشة فی الذین اٰمنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاٰخرة[2]	جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں فاحشہ کی اشاعت ہو ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

خصوصاً جبکہ وہ بندگانِ خدا حق کی طرف بے کسی عذر و تامل کے رجوع فرما چکے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من عیر اخاہ بذنب لم یمت حتی یعملہ[3]	جس نے اپنے بھائی کو کسی گناہ کی وجہ سے عار دلایا وہ مرنے سے قبل اسی گناہ میں ضرور مبتلا ہوگا۔
قال ابن المنیع وغیرہ المراد ذنب تاب عنه، قلت وقد جاء کذا مقیدا فی الروایة کما فی الشرعة ثم فی الحدیقة الندیة۔	ابن منیع وغیرہ کہتے ہیں کہ گناہ سے مراد وہ ہے کہ اس سے توبہ کرلی گئی ہو۔ میں کہتا ہوں شرعہ اور حدیقہ میں روایت میں توبہ کی قید لگی ہوئی ہے۔ (ت)

---

[1] نوادر الاصول الاصل فی ذکر الفاجر بما فیه للتحذیر منه دار صادر بیروت ص ۲۱۳
[2] القرآن الکریم ۲۴/ ۱۹
[3] جامع الترمذی ابواب صفة القیامة باب منه امین کمپنی دہلی ۲/ ۷۳
[4] شرح شرعة الاسلام فصل فی سنن الکلام وآدابه مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۲۲۳

ولہذا بتاکید اکید گزارش کہ عمائد و مشاہیر علمائے اہلسنت وجماعت جس امر میں متفق ہیں یعنی عقائد مشہورہ متداولہ ان میں ہمارے عام بھائی بلاد غدغہ ان کے ارشادات پر عامل ہوں۔ یوں ہی وہ فرعیات جو اہل سنت اور ان کے مخالفین میں مابہ الامتیاز ہو رہے ہیں جیسے مجلس مبارک و فاتحہ وعرس و استمداد و نداء وامثالہا باقی رہیں فرعیاتِ فقہیہ جن میں وہ مختلف ہوسکتے ہیں خواہ بسبب اختلاف روایات، خواہ بوجہ خطاء فی الفکر یا بسبب عجلت وقلتِ تدبر یا بوجہ کمی ممارست و مزاولتِ فقہ۔ ان میں فقیر کیا عرض کرے ؎

مرا سوزیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد　　وگر دم درکشم ترسم کہ مغزِ استخواں سوزد

(میرے دل میں جلن ہے اگر کہتا ہوں تو زبان جلتی ہے اور اگر چپ رہوں تو ڈر ہے کہ ہڈیوں کا مغز جل جائے گا۔ ت)

آہ آہ، آہ آہ! ہندوستان میں میرے زمانۂ ہوش میں دو بندۂ خدا تھے جن پر اصول و فروع عقائد و فقہ سب میں اعتمادِ کلی کی اجازت تھی۔ اول اقدس حضرت خاتم المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد حاش قدسنا اس لئے کہ وہ میرے والد و والی و ولی نعمت تھے بلکہ اس لئے کہ الحق والحق اقول، الصدق واللہ یحب الصدق (یہ حق ہے اور میں حق کہتا ہوں، یہ صدق ہے اور اللہ تعالٰی صدق کو محبوب رکھتا ہے۔ ت) میں نے اس طبیبِ صادق کا برسوں مطب پایا اور وہ دیکھا کہ عرب و عجم میں جس کا نظیر نظر نہ آیا اس جنابِ رفیع قدس سرہ البدیع کو اصولِ حنفی سے استنباطِ فروع کا ملکہ حاصل تھا اگرچہ کبھی اس پر حکم نہ فرماتے، مگر یوں ظاہر ہوتا تھا کہ نادر و دقیق و معضل مسئلہ پیش نہ ہوا کہ کتبِ متداولہ میں جس کا پتہ نہیں، خادم کمینہ کو مراجعتِ کتب و استخراجِ جزئیہ کا حکم ہوتا اور ارشاد فرماتے "ظاہراً حکم یوں ہونا چاہیے" جو وہ فرماتے وہی نکلتا، یا بعض کتب میں اس کا خلاف نکلتا تو زیادتِ مطالعہ نے واضح کردیا کہ دیگر کتب میں ترجیح اسی کو دی جو حضرت نے ارشاد فرمایا تھا۔ عجم کی حالت تو آپ ملاحظہ ہی فرماتے ہیں، عرب کا حال یہ ہے کہ اس جنابِ قدس سرہ کا یہ ادنٰی خوشہ چیں و زلہ ربا، جو مکہ معظمہ میں اس بار حاضر ہوا، وہاں کے اعلم العلماء و افقہ الفقہاء سے چھ چھ گھنٹے مذاکرۂ علمیہ کی مجلس گرم رہتی۔ جب انہوں نے ملاحظہ فرمایا کہ یہ فقہ حنفی کے دو حرف جانتا ہے اپنے زمانہ کے عہدِ افتاء کے مسائل کثیرہ جن میں وہاں کے علماء سے اختلاف پڑا یا اشتباہ رہا، اس ہیچ میرز پر پیش فرمانا شروع کئے جس مسئلہ و حکم میں اس احقر نے ان کی موافقت عرض کی آثارِ بشاشت ان کے چہرۂ نورانی پر ظاہر ہوئے اور جس میں عرض کردیا کہ فقیر کی رائے میں حکم اس کے خلاف ہے، سماعِ دلیل سے پہلے آثارِ حزن نمایاں ہوئے، اور

خیال فرما لیتے کہ ہم سے اس حکم میں لغزش واقع ہوئی۔ یہ اسی طبیبِ حاذق کی کفش برداری کا صدقہ ہے۔

(۲) دوم والاحضرت تاج الفحول محب رسول مولانا مولوی عبد القادر صاحب قادری بدایونی قدس سرہ الشریف۔ پچیس برس فقیر کو اس جناب سے بھی صحبت رہی، ان کی سی وسعتِ نظر و قوتِ حفظ وتحقیقِ انیق ان کے بعد کسی میں نظر نہ آئی۔ ان دونوں آفتاب و ماہتاب کے غروب کے بعد ہندوستان میں کوئی ایسا نظر نہیں آتا جس کی نسبت عرض کروں کہ آنکھیں بند کرکے اس کے فتوٰی پر عمل ہو۔

فقیر نے جواب میں عمائد و مشاہیر علمائے اہلسنت کی تخصیص کی اور جناب نے فیض یا فتوں سے بھی سوال فرمایا ہے فیض کے لئے عرض عریض ہے۔ میں یہاں مطلقاً اتنا بھی عرض نہیں کرسکتا جو حضرات عمائد کی نسبت گزارش کیا۔

مولانا! اس تقریر فقیر کو اصول کے ایک اختلافی مسئلہ میں اس قول پر محمول نہ فرمائیں کہ متکلم اپنے عمومی کلام میں داخل نہیں ہوتا۔ حاشا فقیر تو ایک ناقص، قاصر، ادنٰی طالب علم ہے، کبھی خواب میں بھی اپنے لئے کوئی مرتبہ علم قائم نہ کیا۔ اور بحمدہ تعالٰی بظاہر اسباب یہی ایک وجہ ہے کہ رحمتِ الٰہی میری دستگیری فرماتی ہے، میں اپنی بے بضاعتی جانتا ہوں، اس لئے پھونک پھونک کر قدم رکھتا ہوں، مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے کرم سے میری مدد فرماتے اور مجھ پر علم حق کا افاضہ فرماتے ہیں، اور انھیں کے رب کریم کے لئے حمد ہے۔ اور ان پر ابدی صلوٰۃ وسلام۔

(۳) مدرس کے لئے ذی علم، ذی فہم، سُنّی صحیح العقیدہ ہونا کافی ہے۔ صحتِ عقیدہ کی جانچ کی نسبت جواب نمبر ہفتم میں گزارش ہوگی۔ اور یہ لوگ خود معروف نہ ہوں تو اہالی نمبر نہم کی معرفت لئے جائیں اور ان سے عرض کی جائے کہ حضرات کسی سفارش، خوشامد، رعایت پر کاربندی نہ فرمائیں المستشار مؤتمن پر۔

(۴) نیازمند کی چار سَو تصانیف سے صرف کچھ اوپر سو اب تک مطبوع ہوئیں اور ہزاروں کی تعداد میں بلامعاوضہ تقسیم ہوئیں جس کے سبب جو رسالہ چھپا جلد ختم ہوگیا، بعض تین تین چار چار بار چھپے۔ انجمن نعمانیہ میں غالباً رمضان مبارک ۱۳۲۰ھ میں اس وقت تک کے تمام موجودہ رسائل میں نے خود حاضر کئے ہیں اور انجمن سے رسید بھی آگئی۔ ان کی فہرست اب فقیر کو یاد نہیں غالباً دفترِ انجمن میں ہو، اگر وہ معلوم ہوجائے تو بقیہ رسائل جو ادھر چھپے اور مطبع میں ان کے نسخے رہے بالراس والعین نذر انجمن بلامعاوضہ ہوں گے۔ دو۲ برس سے عنانِ مطبع ایک انجمن نے اپنے ہاتھ میں لی ہے جس نے طریقۂ فقیر تقسیم کثیر بلاعوض کو منسوخ کردیا، پھر بھی انجمنِ نعمانیہ کے لئے

ہدیہ حاضر کرنے سے اس انجمن کو بھی انکار نہیں ہو سکتا۔

(۵) خالص اہل سنت کی ایک قوت اجتماعی کی ضرور ضرورت ہے، مگر اس کے لئے تین چیزوں کی سخت حاجت ہے:

(۱) علماء کا اتفاق۔

(۲) تحمل شاق قدر بالطاق۔

(۳) امراء کا اتفاق لوجہ الخلاق۔

یہاں یہ سب باتیں مفقود ہیں، فانا ﷲ وانا الیہ راجعون، ہمارے اغنیاء نام چاہتے ہیں، معصیت بلکہ صریح ضلالت میں ہزاروں اڑادیں، خزانوں کے منہ کھول دیں، یونیورسٹی کے لئے کتنی جلد تیئس لاکھ جمع ہوگیا۔ مدرسہ دیوبند کو ایک عورت نے پچاس ہزار دے دیا، مگر کسی سنی مدرسہ کو بھی یہ دن نصیب ہوا؟ اول تو تائید دین ومذہب جن کا نام لئے گھبرائیں گے، میاں! یہ ان مولویوں کے جھگڑے ہیں، اور شرما شرمی خفیف و ذلیل چندہ بھی مقرر کیا تو:

لایؤدہ الا ما دمت علیہ قائما[1] وہ تجھے پھیر کر نہ دے گا مگر جب تک سر پر سوار ہو۔ (ت)

بلکہ تقاضا کیجئے تو بگڑیں، اور ڈھیل دیجئے تو سو رہیں، ادھر ہمارے کارکنوں کو وہ چال وہ جال معلوم نہیں جس سے وہابیہ خذلہم اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی اُن کو رسوا کرے۔ ت) بندگان خدا کو چھل کر نہ صرف اپنے ہم مذہبوں بلکہ اپنے ہم مشربوں سے روپیہ اینٹھتے ہیں، اس کے لئے ریا ونفاق ومکر وخداع وبے حیائی وبے عزتی لازم ہے، وہ نہ آپ میں ہے نہ آپ کی شریعت اس کی اجازت دے، پھر کیسے کام کیوں کر چلے۔ ابھی ایک نمبری وہابی ایک بااثر صوفی کے یہاں چندہ لینے گیا، اُنھوں نے فرمایا سُنا ہے تم احمد رضا کے مخالف ہو۔ کہا حاشا میں تو اسی دَر کا کتا ہوں۔ کتا بن کر پانچ سو لے آیا__ علماء کی یہ حالت ہے کہ رئیسوں سے بڑھ کر آرام طلب ہیں، حمایت مذہب کے نام سے گھبراتے ہیں، جو بندۂ خدا اپنی جان اس پر وقف کرے اُسے احمق بلکہ مفسد سمجھتے ہیں۔ مداہنت ان کے دلوں میں پیری ہوئی ہے۔ ایام ندوہ میں ہندوستان بھر کا تجربہ ہوا۔ عبارات ندوہ سُن کر ضلالت ضلالت کی رَٹ لگا دیں۔ اور جب کہئے حضرت لکھ دیجئے، بھائی لکھواؤ نہیں، ہمارے فلاں دوست بُرا مانیں گے،

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۷۵

ہمارے فلاں استاد کو بُرا لگے گا، بہت کو یہ خیال کہ مفت میں اوکھلی میں سر دے کر مُوسل کون کھائے، بدمذہب دشمن ہوجائیں گے، دانتوں پر رکھ لیں گے، گالیاں، پھبتیاں اخباروں اشتہاروں میں چھاپیں گے۔ طرح طرح کے بہتان، افترا، اُچھالیں گے۔ اچھی بھلی جان کو کون جنجال میں ڈالے۔ بعض کو یہ کد کہ حمایتِ مذہب کی تو صلح کُھلی نہ رہے گی۔ ہر دل عزیزی جاکر پلاؤ، قورمے، نذرانہ میں فرق آئے گا، یا کم از کم آؤ بھگت تو عام نہ رہے گی۔

اتفاقِ علماء کا یہ حال کہ حسد کا بازار گرم، ایک کا نام جھوٹوں بھی مشہور ہوا تو بہتیرے سچے اس کے مخالف ہوگئے۔ اس کی توہین تشنیع میں گمراہوں کے ہم زبان بنے کہ "ہیں" لوگ اسے پوچھتے ہیں اور ہمیں نہیں پوچھتے۔ اب فرمائیں کہ وہ قوم کہ اپنے میں کسی ذی فضل کو نہ دیکھ سکے، اپنے ناقصوں کو کامل، قاصروں کو ذی فضل بنانے کی کیا کوشش کرے گی۔ حاشا یہ کلیہ نہیں مگر للاکثر حکم الکل (اکثر کا حکم وہی ہوتا ہے جو کُل کا ہوتا ہے۔ت) الحمدللہ یہاں متکلم عمومِ کلام سے ضرور خارج ہے ولوجہ ربی الحمد ابدا (میرے پروردگار کی ذات کے لئے ہمیشہ حمد ہے۔ت) فقیر میں لاکھوں عیب ہیں مگر میرے رب نے مجھے حسد سے بالکل پاک رکھا ہے، اپنے سے جسے زیادہ پایا اگر دنیا کے مال و منال میں زیادہ ہے قلب نے اندر سے اسے حقیر جانا، پھر حسد کیا حقارت پر؟ اور اگر دینی شرف و افضال میں زیادہ ہے اس کی دست بوسی و قدم بوسی کو اپنا فخر جانا، پھر حسد کیا اپنے معظم بابرکت پر؟ اپنے میں جسے حمایتِ دین پر دیکھا اُس کے نشرِ فضائل اور خلق کو اس کی طرف مائل کرنے میں تحریراً و تقریراً ساعی رہا۔ اس کے لئے عمدہ القاب وضع کرکے شائع کئے جس پر میری کتاب "المعتمد المستند" وغیرہ شاہد ہیں۔ حسد شہرت طلبی سے پیدا ہوتا ہے اور میرے رب کریم کے وجہِ کریم کے لئے حمد ہے کہ میں نے کبھی اس کے لئے خواہش نہ کی بلکہ ہمیشہ اس سے نفور اور گوشہ نشینی کا دلدادہ رہا۔ جلسوں انجمنوں کے دوروں سے دُور رہنا انھیں دو وجہ پر تھا، اول حُبِ خمول۔ دوم ؎

زمانہ می نخرد عیب و غیر ازینم نیست ۔۔۔ کجا برم خرِ خود را بایں کساد متاع[1]

(زمانہ عیب دار کو خریدتا نہیں اور میرے پاس اس کے علاوہ نہیں ہے۔ اس کھوٹے سامان کے ساتھ اپنے گدھے کو کہاں لے کر جاؤں۔ت)

اور اب تو سالہا سال سے شدّتِ ہجومِ کار و انعدامِ کلی فرصت و غلبہ ضعف و نقاہت نے بالکل ہی

---

[1] ؎

بٹھا دیا ہے، جسے میرے احباب نے نازک مزاجی بلکہ بعض حضرات نے غرور و تکبر پر حمل کیا۔ اور اللہ اپنے بندہ کی نیت جانتا ہے۔ بالجملہ اہلِ سنت سے امورِ ثلٰثہ مفقود ہیں، پھر فرمائیں صورت کیا ہو۔

دفع گمراہان میں جو کچھ اس حقیر ہیچ میرز سے بن پڑتا ہے بحمد اللہ تعالٰی ۱۴ برس کی عمر سے اس میں مشغول ہے۔ اور میرے رب کریم کو وجہ کریم کو حمد کہ اس نے میری بساط، میرے حوصلے، میرے کاموں سے ہزاروں درجہ زائد اس سے نفع بخشا۔ باقی جو آپ چاہتے ہیں اسی قوتِ متفقہ پر موقوف ہے جس کا حال اوپر گزارش ہوا۔ بڑی کمی امرا کی بے توجہی اور روپے کی ناداری ہے۔ حدیث کا ارشاد صادق آیا کہ "وہ زمانہ آنے والا ہے کہ دین کا کام بھی بے روپیہ کے نہ چلے گا"[1]۔ کوئی باقاعدہ عالی شان مدرسہ تو آپ کے ہاتھ میں نہیں۔ کوئی اخبار پرچہ آپ کے یہاں نہیں۔ مدرسین، واعظین، مناظرین، مصنفین کی کثرت بقدرِ حاجت آپ کے پاس نہیں۔ جو کچھ کرسکتے ہیں فارغ البال نہیں۔ جو فارغ البال ہیں وہ اہل نہیں۔ بعض نے خونِ جگر کھا کر تصانیف کیں تو چھپیں کہاں سے۔ کسی طرح سے کچھ چھپا تو اشاعت کیونکر ہو۔ دیوان نہیں، ناول نہیں کہ ہمارے بھائی دو آنے کی چیز کا ایک روپیہ دے کر شوق سے خریدیں۔ یہاں تو سر چپیٹنا ہے۔ روپیہ وافر ہو تو ممکن کہ یہ سب شکایات رفع ہوں۔

اوّل عظیم الشان مدارس کھولے جائیں۔ باقاعدہ تعلیمیں ہوں۔

ثانیاً طلبہ کو وظائف ملیں کہ خواہی نخواہی گرویدہ ہوں۔

ثالثاً مدرسوں کی بیش قرار تنخواہیں ان کی کارروائیوں پر دی جائیں کہ لالچ سے جان توڑ کر کوشش کریں۔

رابعاً طبائع طلبہ کی جانچ ہو جو جس کام کے زیادہ مناسب دیکھا جائے معقول وظیفہ دے کر اس میں لگایا جائے۔ یوں ان میں کچھ مدرسین بنائے جائیں، کچھ واعظین، کچھ مصنفین، کچھ مناظرین، پھر تصنیف و مناظرہ میں بھی توزیع ہو، کوئی کسی فن پر کوئی کسی پر۔

خامساً ان میں جو تیار ہوتے جائیں تنخواہیں دے کر ملک میں پھیلائے جائیں کہ تحریراً و تقریراً وعظاً و مناظرۃً اشاعتِ دین و مذہب کریں۔

مولانا! اس گئی گزری حالت میں تو کوئی بفضلہٖ تعالٰی آپ کے سامنے آ نہیں سکتا۔ دُور سے غل مچاتے اور وقت پر دُم دباتے ہیں۔ جب آپ کے اہلِ علم یوں ملک میں پھیلیں اس وقت کون

---

[1] کشف الخفاء حدیث ۳۲۶۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۳۶۶

ان کی قوت کا سامنا کر سکتا ہے۔

سادساً حمایت (مذہب) و ردِّ بدمذہباں میں مفید کتب و رسائل مصنفوں کو نذرانے دے کر تصنیف کرائے جائیں۔

سابعاً تصنیف شدہ اور نو تصنیف رسائل عمدہ اور خوشخط چھاپ کر ملک میں مفت شائع کیے جائیں۔

ثامناً شہروں شہروں آپ کے سفیر نگران رہیں، جہاں جس قسم کے واعظ یا مناظر یا تصنیف کی حاجت ہو آپ کو اطلاع دیں۔ آپ سرکوبی اعداء کے لئے اپنی فوجیں میگزین رسالے بھیجتے رہیں۔

تاسعاً جو ہم میں قابلِ کار موجود اور اپنی معاش میں مشغول ہیں وظائف مقرر کرکے فارغ البال بنائے جائیں، اور جس کام میں انھیں مہارت ہو لگائے جائیں۔

عاشراً آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں اور وقتاً فوقتاً ہر قسم کے حمایتِ مذہب میں مضامین تمام ملک میں بقیمت و بلاقیمت روزانہ یا کم از کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں۔

میرے خیال میں تو یہ تدابیر ہیں، آپ اور جو کچھ بہتر سمجھیں افادہ فرمائیں، بلکہ مولانا! روپیہ ہونے کی صورت میں اپنی قوت پھیلانے کے علاوہ گمراہوں کی طاقتیں توڑنا بھی ان شاء اللہ العزیز آسان ہوگا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ گمراہوں کے بہت سے افراد صرف تنخواہوں کے لالچ سے زہر اگلتے پھرتے ہیں۔ ان میں جسے دس کی جگہ بارہ دیجئے اب آپ کی سی کہے گا یا کم از کم بر لقمہ دختہ بہ تو ہوگا۔ دیکھئے حدیث کا ارشاد کیسا صادق ہے کہ:

"آخر زمانہ میں دین کا کام بھی درم و دینار سے چلے گا۔"[1]

اور کیوں نہ صادق ہو کہ صادق و مصدوق صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا کلام ہے، عالم ما کان و ما یکون صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خبر ہے۔

(۷) مسودہ عقائد حنفیہ کہ یہاں بنظرِ استصواب آیا تھا بعد بعض ترمیمات ضروریہ گیا بھی اور انجمن کو پہنچا بھی۔ اور انجمن نے اس میں اکثر ترمیمات کو قبول فرمایا بھی۔ اس پر گواہ خود یہ مسودہ تازہ ہے کہ جناب نے اب ارسال فرمایا ہے، یہ اکثر انھیں ترمیمات پر مشتمل ہے جو فقیر نے ایک نہایت سرسری نگاہ میں عرض کی تھیں، مگر جناب کا یہ فرمانا بھی کہ ترمیم یا تصدیق درکنار تو نے رسید بھی نہ بھیجی بجائے خود ہے۔ واقعی فقیر ترمیم کرکے بھیج چکا اور واقعی ترمیم کرکے فقیر نے نہ بھیجا۔ اس معمہ کا حل یہ ہے کہ فقیر بے حد عدیم الفرصت ہے، خاطر خواہ ترمیمیں (مگر دفترے دیگر

---

[1] کشف الخفاء حدیث ۳۲۶۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۳۶۶

املاکند) کی مصداق ہوتیں، اس کے لئے وقت نہ ملتا تھا۔ ایک ضرورتِ شدیدہ سے پہلی بھیت جانا ہوا، حضرت مولانا محدث سورتی دامت برکاتہم نے اس کا ذکر فرمایا، فقیر نے عرض کی وقتِ فرصت سُن لُوں گا۔ نصف شب کے قریب وہاں کی ضروریات، اور احباب کی ملاقات سے فارغ ہوا اس وقت وہ مسودہ فقیر کو سُنایا گیا، جابجا تبدیلات ونقص و زیادات ومحو واثبات عرض کرتا گیا اور حضرت ممدوح تحریر فرماتے گئے۔ ۱۸ صفحہ تک اُس وقت ہُوا پھر صبح بعدِ فراغ وظائف، جبکہ ریل کا وقت قریب تھا، بقیہ بعجلت تمام تمام کیا۔ مولوی ابوالعلاء امجد علی صاحب سلمہ بھی ہمراہ تھے، ان سے گزارش کی کہ آپ کے پاس بھی ایک مسودہ آیا ہوا ہے یہی ترمیمات آپ بھی لکھ بھیجنا۔ اور اتفاقِ رائے فقیر سے بھی انجمن مبارک کو اطلاع دیں۔ مگر بریلی آکر مولوی صاحب کو کثرتِ کار میں یاد نہ رہا۔ یُوں وہ اصلاحات فقیر کی طرف سے پہنچیں بھی اور نہیں بھی۔

اب اَوّلًا اس مسودہ ثانیہ میں بعض تو اغلاطِ کاتب ہیں انھیں فقیر نے بنا دیا ہے۔ ان میں بعض بہت ضروری اللحاظ ہیں۔

ثانیًا بعض نئی ترمیمات اور خیال میں آئی ہیں، خواہ عبارتِ سابقہ پر، یا اب جو مسودہ ثانیہ میں خود انجمن نے محو واثبات کیا اس پر۔

ثالثًا اصلاحاتِ سابقہ میں سے اکثر تو قبول فرمائی گئیں مگر بعض وہ بھی ہیں کہ اس مسودہ ثانیہ میں بھی متروک ہوئیں یا نظر سے رہ گئیں خصوصًا ان میں بعض کا نہ پانا زیادہ مشوش خیال ہوسکتا ہے کہ بحال عمر الاقل رعایت و مداہنت کا سخت پہلو نکلتا ہے، ہاں سہوًا ترک ہوا تو رفع عن امتی الخطاء والنسیان[1] (میری امت سے خطاء ونسیان کو معاف کر دیا گیا ہے۔ ت) ارشادِ والا ہے۔

رابعًا ان سب کے بعد بھی بحکم المستشار مؤتمن[2] (جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہوتا ہے۔ ت) مجھے کچھ عرض کرنا ہے۔ یہ سب مقاصد اجمالاً یہاں گوش گزار کروں۔

(اگلا صفحہ ملاحظہ ہو)

---

[1] کشف الخفاء حدیث ۱۳۹۱ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۳۸۲

[2] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی المشورۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۴۳

جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء ان المستشار مؤتمن امین کمپنی دہلی ۲/۱۰۵

ترمیماتِ جدیدہ یا ترمیماتِ جدیدہ مع بیان وجہ

صفحہ	سطر	مبدل	بدل	وجہ
۳	۹	کوئی لطف جزئی یا اصلاح جزئی	کوئی لطف یا اصلاح یا کوئی شَے۔	قید جزئی احترازی نہ سمجھی جائے کہ وجوب کلی متوہم ہو حالانکہ لایجب علی اللہ شیئ (اللہ پر کچھ واجب نہیں۔ت)
۴	۴	کمی	بہت	کمی ترجمہ چند کا ہے۔
۶	۷	ختم نبوت	ختم نبوت وافضلیت مطلقہ وخلافت کبرٰی و اولویت فی الشفاعۃ وفی دخول الجنۃ واصالت فی کل فضل وساطۃ فی کل نعمۃ وغیرہا صفات کثیرۃ نامکنۃ الاشتراک۔	اعلائے شانِ اقدس وتفریح خاطر مومنین و رغم انف عدو۔
۶	۲۲	علمِ الٰہی غیر متناہی	علم الٰہی غیر متناہی بالفعل	بیان تمایز
"	"	آپ کا علم متناہی	حضور کا علم متناہی بالفعل وغیر متناہی بالقوۃ	عوام متناہی کو بمعنی منتہی ومنقطع نہ سمجھ لیں
۷	۲۰	زندہ بحیات خاصہ ہیں	زندہ بحیات حقیقیہ دنیاو جسمانیہ ہیں	حیاتِ خاصہ حیاتِ برزخیہ روحانیہ بھی ہے کہ ہر شخص کو حاصل۔
۸	۱۱و۱۲	تمام روئے زمین کی مخلوقات عاجز ہے	تمام مخلوقات عاجز ہے	تحدی اگرچہ جن وانس سے ہوئی مگر عجز سب کو شامل ہے۔
۹عہ ج	۲۱	حضرت مہدی علیہ السلام	حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالٰی عنہ	صلوٰۃ وسلام بالاستقلال مخصوص بانبیاء وملائکہ ہے
۱۱	۹تا۱۱	مختلف اقوال امام میں ترجیح کے لئے	مختلفہ اقوال امام میں بحضور امام خلاف قول مستقر امام کو ترجیح کیلئے	مجتہدین فی الفتوٰی سے امتیاز

عہ (ج) علامت جدید ترمیم کی ہے ۱۲ رضی اللہ عنہ

۱۱	۱۴	ان کا کام صرف بعض کو ترجیح دینا	ان کا کام صرف بعض کو بحضور امام مستقر امام پر ترجیح دینا اور اصول امام کے موافق تازہ۔	حصر کی تصحیح اور مجتہدین فی الفتوٰی ومجتہدین فی المسائل سے امتیاز۔
۱۱	۱۵	ان کے بعد رحمت کا ظہور ہوا	ان کے بعد رحمت کا اور ظہور ہوا	یہ رحمتِ جدیدہ ہے نہ کہ رحمت جدید ہے
ج ۱۱	۲۱	امام فخر الدین رازی	امام ابوبکر احمد ابن علی رازی	پہلے مسودہ میں صرف رازی تھا، اور وہ صحیح تھا، اس مسودہ میں فخر الدین بڑھایا گیا، اور یہ بھاری غلطی ہے امام فخر الدین رازی حنفی نہیں شافعی ہیں۔

ترمیمات سابقہ متروکہ (یہ دو قسم ہیں)

"قسم اوّل"

صفحہ	سطر	مبدل	بدل	وجہ
۱	۱۱	باقی صفات فعلیہ میں ان سب سے ازلاً متصف تھا۔	ان سب سے ازلاً متصف ہے، باقی صفات فعلیہ نفسیہ وسلبیہ واضافیہ ہیں۔	باقی سب فعلیہ نہیں نہ سب باقیات ازلیہ
۲	۱۵	عدل کی چھ صورتیں ہیں	عدل وفضل کی الخ	ان میں یہ بھی محدود ہوا کہ کسی کے اعمالِ حسنہ سے ذرہ بھر نقصان نہیں فرماتا، یہ عدل ہو تو اس کا خلاف ظلم ہوا اور ظلم محال ہے، تو اثابت واجب ہو حالانکہ لایجب علی اللہ شیئ (اللہ پر کچھ واجب نہیں۔ ت)
۳	۱۹	اپنے بندوں میں سے کسی کو مصلحت یا اجرِ جزیل کوئی	اس کا فضل ہے کہ اپنے مسلمان بندوں پر جو مصیبت بھیجے اس میں بھی	مسودہ سابقہ میں بغیر غرض صحیح کا لفظ تھا، وہ تو بہت ہی بے جا تھا اب اسے مصلحت سے بدلا یہ مصلحت راجع الی العبد ہے یا الی اللہ، ثانی محال ہے بہرتقدیر

		مصیبت نہیں دیتا	ان کے لئے اجر رکھتا ہے	اول کافر کہ شاہی جبل یا جزیرۂ بعیدہ میں رہتا ہو جس سے مسلمانوں کو کوئی ضرر نہ ہو بلکہ ذمی مطیع خدمت گار اسلام جس سے مسلمانوں کو منافع ملتے ہوں اس پر مصائب ڈالنے میں کس کی مصلحت یا کون اجر ہے ایلام بلاعوض کو خلافِ عدل ماننا معتزلہ کا مسلک ہے اہلِ سنّت کے نزدیک یفعل اللہ مایشآء[1] (اللہ تعالٰی جو چاہے کرتا ہے۔ت) ہاں اس کا فضل ہے کہ مومن کو مصیبت پر بھی ماجور فرماتا ہے وللہ الحمد۔
۸	۲۲	ہر دو وحی سے جو اخبار و معارف قطعاً مفہوم ہوتے ہیں حق ہیں کوئی شبہ نہیں۔	ہر دو وحی سے جو معنی قطعاً ثابت ہیں حق ہیں کوئی شبہ نہیں۔	انتفائے شبہ قطعیت دلالت و ثبوت دونوں سے ہے، مجرد قطعاً ہونا کافی نہیں۔
۹	۱۵	سوال منکر و نکیر ضرور ہونے والا ہے	سوال منکر نکیر جس سے خدا چاہے ضرور ہونے والا ہے	روئے سخن سوئے عوام ہے اور اطلاق میں عموم کا ایہام تو تصریح اوضح و امکن فی الافہام۔
۱۲	۱۳	ثقاہت	ثقہ ہونا	ثقۃٌ علۃٌ ہے نہ فِعَلٌ۔
۱۳	۱۰	حضرت امام حسن و امام حسین قطعی جنتی ہیں۔	حضرت امام حسن و امام حسین و اصحابِ بدر و بیعۃ الرضوان قطعی جنتی ہیں۔	ان کا قطعی جنتی ہونا بھی نصوص سے ثابت اور کتب میں مصرح ہے۔
۱۴	۱۵	خوش آوازی سے سن کر محبت بھڑکانا مستحسن ہے۔	مستحسن ہے جبکہ مزامیر وغیرہا منکراتِ شرعیہ سے خالی ہو۔	علماء فرماتے ہیں الاطلاق فی محل التقیید غیر سدید (تقیید کے محل میں اطلاق درست نہیں۔ت) خصوصاً جہاں عوام و خواص کالعوام

---

[1] القرآن الکریم ۱۴/ ۲۷

۱۵	۲۲	بصورت انکار صریح مطلقاً کافر ہے۔	فقہاء کے نزدیک مطلقاً کفر ہے۔	اطلاق سے عموم تک پہنچتے ہوں۔ صرف اتنا ہی رہتا کہ جب منکراتِ شرعیہ سے پاک ہو جب بھی سدِ اطلاق کرتا ورنہ خوش آوازی میں غنائے زناں بھی داخل۔ اور بعض متصوفہ زمانہ اس پر عامل۔ متکلمین صرف انکارِ ضروریاتِ دین کو کفر جانتے ہیں وھو الاحوط (اور اسی میں زیادہ احتیاط ہے۔ت) اور انکارِ اجماع میں نزاع طویل ہے۔

"قسم دوم"

۱	۸	تدبیرِ کائنات جزئی وکلی اسی کی ذات سے مختص۔	باختیارِ خود تدبیرِ کائنات الخ	اس کے دو محمل تھے تخصیص تعمیم وتعمیم تخصیص۔ اول یہ کہ تدبیر کا ہر فردِ کائنات کو عام وشامل ہونا مختص بحضرت الوہیت ہے۔ دوم یہ کہ کسی فرد میں کیسی ہی تدبیر مطلقاً مختص بذاتِ احدیت ہے۔ اول پر غیرِ خدا سے سلبِ عموم ہوگا اور ثانی پر عمومِ سلب۔ ثانی میں جب تک بالاستقلال یا باختیارِ خود کی قید نہ لگائیں عین مسلکِ وہابیت ومخالفِ کریمہ فالمدبرٰت امرًا[1] (پھر کام کی تدبیر کریں۔ت) وغیرہا نصوصِ قاطعہ ہے، بلکہ اہلِ حقیقت کے نزدیک اول بھی کہ حقیقتِ محمدیہ علٰی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیہ مدبرۃ الکل ہے بالخلافۃ المطلقۃ عن حضرۃ الاحدیۃ (بارگاہِ احدیت سے خلافتِ مطلقہ کے سبب سے۔ت) تو اس قید کا ترک وہابیہ کو گنجائش دے گا۔

---

[1] القرآن الکریم ۷۹/۵

٢	١٠	ذاتِ حق ان سے منزہ ہے۔	ذاتِ حق پر سب محال بالذات ہیں۔	لفظ تنزیہہ استحالہ ذاتیہ کی تعیین نہیں کرتا۔ اور بعدِ گزارش پھر وہی نگارش معلوم نہیں کس بنا پر ہے۔ کیا جہل وکذب وغیرہ وغیرہ میں کوئی عیب باری عزوجل کے لئے ممکن ہے یا اس زمانہ فتن میں کہ امکانِ کذب پر مکذبین جان دیتے ہیں۔ تصریحِ استحالہ سے پہلوتہی چاہئے۔
٥	٢١	ان میں باتباعِ سلف جو وجوہ مباح تعظیم مروجہ ہر ملک ہوں۔	مسلمانوں میں جو الخ	کلام قابلِ تاویل ضرور تھا کہ غیر محل منع میں اطلاق تجویز ہی اتباعِ سلف ہے مگر وہابیہ کے لئے گنجائش تھی کہ فلاں فلاں امور سلف میں کب تھے، تو ان میں اتباعِ سلف کہاں!
١٠	٣	عامۃ الناس احکام غیر منصوصہ میں تقلید پر مامور ہیں	عامۃ الناس احکام غیر منصوصہ قطعیہ میں الخ	غیر مقلد کہہ سکتے ہیں کہ رفع یدین وقراءت خلف الامام وجہر بآمین وامثالہا سب منصوصہ ہیں تو ائمہ مجتہدین کی تقلید نہیں۔ یہ وہی بات تو ہے کہ حدیث کے ہوتے ہوئے قولِ امام کی کیا حاجت!
١٦	١٤	قوائے انسانیہ کو ملائکہ قوت نظریہ کو جبرئیل ماننا خلاف نص و اجماع ہے۔	خلاف نص و اجماع اور کفر قطعی ہے کہ ضروریاتِ دین کا انکار ہے۔	اس اضافہ کے اسقاط میں مصلحت سمجھ میں نہ آئی کیا یہ کفر قطعی نہیں۔ کیا یہ انکارِ ضروریاتِ دین نہیں، یا کافر کو کافر کہنا خلافِ تہذیب ہے؟
١٦	٧	بعدِ بعثتِ اقدس بعثتِ نبی کا قائل ہونا کفر ہے۔	بعدِ بعثتِ اقدس بعثتِ نبی کو جائز ماننا یا اس کو ختمِ نبوت میں مخل نہ جاننا کفر ہے۔	اس سے عدول کی مصلحت بھی مفہوم نہ ہوئی۔ کیا صرف قائل ہونا کفر ہے جائز ماننا کفر نہیں؟ یا اسے ختمِ نبوت میں مخل نہ جاننا کفر نہیں؟ یا کفار کی رعایت کرنی چاہئے۔ واغلظ علیہم[1] اور

[1] القرآن الکریم ٩/٧٣ و ٦٦/٩

ولیجدوا فیکم غلظة[1] اور لتبیننه للناس و لاتکتمونه[2] اور لا یخافون لومة لائم[3] اور کونوا قوامین بالقسط شهداء لله ولو علیٰ انفسکم[4] اور لا تاخذکم بهما رافة فی دین الله[5] وغیرہا آیات کا حکم ؟ اور اس پر عمل فرض قطعی ہے یا نہیں ؟			

عرضِ اخیر

خوں شدم ز اندیشۂ انجام ایں معیارِ حق   کایں ہمہ اصلاحہا گرہست حاصل شد چہ شد

ہر کہ چوں من آزماید روشناسہ ہمچو من   ورنہ گر ابلیس آدم رفتے شامل شد چہ شد

(اس معیارِ حق کے انجام کے اندیشہ سے میں خون ہوگیا ہوں۔ یہ تمام اصلاحات اگر حاصل ہوگئیں تو کیا ہوا، جو میری طرح آزمائے وہ میری طرح آشنا ہوگا، ورنہ اگر ابلیس انسانی شکل اختیار کرکے شامل ہوگیا تو کیا ہوا۔ ت)

من جرّب بتجربتی عرف معرفتی۔   جس نے میری طرح آزمایا وہ میری طرح جان لے گا۔

مولانا! اس مسودہ سے بعض عقائدِ اہلسنت پر عوام کو صرف اطلاع دینا مقصود نہیں بلکہ ایک معیارِ سنّیت قائم فرمانا ہے کہ جو اس پر تصدیق کردے ہمارا ہے ؎

چشم و دل را از دست نورِ سرور

(اس سے آنکھ اور دل کو خوشی کا نور حاصل ہوگا۔ ت)

اور جو نہ مانے بیگانہ ہے ؎

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۲۳   [2] القرآن الکریم ۳/ ۱۸۷
[3] 〃 〃 ۵/ ۵۴   [4] 〃 〃 ۴/ ۱۳۵
[5] 〃 〃 ۲۴/ ۲

سایہ اش دُور باد از ما دُور

(اس کا سایہ ہم سے دُور ہے ۔ ت)

مگر بہ ہزار افسوس یہ گزارش کہ یہ غرض اس مسودہ سے ہرگز حاصل نہیں ہوسکتی جب تک وہ ضلالتیں کہ آج کل مدعیانِ اسلام بلکہ مدعیانِ سنیت میں پھیلی ہوئی ہیں، تصریحًا ان کا ذکر اور ان سے تبریہ نہ ہو۔

مولانا! مجھے تجربہ ہوا ہے، ایک دو نہیں صدہا ایسے ابلیس آدم رُو ملیں گے کہ ان مسائل پر دستخط کردیں گے، اور وہ نہ صرف سنیت بلکہ اسلام کے کٹر دشمن اور آپ کے جرگہ حق میں شامل ہوکر آپ کے مذہب کے بیخ کن ہونگے۔ اسی لئے تو ائمہ کرام نے ایسوں کے اسلام کو کلمہ شہادت ہرگز کافی نہ جانا جب تک اپنے مسلک خبیثہ سے صراحۃً برارت نہ کریں۔ جامع الفصولین و وجیز کردری و بحرالرائق و دُرِمختار وغیرہا میں ہے:

ولواتی بھما (ای بالشھادتین) علٰی وجہ العادۃ لم ینفعہ مالم یتبرأ [1]	عادۃً کلمہ شہادت کا پڑھنا گمراہ کو مفید نہیں جب تک وُہ اپنی ضلالتوں سے برارت نہ کرے۔

چند سال ہوئے ایک مولوی صاحب، شاہ صاحب، واعظ صاحب نے فقیر سے اپنی سنیت کی سند تحریری مانگی۔ فقیر نے انھیں لکھا: حضرت! تصریح نفی فتن دارہ چاہیے۔

الم احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا وھم لایفتنون [2]	کیا لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اٰمنا کہنے سے چھٹی مل جائے گی اور وہ آزمائے نہ جائیں گے۔

پھر امور عشرین لکھ کر بھیجے، انھوں نے بے تکلف دستخط فرما دیئے، فقیر نے سندِ سنیت انھیں بھیج دی۔ وہ امور بعض اضافاتِ جدیدہ (کہ ان برسوں میں ان کی حاجت ہُوئی کہ فتن روزانہ متجدد ہیں) عرض کروں انھیں غور فرمائیں۔ انجمن اگر ان کی اشاعت پسند فرمائے اور ان پر بلادغدغہ تصدیق کو معیارِ سنت ٹھہرائے تو ان شاء اللہ العزیز یہی کافی ووافی ہے زیادہ کی ضرورت نہیں، اور یہ نہ ہوں تو شرح عقائد ومقاصد ومواقف کے ترجمے چھاپ کر اس پر دستخط لیجئے ہرگز کفایت نہیں ـــــ مولانا! بحمداللہ میں نے

---

[1] درمختار کتاب الجہاد باب المرتد مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

[2] القرآن الکریم ۲۹/ ۲

آپ کے رنگِ تحریر سے سمجھا کہ آپ صاف گو ہیں اور امرِ حق میں اسی کو پسند فرماتے ہیں اور الحق کو یہی پسند حق ہے:

فاصدع بما تؤمر و اعرض عن المشرکین [1]	جس کا حکم دیا گیا وہ علی الاعلان فرمادیں اور مشرکین سے اعراض فرمائیں۔

بحمدہٖ سبحنہٗ یہی طریقہ فقیر کا ہے ؎

فاش میگویم واز گفتہ خود دلشادم | بندۂ عشقم واز ہر دو جہاں آزادم

(میں کھلی بات کرتا ہوں اور اپنے کئے ہوئے پر میرا دل خوش ہے۔ میں عشق کا غلام ہوں اور دونوں جہاں سے آزاد ہوں۔ ت)

اب یہاں پانچ صورتیں ہیں:

(ا) اقوالِ ضلال کے قائلین اور کتب کی صریح تصریح

(ب) صرف نام کتب

(ج) متن میں صرف اقوال، اور حاشیہ پر نامِ قائل وکتاب

(د) حاشیہ پر صرف نامِ کتاب

(ہ) مجرد اقوال بے اشعار نامِ قائل وکتاب

حاش للہ! طریقۂ خامسہ میں کفایت نہیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے متعدد بار متعدد شہروں میں وہ دیکھے ہیں کہ ان عبارات کی نسبت ان سے سوال ہوا، صاف صاف حکم کفر وضلال لکھ دیا۔ جب کہا گیا کہ یہ قول فلاں شخص یا فلاں کتاب کا ہے، فوراً پلٹ گئے کہ ان کو تو ہرگز نہ کہوں گا۔

مولانا! آج کل تو یہ حالتِ ایمان رہ گئی ہے، اللہ ورسول کو گالی دینا ضرور کفر ہے مگر زید گالی دے تو معاف ہے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ بہرحال میں یہاں طریق اوسط اختیار کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ مبارک انجمن کون سا پسند فرماتی ہے وحسبنا اللہ ونعم الوکیل (اور اللہ تعالٰی ہمیں کافی ہے اور کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ ت)

میں نے قصد کیا تھا کہ امورِ عشرین سے وہ باتیں کہ مسودہ میں آگئی ہیں ساقط اور بعض جدید اضافہ کروں۔ اب یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ وہ تمام پہلے سے نفیس تر پیرایہ میں مع زیاداتِ کثیرہ جلیلہ

---

[1] القرآن الکریم ۱۵/ ۹۴

جزئیہ ذکر کروں کہ انجمن پسند فرمائے تو یہی بس ہے ورنہ یادگار رہے گی۔ اور حق سبحانہ و تعالیٰ جس کے لئے چاہے گا کام دے گی و باللہ التوفیق۔

یہاں اسے لکھنا چاہا تھا مگر بفضلہ تعالیٰ ایک کافی وافی نفیس مستقل رسالہ ہوگیا جس کا نام "نور الفرقان بین جند الالٰہ واحباب الشیطٰن" رکھا گیا۔ بعد تبییض ان شاء اللہ العزیز اگر انجمن مبارک کی خواہش ہوئی جداگانہ مرسل ہوگا، وللہ الحمد۔

(۸ و ۹) کے جوابات اس فہرست سے واضح ہوں گے جسے لکھنے کے لئے فقیر نے ابو العلاء امجد علی صاحب سے گزارش کردی ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ اسی نیاز نامہ کے ساتھ مرسل ہوگی۔ وہ امور کہ بعض جواباتِ سابقہ میں گزرے ضرور ملحوظِ خاطر رہیں۔

(۱۰) تلک عشرۃ کاملۃ (یہ پورے دس ہوئے۔ ت) اللہ عزوجل انجمن کو مبارک تر کرے اور اہلِ سنّت کو اس سے نفع عظیم پہنچائے۔ کئی سال سے بحمدہ تعالیٰ فقیر اسے خالص انجمن اہل سنت وجماعت سمجھتا ہے۔ اور بفضلہ تعالیٰ کوئی امر قابلِ شکایت معلوم نہ ہوا، مگر مولانا اس فقیر حقیر کے ذمہ کاموں کی بے انتہا کثرت ہے، اور اس پر نقاہت و ضعفِ قوت، اور اس پر محض تنہائی و وحدت، ایسے امور ہیں کہ فقیر کو دوسرے کام کی طرف متوجہ ہونے سے مجبورانہ باز رکھتے ہیں۔ خود اپنے مدرسہ میں قدم رکھنے تک کی فرصت نہیں ملتی۔ یہ خدمت کہ فقیر سراپا تقصیر سے میرے مولائے اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محض اپنے کرم سے لے رہے ہیں، اہل سنت و مذہب اہلِ سنت ہی کی خدمت ہے۔ جو صاحب چاہیں جتنے دن چاہیں فقیر کے یہاں اقامت فرمائیں۔ مہینہ دو مہینہ سال دو سال۔ اور فقیر کا جو منٹ خالی دیکھیں یا جس وقت فقیر کو کوئی ذاتی کام کرتے دیکھیں، اسی وقت مواخذہ فرمائیں کہ تو اتنی دیر میں دوسرا کام کرسکتا تھا۔ اور جب بحمدہٖ تعالیٰ سارا وقت آپ ہی کے مذہب کی خدمت گاری میں گزرتا ہے تو اب یہ کام اگر فضول یا دوسرا اس سے اہم ہو تو مجھے ہدایت فرمائی جائے، ورنہ فقیر کا عذر قابلِ قبول ہے۔[1]

مولوی سید دیدار علی صاحب و مولوی ابو الفرح عبد الحمید صاحب نے فقیر سے ایک انجمن قائم کرکے اس کی خدمات انجام دینے کو فرمایا۔ فقیر نے گزارش کی کہ جو کام اللہ عزوجل یہاں سے لے رہا ہے ضروری ہے یا نہیں؟ فرمایا: سخت ضروری۔ فقیر نے عرض کی، دوسرے کوئی صاحب

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۶

اس پر مقرر فرمادیجئے اور مجھ سے کوئی اور خدمتِ اہلِ سنت لیجئے۔ فرمایا: نہ دوسرا کوئی اسے کرسکتا ہے نہ دس آدمی مل کر انجام دے سکتے ہیں۔ فقیر نے گزارش کی پھر عذر واضح ہے۔

غرض انجمنِ اہلِ سنت جو اہم مقاصد چاہے ان میں سے ایک میرے مقدور بھر بالفعل موجود ہے تو اسی کو خدمتِ انجمن تصور فرمائیں، میں جہاں ہوں اور جس حال میں ہوں مذہبِ اہلِ سنت کا ادنیٰ خدمت گار اور اپنے سُنّی بھائیوں کا خیرخواہ ہوں۔ البتہ وجوہِ مذکورہ بالا سے نہ کہیں آنے جانے کی فرصت نہ طاقت، نہ اپنا کام چھوڑ کر دوسرا کام لینے کی لیاقت۔

وحسبنا اللہ ونعم الوکیل، و اللہ یقول الحق ویھدی السبیل۔

اللہ تعالٰی ہمیں کافی ہے اور کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ اللہ تعالٰی حق فرماتا ہے اور سیدھی راہ کی ہدایت عطا فرماتا ہے۔ (ت)

اس نیاز نامہ میں جو امور معروض ہُوئے ہیں، جہاں کہیں مشورہ خیر ہو ضرور مطلع فرمائیں۔ فقیر کی کیا حاجت ہے۔ امیرالمؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے زمانۂ خلافتِ راشدہ میں فرماتے:

لاخیر فیکم مالم تقولوا ولاخیر فی مالم اسمع[1]

تم مشورۂ خیر نہ دو تو تم میں بھلائی نہیں اور میں اس کو نہ سُنوں تو مجھ میں بھلائی نہیں۔

وفقنا اللہ تعالٰی وایاکم وسائر اخوانہ لکل خیر وحفظنا وایاکم من کل شر، وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا و مولانا محمد وٰالہ وصحبہ و ابنہ وحزبہ اجمعین وبارک وسلم اٰمین!

اللہ تعالٰی ہمیں، تمہیں اور ہمارے تمام بھائیوں کو ہر خیر کی توفیق عطا فرمائے اور ہر شر سے محفوظ رکھے۔ اللہ تعالٰی ہمارے آقا و مولٰی محمد مصطفٰی، آپ کی آل، اصحاب، اولاد اور تمام امت پر درود وسلام اور برکت نازل فرمائے۔ آمین! (ت)

۲۷ جمادی الاُخرٰی ۱۳۳۰ھ

---

[1]

اُمورِ عشرین در امتیازِ عقائدِ سُنّیین

(سُنّیوں کے عقائد کی پہچان میں بیس ۲۰ امور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب الانس والجنۃ ، والصلوٰۃ والسلام علٰی نبینا العظیم والمنۃ ، المنقذ من النار والمعطی الجنۃ الذی ذکرہ حرز وحبہ جُنّۃ وعلٰی اٰلہ وصحبہ واھل السنّۃ۔

تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو انسانوں اور جنّوں کا رب ہے۔ اور درود وسلام ہو ہمارے عظمت واحسان والے نبی پر جو جہنّم سے بچانے اور جنّت عطا فرمانے والا ہے، جس کا ذکر حفاظت اور اس کی محبت ڈھال ہے، اور آپ کی آل پر اور صحابہ پر اور اہلسنّت پر۔ (ت)

ماہِ رمضان المبارک ۱۳۱۸ہجریہ قدسیہ علٰی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ میں فقیر کے پاس سانبھر علاقہ ریاست جے پور (راجستھان) سے ایک خط بایں تلخیص آیا:

نقل نامہ حافظ محمد عثمان صاحب بنام فقیر (مصنّف علیہ الرحمہ)

بخدمت فیض درجت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی محدّث و امام اہل سنت وجماعت

بعد سلام سنّت الاسلام کے عرض خدمت ہے کہ دریں ولا ہمارے ملک مارواڑ (راجستھان) کی بڑی خوش قسمتی ہے کہ آج کل یہاں سانبھر میں جناب مولانا مولوی احمد علی شاہ صاحب حنفی نقشبندی اویسی

تشریف لائے ہیں، ہم لوگ آپ کی تصنیفاتِ گوناگوں سے مستفیض ہو چکے تھے، اب خوش بیانی، اثرِ نہانی و توجہ قلبی سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔ غیر مقلدین و دیگر عقائدِ باطلہ والے توبہ کرکے وعظ سے اُٹھتے ہیں کوئی وعظ ایسا نہیں ہوتا جس میں آپ ندوہ (یعنی صلح کلی الحاد) کی برائی بیان نہ کرتے ہوں، یہاں کے لوگ ندوے کے بڑے ثنا خواں تھے اب ایسے متنفر ہو گئے ہیں جیسے کسی خبیث (جن) سے کوئی متنفر ہوتا ہے۔ ایک مولوی ندوی بھی یہاں آگیا ہے وہ کہتا ہے اگر مولوی احمد علی شاہ صاحب مخالف ہیں تو خود جاہل و بد دین ہیں۔ چند لوگ اس کے کہنے سے بہک گئے، وہ کہتے ہیں اگر مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی دربارۂ مولوی احمد علی شاہ صاحب لکھ دیں تو ہم ان کی بات سنیں گے اور اپنے خیالات سے توبہ کریں گے۔ لہٰذا عرض خدمت ہے کہ مولوی احمد علی شاہ صاحب آپ کے علم میں جیسے ہوں تحریر فرمائیے، آپ کی یہ تحریر سرکشوں کے لئے بہت مفید ہو گی۔ العبد محمد عثمان

(سیدنا امام اہلِ سنت اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں) فقیر کو اس سے پہلے مولانا موصوف سے تعرف تفصیلی نہ تھا اور امرِ شہادت خصوصاً دربارۂ عقائد اہم و اعظم۔ لہٰذا جواب میں یہ خط ارسال فرمایا:
(مکتوبِ اعلیٰحضرت):

نامۂ فقیر (مصنّف علیہ الرحمہ) بنام حافظ (محمد عثمان) صاحب

بملاحظہ کرم فرما حافظ محمد عثمان صاحب زید لطفہم، السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

لطف نامہ آیا، ممنون یاد آوری فرمایا، مولوی احمد علی شاہ صاحب نے غریب خانہ پر کرم فرمایا تھا پہلی ملاقات تھی، بعدہٗ جلسۂ عظیم آباد (پٹنہ بہار) میں نیاز حاصل ہوا، وہ اس سے بھی مجمل تھا کہ سوائے سلام و مصافحہ کے کسی مکالمہ کی نوبت نہ آئی۔ امرِ شہادت عظیم ہے، میں معاذ اللہ کوئی سوءِ ظن نہیں کرتا بلکہ مولانا موصوف کے جن فضائل کو اب اجمالاً و سماعاً (بذریعہ حافظ مذکور) جانتا ہوں تفصیلاً و عیاناً جان لوں۔ مولانا کی حق پسندی سے امید ہے کہ فقیر کی اس عرض پر کمالِ خوش و مسرور۔ آجکل غیر مقلدین یا ندوے ہی کا فتنہ ہندوستان میں ساری نہیں بلکہ معاذ اللہ صدہا آفتیں ہیں۔ فقیر چند امور حاضر کرتا ہے مولانا موصوف ان پر اپنی تصدیق کافی و وافی جس سے بکشادہ پیشانی تسلیم کامل روشن طور پر ثابت ہو تحریر فرما کر اپنی مہر سے مزین فرما کر فقیر کے پاس روانہ کر دیں۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

از بریلی ۲۷ رمضان مبارک ۱۳۱۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امورِ عشرین تصدیق طلب از جناب مولانا مولوی احمد علی شاہ صاحب مرزاپوری

(۱) سید احمد خاں علی گڑھی اور اس کے متبعین سب کفار ہیں۔

(۲) رافضی کہ قرآن عظیم کو ناقص کہے یا مولٰی علی کرم اللہ وجہہ یا کسی غیر نبی کو انبیاء سابقین علیہم السلام میں سے کسی سے افضل بتائے کافر و مرتد ہے۔

(۳) رافضی تبرائی فقہائے کے نزدیک کافر ہے اور اس کے گمراہ، بدعتی، جہنمی ہونے پر اجماع ہے۔

(۴) جو مولٰی علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما پر قربِ الٰہی میں تفضیل دے وہ گمراہ مخالفِ سنّت ہے۔

(۵) جنگِ جمل و صفین میں حق بدست حق پرست امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ تھا مگر حضرات صحابہ کرام مخالفین کی خطا خطائے اجتہادی تھی جس کی وجہ سے ان پر طعن سخت حرام، انکی نسبت کوئی کلمہ اس سے زائد گستاخی کا نکالنا بیشک رفض ہے اور خروج از دائرۂ اہلسنت۔ جو کسی صحابی کی شان میں کلمۂ طعن و توہین کہے، انھیں بُرا جانے، فاسق مانے، ان میں سے کسی سے بغض رکھے مطلقاً رافضی ہے۔

(۶) صدہا سال سے درجہ اجتہاد مطلق تک کوئی واصل نہیں ہے بے وصول درجۂ اجتہاد تقلید فرض، غیر مقلدین گمراہ بددین ہیں۔

(۷) اہلسنت صدہا سال سے چار گروہ میں منحصر ہیں جو ان سے خارج ہے بدعتی ناری ہے۔

(۸) وہابیہ کا معلّم اوّل ابن عبدالوہاب نجدی اور معلّم ثانی اسمٰعیل دہلوی مصنف تقویۃ الایمان، دونوں سخت گمراہ بددین تھے۔

(۹) تقویۃ الایمان و صراطِ مستقیم و رسالہ یکروزی و تنویر العینین تصانیف اسمٰعیل دہلوی صریح ضلالتوں، گمراہیوں اور کلماتِ کفریہ پر مشتمل ہیں۔

(۱۰) مائۃ مسائل مولوی اسحٰق دہلوی غلط و مردود مسائل و مخالفاتِ اہلِ سنّت و مخالفاتِ جمہور سے پُر ہیں۔

(۱۱) انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء قدست اسرارہم سے استمداد و استعانت اور انھیں وقتِ حاجت توسل و استمداد کے لئے ندا کرنا یا رسول اللہ، یا علی،

یا شیخ عبد القادر الجیلانی کہنا اور انھیں واسطۂ فیضِ الٰہی جاننا ضرور حق و جائز ہے۔

(۱۲) عالم میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء قُدِّسَتْ اَسْرَارُھُمْ کا تصرف حیاتِ دنیوی میں اور بعد وصال بھی بعطائے الٰہی جاری اور قیامت تک اُن کا دریائے فیض موجزن رہے گا۔

(۱۳) عام اموات احیاء کو دیکھتے، ان کا کلام سُنتے سمجھتے ہیں، سماعِ موتیٰ حق ہے، پھر اولیاء کی شان تو ارفع و اعلیٰ ہے۔

(۱۴) اللہ عزوجل نے روزِ اول سے قیامت تک کے تمام ماکان و مایکون ایک ایک ذرّے کا حال اپنے حبیب اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو بتا دیا حضور کا علم ان تمام غیبوں کو محیط ہے۔

(۱۵) امکانِ کذبِ الٰہی جیسا کہ اسمٰعیل دہلوی نے رسالہ یکروزی اور اب گنگوہی نے براہینِ قاطعہ میں مانا صریح ضلالت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کذب قطعًا اجماعًا محال بالذات ہے مسئلہ خلفِ وعید کو ان کے اس ناپاک خیال سے اصلاً علاقہ نہیں۔

(۱۶) شیطان کے علم کو معاذ اللہ حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے علم سے زائد وسیع تر ماننا جیسا کہ براہین قاطعہ گنگوہی میں ہے صریح ضلالت و توہین حضرت رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ ہے۔

(۱۷) مجلس میلاد مبارک اور اس میں قیام تعظیمی جس طرح صدہا سال سے حرمین محترمین میں شائع و ذائع ہے جائز ہے۔

(۱۸) گیارھویں شریف کی نیاز اور اموات کی فاتحہ اور عرسِ اولیاء کہ مزامیر وغیرہا منکرات سے خالی ہو سب جائز ومندوب ہے۔

(۱۹) شریعت و طریقت دو متبائن نہیں ہیں، بے اتباعِ شرع وصول الی اللہ ناممکن، کوئی کیسے ہی مرتبہ عالیہ تک پہنچے جب تک عقل باقی ہے احکامِ الٰہیہ اس پر سے ساقط نہیں ہو سکتے۔ جھوٹے متصوف کہ مخالفتِ شرع میں اپنا کمال سمجھتے ہیں سب گمراہ مسخرگانِ شیطان ہیں۔ وحدتِ وجود حق ہے اور حلول و اتحاد کہ آجکل کے بعض متصوفہ (بناوٹی صوفی) بکتے ہیں صریح کفر ہے۔

(۲۰) ندوہ سرمایۂ ضلالت و مجموعۂ بدعات ہے، گمراہوں سے میل جول اتحاد حرام ہے، ان کی تعظیم موجبِ غضبِ الٰہی، اور ان کے رُد کا انسداد لعنتِ الٰہی کی طرف بلانا، انھیں دینی مجلس کا رکن بنانا دین کو ڈھانا ہے۔ ندوہ کے لیکچروں اور روئیداد میں وہ باتیں بھری ہیں جن سے اللہ و رسول بیزار و بری ہیں جل جلالہ، وصلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ سب بدمذہبوں و گمراہوں

سے پناہ دے اور سنتِ حقہ خالص پر ثابت قدم رکھے۔

حضرت فاضل بریلوی مدظلہ العالی کے ان امورِ مقررۂ مذکورہ کی تصدیق جناب مولانا شاہ احمد علی صاحب مرزاپوری نے فرمائی اور یہ عبارت لکھی:

"امورِ عشرین مندرجہ بالا بہت درست و ٹھیک ہیں۔ وحدتِ وجود حق ہے مگر اس میں بحث و مباحثہ فقیر کے نزدیک خوب نہیں، یہ امور کشفیہ سے ہیں اور متعلق بکیفیت ایسے امور کو اولیاء اللہ ہی خوب سمجھے ہوئے ہیں۔ چونکہ فقیر کے پاس مُہر نہیں لہذا دستخط ہی پر اکتفا کیا۔"

۲ شوال ۱۳۱۸ھ روز چہار شنبہ

پھر امام اہلسنت فاضل بریلوی مدظلہم نے یہ تحریر فرماکر اپنے دستخط اور مہر ثبت فرمائی:

"آج کل بہت لوگ ادعائے سنیت کرتے اور عوام بیچارے دھوکے میں پڑتے ہیں، بعض مصلحتِ وقت کے لئے زبان سے کچھ کہہ جاتے اور موقعہ پاکر پھر پلٹا کھاتے ہیں اکثر جگہ امتحان کے لئے ان شاء اللہ العزیز یہ امورِ عشرین بطورِ نمونہ کافی ہیں جو لعونہ تعالٰی واقعی سنیت پر سچا قائم ہے بے تکلف دستخط کردے گا ورنہ پانی مرنا آپ ہی نشیبِ ضلالت کی خبر دے گا۔

ومن نکث فانما ینکث علٰی نفسہٖ [1] ومن ینقلب علٰی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئًا [2] ومن یتول فان اللہ ھو الغنی الحمید [3] والحمد للہ رب العٰلمین۔	اور جس نے عہد توڑا اس عہد توڑنے کا وبال اسی پر پڑے گا۔ اور جو الٹے پاؤں پھرے گا اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا۔ اور جو منہ پھیرے تو بے شک اللہ ہی بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا۔ اور سب تعریفیں رب العالمین کے لئے ہیں۔ (ت)

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا بریلوی عفی عنہ
بمحمدن المصطفٰی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] القرآن الکریم ۴۸/ ۱۰
[2] القرآن الکریم ۳/ ۱۴۴
[3] القرآن الکریم ۵۷/ ۲۴

مسئلہ ۱۸۰: از ضلع میرٹھ مسئولہ محمد فضل الرحمٰن صاحب ۲۴ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

ایک قطعہ اشتہار "پروانہ خداوندی" مجھے اس قصبہ میں دستیاب ہوا ہے، لہذا ارسال بحضور ہے۔ امید کہ مفصل مطلع فرمایا جائے کہ یہ اشتہار کہاں تک صحیح ہے۔

"پروانہ خداوندی"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، صلی اللہ علٰی سیدنا محمد وعلٰی آلہ واصحابہ وسلم۔ یہ وصیت حضرت جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے شیخ احمد خادم روضۃ النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ہے کہ جمعہ کی رات کو خواب میں قرآن شریف کی تلاوت فرماتے ہوئے دیکھا اور فرمایا: اے شیخ احمد! یہ دوسری وصیت تیری طرف ہے علاوہ اس پہلی وصیت کے، وہ یہ ہے کہ تم جملہ مسلمین کو رب العالمین کی طرف سے خبر کر دو کہ میں ان کے بابت ان کے کثرت گناہ و معاصی کے سخت بیزار ہوں۔ جس کا سبب یہ ہے کہ ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک (کلمہ گو) نوّے ہزار اموات ہوئی ہیں جن میں ستّر ہزار اسلام باقی تمام غیر اسلام یعنی کفر پر مرے ہیں۔ جس وقت ملائکہ نے یہ بات سُنی تو انھوں نے کہا: یا محمد! آپ کی امت گناہوں کی طرف بہت مائل ہوگئی ہے کہ انھوں نے اللہ تعالٰی کی عبادت چھوڑ دی ہے۔ پس اللہ تعالٰی نے ان کی صورتوں کی تبدیلی کا حکم فرمادیا۔ پھر حضرت رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اے رب! ان پر تھوڑا صبر کر اور ان کو مہلت دے جب تک یہ خبر میں ان کو پہنچادوں، پس اگر وہ تائب نہ ہوئے تو حکم تیرے ہاتھ میں ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ دائمی گناہوں، کبیرہ گناہوں، زناکاری، کم تولنے، کم میزان رکھنے، سُود کھانے، شراب کے پینے کی طرف بہت مائل ہوگئے ہیں۔ اور فقراء و مساکین کو خیرات نہیں دیتے۔ اور دنیا کی محبت آخرت کی نسبت زیادہ کرتے ہیں اور نماز کو ترک کربیٹھے ہیں اور زکوٰۃ نہیں دیتے پس اے شیخ احمد! تو ان کو اس بات کی خبر دے، ان کو کہو کہ قیامت قریب ہے اور وہ وقت قریب ہے کہ آفتاب مغرب سے طلوع کرے ان شاء اللہ تعالٰی، اور ہم نے اس سے پہلے بھی وصیت پہنچائی تھی لیکن یہ لوگ نافرمانی اور غرور میں زیادہ دلیر ہوگئے۔ اور یہ آخری وصیت ہے۔ شیخ احمد خادم حجرہ شریف نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کہ جو کوئی اس کو پڑھے اور اس کی نقل کرکے ایک شہر سے دوسرے شہر تک پہنچائے وہ جنت میں میرا رفیق ہوگا اور اس کی میں شفاعت کروں گا دن قیامت کے، اور جو اس کو پڑھے اور اس کی نقل نہ کرے وہ قیامت کو میرا دشمن ہوگا۔ اور کہا شیخ احمد نے میں اللہ سبحانہ وتعالٰی کی تین مرتبہ قسم کھاتا ہوں کہ یہ بالکل سچی بات ہے اور

میں اس میں جھوٹا ہوں تو خدا مجھ کو دُنیا سے کافر کرکے نکالے۔ اور جو اس کی تصدیق کرے گا وہ دوزخ کی آگ سے نجات پائے گا صلی اللہ علٰی سیدنا محمد وعلٰی اٰلہ واصحابہ وسلم۔

الجواب

جن باتوں کی اس میں ہدایت ہے وہ باتیں اچھی ہیں، ان کے احکام قرآن وحدیث میں موجود ہیں، ان پر عمل ضرور ہے۔ باقی یہ تمہید جو اشتہار میں لکھی گئی ہے بے اصل ہے۔ بارہا اس قسم کے اشتہار شائع ہوئے ہیں، کسی میں خادمِ روضۂ انور کا نام صالح ہے، کسی میں شیخ احمد ہے۔ اور ایسے ہی بے باکی کے کلمات لکھے ہیں کہ اتنے مسلمان مرے ان میں سے صرف اتنے ایمان کے ساتھ گئے اور باقی معاذ اللہ بے ایمان مرے۔ اس اشتہار میں تو اتنی رعایت ہے کہ نوّے ہزار اموات میں صرف بیس ہزار معاذ اللہ کافر رکھے ہیں اور اشتہاروں میں تو گنتی کے مسلمان رکھے۔ رب عزوجل سے جو حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عرض نسبت کی ہے کس قدر بے معنی ہے۔ نسأل اللہ العفو والعافیۃ (ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور سلامتی کے طلبگار رہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۱

۱۷ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک جاہل نے کوئی گناہ کیا جس کو قطعی نہ جانتا تھا کہ حلال ہے یا حرام۔ اور اسی یا دوسرے گناہ کو عالم نے کیا تو ان دونوں کے لئے ازجانبِ شریعت حکم مختلف ہے یا نہیں؟ اور اگر مختلف ہے تو کیوں؟ اور اگر مختلف نہیں ہے تو کیوں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ذنب العالم ذنب واحد وذنب الجاھل ذنبان[1]، قیل ولم یارسول اللہ، قال العالم یعذب علٰی رکوبہ الذنب والجاھل یعذب علٰی رکوبہ الذنب وترك التعلم[2]

عالم کا گناہ ایک گناہ ہے اور جاہل کا گناہ دوہرا گناہ۔ عرض کی: یارسول اللہ! یہ کس لئے؟ فرمایا: عالم پر گناہ کرنے کا عذاب ہے اور جاہل پر ایک عذاب گناہ کرنے کا ہے اور ایک علم نہ سیکھنے کا۔

---

[1] الجامع الصغیر حدیث ۴۳۳۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۲۶۴

[2] فیض القدیر تحت حدیث ۴۳۳۵ دار المعرفۃ بیروت ۳/۵۶۵

مسئلہ ۱۸۲: از مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ سرکار کلاں مرسلہ سید محمد میاں صاحب دامت برکاتہم
۲۴ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ دو شنبہ

مولانا المعظم ذو المجد والکرم معظم ومکرم دام مجدہم۔ پس از سلام مسنون عارض خدمت ہوں۔ بفضلہ تعالٰی جناب کی صحت وعافیت کا مستدعی بخیر ہوں۔ میں نے جناب سے سید ظہور حیدر صاحب مرحوم کے لئے جو ان کے نام سے ایک عدد کم کرکے تاریخ وفات ان کی کردینے کو کہہ آیا تھا اور جناب نے وعدہ فرمایا تھا۔ اب اگر ہوگئی ہو تو روانہ فرمائیں۔ تقریظات الحدوث والقدوم اور التناسخ بھی روانہ ہوں جو بدایونی رسائل ہیں۔ اور اگر کوئی جدید رسالہ مبحث اذان میں شائع ہوا ہو تو روانہ ہو۔ کنز الآخرۃ جو چودھری صاحب سہاروی کی ہے وہ جدید الطبع سُنا ہے کہ جناب کی نظر واصلاح سے بتمامہا گزری ہے، آیا یہ درست ہے؟ اور اس میں جو صفحہ ۷ پر امامت کے مسائل ہیں، قبروں پر چادریں چڑھانے کو بدعت سیئہ کے قسم اعتقادیہ اور باب زیارۃ القبور میں قبروں پر کچھ چڑھانے یا چُومنے کو جو حرام اور بدعت لکھ دیا ہے، آیا یہ بھی جناب کے نزدیک صحیح ہے؟ اس سے مطلع فرمائیے۔ والسلام

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

بشرف ملاحظہ عالیہ حضرت صاحبزادہ والا قدر بالا فخر حضرت جناب مولانا مولوی سید محمد میاں صاحب دامت برکاتہم بعد تسلیم مع التکریم ملتمس، والا حضرت سیدنا شاہ مہدی میاں صاحب قبلہ کے حکم سے ان عظیم بے فرصتیوں میں یہ کتاب فقیر نے بنائی۔ اغلاط شدیدہ کثیرہ عظیمہ شرعیہ کا نکالنا تو لازم و واجب ہی تھا حکم یہ ہوا کہ اشعار کی بھی اصلاح کر۔ جس سے بلا مبالغہ اتنی بڑی کتاب نظم اور اتنے کثیر حواشی از سر نو تصنیف کرنی ہوئی۔ بلکہ تصنیف جدید میں اس کی نصف محنت بھی نہ ہوتی جو اس کے بنانے میں ہوئی۔ طبع اول کے صفحہ ۱۲۳ تک کہ طبع جدید کے صفحہ ۱۳۳ ہے، تمام اصلاحات کی نقل میں نے اپنے پاس رکھی، اور جناب چودھری صاحب کی خدمت میں گزارش کی کہ بعد تبییض یہاں پھر دیکھنے کو بھیج دیا کریں۔ جناب موصوف نے کچھ اجزاء کاپی شدہ دیکھنے کو بھیجے۔ اس کے مطالعہ سے واضح ہوا کہ اصلاح میں شدید تبدیلیں فرمادی ہیں۔ اس کے بعد مجھے چاہئے تھا کہ باقی کتاب واپس کرتا، مگر حکمِ حاکم

سے چارہ نہ تھا۔ باقی کی بھی اسی محنت سے اصلاح کی اور چودھری صاحب سے عرض کر بھیجی کہ اب مبیضہ یہاں بھیجنے کی حاجت نہیں ۔۔۔ یہ مسئلہ چادر وغیرہ کا جو حضرت نے دریافت فرمایا ہے الحمدللہ کہ اسی صفحہ ۱۲۳ پر تھا جسے میں یہ دکھا سکتا ہوں کہ میری اصلاح یہ تھی، اور یہ حضرت خود ملاحظہ فرمالیں گے کہ طبع جدید میں اس کی کیا گت ہوگئی ہے۔

طبع اول کے صفحہ ۵۰ و ۶۰ پر کہ اب صفحہ ۹۲ تا ۹۴ ہے، اس میں یہ شعر "کچھ چڑھانا قبر پہ یا چومنا الخ" کاٹ کر یہ بنایا تھا: ؎

سجدۂ قبر اور طوافِ با خضوع
اُن کے آگے جھکنا تا حدِ رکوع [1]

طبع دوم میں وہی اپنا شعر رہا۔ یہیں میں نے یہ اشعار اضافہ کئے تھے: ؎

اولیاء سے استعانت ہے روا	وُہ وسائل ہیں ترے پیشِ خدا
مُعطی و مالک فقط اللہ ہے	واسطہ اپنا ولی اللہ ہے
ہے توسل کی طلب قرآن میں	وابتغوا آیا ہے اس کی شان میں
دیکھ تفسیرِ عزیزی پارہ عم	لکھتے ہیں یوں شاہ صاحب محترم
اولیاء کرتے ہیں امدادِ بشر	جارحہ ہیں بہرِ امدادِ بشر
اہلِ حاجت ان سے حاجت مانگ کر	اپنی مشکل کرتے ہیں حل سربسر
یہ بھی فرمایا کہ نذرِ اولیاء	ہے تمام امت میں رائج بے خطا
ہے یہ مقصودِ شہِ عبدالعزیز	نذر عرفی ہے، نہ شرعی اے عزیز
تحفہ جو لے جائیں شاہوں کے حضور	نذر کہتے ہیں اسے اہلِ شعور
فرقِ عُرف و شرع سے غافل نہ ہو	کہہ نہ مشرک اہلِ الّا اللہ کو
اُمتِ احمد کو جو مشرک کہے	خود ہے وہ نزدیک شرک و کفر ہے
اور سماع و علمِ موتیٰ مطلقا	اہلِ سنت کا ہے اجماع اے فتی
مُردے مومن ہوں کہ کافر لاکلام	دیکھتے سُنتے سمجھتے ہیں مُدام
اس پہ ناطق ہے تواتر سے حدیث	ہے فنائے رُوح تو قولِ خبیث

---

[1] کنز الآخرۃ

وُہ نہیں سُنتے تو کیوں اُن پر سلام　　کیا شریعت چاہے پتھر سے کلام
عام کے یہ دھڑ نہیں سُنتے ضرور　　ہیں یہی موتٰی یہی مَن فی القبور
یہ بھی جب حق چاہے سُنتے ہیں ندا
کیونکہ انّ اللہ یسمع من یشاء[1]

ملاحظہ ہو طبعِ دوم میں ان کی کیا تبدیلی ہُوئی ہے۔ سب سے زیادہ سخت افسوس مجھے ان اشعار کا ہوا کہ نعت شریف میں میں نے اضافہ کئے تھے وُہ یہ ہیں :

حضرتِ علامِ کُل بے شکّ و ریب　　بخشتا ہے انبیاء کو علمِ غیب
ان کو کرتا ہے مسلط غیب پر　　اوروں کو ان کے توسط سے خبر
ان پہ کر دیتا ہے روشن لاکلام　　ختم تک دُنیا و مافیہا تمام
مصطفٰے کو سب سے بخشا ہے سوا　　مایکون ماکان جس کا جُز ہوا
علم مانے شہ سے شیطاں کا وسیع　　کس سے جُز شیطاں ہو یہ کُفرِ شنیع
علمِ غیب اُن کا سا جو ثابت کرے　　بچّے پاگل جانور کے واسطے
وُہ شقی مرتد عدو اللہ ہے　　کافروں سے بھی سوا گمراہ ہے
جو کریں تنقیصِ شانِ شاہِ دیں　　لعنۃ اللہ علیہم اجمعین
مصطفٰے ہی ہیں قیامت میں شفیع　　ہے اُنھیں کا حصہ یہ شانِ رفیع
فاتحِ بابِ شفاعت ہیں وہی　　کہفِ اربابِ شفاعت ہیں وہی
جو کبائر والے بے توبہ مریں　　وُہ کریم ان کی شفاعت بھی کریں
جو کہے اِس دن کے وہ شافع نہیں　　وُہ ہے گمراہ و خبیث اے اہلِ دیں
فضلہ خوارانِ سگانِ اعتزال　　بکتے ہیں ایسے بداقوالِ ضلال
اُن کی گمراہی سے تم مُنہ موڑنا　　اپنے مولا کا نہ دامن چھوڑنا
وُہ نہ ہوں شافع ہمارے گرمیاں
کتے ہم سوں کا ٹھکانہ پھر کہاں[2]

ملاحظہ ہو کہ اس میں کتنا اور کیا باقی رہا۔ ان تمام اضافات پر حواشی تھے جن میں ہر لفظ کا آفتاب سے

---

[1] و [2] کنز الآخرۃ

زیادہ ثبوت تھا وُہ بھی اکثر حذف ہوگئے۔ اب حضرت اپنی مسئول عبارت ملاحظہ فرمائیں، اشاعتِ اولیٰ میں اس حاشیہ کی عبارت یہ تھی:

ص۵ ہوتی ہے مکروہ الخ یعنی فاسق فاجر اور نابینا اور اہلِ بدعت اور جاہل کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے ولیکن بعض کے پیچھے مکروہِ تحریمہ اور بعض کے پیچھے مکروہِ تنزیہی یعنی اہلِ بدعت اور وُہ جاہل جو قرأت توڑے اور ادھ کٹ حرفوں سے پڑھے، ان کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمہ ہوتی ہے اور نابینا و فاسق کے پیچھے اگر وہ اہلِ بدعت اور جاہل نہ ہوں تو نماز مکروہِ تنزیہہ ہوتی ہے اہلِ بدعت کے پیچھے۔ اس لئے کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من احدث فی امرنا ھذا لیس منه فھو رد۔[1] یعنی جس شخص نے نئی بات نکالی اپنی طرف سے بیچ دین میں ہمارے کے جو کہ کتاب وسنّت سے ثابت نہیں ہے (مراد اس سے بدعت سیئہ ہے) پس وہ شخص یعنی بدعتی مردود ہے۔

اور ایک جگہ فرمایا:

کل بدعة ضلالة۔[2] یعنی ہر بدعت گمراہی کا راستہ ہے۔

پس جو شخص مرتکب ایسی بدعت کا ہو اس کے پیچھے نماز ہرگز نہ پڑھنا چاہئے، اس کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمہ ہوگی۔

واضح ہو کہ قبروں کو سجدہ کرنے والے اور اہلِ قبور سے منّت ماننے والے اور فرقہائے باطلہ مثلِ خوارج وجبریہ وقدریہ کے، اور وُہ ان پڑھ جاہل جو کہ کتاب و سنّت سے بالکل ناواقف وبے بہرہ ہیں اور پھر ترکِ تقلید کرتے ہیں، یہ لوگ اہلِ بدعت ہیں ان کی صحبت سے بچنا چاہئے۔ غرضیکہ جن باتوں پر صحابہ وتابعین و ائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کا اجماع ہوچکا ہے ان کے خلاف عقیدہ رکھنا بھی بدعت ہے۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب الاقضیۃ باب نقض الاحکام الباطلۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۷

[2] صحیح مسلم کتاب الجمعۃ باب تخفیف الصلوٰۃ والخطبۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۸۵
سنن ابن ماجۃ باب اجتناب البدع والجدل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۶

اس فقیر نے یوں بنایا تھا :

۵ ؎ پچھلے دور میں الخ یعنی جاہل اور نابینا اور ولد الزنا اور غلام، فاسق اور اہل بدعت کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے لیکن اگلے چار کے پیچھے مکروہ تنزیہی اور پچھلے دو کے پیچھے مکروہ تحریمی ہوتی ہے جبکہ وہ فاسق معلن ہو یعنی اس کا فسق ظاہر اور مشہور ہو، ورنہ اس کے پیچھے بھی مکروہِ تنزیہی ہوگی۔ اور جبکہ اس مبتدع کی بدعت و بدمذہبی حدِ کفر تک نہ پہنچی ہو، ورنہ اس کے پیچھے باطل محض ہوگی، جیسے آج کل کے روافض و وہابی و نیچری و قادیانی و چکڑالوی کہ اپنے آپ کو اہلِ قرآن کہتے ہیں، اور غیر مقلد۔ حدیث میں فرمایا :

کل بدعة ضلالة ۔ یعنی ہر بدعت گمراہی ہے۔

اور اس سے مراد بدعت سیئہ ہے۔ پس جو شخص مرتکب ایسی بدعت کا ہو اس کے پیچھے نماز ہرگز نہ پڑھنا چاہیے اس کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی ادا ہوگی۔

واضح ہو کہ بدعتِ سیئہ دو قسم ہے : عملی اور اعتقادی۔ عملی جیسے علم، تعزیے اور قبروں کو سجدہ۔ اور اعتقادی جیسے تفضیلیہ و خوارج و جبریہ و قدریہ وغیرہ۔ یہ لوگ اہلِ بدعت ہیں ان کی صحبت سے بچنا چاہیے۔ غرض جن باتوں پر صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کا اجماع ہو چکا ہے اس کے خلاف عقیدہ رکھنا بدعت ہے، پھر ان میں جن کی بدعت حدِ کفر کو نہ پہنچی ہو جیسے تفضیلیہ، اس کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی ہے ورنہ باطل محض ۱۲ منہ

اب اشاعتِ ثانیہ میں جس طرح کر لیا گیا ہے وہ پیشِ نظر ہے۔ اسی طرح بیشمار تبدیلات ہیں، اشعار میں بھی پھر اسی قسم کی اغلاط نے عود کیا ہے صفحہ ۱۲۳ کے بعد کی اصلاحات یہاں نہ رہیں اگر وہ بھی ہوں اور یہ کتاب مطابقِ اصلاحِ فقیر کوئی صاحب چھاپیں تو کتابِ ثالث ہوگی۔ اور بفضلہٖ تعالٰی اغلاطِ شرعیہ وشعریہ سے پاک۔

حضرت سید ظہور حیدر میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی تاریخِ وصال جبھی خیال میں آ گئی تھی معروض ہے : ؎

نحو لقاء جدہٖ ام ظہور حیدر

حسن الی الجنان اذ ثم ظہور حیدر

قیل متی ھٰذا السفر　　ھمّ ظھو رحیدر

قلت لان بقی السنة　　تمّ ظھو رحیدر

۱۳۳۳　　۱۳۳۲

بدایوں کے رسالہ تناسخ اور رسالہ حدوث وقدوم پر جو الفاظ نیازمند نے لکھے تھے ان کی نقل حاضر ہے۔ مولانا کے خط کی نقل گر بدایوں سے مل گئی ہو تو میں بھی دیکھتا۔

والاخدمت حضرت جناب سیدنا شاہ ابوالقاسم حاج سید اسمٰعیل حسن میاں صاحب قبلہ، تسلیم معروض۔ رسالہ "ہزار ضرب اقوی" جس میں مولوی عبدالغفار خاں صاحب کے چوتھے رسالہ "آثار المبتدعین" پر کامل ایک ہزار رد ہیں، تین چار روز میں ان شاء اللہ تعالٰی طبع ہوجائیگا بعونہ تعالٰی حاضر کیا جائے گا، کلکتہ والوں کا رد حاضر ہے، حسبِ تحریر اسماء تقسیم فرمادیا جائے فقط۔

مسئلہ ۱۸۳: مسئولہ احمد علی معمار محلہ برہی　روز پنجشنبہ　تاریخ ۹ محرم ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص امام مسجد شیرینی اور کھانے کی چیزوں پر فاتحہ پڑھنے سے انکار کرتا ہے اور عذر یہ پیش کرتا ہے کہ فاتحہ دی ہوئی چیز کا اگر کچھ حصہ زمین پر گر گیا یا اور کسی قسم کی بے ادبی ہوئی تو فاتحہ دینے والا گنہگار ہوگا۔ ایسے شخص پر شرعاً کوئی عذاب یا ثواب ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

اس کا یہ خیال باطل اور یہ عذر لاطائل ہے۔ زمین پر بلاقصد گر جانے میں کچھ گناہ کسی کے ذمہ نہیں۔ اور اگر کوئی وہابی یا رافضی معاذ اللہ قصداً بے ادبی کرے تو اس کا گناہ اس کے سر کیوں باندھا جائے۔ قال اللہ تعالٰی:

لا تزر وازرۃ وزر اخرٰی[1]　اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ (ت)

ہاں اگر دینے والا جان کر وہابی یا رافضی اور کسی کافر کو دے تو وہ بے ادبی کہ وہ لوگ کریں اس دینے والے

ع۔ بقی یبقٰی، سمع اور ضرب دونوں سے آتا ہے علاوہ ازیں ضرب سے بمعنی انتظار لغتِ معروف ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۴

کی طرف عائد ہوگی۔ شخص مذکور اگر واقعی یہ عقیدہ رکھتا ہے جو زبان سے کہا تو قرآن مجید کا مخالف ہے کما تلونا۔ ورنہ ظاہر یہ ہے کہ وہ باطن میں فاتحہ اولیاء کرام کا منکر ہے، اور براہ تقیہ یہ عذر بیہودہ گھڑتا ہے۔ دونوں صورتوں میں یہ شخص مستحق عذاب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۴: مسئولہ جناب حکیم مقیم الدین صاحب بہیڑی ضلع بریلی ۱۱ رجب المرجب ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جب نیکی بدی میزان میں تولیں گی تو نیکی کا پلّہ بھاری ہوگا یا بدیوں کا، کیونکہ قاعدے سے جب نیکیاں زیادہ ہوں نیکیوں کا پلّہ بھاری اور نیچا ہوگا اور بدیاں زیادہ ہوں تو بدی کا پلّہ بھاری اور نیچا ہونا چاہئے، اور کتابوں میں لکھا بھی ایسا ہی ہے کہ جب نیکیاں زیادہ ہوں گی تو نیکیوں کا پلّہ بھاری ہوگا اور جھکے گا، تو کیا واقعی نیکیاں زیادہ ہونگی تو نیکیوں کا پلّہ بھاری ہوگا۔ مفصل بیان ہو کیونکہ نیکیاں بمقابلہ گناہوں کے ہلکی ہونا چاہئیں۔

الجواب

وہ میزان یہاں کے ترازو کے خلاف ہے وہاں نیکیوں کا پلّہ اگر بھاری ہوگا تو اوپر اُٹھے گا اور بدی کا پلّہ نیچے بیٹھے گا۔ قال اللہ عزوجل:

الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصلح یرفعہ[1]

اسی کی طرف چڑھتا ہے پاکیزہ کلام اور جو نیک کام ہے وہ اس کو بلند کرتا ہے (ت)

جس کتاب میں یہ لکھا ہے کہ نیکیوں کا پلّہ نیچا ہوگا غلط ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۵: از گونڈل علاقہ کاٹھیاوار مسئولہ عبدالستار بن اسمٰعیل بروز سہ شنبہ تاریخ ۱۳ رجب المرجب ۱۳۳۴ھ

بعض متصوفہ زندیقہ جو زید، عمر، بکر یہ وہ سب کا خدا ہی خدا کہتے ہیں وہ یہ دلیل لاتے ہیں کہ اس وجہ سے منصور نے دعوٰی انا الحق کا کیا، بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اسی لئے سبحانی ما اعظم شانی (میں پاک ہوں اور کتنی عظیم میری شان ہے۔ ت) فرمایا، اور شمس تبریزی نے اسی وجہ سے قم باذنی (اٹھ میرے حکم سے۔ ت) کہہ کر مردہ زندہ کیا۔ اب عرض یہ ہے کہ کیا واقعی یہ کلمات اوپر کے بزرگوں سے صادر ہوئے ہیں؟ اور کیا اس صوفی زندیق کا یہ کہنا صحیح ہے؟ اور اگر ہے تو کیا یہ کلمات عندالشرع مردود ہیں یا نہیں؟ اور

---

[1] القرآن الکریم ۳۵/ ۱۰

اگر مردود ہیں تو اُوپر کے تینوں بزرگوں کے ساتھ اہل سنت وجماعت کس طرح کا عقیدہ رکھیں؟

الجواب الملفوظ

اُن زنادقہ کا یہ قول کفرِ صریح ہے اور ان کے قول کی صحت کا شک واقع ہونا سائل کے ایمان کو مضر ہے تجدید اسلام چاہیے۔ وُہ تینوں حضرات کرام اکابر اولیائے عظام سے ہیں قدسنا اللہ باسرارھم۔ حضرت شمس تبریز قدس سرہٗ سے یہ کلمہ ثابت نہیں، اور ثابت ہو تو معاذ اللہ اُسے اِدعائے الوہیت سے کیا علاقہ! ایسی اضافات مجازیہ شائع ہیں۔ حضرت حسین منصور انا الحق نہیں کہتے تھے بلکہ انا الاحق (میں ہی احق ہوں۔ ت)، ابتلائے الٰہی کے لئے سامعین کی فہم کی غلطی تھی۔ ان کی بہن اکابر اولیائے کرام سے تھیں، ہر روز آخر شب میں جنگل کو تشریف لے جاتیں اور عبادتِ الٰہی میں مشغول ہوجاتیں، ایک روز حضرت حسین منصور کی آنکھ کھلی اور بہن کو نہ پایا، شیطان نے شبہہ ڈالا، دوسری رات قصداً جاگتے رہے، جب وُہ اپنے وقت معمول پر اُٹھ کر باہر چلیں یہ آہستہ اُٹھ کر پیچھے ہولئے، وہ جنگل میں پہنچیں اور عبادت میں مشغول ہوئیں، یہ پیڑوں کی آڑ میں چھپے دیکھتے تھے، قریب صبح اُنھوں نے دیکھا کہ آسمان سے سونے کی زنجیر میں یاقوت کا جام اُترا اور وُہ ان کی بہن کے دہن مبارک کے پاس آگیا، انھوں نے پینا شروع کیا، یہ بے چین ہوئے اور چلّا کر کہا: بہن! تمھیں خدا کی قسم تھوڑا میرے لئے بھی چھوڑ دو۔ انھوں نے صرف ایک جرعہ اُن کے لئے چھوڑا جس کے پیتے ہی ان کو ہر شجر وحجر و درو دیوار سے آواز آنے لگی کہ کون اس کا زیادہ احق ہے کہ ہماری راہ میں قتل کیا جائے؟ یہ اس کا جواب دیتے انا الاحق بیشک میں احق ہوں۔ لوگوں نے کچھ سُنا اور جو منظور تھا واقع ہوا۔

حضرت سیدی بایزید بسطامی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اُس سوال کا خود جواب ارشاد فرمادیا، فرمایا: میں نہیں کہتا وہ فرماتا ہے جسے فرمانا زیبا ہے۔ سائلوں نے اس پر دلیل چاہی، فرمایا: تم سب ایک ایک خنجر ہاتھ میں لے کر بیٹھ جاؤ اور جس وقت مجھے ایسا کہتے سُنو بے تامل خنجر مارو کہ ایسے قائل کی سزا قتل ہے۔ اُنھوں نے ایسا ہی کیا۔ جب حضرت پر حالت وارد ہوئی اور وہی کلمہ نکلا اُن سب نے بے محابا خنجر مارے۔ جس نے جس جگہ کے قصد پر خنجر مارا تھا خود اس کے اسی جگہ لگا۔ جب حضرت کو افاقہ ہوا ملاحظہ فرمایا کہ وہ سب گھائل پڑے ہیں۔ فرمایا: میں نہ کہتا تھا کہ میں نہیں کہتا وہ کہتا ہے جس کا کہنا بجا ہے۔ سیدنا موسٰی کلیم علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کوہِ طور پر اُس درخت میں سے ندا سنی کہ یا موسٰی انی انا اللہ

رب العلمین[1] (اے موسٰی! میں ہوں اللہ رب سارے جہانوں کا۔ ت) کیا یہ درخت نے کہا تھا، حاشا بلکہ رب العالمین نے درخت پر تجلی فرمائی اور حضرت کلیم کو اس میں سے ندا مسموع ہوئی، کیا وہ ایک درخت پر تجلی فرما سکتا ہے اور بایزید پر نہیں؟ کیا محال ہے کہ بایزید پر تجلی کرے اور سبحٰنی ما اعظم شانی[2] (میں پاک ہوں اور کتنی عظیم میری شان ہے۔ ت) اور لوگوں کو ان میں سے ندا آئے۔ حضرت مولوی معنوی قدس اللہ سرہ الشریف فرماتے ہیں: ایک جن جس پر تسلط کرتا ہے اس کی زبان سے کلام کرتا ہے اس کے جوارح سے کام کرتا ہے[3] کیا تمہارے نزدیک رب عزوجل ایسا نہیں کرسکتا، کلام اس کا ہے اور زبان بایزید کی، بایزید شجرہ موسٰی ہیں اور متکلم وہ جس نے فرمایا انی انا اللہ رب العلمین۔ فللہ الحجۃ البالغۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۶

علمائے عظام ومشائخ کرام نے منصور کو کیوں سولی دی؟ اگر بوجہ کفر سولی دی گئی ہے تو کیا منصور کو اب مسلمان اور کاملین میں سے شمار کریں یا اُن کی نسبت کیا عقیدہ رکھیں؟

الجواب الملفوظ

ظاہر مسموع اُن کے کلام سے وُہ تھا جس پر شرعاً تعزیر قتل ہے لہذا حکم شرع پورا کیا گیا ؎

نہ بر حکم شرع آب خوردن خطاست　　　دگر خون بہ فتوے بریزی رواست[4]

(کیا ایسا نہیں شرع کے حکم کے بغیر پانی پینا گناہ ہے، اور اگر شرعی فتوٰی کے ساتھ تُو خون بہائے تو جائز ہے۔ ت)

مسئلہ ۱۸۷

از ریاست رامپور کوچہ قاضی مرزا صابر حسین بروز شنبہ　۱۷ رجب ۱۳۳۴ھ

کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین ومشائخ کرام اور اولیائے عظام اس مسئلہ میں کہ حضرت بڑے پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی چند مشہور کرامتیں جو کہ مولود شریف ووعظ وغیرہ میں بیان کی جاتی ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ ایک بڑھیا لبِ دریا بیٹھی روتی تھی، اتفاقاً حضرت کا

---

[1] القرآن الکریم ۲۸/ ۳۰

[2] تذکرۃ الاولیاء (اردو) شیخ فریدالدین عطار　ملک اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور　ص ۸۳

[3] مثنوی معنوی دفتر چہارم قصہ سبحانی ما اعظم شانی مؤسسۃ انتشارات اسلامی لاہور　۴/ ۲۰۵

[4] بوستان سعدی باب اول پہلی گفتار　مکتبہ شرکت علمیہ ملتان　ص ۲۹

اس طرف سے گزر ہوا، حضرت نے فرمایا کہ اس قدر کیوں روتی ہو؟ بڑھیا نے عرض کیا، حضرت! میرے لڑکے کی بارہ برس ہوئے یہاں دریا میں مع سامان کے برات ڈوبی ہے میں یہاں آکر روزانہ روتی ہوں۔ آپ نے دُعا فرمائی آپ کی دعا کی برکت سے بارہ برس کی ڈوبی ہوئی برات مع کل سامان کے صحیح وسالم نکل آئی اور بڑھیا خوش وخرم اپنے مکان کو چلی گئی۔

دوسرے یہ کہ حضرت کے ایک مرید کا انتقال ہوگیا، متوفی کا لڑکا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت سے عرض کیا کہ میرے والد کا انتقال ہوگیا۔ اس پر لڑکا زیادہ رویا پیٹا اور اڑ گیا، تو آپ کو رحم آیا آپ نے وعدہ فرمایا اور لڑکے کی تسکین کی۔ بعدہٗ حضرت عزرائیل علیہ السلام کو مراقب ہوکر روکا' جب حضرت عزرائیل علیہ السلام رُکے آپ نے دریافت کیا کہ ہمارے مرید کی رُوح تم نے قبض کی ہے؟ جواب دیا' ہاں۔ آپ نے فرمایا: رُوح ہمارے مرید کی چھوڑدو۔ عزرائیل علیہ السلام نے کہا کہ میں نے بحکمِ رب العالمین رُوح قبض کی ہے بغیر حکم نہیں چھوڑ سکتا۔ اس پر جھگڑا ہُوا، آپ نے تھپڑ مارا' حضرت کے تھپڑ سے عزرائیل علیہ السلام کی ایک آنکھ نکل پڑی اور آپ نے اُن سے زنبیل چھین کر اُس روز کی تمام رُوحیں جو کہ قبض کی تھیں چھوڑدیں۔ اس پر حضرت عزرائیل علیہ السلام نے رب العالمین سے عرض کیا وہاں سے حکم ہُوا کہ ہمارے محبوب نے ایک رُوح چھوڑنے کو کہا تھا تم نے کیوں نہیں چھوڑی ہم کو اُن کی خاطر منظور ہے اگر اُنھوں نے تمام روحیں چھوڑدیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔

شرعًا ان روایتوں کا بیان کرنا مجلسِ مولود شریف یا وعظ وغیرہ میں درست ہے یا نہیں؟ بحوالہ کُتبِ معتبرہ تحریر فرمائیے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دیے جاؤ گے۔ ت)

الجواب الملفوظ

پہلی روایت اگرچہ نظر سے کسی کتاب میں نہ گزری مگر زبان پر مشہور ہے، اور اُس میں کوئی امر خلافِ شرع نہیں، اس کا انکار نہ کیا جائے۔

اور دوسری روایت ابلیس کی گھڑی ہوئی ہے اور اُس کا پڑھنا اور سُننا دونوں حرام۔ احمق، جاہل، بے ادب نے یہ جانا کہ وہ اس میں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی تعظیم کرتا ہے حالانکہ وہ حضور کی سخت توہین کر رہا ہے، کسی عالم مسلمان کی اس سے زیادہ توہین کیا ہوگی کہ معاذ اللہ اُسے کُفر کی طرف نسبت کیا جائے نہ کہ محبوبانِ الٰہی سیدنا عزرائیل علیہ السلام مرسلین ملائکہ میں سے ہیں اور مرسلین ملائکہ بالاجماع تمام غیر انبیاء سے افضل ہیں کسی رسول کے ساتھ ایسی حرکت کرنا توہینِ رسول کے سبب معاذ اللہ اُس کے لئے باعثِ کفر ہے، اللہ تعالٰی جہالت وضلالت

سے پناہ دے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۸: مرسلہ عبدالستار بن اسمٰعیل شہر گونڈل علاقہ کاٹھیاوار یکشنبہ ۹ شعبان ۱۳۳۴ھ

ان دنوں اکثر احباب کو گمنام خطوط بدیں مضمون ملے ہیں: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، قل ھو اللہ احد اللہ الصمد، ایاک نعبد وایاک نستعین، انعمت علیھم غیر مدتین روز میں نو خط نو جگہ بھیجئے اس سے آپ کو بہت فائدہ ہوگا ورنہ نقصان۔

اب عرض یہ ہے کہ اس مضمون کا عندالشرع کیا اصل ہے؟ اس پر عمل ضروری ہے یا نہیں؟ اگر واجب العمل ہے تو بلا نام ونشان کے گمنام خط لکھنے کی کیا وجہ ہے؟

الجواب الملفوظ

یہ بدعتِ شنیعہ ہے کہ کسی جاہل نے ایجاد کی جو مسلمانوں کا بدخواہ ہے اور قرآن عظیم کے ساتھ بے ادب کھلے ہوئے کارڈوں پر کلام الٰہی لکھ کر بھیجا جاتا ہے کہ چٹھی رساں جو اکثر ہنود اور عموماً بے وضو ہوتے ہیں اُسے مَس کرتے ہیں، ڈاکخانوں میں مُہریں لگانے والے بے وضو یا نجس ہاتھوں سے چھوتے ہیں زمین پر رکھ کر مُہر لگاتے ہیں اور خصوصاً زمین پر وہی رُخ ہوتا ہے جس پر آیات ہیں، یہ سب ناپاکیاں اس بدعتِ خبیثہ کے سبب ہیں۔ اور پھر یہ اللہ پر افترا ہے کہ ایسا کروگے تو نو دن میں خوشی ہوگی ورنہ آفت میں مبتلا ہوگے۔

ام تقولون علی اللہ مالا تعلمون[1] یا اللہ تعالٰی پر وہ بات کہتے ہو جس کا تمھیں علم نہیں۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۹: الف خاں مہتمم مدرسہ انجمن اسلامیہ قصبہ سانگور ریاست کوٹہ راجپوتانہ یکشنبہ ۱۳۳۴ھ

ارواحِ مومنین یا کافر کا کسی وقت اپنے اپنے مکان میں آنا احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب الملفوظ

ارواحِ کفار کا آنا کیونکر ہوسکتا ہے وہ محبوس ومقید ہیں، اور روحِ مومنین کی نسبت حدیث میں ارشاد ہوا:

---

[1] القرآن الکریم ۲/۸۰

اذا مات المؤمن یخلی سربہ حیث شاء[1] اس کی راہ کھول دی جاتی ہے، جاتی ہے جہاں چاہے۔

"جہاں چاہے" میں اپنا گھر بھی داخل ہے، اور بار بار ارواحِ صالحین کا اپنے اور اپنے متعلقین کے گھر آنا اور مدد کرنا ثابت ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے ایک مریض کا واقعہ لکھا ہے کہ وہ صاحبِ فراش تھے، رات کو جب سو رہے تھے انھیں پیاس لگی اور کپڑا اوڑھنے کی ضرورت ہوئی، کوئی پاس نہ تھا، ان کے ایک بزرگ کی رُوح ظاہر ہوئی اُس نے پانی پلایا اور کپڑا اُڑھایا[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۰ تا ۱۹۸: مرسلہ محمد عبدالواحد خاں مسلم محلہ کٹی اسلام پورہ معرفت عبداللطیف ہیڈ ماسٹر میونسپل اردو سکول ۱۳ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

واجب الاحترام والتعظیم اعلحضرت مدظلہم، قادیانی نے جس قدر تحریرات رسائل کتب اپنے دعوے کی تائید میں لکھے ہیں اگر آپ کے پاس ہوں اور ممکن ہو تو روانہ فرما دیجئے تاکہ اس کی تمام باتوں پر میں غور کرکے ایک رائے قائم کرلوں اور مباحثہ کے وقت سہولیت پیدا ہوجائے کیونکہ مخالف کتابیں دینے سے انکار کرتا ہے اگر یہ نہیں ہوسکتا ہے تو کم ازکم ان کی کتابوں کے نام اور جگہ جہاں سے وہ دستیاب ہوسکتی ہیں تحریر فرمادیں، یہ تکلیف آپ کو دینا جائز نہیں مگر کوئی اور شخص ایسا نظر نہیں آتا جو اس کام کو انجام دے سکے، اب دوسری بات تردید یعنی جس قدر رسائل اشتہارات وغیرہ اس کے رَد میں لکھے گئے ہوں روانہ فرمائے جائیں، ورنہ آخر درجہ ان کی فہرست ہی سہی، اور مندرجہ ذیل شکوک رفع کردیجئے (قرآن، صحاح ستہ ہی کے دلائل ہوں تو خوب ہے)۔

(۱) میں صحاح ستہ کو دیکھنا چاہتا ہُوں مگر عربی نہیں جانتا، کیا کوئی اردو ترجمہ تحت اللفظ اس کا فراہم ہوسکتا ہے، اور کونسی کتاب زیادہ معتبر اور فائدہ رساں ہے؟

(۲) مشکوٰۃ شریف میں کیا بیان ہے، اس سے کیا مدد مل سکتی ہے؟

(۳) ہمارے یہاں سب سے زیادہ کون کون کتابیں معتبر ہیں؟

(۴) حضرت عائشہ کے مذہب پر آپ کی کیا رائے ہے؟

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین کتاب ذکر الموت فضیلۃ ذکر الموت دارالفکر بیروت ۱۰/ ۲۲۷

[2] انفاس العارفین مترجم اردو امداد اولیاء ص ۳۶۹

(۵) حضرت مسیح (علیہ السلام) کے زندہ ہونے کی کن کن حدیثوں سے دلیل مل سکتی ہے؟

(۶) سُبحان الذی الخ میں سبحان کے لفظ میں کیا خصوصیت ہے؟

(۷) اور آپ کو رات کو کیوں معراج ہوا، دن کو کیوں نہ ہوا؟

(۸) ادریس، خضر، عزیر، الیاس (علیہم السلام) ان کے قصص قدرے صراحت کے ساتھ بیان کیجئے۔

(۹) حضرت مہدی اور عیسٰی (علیہما السلام) دونوں جُدا جُدا اشخاص ہونے کی کن کن حدیثوں میں خبر ہے؟

الجواب

(۱) صحاح ستّہ کے اُردو میں ترجمے ہوئے ہیں مگر عموماً وہابیہ نے کئے ہیں، اور ترجمہ دیکھ کر کوئی شخص قرآن وحدیث نہیں سمجھ سکتا۔

(۲) مشکوٰۃ شریف ایک جامع کتاب ہے، بہت باتوں میں مدد دیتی ہے مگر تنہا کوئی کتاب سوا قرآن عظیم کے کافی نہیں۔

(۳) ہمارے یہاں قرآن عظیم کے بعد حدیث میں صحیحین اور سنن اربعہ، مسانید امام اعظم، موطا وکتاب الآثار امام محمد، کتاب الخراج امام ابو یوسف، کتاب الحج امام عیسٰی بن ابان، شرح معانی الآثار امام طحاوی، مشکلات الآثار امام طحاوی ــــــــ عقائد میں فقہ اکبر، وصایائے امام اعظم، عقائد امام مفتی الانس والجن نجم الدین عمر نسفی ــــ فقہ میں ہدایہ، بدائع، مبسوط، جامع صغیر، جامع کبیر، خانیہ، خلاصہ، بزازیہ، غرر، درر، تنویر الابصار، درمختار، غنیہ، حلیہ اور ہزارہا کتب بے شمار۔

(۴) ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا شبِ معراج تک خدمتِ اقدس میں حاضر بھی نہ ہوئی تھیں بہت صغیر السن بچی تھیں، وہ جو فرماتی ہیں، اُن رُوحانی معراجوں کی نسبت فرماتی ہیں جو اُن کے زمانے میں ہوئیں۔ معراجِ جسمانی ان کی حاضری سے کئی سال پیشتر ہوچکا تھا۔

(۵) اس کے لئے دُرِ منثور و ابن جریر وتفاسیر دیکھنی چاہئیں، ابھی میں اوپر کہہ چکا ہوں کہ ان مسائل میں بحث یہ قادیانیوں کا دھوکا ہے بحث اس کے ان کفریات میں چاہئے جس کا نمونہ اُوپر مذکور ہوا۔

(۶) حضرت عزت جل وعلا اپنے محبوبوں کی مدح سے اپنی حمد فرمایا کرتا ہے، اس کی ابتدا

کہیں ھو الذی سے ہوتی ہے، جیسے :

ھو الذی بعث فی الامیین رسولا۔[1] وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا۔ (ت)

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدٰی و دین الحق۔[2] وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا۔ (ت)

کہیں تبارك الذی سے :

تبارك الذی نزل الفرقان علٰی عبدہ لیکون للعٰلمین نذیرا۔[3] بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندے پر جو سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہو۔ (ت)

کہیں حمد سے، جیسے :

الحمد ﷲ الذی نزل علٰی عبدہ الکتٰب ولم یجعل لہ عوجا۔[4] سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنے بندے پر کتاب اتاری اور اس میں اصلاً کجی نہ رکھی (ت)

یہاں تسبیح سے ابتداء فرمائی ہے کہ :

سبحٰن الذی اسرٰی بعبدہ لیلا من المسجد الحرام۔[5] پاکی ہے اُسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے۔ (ت)

اس میں ایک صریح نکتہ یہ ہے کہ جو بات نہایت عجیب ہوتی ہے اس پر تسبیح کی جاتی ہے، سبحٰن الذی کیسی عمدہ چیز ہے، سبحٰن کیسی عجیب بات ہے، جسم کے ساتھ آسمانوں پر تشریف لے جانا، کُرۂ زمہریر طے فرمانا، کُرۂ نار طے فرمانا، کروڑوں برس کی راہ کو چند ساعت میں طے فرمانا، تمام ملک وملکوت کی سیر فرمانا۔ یہ تو انتہائی عجیب آیاتِ بیّنات ہیں ہی، اتنی بات ہے کہ کفارِ مکہ پر حجت قائم فرمانے کے لئے ارشاد ہوئی کہ شب کو مکہ معظمہ میں آرام فرمائیں صبح بھی مکہ معظمہ میں تشریف فرما ہوں اور رات ہی رات بیت المقدس تشریف لے جائیں اور واپس تشریف لائیں

---

[1] القرآن الکریم ۶۲/ ۲

[2] القرآن الکریم ۴۸/ ۲۸ و ۶۱/ ۹

[3] 〃 〃 ۲۵/ ۱

[4] 〃 〃 ۱۸/ ۱

[5] 〃 〃 ۱۷/ ۱

کیا تم عجیب ہے! اسی لئے سبحٰن الذی ارشاد ہوا، کفار نے آسمان کہاں دیکھے، ان پر تشریف لے جانے کا اُن کے سامنے ذکر ایک ایسا دعوٰی ہوتا جس کی وُہ جانچ نہ کرسکتے بخلاف بیت المقدس جس میں ہر سال اُن کے دو پھیرے ہوتے رحلۃ الشتاء والصیف[1] (سردی اور گرمی میں کوچ کرنا۔ ت) اور وہ خوب جانتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کبھی وہاں تشریف نہ لے گئے تو اس معجزے کی خوب جانچ کرسکتے تھے اور اُن پر حجتِ الٰہی پوری قائم ہوسکتی تھی، چنانچہ بحمداللہ تعالٰی یہی ہُوا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بیت المقدس تشریف لے جانا اور شب ہی شب میں واپس آنا بیان فرمایا، ابوجہل لعین اپنے دل میں بہت خوش ہوا کہ اب ایک صریح حجت معاذ اللہ ان کے غلط فرمانے کی مل گئی، ولہٰذا ملعون نے تکذیب ظاہر نہ کی بلکہ یہ عرض کی کہ آج ہی رات تشریف لے گئے؟ فرمایا: ہاں۔ کہا: اور آج شب میں واپس آئے؟ فرمایا: ہاں۔ کہا: اوروں کے سامنے بھی ایسا ہی فرما دیجئے گا؟ فرمایا: ہاں۔ اب اس نے قریش کو آواز دی اور وہ جمع ہوئے، اور حضور سے پھر اُس ارشاد کا اعادہ چاہا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اعادہ فرمادیا۔ کافر بغلیں بجاتے صدیق اکبر کے پاس حاضر ہوئے، یہ گمان تھا کہ ایسی ناممکن بات سُن کر وہ بھی معاذ اللہ تصدیق سے پھر جائیں گے۔ صدیق سے عرض کی: آپ نے کچھ اور بھی سنا آپ کے یار فرماتے ہیں کہ میں آج کی رات بیت المقدس گیا اور شب ہی میں واپس ہوا۔ صدیق اکبر نے فرمایا: کیا وہ ایسا فرماتے ہیں؟ کہا: ہاں وہ یہ حرم میں تشریف فرما ہیں۔ صدیق نے فرمایا: تو واللہ حق فرمایا یہ تو مکہ سے بیت المقدس تک کا فاصلہ ہے میں تو اس پر اُن کی تصدیق کرتا ہوں کہ صبح شام آسمان کی خبر اُن کے پاس آتی ہے۔ پھر کافروں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بیت المقدس کے نشان پوچھے، جانتے تھے کہ یہ تو کبھی تشریف لے گئے نہیں کیونکر بتائیں گے، وہ جو کچھ پُوچھتے گئے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ارشاد فرماتے گئے۔ کافروں نے کہا: واللہ! نشان تو پورے صحیح ہیں۔ پھر اپنے ایک قافلہ کا حال پوچھا جو بیت المقدس کو گیا ہوا تھا کہ وہ بھی راستہ میں حضور کو ملا تھا اور کہاں ملا تھا اور کیا حالت تھی کب تک آئے گا؟۔ حضور نے ارشاد فرمایا: فلاں منزل میں ہم کو ملا تھا اور یہ کہ اُتر کر ہم نے اُس میں ایک پیالہ سے پانی پیا تھا اور اُس میں ایک اونٹ بھاگا اور ایک شخص کا پاؤں

---

[1] القرآن الکریم ۱۰۶/ ۲

ٹوٹ گیا اور قافلہ فلاں دن طلوعِ شمس کے وقت آئے گا۔ یہ مدت جو ارشاد ہوئی منزلوں کے حساب سے قافلہ کے لئے بھی کسی طرح کافی نہ تھی، جب وہ دن آیا کفار پہاڑ پر چڑھ گئے کہ کسی طرح آفتاب چمک آئے اور قافلہ نہ آئے تو ہم کہہ دیں کہ دیکھو معاذ اللہ وہ خبر غلط ہوئی۔ کچھ جانبِ شرق طلوعِ آفتاب کو دیکھ رہے تھے کچھ جانبِ شام راہِ قافلہ پر نظر رکھتے تھے اُن میں سے ایک نے کہا: وُہ آفتاب چمکا، کہ اُن میں سے دوسرا بولا کہ وُہ قافلہ آیا۔ یہ ہوتی ہے سچی نبوت جس کی خبر میں سر مُو فرق آنا محال ہے۔

قادیانی سے زیادہ تو اُن کفارِ مکہ ہی کی عقل تھی وہ جانتے تھے کہ ایک بات میں بھی کہیں فرق پڑ جائے تو دعوٰی نبوت معاذ اللہ غلط ہو جائے گا۔ مگر یہ جھوٹا نبی ہے کہ جھوٹ کے پھنکے اڑاتا ہے اور نہ وہ شرماتا ہے اور نہ اس کے ماننے والوں کو اس کا حس ہوتا ہے بلکہ در کمال شوخ چشمی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہتا ہے کہ ہاں ہاں اگلے چار سو انبیاء کی بھی پیشگوئیاں غلط ہوئیں اور وہ جھوٹے یعنی پنجاب کا جھوٹا کذاب نبی اگر دروغ گو نکلا کیا پرواہ ہے اس سے پہلے بھی چار سو نبی جھوٹے گزر چکے ہیں۔ یہ کوئی نہیں پوچھتا کہ جب نبوت اور جھوٹ جمع ہو سکتے ہیں تو انبیاء کی تصدیق شرطِ ایمان کیوں ہوئی ان کی تکذیب کفر کیوں ہوئی،

وٰلکن لعنۃ اللہ علی الظّٰلمین الذین یکذبون المرسلین۔	لیکن اللہ تعالٰی کی لعنت ہو ان ظالموں پر جو رسولوں کو جھٹلاتے ہیں۔ (ت)

ان عظیم وقائع نے معراجِ مبارک کا جسمانی ہونا بھی آفتاب سے زیادہ واضح کر دیا اگر وہ کوئی روحانی سیر یا خواب تھا تو اس پر تعجب کیا۔ زید و عمرو خواب میں حرمین شریفین تک ہو آتے ہیں اور پھر صبح اپنے بستر پر ہیں۔ رؤیا کے لفظ سے استدلال کرنا اور الا فتنۃ للناس نہ دیکھنا صریح خطا ہے۔ رؤیا بمعنی رؤیت آتا ہے، اور فتنہ و آزمائش بیداری ہی میں ہے نہ کہ خواب میں۔ ولہذا ارشاد ہوا:

سبحٰن الذی اسرٰی بعبدہٖ[1]	پاکی ہے اُسے جو اپنے بندے کو لے گیا۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

(۷) رات تجلی لطفی ہے اور دن تجلی قہری، اور معراج کمالِ لطف ہے جس سے مافوق متصوّر نہیں، لہذا تجلی لطفی ہی کا وقت مناسب تھا۔ معراج وصلِ محب و محبوب ہے اور وصال کے لئے

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/۱

عادۃً شب ہی انسب مانی جاتی ہے۔ معراج ایک معجزہ عظیم قاہرہ ظاہرہ تھا، اور سنتِ الٰہیہ ہے کہ ایسے واضح معجزہ کو دیکھ کر جو قوم نہ مانے ہلاک کردی جاتی ہے اُن پر عذاب عام بھیجا جاتا ہے، جیسے اگلی امتوں میں بکثرت واقع ہُوا۔ معراج کو تشریف لے جانا اگر دن میں ہوتا تو یا سب ایمان لے آتے یا سب ہلاک کئے جاتے، ایمان تو کفار کے مقدر میں تھا نہیں تو یہ ہی شق رہی کہ اُن پر عذاب عام اُترتا اور حضور بھیجے گئے سارے جہان کے لئے رحمت، جنھیں اُن کا رب فرماتا ہے:

وما کان اللّٰہ لیعذبھم و انت فیھم[1] اے رحمت عالم! جب تک تم ان میں تشریف فرما ہو اللہ انھیں عذاب کرنے والا نہیں۔

لہٰذا شب ہی مناسب ہوئی۔

(۸) تصانیف علماء میں قصص الانبیاء دیکھئے اگر کوئی خاص بات دریافت کرنی ہو تو پوچھئے۔

حضرت عزیر علیہ السلام کا قصہ قرآن عظیم ہی میں مذکور ہے کہ اُن کی رُوح قبض فرمائی پھر سَو برس بعد زندہ فرمایا، کھانا پانی جو ساتھ تھا وہ اس سَو برس میں نہ بگڑا، اور سواری کے لئے جانور کی ہڈیاں بھی گل چکی تھیں، اُن کی نظر کے سامنے اس کی ہڈیاں اُبھاریں اُن پر گوشت چڑھایا اُسے زندہ فرمایا۔[2]

حضرت خضر علیہ السلام کا قصہ سیدنا موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بھی قرآن عظیم میں ہے۔[3]

حضرت ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دُنیا سے مع جسم بہشتِ بریں میں اُٹھالیا،

واذکر فی الکتٰب ادریس انہ کان صدیقا نبیا و رفعنٰہ مکانا علیا۔[4] اور کتاب میں ادریس کو یاد کرو بیشک وہ صدیق تھا غیب کی خبریں دیتا اور ہم نے اسے بلند مقام کی طرف اٹھالیا۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۸/ ۳۳

[2] ؍؍ ؍؍ ۲/ ۲۵۹

[3] ؍؍ ؍؍ ۱۸/ ۶۵ تا ۸۲

[4] ؍؍ ؍؍ ۱۹/ ۵۶ و ۵۷

الیاس علیہ الصلوٰۃ والسلام مرسلین کرام میں ہیں، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سب بحیات حقیقی رُوحانی جسمانی زندہ ہیں، اُن کی موت صرف ایک آن کو تصدیقِ وعدۂ الٰہیہ کے لئے ہوتی ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک چار نبی بے عروضِ موت اب تک زندہ ہیں، دو آسمان پر سیدنا ادریس و سیدنا عیسٰی اور دو زمین میں، سیدنا الیاس و سیدنا خضر علیہم الصلوٰۃ والسلام، اور یہ دونوں حضرات ہر سال حج کرتے ہیں اور ختمِ حج پر زمزم شریف کے پاس باہم ملتے ہیں اور آبِ زمزم شریف پیتے ہیں کہ آئندہ سال تک اُن کے لئے کافی ہوتا ہے پھر کھانے پینے کی حاجت نہیں ہوتی۔ ان کلمات پر باہم ملاقات ختم فرماتے ہیں:

سبحان اللّٰه ماشاء اللّٰه لا یسوق الخیر الا اللّٰه ماشاء اللّٰه لا یصرف السوء الا اللّٰه ماشاء اللّٰه ماکان من نعمة فمن اللّٰه ماشاء اللّٰه لاحول ولاقوۃ الا باللّٰه۔[1]

اللہ تعالٰی پاک ہے، جو اللہ چاہے، بھلائی نہیں لاتا مگر اللہ جس قدر چاہے، جو بھی نعمت ہے وہ اللہ ہی کی طرف ہے جس قدر اللہ چاہے، نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت ہے مگر اللہ تعالٰی کی توفیق سے۔(ت)

الیاس علیہ الصلوٰۃ والسلام لشکرِ اقدس حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ایک غار میں یہ دعا کرتے ملے:

اللّٰھم اجعلنی من امة احمد المرحومة المبارکة المستجاب لھا۔[2]

اے اللہ! مجھے احمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی امت سے بنا دے جس پر تیری رحمت و برکت نازل ہوتی ہے اور جس کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں (ت)

خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد وصال اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعزیت کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے پاس تشریف لائے، مسجد نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے راستہ میں امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ سے باتیں کرتے اور ان پر تکیہ لگائے ہوئے راہ چلتے نظر آئے، اکابر اولیاء کے پاس اکثر تشریف لایا کئے۔ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی مجالسِ وعظ میں بکثرت کرم فرمایا، اور اب تک اولیاء سے ملتے ہیں، جنگل میں بے بسی کے وقت

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۱۰۰۲ الیاس بن عیسٰے علیہ السلام دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۵۵/۹

[2] تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۱۰۰۲ الیاس بن عیسٰے علیہ السلام دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۵۸/۹

[3] " " " " " " " " " " " " " " ۱۵۹/۹

مسلمانوں کی مدد فرماتے ہیں۔

(۹) ان احادیث کی تفصیل خصائص کبریٰ امام جلال الدین سیوطی و کتاب الاشاعۃ فی اشراط الساعۃ سیدنا علامہ محمد ابن عبدالرسول برزنجی وغیرہما میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۹: مرسلہ حکیم عبدالجبار خاں دہام پور ضلع بجنور ۲۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

(۱) کیا سید پر دوزخ کی آنچ قطعاً حرام ہے اور وہ کسی بداعمالی کی پاداش میں دوزخ میں جا ہی نہ سکے گا؟

(۲) آل فاطمہ کا مخصوص اعزاز و امتیاز کیا حضرت فاطمہ خاتونِ جنّت کے ذریعہ سے ہے کیونکہ جناب سیّدہ موصوفہ سیّد کونین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صاحبزادی ہیں یا حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کی ذات خاص کی بدولت یہ رتبہ سادات ہے فقط۔

الجواب

(۱) ساداتِ کرام جو واقعی علمِ الٰہی میں سادات ہوں اُن کے بارے میں رب عزوجل سے امیدِ واثق یہی ہے کہ آخرت میں اُن کو کسی گناہ پر عذاب نہ دیا جائے گا، حدیث میں ہے:

انما سمیت فاطمۃ لان اللہ تعالٰی حرمھا و ذریتھا علی النار[1] — ان کا فاطمہ نام اس لئے ہوا کہ اللہ تعالٰی نے ان کو اور ان کی تمام ذریت کو نار پر حرام فرمادیا۔

دوسری حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا سے فرمایا:

ان اللہ غیر معذبك ولا ولدك[2] او کما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ — اے فاطمہ! اللہ نہ تجھے عذاب کرے گا نہ تیری اولاد میں کسی کو، مگر حکم قطعی بے نص قطعی ناممکن ہے۔

(۲) امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کی اولاد امجاد اور بھی ہیں قریشی ہاشمی علوی ہونے سے ان کا دامان فضائل مالا مال ہے مگر یہ شرفِ اعظم کہ حضرت ساداتِ کرام کو ہے اُن

[1] الجامع الصغیر حدیث ۲۳۰۹ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۳۹
المواہب اللدنیۃ المقصد الثانی الفصل الثانی المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۶۴

[2] المعجم الکبیر حدیث ۱۱۶۸۵ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/ ۲۶۳

کے لئے نہیں یہ شرف حضرت بتول زہرا کی طرف سے ہے کہ:

فاطمۃ بضعۃ منی[1]۔ فاطمہ میرا ٹکڑا ہے۔

کل بنی اٰدم ینتمون الی عصبۃ ابیھم الابنی فاطمۃ فانا ابوھم[2]۔ سب کی اولادیں اپنے باپ کی طرف نسبت کی جاتی ہیں سوائے اولادِ فاطمہ کے کہ میں ان کا باپ ہوں۔

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۱: از امروہہ مرسلہ رفیق احمد صاحب عباسی محلہ ۱۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۶ھ

مرشدی ومولائی مدفیوضکم العالی!

بعد آداب ونیاز غلامانہ گزارش ہے کہ یہاں بعض اشخاص اس امر کے مدعی ہیں کہ سادات بنی فاطمہ علیہا الصلوٰۃ والسلام میں سے کوئی متنفس خواہ وہ کوئی مشرب رکھتا ہو اور کیسے ہی اعمال کا ہو نارِ دوزخ سے بری ہے اور ثبوت میں آیتِ تطہیر وحدیث اکرموا اولادی[3] الخ (میری اولاد کا احترام کرو۔ت) وغیرہ کے علاوہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی فتوحات مکیہ کا باب سلمان فارسی پیش کرتے ہیں اس کے متعلق آں قبلہ کی جو کچھ رائے اقدس ہو اس سے مطلع فرمائیے۔ زیادہ آرزوئے قدمبوسی فقط۔

الجواب

سید کوئی مشرب رکھتا ہو یہ لفظ بہت وسیع ہے آجکل بہت مشرب صریح کفر وارتداد کے ہیں جیسے قادیانی، نیچری، رافضی، وہابی، چکڑالوی، دیوبندی وغیرہم، جو مشربِ رکھتا ہو ہرگز سید نہیں،

انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح[4]۔ وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں، بیشک اسکے کام بہت نالائق ہیں۔(ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب المناقب مناقبِ فاطمۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۳۲
باب مناقب قرابت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ؍؍ ؍؍ ۱/ ۵۲۶
صحیح مسلم ؍؍ کتاب الفضائل باب فضائل من فاطمہ رضی اللہ عنہا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۹۰
[2] الاسرار المرفوعۃ فی اخبار الموضوعۃ حرف الکاف حدیث ۶۷۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۱۷۶
[3]
[4] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۶

ہاں سلامت ایمان کے اعمال کیسے ہی ہوں اللہ عزوجل کے کرم سے امیدِ واثق یہ ہی ہے کہ جو اس کے علم میں سیّد ہیں اُن سے اصلاً کسی گناہ پر کچھ مواخذہ نہ فرمائے، حدیث ہے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ان فاطمۃ احصنت فرجھا فحرمھا اللہ وذریتھا علی النار[1]۔ رواہ البزار وابویعلی والطبرانی فی الکبیر والحاکم وصحح وتمام فی فوائدہ کلھم عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بیشک فاطمہ نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی تو اللہ تعالٰی نے اس پر اور اس کی اولاد پر دوزخ کی آگ حرام فرمادی۔ اس کو بزار، ابویعلٰی، طبرانی نے معجم کبیر میں، اور حاکم نے روایت کیا اور اس کی تصحیح کی۔ یہ تمام اس کے فوائد میں ہے سب نے اس کو عبد بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

اسی باب میں اور احادیث بھی وارد ہیں کہ ذریت بتول زہرا عذاب سے محفوظ ہے۔

وزعم المناوی ان اماھی وابناھا فالمراد فی حقھم التحریم المطلق، واما من عداھم فالمحرم علیھم نار الخلود[2] اھ وما أیتنی کتبت علیہ **اقول** قد علم المحفوظون من اھل السنۃ والجماعۃ ان نار الخلود محرمۃ علی کل من قال لا الہ الا اللہ فما خصوصیۃ ذریۃ زھراء بل المعنی بحول العزیز المقتدر ھو التعمیم واللہ ذوالفضل العظیم۔

مناوی نے کہا کہ خود خاتون جنت اور ان کے دونوں بیٹوں کے حق میں تو مطلقاً دوزخ کا حرام ہونا مراد ہے۔ لیکن ان کے غیر میں دائمی طور پر دوزخ میں رہنا حرام ہے اھ۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے اس پر یُوں لکھا **اقول** (میں کہتا ہُوں) اہلِ سنت وجماعت جو کہ محفوظ ہیں جانتے ہیں کہ دوزخ میں دائمی طور پر رہنا تو ہر اس شخص پر حرام ہے جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا۔ اس میں سیّدہ زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا کی اولاد کی کیا تخصیص ہوئی بلکہ عزت واقتدار والے معبود کی توفیق سے معنی میں تعمیم ہے یعنی مطلقاً حرمت۔ اللہ تعالٰی فضل عظمت والا ہے (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] الجامع الصغیر بحوالہ البزار وع طب ک حدیث ۲۳۰۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۳۹

[2] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ” ” دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۴۶۲

مسئلہ ۲۰۲: مرسلہ از محمد ابراہیم موضع گردھر پور ڈاکخانہ رچھا ضلع بریلی

41

ایک شخص نجابت خاں جاہل اور بدعقیدہ ہے اور سُود خوار بھی ہے، نماز روزہ خیرات وغیرہ کرنا بیکار محض سمجھتا ہے۔ اس شخص کی نسبت عام طور پر جملہ مسلمانان واہلِ ہنود میں یہ بات مشہور ہے کہ اگر صبح کو اسکی منحوس صورت دیکھ لی جائے یا کہیں کام کو جاتے ہوئے یہ سامنے آجائے تو ضرور کچھ نہ کچھ دقت اور پریشانی اٹھانی پڑے گی اور چاہے کیسا ہی یقینی طور پر کام ہوجانے کا وثوق ہو لیکن ان کا خیال ہے کہ کچھ نہ کچھ ضرور رکاوٹ اور پریشانی ہوگی۔ چنانچہ اُن لوگوں کو ان کے خیال کے مناسب برابر تجربہ ہوتا رہتا ہے اور وہ لوگ برابر اس امر کا خیال رکھتے ہیں کہ اگر کہیں جاتے ہُوئے سامنے پڑگیا تو اپنے مکان کو واپس جاتے ہیں اور چندے توقف کرکے یہ معلوم کرکے وہ منحوس سامنے تو نہیں ہے جاتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ان لوگوں کا یہ عقیدہ اور طرزِ عمل کیسا ہے؟ کوئی قباحتِ شرعیہ تو نہیں؟

الجواب

شرع مطہر میں اس کی کچھ اصل نہیں، لوگوں کا وہم سامنے آتا ہے۔ شریعت میں حکم ہے، اذا تطیرتم فامضوا[1] جب کوئی شگون بدگمان میں آئے تو اس پر عمل نہ کرو، وہ طریقہ محض ہندوانہ ہے مسلمان کو ایسی جگہ چاہئے کہ

اللّٰھم لاطیر الاطیرك ولا خیر الا خیرك ولا الٰہ غیرك[2]

اے اللہ! نہیں ہے کوئی برائی مگر تیری طرف سے اور نہیں ہے کوئی بھلائی مگر تیری طرف سے اور تیرے بغیر کوئی معبود نہیں (ت)

پڑھ لے، اور اپنے رب پر بھروسا کرکے اپنے کام کو چلا جائے، ہرگز نہ رُکے نہ واپس آئے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۳ تا ۲۰۶: از اکبر آباد محلہ گھٹیا اعظم خاں مکان منشی مظفر حسین خاں مختار مرسلہ محمد رضی الدین چشتی نظامی ۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) مشرک داخل سلسلہ کسی مشائخ سلسلہ سے کس حیثیت سے اور کس طرح پر داخلِ سلسلہ ہوسکتا ہے؟

---

[1] فتح الباری کتاب الطب باب الطیرۃ مصطفی البابی مصر ۱۲/۲۲۳

[2] " " " " ۱۲/۲۲۴

کنزالعمال حدیث ۲۸۵۸۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/۱۱۵

41
41

مشرک کی آلودگی ظاہر اُس میں نمایاں ہو جیسے اہل ہنود میں سی۔

(۲) ایسے شخص کی بیعت کسی مشائخ سلسلہ سے کب معتبر اور کیسی ہوگی؟

(۳) ایسا مشرک کسی مشائخ سلسلہ کا خلیفہ اور صاحبِ اجازت یا صاحبِ مجاز ہو سکتا ہے جس کی نسبت یقیناً بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کا پابند نہیں، نہ اس نے احکامِ شریعت کی بظاہر پابندی کی، دائرۂ اسلام میں بظاہر شامل نہیں ہوا، نہ اس نے شرک و کفر و فسق و فجور سے کسی جلسہ عام مسلمانوں میں توبہ کی، نہ توبہ کا شاہد بنایا۔

(۴) عوام الناس اپنی اغراض نفسانی سے ایسے شخص کو جس کی نسبت عرض کیا جارہا ہے اس کو رشد و ہدایت کا اپنی ہادی بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب

لا الٰہ الا اللہ کوئی کافر خواہ مشرک ہو یا موحد ہرگز نہ داخلِ سلسلہ ہو سکتا ہے نہ بے اسلام اس کی بیعت معتبر ہو سکتی ہے، نہ قبل اسلام اس کی بیعت معتبر ہو اگرچہ بعد کو مسلمان ہو جائے کہ بیعت ہو یا کوئی عمل سب کے لئے پہلی شرط اسلام ہے قال تعالٰی،

وقدمنا الٰی ماعملوا من عمل فجعلنٰہ ھباء منثورا[1] — اور جو کچھ انھوں نے کام کئے تھے ہم نے قصد فرما کر انھیں باریک باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذرّے کر دیا کہ روزن کی دھوپ میں نظر آتے ہیں۔ (ت)

جو اس کے کُفر پر رہتے ہوئے اُسے مجاز و ماذونِ بیعت و خلیفۂ طریقت کرے اور جو اسے پیرِ رُشد و ہدایت سمجھے یہ سب کافر ہو جائیں گے۔ بزازیہ، مجمع الانہر و دُرِّمختار وغیرہ میں ہے:

من شك فی کفرہ فقد کفر[2] — جس نے اس کے کفر میں شک کیا وہ کافر ہو گیا۔ (ت)

ہاں اگر وقتِ بیعت اس نے کلمۂ طیبہ پڑھا اور دینِ اسلام کا مقر ہُوا تو بیعت صحیح ہوئی اور اُس کے بعد قبل اظہارِ کفر ماذون کیا تو پیر پر الزام نہیں مگر جب بعد کو اس نے کفر کیا مرتد ہو گیا بیعت فسخ ہو گئی اب جو اُسے ہادی بنائے یہ کافر ہوگا، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۲۵/ ۲۳

[2] الدرالمختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

مسئلہ ۲۰۷ تا ۲۱۱ از کلکتہ نمبر ۲۴ پوسٹ شملہ مانک تلہ مرسلہ منصور علی میاں بگان قدم رسول ۷ اشعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ :

(۱) مومن اور ولی میں کون سی نسبت ہے ؟

(۲) درود شریف کے اندر بجائے علیٰ ابراھیم وعلیٰ اٰل ابراھیم کے علیٰ اٰل داؤد یا علیٰ اٰل زکریا وغیرھما نہ آنے کی کیا وجہ ؟

(۳) جو مضمون قرآن شریف کے ہے اس کو مدلولِ قرآنی کہہ سکتے ہیں یا نہیں ؟ اور اگر کہہ سکتے ہیں تو طہر ابیق وطہر اقلبی میں کیا فرق ہے ؟ اور اگر مدلول نص نہیں تو کیوں ؟

(۴) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ اٰلہٖ واصحابہٖ وسلم میں اصحاب پر اٰل کو مقدم کیوں کیا ؟

(۵) درجہ ولایت باقی رہنے اور نبوت کے ختم ہوجانے کی کیا وجہ ہے ؟

الجواب

(۱) اگر ولایتِ عامہ مراد ہے تو تساوی اللہ ولی الذین اٰمنوا[1] (اللہ تعالٰی ایمان والوں کا ولی ہے۔ ت) اور خاصہ تو عموم خصوص مطلق ان اولیاءہٗ الا المتقون[2] (اس کے ولی تو پرہیزگار ہیں۔ ت)

(۲) آلِ ابراہیم علیہ السلام میں آل داؤد و آل زکریا علیہما السلام سب داخل ولاعکس۔

(۳) جس مضمون پر قرآن عظیم دلالت فرمائے مدلولِ قرآنی ہے بیتی اور قلبی میں زمین وآسمان کا فرق ہے اور متشابہات میں قیاس جاری کرنا ضلالت اٰمنا بہ کل من عند ربنا[3] (ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔ ت) نہ کہ من عند نفسك (تیرے نفس کے پاس سے۔ ت)

(۴) آل اصحاب کو بھی شامل ہے ولاعکس یہ تخصیص بعد تعمیم ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۵۷
[2] 〃 〃 ۸/ ۳۴
[3] 〃 〃 ۳/ ۷

(۵) اللہ عزوجل نے فرمایا:

ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین[1]

ہاں وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔ (ت)

اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لاتزال طائفۃ من امتی ظاھرین علی الحق لایضرھم من خذلھم ولاخالفھم حتی یاتی امر اللہ وھم علٰی ذلک[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

میری اُمت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر رہے گا اُن کی رُسوائی کا ارادہ کرنے والا اور ان کا مخالف ان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا یہاں تک کہ اللہ تعالٰی کا امر (قیامت) آجائے درآنحالیکہ وہ حق پر قائم ہوں گے۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۱۲: از تھانہ فتحپور چوراسی ضلع اناؤ مرسلہ علی احمد خاں صاحب ہیڈ محرر ۲۳ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے تیسری لڑکی ہوئی، اس دن سے زید نہایت پریشان ہے۔ اکثر لوگ کہتے ہیں کہ تیسری لڑکی اچھی نہیں ہوتی تیسرا لڑکا نصیب ور اور اچھا ہوتا ہے۔ زید نے ایک صاحب سے دریافت کیا انھوں نے فرمایا یہ سب باتیں اہل ہنود اور عورتوں کی بنائی ہوئی ہیں اگر تم کو وہم ہو صدقات کردو ایک گائے یا سات بکریاں قربانی کردو اور توشہ شاہنشاہ بغداد رضی اللہ تعالٰی عنہ کردو حق تعالٰی بتصدق سرکار غوثیت رضی اللہ تعالٰی عنہ ہر طرح کی بلا ونحوست سے محفوظ رکھے گا۔ توشہ دو ہیں:

ایک خشکہ گیلانی،

برنج (۵ مار)، روغن زرد (۵ مار)، شکر (۵ مار)، میوہ (۵ مار)، شیر گاؤ (۵ مار)، زعفران (۵ تولہ)، گلاب (ایک بوتل)، کیوڑا (ایک بوتل)، الائچی خورد (۵ مار)، لونگ (۳ تولہ)۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۳ /۴۰

[2] الدرالمنثور بحوالہ مسلم والترمذی وابن ماجہ تحت آیۃ ولولا دفع اللہ الناس الخ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۱ /۳۲۱
صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتزال طائفۃ من امتی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۱۴۳

اس کو پکا کر نیاز شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالٰی عنہ کی کر کے مسلمانوں کو تقسیم کر دیا جائے۔

دوسرا حلوہ اس طرح کہ:

میدہ گندم (۵ مار)، روغن زرد (۵ مار)، شکر (۵ مار)، میوہ (۵ مار)

حلوہ پکا کر کیوڑا، گلاب، ورقِ نقرہ لگا کر فاتحہ دے کر تقسیم کر دیا جائے۔ پانچ سیر سے کم ہونا اچھا نہیں زیادہ کا اختیار ہے۔ چونکہ زید اور اس کی اہلیہ متبع حضور کے ہیں اس وجہ سے حضور کو تکلیف دی جاتی ہے کہ یہ باتیں صحیح ہیں یا غلط آپ کچھ صدقات تحریر فرما دیجئے تاکہ ان کی تعمیل زید کر سکے کیونکہ ان صدقات میں مبلغ ایک سو روپے صرف ہونگے اور زید کی تنخواہ صرف عــہ روپے ہے یا ان صدقات میں کمی فرما دیں۔

الجواب

یہ محض باطل اور زنانے اوہام اور ہندوانہ خیالات شیطانیہ ہیں ان کی پیروی حرام ہے۔ تصدق اور توشہ سرکار ابدقرار رضی اللہ تعالٰی عنہ بہت اچھی چیز ہے مگر اس نیت سے کہ اس کی نحوست دفع ہو جائز نہیں کہ اس میں اس کی نحوست مان لینا ہوا اور یہ شیطان کا ڈالا ہوا وہم تسلیم کر لینا ہوا والعیاذ باللہ تعالٰی، اس قسم کے خطرے وسوسے جب کبھی پیدا ہوں اُن کے واسطے قرآن کریم و حدیث شریف سے چند مختصر و بیشمار نافع دعائیں لکھتا ہوں انھیں ایک ایک بار خواہ زائد آپ اور آپ کے گھر میں پڑھ لیں؛ اگر دل جمعہ ہو جائے اور وہ وہم جاتا رہے بہتر ورنہ جب وہ وسوسہ پیدا ہو ایک ایک دفعہ پڑھ لیجئے اور یقین کیجئے کہ اللہ و رسول کے وعدے سچے ہیں اور شیطان ملعون کا ڈرانا جھوٹا۔ چند بار میں بعونہ تعالٰی وہ وہم بالکل زائل ہو جائے گا اور اصلاً کبھی کسی طرح اُس سے کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ وہ دعائیں یہ ہیں:

لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا ھو مولٰنا وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون[1]

ہمیں نہ پہنچے گی مگر جو ہمارے لئے اللہ نے لکھ دی وہ ہمارا مولٰی، اور اللہ ہی پر بھروسا کرنا لازم۔

حسبنا اللہ ونعم الوکیل[2]

اللہ ہمیں کافی ہے اور کیا اچھا بنانے والا۔

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۵۱

[2] " " ۳/ ۱۷۳

اللھم لایاتی بالحسنات الا انت ولایذھب السیئات الا انت ولاحول ولاقوۃ الا بک[1]	الٰہی! اچھی باتیں کوئی نہیں لاتا تیرے سوا اور بُری باتیں کوئی دور نہیں کرتا تیرے سوا اور کوئی زور طاقت نہیں مگر تیری طرف سے۔
اللھم لاطیر الا طیرک ولاخیر الا خیرک ولا الٰہ غیرک[2]	الٰہی! تیری ہی فال فال ہے اور تیری ہی خیر خیر، اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

یہ توشہ کہ انھوں نے بتایا نہایت مفید چیز ہے اور حاجتیں برلانے کے لئے مجرب۔ ہمارے خاندان کے مشائخ میں اس کی ترکیب یوں ہے:

میدہ گندم (۵ مار)، شکر (۵ مار)، گھی (۵ مار)، مغز بادام (۱ مار)، پستہ (۱ مار)، کشمش (۱ ما)، ناریل (۱ مار)، لوگ، دارچینی، چھوٹی الائچی ہر ایک سوا چھٹانک۔

حضور کی نیاز دے کر صالحین کو کھلائے اور اپنے مطلب کی دُعا کرائے۔ اصل وزن یہ ہیں، بقدر قدرت ان میں کمی بیشی کا اختیار ہے۔ نصف، چوتھائی، آٹھواں حصہ یا جتنا مقدور ہو کرے وہی اثر دیگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۳: از مدرسہ نعمانیہ اسلامیہ محلہ فراشخانہ دہلی مسئولہ محمد ابراہیم احمد آبادی ۸ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ عبادت جس کے غیر خدا عزوجل کو کرنے سے آدمی مشرک ہوجاتا ہے اس کی کیا تعریف ہے جو جامع اور مانع ہو اور اپنی جنس، فصل یا عرض عام اور خاصہ پر مشتمل ہو۔

الجواب

امام لامشی پھر ابوالسعود ازہری پھر سید احمد طحطاوی پھر سید محمد شامی فرماتے ہیں:

العبادۃ عبارۃ عن الخضوع و التذلل وحدھا فعل لایراد	عبادت انتہائی عاجزی اور انکساری کا نام ہے، اس کی تعریف یہ ہے وہ ایک ایسا فعل ہے

---

[1] کنز العمال حدیث ۲۸۵۸۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/۱۱۶
[2] ؍؍ ؍؍ ۲۸۵۸۰ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱۰/۱۱۵

به الا تعظیم اللہ تعالیٰ بامرہ[1] | جس سے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی تعظیم کے بغیر کچھ بھی مراد نہیں ہوتا۔ (ت)

امام شیخ الاسلام زکریا انصاری پھر علامہ سید احمد حموی غمز العیون نیز علامہ شامی رد المحتار میں فرماتے ہیں:

العبادۃ مایثاب علیٰ فعلہ و یتوقف علیٰ نیتہ[2] | عبادت وہ ہے کہ جس کے کرنے پر ثواب دیا جاتا ہے اور وہ ثواب کی نیت پر موقوف ہوتی ہے۔ (ت)

نیز شرح الاشباہ والنظائر میں ہے:

العبادۃ ما نُعُبِّدَ بہ بشرط النیۃ و معرفۃ المعبود[3] | عبادت وہ فعل ہے جس کے ذریعے بندگی کا اظہار کیا جاتا ہے بشرطیکہ ثواب کی نیت ہو اور معبود کی معرفت حاصل ہو۔ (ت)

تعریفات علامہ سید شریف میں ہے:

العبادۃ ھو فعل المکلف علیٰ خلاف ھوی نفسہ تعظیما لربہ[4] | عبادت مکلف کا وہ فعل ہے جو وہ اپنے رب کی تعظیم کے لئے اپنے نفس کی خواہش کے خلاف کرے۔ (ت)

مفردات امام راغب میں ہے:

العبودیۃ اظہار التذلل والعبادۃ ابلغ منہا لانہا غایۃ التذلل ولا یستحقہا الا من لہ غایۃ الافضال وھو اللہ تعالیٰ ولہذا قال لا تعبدوا الا ایاہ[5] | عبودیت، عجز و رسوائی کو ظاہر کرنا ہے اور عبادت اس سے زیادہ بلیغ ہے، کیونکہ وہ انتہائی عاجزی اور رسوائی کا نام ہے۔ چنانچہ عبادت کا مستحق اس کے سوا کوئی نہیں ہوسکتا جو انتہائی فضل والا ہو اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ اسی لئے اس نے فرمایا ہے کہ مت عبادت کرو مگر صرف اسی کی۔ (ت)

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار مقدمۃ الکتاب المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ ۱/۴۴

[2] غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الاولیٰ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۳۴

[3] " " " " " " " " " " " " " "

[4] کتاب التعریفات باب العین مطبعۃ الخیریۃ المنشاۃ بجمالیۃ مصر ص ۶۳

[5] المفردات فی غرائب القرآن " " کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۲۱

تاج العروس میں نقل کیا :

العبادۃ فعل مایرضی بہ الرب[1] عبادت وہ فعل ہے جس کے کرنے پر رب راضی ہوتا ہے۔(ت)

یہ تعریفیں بجائے خود قابلِ تعریف ہیں وانا اقول وباللہ التوفیق (اور میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی کی توفیق سے۔ت) عبادت کسی کو اقصی غایاتِ تعظیم کا مستحق جان کر اس کی تعظیم بجالانا ہے اور اسی سے باعتقادِ مذکور اُس کے لئے تذلل نیز اُس کے امر کا امتثال اس حیثیت سے کہ اس کا امر ہے، اس تعریف کی تسجیل اور اُن تعریفات کے مالہا و ماعلیہا کی تفصیل موجبِ تطویل یہاں بعض نکت کے طرف ایما کریں فاقول وبہ استعین (تو میں کہتا ہوں اور اسی سے مدد چاہتا ہوں۔ت) :

(۱) عبادت حقہ کہ مستحقِ عبادت عزجلالہ، کے لئے ہو اس میں اُس فعل کا واقعی تعظیم ہونا ضرور، مجرد زعم فاعل کافی نہیں، اور عبادتِ باطلہ میں اس کا زعم بس۔ مکاء وتصدیہ مشرکین عبادتِ الٰہی نہ تھا اور بُتوں کے سامنے اُن کا سنکھ اور گھنٹی بجانا عبادت، اگرچہ یہ بیہودہ افعال حقیقۃً تعظیم نہ ہوں۔ یونہی امتثال امر میں عبادت حقہ جب ہی ہے کہ واقعی وہ اس کا امر ہو، کفار کا امرنا اللہ بھذا[2] (اللہ نے ہمیں اس کا حکم دینا۔ت) کہنا اگر واقعی اُن کے زعم میں بھی ہو مراد وہی اور عبادتِ باطلہ میں صرف زعم کافی۔

(۲) عبادت کے لئے نیت شرط ہے اور معرفتِ معبود لازم، جیسا کہ اس کی تعریف سے ظاہر ہے، اور کوئی کافر اصلاً رب عزوجل کو نہیں جانتا جس کی تحقیق ہمارے رسالہ باب العقائد والکلام میں ہے، اور امام رستغفنی نے تصریح فرمائی کہ :

الکفر ھو الجھل باللہ تعالٰی[3] کفر یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کو نہ جانے(ت)

ولہذا کافر نہ اہلِ نیّت ہے نہ اہلِ عبادتِ حقہ، کما نصوا علیہ قاطبۃ (جیسا کہ اس پر سب نے نص فرمائی۔ت) اور مشرک عبادت باطلہ کرتا ہے کہ اپنے معبود باطل کا تصور کرکے اسکی

---

[1] تاج العروس شرح القاموس فصل العین دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۱۶

[2] القرآن الکریم ۷/۲۸

[3]

تعظیم کا قصد رکھتا ہے۔

(۳) عبادتِ باطلہ میں التزامِ عبادت وقول بہ الوہیت غیر ہی اُسے اقصٰی غایات تعظیم کا مستحق جاننے پر دلیل واضح ہے اگرچہ مرتکب عناداً منکر ہو کر ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفٰی[1] (ہم تو انھیں صرف اتنی بات کے لئے پُوجتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے پاس نزدیک کردیں۔ ت) کہے، رب عزوجل اُن کی تکذیب فرماتا ہے کہ ثم الذین کفروا بربھم یعدلون[2] (پھر کافر لوگ اپنے رب کے برابر ٹھہراتے تھے۔ت) خود مشرکین روزِ قیامت اعتراف کریں گے، اذ نسویکم برب العٰلمین[3] جبکہ ہم تمھیں رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے۔ (ت)

(۴) بعض افعال کی وضع ہی عبادت کے لئے ہے تو ان سے تعظیم غیر کا قصد اور اس قصد باطل سے اُنھیں کرنا ہی مطلقاً حکمِ شرک لائے گا جیسے صلٰوۃ وصوم ورنہ قصدِ عبادت پر موقوف رہے گا جیسے سجدہ کہ فی نفسہٖ عبادت نہیں ولہذا سجدات اربعہ صلٰوۃ وسہو وتلاوت وشکر کے سوا سجدہ بے سبب حنفیہ کے نزدیک صرف مباح ہے کما فی الدر المختار (جیسا کہ درمختار میں ہے۔ ت) اور شافعیہ کے نزدیک حرام کما فی الجوھر المنظم للامام ابن حجر المکی (جیسا کہ جوہر المنظم للامام ابن حجر مکی میں ہے۔ ت) ولہذا غیرِ خدا کے لئے سجدۂ عبادت کفر ہُوا اور سجدۂ تحیت حرام وکبیرہ ہے کفر نہیں کما فی الھندیۃ والدر وغیرھما من الاسفار الغر وقد حققناہ فی رسالتنا مستقلۃ فی الرد علی بعض المضلۃ (جیسا کہ ہندیہ اور دُرّ وغیرہ روشن کتابوں میں ہے اس کی تحقیق ہم نے بعض گمراہوں کے رَد میں اپنے ایک مستقل رسالہ میں کردی ہے۔ ت)

(۵) عبادت کہ لغۃً خضوع ہے عبادت شرعیہ کو لازم ہے وہ تذلل سے خالی نہیں اگرچہ بظاہر صورۃً تذلل نہ ہو جیسے زکوٰۃ وجہاد کہ اسے حاکم وآمر وقاہر اور اپنے آپ کو محکوم و مامور ومقہور جان کے امتثال امر عین تذلل ہے مگر اقصٰے غایات تذلل ہونا ضرور نہیں کہ نماز زکوٰۃ سے زائد تذلل ہے بلکہ نماز کا سجدہ اس کے رکوع، رکوع قیام، قیام قعود سے اگرچہ اجزائے نماز سب عبادت ہیں۔ ہاں اُسے اقصٰے غایات تعظیم کا مستحق جاننا ضرور ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۹/ ۳

[2] " " ۶/ ۱

[3] " " ۲۶/ ۹۸

(۶) فقہا کبھی نفسِ فعل پر نظر کرتے ہیں اگر وہ وضعاً عبادت نہیں اسے عبادت نہیں کہتے جیسے عتق و وقف اور کبھی نیت مخصوصہ کے ساتھ دیکھتے اور عبادت کہتے ہیں جیسے قضا۔ عنایہ میں اسے منجملہ اشرف عبادات بتایا ہے حتی کہ درمختار وغیرہ میں نکاح کو بھی عبادت فرمایا۔ علامہ حموی نے اس سے مراد جماع حلیلہ ٹھہرایا۔ اشباہ میں ہے:

اما العتق فعندنا لیس بعبادۃ وضعا بدلیل صحتہ من الکافر و لاعبادۃ لہ فان نوی وجہ اللہ تعالٰی کان عبادۃ مثابا علیہ و ان اعتق بلانیۃ صح و لاثواب لہ ان کان صریحا، و اما الکنایات فلابد لہا من النیۃ فان اعتق للصنم او للشیطان صح و اثم وان اعتق لاجل مخلوق صح وکان مباحا لاثواب ولااثم وینبغی ان یخصص الاعتاق للصنم بما اذا کان المعتق کافرا، اما المسلم اذا اعتق لہ قاصدا تعظیمہ کفر کما ینبغی ان یکون الاعتاق لمخلوق مکروھا والتدبیر والکتابۃ کالعتق، واما الجھاد فمن اعظم العبادات فلابد لہ من خلوص النیۃ، و اما الوصیۃ فکان لعتق

لیکن عتق تو وہ ہمارے نزدیک وضع کے اعتبار سے عبادت نہیں اس دلیل کے ساتھ کہ عتق کافر سے بھی صحیح ہوجاتا ہے جبکہ کافر کا کوئی فعل عبادت نہیں ہوتا۔ اگر آزاد کرنے والا اللہ کی رضا کی نیت کرے تو یہ عتق عبادت بن جائے گا جس پر ثواب دیا جائے گا، اور اگر اس نے نیت کے بغیر آزاد کیا تو صحیح ہے اور اس کے لئے کوئی ثواب نہیں ہوگا اگر یہ صریح ہے۔ رہے کنایات تو ان میں نیت ضروری ہے، اگر کسی نے بت یا شیطان کے لئے غلام کو آزاد کیا تو صحیح ہے اور وہ گنہگار ہوگا۔ اور اگر مخلوق کے لئے آزاد کیا تو صحیح اور مباح ہے اس پر نہ تو اُسے ثواب ہوگا نہ ہی گناہ۔ اور بت کے لئے آزاد کرنے میں یہ تخصیص ہونی چاہئے کہ جب آزاد کرنے والا کافر ہو۔ رہا مسلمان اگر وہ بت کے لئے آزاد کرے درانحالیکہ وہ بت کی تعظیم کا ارادہ کرنے والا ہو تو وہ کافر ہوجائے گا۔ جیسا کہ مخلوق کے لئے آزاد کرنا مکروہ ہونا چاہئے۔ مدبر بنانا اور مکاتب بنانا عتق کی طرح ہے لیکن جہاد تو وہ سب سے بڑی عبادتوں میں سے ہے چنانچہ اس کے لئے خلوصِ نیت ضروری ہے۔ لیکن وصیت تو وہ عتق کی مثل ہے۔

ان قصد التقرب فله الثواب و الا فهی صحیحة فقط و اما الوقف فلیس بعبادة وضعا بدلیل صحته من الکافر فان نوی القربة فله الثواب و الا فلا۔ و اما النکاح فقالوا انه اقرب الی العبادات حتی الاشتغال به افضل من التخلی لمحض العبادة وھو عند الاعتدال سنة مؤکدة علی الصحیح فیحتاج الی النیة لتحصیل الثواب وھو ان یقصد اعفاف نفسه و تحصینها و حصول ولد و قسرنا الاعتدال فی الشرح الکبیر شرح الکنز و لما لم تکن النیة فیه شرط صحته قالوا یصح النکاح مع الھزل و علی ھذا سائر القرب لابد فیھا من النیة بمعنی توقف حصول الثواب علی قصد التقرب بھا الی اللہ تعالٰی من نشر العلم تعلیما و افتاء و تصنیفا و اما القضاء فقالوا انه من العبادات فالثواب علیه متوقف علیھا و کذلك اقامة الحدود و التعازیر و کل

اگر تقرب کا ارادہ کرے گا تو اسے ثواب ملے گا ورنہ فقط وُہ صحیح ہو جائیگی۔ رہا وقف تو وضع کے اعتبار سے عادت نہیں ہے۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ وہ کافر کی طرف سے بھی صحیح ہو جاتا ہے چنانچہ اگر تقرب کی نیت کرے گا تو اسے ثواب ملے گا ورنہ نہیں۔ لیکن نکاح اس کے بارے میں تو مشائخ نے کہا کہ وہ عبادات کے قریب ترین ہے یہاں تک کہ اس میں مشغول ہونا محض عبادت کے لئے خلوت سے افضل ہے۔ اور صحیح قول کے مطابق اعتدال کے وقت نکاح سنتِ مؤکدہ ہے۔ چنانچہ ثواب حاصل کرنے کے لئے اس میں نیت کی حاجت ہے اور وُہ یہ کہ نفس کی پاکدامنی اور اولاد حاصل کرنے کا قصد کرے، اور اعتدال کی تفسیر ہم نے کنز کی شرح "شرح الکبیر" میں کر دی ہے۔ اور جب نکاح کے صحیح ہونے کے لئے نیت شرط نہیں ہے تو فقہائے نے کہا ہے کہ نکاح ہزل کے ساتھ بھی صحیح ہو جائے گا۔ اسی پر باقی عبادات کو قیاس کیا جائے گا کہ ان میں نیت ضروری ہے بایں معنی کہ ثواب کا حصول اس بات پر موقوف ہے کہ ان میں اللہ تعالٰی کے تقرب کا ارادہ کرے جیسے علم کو پھیلانا چاہے کسی کو علم سکھا کر یا فتوٰی دے کر یا کوئی کتاب لکھ کر۔ رہا قاضی بننا تو مشائخ نے فرمایا کہ وُہ عبادات میں سے ہے چنانچہ اس میں ثواب عبادت کی نیت پر موقوف ہوگا۔ اسی طرح حدود و تعزیرات کا قائم کرنا اور

مایتعاطاہ الحکام والولاۃ وکذا تحمل الشھادۃ واداؤھا[1]

ہر وہ کام جس کو حاکم اور ولی سرانجام دیتے ہیں، اور یونہی گواہی کو اپنے ذمّے لینا اور اُسے ادا کرنا۔ (ت)

شرح التنویر للعلائی بلکہ خود اشباہ والنظائر فن ثانی میں :

لیس لنا عبادۃ شرعت من عھد اٰدم الی الاٰن ثم تستمر فی الجنۃ الا الایمان والنکاح[2]

ہمارے لئے کوئی عبادت ایسی نہیں جو آدم علیہ السلام کے زمانے سے اب تک مشروع رہی ہو پھر وُہ جنت میں بھی جاری رہے گی سوائے ایمان اور نکاح کے۔ (ت)

حموی میں ہے :

الظاھر ان المراد بالنکاح ھنا الوطی لا العقد وان کان حقیقۃ فی العقد عندنا[3]

ظاہر یہ ہے کہ نکاح سے مراد یہاں پر وطی ہے نہ کہ عقد، اگرچہ ہمارے نزدیک نکاح عقد میں حقیقت ہے۔ (ت)

بلکہ اس کے فنِ اوّل میں ہے :

المراد بالنکاح ھنا الوطی المترتب علی العقد الصحیح بقرینۃ قولہ حتی ان الاشتغال بہ افضل من التخلی لمحض للعبادۃ[4] اھ اقول لادلالۃ فربما یکون الاشتغال بتدبیر العقد اطول مکثا من الوطی بل القرینۃ قولہ

یہاں نکاح سے مراد وہ وطی ہے جو عقدِ صحیح پر مرتّب ہوتی ہے۔ اس پر قرینہ مصنف کا یہ قول ہے "جہاں تک کہ نکاح میں مشغول ہونا محض عبادت کے لئے خلوت سے افضل ہے الخ" میں کہتا ہوں یہ کوئی دلالت و قرینہ نہیں لہٰذا اوقات عقد کی تدبیر میں مشغول ہونا وطی میں مشغول ہونے سے زیادہ طویل ہوتا ہے، بلکہ قرینہ اس پر مصنف

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الاولیٰ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۳۳، ۳۴

[2] " " الفن الثانی کتاب النکاح " " " " " " ۱/ ۲۴۶

[3] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر " " " " " "

[4] " " " " " " " " " " " " " " ۱/ ۳۳، ۳۴

یستمر فی الجنۃ فلم یثبت وقوع العقد فیہا کما نقلہ الحموی فی النکاح عن العلامۃ محمد بن ابی شریف اقول وای حاجۃ الیہ بعد قولہ تعالٰی و زوجنٰھم بحور عین[1] کما لم تحتج الیہ ام المؤمنین زینب رضی اللہ تعالٰی عنہا بعد قولہ عزوجل زوجنٰکھا[2]۔

کا یہ قول ہے کہ "پھر وہ جنت میں جاری رہے گی" چنانچہ جنت میں وقوعِ عقد ثابت نہیں جیسا کہ اس کو علامہ حموی نے باب النکاح میں بحوالہ علامہ محمد بن ابوشریف نقل فرمایا ہے۔ میں کہتا ہوں اور اس کی کیا ضرورت ہے اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کے بعد "اور ہم نے انھیں بیاہ دیا بڑی آنکھوں والی حوروں کے ساتھ" جیسا کہ نہیں محتاج ہوئیں اس کی طرف ام المومنین سیدہ زینب رضی اللہ تعالٰی تعالٰی عنہا اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کے بعد "ہم نے وہ تمھارے نکاح میں دے دی۔" (ت)

اقول تحقیق یہ ہے کہ یہ اختلافِ حیثیت ہے ورنہ وضعًا ان میں سے کچھ عبادت نہیں ولہذا قضا بھی کافر سے صحیح ہے جبکہ امام نے اُسے ذمیوں کا قاضی بنایا ہو اور عتق بھی عبادت ہے جبکہ نیت مذکورہ کے ساتھ ہو اور ثواب نیت پر مطلقاً موقوف اگرچہ فعل عبادت نہ ہو اور یہیں سے ظاہر کہ اخیر میں جو افعال ذکر کئے یعنی اقامت حدود و تعزیرات و افعال حکام و ولاۃ و ادا و تحمل و شہادت سب کی تشبیہ قضا کے ساتھ بشرط عبادت ہوجانے میں بھی ممکن نہ صرف توقف ثواب علی النیۃ میں کہ مطلقًا ہر فعل کو حاصل ...... (جواب نامکمل دستیاب ہوا)

مسئلہ ۲۱۴: از بمبئی کلابا کافی شاپ سید وزیر علی صاحب مسئولہ محمد ابراہیم صاحب ۵ جمادی الآخرہ ۱۳۳۹ھ

بحضور فیض گنجور پیر روشن ضمیر جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی بعد آدابِ خادمانہ کے عرض پرداز ہوں کہ یہاں پر عیسائیوں کا (عیسائی) بہت زور شور ہے اور ہر وقت یہ لوگ پریشان کرتے ہیں فی الحال ان کے دو۲ سوال جن کے حل کرنے کے واسطے عرض کی جاتی ہے ہم لوگ حضور کے خادم اور نام لینے والے حضور کو ہی ہماری لاج ہے کلمہ شریف (لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ) یہ قرآن میں کس جگہ لکھا ہے اگر نہیں تو وہ اس کی تشریح مانگتے ہیں۔

(۲) حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کہتے ہیں کہ وہ شافع محشر کس طرح سے؟ اس کا ثبوت

---

[1] القرآن الکریم ۵۲/ ۲۰

[2] " " ۳۳/ ۳۷

دو کہ قرآن شریف میں کہاں لکھا ہے؟ حضور اس کو نہایت ضروری تصور فرما کر جلدی جواب سے سرفراز فرمائیں۔

الجواب

(۱) قرآن مجید سورۂ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں لا الٰہ الا اللہ[1] ہے اور اس کے متصل سورۂ فتح میں محمد رسول اللہ[2]۔

(۲) سورۂ بنی اسرائیل میں ہے،

عسٰی ان یبعثک ربک مقاما محمودا[3]۔ قریب ہے کہ تمھیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کردے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔(ت)

مقامِ محمود مقامِ شفاعت کا نام ہے۔ سورۂ نساء پارہ ۵ رکوع ۶ میں ہے،

ولوانھم اذ ظلموا انفسھم جاءوک فاستغفروا اللّٰہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللّٰہ توابا رحیما[4]۔ اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کرلیں تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں (ت)

رسول کا گناہگاروں کے لئے استغفار کرنا شفاعت ہی ہے۔ بے علم آدمی کو کافروں سے بدمذہبوں سے اُلجھنا بحث کرنا سخت حرام ہے انھیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا یہ حکم ہے ایاکم و ایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم[5] اُن سے دُور رہو انھیں اپنے سے دور رکھو وہ تمھیں گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمھیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔ والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم (اور اللہ تعالٰی کی پناہ، اور اللہ تعالٰے خوب جانتا ہے۔ ت)۔

---

[1] القرآن الکریم ۴۷/ ۱۹
[2] " " ۴۸/ ۲۹
[3] " " ۱۷/ ۷۹
[4] " " ۴/ ۶۴
[5] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی ۱/ ۱۰

رسالہ

شرح المطالب فی مبحث ابی طالب ۱۳۱۶

(مطالب کی وضاحت ابوطالب کی بحث میں)

مسئلہ ۲۱۵ از بدایوں ۱۲۹۴ھ بعبارت سوال و ثانیاً بالاجمال از احمد آباد گجرات، محلہ جمال پور قریب مسجد کانچ مرسلہ جماعت اہل سنت ساکنان احمد آباد ۶ جمادی الاولٰی ۱۳۱۶ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ابوطالب کو کافر اور ابولہب و ابلیس کا مماثل کہتا ہے اور عمرو بدین دلائل اس سے انکار کرتا ہے کہ اُنھوں نے جناب سرورِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی کفالت و نصرت و حمایت و محبت بدرجۂ غایت کی اور نعت شریف میں قصائد لکھے حضور نے ان کے لئے استغفار فرمائی، اور جامع الاصول میں ہے کہ:

"اہل بیت کے نزدیک وہ مسلمان مرے۔"

شیخ محقق علیہ الرحمۃ نے شرح سفر السعادۃ میں فرمایا:

کم از اں نہ باشد کہ دریں مسئلہ توقف کنند و صرفہ نگہدارند۔

کم از کم اس مسئلہ میں توقف کرتے ہیں اور احتیاط کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ (ت)

اور مواہب لدنیہ میں ایک وصیت نامہ اُن کا بنام قریش منقول جو حرفاً حرفاً اُن کے اسلام پر شاہد، اِن دونوں میں کون حق پر ہے، اور ابوطالب کو مثل ابولہب و ابلیس سمجھنا کیسا اور اُن کے کفر میں کوئی حدیث

صحیح وارد ہوئی یا نہیں، برتقدیرِ ثانی انھیں ضامن وکفیلِ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سمجھ کر رضی اللہ تعالٰی عنہ کہیں یا مثلِ کفار سمجھیں؟ بیّنوا بسند الکتاب توجروا من الملك الوھاب بیوم القیٰمۃ والحساب
(کتاب کی سند کے ساتھ بیان فرمائیے قیامت اور حساب کے دن ملک الوہاب سے اجر دیے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھم ربنا ولوجھك الحمد احق ما قال العبد وکلنا لك عبد لامانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولاراد لما قضیت ولا ینفع ذاالجد منك الجد لك الحمد علٰی ما ھدیت وعفوت وعافیت ومنحت واولیت تبارکت وتعالیت سبحٰنك رب البیت مستجیرین بجمال وجھك الکریم من عذابك الالیم وشاھدین بان لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم انت العزیز الغالب لا یعجزك ھارب ولا یدرك ما منعت طالب ما علیك من واجب قدّرت الاقدار ودوّرت الادوار وکتبت فی الاسفار ما انت کاتب یعمل عامل بعمل الجنان فیظن الظان من الانس والجان انہ سیدخلہا وکان قد کان فیغلبہ الکتاب فاذا ھو خائب ویفعل فاعل افعال النیران فیحسب الجیران ومن طلع علیہ النیران ان

اے اللہ، ہمارے پروردگار! اور حمد تیری ذات کے زیادہ لائق ہے بنسبت اس کے جو بندے نے کہا۔ اور ہم سب تیرے بندے ہیں، جو تُو نے عطا فرمایا اُسے کوئی روکنے والا نہیں، اور جسے تُو نے روک دیا اُسے کوئی دینے والا نہیں، اور تیرے فیصلے کو کوئی رَد کرنیوالا نہیں، اور تیرے سامنے کسی تونگر کی تونگری اُس کے لئے نافع نہیں، تیرے لئے ہی حمد ہے اس پر جو تُو نے ہدایت دی، معاف فرمایا، عافیت دی، عطا فرمایا اور والی بنایا۔ تُو برکت والا ہے اور برتر ہے، اے ربِّ کعبہ! ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں تیرے دردناک عذاب سے تیری ذات کی پناہ مانگتے ہُوئے اور اس پر گواہی دیتے ہوئے کہ اللہ برتر وعظیم کی توفیق کے بغیر نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے نہ نیکی کرنے کی قوت۔ تُو عزّت والا غالب ہے، کوئی بھاگنے والا تیرے قابُو سے باہر نہیں جاسکتا اور جو تُو روک دے کوئی طالب اس کو پا نہیں سکتا۔ تجھ پر کچھ بھی واجب نہیں، تُو نے تقدیریں مقدر فرمائیں اور ادوار کو گردش دی، اور جو تُو نے لکھنا تھا کتبِ تقدیر میں لکھ دیا۔ کوئی آدمی جنتیوں جیسے کام کرتا ہے تو انسانوں اور جنّوں میں سے کچھ گمان کرنیوالے

42 سیوردها وکأن قد حان قد ادرکه القدر فاذا هو تائب ان سلت خیر خلقك وسراج افقك محمدا المبعوث بیسرك ورفقك بشیرا ونذیرا وسراجا منیرا ملأ ضوءه المشارق والمغارب وعم نوره الاباعد والاقارب وحرم بقرب حضرته من حضرة قربه ابوطالب فلك الحجة السامیة صل علٰی محمد صلاۃ نامیة وعلٰی اٰله وصحبه واهله وحزبه صلاۃ ترضیك وترضیه وتحفظ المصلی عما یردیه وبارك وسلم ابدا ابدا والحمد للّٰه دائما سرمدا اٰمین اٰمین یاارحم الراحمین!

گمان کرنے لگتے ہیں کہ عنقریب یہ جنت میں داخل ہوجائے گا گویا کہ ایسا ہوگیا۔ پھر اس پر لکھا ہوا غالب آجاتا ہے تو وہ ناکام ہوجاتا ہے اور کوئی عامل جہنمیوں جیسے کام کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اسکے پڑوسی اور دیگر لوگ سمجھنے لگتے کہ عنقریب یہ اُس میں داخل ہوگا اور گویا کہ اُس کا وقت قریب ہوچکا ہے پھر تقدیر اُس کو پالیتی ہے تو وہ تائب ہوجاتا ہے۔ تُو نے اپنی مخلوق میں سے بہترین کو بھیجا جو تیرے افق کا سراج ہے یعنی محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جو تیری طرف سے آسانی اور نرمی کے ساتھ مبعوث ہوئے خوشخبری سناتے، ڈر سناتے، چمکا دینے والے چراغ جس کی روشنی نے مشرقوں اور مغربوں کو بھر دیا، اس کا نور دُور و نزدیک والوں کو عام ہے۔ اور ابوطالب اس کی بارگاہ کے قرب کے باوجود اس کی بارگاہِ قرب سے محروم رہے۔ چنانچہ تیری ہی حجت بلند ہے۔ محمد مصطفٰی، آپ کی آل، آپ کے اصحاب، آپ کے اہلِ خانہ اور آپ کی جماعت پر ایسا بڑھنے والا درود نازل فرما جو تجھے بھی پسند ہو اور انھیں بھی پسند ہو جو درود پڑھنے والے کو ہلاکت سے بچائے اور برکت وسلام نازل فرما ہمیشہ کے لئے۔ اور ہر حمد ہمیشہ ہمیشہ اللہ ہی کے لئے ہے۔ اے بہترین رحم فرمانے والے! ہماری دُعا کو قبول فرما۔ (ت)

اس میں شک نہیں کہ ابوطالب تمام عمر حضور سید المرسلین سید الاولین والآخرین سید الابرار صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ وسلم الٰی یوم القرار کی حفظ وحمایت وکفالت ونصرت میں مصروف رہے، اپنی اولاد سے زیادہ حضور کو عزیز رکھا اور اس وقت میں ساتھ دیا کہ ایک عالم حضور کا دشمنِ جاں ہوگیا تھا، اور حضور کی محبت میں اپنے تمام عزیزوں قریبیوں سے مخالفت گوارا کی، سب کو چھوڑ دینا قبول کیا، کوئی دقیقہ غمگساری وجاں نثاری کا نامرعی نہ رکھا، اور یقیناً جانتے تھے کہ حضور افضل المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں، ان پر ایمان لانے میں جنت ابدی اور تکذیب میں جہنم دائمی ہے، بنو ہاشم کو مرتے وقت وصیت کی کہ محمد صلی اللہ

تعالٰی علیہ وسلم کی تصدیق کرو فلاح پاؤ گے، نعت شریف میں قصائد ان سے منقول، اور ان میں براہِ فراست وہ امور ذکر کیے کہ اُس وقت تک واقع نہ ہوئے تھے بعد بعثت شریف اُن کا ظہور ہُوا، یہ سب احوال مطالعہ احادیث ومراجعتِ کتبِ سِیَر سے ظاہر۔ ایک شعر اُن کے قصیدے کا صحیح بخاری شریف میں بھی مروی ؎

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ ثمال الیتامٰی عصمۃ للارامل[1]

(وہ گورے رنگ والے جن کے رُوئے روشن کے توسّل سے مینہ برستا ہے، یتیموں کے جائے پناہ بیواؤں کے نگہبان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ ت)

محمد بن اسحٰق تابعی صاحبِ سیر ومغازی نے یہ قصیدہ بتمامہا نقل کیا جس میں ایک سو۱۱۰ دس بیتیں مدح جلیل و نعتِ منیع پر مشتمل ہیں۔ شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ شرح صراطِ مستقیم میں اس قصیدہ کی نسبت فرماتے ہیں:

دلالت صریح دارد بر کمال محبت ونہایت نبوت او، انتہی۔[2]

یہ قصیدہ ابوطالب کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کمال محبت اور آپ کی نبوت کی انتہائی معرفت پر دلالت کرتا ہے اھ (ت)

مگر مجرد ان امور سے ایمان ثابت نہیں ہوتا۔ کاش یہ افعال واقوال اُن سے حالتِ اسلام میں صادر ہوتے تو سیدنا عباس بلکہ ظاہراً سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بھی افضل قرار پاتے اور افضل الاعمام حضور افضل الانام علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلوٰۃ والسلام کہلائے جاتے۔ تقدیر الٰہی نے بربنا اُس حکمت کے جسے وُہ جانے یا اُس کا رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انھیں گروہِ مسلمین وغلامانِ شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں شمار کیا جانا منظور نہ فرمایا فاعتبروا یا اولی الابصار[3] (تو عبرت لو اے نگاہ والو!۔ ت) صرف معرفت گو کیسی ہی کمال کے ساتھ ہو ایمان نہیں، دانستن وشناختن اور چیز ہے اور اذعان وگرویدن اور، کم کافر تھے جنھیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سچے پیغمبر ہونے کا یقین نہ تھا جحدوا بھا واستیقنتھا انفسھم[4] (اور اُن کے منکر ہوئے اور اُن کے دلوں میں ان کا یقین تھا۔ ت) اور علمائے اہل کتاب تو عموماً جزم کلی رکھتے تھے حتی کہ یہ امر ان کے نزدیک کالعیان سے بھی زائد تھا معائنہ میں بصر غلطی

---

[1] صحیح البخاری ابواب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۳۶
[2] شرح سفر السعادۃ فصل دربیان عیادت بیماراں مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۲۲۹
[3] القرآن الکریم ۵۹/۲
[4] القرآن الکریم ۲۷/۱۴

بھی کرتی ہے اور یہاں کسی طرح کا شبہہ و احتمال نہ تھا۔ قال جل وعلا (اللہ جل وعلا نے فرمایا)،

یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم۔[1] وُہ اس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے آدمی اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہے۔ (ت)

وقال عزمن قائل،

فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکٰفرین۔[2] توجب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا اسکے منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت منکروں پر۔ (ت)

وقال جل ذکرہ،

یجدونہ مکتوبا عندھم فی التورٰىۃ والانجیل۔[3] لکھا ہُوا پائیں گے اپنے پاس توریت اور انجیل میں۔ (ت)

بعض کورچشم بدباطن وہابیہ عصر کہ اس میں کلام کرتے اور کہتے ہیں اگر اہل کتاب کے یہاں حضور کا ذکرِ رسالت ہوتا تو ایمان کیوں نہ لاتے، نصوص قاطعہ سے انکار اور خدا و رسول کی تکذیب اور یہود و نصارٰی کی حمایت و تصدیق کرنے والے ہیں اعوذ باللہ من وسواس الشیطان (میں شیطان کے وسوسوں سے پناہ مانگتا ہُوں۔ ت) شرح عقائد نسفی میں ہے،

لیست حقیقۃ التصدیق ان تقع فی القلب نسبۃ الصدق الی الخبر والمخبر من غیر اذعان وقبول بل ھو اذعان وقبول لذٰلک بحیث یقع علیہ اسم التسلیم علٰی ما صرح بہ الامام الغزالی۔[4] حقیقتِ تصدیق یہ نہیں کہ دل میں خبر یا مخبر کی سچائی کی نسبت واقع ہوجائے بغیر اذعان وقبول کے، بلکہ وُہ تو اذعان اور اس طرح قبول کرنا ہے کہ اس پر اسمِ تسلیم واقع ہو۔ جیسا کہ امام غزالی علیہ الرحمہ نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ (ت)

اسی میں ہے،

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۴۶
[2] القرآن الکریم ۲/ ۸۹
[3] " " ۷/ ۱۵۷
[4] شرح عقائد النسفی والایمان فی اللغۃ التصدیق دار الاشاعۃ العربیۃ قندھار افغانستان ص ۸۹

بعض القدریۃ ذھب الی ان الایمان ھوالمعرفۃ واطبق علماؤنا علی فسادہ لان اھل الکتاب کانوا یعرفون نبوۃ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما کانوا یعرفون ابناء ھم مع القطع بکفرھم لعدم التصدیق ولان من الکفار من کان یعرف الحق یقینا وانما کان ینکر عنادًا اواستکبارًا، قال اللہ تعالٰی وجحدوا بھا واستیقنتھا انفسھم[1]

بعض قدریہ اس طرف گئے ہیں کہ ایمان فقط معرفت کو کہتے ہیں، اور ہمارے علماء کا اس قول کے فساد پر اجماع ہے، کیونکہ اہلِ کتاب محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نبوت کو ایسے پہچانتے تھے جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے تھے، اس معرفت کے باوجود ان کا کفر قطعی ہے کیونکہ وہاں تصدیق نہیں پائی گئی۔ اور اس لئے بھی کہ بعض کافر یقینی طور پر حق کو پہچانتے تھے اور محض عناد و تکبّر کی وجہ سے انکار کرتے تھے، اللہ تعالٰی نے فرمایا: "حالانکہ ان کے منکر ہوئے اور ان کے دلوں میں اُن کا یقین تھا۔" (ت)

محقق دوانی شرح عقائد عضدی میں فرماتے ہیں:

التلفظ بکلمتی الشھادتین مع القدرۃ علیہ شرط فمن اخل بہ فھو کافر مخلد فی النار ولا تنفعہ المعرفۃ القلبیۃ من غیر اذعان وقبول فان من الکفار من کان یعرف الحق یقینا وکان انکارہ عنادا واستکبارا کما قال اللہ تعالٰی وجحدوا بھا واستیقنتھا انفسھم ظلما وعلوا[2]

شہادت (توحید و رسالت کی شہادت) کے دو کلموں کے ساتھ تلفظ کرنا جبکہ اس پر قادر ہو ایمان کی شرط ہے، تو جس نے اس میں کوتاہی کی تو وہ کافر ہے اور دائمی طور پر جہنم میں رہنے والا ہے، اور اذعان وقبول کے بغیر معرفتِ قلبی اس کو نفع نہیں دے گی، کیونکہ بعض کافر ایسے ہیں جو یقینی طور پر حق کو پہچانتے تھے۔ ان کا انکار عناد و تکبر کی وجہ سے تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: "اور ان کے منکر ہوئے حالانکہ اُن کے دلوں میں ان کا یقین تھا ظلم اور تکبر کی وجہ سے۔" (ت)

---

[1] شرح عقائد النسفی والایمان لایزید ولاینقص دارالاشاعت العربیۃ قندھار افغانستان ص ۹۲ و ۹۳

[2] الدوانی علی العقائد العضدیۃ والکفر عدم الایمان مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۰۱

آیاتِ قرآنیہ واحادیثِ صحیحہ متواترہ متظافرہ سے ابوطالب کا کفر پر مرنا اور دمِ واپسیں ایمان لانے سے انکار کرنا اور عاقبت کار اصحابِ نار سے ہونا ایسے روشن ثبوت سے ثابت جس سے کسی سُنّی کو مجالِ دم زدن نہیں۔ ہم یہاں کلام کو سات فصل پر منقسم کریں۔

فصل اوّل ــــ آیاتِ قرآنیہ

آیت اُولیٰ: قال اللہ تبارک وتعالیٰ (اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا۔ ت):

انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء وھو اعلم بالمھتدین[1]	اے نبی! تم ہدایت نہیں دیتے جسے دوست رکھو ہاں خدا ہدایت دیتا ہے جسے چاہے، وہ خوب جانتا ہے جو راہ پانے والے ہیں۔

مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیہ کریمہ ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی۔

معالم التنزیل میں ہے:

نزلت فی ابی طالب[2]۔	ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی۔ (ت)

جلالین میں ہے:

نزل فی حرصہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علیٰ ایمان عمہ ابی طالب[3]۔	یہ آیت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آپ کے چچا ابوطالب کے ایمان لانے کی حرص میں نازل ہوئی۔ (ت)

مدارک التنزیل میں ہے:

قال الزجاج اجمع المفسرون انھا نزلت فی ابیطالب[4]	زجاج نے کہا کہ مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیت کریمہ ابی طالب کے حق میں نازل ہوئی۔ (ت)

کشاف زمخشری وتفسیر کبیر میں ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۲۸/ ۵۶
[2] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت آیۃ ۲۸/ ۵۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۳۸۷
[3] تفسیر جلالین " " اصح المطابع دہلی ص ۳۳۲
[4] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) " " دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۲۴۰

قال الزجاج اجمع المسلمون انها نزلت فی ابی طالب[1]

زجاج نے کہا کہ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ یہ آیہ کریمہ ابی طالب کے حق میں نازل ہوئی۔(ت)

امام نووی شرح صحیح مسلم شریف کتاب الایمان میں فرماتے ہیں :

اجمع المفسرون علی انما نزلت فی ابی طالب وکذا نقل اجماعھم علی ھذا الزجاج وغیرہ[2]

مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیت کریمہ ابوطالب کے حق میں نازل ہُوئی، اور جیسا کہ زجاج وغیرہ نے اس پر ان کا اجماع نقل کیا ہے۔(ت)

مرقاۃ شرح مشکوۃ شریف میں ہے :

لقولہ تعالٰی فی حقہ باتفاق المفسرین انك لاتھدی من احببت[3]

اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کی وجہ سے جو باتفاقِ مفسرین اُس (ابوطالب) کے بارے میں ہے : "اے نبی! تم ہدایت نہیں دیتے جسے دوست رکھو"۔(ت)

حدیث اوّل : صحیح حدیث میں اس آیہ کریمہ کا سببِ نزول یُوں مذکور کہ جب حضور اقدس سید المرسلین صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ابوطالب سے مرتے وقت کلمہ پڑھنے کو ارشاد فرمایا، صاف انکار کیا اور کہا مجھے قریش عیب لگائیں گے کہ موت کی سختی سے گھبرا کر مسلمان ہوگیا ورنہ حضور کی خوشی کر دیتا۔ اس پر رب العزۃ تبارک وتعالٰے نے یہ آیت کریمہ اتاری یعنی اے حبیب! تم اس کا غم نہ کرو تم اپنا منصب تبلیغ ادا کر چکے ہدایت دینا اور دل میں نورِ ایمان پیدا کرنا یہ تمہارا فعل نہیں اللہ عزوجل کے اختیار میں ہے اور اُسے خوب معلوم ہے کہ کسے یہ دولت دے گا کسے محروم رکھے گا۔

صحیح مسلم شریف کتاب الایمان وجامع ترمذی کتاب التفسیر میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لعمہ (زاد مسلم فی اخری

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اپنے چچا سے فرمایا (مسلم نے

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ۲۸/۵۶ المطبعۃ البہیۃ مصر ۲۵/۲
تفسیر الکشاف " " دار الکتاب العربی بیروت ۴۲۲/۳

[2] شرح صحیح مسلم للامام النووی کتاب الایمان باب الدلیل علی صحۃ الاسلام الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۴۱/۱

[3] مرقاۃ المفاتیح کتاب الفتن باب صفۃ النار واھلھا تحت حدیث ۵۶۶۸ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۶۴۰/۹

عند الموت) قل لا الٰہ الا اللہ اشھد لك بھا یوم القیٰمۃ قال لولا ان تعیرنی قریش یقولون انما حملہ علٰی ذٰلك الجزع لاقررت بھا عینك فانزل اللہ عزوجل انك لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء[1]

دوسری روایت میں یہ اضافہ کیا کہ بوقتِ موت فرمایا) لا الٰہ الا اللہ کہہ دو میں تیرے لئے قیامت کے دن اس کی گواہی دُوں گا۔ اُس نے جواب دیا، اگر یہ بات نہ ہوتی کہ قریش مجھے عار دلائیں گے کہ موت کی شدت کے باعث مسلمان ہوگیا ہے تو میں آپ کی آنکھ ٹھنڈی کردیتا۔ اس پر اللہ تعالٰی نے یہ آیتِ کریمہ نازل فرمائی کہ "اے نبی! تم ہدایت نہیں دیتے جسے دوست رکھو، ہاں خدا ہدایت دیتا ہے جسے چاہے۔" (ت)

معالم و مدارک و بیضاوی و ارشاد العقل السلیم و خازن و فتوحاتِ الٰہیہ وغیرہا تفاسیر میں اسی حدیث کا حاصل اس آیت کے نیچے ذکر کیا۔

آیتِ ثانیہ: قال جل جلالہ (اللہ جل جلالہ نے فرمایا۔ ت):

ماکان للنبی والذین اٰمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولوکانوا اولی قربٰی من بعد ماتبین لھم انھم اصحٰب الجحیم[2]

روا نہیں نبی اور ایمان والوں کو کہ استغفار کریں مشرکوں کے لئے اگرچہ وہ اپنے قرابت والے ہوں بعد اس کے کہ اُن پر ظاہر ہوچکا کہ وہ بھڑکتی آگ میں جانیوالے ہیں۔

یہ آیت کریمہ بھی ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی۔

تفسیر امام نسفی میں ہے:

ھم علیہ الصلٰوۃ والسلام ان یستغفر لابی طالب فنزل ماکان للنبی[3]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ ابوطالب کے لئے استغفار کریں تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ "نبی کو یہ روا نہیں۔" (ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب الدلیل علٰی صحۃ الاسلام الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۰
جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ القصص امین کمپنی دہلی ۲/۱۵۰

[2] القرآن الکریم ۹/۱۱۳

[3] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت آیۃ ۹/۱۱۳ دار الکتاب العربی بیروت ۲/۱۴۸

جلالین میں ہے :

نزل فی استغفارہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لعمہ ابی طالب[1]۔

یہ آیت حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اپنے چچا ابوطالب کے لئے استغفار کرنے کے بارے میں نازل ہوئی۔ (ت)

امام عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں :

قال الواحدی سمعت اباعثمان الحیری سمعت ابا الحسن بن مقسم سمعت ابا اسحٰق الزجاج یقول فی ھٰذہ الاٰیۃ اجمع المفسرون انھا نزلت فی ابی طالب[2] یعنی واحدی نے اپنی تفسیر میں بسند خود ابواسحاق زجاج سے روایت کی کہ مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے حق میں اُتری۔

اقول ھکذا اثرہ ھٰھنا والمعروف من الزجاج قولہ ھٰذا فی الاٰیۃ الاولٰی کما سمعت والمذکور ھٰھنا فی المعالم وغیرھا ان الاٰیۃ مختلف فی سبب نزولھا فلیراجع تفسیر الواحدی فلعلہ اراد اتفاق الاکثرین ولم یلق للخلاف بالا لکونہ خلاف ماثبت فی الصحیح۔

میں کہتا ہوں یہاں تو وہ ایسا ہی منقول ہے حالانکہ زجاج کا یہ قول پہلی آیت کے بارے میں معروف ہے جیساکہ تُو سُن چکا ہے۔ اور معالم وغیرہ میں اس مقام پر مذکور ہے کہ آیت کے سببِ نزول میں اختلاف ہے چنانچہ تفسیر واحدی کی طرف مراجعت کی جائے۔ ہوسکتا ہے کہ اُس کی مراد اکثر مفسرین کا اتفاق ہو اور اُس نے مخالفت کی اس بنیاد پر کوئی پروا نہ کی ہو کہ اس کے مخالف ہے جو صحیح میں ثابت ہوچکا ہے۔ (ت)

بیضاوی میں پہلا قول اس آیت کا نزول دربارہ ابی طالب لکھا۔

علامہ شہاب خفاجی اُس کی شرح عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی میں فرماتے ہیں :

ھوالصحیح فی سبب النزول[3] یعنی یہی صحیح ہے۔

اسی طرح اس کی تصحیح فتوح الغیب وارشاد الساری میں کی ہے اور فرمایا یہی حق ہے کما سیأتی

---

[1] تفسیر جلالین تحت آیۃ ۹/۱۱۳ اصح المطابع دہلی ص ۱۶۷

[2] عمدۃ القاری کتاب الجنائز تحت حدیث ۱۳۶۰ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۸/۲۶۲

[3] عنایۃ القاضی حاشیۃ الشہاب علی تفسیر البیضاوی تحت الآیۃ ۹/۱۱۳ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴/۶۴۸

وھٰذہ التصحیحات ایضًا اٰیۃ الخلاف کمالیس بخاف (جیسا کہ عنقریب آئے گا، اور یہ تصحیحیں بھی مخالفت کی علامت ہیں جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت)

حدیث دوم: صحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن نسائی میں ہے:

واللفظ محمد قال حدثنا محمود فذکر بسندہٖ عن سعید بن المسیب عن ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنھما ان اباطالب لما حضرتہ الوفاۃ دخل علیہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعندہ ابوجھل فقال ای عم قل لا الٰہ الا اللہ کلمۃ احاج لك بھا عند اللہ فقال ابوجھل وعبد اللہ بن امیۃ یا اباطالب اترغب عن ملۃ عبد المطلب فلم یزالا یکلمانہ حتی قال اٰخر شیئ کلمھم بہ علی ملۃ عبد المطلب (زاد البخاری فی الجنائز وتفسیر سورۃ القصص کمثل مسلم فی الایمان وابی ان یقول لا الٰہ الا اللہ) فقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاستغفرن لك مالم انہ عنہ، فنزلت ماکان للنبی والذین اٰمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولوکانوا اولی قربٰی من بعد ماتبین لھم انھم اصحٰب

اور لفظ محمد کے ہیں، انھوں نے کہا ہم کو حدیث بیان کی محمود نے، پھر اپنی سند کے ساتھ سعید بن مسیب سے اور انھوں نے اپنے باپ سے ذکر کیا، رضی اللہ تعالٰی عنہما، کہ ابوطالب جب قریب الموت ہوئے تو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے جبکہ ابوجہل اور عبداللہ بن امیّہ وہاں موجود تھے، آپ نے فرمایا: اے چچا! کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ پڑھ لو میں اس کے ذریعے تمہارے لئے جھگڑا کروں گا۔ ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ نے کہا، اے ابوطالب! کیا عبدالمطلب کے دین سے اعراض کرلو گے؟ وہ دونوں مسلسل ابوطالب سے یہی بات کہتے رہے۔ یہاں تک کہ ابوطالب نے جو آخری بات انھیں کہی وہ یہ تھی کہ میں عبدالمطلب کے دین پر قائم ہُوں (امام بخاری نے جنائز اور سورہ قصص کی تفسیر میں یہ اضافہ کیا جیسا کہ امام مسلم نے کتاب الایمان میں کیا ہے کہ ابوطالب نے لا الٰہ الا اللہ کہنے سے انکار کردیا) تو نبی کریم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک مجھے منع نہ کردیا گیا میں تیرے لئے ضرور استغفار کروں گا۔ چنانچہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: "روا نہیں نبی اور ایمان والوں کو کہ استغفار کریں مشرکوں کے لئے اگرچہ وہ اپنے قرابت والے ہوں بعد اس کے کہ ان پر ظاہر ہوچکا کہ وُہ

الجحیم ○ ونزلت انک لا تھدی من احببت[1]

بھڑکتی آگ میں جائیں گے، اور یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: "اے نبی! تم ہدایت نہیں دیتے جسے دوست رکھو۔" (ت)

اس حدیث جلیل سے واضح کہ ابوطالب نے وقتِ مرگ کلمہ طیبہ سے صاف انکار کردیا اور ابوجہل لعین کے اغوا سے حضورِ اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد قبول نہ کیا۔ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس پر بھی وعدہ فرمایا کہ جب تک اللہ عزوجل مجھے منع نہ فرمائے گا میں تیرے لئے استغفار کروں گا۔ مولٰی سبحنہ وتعالٰی نے یہ دونوں آیتیں اتاریں اور اپنے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ابوطالب کے لئے استغفار سے منع کیا اور صاف ارشاد فرمایا کہ مشرکوں دوزخیوں کے لئے استغفار جائز نہیں۔

نسأل اللہ العفو والعافیۃ، اما تزییف الزمخشری نزول الأیۃ فیہ بان موت ابی طالب کان قبل الھجرۃ و ھذا اٰخر ما نزل بالمدینۃ[2] فمردود بما فی ارشاد الساری عن الطیبی عن التقریب انہ یجوز ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یستغفر لابی طالب الٰی حین نزولھا والتشدید مع الکفار انما ظھر فی ھذہ السورۃ[3] قال اعنی القسطلانی

ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ رہا زمخشری کا ابوطالب کے بارے میں اس آیت کے نزول کو اس بنیاد پر ضعیف قرار دینا کہ ابوطالب کی موت ہجرت سے پہلے ہوئی جبکہ یہ آیت کریمہ آخری مرحلہ پر مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ تو وہ مردود ہے اُس دلیل کی وجہ سے جو ارشاد الساری میں طیبی سے بحوالہ تقریب مذکور ہے کہ ہوسکتا ہے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس آیت کے نزول تک ابوطالب کے لئے استغفار کرتے رہے ہوں۔ کافروں کے ساتھ

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب اذا قال المشرک عند الموت لاالٰہ الااللہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۱
صحیح البخاری کتاب المناقب باب قصہ ابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۴۸
صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ البراءۃ باب ماکان للنبی والذین آمنوا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۶۷۵
" " سورۃ القصص باب قولہ تعالٰی انک لا تھدی من احببت " " ۲/ ۷۰۳
صحیح مسلم کتاب الایمان باب الدلیل علی صحۃ الاسلام من حضر الموت " " ۱/ ۴۰
سنن النسائی کتاب الجنائز النہی عن الاستغفار للمشرکین نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ۱/ ۲۸۶

[2] الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل تحت آیۃ ۹/ ۱۱۳ مکتبۃ الاعلام الاسلامی فی الحوزۃ العلمیۃ قم ایران ۲/ ۳۱۵

[3] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ توبہ دارالکتاب العربیۃ بیروت ۷/ ۱۵۸

قال فی فتوح الغیب وھذا ھو الحق وروایۃ نزولھا فی ابی طالب ھی الصحیحۃ اھ[1] وکذا اوردہ الامام الرازی فی الکبیر وقال العلامۃ الخفاجی فی عنایۃ القاضی بعد نقل کلام التقریب اعتمدہ من بعدہ من الشراح ولاینافیہ قولہ فی الحدیث فنزلت لامتداد استغفارہ لہ الی نزولھا اولان الفاء للسببیۃ بدون تعقیب اھ[2]۔

شدت پسندی تو اس سورۃ میں ظاہر ہوتی ہے اھ امام قسطلانی نے فرمایا کہ فتوح الغیب میں ہے کہ یہی حق ہے اور اس کے ابوطالب کے بارے میں نزول والی روایت ہی صحیح ہے اھ امام رازی نے تفسیر کبیر میں یونہی زمخشری کا رد کیا ہے اور علامہ خفاجی نے عنایۃ القاضی میں تقریب کا کلام نقل کرنے کے بعد کہا کہ بعد والے تمام شارحین نے اس پر اعتماد کیا ہے اور یہ حدیث میں وارد راوی کے قول فنزلت کے منافی نہیں اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نزولِ آیت تک ابوطالب کیلئے استغفار میں استمرار فرمایا یا اس لئے کہ فاء سببیت کیلئے ہے نہ کہ تعقیب کے لئے اھ۔ (ت)

اقول والدلیل علی الاستمرار واستدامۃ الاستغفار قول سید الابرار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاستغفرن لك مالم انہ عنك[3] فھذا مقام الجزم دون التجویز والاستظہار علی ان الامام الجلیل الجلال السیوطی فی کتاب الاتقان[4] عقد فصلا لبیان

میں کہتا ہوں کہ استغفار کے استمرار و دوام پر دلیل سید الابرار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ میں تیرے لئے ضرور استغفار کروں گا جب تک مجھے منع نہ کیا گیا۔ لہٰذا یہ مقام جزم ہے نہ کہ مقام تجویز و تائید۔ علاوہ ازیں امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے کتاب الاتقان میں یہ بیان کرنے کے لئے ایک فصل قائم فرمائی ہے کہ مکی

---

[1] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ التوبۃ دار الکتاب العربی بیروت ۷/ ۱۵۸

[2] عنایۃ القاضی حاشیۃ الشہاب علی تفسیر البیضاوی تحت آیۃ ۹/ ۱۱۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۴/ ۶۴۰

[3] صحیح البخاری کتاب المناقب قصہ ابی طالب ۱/ ۵۴۸ و سورۃ التوبۃ ۲/ ۶۷۵ و سورۃ القصص ۲/ ۷۰۳

صحیح مسلم کتاب الایمان باب الدلیل علی صحۃ الاسلام الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۰

[4] الاتقان فی علوم القرآن فصل فی ذکر ما استثنی من المکی والمدنی دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۴۳

ما نزل من آيات السور المكية بالمدينة وبالعکس وذکر فيه عن بعضهم ان آية ماکان للنبي آية مکية نزلت في قوله صلى الله تعالٰی عليه وسلم لابي طالب لاستغفرن لك مالم انه عنه واقره[1] عليه فعلى هذا يزهق الاشکال من رأسه ثم ان لفظ البخاري في کتاب التفسير فانزل الله بعد ذلك قال الحافظ في فتح الباري الظاهر نزولها بعده بمدة لرواية التفسير[2] اھ وهذا ايضا يطيح الشبهة من رأسها افاد هٰذين العلامة الزرقاني في شرح المواهب وبعد اللتيا والتي اذ قد افصح الحديث الصحيح بنزولها فيه فکيف ترد الصحاح بالهوسات۔

سُورتوں کی کون سی آیات مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہیں اور اس کے برعکس (یعنی مدنی سُورتوں کی کون سی آیات مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہیں) اور اُس میں بعض مفسرین کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ آیت کریمہ "ماکان للنبی" مکّی ہے اور نبی کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلّم کے اس ارشاد کے بارے میں نازل ہوئی جو آپ نے ابوطالب سے فرمایا کہ "جب تک مجھے منع نہ کیا گیا میں تیرے لئے استغفار کروں گا"۔ اور امام سیوطی نے اس کو برقرار رکھا، اس بنیاد پر تو اشکال سِرے سے ہی دفع ہوجائے گا، پھر کتاب التفسیر میں بخاری کے لفظ یہ ہیں کہ "اس کے بعد اللہ تعالٰے نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ حافظ نے فتح الباری میں کہا روایتِ تفسیر کی بنیاد پر ظاہر یہ ہے کہ اس کا نزول سرکارِ دوعالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے ارشادِ مذکور سے کچھ مدت کے بعد ہوا"۔ یہ بھی سرے سے شبہہ کا ازالہ کردیتا ہے۔ علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں ان دونوں کا افادہ فرمایا۔ اس لمبی اور مختصر گفتگو کے بعد جب حدیث صحیح نے ابوطالب کے بارے میں نزولِ آیت کی تصریح کردی تو خواہشات کے ساتھ صحیح حدیثوں کو کیسے رَد کیا جاسکتا ہے۔ (ت)

آیت ثالثہ: قال عزّ مجدہ (اللہ عزّ مجدہ نے فرمایا۔ ت):

وهم ينهون عنه وينأون عنه وان يهلکون الا انفسهم و

وہ اس نبی سے اوروں کو روکتے اور باز رکھتے ہیں اور خود اس پر ایمان لانے سے بچتے اور دُور رہتے

---

[1] و [2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ ذکر وفاۃ خدیجۃ وابی طالب دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۹۳

مایشعرون ۵[1] | ہیں اور اس کے باعث وہ خود اپنی ہی جانوں کو ہلاک کرتے ہیں اور انھیں شعور نہیں۔

یعنی جان بوجھ کر جو بے شعوروں کے سے کام کرے اُس سے بڑھ کر بے شعور کون ۔ سلطان المفسرین سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما اور اُن کے تلمیذ رشید سیدنا امام اعظم کے استاد مجید امام عطار بن ابی رباح و مقاتل وغیرہم مفسرین فرماتے ہیں : یہ آیت ابوطالب کے باب میں اُتری ۔

تفسیر امام بغوی محی السنۃ میں ہے :

قال ابن عباس ومقاتل نزلت فی ابی طالب کان ینھی الناس عن اذی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ویمنعھم وینأی عن الایمان بہ ای یبعد[2]۔

ابن عباس و مقاتل نے فرمایا کہ یہ آیت ابوطالب کے بارے میں نازل ہُوئی، وہ لوگوں کو حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تکلیف دینے سے روکتا تھا اور انھیں منع کرتا تھا اور خود حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایمان لانے سے دُور رہتا۔ (ت)

انوار التنزیل میں ہے :

ینھون عن التعرض لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وینأون عنہ فلا یؤمنون بہ کابی طالب[3]۔

وہ لوگوں کو رسول پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا تعاقب کرنے سے روکتے اور خود آپ سے دُور رہتے چنانچہ آپ پر ایمان نہیں لاتے جیسے ابوطالب۔ (ت)

حدیث سوم : فریابی اور عبدالرزاق اپنے مصنّف اور سعید بن منصور سُنن میں اور عبد بن حمید اور ابن جریر و ابن منذر و ابن ابی حاتم و طبرانی و ابوالشیخ و ابن مردویہ اور حاکم مستدرک میں بافادہ تصحیح اور بیہقی دلائل النبوۃ میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کی تفسیر میں راوی :

قال نزلت فی ابی طالب کان ینھی عن المشرکین ان یؤذوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و

یعنی یہ آیت ابوطالب کے بارے میں اُتری کہ وہ کافروں کو حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۲۶

[2] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت آیۃ ۶/ ۲۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۸۵

[3] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) " " دار الفکر بیروت ۲/ ۴۰۱

يتباعد عما جاء به[1]

ایذا سے منع کرتے باز رکھتے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایمان لانے سے دُور رہتے۔

قال فی مفاتیح الغیب فیہ "قولان منهم من قال المراد انهم ينهون عن التصديق بنبوته والاقرار برسالته وقال عطاء ومقاتل نزلت في ابي طالب كان ينهى قريشا عن ايذاء النبي عليه الصلوة والسلام ثم يتباعد عنه ولايتبعه على دينه" و القول الاول اشبه لوجهين الاول ان جميع الأيات المتقدمه على هذه الأية تقتضي ذم طريقتهم فكذلك قوله "وهم ينهون عنه" ينبغي ان يكون محمولا على امر مذموم فلو حملناه على ان اباطالب كان ينهى عن ايذائه لما حصل هذا النظم" والثاني انه تعالى قال بعد ذلك "وان يهلكون الا انفسهم" يعني به ماتقدم ذكره ولا يليق ذلك ان يكون المراد من قوله "وهم ينهون عنه" النهي

مفاتیح الغیب میں فرمایا اس میں دو قول ہیں، ان میں سے بعض نے کہا مراد یہ ہے کہ وہ حضور پُر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق اور آپ کی رسالت کے اقرار سے روکتے ہیں، جبکہ عطاء اور مقاتل نے کہا کہ یہ آیت کریمہ ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی وہ قریش کو نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ایذارسانی سے روکتے تھے پھر خود آپ سے دُور رہتے اور دین میں آپ کی اتباع نہیں کرتے تھے۔ قولِ اوّل دو وجہ سے زیادہ مناسب ہے، وجہ اوّل یہ ہے کہ اس آیہ کریمہ سے ماقبل والی تمام آیات قریش کے طریقہ کی مذمت کا تقاضا کرتی ہیں۔ اسی طرح یہ اللہ کا قول "وھم ینھون عنہ" (یعنی وہ اس سے روکتے ہیں) بھی امر مذموم پر محمول ہونا چاہیے۔ اگر ہم اس کو اس معنی پر محمول کریں کہ ابوطالب نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ایذارسانی سے روکتے تھے تو یہ نظم مذکور حاصل نہ ہوگا۔ وجہ ثانی یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے اس کے بعد فرمایا ہے کہ "وہ خود اپنی ہی جانوں کو ہلاک کرتے ہیں"۔ اس سے مراد وہی ہے جس کا ماقبل ذکر ہوچکا ہے۔

---

[1] الدر المنثور بحوالہ الفریابی و عبدالرزاق وغیرہ تحت الآیۃ ۶/ ۲۶ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۳۷
جامع البیان (تفسیر طبری) تحت آیۃ ۶/ ۲۶ دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/ ۲۰۲
دلائل النبوۃ للبیہقی جماع ابواب المبعث باب وفاۃ ابی طالب الخ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۳۴۰
تفسیر ابن ابی حاتم تحت آیۃ ۶/ ۲۶ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ ریاض ۴/ ۱۲۷۷

عن اذیتہ لان ذٰلک حسن لا یوجب الھلاک[1] اھ۔

اور یہ مناسب نہیں کہ اللہ تعالٰی کے ارشاد "اور وہ اس سے روکتے ہیں" سے مراد نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ایذا رسانی سے روکنا ہو اس لئے کہ یہ تو حسن ہے جو موجب ہلاکت نہیں ہوتا اھ (ت)

اقول اصل الذم للنأی وقد تشدد بالنھی فان الذنب بعد العلم اشد منہ حین الجھل فذکر النھی لابانۃ شدۃ مایلحقہ من الذم فی ذٰلک و عظمۃ مایعتریہ من الوزر فیما ھنالک فان العلم حجۃ اللہ مالک وعلیک الاتری الٰی قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی ابی طالب ولو لا انا لکان فی الدرک الاسفل من النار[2] کما سیاتی مع ما علم من حمایتہ وکفالتہ ونصرتہ ومحبتہ للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم طول عمرہ فانما کاد یکون فی الدرک الاسفل لولا شفاعۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لما ابی الایمان مع کمال العرفان فالاٰیۃ

میں کہتا ہوں اصل مذمت تو نأی یعنی دُور رہنے کی وجہ سے ہے جو نہی کے سبب سے شدید ہوگئی، کیونکہ علم کے بعد گناہ اس گناہ سے زیادہ شدید ہوجاتا ہے جو زمانۂ جہالت میں کیا گیا ہو۔ چنانچہ نہی کا یہاں ذکر اس شدت وعظمت کے اظہار کے لئے جو اس سے ملحق گناہ اور بوجھ سے متعلق ہوتی ہے کیونکہ علم اللہ تعالٰی کی حجت ہے تیرے حق میں اور تیرے خلاف کیا تو ابوطالب کے بارے میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد کو نہیں دیکھتا کہ "اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوتا"۔ جیسا کہ عنقریب آئے گا۔ ابوطالب کی طرف سے تمام عمر نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حمایت، کفالت، نصرت اور محبت کے باوجود جو کہ معلوم ہے۔ اگر نبی اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شفاعت نہ ہوتی تو ابوطالب جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوتے کیونکہ کمال معرفت کے باوجود انھوں نے ایمان سے انکار کیا،

---

[1] مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) تحت آیۃ ۶/۲۶ المطبعۃ البہیۃ مصر ۱۲/۱۸۹

[2] صحیح البخاری مناقب الانصار باب قصۃ ابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۴۸

صحیح مسلم باب شفاعۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لابی طالب " " " ۱/۱۱۵

علی وزان قولہ تعالٰی "اتأمرون الناس بالبر وتنسون انفسکم و انتم تتلون الکتٰب افلا تعقلون ۝" [1] فذکر فی سیاق الذم امرھم بالبر وتلاوتہم الکتاب وانما القصد الی نسیانہم انفسہم وذکر ھٰذین للتسجیل بل قال جل ذکرہ یاایھا الذین اٰمنوا لم تقولون مالا تفعلون ۝ کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون ۝ [2] فشدد النکیر علی القول من دون عمل وان کان القول خیرا فی نفسہ قال فی معالم التنزیل "قال المفسرون ان المؤمنین قالوا لو نعلم ای الاعمال احب الی اللہ عزوجل لعملناہ ولبذلنا فیہ اموالنا وانفسنا فانزل عزوجل ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا فابتلوا بذلک یوم احد فولوا مدبرین فانزل اللہ تعالٰی لم تقولون مالا تفعلون ۝ [3] اھ وبہ ینحل الوجہان لمن انصف لاجرم ان قال الخفاجی

چنانچہ آیت مذکورہ اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کی طرز پر ہے کہ "کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو تو کیا تمھیں عقل نہیں"۔ ان کے نیکی کا حکم دینے اور کتاب پڑھنے کو مذمت کے سیاق میں ذکر کیا۔ مقصود تو ان کا اپنی جانوں کو بھلانا ہے اور ان دونوں باتوں کا ذکر بطور تمہید ہے بلکہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: "اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے، کیسی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔" تو یہاں پر قول بلا عمل پر سخت نفرت کا اظہار فرمایا اگرچہ فی نفسہٖ قول اچھا ہو۔ معالم التنزیل میں کہا کہ مفسرین نے فرمایا کہ مومنوں نے کہا "اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں محبوب ترین عمل کون سا ہے تو ہم اس کو ضرور کریں گے اور اس میں اپنے مال وجان قربان کردیں گے۔" تو اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی کہ "بے شک اللہ دوست رکھتا ہے انھیں جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں پرا باندھ کر"۔ پھر غزوۂ اُحد میں انھیں اس میں مبتلا کردیا گیا تو پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے تو اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی کہ "کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے ہو"۔ اور اس سے منصف کے لئے دونوں وجہیں کھل گئیں۔ علامہ خفاجی نے

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۴۴

[2] القرآن الکریم ۶۱/ ۲ و ۳

[3] معالم التنزیل (تفسیر بغوی) تحت آیۃ ۶۱/ ۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۳۰۷

43 فی العنایۃ بعد نقلہ کلام الامام فیہ نظر[1] و بالجملۃ فعطاء اعلم منا و منکم باسالیب القراٰن و نظمہ فضلا عن ھٰذا الحبر العظیم الذی قد فاق اکثر الامۃ فی علم القراٰن وفھمہ، واللہ تعالٰی اعلم۔

عنایہ میں امام کا کلام نقل کرنے کے بعد کہا: اس میں نظر ہے[1] اھ۔ خلاصہ یہ کہ عطاء قرآن مجید کے اسالیب و نظم کو ہم سے اور تم سے زیادہ جاننے والا ہے چہ جائیکہ یہ عظیم عالم متبحر جو قرآن مجید کے علم و فہم میں اکثر امت پر فوقیت رکھتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

فصل دوم ــــــ احادیث

حدیث چہارم: صحیحین و مسند امام احمد میں حضرت سیدنا عباس[31] عم رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

انہ قال للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ما اغنیت عن عمك فواللہ کان یحوطك و یغضب لك قال ھو فی ضحضاح من نار و لولا انا لکان فی الدرك الاسفل من النار[2]۔ و فی روایۃ وجدتہ غمرات من النار فاخرجتہ الی ضحضاح[3]۔

یعنی انہوں نے خدمتِ اقدس حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں عرض کی حضور نے اپنے چچا ابو طالب کو کیا نفع دیا؟ خدا کی قسم وہ حضور کی حمایت کرتا اور حضور کے لئے لوگوں سے لڑتا جھگڑتا تھا۔ فرمایا: میں نے اُسے سراپا آگ میں ڈوبا ہوا پایا تو اُسے کھینچ کر پاؤں تک آگ میں کردیا، اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے سب سے نیچے طبقے میں ہوتا۔

امام ابن حجر فتح الباری[32] شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

یؤید الخصوصیۃ انہ بعد ان امتنع

یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خصوصیت سے

---

[1] عنایۃ القاضی حاشیۃ الشہاب علی تفسیر البیضاوی تحت الآیۃ ۲۶/۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۴/۶۵

[2] صحیح البخاری کتاب مناقب الانصار باب قصۃ ابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۴۸
صحیح البخاری کتاب الادب باب کنیۃ المشرک قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۱۷
صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی طالب " " ۱/۱۱۵
مسند احمد بن حنبل عن العباس المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۰۷ و ۲۱۰

[3] صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی طالب " " ۱/۱۱۵

شفع له حتی خفف له العذاب بالنسبة لغیرہ[1] ہوا کہ ابوطالب نے باآنکہ ایمان لانے سے انکار کیا پھر بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شفاعت نے اتنا کام دیا کہ بہ نسبت باقی کافروں کے عذاب ہلکا ہوگیا۔

حدیث پنجم: صحیحین ومسند امام احمد میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ذکر عندہ عمہ ابوطالب فقال لعلہ تنفعہ شفاعتی یوم القیٰمة فیجعل فی ضحضاح من النار یبلغ کعبیہ یغلی منہ دماغہ[2] یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے ابوطالب کا ذکر آیا، فرمایا: میں امید کرتا ہوں کہ روزِ قیامت میری شفاعت اُسے یہ نفع دے گی کہ جہنم میں پاؤں تک کی آگ میں کردیا جائے گا جو اس کے ٹخنوں تک ہوگی جس سے اس کا دماغ جوش مارے گا۔

یونس بن بکیر نے حدیث محمد بن اسحٰق سے یوں روایت کیا: یغلی منہ دماغہ حتی یسیل علی قدمیہ[3] اس کا بھیجا اُبل کر پاؤں پر گرے گا۔

عمدۃ القاری وارشاد الساری شروح صحیح بخاری ومواہب لدنیہ وغیرہا میں امام سہیلی سے منقول:

الحکمة فیہ ان اباطالب کان تابعا لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لجملتہ الا انہ استمر ثابت القدم علی دین قومہ فسلط العذاب علی قدمیہ خاصة لتثبیتہ ایاھما علی دین قومہ[4] یعنی ابوطالب کے پاؤں تک آگ رہنے میں حکمت یہ ہے کہ اللہ عزوجل جزا ہمشکل عمل دیتا ہے ابوطالب کا سارا بدن حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حمایت میں صرف رہا، ملّتِ کفر پر ثابت قدمی نے پاؤں پر عذاب مسلط کیا۔

---

[1] فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ القصص باب قولہ انک لاتھدی الخ مصطفی البابی مصر ۱۰/ ۱۲۳

[2] مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۵۰
صحیح البخاری کتاب مناقب الانصار باب قصہ ابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۴۸
صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی طالب " " " ۱/ ۱۱۵

[3] المواہب اللدنیۃ بحوالہ ابن اسحٰق ۱/ ۲۶۴ و ارشاد الساری بحوالہ ابن اسحٰق تحت الحدیث ۳۸۸۵ ۸/ ۳۵۱

[4] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری مناقب الانصار باب قصہ ابی طالب حدیث ۳۸۸۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۷/ ۲۴
ارشاد الساری بحوالہ السہیلی تحت الحدیث ۳۸۸۵ ۸/ ۳۵۱ والمواہب اللدنیہ بحوالہ السہیلی ۱/ ۲۶۴

اسی طرح تیسیر[37] شرح جامع صغیر وغیرہ میں ہے۔

حدیث ششم: بزار وابویعلٰی وابن عدی وتمام[38] حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قیل للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھل نفعت اباطالب قال اخرجتہ من غمرۃ جھنم الٰی ضحضاح منہا۔[1]

یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی گئی، حضور نے ابوطالب کو کچھ نفع دیا؟ فرمایا: میں نے اُسے دوزخ کے غرق سے پاؤں کی آگ میں کھینچ لیا۔

امام عینی[39] عمدہ میں فرماتے ہیں:

فان قلت اعمال الکفرۃ ھباء منثورا لافائدۃ فیہا قلت ھذا النفع من برکۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وخصائصہ۔[2]

اس کا بھی وہی مطلب ہے کہ ابوطالب کو یہ نفع ملنا صرف حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی برکت سے ہے ورنہ کافروں کے اعمال تو غبار ہیں ہوا پر اُڑائے ہوئے۔

حدیث ہفتم: طبرانی حضرت ام المومنین ام سلمہ[40] رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی:

ان الحارث بن ھشام اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یوم حجۃ الوداع فقال یارسول اللہ انی کنت علٰی صلۃ الرحم والاحسان الی الجار وایواء الیتیم واطعام الضیف واطعام المسکین وکل ھذا قدکان یفعلہ ھشام بن المغیرۃ فما ظنک بہ یارسول اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی وسلم کل قبر ای لایشھد صاحبہ ان لا الٰہ الا اللہ فھو جذوۃ من النار وقد وجدت

یعنی حارث بن ہشام رضی اللہ تعالٰی نے روزِ حجۃ الوداع حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی: یارسول اللہ! میں ان باتوں پر عمل کرتا ہوں رشتہ داروں سے نیک سلوک، ہمسایہ سے اچھا برتاؤ، یتیم کو جگہ دینا، مہمان کو مہمانی دینا، محتاج کو کھانا کھلانا، اور میرا باپ ہشام یہ سب کام کرتا تھا تو حضور کا اُس کی نسبت کیا گمان ہے؟ فرمایا: جو قبر جس کا مُردہ لا الٰہ الا اللہ نہ مانتا ہو وہ دوزخ کا انگارا ہے، میں نے خود اپنے چچا ابوطالب کو

---

[1] مسند ابویعلی الموصلی عن مسند جابر بن عبداللہ حدیث ۲۰۴۳ مؤسسۃ علوم القرآن بیروت ۲/۳۹۹
[2] عمدۃ القاری کتاب مناقب الانصار تحت الحدیث ۳۸۸۳ دارالکتب العلمیہ " ۱۷/۲۳

عمی اباطالب فی طمطام من النار فاخرجہ اللہ لمکانہ منی واحسانہ الیّ فجعلہ فی ضحضاح من النار[1]

سر سے اونچی آگ میں پایا، میری قرابت و خدمت کے باعث اللہ تعالٰی نے اُسے وہاں سے نکال کر پاؤں تک آگ میں کردیا۔

مجمع بحار الانوار میں بعلامت کاف امام کرمانی شارح بخاری سے منقول،

نفع اباطالب اعمالہ ببرکتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وان کان اعمال الکفرۃ ھباء منثورا[2]

یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی برکت سے ابوطالب کے اعمال نفع دے گئے ورنہ کافروں کے کام تو زرے برباد ہوتے ہیں۔

حدیث ہشتم: امام احمد مسند اور امام بخاری و مسلم اپنی صحاح میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اھون اھل النار عذابا ابوطالب وھو منتعل بنعلین من نار یغلی منھما دماغہ[3]

بیشک دوزخیوں میں سب سے کم عذاب ابوطالب پر ہے وہ آگ کے دو جوتے پہنے ہوئے ہے جس سے اس کا دماغ کھولتا ہے۔

نیز صحیحین میں نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی روایت سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اھون اھل النار عذابا من لہ نعلان وشراکان من نار یغلی منھما دماغہ کما یغلی المرجل مایری ان احدا اشد منہ عذابا وانہ لاھونھم عذابا[4]

دوزخ میں سب سے ہلکے عذاب والا وہ ہے جسے آگ کے ۲ جوتے اور دو تسمے پہنائے جائیں گے جن سے اُس کا دماغ دیگ کی طرح جوش مارے گا وہ یہ سمجھے گا کہ سب سے زیادہ سخت عذاب اُسی پر ہے حالانکہ اُس پر سب سے ہلکا عذاب ہوگا۔

اسی حدیث میں امام احمد کی روایت یوں ہے:

---

[1] المعجم الکبیر عن ام سلمہ حدیث ۹۷۲ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۳/ ۴۰۵
المعجم الاوسط حدیث ۷۳۸۵ مکتبۃ المعارف ریاض ۸/ ۱۹۰

[2] مجمع بحار الانوار

[3] صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۱۱۵

[4] صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۱۱۵

يوضع فى اخمص قدميه جمرتان يغلى منهما دماغه[1]
اُس کے تلووں میں انگارے رکھے جائیں گے جس سے بھیجا اُبلے گا۔

اور صحیحین میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

يقول الله لاهون اهل النار عذابا يوم القيٰمة لوان لك مافى الارض من شئ اكنت تفتدى به، فيقول نعم، فيقول اردت منك اهون من هذا وانت فى صلب اٰدم ان لاتشرك بى شيئا فابيت ان لاتشرك بى[2]
دوزخیوں میں سب سے ہلکے عذاب والے سے اللہ عزوجل فرمائے گا تمام زمین میں جو کچھ ہے اگر تیری ملک ہوتا تو کیا اُسے اپنے فدیہ میں دے کر عذاب سے نجات مانگنے پر راضی ہوتا؟ وہ عرض کرے گا ہاں۔ فرمائے گا میں نے تو تجھ سے روزِ میثاق جبکہ تُو پشتِ آدم میں تھا اِس سے بھی ہلکی اور آسان بات چاہی تھی کہ کسی کو میرا شریک نہ کرنا مگر تُو نے نہ مانا بغیر میرا شریک ٹھہرائے ہوئے۔

اِس حدیث سے بھی ابوطالب کا شرک پر مرنا ثابت ہے۔

کتاب الخمیس فی احوال انفس نفیس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں ہے:

قيل ان النبى صلى الله تعالٰى عليه وسلم مسح اباطالب بعد موته وانسى تحت قدميه ولهذا ينتعل بنعلين من النار[3]
یعنی کہا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد مرگ ابوطالب کے بدن پر دستِ اقدس پھیر دیا تھا مگر تلووں پر ہاتھ پھیرنا یاد نہ رہا اس لئے ابوطالب کو روزِ قیامت آگ کے دو جُوتے پہنائے جائیں گے (باقی جسم برکتِ دستِ اقدس محفوظ رہے گا)

حدیث نہم: امام شافعی و امام احمد و امام اسحٰق بن راہویہ و ابو داؤد طیالسی اپنی مسانید اور ابن سعد

[1] مسند احمد بن حنبل عن نعمان بن بشیر المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۲۷۴
[2] صحیح البخاری کتاب الرقاق باب صفۃ الجنۃ والنار قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۷۰
صحیح مسلم کتاب صفۃ المنافقین باب فی الکفار " " " ۲/ ۳۷۴
مشکوٰۃ المصابیح باب صفۃ النار واھلھا الفصل الاول قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۵۰۲
[3] تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس وفاۃ ابی طالب مؤسسۃ شعبان بیروت ۱/ ۳۰۰

طبقات اور ابوبکر بن ابی شیبہ مصنف اور ابوداؤد و نسائی سنن اور ابن خزیمہ اپنی صحیح اور ابن الجارود منتقی اور مروزی کتاب الجنائز اور بزار و ابویعلٰی مسانید اور بیہقی سنن میں بطریق عدیدہ حضرت سیدنا امیرالمومنین مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے راوی:

قال قلت للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان عمك الشیخ الضال قد مات قال اذھب فوار اباك[1]

یعنی میں نے حضورِ اقدس سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی: یارسول اللہ! حضور کا چچا وہ بڈھا گمراہ مر گیا۔ فرمایا: جا اُسے دبا آ۔

ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے مولا علی نے عرض کی:

ان عمك الشیخ الکافر قد مات فما تری فیہ، قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اری ان تغسلہ وامرہ بالغسل[2]

حضور کا چچا وہ بڈھا کافر مرگیا اس کے بارے میں حضور کی کیا رائے ہے یعنی غسل وغیرہ دیا جائے یا نہیں؟ سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: نہلا کر دبا دو۔

امام شافعی کی روایت میں ہے:

فقلت یارسول اللہ انہ مات مشرکا قال اذھب فوارہ[3]

میں نے عرض کی: یارسول اللہ! وہ تو مشرک مرا۔ فرمایا: جاؤ، دبا آؤ۔

امام الائمہ ابن خزیمہ نے فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے۔

امام حافظ الشان اصابہ فی تمیز الصحابہ میں فرماتے ہیں، صححہ ابن خزیمۃ[4] (ابن خزیمہ نے اس کی تصحیح کی ہے۔ت)

---

[1] نصب الرایۃ بحوالۃ الشافعی واسحٰق بن راھویہ و ابی داؤد الطیالسی وغیرھم کتاب الصلوٰۃ فصل فی الصلوٰۃ علی المیت الحدیث الحادی العشر النوریۃ الرضویۃ پبلشنگ کمپنی لاہور ۲/ ۲۸۹ و ۲۹۰
سنن ابی داؤد کتاب الجنائز باب الرجل یموت لہ قرابۃ مشرک آفتاب عالم پریس ۲/ ۱۰۲
مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۲۹ و ۱۳۰
السنن الکبرٰی کتاب الجنائز باب المسلم یغسل ذا قرابتہ دار صادر بیروت ۳/ ۳۹۸

[2] المصنف لابن ابی شیبۃ کتاب الجنائز باب فی الرجل یموت لہ قرابۃ المشرک ادارۃ القرآن کراچی ۳/ ۳۴۸

[3] نصب الرایہ بحوالۃ الشافعی کتاب الصلوٰۃ فصل فی الصلوٰۃ علی المیت النوریۃ الرضویۃ الخ ۲/ ۲۹۰

[4] الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ حرف الطاء ابوطالب دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۷

اس حدیث جلیل کو دیکھئے ابوطالب کے مرنے پر خود امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں کہ حضور کا وہ گمراہ کافر چچا مرگیا، حضور اس پر انکار نہیں فرماتے نہ خود جنازے میں تشریف لے جاتے ہیں، ابوطالب کی بی بی امیر المومنین کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالٰی عنہا نے جب انتقال کیا ہے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی چادر و قمیص مبارک میں انھیں کفن دیا، اپنے دستِ مبارک سے لحد کھودی، اپنے دستِ مبارک سے مٹی نکالی، پھر ان کے دفن سے پہلے خود اُن کی قبر مبارک میں لیٹے اور دُعا کی:

اللہ الذی یحیی ویمیت وھو حی لایموت اغفر لامی فاطمۃ بنت اسد ووسع علیھا مدخلھا بحق نبیک والانبیاء الذین من قبلی، فانک ارحم الراحمین[1]۔

اللہ جلاتا ہے اور مارتا ہے اور خود زندہ ہے کہ کبھی نہ مرے گا، میری ماں فاطمہ بنت اسد کو بخش دے اور اُن کی قبر وسیع کر صدقہ اپنے نبی کا اور مجھ سے پہلے انبیاء کا، تُو سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔

رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط وابن حبان والحاکم وصححہ وابونعیم فی الحلیۃ عن انس ونحوہ ابن ابی شیبۃ عن جابر والشیرازی فی الالقاب وابن عبدالبر وابونعیم فی المعرفۃ والدیلمی بسند حسن عن ابن عباس وابن عساکر عن علی رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین۔

(روایت کیا اس کو طبرانی نے کبیر و اوسط میں، ابن حبان نے، حاکم نے اور اس نے اس کی تصحیح کی، ابونعیم نے حلیہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور اس کی مثل ابن ابی شیبہ نے حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، شیرازی نے القاب میں، ابن عبدالبر نے، ابونعیم نے معرفہ میں، دیلمی نے سندِ حسن کے ساتھ ابن عباس سے اور ابن عساکر نے حضرت علی سے، رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ ت)

کاش ابوطالب مسلمان ہوتے تو کیا سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُن کے جنازہ میں تشریف نہ لیجاتے، صرف اتنے ہی ارشاد پر قناعت فرماتے کہ "جاؤ اسے دبا آؤ"۔ امیر المومنین کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کی قوتِ ایمان دیکھئے کہ خاص اپنے باپ نے انتقال کیا ہے اور خود حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غسل کا فتوٰی دے رہے ہیں، اور یہ عرض کرتے ہیں کہ "یارسول اللہ! وہ تو مشرک مرا۔" ایمان ان بندگانِ خدا کے تھے کہ اللہ و رسول کے مقابلہ میں باپ بیٹے کسی سے کچھ علاقہ نہ تھا، اللہ و رسول کے مخالفوں کے دشمن تھے اگرچہ وہ اپنا جگر ہو، دوستانِ خدا و

---

[1] مجمع الزوائد کتاب المناقب باب مناقب بنت اسد دارالکتاب بیروت ۹/ ۲۵۷
کنزالعمال حدیث ۳۴۴۲۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۱۴۷

رسول کے دوست تھے اگرچہ اُن سے دُنیوی ضرر ہو۔

اولئك كتب فى قلوبهم الايمان و ايدهم بروح منه و يدخلهم جنت تجرى من تحتها الانهر خلدين فيها رضى الله عنهم و رضوا عنه اولئك حزب الله الا ان حزب الله هم المفلحون[1] جعلنا الله منهم بهم ولهم بفضل رحمة بهم انه هو الغفور الرحيم، والحمد لله رب العلمين وصلى الله تعالٰى على سيدنا ومولٰنا محمد و اٰله واصحابه اجمعين اٰمين !

یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور انھیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں، ان میں ہمیشہ رہیں۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔ یہ اللہ کی جماعت ہے۔ سُنتا ہے اللہ کی جماعت ہی کامیاب ہے۔ اللہ تعالٰی ہمیں ان کے صدقے میں ان میں سے کردے۔ بیشک وہ ہی بہت بخشنے والا مہربان ہے۔ اور سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ اور درود نازل فرمائے اللہ تعالٰی ہمارے آقا محمد مصطفٰے، آپ کی آل اور آپ کے تمام صحابہ پر، اے اللہ! ہماری دُعا قبول فرما! (ت)

حدیث دہم: بخاری و مسلم اپنی صحاح اور ابن ماجہ اپنی سُنن اور طحاوی شرح معانی الآثار اور اسمٰعیلی مستخرج علی صحیح البخاری میں بطریق امام علی بن حسین زین العابدین عن عمرو بن عثمان الغنی رضی اللہ تعالٰی عنہم سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

انه قال يارسول الله اين تنزل فى دارك بمكة فقال وهل ترك عقيل من رباع اودور وكان عقيل ورث اباطالب هو وطالب ولم يرثه جعفر ولا على رضى الله تعالٰى عنهما شيئا لانهما كانا مسلمين وكان عقيل وطالب كافرين فكان عمر بن الخطاب رضى الله تعالٰى عنه يقول لا يرث

یعنی انھوں نے خدمتِ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں عرض کی کہ یارسول اللہ! حضور کل مکہ معظمہ میں اپنے محلے کے کون سے مکان میں نزولِ اجلال فرمائیں گے۔ فرمایا: کیا ہمارے لئے عقیل نے کوئی محلّہ یا مکان چھوڑدیا ہے۔ امام زین العابدین نے فرمایا: ہُوا یہ تھا کہ ابوطالب کا ترکہ عقیل اور طالب نے پایا، اور جعفر و علی

---

[1] القرآن الکریم ۵۸ /۲۲

المؤمن الکافر[1]، ولفظ ابن ماجة والطحاوی فکان عمر من اجل ذٰلک یقول[2] الخ ولفظ الاسماعیلی فمن اجل ذٰلک کان عمر یقول[3]

رضی اللہ تعالٰی عنہا کو کچھ نہ ملا۔ یہ دونوں حضرات وقتِ موتِ ابی طالب مسلمان تھے اور طالب کافر تھا اور عقیل رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی اُس وقت تک ایمان نہ لائے تھے۔ اسی بناء پر امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرمایا کرتے کہ کافر کا ترکہ مسلمان کو نہیں پہنچتا۔

تنبیہ: لاشك ان قوله وکان عقیل ورث اباطالب مدرج فی الحدیث ولم یبین قائله فی الکتب الذی ذکرنا واخترت انا انه الامام زین العابدین رضی اللہ تعالٰی عنه و قال الامام العینی فی العمدة قوله وکان عقیل ادراج من بعض الرواة ولعله من اسامة کذا قال الکرمانی[4] اھ والصواب ما ذکرته وقد کتبت علی هامش العمدة ما نصه۔

تنبیہ: اس میں شک نہیں کہ اس کا قول "اور عقیل وارث ہوا ابوطالب کا" حدیث میں داخل کیا گیا اس کا قائل ان کتابوں میں مذکور نہیں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے اور میں نے اختیار کیا ہے کہ وہ امام زین العابدین رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں۔ امام عینی نے عمدۃ القاری میں کہا کہ اس کا قول "وکان عقیل" بعض راویوں کی طرف سے حدیث میں داخل کیا گیا ہے ممکن ہے یہ ادراج و ادخال اسامہ کی طرف سے ہو۔ کرمانی نے یوں ہی کہا ہے اھ، اور درست وہی ہے جو میں نے ذکر کیا، اور میں نے عمدۃ القاری پر حاشیہ لکھا جس کی صراحت یہ ہے۔ (ت)

اقول بل هو من علی بن حسین بن علی رضی اللہ تعالٰی عنهم، بیّنه

میں کہتا ہوں بلکہ وہ علی بن حسین بن علی سے ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم، اس کو امام مالک نے اپنی کتاب مؤطا

---

[1] صحیح البخاری کتاب المناسک باب توریث دور مکۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۱۶
صحیح مسلم کتاب الحج باب النزول بمکۃ وتوریث دورہا " " " ۱/۴۳۶
[2] سنن ابن ماجہ ابواب الفرائض باب میراث اهل الاسلام من اہل الشرک الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰۰
[3]
[4] عمدۃ القاری کتاب المناسک باب توریث دور مکہ الخ تحت الحدیث ۱۵۸۸ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۹/۳۲۴

مالك فی مؤطاہ فانہ اسند اولا عن ابن شہاب بالسند المذکور فی الکتاب اعنی صحیح البخاری ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لایرث المسلم الکافر[1] ثم قال مالك عن ابن شہاب عن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب انہ اخبرہ انما ورث ابا طالب عقیل و طالب ولم یرثہ علی قال علی فلذلك ترکنا نصیبنا من الشعب[2] وھکذا رواہ محمد فی مؤطاہ عن مالك مفرقا مصرحا فقد بین واحسن احسن اللہ الیہ والینا بہ اٰمین!

میں بیان فرمایا ہے، پہلے اس کو امام مالک نے ابن شہاب سے کتاب یعنی صحیح بخاری میں مذکور سند کے ساتھ ذکر کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کافر کا وارث نہیں بنتا اھ۔ پھر کہا مالک نے ابن شہاب سے روایت کی اس نے علی بن حسین بن علی بن ابو طالب سے، اس نے خبر دی کہ عقیل اور طالب ابو طالب کے وارث بنے جبکہ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ اُس کے وارث نہ بنے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا یہی وجہ ہے کہ ہم نے شعب ابی طالب سے اپنا حصہ ترک کر دیا۔ اسی طرح امام محمد نے اپنی کتاب مؤطا میں امام مالک سے صراحۃً روایت کیا۔ انھوں نے خوب ظاہر کیا اور احسان کیا، اللہ تعالٰی ان پر اور ہم پر احسان فرمائے۔ آمین! (ت)

حدیث یازدہم: عمر بن شبہ کتاب مکہ میں اور ابویعلٰی و ابوبشر اور سمویہ اپنے فوائد اور حاکم مستدرک میں بطریق محمد بن سلمہ بن ہشام بن حسان عن محمد بن سیرین قصۂ اسلام ابی قحافہ والد امیر المؤمنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہما میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی سے راوی:

قال فلما مد یدہ یبایعہ بکی ابوبکر فقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ما یبکیك قال لان تکون ید عمك مکان یدہ ویسلم ویقر

یعنی جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنا دستِ انور ابوقحافہ سے بیعتِ اسلام لینے کیلئے بڑھایا، صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ روئے، حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں روتے ہو؟ عرض کی، ان کے ہاتھ کی جگہ آج حضور کے

---

[1] مؤطا امام مالک کتاب الفرائض باب میراث اہل الملل میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۶۶۶
[2] " " " " " " " " " "

الله عينك احب الیّ من ان يكون لہ[1]

چچا کا ہاتھ ہوتا اور ان کے اسلام لانے سے اللہ تعالٰی حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی آنکھ ٹھنڈی کرتا تو مجھے اپنے باپ کے مسلمان ہونے سے زیادہ یہ بات عزیز تھی۔

حاکم نے کہا: یہ حدیث بر شرط شیخین صحیح ہے۔ حافظ الشان نے اصابہ میں اسے مسلّم رکھا اور فرمایا:

سندہ صحیح[2] (اس کی سند صحیح ہے۔ ت)

حدیث دوازدہم: ابو قرہ موسٰی بن طارق وہ موسٰی بن عبیدہ وہ عبداللہ بن دینار وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قال جاء ابوبكر بابی قحافة يقوده يوم فتح مكة فقال رسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم الا تركت الشيخ حتی نأتيه قال ابوبكر اردت ان يأجره الله والذی بعثك بالحق لانا كنت اشد فرحا باسلام ابی طالب لوكان اسلم منی بابی[3]

یعنی صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ فتح مکہ کے دن ابو قحافہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر لائے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اس بوڑھے کو وہیں کیوں نہ رہنے دیا کہ ہم خود اس کے پاس تشریف فرما ہوتے، صدیق نے عرض کی کہ میں نے چاہا کہ اللہ اُن کو اجر دے قسم اس کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا ہے مجھے اپنے باپ کے مسلمان ہونے سے زیادہ ابو طالب کے مسلمان ہونے کی خوشی ہوتی اگر وہ اسلام لے آتے۔ (ت)

اللہ اللہ یہ محبوب میں فنائے مطلق کا مرتبہ ہے صدق اللہ "والذين اٰمنوا اشد حبا لله"[4] (اللہ تعالٰی نے سچ فرمایا اور ایمان والوں کو اللہ کے برابر کسی کی محبت نہیں۔ ت) اسی طرح

---

[1] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ بحوالہ عمر بن شبہ وغیرہ ذکر ابی طالب دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۶
[2] " " " " " " " " ۴/ ۱۱۶
[3] " " " بحوالہ ابی قرۃ وغیرہ " " " ۴/ ۱۱۷
[4] القرآن الکریم ۲/ ۱۶۵

امیرالمومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ عمِ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کہا:

انا باسلامك اذا اسلمت افرح منی باسلام الخطاب۔ ذکرہ ابن اسحٰق[1] فی سیرتہ۔

مجھے آپ کے اسلام کی جتنی خوشی ہوئی اپنے باپ خطاب کے اسلام کی اتنی نہ ہوتی (اس کو ابواسحٰق اس کی سیرت میں ذکر کیا۔ ت)

حدیث سیزدہم: یونس بن بکیر فی زیادات مغازی ابن اسحٰق عن یونس بن عمرو عن ابی السفر،

قال بعث ابوطالب الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال اطعمنی من عنب جنتك فقال ابوبکران اللہ حرمها علی الکافرین[2]۔

یعنی ابوطالب نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کر بھیجی کہ مجھے اپنی جنّت کے انگور کھلائیے۔ اس پر صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: بے شک اللہ نے انھیں کافروں پر حرام کیا ہے۔

حدیث چہاردہم: الواحدی من حدیث موسٰی بن عبیدۃ قال اخبرنا محمد بن کعب القرظی،

قال بلغنی انه لما اشتکی ابوطالب شکواہ التی قبض فیها قالت له قریش ارسل الی ابن اخیك یرسل الیك من هٰذہ الجنة التی ذکرها یکون لك شفاء فارسل الیه فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ان اللہ حرمها علی الکافرین طعامها و شرابها ثم اتاہ فعرض علیه الاسلام، فقال لولا ان تعیربها

یعنی ابوطالب کے مرض الموت میں کافرانِ قریش نے صلاح دی کہ اپنے بھتیجے (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) سے عرض کرو کہ یہ جنّت جو وہ بیان کرتے ہیں اس میں سے تمھارے لئے کچھ بھیج دیں کہ تم شفا پاؤ۔ ابوطالب نے عرض کر بھیجی۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جواب دیا کہ اللہ تعالٰی نے جنّت کا کھانا پانی کافروں پر حرام کیا ہے۔ پھر تشریف لاکر ابوطالب پر اسلام پیش کیا۔ ابوطالب نے کہا، لوگ حضور پر طعنہ کرینگے کہ

---

[1] الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ بحوالہ ابن اسحٰق ذکر ابی طالب دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۷

[2] " " " " " " ۴/ ۱۱۶

فیقال جزع عمك من الموت لاقررت بها عینك واستغفر له بعد مامات فقال المسلمون مایمنعنا ان نستغفر لاٰبائنا ولذوی قرابتنا قد استغفر ابراھیم علیہ السلام لابیہ ومحمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لعمہ فاستغفر والمشرکین حتی نزلت ماکان للنبی والذین اٰمنوا الاٰیۃ۔

حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کا چچا موت سے گھبرا گیا اس کا خیال نہ ہوتا تو میں حضور کی خوشی کردیتا۔ جب وہ مرگئے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے لئے دعائے مغفرت کی، مسلمانوں نے کہا ہمیں اپنے والدوں قریبوں کے لئے دعائے بخشش سے کون مانع ہے، ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے باپ کے لئے استغفار کی، محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے چچا کے لئے استغفار کررہے ہیں۔ یہ سمجھ کر مسلمانوں نے اپنے اقارب مشرکین کے واسطے دعائے مغفرت کی۔ اللہ عزوجل نے آیت اتاری کہ مشرکوں کے لئے یہ دعا نہ نبی کو روا نہ مسلمانوں کو، جب کہ روشن ہولیا کہ وہ جہنمی ہیں ــــ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

حدیث پانزدہم: ۵۲ ابونعیم حلیہ میں امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

کانت مشیئۃ اللہ عزوجل فی اسلام عمی العباس ومشیتی فی اسلام عمی ابی طالب فغلبت مشیۃ اللہ مشیتی۔[2]

اللہ تعالٰی نے میرے چچا عباس کا مسلمان ہونا چاہا اور میری خواہش یہ تھی کہ میرا چچا ابوطالب مسلمان ہو، اللہ تعالٰی کا ارادہ میری خواہش پر غالب آیا کہ ابوطالب کافر رہا اور عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ مشرف باسلام ہوئے ــــ فللہ الحجۃ البالغۃ۔

فصل سوم

چون ۵۳ اقوال ائمہ کرام وعلمائے اعلام اوپر گزرے اور بعد کلام خدا ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیا حالت منتظرہ باقی ہے خاتمہ کا حال خدا ورسول سے زیادہ کون جانے، عز مجدہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

---

[1]

[2] کنز العمال برمز ابی نعیم عن علی حدیث ۳۳۴۳۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۱۵۲

مگر تکثیر فوائد و تسکین زائد کے لئے بعض اور بھی کہ سرِ دست پیشِ نظر ہیں اضافہ کیجئے کہ زیادت خیر زیادت خیر ہے۔ وباللہ التوفیق۔

(۵۵) امام الائمہ، مالک الازمہ، کاشف الغمہ، سراج الامہ، سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

ابوطالب عمه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم مات کافرا[1]

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کی موت کفر پر ہوئی۔ والعیاذ باللہ۔

(۵۶) امام برہان الدین علی بن ابی بکر فرغانی ہدایہ میں فرماتے ہیں:

اذامات الکافر وله ولی مسلم فانه یغسله ویکفنه ویدفنه بذٰلك امر علی رضی اللہ تعالٰی عنه فی حق ابیه ابی طالب لکن یغسل غسل الثوب النجس ویلف فی خرقة ویحفر حفیرة من غیر مراعاة سنة التکفین واللحد ولا یوضع فیه بل یلقی[2]

جب کافر مرجائے اور اس کا کوئی مسلمان رشتہ دار موجود ہو تو وہ اس کو غسل دے، کفن پہنائے اور دفن کرے۔ حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اُن کے باپ ابوطالب کے بارے میں ایسا ہی حکم دیا گیا۔ لیکن اس کو غسل ایسے دیا جائے جیسے پلید کپڑے کو دھویا جاتا ہے، اور کسی کپڑے میں لپیٹ دیا جائے اور اس کے لئے گڑھا کھودا جائے، کفن پہنانے اور لحد بنانے کی سنّت ملحوظ نہ رکھی جائے، اور نہ ہی اسکو گڑھے میں رکھا جائے بلکہ پھینکا جائے۔ (ت)

(۵۷) امام ابوالبرکات عبداللہ نسفی کافی شرح وافی میں فرماتے ہیں:

مات کافر یغسله ولیه المسلم ویکفنه ویدفنه والاصل فیه انه لما مات ابوطالب اتی علی رضی اللہ تعالٰی عنه رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم وقال ان عمك الشیخ الضال

کافر مرجائے تو اس کا مسلمان رشتہ دار اس کو غسل دے، کفن پہنائے اور دفن کرے۔ اس میں اصل یہ ہے کہ جب ابوطالب مرگئے تو حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ آپ کا بوڑھا گمراہ چچا

---

[1] الفقہ الاکبر مع وصیت نامہ ملک سراج الدین اینڈ سنز پبلشرز کشمیری بازار لاہور ص ۲۱
[2] الہدایۃ باب الجنائز فصل فی الصلوٰۃ علی المیت المکتبۃ العربیۃ دستگیر کالونی کراچی ۱/ ۹۲-۱۶۱

قد مات فقال اغسله واکفنه و ادفنه و لا تحدث حدثا حتی تلقانی ای لا تصل علیہ[1] الخ۔

مرگیا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اُس کو غسل دو، کفن پہناؤ اور دفن کرو اور کوئی نئی چیز نہ کرنا یہاں تک کہ مجھے آملو یعنی اس کی نماز جنازہ مت پڑھنا الخ۔ (ت)

علامہ[58] ابراہیم حلبی غنیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں :

مات للمسلم قریب کافر لیس لہ ولی من الکفار یغسلہ غسل الثوب النجس ویلفہ فی خرقۃ و یحفرلہ حفرۃ ویلقیہ فیہا من غیر مراعاۃ السنۃ فی ذٰلک لما روی ان ابا طالب لما ھلك جاء علی فقال یا رسول اللہ ان عمك الضال قد مات[2] الخ۔

مسلمان کا کوئی قریبی کافر رشتہ دار مرگیا، اس کا کافروں میں کوئی وارث موجود نہیں ہے تو وہ مسلمان اُسے غسل دے جیسے پلید کپڑے کو دھویا جاتا ہے، ایک کپڑے میں لپیٹے اور ایک گڑھا کھود کر اُس میں پھینک دے اور اس سلسلے میں سنّت کا لحاظ نہ کرے کیونکہ مروی ہے کہ جب ابوطالب کا انتقال ہُوا تو حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آکر کہا یا رسول اللہ! آپ کا گمراہ چچا مرگیا ہے الخ۔

علامہ[59] ابراہیم طرابلسی برہان شرح مواہب الرحمن پھر علامہ[60] سیّد احمد طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں زیر قول نورالایضاح ان کان للکافر قریب مسلم غسلہ (اگر کسی کافر کا کوئی قریبی رشتہ دار مسلمان ہو تو وہ اس کو غسل دے۔ ت) فرماتے ہیں :

الاصل فیہ ما رواہ ابوداؤد وغیرہ عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ قال لما مات ابوطالب[3] الحدیث۔

اصل اس میں وہ حدیث ہے جس کو ابوداؤد وغیرہ نے حضرت علی مرتضٰے رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا کہ جب ابوطالب مرگیا تو انھوں نے کہا، الحدیث۔ (ت)

علامہ[61] زین بن نجیم مصری بحرالرائق میں فرماتے ہیں :

یغسل ولی مسلم الکافر ویکفنہ و

مسلمان رشتہ دار کافر کو غسل دے، کفن پہنائے اور

---

[1] الکافی شرح الوافی

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الجنائز سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۰۳

[3] حاشیۃ الطحطاوی علٰی مراقی الفلاح باب احکام الجنائز فصل السلطان احق بصلٰوتہ نور محمد کارخانہ کراچی ص ۳۲۹ و ۳۳۰

یدفنه بذٰلك امر علی رضی اللہ تعالٰی عنه ان یفعل بابیه حین مات[1] دفن کرے۔ حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ایسا کرنے کا حکم دیا گیا جب اُن کا باپ مرگیا۔ (ت)

ان سب عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ مسلمان اپنے قرابتدار کافر مُردہ کو نہلا سکتا ہے کہ مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ نے اپنے باپ ابو طالب کو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اجازت سے نہلایا۔

فتح القدیر و کفایہ و بنایہ وغیرہا تمام شروح ہدایہ میں اِس مضمون کو مقبول و مقرر رکھا۔ کتبِ فقہ میں اسکی عبارات بکثرت ملیں گی سب کی نقل سے اطالت کی حاجت نہیں۔ واضح ہُوا کہ سب علمائے کرام ابو طالب کو کافر جانتے ہیں۔ یُونہی امام ابوداؤد نے اپنی سُنن میں باب الرجل یموت له قرابة مشرك[2] وضع فرمایا یعنی باب اُس شخص کا جس کا کوئی قرابت دار مشرک مرے۔ اور امام نسائی نے باب مواراة المشرك[3] یعنی دفنِ مشرک کا باب، اور دونوں نے اُس میں یہی حدیث موتِ ابی طالب ذکر کی، انھیں نسائی کے اِسی مجتبٰی میں ایک باب النھی عن الاستغفار للمشرکین[4] ہے اس میں حدیث دوم روایت کی، ابن ماجہ نے سُنن میں باب میراث اھل الاسلام من اھل الشرك[5] لکھا یعنی مشرک کا ترکہ مسلم کو ملے گا یا نہیں، اس میں حدیث دوم وارد کی۔

امام اجل صاحب المذہب سیدنا امام مالک نے مؤطا شریف میں باب التوارث بین اھل الملل[6] منعقد فرمایا یعنی مختلف دین والوں میں ایک کو دوسرے کا ترکہ ملنے کا حکم، اور اس میں حدیثیں مسلم و کافر کے عدم توارث کی روایت فرمائیں جن میں یہ حدیث امام زین العابدین در بارۂ ترکہ ابو طالب مذکور حدیث دہم بھی ارشاد کی۔ یونہی امام محرر المذہب سیدنا امام محمد نے مؤطا شریف میں باب لایرث المسلم الکافر[7] منعقد فرما کر حدیث مذکور ایراد کی۔

---

[1] بحر الرائق کتاب الجنائز فصل السلطان احق بصلٰوتہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۹۰

[2] سُنن ابی داؤد ″ باب الرجل یموت لہ الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۰۲

[3] سُنن النسائی ″ باب مواراة المشرک نور محمد کارخانہ کراچی ۱/ ۲۸۳

[4] ″ ″ باب النھی عن الاستغفار للمشرکین ″ ″ ۱/ ۲۸۶

[5] سُنن ابن ماجہ ابواب الفرائض باب میراث اہل الاسلام من اہل الشرک ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰۰

[6] مؤطا الامام مالک کتاب الفرائض باب میراث اہل الملل میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۶۶۶

[7] مؤطا الامام محمد ″ باب لایرث المسلم الکافر نور محمد کارخانہ کراچی ص ۳۱۹ و ۳۲۰

امام اجل محمد بن اسمٰعیل بخاری نے جامع صحیح کتاب الجنائز میں ایک باب وضع فرمایا باب اذا قال المشرك عند الموت لا الٰہ الا اللہ[1] یعنی باب اس کے بیان کا کہ مشرک مرتے وقت لا الٰہ الا اللہ کہے تو کیا حکم ہے، اور اس میں حدیث دوم روایت فرمائی۔ اُسی کی کتاب الادب میں لکھا باب کنیۃ المشرك[2] اس میں حدیث چہارم روایت اور حدیث مذکور،

سمعت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول وھو علی المنبر ان بنی ھاشم بن المغیرۃ استاذنونی ان ینکحوا ابنتھم علی بن ابی طالب[3]۔

میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا جبکہ آپ منبر پر تشریف فرما تھے کہ بنی ہاشم بن مغیرہ نے مجھ سے اجازت طلب کی ہے کہ وُہ اپنی بیٹی کا نکاح علی بن ابوطالب کے ساتھ کر دیں۔(ت)

ذکر کی ۔۔۔ امام قسطلانی نے تطبیق حدیث و ترجمہ میں لکھا فذکر ابا طالب المشرك بکنیتہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ابو طالب مشرک کو کنیت سے یاد فرمایا۔ پھر لکھا:

قد جوزوا ذکر الکافر بکنیتہ اذا کان لا یعرف الا بہا کما فی ابی طالب او کان علی سبیل التألف رجاء اسلامھم او تحصیل منفعۃ منھم لا علی سبیل التکریم فانا مامورون بالاغلاظ علیھم[4]۔

علماء نے کافر کو کنیت سے ذکر کرنا جائز رکھا جب کہ وہ اور نام سے نہ پہچانا جائے جیسے ابوطالب یا بامید اسلام تالیف مقصود یا کام نکالنا ہو مگر بطور تکریم جائز نہیں کہ ہمیں ان پر سختی کرنے کا حکم ہے۔

عمدۃ القاری میں ہے:

قال ابن بطال فیہ جواز تکنیۃ المشرك[5]۔

امام ابن بطال نے فرمایا: اس حدیث سے مشرک کو بلفظ کنیت یاد کرنے کا جواز معلوم ہوا۔

اُسی میں ہے:

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب اذا قال المشرك عند الموت الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۱
[2] " " کتاب الادب باب کنیۃ المشرك " " " ۲/ ۹۱۶
[3] " " کتاب النکاح باب ذب الرجل عن ابنتہ فی الغیرۃ الخ " " ۲/ ۷۸۷
[4] ارشاد الساری کتاب الادب باب کنیۃ المشرك تحت الحدیث ۶۲۰۸ بیروت ۱۳/ ۲۰۷ و ۲۱۰
[5] عمدۃ القاری شرح البخاری کتاب الادب تحت الحدیث ۶۲۰۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۲/ ۳۳۹

فیہ دلالۃ ان اللہ تعالٰی قد یعطی الکافر عوضاً من اعمالہ التی مثلہا یکون قربۃ لاھل الایمان باللہ تعالٰی لانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اخبران عمہ نفعتہ تربیتہ ایاہ وحیاطتہ لہ التخفیف[1] الخ۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ عزّ وجل کافر کو بھی اس کے اعمال کا کچھ عوض دیتا ہے جو اہلِ ایمان کریں تو قُربِ الٰہی پائیں۔ دیکھو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خبر دی کہ حضور کے چچا کو حضور کی خدمت وحمایت نے تخفیفِ عذاب کا فائدہ دیا الخ۔

امام عارف باللہ سیّدی علی متقی مکی قدس سرہ الملکی نے اپنی کتبِ جلیلہ منہج العمال وکنز العمال ومنتخب کنز العمال میں ایک باب منعقد فرمایا: الباب السادس فی اشخاص لیسوا من الصحابۃ[2] اُن شخصوں کے ذکر میں جو صحابی نہیں۔ اور اسی باب میں ابو طالب وابوجہل وغیرہما ذکر کیا۔

اسی طرح علامہ عبدالرحمٰن بن شیبانی نے تیسیر الوصول الٰی جامع الاصول میں احادیث ذکر ابی طالب کو فصل غیر صحابہ میں وارد کیا اور اس میں صرف حدیث دوم وچہارم وپنجم کو جلوہ دیا۔ اگر ابو طالب کو اسلام نصیب ہوتا تو کیا وہ شخص صحابہ سے خارج ہوسکتا جس نے بچپن سے حضور پر نور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو گود میں پالا اور مرتے دم تک حضر وسفر کی ہمرکابی سے بہرہ یابی کا غلغلہ ڈالا۔

یونہی امام حافظ الحدیث ابو الفضل شہاب الدین ابن حجر عسقلانی نے کتاب اصابہ فی تمیز الصحابہ میں ابو طالب کو باب الکنٰی حرف الطاء المہملہ کی قسم رابع میں ذکر کیا، یعنی وہ لوگ جنھیں صحابی کہنا مردود وغلط وباطل ہے۔

اُسی میں فرماتے ہیں:

وردمن عدۃ طرق فی حق من مات فی الفترۃ ومن ولد مجنونا ونحو ذٰلک ان کلا منھم یدلی بحجۃ ویقول لوعقلت او ذکرت لاٰمنت فترفع لھم نار ویقال لھم ادخلوھا فمن دخلھا

یعنی بہت اسانید سے حدیث آئی کہ جو زمانہ فترت میں اسلام آنے سے پہلے مرگیا یا مجنون پیدا ہوا اور جنون ہی میں گزرگیا اور اسی قسم کے لوگ جنھیں دعوتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء نہ پہنچی اُن میں ہر ایک روزِ قیامت ایک عذر پیش کرے گا کہ الٰہی! میں عقل رکھتا یا مجھے دعوت پہنچتی تو میں ایمان لاتا، اُن کے امتحان کو ایک

---

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب الادب باب کنیۃ المشرک تحت حدیث ۶۲۰۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۲/ ۲۳۹

[2] کنز العمال الباب السادس فی فضل اشخاص لیسوا من الصحابۃ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۱۵۰

كانت عليهم بردا وسلاما ومن امتنع ادخلها كرها ونحن نرجو ان يدخل عبد المطلب وآل بيته في جملة من يدخلها طائعا فينجو، لكن ورد في ابي طالب ما يدفع ذلك وهو ما تقدم من آية براءة وما في الصحيح انه في ضحضاح من النار فهذا شان من مات على الكفر فلو كان مات على التوحيد لنجا من النار اصلا والاحاديث الصحيحة والاخبار المتكاثرة طافحة بذلك[1] اھ مختصرا۔

آگ بلند کی جائے گی اور ارشاد ہوگا اس میں جاؤ جو حکم مانے گا اور اس میں داخل ہوگا وہ اس پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہوجائے گی اور جو نہ مانے گا جبراً آگ میں ڈالا جائے گا، اور ہمیں امید ہے کہ عبدالمطلب اور ان کے گھر والے کہ قبل ظہور نورِ اسلام انتقال کرگئے وہ سب انھیں لوگوں میں ہوں گے جو اپنی خوشی سے اس امتحانی آگ میں جاکر ناجی ہوجائیں گے، مگر ابوطالب کے حق میں وُہ وارد ہولیا جو اسے دفع کرتا ہے، سورۂ توبہ شریف کی آیت اور حدیث صحیح کا ارشاد کہ وُہ پاؤں تک کی آگ میں ہے۔ یہ حال اس کا ہے جو کافر مرے، اگر اخیر وقت اسلام لاکر مرنا ہوتا تو دوزخ سے نجات کُلّی چاہیے تھی، صحیح وکثیر حدیثیں کفرِ ابی طالب ثابت کررہی ہیں اھ مختصرا۔

پھر فرمایا:

وقد فخر المنصور على محمد بن عبد الله بن الحسن لما خرج بالمدينة وكاتبه المكاتبات المشهورة ومنها في كتاب المنصور وقد بعث النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وله اربعة اعمام فآمن به اثنان احدهما ابي وكفر به اثنان احدهما ابوك[2]

یعنی جب امام نفس زکیہ محمد بن عبداللہ بن حسن مجتبٰی رضی اللہ تعالٰی عنہم نے خلیفۂ عباسی عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما مشہور بہ منصور دوانیقی پر خروج فرمایا اور مدینہ طیبہ پر تسلط کرکے خلیفہ وامیرالمومنین لقب پایا اُن میں اور خلیفہ مذکور منصور میں مکاتبات مشہورہ ہوئے، ازاں جملہ منصور نے ایک نامہ میں لکھا جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نبوت ظاہر ہوئی حضور کے چار چچا زندہ تھے حمزہ وعباس وابوطالب وابولہب۔ دو حضور پر ایمان لائے ایک اُن میں میرے باپ

---

[1] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف الطاء القسم الرابع ابوطالب دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۸

[2] " " " " " " " " " " "

ہیں یعنی حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ، اور دو کا فر رہے ایک اُن میں آپ کے باپ ہیں یعنی ابوطالب۔

یہ منصور علاوہ خلیفہ و اہلبیت ہونے کے خود بھی علمائے تبع تابعین و فقہاء محدثین سے ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے تاریخ الخلفاء میں انھیں فقیہ النفس و جید المشارکۃ فی العلم لکھا اور فرمایا:

ولد سنۃ خمس وتسعین وادرک جدہ ولم یروعنہ وروی عن ابیہ و عن عطاء بن یسار و عنہ ولدہ المھدی[1]	وہ ۹۵ھ میں پیدا ہوا، اپنے دادا کو پایا مگر ان سے روایت نہیں کی اپنے باپ اور عطاء بن یسار سے روایت کی اور اُس سے اُس کے بیٹے مہدی نے روایت کی۔ (ت)

اور امام اجل نفس زکیہ کو یوں بے تامل لکھ بھیجنا اور امام کا اس پر رَد نہ فرمانا بھی بتارہا ہے کہ کفرِ ابی طالب واضح و مشہور بات تھی، اصابہ میں اس کے بعد فرمایا، ومن شعر عبد اللہ بن المعتز یخاطب الفاطمیین ؎

وانتم بنو بنتہ دوننا

ونحن بنو عمہ المسلم

یعنی عبداللہ بن محمد بن جعفر بن محمد بن ہارون بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما، یا یُوں کہئے کہ چھ خلفاء کے بیٹے عبداللہ بن المعتز باللہ ابن المتوکل ابن المعتصم ابن الرشید ابن المہدی ابن المنصور کا ایک شعر بعض ساداتِ کرام کے خطاب میں ہے کہ:

"تم حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نواسے ہو ہم نہیں، اور ہم حضور کے مسلمان چچا کے بیٹے ہیں۔"

اِس میں بھی کفرِ ابی طالب پر صاف تعریض موجود ہے عبداللہ اہلِ علم و فضل سے ہیں، حدیث میں علی بن حرب معاصر امام بخاری و مسلم کے شاگرد نیز امام ممدوح کتاب الاحکام پھر امام قسطلانی مواہب میں فرماتے ہیں:

نحن نرجوان یدخل عبد المطلب	ہم امید کرتے ہیں کہ عبدالمطلب اور ان کے اہلبیت

---

[1] تاریخ الخلفاء احوال المنصور ابوجعفر عبداللہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۸۰

[2] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف الطاء ترجمہ ۶۸۵ ابوطالب دارصادر بیروت ۴/ ۱۱۸

وآل بیتہ الجنۃ الا ابا طالب فانہ ادرك البعثۃ ولم یؤمن[1] اھ باختصار۔

سب جنت میں جائیں گے سوا ابوطالب کے کہ زمانۂ اسلام پایا اور اسلام نہ لائے۔

نیز فتح الباری[89] شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

من عجائب الاتفاق ان الذین ادرکھم الاسلام من اعمام النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اربعۃ لم یسلم منھم اثنان واسلم اثنان وکان اسم من لم یسلم ینافی اسامی المسلمین وھما ابوطالب اسمہ عبدمناف وابولھب اسمہ عبدالعزّٰی بخلاف من اسلم وھما حمزۃ والعباس[2]۔

عجائب اتفاق سے ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے چار چچا زمانۂ اسلام میں زندہ تھے، دو اسلام نہ لائے اور دو مشرف باسلام ہوئے، وہ دو کہ اسلام نہ لائے اُن کے نام بھی پہلے ہی سے مسلمانوں کے نام کے خلاف تھے، ابوطالب کا نام عبدمناف تھا اور ابولہب کا عبدالعزّٰی، اور دو کہ مسلمان ہوئے ان کے نام پاک وصاف تھے حمزہ وعباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

وکذا اثرہ الزرقانی[96] فی شرح المواھب۔

امام احمد[85] بن محمد خطیب قسطلانی مواہب لدنیہ و منح محمدیہ میں فرماتے ہیں:

کان العباس اصغر اعمامہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولم یسلم منھم الا ھو وحمزۃ[3]۔

عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سب میں چھوٹے چچا تھے۔ حضور کے اعمام میں صرف یہ اور حضرت حمزہ مسلمان ہوئے وبس۔

امام محمد محمد محمد ابن امیر الحاج حلیہ شرح منیہ اواخر صلٰوۃ اس مسئلہ کے بیان میں کہ کافر کے لئے دعائے مغفرت ناجائز ہے، آیت دوم تلاوت کرکے فرماتے ہیں:

ثبت فی الصحیحین ان سبب نزول

صحیحین میں ثابت ہوچکا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی

---

[1] المواہب اللدنیۃ قضیۃ نجاۃ والدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رأی المصنف فی المسئلۃ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۸۳
الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ حرف الطاء ترجمہ ۶۸۵ ابوطالب دارصادر بیروت ۴/ ۱۱۸
[2] فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب المناقب باب قصۃ ابی طالب مصطفی البابی مصر ۸/ ۱۹۲
شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ عام الحزن وفاۃ خدیجہ وابی طالب دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۹۲
[3] المواہب اللدنیۃ المقصد الثانی الفصل الرابع المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۱۱

الأیۃ قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابی طالب لاستغفرن لك ما لم انہ عنك[1] علیہ وسلم نے ابوطالب کے لئے دعائے مغفرت کی تھی (یعنی یہ کہا تھا کہ جب تک مجھے منع نہ کیا گیا میں تیرے لئے استغفار کروں گا) اس پر یہ آیت اتری۔

امام محی السنۃ بغوی معالم شریف اول رکوع سورۂ بقر میں زیر قولہ تعالٰی ان الذین کفروا سواء علیہم[89] پھر قاضی حسین بن محمد دیار بکری مالکی مکی کتاب الخمیس میں فرماتے ہیں، کفر چار قسم ہے، کفر انکار و کفر جحود و کفر عناد و کفر نفاق۔ کفر انکار یہ کہ اللہ عزوجل کو نہ دل سے جانے اور نہ زبان سے مانے، جیسے ابلیس و یہود۔ اور کفر نفاق یہ کہ زبان سے مانے مگر دل میں نہ جانے۔ وکفر العناد ھوان یعرف اللہ بقلبہ ویعترف بلسانہ ولا یدین بہ ککفر ابی طالب حیث یقول ؎

ولقد علمت بان دین محمد
من خیر ادیان البریۃ دینا
لولا الملامۃ او حذار مسبۃ
لوجدتنی سمحا بذاك مبینا[2]

یعنی کفر عناد یہ کہ اللہ تعالٰی کو دل سے بھی جانے اور زبان سے بھی کہے مگر تسلیم وگرویدگی سے باز رہے جیسے ابوطالب کا کفر کہ یہ شعر کہے:

"واللہ! میں جانتا ہوں کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دین تمام جہان کے دین سے بہتر ہے، اگر ملامت یا طعنے سے بچنا نہ ہوتا تو تُو مجھے دیکھتا کہ میں کیسی اہل دلی کے ساتھ صاف صاف اس دین کو قبول کرلیتا۔"

امام ممدوح یہ چاروں قسمیں بیان کرکے فرماتے ہیں، جمیع ھذہ الاصناف سواء فی ان من لقی اللہ تعالٰی بواحد منہا لا یغفر لہ[3] یہ سب قسمیں اس حکم میں یکساں ہیں کہ جو ان میں سے کسی قسم کا

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] تاریخ الخمیس وفاۃ ابی طالب مؤسسۃ شعبان بیروت ۱/۳۰۱
معالم التنزیل تفسیر البغوی تحت الآیۃ ۲/۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۲۱

[3] " " " " " " " " " "

کفر کرے اللہ عزوجل سے ملے گا وہ کبھی اُسے نہ بخشے گا۔

امام شہاب الدین[91] ابو العباس احمد بن ادریس قرافی نے شرح التنقیح پھر امام قسطلانی[92] نے مواہب میں کفار کی ایک قسم یُوں بیان فرمائی :

من اٰمن بظاهره و باطنه وکفر بعدم الاذعان للفروع کما حکی عن ابی طالب انه کان یقول انی لاعلم ان مایقوله ابن اخی لحق ولولا انی اخاف ان تعیرنی نساء قریش لاتبعته وفی شعره یقول ؎

لقد علموا ان ابننا لامکذب
یقینا و لایعزی لقول الاباطل

فهذا تصریح باللسان و اعتقاد بالجنان غیر انه لم یذعن[1]

یعنی ایک کافروُہ ہے جو قلب سے عارف زبان سے معترف ہو مگر اذعان نہ لائے جیسے ابوطالب سے مروی کہ بیشک میں یقیناً جانتا ہُوں کہ جو کچھ میرے بھتیجے (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) فرماتے ہیں ضرور حق ہے اگر اس کا اندیشہ نہ ہوتا کہ قریش کی عورتیں مجھے عیب لگائیں گی تو ضرور میں اُن کا تابع ہو جاتا اور اپنے ایک شعر میں کہا :

خدا کی قسم کافرانِ قریش خوب جانتے ہیں کہ ہمارے بیٹے (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) یقیناً سچے ہیں اور معاذ اللہ کوئی کلمہ خلاف حق کہنا ان کی طرف نسبت نہیں کیا جاتا۔

تو یہ زبان سے تصریح اور دل سے اعتقاد سب کچھ ہے مگر اذعان نہ ہوا۔

امام ابن اثیر[93] جزری نہایہ، پھر علامہ زرقانی[94] شرح مواہب میں فرماتے ہیں :

کفر عناد هوان یعرفه بقلبه ویعترف بلسانه ولا یدین به کابی طالب[2]

کفر عناد یہ ہے کہ دل سے پہچانے اور زبان سے اقرار کرے مگر تسلیم و انقیاد سے باز رہے جیسے ابوطالب۔

علامہ مجد الدین[95] فیروز آبادی سفر السعادۃ میں فرماتے ہیں :

چون عم نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابوطالب

جب نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے چچا ابوطالب

---

[1] المواہب اللدنیۃ عام الحزن وفاۃ ابی طالب المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۶۵

[2] شرح العلامۃ الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ وفاۃ خدیجہ و ابی طالب دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۹۵

بیمار شد باوجود آنکہ مشرک بود او را عیادت فرمود و دعوتِ اسلام کرد ابوطالب قبول نہ کرد[1] اھ ملخصاً

بیمار ہوگئے تو ان کے کافر ہونے کے باوجود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی عیادت کی اور اسلام لانے کی دعوت دی جسے ابوطالب نے قبول نہ کیا۔ (ت)

۹۶ شیخ محقق مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں:

حدیث صحیح اثبات کردہ است برائے ابوطالب کفر را۔[2]

حدیثِ صحیح نے کفرِ ابوطالب کو ثابت کردیا ہے (ت)

پھر بعد ذکرِ احادیث فرمایا:

۹۷ و در روضۃ الاحباب نیز اخبار موت ابوطالب بر کفر آوردہ[3] الخ۔

روضۃ الاحباب میں بھی ابوطالب کے کفر پر مرنے کی احادیث لائی گئی ہیں الخ (ت)

۹۸ بحرالعلوم ملک العلماء مولانا عبدالعلی فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں:

احادیث کفرہ شہیرۃ وقد نزل فی حق رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی شان عمہ ابی طالب انک لاتھدی من احببت کما فی صحیح مسلم و سنن الترمذی وقد ثبت فی الخبر الصحیح عن الامام محمد الباقر کرم اللہ تعالٰی وجھہ الکریم ووجوہ اٰبائہ الکرام ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ورث طالبا وعقیلا اباھما ولم یورث علیا وجعفرا قال علی ولذا ترکنا نصیبنا فی الشعب کذا فی مؤطا الامام مالک[4]

حدیثیں اُس کے کفر کی مشہور ہیں، نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ان کے چچا ابوطالب کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: "اے نبی! تم ہدایت نہیں دیتے جسے دوست رکھو"۔ جیسا کہ صحیح مسلم اور ترمذی میں ہے۔ تحقیق امام محمد باقر اللہ تعالٰی نے ان کے اور ان کے آباء واجداد کے چہرے کو مکرم بنایا، سے خبر صحیح میں ثابت ہوچکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے طالب وعقیل کو ان کے باپ کا وارث بنایا مگر علی وجعفر کو وارث نہیں بنایا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا، اسی وجہ سے ہم نے شعب ابی طالب سے اپنا حصہ ترک کردیا۔ مؤطا امام مالک میں یونہی ہے۔ (ت)

---

[1] شرح سفر السعادت فصل در بیان عیادت بیماران ونماز جنازہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۲۴۹
[2] مدارج النبوۃ وفات یافتن ابوطالب " " " ۲/ ۴۸
[3] " " " " " ۲/ ۴۹
[4] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفٰی منشورات الشریف رضی قم ایران ۱/ ۱۵۳ و ۱۵۴

یعنی کفرِ ابوطالب کی حدیثیں مشہور ہیں پھر اس کے ثبوت میں آیت اولٰی کا اترنا اور حدیث دہم کفر ابی طالب کی وجہ سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا علی وجعفر کو ترکہ نہ دلانا بیان فرمایا۔

اقول وذکر الامام الباقر رضی اللہ تعالٰی عنہ وقع زلۃ من القلم وانما ھو الامام زین العابدین رضی اللہ تعالٰی عنہ کما اسمعناک من الموطا والصحیحین وغیرھا۔

میں کہتا ہوں امام محمد باقر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ذکر قلم کی لغزش سے واقع ہوا۔ درحقیقت وہ امام زین العابدین ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہ، جیسا کہ ہم تجھے بحوالہ مؤطا و صحیحین وغیرہ بتا چکے ہیں۔(ت)

نسیم الریاض[۹۲] شرح شفائے امام قاضی عیاض فصل الوجہ الخامس من وجوہ السب امام[۹۳] ابن حجر مکی سے نقل فرمایا:

حدیث مسلم ان ابی واباک فی النار اراد بابیہ عمہ اباطالب لان العرب تسمی العم ابا[۱] (ملخصًا)۔

حدیث مسلم میں کہ میرا اور تیرا باپ جہنم میں ہیں، باپ سے مراد آپ کے چچا ابوطالب ہیں کیونکہ عرب چچا کو باپ کہہ دیتے ہیں (ملخصًا)۔(ت)

یعنی عرب کی عادت ہے کہ باپ کو چچا کہتے ہیں، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بھی اسی عادت پر اس حدیث میں اپنے چچا ابوطالب کو باپ کہہ کر فرمایا کہ وہ دوزخ میں ہے۔

امام[۹۴] خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین سیوطی مسالک الحنفاء فی والدی المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اسی حدیث کی نسبت فرماتے ہیں:

ما المانع ان یکون المراد بہ عمہ ابوطالب فکانت تسمیۃ ابی طالب ابا النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شائعۃ عندھم لکونہ عمہ وکونہ رباہ وکفلہ من صغرہ[۲] اھ ملخصًا۔

کون مانع ہے کہ اس حدیث میں ابوطالب مراد ہو کہ وہ دوزخ میں ہے، اُس زمانہ میں شائع تھا کہ ابوطالب کو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا باپ کہا جاتا چچا ہونے اور بچپن سے حضور اقدس کی خدمت وکفالت کرنے کے باعث۔

اقول جس طرح ابھی ابوطالب کے شعر سے گزرا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ابوطالب کی بی بی حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالٰی عنہا کو اپنی ماں فرمایا۔

---

[۱] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض فصل الوجہ خامس مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۴/ ۲۱۴

[۲] الحاوی للفتاوٰی مسالک الحنفاء فی والد المصطفٰی دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۲۲۶ و ۲۲۸

اُسی[۱۰۲] میں فرماتے ہیں،

اخرج تمام الرازی فی فوائدہ بسند ضعیف عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا کان یوم القیٰمۃ شفعت لابی و امی وابی طالب واخ لی کان فی الجاھلیۃ اوردہ المحب الطبری وھو من الحفاظ والفقہاء فی کتابہ ذخائر العقبٰی فی مناقب ذوی القربٰی وقال ان ثبت فھو مؤول فی ابی طالب علی ما ورد فی الصحیح من تخفیف العذاب عنہ بشفاعتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انتہی وانما احتاج الی تاویلہ فی ابی طالب دون الثلثۃ ابیہ وامہ واخیہ یعنی من الرضاعۃ لان ابا طالب ادرک البعثۃ ولم یسلم والثلثۃ ماتوا فی الفترۃ۔[۱]

یعنی تمام الرازی نے بسند ضعیف ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: میں روز قیامت اپنے والدین اور ابوطالب اور اپنے ایک رضاعی بھائی کی کہ زمانۂ جاہلیت میں گزرا شفاعت فرماؤں گا۔ امام محب[۱۰۳] طبری نے کہ حافظان حدیث وعلمائے فقہ سے ہیں ذخائر العقبٰی میں فرمایا یہ حدیث اگر ثابت بھی ہو تو ابوطالب کے بارے میں اس کی تاویل وہ ہے جو صحیح حدیث میں آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شفاعت سے عذاب ہلکا ہوجائے گا۔ امام سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، خاص ابوطالب کے باب میں تاویل کی حاجت یہ ہوئی کہ ابوطالب نے زمانۂ اسلام پایا اور کفر پر اصرار رکھا بخلاف والدین کریمین و برادر رضاعی کہ زمانۂ فترت میں گزرے۔

یعنی ایک حدیث ضعیف میں آیا کہ میں روز قیامت اپنے والدین اور ابوطالب اور اپنے ایک رضاعی بھائی کی کہ زمانۂ جاہلیت میں گزرا شفاعت فرماؤں گا۔

اقول یہاں تاویل بمعنی بیان مراد و معنی ہے جس طرح شرح معانی قرآن کو تاویل کہتے ہیں۔ کفار سے تخفیف عذاب بھی حضور سید الشافعین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اقسام شفاعت سے ہے شفاعت کبرٰی کہ فتح باب حساب کے لئے ہے تمام جہان کو شامل و عام ہے۔ امام نووی نے باآنکہ ابوطالب کو بالیقین کافر جانتے ہیں تبویب صحیح مسلم شریف میں حدیث چہارم و پنجم کا باب یوں لکھا،

باب شفاعۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لابی طالب والتخفیف عنہ بسببہ۔[۲]

نبی اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی ابوطالب کے لئے شفاعت اور اسکے عذاب میں تخفیف کا باب۔

---

[۱] الحاوی للفتاوٰی مسالک الحنفاء فی والدا المصطفٰی دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۲۰۸

[۲] صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۵

امام بدرالدین زرکشی نے خادم میں ابن دحیہ سے نقل کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اقسام شفاعت سے وہ تخفیف عذاب ہے جو ابولہب کو بروز دوشنبہ ملتی ہے لسرورہ بولادۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واعتاقہ ثویبۃ حین بشربہ قال وانما ھی کرامۃ لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس لئے کہ اُس نے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے میلاد مبارک کی خوشی کی اور اس کا مژدہ سُن کر ثویبہ کو آزاد کیا تھا، یہ حضور ہی کا فضل ہے جس کے باعث اس نے تخفیف پائی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، نقلہ فی المسالک ایضاً[1] (اسے مسالک میں بھی نقل کیا گیا۔ ت)

نیز مسالک الحنفا[۱۰۴] پھر شرح مواہب[۱۰۵] علامہ زرقانی میں ہے:

قد ثبت فی الصحیح واخبر الصادق المصدوق صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اباطالب اھون اھل النار عذابا[2] اھ ملتقطا۔

بیشک صحاح میں ثابت ہے اور صادق مصدوق صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خبر دی کہ ابوطالب پر سب دوزخیوں سے کم عذاب ہے۔

اللھم اجرنا من عذابك الالیم بجاہ نبیك الرؤف الرحیم علیہ وعلٰی الہ افضل الصلوۃ وادوم التسلیم اٰمین! والحمد للہ رب العلمین۔

اے اللہ! ہمیں اپنے دردناک عذاب سے بچا رؤف ورحیم نبی کے صدقے میں، آپ پر اور آپ کی آل پر بہترین درود اور دائمی سلام ہو۔ اے اللہ! ہماری دعا قبول فرما۔ اور سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ (ت)

فصل چہارم

علامہ عبدالرؤف مناوی[۱۰۶] تیسیر پھر علامہ[۱۰۷] علی بن احمد عزیزی سراج المنیر شروح جامع صغیر میں زیر حدیث ہشتم فرماتے ہیں:

ھذا یؤذن بموتہ علٰی کفرہ وھو الحق ووھم البعض[3]

یعنی یہ حدیث بتاتی ہے کہ ابوطالب کی موت کفر پر ہُوئی اور یہی حق ہے اور اس کا خلاف وہم ہے۔

امام عینی[۱۰۸] زیر حدیث دوم وچہارم فرماتے ہیں:

---

[1] الحاوی للفتاوٰی بحوالہ الزرکشی مسالک الحنفاء فی والدالمصطفٰی دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۰۸

[2] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیہ وفات خدیجہ وابی طالب ۱/ ۲۹۳ و الحاوی للفتاوی ۲/ ۲۲۸

[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث اھون اھل النار عذابا الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۳۸۴

هذا کله ظاهر انه مات علی غیر الاسلام فان قلت ذکر السھیلی انہ رای فی بعض کتب المسعودی انه اسلم قلت مثل هذا لایعارض مافی الصحیح[1]

ان سب حدیثوں سے ظاہر ہے کہ ابوطالب کی موت غیر اسلام پر ہوئی، اگر تُو کہے کہ سہیلی نے ذکر کیا کہ انھوں نے مسعودی کی کسی کتاب میں دیکھا کہ ابوطالب اسلام لے آئے میں کہوں گا ایسی بے سروپا حکایت احادیث صحیح بخاری کی معارض نہیں ہوسکتی۔

اقول علاوہ بریں اگر یہ مسعودی علی بن حسین صاحب مروج ہے تو خود رافضی ہے اس کی کتاب مروج الذہب خلفائے کرام وصحابہ عظام عشرہ مبشرہ وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم پر صریح تبرا سے جا بجا آلودہ وملوث ہے لوط بن یحیی ابومخنف رافضی خبیث ہالک کے اقوال ونقول بکثرت لاتا ہے جس کے مردود و تالف ہونے پر ائمہ جرح وتعدیل کا اجماع ہے اسی طرح اور رافض وفساق وہالکین کے اخبار پر اسکی کتاب کا مدار ہے جیسا کہ اس کے مطالعہ سے واضح وآشکار ہے، فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے اپنے نسخہ مروج الذہب کے ہامش پر اس کی تنبیہ لکھ دی ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں:

ہشام کلبی مفسر کہ رافضی غالی ست وہمچنیں مسعودی صاحبِ مروج الذہب و ابوالفرج اصبہانی صاحبِ کتاب الاغانی وعلٰی ہذا القیاس امثال اینہا را ایں فرقہ در اعداد اہلسنت داخل کنند وبمقولات ومنقولات ایشاں الزام اہلسنت خواہند[2]

ہشام کلبی مفسر جو کہ غالی رافضی ہے، اسی طرح مروج الذہب کا مصنف مسعودی اور ابوالفرج اصبہانی صاحبِ کتاب الاغانی اور علٰی ہذا القیاس ان جیسے دیگر رافضیوں کو یہ فرقہ، اہل سنّت میں داخل کرتا ہے اور ان کے اقوال ومنقولات سے اہل سنّت کو الزام دینا چاہتا ہے۔ (ت)

۱۰۹ علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

القول باسلام ابی طالب لایصح قالہ ابن عساکر وغیرہ[3]

ابوطالب کا اسلام ماننا غلط ہے امام ابن عساکر وغیرہ نے اس کی تصریح کی۔

---

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب مناقب الانصار تحت حدیث ۳۸۸۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۷/ ۲۴

[2] تحفہ اثنا عشریہ باب دوم فصل دوم کید بست وسوم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۱

[3] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الثانی الفصل الرابع دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۲۸۶

اسی طرح اصابہ میں ہے کما سیأتی (جیساکہ آگے آئے گا۔ ت)

علامہ شہاب[۱۱] نسیم الریاض میں فرماتے ہیں :

من الغریب ما نقلہ بعضھم ان اللہ تعالٰی احیاہ لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاٰمن بہ کابویہ واظنہ من افتراء الشیعۃ[۱]

غرائب سے ہے یہ جو بعض نے نقل کیا کہ اللہ تعالٰی نے والدین رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی طرح ابوطالب کو بھی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے زندہ کیا کہ بعد مرگ جی کر مشرف باسلام ہوئے، میرے گمان میں یہ رافضیوں کی گھڑت ہے۔

اقول وضاع کذاب رافضیوں ہی میں منحصر نہیں مگر یہ اُن کے مسلک کے موافق ہے لہذا اس کی وضع کا گمان اُنھیں کی طرف جاتا ہے پھر بھی بے تحقیق جزم کی کیا صورت ممکن کہ کسی اور نے وضع کی ہو، اس بنا پر لفظ ظن فرمایا' ورنہ اس کے موضوع ومفتری ہونے میں تو شُبہہ نہیں، کمالا یخفٰی (جیساکہ پوشیدہ نہیں۔ ت)

علامہ صبان[۱۱] محمد بن علی مصری کتاب اسعاف الراغبین میں فرماتے ہیں :

اما اعمامہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاثنا عشرۃ حمزۃ والعباس وھما المسلمان وابوطالب والصحیح انہ مات کافرا[۲]

حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے بارہ[۱۲] چچا تھے، حمزہ وعباس رضی اللہ تعالٰے عنہما اور یہی دو مشرف باسلام ہوئے اور ابوطالب اور صحیح یہی ہے کہ یہ کافر مرے۔

فصل پنجم

شرح[۱۲] مقاصد وشرح[۱۳] تحریر پھر رد[۱۴] المحتار حاشیہ درمختار باب المرتدین میں ہے :

المصر علی عدم الاقرار مع المطالبۃ بہ کافر وفاقا لکون ذٰلک من امارات عدم التصدیق ولھذا اطبقوا

جس سے اقرارِ اسلام کا مطالبہ کیا جائے اور وہ اقرار نہ کرنے پر اصرار رکھے بالاتفاق کافر ہے کہ یہ دل میں تصدیق نہ ہونے کی علامت ہے'

---

[۱] نسیم الریاض القسم الاول الباب الاول الفصل الخامس مرکز اہلسنت گجرات الہند ۱/ ۲۱۰

[۲] اسعاف الراغبین فی سیرۃ المصطفٰی علٰی ہامش نور الابصار دار الفکر بیروت ص ۹۴

علی کفر ابی طالب[1]۔ اسی واسطے تمام علمائے نے کفر ابی طالب پر اجماع کیا ہے۔

مولانا علی قاری شرح شفا شریف میں فرماتے ہیں:

اذا امر بہا و امتنع و ابیٰ عنہا کابی طالب فھو کافر بالاجماع[2]۔ جسے شہادت کلمۂ اسلام کا حکم دیا جائے اور وہ باز رہے اور ادائے شہادت سے انکار کرے جیسے ابوطالب، تو وہ بالاجماع کافر ہے۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اُس شخص کے بارے میں جو قلب سے اعتقاد رکھتا تھا اور بغیر کسی عذر و مانع کے زبان سے اقرار کی نوبت نہ آئی، علماء کا اختلاف کہ یہ اعتقاد بے اقرار اُسے آخرت میں نافع ہوگا یا نہیں، نقل کرکے فرماتے ہیں:

قلت لکن بشرط عدم طلب الاقرار منہ فان ابی بعد ذٰلک فکافر اجماعا لقضیۃ ابی طالب[3]۔ یعنی یہ اختلاف اُس صورت میں ہے کہ اُس سے اقرار طلب نہ کیا گیا ہو اور اگر بعد طلب باز رہے جب تو بالاجماع کافر ہے۔ ابوطالب کا واقعہ اس پر دلیل ہے۔

اُسی کی فصل ثانی باب اشراط الساعۃ میں ہے:

ابوطالب لم یؤمن عند اھل السنۃ[4]۔ اہل سنّت کے نزدیک ابوطالب مسلمان نہیں۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادۃ میں فرماتے ہیں:

مشائخ حدیث و علمائے سنّت بریں اند کہ ایمان ابوطالب ثبوت نہ پذیرفتہ و در صحاح احادیث ست کہ آنحضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم در وقتِ وفات وے بر سروے آمد و مشائخ حدیث اور علماء سنّت کا موقف یہ ہے کہ ابوطالب کا ایمان ثابت نہیں ہے۔ صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ ابوطالب کی وفات کے وقت رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُس کے

---

[1] ردالمحتار کتاب السیر باب المرتد دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۸۳ و ۲۸۴

[2]

[3]

[4] مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الفتن حدیث ۵۴۵۸ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۹/ ۳۶۰

عرض اسلام کردوے قبول نہ کرد[1] | پاس تشریف لائے اور اسلام پیش فرمایا مگر اس نے قبول نہیں کیا۔ (ت)

فصل ششم

[119] امام ابن حجر مکی افضل القرٰی لقراء ام القرٰی میں ابوطالب کی بیت مروی صحیح بخاری کہ ہم نے شروع جواب میں ذکر کی لکھ کر فرماتے ہیں،

هذا البيت من جملة قصيدة له فيها مدح عجيب له صلى الله تعالٰى عليه وسلم حتى اخذ الشيعة منها القول باسلامه[2] | یہ بیت ابوطالب کے ایک قصیدہ کا ہے جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عجب نعت ہے یہاں تک کہ رافضیوں نے اس سے ابوطالب کا مسلمان ہونا اخذ کرلیا۔

پھر فرماتے ہیں،

صرائح الاحاديث المتفق على صحتها ترد ذلك[3] | لیکن صاف اور روشن حدیثوں، جن کی صحت پر اتفاق ہے اسلام ابوطالب کو رَد کر رہی ہیں۔

[120] علامہ محمد بن عبدالباقی شرح مواہب میں روایت ضعیفہ ابن اسحٰق کہ ان شاء اللہ تعالٰی عنقریب مع اپنے جوابوں کے آتی ہے ذکر کرکے فرماتے ہیں،

بهذا احتج الرافضة ومن تبعهم على اسلامه[4] | رافضی اور جو اُن کے پیرو ہوئے وہ اسی روایت سے ابوطالب کے اسلام پر سند لاتے ہیں۔

[121] انوار التنزیل وارشاد العقل میں زیر آیہ کریمہ انك لاتهدى من احببت فرمایا،

الجمهور على انها نزلت في ابي طالب[5] | جمہور ائمہ کے نزدیک یہ آیت دربارۂ ابوطالب اتری۔

---

[1] شرح سفرالسعادۃ فصل دربیان عیادت بیماران و نماز جنازہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۲۴۹

[2] افضل القرٰی لقراء ام القرٰی تحت البیت ۴۵ المجمع الثقافی ابوظبی ۱/ ۲۸۶

[3] " " " " " " " " " " " " " " " "

[4] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ عام الحزن وفاۃ خدیجہ و ابی طالب دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۹۱

[5] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) تحت الآیۃ ۲۸/ ۵۶ دارالفکر بیروت ۴/ ۲۹۸

[۱۲۳] علامہ خفاجی اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

اشارۃ الی الرد علی بعض الرفضۃ اذ ذھب الی اسلامہ[۱]

یہ اشارہ ہے بعض رافضیوں کے رَد کی طرف کہ وہ اسلام ابوطالب کے قائل ہیں۔

[۱۲۴] اصابہ میں ہے:

ذکر جمع من الرفضۃ انہ مات مسلما، قال ابن عساکر فی صدر ترجمتہ قیل انہ اسلم ولا یصح اسلامہ مختصر[۲]

رافضیوں کا ایک گروہ کہتا ہے کہ ابوطالب مسلمان مرے۔ [۱۲۵] امام ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں شروع تذکرۂ ابوطالب میں فرمایا بعض اسلام ابوطالب کے قائل ہوئے اور یہ صحیح نہیں۔ مختصر

[۱۲۶] زرقانی میں ہے:

الصحیح ان ابا طالب لم یسلم، وذکر جمع من الرفضۃ انہ مات مسلما وتمسکوا باشعار واخبار واھیۃ تکفل بردھا فی الاصابۃ[۴]

صحیح یہ ہے کہ ابوطالب مسلمان نہ ہوئے، رافضیوں کی ایک جماعت نے اُن کا اسلام پر مرنا مانا اور کچھ شعروں اور واہیات خبروں سے تمسک کیا جن کے رَد کا امام حافظ الشان نے اصابہ میں ذمہ لیا۔

[۱۲۷] نسیم فصل کیفیۃ الصلوٰۃ علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والتسلیم میں ہے:

ابوطالب توفی کافرا وادعاء بعض الشیعۃ انہ اسلم لا اصل لہ[۵]

ابوطالب کی موت کفر پر ہوئی اور بعض رافضیوں کا دعوٰی باطلہ کہ وہ اسلام لائے محض بے اصل ہے۔

[۱۲۸] شیخ محقق شرح صراط المستقیم میں فرماتے ہیں:

---

[۱] عنایۃ القاضی حاشیۃ الشہاب علٰی تفسیر البیضاوی تحت الآیۃ ۲۸/۵۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۷/۳۰۹

[۲] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف الطاء القسم الرابع ابوطالب دار صادر بیروت ۴/۱۱۶

[۳] تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۸۹۴۰ ابوطالب دار احیاء التراث العربی ۷۰/۲۳۸

[۴] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ المقصد الثانی الفصل الرابع دار المعرفۃ بیروت ۳/۲۷۴

[۵] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض مرکز اھلسنت برکات رضا گجرات الہند ۳/۴۸۴

45 شیخ ابن حجر در فتح الباری میگوید معرفت ابوطالب بنبوت رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم در بسیاری از اخبار آمدہ وتمسک کردہ بدان شیعہ براسلام وے واستدلال کردہ اند بردعوی خود بچیزے کہ دلالت ندارد برآں[1]

شیخ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں ابوطالب کو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نبوت کی معرفت حاصل تھی۔ اس بارے میں متعدد احادیث وارد ہیں جن کو شیعہ اسلامِ ابوطالب کی دلیل بتاتے ہیں اور اپنے دعوٰی پر جس چیز سے استدلال کرتے ہیں وہ اُن کے دعوٰی پر دلالت نہیں کرتی (ت)

۱۲۹ اسی میں ہے:

مخفی نماند کہ صحتِ اسلام ابوین بلکہ سائر آبائے وے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مشہور ست وشیعہ اسلامِ ابوطالب را نیز ازیں قبیل دانند[2] اھ مختصراً

پوشیدہ نہ رہے کہ نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے والدین بلکہ تمام آباء واجداد کے اسلام کا صحیح ہونا مشہور ہے اور شیعہ اسلامِ ابوطالب کو بھی اسی قبیل سے سمجھتے ہیں اھ اختصار (ت)

فصل ہفتم

الحمدُ للہ کلام اپنی نہایت کو پہنچا بعد اس قدر نصوص علیہ وجلیہ قرآن وحدیث وارشاداتِ صحابہ وتابعین وتبع تابعین وائمہ قدیم وحدیث کے منصف کو چارہ نہیں مگر تسلیم اور شبہات کا حصہ نہیں مگر فنائے عمیم پھر بھی تبیین مرام و تسکینِ اوہام مناسب مقام۔ عمرو نے آٹھ شبہے ذکر کئے اور نواں کہ اگر شبہہ کہنے کے بھی کچھ قابل ہے تو وہی ہے اُس سے متروک ہوا ہم اُن سب کو ذکر کرکے بتوفیق اللہ تعالٰی اظہارِ جواب وابانتِ صواب کریں۔

شبہہ اُولٰی۔ کفالت ۔۔ اقول (میں کہتا ہوں۔ت) ہاں بالیقین مگر کفالت نبی مستلزم اطاعتِ نبی نہیں، قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ت):

فالتقطہ اٰل فرعون لیکون لھم عدوا وحزنا[3] الاٰیۃ۔

تو اُسے اٹھالیا فرعون کے گھر والوں نے کہ وہ ان کا دشمن اور ان پر غم ہو الآیۃ (ت)

---

[1] سفر السعادت فصل دربیان عیادت بیماران الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۲۴۹

[2] " " " " " ص ۵۰-۲۴۹

[3] القرآن الکریم ۲۸/ ۸

وقال تعالٰی (اور اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

قال الم نربك فینا ولیدا ولبثت فینا من عمرك سنین[1]

بولا کیا ہم نے تمھیں اپنے یہاں بچپن میں نہ پالا اور تم نے ہمارے یہاں اپنی عمر کے کئی برس گزارے۔(ت)

شبہہ ثانیہ ـ نصرت وحمایت ـ نقول ضرور مگر مدعا سے دور، رافضی اس سے دلیل لائے اور علمائے سنّت جواب دے چکے۔ اصابہ میں فرمایا:

استدل الرافضی بقول اللہ تعالٰی فالذین اٰمنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی معہ اولٰئك ھم المفلحون قال وقد عزرہ ابوطالب بما اشتھر وعلم ونابذ قریشا وعاداھم بسببہ مما لایدفعہ احد من نقلۃ الاخبار فیکون من المفلحین انتھی وھذا مبلغھم من العلم وانا نسلم انہ نصرہ وبالغ فی ذلك لکنہ لم یتبع النور الذی معہ وھو الکتاب العزیز الداعی الی التوحید ولا یحصل الفلاح الا بحصول ما رتب علیہ من الصفات کلھا[2]

یعنی اسلام ابی طالب پر رافضی اس آیت سے دلیل لایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے جو لوگ اس نبی پر ایمان لائے اور اس کی نصرت و مدد کی اور جو نور اس نبی کے ساتھ اتارا گیا اس کے پیرو ہُوئے وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ رافضی نے کہا: ابوطالب کی مدد و نصرت مشہور و معروف ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پیچھے قریش سے مخالفت کی عداوت باندھی جس کا کوئی راوی اخبار انکار نہ کرے گا تو وہ فلاح پانے والوں میں ٹھہرے۔ رافضیوں کے علم کی رسائی یہاں تک ہے اور ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ابوطالب نے ضرور نصرت کی اور بدرجہ غایت کی مگر اس نور کا اتباع نہ کیا جو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ اترا یعنی قرآن مجید داعی توحید اور فلاح تو جب ملے کہ جتنی صفات پر اسے مرتب فرمایا ہے سب حاصل ہوں۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۱۸

[2] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف الطاء ترجمہ ۶۸۵ ابوطالب دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۸

اقول اولاً یہ نصرت وحمایت کا قصہ بارگاہِ رسالت میں پیش ہوچکا، عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ابوطالب چنیں وچناں کرتا اسے کیا نفع ملا؟ جواب جو ارشاد ہوا حدیث چہارم میں گزرا۔

ثانیاً بلکہ تفسیر ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما پر خود رب العزت جواب دے چکا کہ اوروں کو نبی کی ایذا سے روکتے اور خود ایمان لانے سے بچتے ہیں، دیکھو آیت وحدیث سوم۔

ثالثاً اعتبار خاتمہ کا ہے انما الاعمال بالخواتیم[1] (اعمال کا دارومدار خاتموں پر ہے۔ت) جب ابوطالب کا کفر پر مرنا قرآن وحدیث سے ثابت تو اب اگلے قصّے سنانا اور گزشتہ کفالت ونصرت سے دلیل لانا محض ساقط۔ صحاح ستّہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے ایک حدیث طویل میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فواللہ الذی لا الٰہ غیرہ ان احدکم لیعمل بعمل اھل الجنۃ حتی مایکون بینہ وبینھا الا ذراع فیسبق علیہ الکتاب فیعمل بعمل اھل النار فیدخل النار[2]

قسم اللہ کی جس کے سوا کوئی خدا نہیں تم میں کوئی شخص جنتیوں کے کام کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس میں اور جنت میں صرف ایک ہاتھ کا فرق رہ جاتا ہے اتنے میں تقدیر غالب آجاتی ہے کہ وہ دوزخیوں کے کام کرکے دوزخ میں جاتا ہے۔ (والعیاذ باللہ رب العالمین)

رابعاً صرف اسلام مستلزم اسلام نہ ثبوت خاص نہ ثبوت عام، صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہی غزوہ خیبر میں ایک مدعی اسلام نے ہمراہ رکاب اقدس سخت جہاد اور کافروں سے عظیم قتال کیا، صحابہ اس کے مداح ہوئے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: وہ دوزخی ہے۔ اس پر قریب تھا کہ بعض لوگ متزلزل ہوجاتے (یعنی ایسے عالی درجہ کے عمدہ کام ایسی جلیل وجمیل نصرت اسلام اور اس پر ناری ہونے کے احکام) بالآخر خبر پائی کہ وہ معرکہ میں زخمی ہوا درد کی تاب نہ لا یا رات کو اپنا گلا کاٹ کر مرگیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث سہل بن سعد المکتب الاسلامی بیروت ۵/۳۳۵

[2] صحیح البخاری کتاب التوحید باب قولہ تعالٰی ولقد سبقت کلمتنا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۱۱۰
صحیح مسلم کتاب القدر باب کیفیۃ خلق الآدمی الخ " " " ۲/۳۳۲
سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب القدر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۹۲

نے یہ خبر سُن کر فرمایا اللہ اکبر میں گواہی دیتا ہُوں کہ میں اللہ تعالٰی کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، پھر بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں میں منادی کردیں:

انہ لایدخل الجنۃ الانفس مسلمۃ وان اللہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر[1] — بیشک جنت میں کوئی نہ جائے گا مگر مسلمان جان اور بے شک اللہ اس دین کی مدد کرتا ہے فاسق کے ہاتھ پر۔

اسی کے قریب طبرانی نے کبیر میں عمرو بن نعمان بن مقرن رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔ نسائی و ابن حبان حضرت انس بن مالک اور احمد و طبرانی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بسند جید راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ یؤید ھذا الدین باقوام لاخلاق لہم[2] — بے شک اللہ عزوجل اس دین کی مدد ایسے لوگوں سے فرماتا ہے جن کا کوئی حصہ نہیں۔

طبرانی کبیر میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالٰی لیؤید الاسلام برجال ماھم من اھلہ[3] — بیشک اللہ تعالٰی اسلام کی تائید ایسے لوگوں سے کراتا ہے جو خود اہلِ اسلام سے نہیں۔

نسأل اللہ العفو والعافیۃ (ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت مانگتے ہیں۔ ت)

شبہہ ثالثہ — محبت — اقول بے شک مگر حد طبعی تک جیسے چچا کو بھتیجے سے چاہئے اور بھتیجے بھی کیسے کہ حقیقی بھائی نوجوان گزرے ہوئے کی اکلوتی نشانی، پھر اس پر جمال صورت و کمال سیرت وُہ کہ اپنے تو اپنے غیر دیکھیں تو فدا ہوجائیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، خاندان ہاشمی ایک اسی چراغ محمود و شمع بے دُود سے روشن تھا، خاندانی حمیت ہر عاقل کو ہوتی ہے خصوصًا عرب خصوصًا قریش خصوصًا بنی ہاشم میں اس کا عظیم مادہ ولہذا جب آیہ کریمہ: فاصدع

---

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الخیبر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۶۰۴
صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان غلظ تحریم قتل الانسان نفسہ ؍؍ ۱/ ۷۲
[2] کنز العمال برمزن حب عن علی حم طب عن ابی بکرہ حدیث ۲۸۹۵۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۸۴
[3] ؍؍ برمز طب عن ابن عمرو ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍

بما تؤمر و اعرض عن المشرکین[1] (تو اعلانیہ کہہ دو جس بات کا تمھیں حکم ہے اور مشرکوں سے منہ پھیر لو۔ ت) نازل ہوئی اور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے علانیہ دعوتِ اسلام شروع کی اشرافِ قریش جمع ہوکر ابوطالب کے پاس گئے اور کہا کہ تمام عرب میں سب سے زیادہ خوبصورت اور سب سے بڑھ کر اچھی اُٹھان والا لڑکا ہم سے لے لو اُسے بجائے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پرورش کرو اور اُنھیں ہم کو دے دو، اور اسی ارادۂ فاسد پر عمارہ بن ولید کو لے کر گئے تھے کہ ابوطالب نے مانا تو اسے انھیں دے دیں گے، ابوطالب نے کہا:

واللہ لبئس ماتسوموننی اتعطوننی ابنکم اغذوہ لکم واعطیکم ابنی تقتلونہ ھذا واللہ ما لا یکون ابدا حین تروح الابل فان حنت ناقۃ الی غیر فصیلھا دفعتہ الیکم۔

خدا کی قسم کیا بُری گاہکی میرے ساتھ کر رہے ہو، کیا تم اپنا بیٹا مجھے دو کہ میں تمھارے لئے اسے کھلاؤں پرورش کروں اور میں اپنا بیٹا تمھیں دے دوں کہ تم اُسے قتل کرو۔ خدا کی قسم یہ کبھی ہونی نہیں، جب اُونٹ شام کو نکلتے ہیں تو اگر کوئی ناقہ اپنے بچّے کو چھوڑ کر دوسرے کی طرف میل کرتی ہو تو میں بھی تم سے اپنا بیٹا بدل لوں۔

لخصناہ حدیث ابن اسحٰق ذکرناہ بلاغا ومن حدیث مقاتل ذکرہ فی المواھب[2]۔

(ہم نے اس کو حدیث ابن اسحٰق سے ملخص کیا جسے انھوں نے مفصل بیان کیا اور ہم نے ملخص کیا اور حدیث مقاتل سے جس کو مواہب میں ذکر کیا گیا ہے۔ ت)

ابوطالب نے صاف بتادیا کہ ان کی محبت وہی ہے جو انسان تو انسان حیوان کو بھی اپنے بچّے سے ہوتی ہے، ایسی محبت ایمان نہیں، ایمان حُبِّ شرعی ہے، ابوطالب میں اس کی شان نہیں، محبت شرعی و ایمانی ہوتی تو نار کو عار پر اختیار اور دمِ مرگ کلمہ طیبہ سے انکار اور ملّتِ جاہلیت پر اصرار کیوں ہوتا۔

(۱۳) امام قسطلانی ارشاد الساری میں فرماتے ہیں:

---

[1] القرآن الکریم ۱۵/ ۹۴
[2]

قد کان ابوطالب یحوطه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم وینصره و یحبه حبا طبعیا لاشرعیا فسبق القدر فیه واستمر علی کفره و للہ الحجة السامیة۔[1]

یعنی ابوطالب نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نصرت وحمایت سب کچھ کی، طبعی محبت بہت کچھ رکھی، مگر شرعی محبت نہ تھی، آخر تقدیر الٰہی غالب آئی اور معاذ اللہ کفر پر وفات پائی، اور اللہ ہی کے لئے ہے حجت بلند۔

نسیم الریاض[۱۳۲] میں ہے:

حنونه علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ومحبته له امر مشهور فی السیر وکان یعظمه ویعرف نبوته ولکن لم یوفقه اللہ للاسلام وفی الامتاع ان فیه حکمة خفیة من اللہ تعالٰی لانه عظیم قریش لا یمکن احدا منهم ان یتعدی علی ما فی جواره فکان النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فی بدء امره فی کنف حمایته یذبهم عنه کما قال:

واللہ لن یصلوا الیك بجمعهم
حتی اوسد فی التراب دفینا

فلو اسلم لم یکن له ذمة عندهم ولذا لم یکن له صلی اللہ علیه علیه وسلم بعد موته بد من الهجرة۔[2]

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ ابوطالب کی مہرو محبت مشہور ہے اور تعظیم ومعرفت نبوت معلوم، مگر اللہ تعالٰی نے مسلمان ہونے کی توفیق نہ دی۔ اور کتاب[۱۳۳] الامتاع میں فرمایا: ابوطالب کے مسلمان نہ ہونے میں اللہ تعالٰی کی ایک باریک حکمت ہے وہ سردار قریش تھے کوئی ان کی پناہ پر تعدی نہ کرسکتا تھا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابتدائے اسلام میں ان کی حمایت میں تھے وہ مخالفوں کو حضور سے دفع کرتے تھے، خود ایک شعر میں کہا ہے:

خدا کی قسم تمام قریش اکٹھے ہوجائیں تو حضور تک نہ پہنچ سکیں گے جب تک میں خاک میں دبا کر لٹا نہ دیا جاؤں۔

تو اگر وہ اسلام لے آتے قریش کے نزدیک ان کی پناہ کوئی چیز نہ رہتی، آخر ان کے انتقال پر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ہجرت ہی فرمانی ہوئی۔

---

[1] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب المناقب باب قصۃ ابی طالب دار الکتاب العربی بیروت ۶/ ۲۰۱

[2] نسیم الریاض القسم الاول الباب الاول الفصل الخامس مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۱/ ۲۱۰

اقول قربِ انتقال تک اسلام نہ لانے کی یہ حکمت ہوسکتی ہے، مرتے وقت کفر پر اصرار کی حکمت اللہ جانے یا اس کا رسول۔ شاید اس میں **اوّلاً** یہ نکتہ ہو کہ اگر اسلام لاکر مرتے مخالف گمان کرتے کہ اللہ کے رسول نے ہمارے ساتھ معاذ اللہ فریب برتا اپنے چچا کو مسلمان تو کرلیا تھا مگر پناہ و ذمہ رکھنے کے لئے ظاہر نہ ہونے دیا جب اخیر وقت آیا کہ اب وہ کام نہ رہا ظاہر کروایا۔

ثانیاً اُن مسلمانوں کی تسکین بھی ہے جن کے بزرگ حالتِ کفر میں مرے جس کا پتا حدیث ان ابی و اباك[1] دیتی ہے اول ناگوار ہوا جب اپنے چچا کو شامل فرمایا سکون پایا۔

ثالثاً مسلمانوں کے لئے اُسوۂ حسنہ قائم فرمانا کہ اپنے اقارب جب خدا کے خلاف ہوں اُن سے برا ءت کریں مرنے پر جنازہ میں شریک نہ ہوں، نماز نہ پڑھیں، دُعائے مغفرت نہ کریں کہ جب خود اپنے حبیب کو منع فرمایا تو اوروں کی کیا گنتی۔

رابعاً عمل میں اخلاص قصد و خوف و انقیاد کی ترغیب اور محبوبانِ خدا سے نسبت پر بھول بیٹھنے سے ترہیب، جب ابوطالب کو ایسی نسبت قریبہ بآں کارہائے عجیبہ بوجہ نامنقادی کام نہ آئی تو اور کیا چیز ہے۔ الی غیر ذٰلك مما الله و رسولہ بہ اعلم جل جلالہ وصلی الله تعالٰی علیہ وسلم (اس کے علاوہ دیگر وجوہ جنھیں اللہ تعالٰی جل جلالہ اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم خوب جانتے ہیں۔ ت)

شبہہ رابعہ ــ نعت شریف ــ اقول یہ تو اور حجتِ الٰہیہ قائم ہونا ہے جب ایسا جانتے ہو پھر کیوں نہیں مانتے یہود عنود قبل طلوعِ شمسِ رسالت کیا کچھ نعت و مدحت نہ کرتے جب کوئی مشکل آتی مصیبت مُنہ دکھاتی حضور سے توسل کرتے جب دشمن کا مقابلہ ہوتا دُعا مانگتے:

اللھم انصرنا علیھم بالنبی المبعوث فی اٰخر الزمان الذی نجد صفتہ فی التورٰیۃ[2]	الٰہی! ہمیں اُن پر مدد دے صدقہ نبی آخرالزماں کا جس کی نعت ہم توریت میں پاتے ہیں۔

پھر جان کر نہ ماننے کا کیا نتیجہ ہُوا یہ جو قرآن عظیم نے فرمایا:

وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی	اور اس سے پہلے وہ اس نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے تو جب تشریف لایا ان کے پاس وُہ جانا پہچانا تو اس سے منکر ہو بیٹھے، تو اللہ کی

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان ان من مات علی الکفر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۱۴

[2] البحر المحیط تحت الآیۃ ۲/۸۹ دارالفکر بیروت ۱/۳۰۳

الکٰفرین[1]۝ | لعنت ہو منکروں پر۔(ت)

اصابہ میں فرماتے ہیں :

اما شہادۃ ابی طالب بتصدیق النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فالجواب عنہ وعما ورد من شعر ابی طالب فی ذٰلک انہ نظیر ما حکی اللہ تعالٰی عن کفار قریش "وجحدوا بہا واستیقنتھا انفسھم ظلمًا وعلوًا" فکان کفرھم عنادا ومنشؤہ من الانفۃ والکبر والٰی ذٰلک اشار ابو طالب بقولہ لولا ان تعیرنی قریش[2]۔

یعنی ابو طالب کے ان اشعار وغیرہا (جن میں تصدیق نبی کی شہادت ہے) کا جواب یہ ہے کہ وہ اسی قبیل سے ہے جو قرآن عظیم نے کفار کا حال بیان فرمایا کہ براہِ ظلم وتکبر منکر ہوتے اور دل میں خوب یقین رکھتے ہیں تو یہ کفر عناد ہوا اور اس کا منشا تکبر اور اپنے نزدیک بڑی ناک والا ہونا ہے خود ابو طالب نے اس کی طرف اشارہ کیا کہ اگر قریش کی طعنہ زنی کا خیال نہ ہوتا تو اسلام لے آتا۔

شبہہ خامسہ — حضور کا استغفار فرمانا — اقول اوّلاً اس کا جواب خود رب الارباب جل جلالہ دے چکا، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قید لگا دی تھی ما لم انہ عنہ تیرے لئے استغفار فرماؤں گا جب تک منع نہ کیا جاؤں گا۔ رب العزۃ جل جلالہ نے منع فرمادیا اب اس سے استناد خرط القتاد۔

ثانیاً خود یہ وعدہ ہی کلمہ طیبہ سے انکار سن کر ارشاد ہوا تھا، دیکھو حدیث دوم۔ پھر اسے دلیل اسلام ٹھہرانا عجب ہے۔

شبہہ سادسہ — حکایت جامع الاصول — اقول سیداہلبیت رضی اللہ تعالٰی عنہم مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم ابو طالب کو مشرک کہتے باوصف حکم اقدس غسل وکفن میں تامل عرض کرتے سیّد السادات سیّد الکائنات علیہ وآلہٖ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات اسے مقرر رکھتے، جنازہ میں شرکت سے باز رہتے، سیّدنا جعفر بن ابی طالب وامیر المومنین علی رضی اللہ تعالٰی عنہما بوجہ اسلام ترکہ کفار سے محرومی پاتے، سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالٰی عنہ اس کی وجہ کفر ابی طالب بیان فرماتے۔ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ خلق اہل بیت اسے کافر کا ترکہ مومن کو نہ ملنے کی دلیل

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۸۹

[2] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف الطاء ترجمہ ۶۸۵ ابوطالب دارصادر بیروت ۴/ ۱۱۷

ٹھہراتے۔ سیدنا عباس عمِ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم و رضی اللہ تعالٰی عنہ اُن کے حال سے سوال کرکے وہ جواب پاتے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما آیت وان یھلکون الا انفسھم کا ابوطالب کے حق میں نزول بتاتے اور سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے حدیث ہشتم اور اُم المومنین ام سلمہ زوجۂ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حدیث ہفتم امیرالمومنین علی برادرِ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حدیث پانزدہم روایت فرماتے ہیں یہ سرورانِ وسرارانِ اہلبیتِ کرام ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین، ان کے بعد وہ کون سے اہلبیت قائلِ اسلامِ ابوطالب ہوئے، کیا قرآن وحدیث واطباق ائمۂ قدیم وحدیث کے مقابل ایسی حکایات بے زمام وخطام کچھ کام دے سکتی ہیں، حاشا، لاجرم شیخ محقق مدارج النبوۃ[۱۳۵] میں فرماتے ہیں:

از اعمام پیغمبر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غیر حمزہ وعباس مسلمان نہ شدہ اند وابوطالب وابولہب زمانِ اسلام را دریافتہ اما توفیق اسلام نیافتہ جمہور علماء برین اند و صاحبِ جامع الاصول آوردہ کہ زعم اہلبیت آن ست کہ ابوطالب مسلمان از دنیا رفتہ واللہ اعلم بصحتہ کذا فی روضۃ[۱۳۶] الاحباب[۱]

پیغمبر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے چچوں میں سے حضرت حمزہ وعباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے سوا کوئی مسلمان نہ ہوا۔ ابوطالب وابولہب نے اسلام کا زمانہ پایا مگر اسلام لانے کی توفیق نہ پائی۔ جمہور علماء کا موقف یہی ہے۔ اور صاحبِ جامع الاصول نے ذکر کیا ہے کہ اہل بیت کا گمان یہ ہے کہ ابوطالب مسلمان ہوکر دنیا سے گئے ہیں، اس کی صحت کا حال اللہ خوب جانتا ہے، یونہی روضۃ الاحباب میں ہے۔ (ت)

اقول علماء کا جابجا کُفرِ ابی طالب پر اجماع نقل فرمانا اور اسلامِ ابی طالب کا قول مزعومِ روافض بتانا، جس کے نقول اگلے فصول میں مذکور ومنقول، اس حکایتِ بے سروپا کے رَد کو بس ہے، کیا باوصف خلاف ائمۂ اہلبیت اجماع منعقد ہوسکتا یا معاذ اللہ ان کا خلاف لایعتد بہ ٹھہرا کر دعوٰی اتفاق فرمادیا جاتا اور جب خود اپنے ائمۂ کرام میں خلاف حاصل تو جانب اجانب اعنی روافض قصر نسبت پر کیا حامل، پس عند التحقیق یہ حکایت بے اصل اور محکی عنہ معدوم وباطل، ہاں اگر سادات زیدیہ کہ ایک فرقۂ روافض ہے مراد ہوں تو عجب نہیں اور شبہہ زائل۔

---

[۱] مدارج النبوۃ باب سوئم در ذکر اعمام النبی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر پاکستان ۲/ ۴۹

شبہہ سابعہ ــــ عبارت شرح سفر السعادۃ ــــ اقول یہ تہمت محض ہے

شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کی عبارتیں خود اسی شرح صراط المستقیم وغیرہ تصانیف سے اوپر گزر چکیں جو اس کی تکذیب کو بس ہیں۔ شیخ فرماتے ہیں، حدیث صحیح ابوطالب کا کفر ثابت کرتی ہے علمائے اہل سنت ابوطالب کا کفر مانتے ہیں شیعہ انھیں مسلمان جانتے ہیں ان کے دلائل مردود و باطل ہیں۔ ان سب تصریحات کے بعد توقف کا کیا محل، ہاں یہ عبارت مدارج شریف میں نسبت آباء و اجداد حضور سید انام علیہ افضل الصلوۃ والسلام تحریر فرمائی ہے:

حیث قال متاخراں ثابت کردہ اند کہ آباء و اجداد آں حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پاک و مصفا بودند از دنس شرک و کفر باری کم ازاں نہ باشد کہ دریں مسئلہ توقف کنند و صرفہ نگاہ دارند[1]

جہاں فرمایا کہ متاخرین نے ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آباء و اجداد شرک و کفر باری تعالٰی کی میل کچیل سے پاک وصاف ہیں کم از کم اس مسئلہ میں انھوں نے توقف کیا ہے اور احتیاط کو ملحوظ رکھا ہے۔ (ت)

شبہہ ثامنہ ــــ وصیت نامہ ــــ اقول اولاً وہ ایک حکایت منقطعہ ہے جس کا

منتہائے سند ایک رافضی غالی، مواہب شریف میں جس سے عمرو ناقل یہ وصیت نامہ یوں منقول:

حکی عن ھشام بن السائب الکلبی او ابیہ انہ قال لما حضرت اباطالب الوفاۃ جمع الیہ وجوہ قریش[2] الخ۔

یعنی ہشام بن سائب کلبی کوفی یا اس کے باپ کلبی سے حکایت کی گئی کہ ابوطالب نے مرتے وقت عمدگان قریش کو جمع کرکے وصیت کی۔

ہشام وکلبی دونوں رافضی مطعون ہیں، میزان الاعتدال میں ہے:

قال البخاری ابوالنضر الکلبی ترکہ یحیٰی وابن مھدی قال علی ثنا یحیٰی عن سفین قال الکلبی کلما حدثتک عن ابی صالح فھو کذب، و قال یزید بن زریع ثنا الکلبی

امام بخاری نے فرمایا ابوالنضر کلبی کو امام یحیٰی بن معین و امام عبدالرحمٰن بن مہدی نے اسے متروک کیا۔ امام سفیٰن فرماتے ہیں: مجھ سے کلبی نے کہا جتنی حدیثیں میں نے آپ کے سامنے ابوصالح سے روایت کی ہیں وہ سب جھوٹ ہیں۔ یزید بن زریع نے کہا، کلبی رافضی

---

[1] مدارج النبوۃ باب سوم وفات یافتن ابوطالب مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۴۹

[2] المواہب اللدنیۃ عام الحزن وفاۃ ابی طالب المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۶۵

وکان سبائیا قال الاعمش اتق هذہ السبائیۃ فانی ادرکت الناس وانما یسمونہم الکذابین، التبوذکی سمعت ھماما یقول سمعت الکلبی یقول انا سبائی عن ابی عوانۃ سمعت الکلبی یقول کان جبرئیل یملی الوحی علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلما دخل النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الخلاء جعل یملی علی علی، قال الجوزجانی وغیرہ کذاب وقال الدارقطنی وجماعۃ متروک وقال ابن حبان مذھبہ فی الدین ووضوح الکذب فیہ اظھر من ان یحتاج الی الاغراق فی وصفہ لایحل ذکرہ فی الکتاب فکیف الاحتجاج بہ[1] اھ ملتقطا۔

تھا۔ امام سلیمٰن اعمش تابعی نے فرمایا کہ ان رافضیوں سے بچو میں نے علماء کو پایا کہ ان کا نام کذاب رکھتے تھے۔ تبوذکی کہتے ہیں میں نے ہمام سے سنا وہ کہتے ہیں میں نے خود کلبی کو کہتے سنا کہ میں رافضی ہوں۔ ابوعوانہ کہتے ہیں کلبی نے میرے سامنے کہا کہ جبرئیل نبی کو وحی لکھاتے تھے جب حضور بیت الخلا کو تشریف لے جاتے تو مولٰی علی (کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم) کو لکھانے لگتے۔ جوزجانی وغیرہ نے کہا: کلبی کذاب ہے۔ دارقطنی اور ایک جماعت علماء نے کہا: متروک ہے۔ ابن حبان نے کہا اس کا مذہب دین میں اور اس میں کذب کا وضوح ایسا روشن ہے کہ محتاج بیان نہیں کتابوں میں اس کا ذکر کرنا حلال نہیں اور نہ اس سے سند لانا اھ ملتقطا۔

اسی میں ہے:

ھشام بن محمد بن السائب الکلبی قال احمد بن حنبل انما کان صاحب سمر ونسب ما ظننت ان احدا یحدث عنہ وقال الدارقطنی وغیرہ متروک وقال ابن عساکر رافضی لیس بثقۃ۔[2]

امام احمد نے کلبی کے بیٹے ہشام کی نسبت فرمایا: وہ تو یہی کچھ کہانیاں کچھ نسب نامے جانتا تھا مجھے گمان نہ تھا کہ کوئی اس سے حدیث روایت کرے گا۔ امام دارقطنی وغیرہ نے فرمایا: متروک ہے۔ امام ابن عساکر نے کہا: رافضی نامعتمد ہے۔

ثانیًا خود اسی وصیت نامہ میں وہ لفظ منقول جن میں صاف اپنے حال کی طرف اشارہ ہے کہ ان حاضرین سے کہا:

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۷۵۷۴ محمد بن سائب الکلبی دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۵۵۷ تا ۵۵۹

[2] " " " ۹۲۳۷ ہشام بن محمد السائب " " ۴/ ۳۰۴

قد جاء بامر قبله الجنان و انکره اللسان مخافة الشنان[1]

محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہمارے پاس وہ بات لے کر آئے جسے دل نے مانا اور زبان نے انکار کیا اس خوف سے کہ لوگ دشمن ہو جائیں گے۔

علامہ زرقانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

لما تعیرونه به من تبعیته لابن اخیه[2]

یعنی وہ خوف یہ ہے کہ تم عیب لگاؤ گے کہ وہ اپنے بھتیجے کا تابع ہوگیا۔

یعنی بھتیجا تو بیٹے کی مثل ہے اُنھیں امام بناتے آپ غلام بنتے عار آتی ہے، تم طعنہ کرو گے اس لئے اسلام سے انکار ہے اگرچہ دل پر اُن کا صدق آشکار ہے۔

ثالثاً نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے باب میں اُن سے بعض وصایا ضرور منقول مگر جب اوروں کو وصیت ہو خود جاہلی حمیت ہو تو اس سے کیا حصول۔ قال اللہ تعالٰی:

کبر مقتا عند الله ان تقولوا ما لا تفعلون[3]

اللہ کو سخت دشمن ہے یہ بات کہ کہو اور نہ کرو۔

تندرستی میں بھی یہی برتاؤ تھا کہ اوروں کو ترغیب دینا اور آپ بچنا وہی انداز وقتِ مرگ برتا۔

اصابہ[۱۳۷] میں فرمایا:

وهو امر ابی طالب ولدیه باتباعه فترکه ذٰلك هو من جملة العناد وهو ایضا من حسن نصرته له و ذبه عنه و معاداته قومه بسببه[4]

رہا یہ کہ ابو طالب کا اپنے بیٹوں حیدر کرار و جعفر طیار رضی اللہ تعالٰی عنہما سے کہنا کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی پیروی کرو تو خود اس کا ترک کرنا یہ عناد میں سے ہے اور یہ ترغیب پیروی بھی اُن کی اُسی خوبی مدد و حمایت اور حضور کے باعث اپنی قوم سے مخالفت ہی میں داخل ہے۔

---

[1] المواہب اللدنیہ عام الحزن وفاۃ ابی طالب المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۶۵

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ وفاۃ خدیجۃ وابی طالب دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۹۵

[3] القرآن الکریم ۶۱/۳

[4] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف الطاء القسم الرابع ابوطالب دار صادر بیروت ۴/۱۱۷

یعنی جہاں وُہ سب کچھ تھا این ہم بر علم ایمان بے اذعان ملنا کیا امکان، ولہذا علمائے کرام جہاں ابوطالب سے یہ امور نقل فرماتے ہیں وہیں موت علی الکفر کی بھی تصریح کر جاتے ہیں اسی مواہب لدنیہ اور اُن کی دوسری کتاب ارشاد الساری کے کتنے کلمات اوپر گزرے۔

مجمع البحار میں ہے:

فی العاشرۃ دنا موت ابی طالب فوصی بنی المطلب باعانتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ومات فقال علی رضی اللہ تعالٰی عنہ ان عمك الضال قد مات قال فاغسلہ وکفنہ ووارہ غفر اللہ لہ فجعل یستغفر لہ ایاما حتی نزل "ماکان للنبی"۔[1]

یعنی نبوت سے دسویں سال ابوطالب کو موت آئی بنی عبدالمطلب کو مددگاری نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی وصیت کرکے مرگئے۔ اس پر مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم نے عرض کی، حضور کا چچا مرگیا۔ فرمایا: نہلا کفنا کر دبادے اللہ اُسے بخشے۔ دعائے مغفرت فرماتے رہے یہاں تک کہ آیت اتری نبی کو روا نہیں کہ مشرکوں جہنمیوں کی بخشش مانگے۔

علامہ حفنی حاشیہ شرح ہمزیہ میں لکھتے ہیں:

قال القرطبی فی المفہم کان ابو طالب یعرف صدق رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی کل مایقولہ ویقول لقریش تعلمون واللہ ان محمدا لم یکذب قط ویقول لابنہ علی اتبعہ فانہ علی الحق غیرانہ لم یدخل فی الاسلام ولم یزل علی ذٰلك حتی حضرتہ الوفاۃ فدخل علیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم طامعا فی اسلامہ وحریصا علیہ باذلا فی ذٰلك

یعنی امام قرطبی نے مفہم شرح صحیح مسلم میں فرمایا: ابوطالب خوب جانتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جو کچھ فرماتے ہیں سب حق ہے قریش سے کہتے خدا کی قسم تمہیں معلوم ہے کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی کوئی کلمہ خلافِ واقع نہ فرمایا اپنے بیٹے علی کرم اللہ وجہہ سے کہتے ان کے پیرو رہنا کہ یہ حق پر ہیں یہ سب کچھ تھا مگر خود اسلام میں نہ آئے موت آنے تک اسی حال پر رہے اس وقت حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کے پاس تشریف فرما ہوئے اس امید پر کہ شاید مسلمان ہوجائیں اس کی حضور کو سخت خواہش

---

[1] مجمع بحار الانوار فصل فی السیر بیان ارضاعہ مکتبہ دارالایمان مدینۃ المنورۃ ۵/۲۷۲

جهده مستفرغا ما عنده ولکن عاقت عن ذٰلك عوائق الاقدار التی لا ینفع معها حرص ولا اعتذار[1]

تھی جو کچھ کوشش ممکن تھی سب خرچ فرمادی مگر وہ تقدیریں آڑے آئیں جن کے آگے نہ خواہش چلتی ہے نہ عذر۔

وحسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل ولاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔

اور اللہ تعالٰی ہمیں کافی ہے کیا ہی اچھا کارساز ہے، اور نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ نیکی کرنے کی قوت مگر بلندی و عظمت والے خدا کی توفیق سے۔ (ت)

شبہہ تاسعہ الحمدللہ عمرو کے سب شبہات حل ہوگئے اور وہ شبہات ہی کیا تھے محض مہملات تھے اب ایک شبہہ باقی رہا جس سے زمانہ قدیم میں بعض روافض نے اپنے رسالہ "اسلام ابی طالب" میں استناد کیا اور اکابر ائمہ وعلمائے اہل سنت مثل امام اجل بیہقی و امام جلیل سہیلی و امام حافظ الشان ابن حجر عسقلانی و امام بدر الدین محمود عینی و امام احمد قسطلانی و امام ابن حجر مکی و علامہ حسین دیاربکری و علامہ محمد زرقانی و شیخ محقق دہلوی وغیرہم رحمہم اللہ تعالٰی نے متعدد وجوہ سے جواب دیا۔ سُنّی کے لئے تو اسی قدر سے جواب ظاہر ہوگیا کہ استدلال کرنے والا ایک رافضی اور جواب دینے والے ائمہ وعلمائے اہلسنت مگر تتمیم فائدہ کے لئے فقیر غفرلہ المولی القدیر وہ شبہہ اور علماء کے اجوبہ ذکر کرکے جو کچھ فیض قدیر سے قلب فقیر پر فائض ہوا تحریر کرے وباللہ التوفیق، ابن اسحٰق نے سیرۃ میں ایک روایت شاذہ ذکر کی جس کا خلاصہ یہ کہ ابوطالب کے مرض الموت میں اشراف قریش جمع ہوکر ان کے پاس گئے کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سمجھا دو کہ ہمارے دین سے غرض نہ رکھیں ہم ان کے دین سے تعرض نہ کریں ابوطالب نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بلا کر عرض کی، حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں یہ ایک بات کہہ لیں جس سے تم تمام عرب کے مالک ہوجاؤ اور عجم تمہاری مطیع۔ ابوجہل لعین نے عرض کی: حضور ہی کے باپ کی قسم ایک بات نہیں دس باتیں۔ فرمایا: تو لا الٰہ الا اللہ کہہ لو۔ اس پر کافر تالیاں بجا کر بھاگ گئے۔ ابوطالب کے منہ سے نکلا: خدا کی قسم حضور نے کوئی بے جا بات تو ان سے نہ چاہی تھی۔ اس کہنے سے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو امید پڑی کہ شاید یہی مسلمان ہوجائے۔ حضور نے بار بار فرمانا شروع کیا: اے چچا! تو ہی کہہ لے جس کے سبب سے میں تیری شفاعت روز قیامت حلال کرلوں۔ جب ابوطالب نے حضور کی شدت خواہش دیکھی تو کہا: اے بھتیجے! میرے خدا کی قسم اگر یہ خوف نہ ہوتا

---

[1]

کہ لوگ حضور کو اور حضور کے باپ (یعنی خود ابو طالب) کے بیٹوں کو طعنہ دیں گے کہ نزع کی سختی پر صبر نہ ہوا کلمہ پڑھ لیا، تو میں پڑھ لیتا، اور وہ بھی اس طرح پڑھتا لا اقولها الا لاسرك بها (میں نہ کہتا وہ کلمہ مگر اس لئے کہ آپکو خوش کروں) صرف اس لئے کہ حضور کی خوشی کردوں۔ یہ باتیں نزع میں تو ہو ہی رہی تھیں جب روح پرواز کرنے کا وقت نزدیک آیا عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ان کے لبوں کی جنبش دیکھی کان لگا کر سنا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی، یاابن اخی واللّٰہ لقد قال اخی الکلمۃ التی امرتہ ان یقولہا اے میرے بھتیجے! خدا کی قسم میرے بھائی نے وہ بات کہہ لی جو حضور اقدس اس سے کہلواتے تھے۔ قال فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم لم اسمع[1] سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا میں نے نہ سُنی۔

یہ وہ روایت ہے علماء نے اس سے پانچ جواب دیئے:

اوّل یہ روایت ضعیف ومردود ہے، اس کی سند میں ایک راوی مبہم موجود ہے۔ یہ جواب امام بیہقی پھر امام حافظ الشان ابن حجر عسقلانی و امام بدرالدین محمود عینی و امام ابن حجر مکی و علامہ حسین دیار بکری و علامہ زرقانی وغیرہم نے افادہ فرمایا۔ خمیس میں ہے:

قال البیہقی انہ منقطع[2] الخ وسیأتی تمامہ۔

بیہقی نے کہا یہ منقطع ہے الخ اس کی پوری تفصیل عنقریب آرہی ہے۔ (ت)

عمدۃ القاری میں ہے:

فی سندہ من لم یسم[3]

اس کی سند میں ایک ایسا راوی ہے جس کا نام نہیں لیا گیا۔ (ت)

شرح مواہب میں ہے:

روایۃ ابن اسحٰق ضعیفۃ[4]

ابن اسحاق کی روایت ضعیف ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

---

[1] السیرۃ النبویۃ لابن ہشام وفاۃ ابی طالب وخدیجۃ دارابن کثیر والتوزیع للطباعۃ والنشر القسم الاول ص ۴۱۸
[2] تاریخ الخمیس وفاۃ ابی طالب مؤسسۃ شعبان بیروت ۱/ ۳۰۰
[3] عمدۃ القاری کتاب المناقب الانصار باب قصۃ ابی طالب تحت حدیث ۳۸۸۴ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۱/ ۲۳
[4] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول وفاۃ خدیجۃ وابی طالب دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۹۱

فیہ من لم یسم[1]

اس کی سند میں ایک ایسا راوی ہے جس کا نام نہیں لیا گیا۔(ت)

شرح حمزیہ میں ہے:

روایۃ ضعیفۃ عن العباس انہ اسرالیہ الاسلام عند موتہ[2]

حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ایک ضعیف روایت ہے کہ ابوطالب نے بوقتِ موت رازداری سے انھیں اسلام کی خبردی۔(ت)

اصابہ میں ہے:

لقد وقفت علٰی تصنیف لبعض الشیعۃ اثبت فیہ اسلام ابی طالب منہا ما اخرجہ عن محمد بن اسحٰق الٰی ان قال بعد نقل متمسکات الرافضی، اسانید ھٰذہ الاحادیث واھیۃ[3]

یعنی میں نے ایک رافضی کا رسالہ دیکھا جس میں اس نے بعض روایات سے اسلام ابی طالب ثابت کرنا چاہا ہے۔ ازاں جملہ یہ روایت ابن اسحٰق ہے۔ ان سب کی سندیں واہی ہیں۔

اقول وباللہ التوفیق ھٰھنا امور یجب التنبہ لہا:

اقول (میں کہتا ہوں) اور توفیق اللہ تعالٰی کی طرف سے ہے، یہاں چند امور ایسے ہیں جن پر آگاہ ہونا ضروری ہے:

اولہا لیس المنقطع ھٰھنا فی کلام البیہقی بالاصطلاح المشہور عند الجمہور انہ الذی سقط من سندہ راو امّا مطلقًا او بشرط ان لایسقط ازید من واحد علی التوالی وھو المرسل علی

پہلا امر: منقطع یہاں پر بیہقی کے کلام میں اُس معنی میں استعمال نہیں ہوا جو جمہور کے نزدیک مشہور اصطلاح ہے، یعنی وہ حدیث جس کی سند سے کوئی راوی ساقط ہوگیا ہو یا تو مطلقًا یا اس شرط کے ساتھ کہ اس کی سند میں ایک سے زائد راوی پے درپے ساقط نہ ہوئے ہوں، بصورتِ اول

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول وفاۃ خدیجۃ وابی طالب دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۹۱

[2]

[3] الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ حرف الطاء القسم الرابع ابوطالب دارصادر بیروت ۴/ ۱۱۶

الاول او منہ علی الثانی باصطلاح الفقہاء واھل الاصول واذا نظفت رجالہ فعندنا وعند الجمہور مقبول کیف و ذٰلک خلاف الواقع فی روایۃ ابن اسحٰق فان سندہ علٰی ما رأیت فی سیرۃ ابن ھشام و نقلہ الحافظ وغیرہ فی الفتح وغیرہ ھکذا حدثنی العباس بن عبد اللّٰہ بن معبد عن بعض اھلہ عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما[1] وھذا لا انقطاع فیہ کما تری و لا مساغ لارادۃ الانقطاع من قبل ان ابن عباس لم یدرک الواقعۃ فانہ انما ولد عام مات ابوطالب ولد قبل الھجرۃ بثلث سنین کما فی التقریب[2]، وکذٰلک ارخ ابن الجزار موت ابی طالب قبل ھجرتہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم بثلث سنین کما فی المواھب[3]، و ذٰلک لان مراسیل

وہ مرسل ہے، اور بصورت ثانی مرسل کی ایک نوع ہے فقہاء اور اہلِ اصول کی اصطلاح میں۔ اور جب اس کے رجال عادل ہوں تو وہ ہمارے نزدیک اور جمہور کے نزدیک مقبول ہے۔ اور جمہور کی اصطلاح میں یہ کیسے منقطع ہوسکتی ہے حالانکہ ابن اسحٰق کی روایت میں معنیٰ مذکور کے خلاف واقع ہے، کیونکہ اس کی سند جیسا کہ میں نے سیرت ابن ہشام میں دیکھی اور حافظ وغیرہ نے اُس کو فتح الباری وغیرہ میں نقل کیا وہ یُوں ہے مجھے حدیث بیان کی عباس بن عبداللہ بن معبد نے اپنے بعض گھر والوں سے انھوں نے عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے۔ اور اس میں جیسا کہ تُو دیکھ رہا ہے کوئی انقطاع نہیں اور نہ ہی اس جہت سے انقطاع مراد لینے کی کوئی گنجائش ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہ واقعہ نہیں پایا کیونکہ آپ اس سال پیدا ہُوئے جس سال ابوطالب کا انتقال ہوا۔ آپ کی ولادت ہجرت سے تین سال قبل ہوئی جیسا کہ تقریب میں ہے اور یونہی ابوطالب کی موت کی تاریخ ابن جزار نے بیان کی وہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی کی ہجرت سے تین سال پہلے فوت ہوئے جیسا کہ مواہب میں ہے۔ اور یہ اس لئے کہ مراسیل

---

[1] السیرۃ النبویۃ لابن ہشام وفاۃ ابی طالب وخدیجہ دار ابن کثیر للطباعۃ القسم الاول ص ۴۱۷

[2] تقریب التہذیب ترجمہ ۳۴۲۰ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۵۰۴

[3] المواہب اللدنیۃ عام الحزن وفاۃ ابی طالب المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۶۲

الصحابۃ مقبولۃ بالاجماع ولا عبرۃ بمن شذ فی تقریب النووی ھذا کلہ فی غیر مرسل الصحابی اما مرسلہ فمحکوم بصحتہ علی المذھب الصحیح[1] قال فی التدریب قطع بہ الجمھور من اصحابنا وغیرھم واطبق علیہ المحدثون[2] وفی مسلم الثبوت ان کان من الصحابی یقبل مطلقا اتفاقا ولا اعتداد لمن خالف[3] اھ وانما سماہ البیھقی منقطعا علی اصطلاح لہ ولشیخہ الحاکم ان المبھم ایضا من المنقطع فی التقریب والتدریب (اذا قال) الراوی فی الاسناد (فلان عن رجل عن فلان فقال الحاکم) ھو (منقطع لیس مرسلا وقال غیرہ مرسل) قال العراقی کل من القولین خلاف ما علیہ الاکثرون فانھم ذھبوا الی انہ متصل فی سندہ مجھول، وزاد البیھقی علی ھذا فی سننہ فجعل

صحابہ کے مقبول ہونے پر اجماع ہے اور جو تنہا اس موقف کے خلاف ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ تقریب نواوی میں ہے کہ یہ سب گفتگو مرسلِ صحابی کے غیر میں ہے۔ رہا مرسلِ صحابی تو صحیح مذہب میں اس کے صحیح ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔ تدریب میں کہا کہ ہمارے اصحاب وغیرہ جمہور نے اس حکم کو قطعی قرار دیا اور محدثین نے اس پر اتفاق کیا ہے۔ مسلم الثبوت میں ہے مرسل اگر صحابی سے ہے تو مطلقاً قبول کی جائے گی اور جس نے مخالفت کی اس کا کوئی اعتبار نہیں اھ۔ بیہقی کا اُسے منقطع کہنا فقط ان کی اپنی اور انکے شیخ امام حاکم کی اصطلاح ہے کہ ان کے نزدیک مبہم بھی منقطع ہے۔ تقریب اور تدریب میں ہے راوی نے اسناد میں جب کہا کہ فلاں نے ایک مرد سے اور اس نے فلاں سے روایت کی تو امام حاکم نے فرمایا کہ یہ منقطع ہے مرسل نہیں ہے جبکہ اس کے غیر نے کہا یہ مرسل ہے۔ عراقی نے کہا یہ دونوں قول اکثریت کے مؤقف کے خلاف ہیں کیونکہ اکثر کا مؤقف یہ ہے کہ یہ متصل ہے اس کی سند میں راوی مجہول ہے۔ امام بیہقی نے اپنی سنن میں اس پر اضافہ کیا اور اس حدیث کو مرسل

---

[1] تقریب النواوی مع تدریب الراوی النوع التاسع المرسل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۷۱

[2] تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی " " " " "

[3] مسلم الثبوت الاصل الثانی السنۃ مسئلہ تعریف المرسل مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۰۱

ما رواہ التابعی عن رجل من الصحابۃ لم یسم مرسلا[1] اھ مختصرا، و فیھما (النوع العاشر المنقطع الصحیح الذی ذھب الیہ الفقہاء و الخطیب و ابن عبد البر وغیرھما من المحدثین ان المنقطع مالم یتصل اسنادہ علی ای وجہ کان انقطاعہ) فھو و المرسل واحد (واکثر ما یستعمل فی روایۃ من دون التابعی عن الصحابۃ کمالک عن ابن عمر وقیل ھو مااختل منہ رجل قبل التابعی) الصواب قبل الصحابی (محذوفا کان) الرجل (او مبھما کرجل) ھذا بناء علی ماتقدم ان فلانا عن رجل یسمی منقطعا و تقدم ان الاکثرین علی خلافہ، ثم ان ھذا القول ھو المشہور بشرط ان یکون الساقط واحدا فقط او اثنین لا علی التوالی کما جزم بہ العراقی و شیخ الاسلام[2] اھ ملخصا۔

قرار دیا جس کو تابعی نے صحابہ میں سے ایک مرد سے روایت کیا اس صحابی کے نام کی تصریح نہیں کی اھ اختصار۔ اور ان دونوں (تقریب و تدریب) میں ہے دسویں قسم منقطع، صحیح مؤقف جس کی طرف فقہاء کرام اور محدثین میں سے خطیب و ابن عبد البر وغیرہ گئے ہیں وُہ یہ ہے کہ منقطع اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند متصل نہ ہو، چاہے کسی وجہ سے انقطاع ہو، وہ اور مرسل ایک ہی ہیں۔ اور اس کا اکثر اطلاق ایسی حدیث پر ہوتا ہے جس میں تابعی سے نیچے درجے کا کوئی شخص صحابی سے روایت کرے جیسے امام مالک علیہ الرحمہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کریں۔ ایک قول کے مطابق منقطع وہ حدیث ہے جس میں تابعی سے قبل (صحیح یہ ہے کہ صحابی سے قبل) کوئی راوی مختل ہو، چاہے تو وہ محذوف ہو یا مبہم، جیسے کہا جائے "کوئی شخص"، یہ اس پر مبنی ہے جس کا پہلے ذکر ہو چکا "یعنی فلاں نے ایک شخص سے روایت کی" یہ منقطع کہلاتی ہے۔ اور ماقبل میں گزر چکا ہے کہ اکثریت اس کے خلاف ہے۔ پھر یہ قول اس شرط کے ساتھ مشہور ہے کہ ساقط فقط ایک راوی ہو یا دو ہوں مگر پے در پے نہ ہوں جیسا کہ اس پر عراقی اور شیخ الاسلام نے جزم کیا ہے[2] اھ تلخیص۔

---

[1] تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی النوع التاسع المرسل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶۱ و ۱۶۲

[2] " " " " " النوع العاشر المنقطع " " " ۱/ ۱۷۱ و ۱۷۲

ثانیھا لیس المبھم من المجھول المقبول عندنا وعند کثیر من الفحول او اکثرھم فان الراوی اذا لم یرو عنہ الا واحد افمجھول العین نمشیہ نحن وکثیر من المحققین واذا زکی ظاھرا لا باطنا فمستور نقبلہ نحن واکثر المحققین کما بینتہ فی "منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین" وظاھر ان شیئا من ھذا لا یعرف الا بالتسمیۃ فالمبھم لیس منھما فی شیئ بل ھو کمجھول الحال الذی لم تعرف عدالتہ باطنا ولا ظاھرا وان خصصناہ ایضا بمن سمی فلیس من المجھول المصطلح علیہ اصلا وان کان یطلق علیہ اسم المجھول نظرا الی المعنی اللغوی، وتحقیق الحکم فیہ ان ابھام راو غیر الصحابی بغیر لفظ التعدیل کحدثنا ثقۃ لیس کحذفہ عندنا فی القبول فان الجزم مع الاسقاط امارۃ الاعتماد بخلاف الاسناد قال فی مسلم الثبوت وشرحہ فواتح الرحموت (قال رجل لا یقبل

دوسرا امر: مبہم اس مجہول میں سے نہیں جو ہمارے نزدیک اور تمام علماء ماہرین یا اکثر کے نزدیک مقبول ہے، اس لئے کہ اگر کسی راوی سے فقط ایک ہی شخص روایت کرے تو وہ مجہول العین ہے۔ ہم اور کثیر محققین اس کو قبول کرتے ہیں۔ اور اگر اس کا ظاہری طور پر تزکیہ ہوجائے مگر باطنی طور پر نہ ہو تو وہ مستور ہے، ہمارے اور اکثر محققین کے نزدیک یہ مقبول ہے جیسا کہ میں نے اس کو رسالہ "منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین" میں بیان کیا ہے۔ظاہر ہے کہ مجہول کی دونوں قسموں میں سے کوئی نہیں پہچانا جاتا مگر نام ذکر کرنے سے تو مبہم ان دونوں قسموں میں سے کوئی قسم بھی نہ ہُوا بلکہ وہ مجہول الحال کی مثل ہے جس کی عدالت نہ ظاہری طور پر معلوم ہوتی ہے نہ باطنی طور پر، اگر ہم اس (مجہول الحال) کو بھی مختص کرلیں اس کے ساتھ جس کا نام ذکر کیا جاتا ہے تو اس صورت میں مبہم بالکل ہی مجہول اصطلاحی میں سے نہیں ہوگا، اگرچہ معنی لغوی کے اعتبار سے اس پر مجہول کا اطلاق ہوگا۔ اس میں حکم کی تحقیق یہ ہے کہ غیر صحابی کا ابہام بغیر لفظ تعدیل کے جیسے مجھے حدیث بیان کی ایک ثقہ نے۔ ہمارے نزدیک قبولیت میں حذف راوی کی مثل نہیں۔ کیونکہ اسقاط راوی کے باوجود اس پر جزم، اعتماد کی نشانی ہے بخلاف اسناد کے۔ مسلم الثبوت اور اس کی شرح فواتح الرحموت میں ہے کسی شخص نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی

فی) المذھب (الصحیح) ولیس ھذا کالارسال کما نقل عن شمس الائمۃ لان ھذا روایۃ عن مجھول والارسال جزم بنسبۃ المتن الیٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھذا لایکون الا بالتوثیق فافترقا (بخلاف) قال ثقۃ او رجل من الصحابۃ لان ھذا روایۃ عن ثقۃ لان الصحابۃ کلھم عدول (ولو اصطلح علی معین) معلوم العدالۃ علی التعیین برجل (فلا اشکال) فی القبول[1] اھ، **اقول** ویتراءی لی استثناء من ابھم وقد علم من عادتہ انہ لا یروی الا عن ثقۃ کامامنا الاعظم والامام احمد وغیرھما ممن سمیناھم فی "منیر العین" فان المبھم اما من مجھول الحال او کمثلہ وقد صرحوا فیہ بھذا التفصیل قال فی الکتابین (فی روایۃ العدل) عن المجھول (مذاھب) احدھا (التعدیل) فان شان العدل لا یروی الا عن عدل (و) الثانی

ایک مرد نے، تو مذہب صحیح میں قبول نہیں کیا جائیگی۔ یہ ارسال کی مثل نہیں جیسا کہ شمس الائمہ سے منقول ہے، کیونکہ یہ مجہول سے روایت ہے جبکہ ارسال رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف متن کی نسبت کا جزم ہے اور یہ بغیر توثیق کے نہیں ہوسکتا تو اس طرح دونوں میں فرق ہوگیا بخلاف اس کے کہ اگر کسی نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی ایک ثقہ نے یا صحابہ کرام میں سے ایک مرد نے کیونکہ یہ ثقہ سے روایت ہے، اس لئے کہ تمام صحابہ عادل ہیں۔ اگر یہ اصطلاح بنالی جائے کہ فلاں معین شخص جس کی عدالت معلوم ہے کو "ایک مرد" کے ساتھ تعبیر کیا جائے گا تو اس کے مقبول ہونے میں کوئی اشکال نہیں اھ، **اقول** (میں کہتا ہوں) میرے لئے اُس شخص کا استثناء ظاہر ہوا جس نے ابہام کیا حالانکہ اس کی عادت معروف ہے کہ بغیر ثقہ کے کسی سے روایت نہیں کرتا جیسا کہ ہمارے امام اعظم اور امام احمد اور دیگر ائمہ کرام جن کے نام ہم نے "منیر العین" میں ذکر کئے ہیں۔ اس لئے کہ مبہم مجہول الحال سے ہوگا یا اس کی مثل ہے۔ تحقیق اس میں علماء نے اس تفصیل کے ساتھ تصریح فرمائی ہے، دونوں کتابوں میں کہا کہ مجہول سے عادل کی روایت کے بارے میں چند مذہب ہیں، ان میں سے ایک مذہب اس کی تعدیل ہے، کیونکہ عادل کی شان یہ ہے کہ وہ فقط عادل سے روایت کرتا ہے۔ دوسرا مذہب

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفٰی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/ ۱۴۷

(المنع) لجواز روايته تعويلا على
المجتهد انه لايعمل الا بعد التعديل
(و) الثالث (التفصيل بين من
علم) من عادته (انه لايروي الا عن
عدل) فيكون تعديلا (اولا) فلا
(وهو) اي الثالث (الاعدل) وهو
ظاهر[1] اھ باختصار.

ثالثها ليس الحكم على كافر
معلوم الكفر لاسيما المدرك صحة
لغوية بطريان الاسلام من باب
الفضائل المقبول فيه الضعاف باتفاق
الاعلام، كيف وانه يبتنى عليه كثير
من الاحكام كتحريم ذكره الا بخير
و وجوب تعظيمه بطلب الترضي عليه
اذا ذكر بعد ما كان ذلك حراما
بل ربما المنجر الى الكفر، والعياذ
بالله تعالٰى، وقبول قوله في
الروايات ان وقعت الى غير ذلك
واليقين لايزول الشك والضعيف
لايرفع الثابت وانما السر في قبول
الضعاف حيث تقبل انها
ثمه لم تثبت شيئا
لو يثبت كما حققناه بما لامزيد عليه

منع تعدیل ہے۔ کیونکہ ہوسکتا ہے اُس نے مجتہد پر
بھروسا کرتے ہُوئے یہ روایت کر دی ہو کیونکہ مجتہد
تعدیل کے بعد ہی عمل کرتا ہے۔ اور تیسرا مذہب
تفصیل یعنی اگر اس کی یہ عادت معلوم ہے کہ وُہ فقط
عادل سے روایت کرتا ہے غیرِ عادل سے نہیں،
تو تعدیل ہوگی ورنہ نہیں۔ اور یہ تیسرا مذہب زیادہ
عدل والا ہے اور وہ ظاہر ہے اھ اختصار۔

تیسرا امر: جس کافر کا کفر معلوم ہو خصوصًا
جبکہ وُہ صحتِ لغویہ کو پانے والا ہو۔ اُس پر اسلام
کے طاری ہونے کا حکم از قبیل فضائل نہیں ہے
جس میں باتفاقِ علماء ضعیف حدیثیں بھی مقبول ہیں۔
ایسا کیونکر ہوسکتا ہے جبکہ اس پر بہت سے احکام
کی بنیاد ہے مثلاً بھلائی کے سوا اس کے ذکر کا حرام
ہونا، اس کی تعظیم کا واجب ہونا اور اس کے ذکر
کے ساتھ رضی اللہ تعالٰی عنہ کہنا۔ بعد اس کے یہ
حرام بلکہ بسا اوقات کفر تک پہنچا دینے والی چیز
ہے، اور اللہ تعالٰی کی پناہ، اور روایات میں اس
کے قول کو قبول کرنا جبکہ واقع ہوں وغیرہ ذالک،
حالانکہ یقین شک کے ساتھ زائل نہیں ہوتا۔ اور
ضعیف حدیث ثابت کو رفع نہیں کرسکتی۔ ضعیف
حدیثیں جہاں قبول کی جاتی ہیں وہاں ان کو قبول کرنے
میں راز یہ ہے کہ وہاں ضعیف حدیثیں کسی غیر ثابت
چیز کو ثابت نہیں کرتیں جیسا کہ ہم اپنے رسالہ

---

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفٰی مسئلہ مجہول الحال الخ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/۱۵۰

ما دفع الاوهام المتطرقة اليه فی رسالتنا "الهاد الکاف فی حکم الضعاف" فاذا لم تکن لتثبت مالم یثبت فکیف ترفع ماقد ثبت ما ھذا الا غلط و شطط وھذا اواضح جدا فاتضح بحمد اللہ ان الروایۃ ضعیفۃ واھیۃ و انھا فی اثبات ما رام منھا غیر مغنیۃ ولا کافیۃ ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق۔

"الہاد الکاف فی حکم الضعاف" میں اس کی تحقیق کردی ہے جس پر زیادتی نہیں کی جاسکتی جس نے اس مسئلہ میں پیدا ہونے والے تمام وہموں کا ازالہ کردیا ہے۔ چنانچہ جب وہ ضعیف حدیثیں غیر ثابت چیز کو ثابت نہیں کرسکتی ہیں تو ثابت شدہ چیز کو رفع کیسے کرسکیں گی۔ یہ محض غلط اور حق سے دُوری ہے، یہ خوب واضح ہے۔ بحمد اللہ واضح ہوگیا کہ روایت مذکورہ ضعیف اور بیہودہ ہے اور اس سے جس مقصد کو ثابت کرنا مطلوب تھا اس کے لئے یہ مفید و کافی نہیں ہے۔ یونہی تحقیق چاہئے اور اللہ تعالٰی توفیق کا مالک ہے۔ (ت)

ثانیاً اگر بالفرض صحیح بھی ہوتی تو ان احادیث جلیلہ جزیلہ صحاح اصح کے مخالف تھی لہذا مردود ہوتی نہ کہ خود صحیح بھی نہیں اب اُن کے مقابل کیا التفات کے قابل! **اقول** جواب اول بنظر سند تھا یہ بلحاظ متن ہے یعنی اگر سنداً صحیح بھی ہوتی تو متناً شاذ تھی اور ایسا شذوذ قادح صحت یوں بھی ضعیف رہتی اب کہ سنداً بھی صحیح نہیں خاص منکر ہے اور بہر حال مردود و نامعتبر۔ یہ جواب بھی علمائے ممدوحین نے دیا اور امام قسطلانی و شیخ محقق نے بھی اسی کی طرف اشارہ کیا۔

خمیس[۱۴۱] میں بعد عبارت مذکورہ امام بیہقی سے ہے:

والصحیح من الحدیث قد اثبت لابی طالب الوفاۃ علی الکفر والشرك کما رویناہ فی صحیح البخاری[۱]

یعنی حدیث صحیح ابو طالب کا کفر و شرک پر مرنا ثابت کررہی ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں موجود۔

بعینہٖ اسی طرح مواہب[۱۴۳] میں ہے۔

عمدہ[۱۴۴] میں بعد عبارت مذکورہ اور زرقانی میں امام حافظ الشان سے ہے:

ولوکان صحیحا لعارضہ حدیث

اگر یہ صحیح بھی ہوتی تو اس باب میں وارد حدیث

---

[۱] تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس وصیت ابی طالب مؤسسۃ شعبان للنشر بیروت ۱/ ۳۰۰

الباب لانہ اصح منہ فضلا عن انہ لم یصح[1]

اس کے معارض ہوتی کیونکہ وہ اس سے اصح ہے چہ جائیکہ یہ صحیح ہی نہیں۔ (ت)

اصابہ میں بعد کلام سابق ہے:

وعلی تقدیر ثبوتہا فقد عارضہا ماھو اصح منہا[2]

اور اس کے ثبوت کی تقدیر پر وہ حدیث اس کے معارض ہے جو اس سے اصح ہے۔ (ت)

پھر حدیث دوم لکھ کر فرمایا:

فھذا ھو الصحیح الذی یرد الروایۃ التی ذکرھا ابن اسحٰق[3]

یہ حدیث صحیح روایت ابن اسحاق کو رَد کر رہی ہے۔

شرح ہمزیہ کی عبارت اوپر گزری:

صرائح الاحادیث المتفق علی صحتہا ترد ذٰلک[4]

صریح حدیثیں جن کی صحت پر اتفاق ہے اسے رَد کر رہی ہیں۔

مدارج[۱۴۵] النبوۃ میں ہے:

در احادیث واخبار اسلام وے ثبوت نیافتہ جز انچہ در روایت ابن اسحٰق آمدہ کہ وے اسلام آورد نزدیک بوقتِ مرگ وگفتہ کہ چوں قریب شد موت وے عباس گفت یا ابن اخی! واللہ تحقیق گفت برادر من کلمہ را کہ امر کردی تو اورا بداں کلمہ ودر روایتے آمدہ کہ آنحضرت گفت من نشنیدم باآنکہ حدیث

اخبار و احادیث میں ابوطالب کا اسلام ثابت نہیں ہوا سوائے اُس روایت کے جو ابن اسحاق سے مروی ہے کہ وہ وقتِ موت کے قریب اسلام لے آئے تھے۔ ابن اسحاق نے کہا کہ جب ابوطالب کا وقتِ موت قریب ہُوا تو حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا: اے میرے بھتیجے! بخدا میرے بھائی نے وُہ کلمہ کہہ دیا ہے جس کا

---

[1] عمدۃ القاری کتاب مناقب الانصار حدیث ۳۸۸۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۷/ ۲۳
شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۹۳

[2] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف الطاء القسم الرابع دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۶

[3] " " " " " " " ۴/ ۱۱۷

[4] شرح ھمزیۃ

صحیح اثبات کردہ است برائے ابوطالب کفر را۔[1] اھ مختصراً۔

آپ نے اس کو حکم دیا ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے نہیں سنا باوجودیکہ حدیثِ صحیح نے کفرِ ابوطالب کو ثابت کردیا ہے اھ اختصار (ت)

یہ کلام حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالٰی کا ہے اور فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے یہاں ہامش مدارج پر اپنے دو حاشیے لکھے پائے جن کی نقل خالی از نفع نہیں۔

اوّل قول شیخ جز آنچہ در روایت ابن اسحٰق آمدہ بر بایں عبارت **اقول** ایں استثناء منقطع ست ائمہ فن ہمچو امام بیہقی و امام ابن حجر عسقلانی و امام عینی و امام ابن حجر مکی وغیرہم تصریح کردہ اند بضعف ایں روایت زیراکہ درو راوی مبہم واقع شدہ باز بمخالف صحاح منکر ست و شیخ در آخر کلام خود اشارہ بضعف او میکند کہ باآنکہ حدیث صحیح اثبات کردہ است الخ معلوم شد کہ ایں صحیح نیست۔[2]

اوّل شیخ کے قول "جز آنچہ در روایت ابن اسحٰق آمدہ" پر اس عبارت کے ساتھ حاشیہ لکھا: میں کہتا ہوں یہ استثناء منقطع ہے۔ ائمہ فن جیسے امام بیہقی، امام ابن حجر عسقلانی، امام عینی اور امام ابن حجر مکی وغیرہ نے اس روایت کے ضعیف ہونے کی تصریح کی ہے کیونکہ اس میں ایک راوی مبہم واقع ہوا ہے، پھر صحیح حدیثوں کی مخالفت کی وجہ سے منکر ہے۔ اور شیخ علیہ الرحمہ اپنے کلام کے آخر میں ان لفظوں کے ساتھ اس کے ضعف کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ "باوجودیکہ حدیث صحیح نے اس کے کفر کو ثابت کردیا ہے" معلوم ہوگیا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

دوم قول شیخ "و در روایتے آمدہ" بر بایں الفاظ **اقول** ایں لفظ ایہام میکند آں را کہ ایں جا دو روایت ست و روایت مذکورہ ابن اسحٰق عاری ست از ذکر رد فرمودن نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم بقول

دوم شیخ کے قول "و در روایتے آمدہ" پر ان الفاظ کے ساتھ حاشیہ لکھا: میں کہتا ہوں یہ وہم میں ڈالتا ہے کہ یہاں دو روایتیں ہیں، اور روایت ابن اسحٰق میں نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے یہ کلمات رد نہیں ہیں کہ "میں نے نہیں

[1] مدارج النبوۃ باب دوم وفات یافتن ابوطالب مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر پاکستان ۲/ ۴۸

مبارکش لو اسمع حالانکہ نہ چناں ست بلکہ ایں تتمہ ہماں روایت ابن اسحٰق ست بریں معنی آگاہ باید بود[1] | سُنا" حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ اسی روایت ابن اسحٰق کا تتمہ ہے۔ اس معنی پر آگاہ ہونا چاہیے۔ (ت)

ثالثاً خود قرآنِ عظیم اسے رَد فرما رہا ہے اگر اسلام پر موت ہوتی سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو استغفار سے کیوں ممانعت آتی۔ یہ جواب حافظ الشان کا ہے اور اُسے خمیس میں بھی ذکر کیا۔ اصابہ[2] میں بعد عبارت مذکورہ قریبہ ہے:

اذلوکان قال کلمۃ التوحید مانھی اللہ تعالٰی نبیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن الاستغفار لہ[2] | اگر اس نے کلمہ توحید کہہ لیا ہوتا تو اللہ تعالٰی اپنے نبی کو اُس کے حق میں استغفار سے منع نہ فرماتا۔ (ت)

اقول استغفار سے نہی کفر میں صریح نہیں حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابتدائے اسلام میں میت مدیون کے جنازہ پر نماز پڑھنے سے ممنوع تھے۔ علمائے متاخرین نے حدیث استاذنت ربی ان استغفر لامی فلم یاذن لی[3] (میں نے اپنے رب سے اذن طلب کیا کہ میں اپنی ماں کیلئے استغفار کروں تو اُس نے مجھے اذن نہ دیا۔ ت) کا یہی جواب دیا ہے تو استدلال اسی آیتِ کریمہ کے لفظ للمشرکین و لفظ اصحٰب الجحیم سے اولٰی و انسب ہے اگر کلمۂ اسلام پر موت ہوتی تو رب العزۃ ابوطالب کو مشرک کیوں بتاتا، اصحابِ نار سے کیوں ٹھہراتا۔ لاجرم یہ روایت بے اصل ہے۔

رابعاً اقول اس میں ایک علت اور ہے، حدیث صحیح چہارم دیکھئے خود یہی عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ جن سے یہ حکایت ذکر کی جاتی ہے موت ابی طالب کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پُوچھتے ہیں، یارسول اللہ! حضور نے اپنے چچا ابوطالب کو بھی کچھ نفع دیا وہ حضور کا غمخوار طرفدار تھا، ارشاد ہوا ہم نے اُسے سراپا جہنم میں غرق پایا اتنی تخفیف فرمادی کہ ٹخنوں تک آگ ہے میں نہ ہوتا تو اسفل السافلین اس کا ٹھکانا تھا[4]۔

سُبحٰن اللہ! اگر عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے کانوں سے مرتے وقت کلمۂ توحید پڑھنا سُنتے تو

---

[1]

[2] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف الطاء القسم الرابع ابوطالب دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۷

[3] صحیح مسلم کتاب الجنائز فصل فی جواز زیارۃ قبور المشرکین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۱۴

[4] صحیح البخاری مناقب الانصار باب قصۃ ابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۴۸

صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی طالب " " ۱/ ۱۱۵

مسند احمد بن حنبل عن العباس المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۰۷ و ۲۱۰

اس سوال کا کیا محل تھا، وہ نہ جانتے تھے کہ الاسلام یجب ما قبلہ مسلمان ہو جانا گزرے ہوئے سب اعمالِ بد کو ڈھا دیتا ہے، کیا وہ نہ جانتے تھے کہ اخیر وقت جو کافر مسلمان ہو کر مرے بے حساب جنت میں جائے، من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ (جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا جنت میں داخل ہوا۔ ت) اور پھر سوال میں کیا عرض کرتے ہیں وہی پُرانے قصے نصرت و یاری و حمایت و غمخواری یہ نہیں کہتے یارسول اللہ! وہ تو کلمۂ اسلام پڑھ کر مرا ہے، یہ پُوچھتے ہیں کہ حضور نے اسے بھی کچھ نفع بخشا' یہ نہیں عرض کرتے کہ کون سے اعلیٰ درجاتِ جنت عطا فرمائے، وہ حالت صحیح میں سمجھتے تو پرواز سوال یوں ہوتا کہ یارسول اللہ! ابو طالب کا خاتمہ ایمان پر ہوا اور حضور کے ساتھ اُن کی غایت محبت و کمال حمایت تو قدیم سے تھی اللہ عزوجل نے فردوسِ اعلیٰ کا کون سا محل اُنھیں کرامت فرمایا تو نظرِ انصاف میں یہ سوال ہی اِس روایت کی بے اصلی پر قرینۂ واضحہ ہے اور جواب تو جو ارشاد ہُوا ظاہر ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ ارحم الراحمین یہ جواب فقیر غفراللہ تعالیٰ لہ نے اپنے فتوائے سابقہ مختصرہ میں ذکر کیا تھا اب شرح مواہب میں دیکھا کہ علامہ زرقانی نے بھی اِس کی طرف ایما کیا' فرماتے ہیں:

فی سوال العباس عن حالہ دلیل علی ضعف روایۃ ابن اسحٰق لانہ لوکانت الشہادۃ عندہ لم یسأل لعلمہ بحالہ[2]	ابو طالب کے حال کے بارے میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوال میں روایت ابن اسحٰق کے ضعف پر دلیل ہے، کیونکہ اگر ابو طالب نے

حضرت عباس کے نزدیک کلمۂ شہادت پڑھ لیا تھا تو وہ یہ سوال نہ کرتے اس لئے کہ ان کو اس کا حال معلوم ہوتا۔ (ت)

اقول یونہی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جن کی طرف اس کی روایت کی نسبت جاتی ہے علاوہ اُس تفسیر کے جو آیت ثالثہ میں اُن سے مروی خود بسند صحیح معلوم کہ وہ حضور پر نور سید یوم النشور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ابو طالب کے بارے میں وہ ارشادِ پاک حدیث ہشتم میں سُن چکے ہیں جس میں ناری ہونے کی صریح تصریح ہے یہ روایت اگر صحیح ہوتی تو اِس کا مقتضیٰ یہ تھا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

---

[1] الدر المنثور تحت الآیۃ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۶/ ۶۳
المستدرک للحاکم کتاب التوبۃ من قال لا الٰہ الا اللہ دار الفکر بیروت ۴/ ۲۵۱
المعجم الکبیر حدیث ۶۳۴۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۷/ ۴۸
[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول وفاۃ خدیجہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۹۳

ابوطالب کو ناجی جانیں کہ ان امور میں نسخ وتغییر کو راہ نہیں مگر لازم بحکم حدیث صحیح صحیح مسلم باطل تو ملزوم بھی حلیہ صحت سے عاطل، فافہم۔

خامساً یقیناً معلوم کہ عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ اُس وقت تک مشرف باسلام نہ ہوئے تھے کہیں گیارہ برس بعد فتح مکہ میں مسلمان ہوئے ہیں، اور اسی روایت میں ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ابوطالب کا کلمہ پڑھنا نہ سُنا اور اُن کی عرض پر بھی اطمینان نہ فرمایا، یہی ارشاد ہوا کہ ہم نے نہ سُنا، اب نہ رہی مگر ایک شخص کی شہادت جو عدالت درکنار گواہی دیتے وقت مسلمان بھی نہیں وہ شرعاً کس قاعدہ وقانون سے قابلِ قبول یا لائقِ التفات اصحابِ عقول ہوسکتی ہے۔

اقول پہلے جوابوں کا حاصل سنداً یا متناً روایت کی تضعیف تھی اُس جواب میں اُسے ہر طرح صحیح مان کر کلام ہے کہ اب بھی اثبات مدعٰی سے مس نہیں اُس سے یہ ثابت ہُوا کہ ابوطالب نے کلمہ پڑھا بلکہ اس قدر معلوم ہُوا کہ عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنی غیر اسلام کی حالت میں ایسا بیان کیا پھر اس سے کیا ہوتا ہے، یہ جواب امام سہیلی نے روض الانف میں ارشاد فرمایا اور اُن کے بعد امام عینی وامام قسطلانی نے ذکر کیا۔ عمدہ میں ہے:

قال السهيلی ان العباس قال ذٰلك فی حال كونه علی غير الاسلام ولو اداها بعد الاسلام لقبلت منه[1]	سہیلی نے کہا کہ حضرت عباس نے یہ بات حالتِ غیر اسلام میں کہی اگر بعد اسلام وہ اس کو ادا کرتے تو مقبول ہوتی۔ (ت)

اقول وباللہ التوفیق خود اسی روایت کا بیان کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن کی عرض پر یہی فرمایا کہ ہمارے مسامع قدسیہ تک نہ آیا۔ دلیل واضح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن کے بیان پر اطمینان نہ فرمایا اس گواہی کو مقبول ومعتبر نہ ٹھہرایا ورنہ کیا عقل سلیم قبول کرتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو جس کے اسلام میں اس درجہ کوشش بلیغ ہو نفس نفیس اس حد شدت پر اُس کی خواہش فرماتی جب وہ امر عظیم محبوب وقوع میں آئی ایسے سہل لفظوں میں جواب دے دیا جائے، لاجرم اس ارشاد کا یہی مفاد کہ تمہارے کہنے پر کیا اعتماد ہم سُنتے تو ٹھیک تھا یہ صریح ردّ شہادت ہے تو جو گواہی خدا ورسول رَد فرما چکے دُوسرا اس کا قبول کرنے والا کون!

وبهذا التحقيق الانيق استنار ولله الحمد — اور اس عمدہ تحقیق سے بحمداللہ روشن ہوگیا کہ امام عینی نے

---

[1] عمدۃ القاری کتاب الجنائز تحت حدیث ۱۳۶۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۸/ ۲۶۴

ان الامام العینی لقد احسن اذ اقتصر فی نقل کلام الامام السہیلی علی ما مر ونعما فعل اذ لم یتعد الی ما تعدی الیہ الامام القسطلانی وتبعہ العلامۃ الزرقانی حیث اثرا کلامہ برمتہ واقرا علیہ و ھذا لفظھما (اجیب) کما قال السہیلی فی الروض (بان شہادۃ العباس لابی طالب لو اداھا بعد ما اسلم کانت مقبولۃ ولم ترد) شہادتہ (بقول علیہ الصلوۃ والسلام لم اسمع لان الشاھد العدل اذا قال سمعت وقال من ھو اعدل منہ لم اسمع اخذ بقول من اثبت السماع) قال السہیلی لان عدم السماع یحتمل اسبابا منعت الشاھد من السمع (ولکن العباس شہد بذلک قبل ان یسلم) فلا تقبل شہادتہ[1] اھ اقول فلیس الکلام فی ان عباسا اثبت والنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نفی،

امام سہیلی کے نقل کلام میں اقتصار کر کے بہت اچھا کیا اُس کی بُنیاد پر جو گزرا اور اس کی طرف تجاوز نہ کر کے بھی اچھا کیا جس کی طرف امام قسطلانی نے تجاوز کیا اور اُن کی اتباع کی علامہ زرقانی نے، کیونکہ ان دونوں نے اُس کے کلام کو پورا نقل کیا اور اس پر قائم رہے۔ اور یہ لفظ ان دونوں کے ہیں۔ (جواب دیا گیا) جیسا کہ امام سہیلی نے روض میں فرمایا کہ اگر ابوطالب کے بارے میں حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہادت آپ کے اسلام لانے کے بعد ہوتی تو مقبول ہوتی، اسکو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے اس ارشاد کے ساتھ رد نہ کیا جاتا کہ "میں نے نہیں سُنا" کیونکہ عادل گواہ جب کہے کہ "میں نے سُنا ہے" اور اس سے زیادہ عدل والا کہے کہ "میں نے نہیں سُنا" تو اُس کے قول کو قبول کیا جائے گا جو سماع کو ثابت کرنے والا ہے۔ سہیلی نے کہا: اس کی وجہ یہ ہے کہ عدمِ سماع کئی ایسے اسباب کا احتمال رکھتا ہے جو گواہ کو سننے سے روک سکتے ہوں، لیکن چونکہ حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اسلام لانے سے قبل اس کی شہادت دی لہذا اُن کی شہادت قبول نہ ہوگی اھ۔ میں کہتا ہوں اس میں کلام نہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اثبات کیا اور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نفی فرمائی۔

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول وفاۃ خدیجۃ وابی طالب دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۹۱ و ۲۹۲

فهما شهادتان جاء تاعندنا احدهما تثبت والاخری تنفی فتقدم التی تثبت لوکان صاحبها عدلا و معاذ الله ان تقدم علی قوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم لم یقبل شهادة العباس ولم یرکن الیها فهو صلی الله تعالٰی علیه وسلم قاض لاشاهد اٰخر وانما الشاهد العباس وحدہٗ فاذا لم یقبلها النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فمن یقبلها بعدہ هذا ماعندی وانا فی عجب عاجب ھٰھنا من کلام ھٰؤلاء الاعلام الاکابر فامعن النظر لعل له معنی قصرت عنه ید فهمی القاصر۔

یہ دو شہادتیں ہمارے پیش نظر ہیں، ایک ثابت کرنے والی اور دوسری نفی کرنے والی۔ لہذا مثبت گواہی نافی پر مقدم ہوگی جبکہ مثبت گواہی دینے والا عادل ہو اور معاذ اللہ کہ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قول پر مقدم ہو۔ نبی اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہادت کو قبول نہیں فرمایا اور نہ ہی اس کی طرف میلان فرمایا، کیونکہ آپ تو قاضی تھے نہ کہ دوسرے گواہ، گواہ تو تنہا حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ تھے جب نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اسے قبول نہیں فرمایا تو آپ کے بعد کون قبول کرسکتا ہے۔ یہ وہ ہے جو میرے پاس ہے مجھے اس مقام پر ان اکابر علماء کے کلام پر سخت تعجب ہے میں نے گہری نظر سے دیکھا کہ شاید اس کا کوئی معنی بن سکتا ہو مگر میرے فہم قاصر کا ہاتھ اس سے قاصر رہا۔ (ت)

یہ اجوبہ علماء ہیں اور بحمد اللہ کافی ووافی وصافی ہیں، وانا **اقول** وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت)

سادساً ہم تسلیم کرتے ہیں کہ روایت انھیں احادیث صحیحین کی مثل سنداً و متناً ہر طرح اعلٰی درجہ کی صحیح اور شہادتِ عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی بروجہ کمال مقبول و نجیح، پھر بھی نہ مستدل کو نافع نہ کفرِ ابی طالب کی اصلاً دافع۔ آخر جب بحکم احادیثِ جلیلہ آیت قرآنیہ مشرک و ناری بتارہی ہے تو یہ کسی کے مٹائے مٹتا نہیں، یہ دوسری حدیث کہ فرضاً اُسی پلّہ کی صحیح و جلیل ہے صرف اتنا بتاتی ہے کہ ابو طالب نے آخر وقت لا الٰہ الا اللہ کہا، یہ نہیں بتاتی کہ وہ وقت کیا تھا، آخر وقت دو ہیں ایک وہ کہ ہنوز پردے باقی ہیں اور یہ وقت وقتِ قبول ایمان ہے، دوسرا وہ حقیقی آخر جب حالت غرغرہ ہو پردے اٹھ جائیں جنت و نار پیشِ نظر ہوجائیں یؤمنون بالغیب کا محل نہ رہے کافر کا اس وقت اسلام لانا بالاجماع مردود و نامقبول ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

فلم یک ینفعهم ایمانهم لما راٰوا باسنا سنة الله التی قد خلت

تو ان کے ایمان نے انھیں کام نہ دیا جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا، اللہ کا دستور جو اس کے

فی عبادہ وخسر ھنالک الکٰفرین[1] بندوں میں گزر چکا اور وہاں کافر گھاٹے میں ہیں (ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ یقبل توبۃ العبد مالم یغرغر[2]، رواہ احمد والترمذی وحسنہ و ابن ماجۃ والحاکم وابن حبان والبیہقی فی الشعب کلھم عن سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اللہ تعالٰے سکراتِ موت سے پہلے پہلے توبہ قبول فرماتا ہے۔ اس کو روایت کیا احمد نے، ترمذی نے اور ترمذی نے اس کو حسن کہا۔ نیز روایت کیا اس کو ابن ماجہ، حاکم، ابن حبان اور امام بیہقی نے شعب میں۔ ان تمام نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰے عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

اب اگر وقت اول کہنا مانتے ہیں تو آیت قرآنیہ مع اُن احادیث صحیحہ کے اس حدیث صحیح مفروض سے مناقض ہوگی اور کسی نہ کسی حدیث صحیح کو رد کے بغیر چارہ نہ ملے گا اور اگر وقت دوم پر مانتے ہیں تو آیت و احادیث سب حق وصحیح ٹھہرتے ہیں اور تناقض وتعارض بے تکلف دفع ہوجاتا ہے کلمہ پڑھا اور ضرور پڑھا مگر کب اُس وقت جب کہ وقت نہ رہا تھا لہٰذا حکم شرک و نار برقرار رہا۔ قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰے نے فرمایا۔ ت):

حتی اذا ادرکہ الغرق قال اٰمنت انہ لا الٰہ الا الذی اٰمنت بہ بنوا اسرائیل وانا من المسلمین[3] آلٰئٰن وقد عصیت قبل وکنت من المفسدین[4]

یہاں تک کہ جب اُسے ڈوبنے نے آلیا تو بولا میں ایمان لایا کہ کوئی سچا معبود نہیں سوا اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں مسلمان ہوں۔ کیا اب اور پہلے سے نافرمان رہا اور تو فسادی تھا۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۰/ ۸۵

[2] جامع الترمذی ابواب الدعوات باب ماجاء فی فضل التوبۃ الخ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۹۲
مسند احمد بن حنبل عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۳۲
المستدرک للحاکم کتاب التوبۃ باب ان اللہ لیغفر لعبدہ دار الفکر بیروت ۴/ ۲۵۷

[3] القرآن الکریم ۱۰/ ۹۰

[4] 〃 ۱۰/ ۹۱

صورتِ اُولیٰ ظاہر البطلان، لہذا شق اخیر ہی لازم الاذعان، اور فی الواقع اگر یہ روایت مطابق واقع تھی تو قطعاً یہی صورت واقع ہوئی اور وہ ضرور قرینِ قیاس بھی ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے قریب مرگ ہی جلوہ افروز ہوئے ہیں۔ اسی حالت میں کفارِ قریش سے وہ محاورات ہوئے سیّد عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے باربار باصرار دعوتِ اسلام فرمائی کفار نے ملتِ کفر پر قائم رہنے میں جان لڑائی، آخر پچھلا جواب وُہ دیا کہ ابوطالب ملتِ جاہلیت پر جاتا ہے یہاں تک بات چیت کی طاقت تھی اب سینے پر دَم آیا پردے اُٹھے غیب سامنے آیا اُس نار نے جس پر عار کو اختیار کیا تھا اپنی مہیب صورت سے مُنہ دکھایا لیس الخبر کالمعاینة[1] (خبر مشاہدہ کی مثل نہیں۔ ت) اب کُھلا کہ یہ بلا جھیلنے کی نہیں، ڈوبتا ہوا سوار پکڑتا ہے اب لا الٰہ الا اللہ کی قدر آئی، کہنا چاہا طاقت نہ پائی، آہستہ لبوں کو جنبش ہوئی مگر بے سُود کہ وقت نکل چکا تھا،

انا للہ وانا الیہ راجعون ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ہم اللہ تعالےٰ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لَوٹ کر جانے والے ہیں، نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ نیکی کرنے کی قوت ہے مگر بلندی وعظمت والے خدا کی توفیق سے۔ (ت)

توحضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ بھی سچے کہ کلمہ پڑھا، اور قرآن وحدیث تو قطعاً سچے ہیں کہ حکم کفر بدستور رہا، والعیاذ باللہ رب العٰلمین (اللہ کی پناہ جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ ت)۔

سابعاً اس سے بھی درگزریے، یہ بھی مانا کہ حالتِ غرغرہ سے پہلے ہی پڑھا ہے، پھر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو ظاہر ہی کی گواہی دیں گے، دل کے حال کا عالم خدا ہے، کیا اگر کوئی شخص روزانہ لاکھ بار کلمہ پڑھے اور اللہ عزوجل اُسے کافر بتائے تو ہم اس کے کلمہ پڑھنے کو دیکھیں گے یا اپنے رب عزوجل کے ارشاد کو۔ ایمان زبان سے کلمہ خوانی کا نام نہیں، جب دلوں کا مالک اس کے کفر پر حاکم تو قطعاً ثابت کہ اس کے قلب میں اذعان و اسلام نہیں، آخر مُنافقین جیتے جاگتے تندرستوں کے بڑی سے بڑی قسم کھا کر نشھد انک لرسول اللہ[2] (ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بیشک یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔ ت) کہنے پر کیا ارشاد ہوا:

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲۷۱/۱

[2] القرآن الکریم ۶۳/۱

47 واللّٰہ یعلم انّک لرسولہ واللّٰہ یشھد ان المنٰفقین لکٰذبون[1]

اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں۔(ت)

غرض لاکھ جتن کیجئے آیت برات سے برات ملے یہ شُدنی نہیں رہے گی ہمان آتش در کاسہ (وہی قسمت وہی تعیب۔ت) کہ،

تبین لھم انّھم اصحٰب الجحیم[2]

کُھل چکا کہ وہ دوزخی ہیں۔(ت)

والعیاذ باللّٰہ رب العٰلمین اللّٰھم ارحم الراحمین صل وسلم وبارك علی السید الامین الاتی من عندك بالحق المبین اللھم بقدرتك علینا وفاقتنا الیك ارحم عجزنا یا ارحم الراحمین اٰمین اٰمین اٰمین والحمد للّٰہ رب العٰلمین لا الٰہ الا اللّٰہ عدۃ للقاء اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ ودیعۃ عند اللّٰہ ولاحول ولا قوۃ الّا باللّٰہ وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی سیدنا محمد واٰلہ اجمعین والحمد للّٰہ رب العٰلمین۔

اور اللہ تعالٰی کی پناہ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ اے اللہ بہترین رحم کرنے والے! درود، سلام اور برکت نازل فرما اُس امانت والے سردار پر جو تیری بارگاہ سے حق مبین لے کر آنے والا ہے۔ اے اللہ! اپنی قدرت کے ساتھ جو ہم پر ہے اور ہماری محتاجی تیری طرف ہے، ہمارے عجز پر رحم فرما اے بہترین رحم فرمانے والے۔ ہماری دُعا قبول فرما اور تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جو کل جہانوں کا پروردگار ہے۔ اللہ کے بغیر کوئی سچا معبود نہیں۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ اللہ تعالٰی کی ملاقات کا وعدہ اللہ تعالٰی کے پاس ودیعت ہے۔ نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت مگر اللہ کی توفیق سے۔ اللہ تعالٰی درود نازل فرمائے ہمارے آقا محمد مصطفٰے پر، آپ کی آل اور سب صحابہ پر۔ اور سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ (ت)

بحمد اللہ ازاحت شبہات سے بھی بروجہ احسن فراغ پایا،

وھناك شبھۃ اخرٰی اوھن و اھون لم نورد ھا اذ لم تعرض

یہاں ایک دُوسرا شبہہ ہے جو بہت کمزور اور بہت ہلکا ہے ہم اس کو اس لئے وارد نہیں کرتے

---

[1] القرآن الکریم ۶۳/ ۱

[2] القرآن الکریم ۹/ ۱۱۳

ولو تعرف فلا نطیل الکلام بایرادھا ولنطوھا علی غرھا لمیعادھا۔ کہ نہ تو اُس کا تعرض کیا گیا ہے اور نہ ہی وہ معروف ہے۔ چنانچہ ہم اس کو وارد کرکے کلام کو لمبا نہیں کرتے۔ لہذا چاہئے کہ ہم اس کے مقررہ وقت تک اُس کو اُس کے شکن پر لپیٹ دیں۔ (ت)

اب بقیہ سوال کا جواب لیجئے اور اس رسالہ میں جن ائمہ و علماء وکتب سے یہ مسئلہ ثابت کیا آخر میں اُن کے اسماء شمار کردیجئے کہ جسے رسالہ دیکھنے میں کاہلی آئے ان ناموں ہی کو دیکھ کر خلاف سے ہاتھ اٹھائے لہذا تمین فصل کا وصل اور مناسب کہ تلك عشرۃ کاملۃ (یہ پورے دس ہوئے۔ ت) جلوہ دکھائے۔

فصل ہشتم

جب ابوطالب کا کفر ادلّہ کالنہار سے آشکار تو رضی اللہ تعالٰی عنہ کہنے کا کیونکر اختیار، اگر اخبار ہے تو اللہ عزوجل پر افترا، کفار کو رضائے الٰہی سے کیا بہرہ، اور اگر دُعا ہے کما ھو الظاھر (جیسا کہ ظاہر ہے۔ ت) تو دعا بالمحال حضرت ذی الجلال سے معاذ اللہ استہزاء، ایسی دُعا سے حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نہی فرمائی۔

کما فی الصحیحین[1] وقد بیّناہ فی رسالتنا "ذیل المدعاء لاحسن الوعاء" التی ذیلنا بھا رسالۃ "احسن الوعاء لاٰداب الدعاء" لخاتمۃ المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد۔ جیسا کہ صحیحین میں ہے، اور ہم نے اس کو اپنے رسالہ "ذیل المدعاء لاحسن الوعاء" میں بیان کردیا۔ اس رسالے کو ہم نے حاشیہ بنایا رسالہ "احسن الوعاء لآداب الدعاء" کا، جو تصنیف ہے خاتمۃ المحققین ہمارے سردار والدگرامی قدس سرہٗ کی۔ (ت)

علماء نے کافر کے لئے دُعائے مغفرت پر سخت اشد حکم صادر فرمایا اور اس کے حرام ہونے پر تو اجماع ہے، پھر دُعائے رضوان تو اُس سے بھی ارفع واعلٰی،

فان السید قد یعفو عن عبدہ اس لئے کہ مالک بعض دفعہ اپنے غلام کو معاف

---

[1] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ البراءۃ باب ما کان للنبی والذین اٰمنوا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۶۷۵
صحیح مسلم کتاب الایمان باب الدلیل علی صحۃ الاسلام من حضرہ الموت الخ " " " ۱/ ۴۰

وھو عنہ غیر راض کما ان العبد ربما یحب سیدہ وھو علی امرہ غیر ماض وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

کر دیتا ہے حالانکہ وُہ اس پر راضی نہیں ہوتا، جیسا کہ غلام بسا اوقات اپنے مالک کو پسند کرتا ہے مگر اُس کے حکم پر عمل پیرا نہیں ہوتا۔ اللہ ہمیں کافی ہے اور کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ (ت)

امام محمد محمد حلبی حلیہ میں فرماتے ہیں:

صرح الشیخ شہاب الدین القرافی المالکی بان الدعاء بالمغفرۃ للکافر کفر لطلبہ تکذیب اللہ تعالٰی فیما اخبر بہ ولھذا قال المصنف وغیرہ ان کانا مؤمنین[1]

یعنی امام شہاب قرافی مالکی نے تصریح فرمائی کہ کفار کے لئے دعائے مغفرت کرنا کفر ہے کہ اللہ عزوجل نے جو خبر دی اس کا جھوٹا کرنا چاہتا ہے اس لئے مُنیہ وغیرہ کتب فقہ میں قید لگا دی کہ ماں باپ کے لئے دعائے مغفرت کرے بشرطیکہ وہ مسلمان ہوں۔

پھر ایک ورق کے بعد فرمایا کہ تقدم انہ کفر[2] اوپر بیان ہو چکا ہے کہ یہ کفر ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

الدعاء بہ کفر لعدم جوازہ عقلاً ولاشرعاً ولتکذیب النصوص القطعیۃ بخلاف الدعاء للمؤمنین کما علمت فالحق ما فی الحلیۃ[3]

اس کی دُعا کفر ہے کیونکہ یہ عقلاً و شرعاً ناجائز ہے اور اس میں نصوص قطعیہ کی تکذیب ہے بخلاف مومنوں کے لئے دعا کے۔ جیسا کہ تُو جان چکا ہے، اور حق وہ ہے جو حلیہ میں ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

الحق حرمۃ الدعاء بالمغفرۃ للکافر[4]

حق یہ ہے کہ کافر کیلئے دعائے مغفرت حرام ہے۔

اسی طرح بحرالرائق میں ہے۔

---

[1] حلیۃ المحلی

[2] " "

[3] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ فصل واذا اراد الشروع فی الصلٰوۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۵۱

[4] الدرالمختار " " " " " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۸

اقول ومانحا الیہ العلامۃ الشامی من عدم جواز عفو الکفر عقلا فانما تبع فیہ الامام النسفی صاحب عمدۃ الکلام وشرذمۃ قلیلۃ من اھل السنۃ والجمہور علی امتناعہ شرعا وجوازہ عقلا کما فی شرح المقاصد والمسامرۃ وغیرھما وبہ تقضی الدلائل فھو الصحیح وعلیہ التعویل فاذن الحق ماذھب الیہ البحر وتبعہ فی الدر وتمام الکلام فی ھذا المقام فیما علقناہ علی رد المحتار۔

اقول (میں کہتا ہوں) جس کا قصد علامہ شامی نے کیا یعنی کفر کی معافی کا عقلاً عدم جواز تو اس میں انھوں نے عمدۃ الکلام کے مصنف امام نسفی اور اہلسنّت کے گروہ قلیل کی پیروی کی ہے، جبکہ جمہور کے نزدیک یہ شرعاً ممتنع اور عقلاً جائز ہے جیسا کہ شرح المقاصد اور مسامرہ وغیرہ میں ہے۔ اور دلائل اسی کے مؤید ہیں لہذا یہی صحیح اور اسی پر بھروسا ہے تو اب حق وُہ ہے جس کی طرف صاحب البحر گئے ہیں اور دُر میں اسی کی پیروی کی ہے، اور مکمل کلام اس مقام پر ردالمحتار پر ہمارے حاشیہ میں ہے (ت)

ہاں ابولہب وابلیس لعنہما اللہ کی مثل کہنا محض افراط اور خون انصاف کرنا ہے، ابوطالب کی عمر خدمت وکفالت ونصرت وحمایتِ حضرتِ رسالت علیہ وعلٰی آلہ الصلوٰۃ والتحیۃ میں کٹی اور یہ ملاعنہ درپردہ وعلانیہ درپے ایذاء واضرار رہے کہاں وہ جس کا وظیفہ مدح وستائش ہوا اور کہاں وہ شقی جس کا ورد ذم ونکوہش ہو ایک اگرچہ خود محروم اور اسلام سے مصروف مگر بتسخیر تقدیر نفع اسلام میں مصروف اور دوسرا مردود ومتمرد وعدو ومعاند ہمہ تن کسر بیضہ اسلام میں مشغوف ؎

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

(ان میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ ت)

آخر نہ دیکھا جو صحیح حدیث میں ارشاد ہوا کہ ابوطالب پر تمام کفار سے کم عذاب ہے اور یہ اشقیاء اُن میں ہیں جن پر اشد العذاب ہے، ابوطالب کے صرف پاؤں آگ میں ہیں اور یہ ملاعنہ اُن میں کہ:

لھم من فوقھم ظلل من النار ومن تحتھم ظلل[1] | اُن کے اُوپر آگ کی تہیں ہیں اور اُن کے نیچے آگ کی تہیں۔

لھم من جھنم مھاد ومن فوقھم غواش[2] | ان کے نیچے آگ کا بچھونا اور اوپر آگ کے لحاف۔

سراپا آگ، ہر طرف سے آگ، والعیاذ باللہ رب العلمین (اور اللہ رب العالمین کی پناہ۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۳۹/ ۱۶

[2] القرآن الکریم ۷/ ۴۱

بلکہ دونوں کا ثبوتِ کفر بھی ایک سا نہیں، ابوطالب کے باب میں اگرچہ قول حق وصواب وہی کفر وعذاب ہے اور اُس کا خلاف شاذ ومردود و باطل ومطرود، پھر بھی اس حد کا نہیں کہ معاذ اللہ خلاف پر تکفیر کا احتمال ہو اور ان اعداء اللہ کا کافر و ابدی جہنمی ہونا تو ضروریاتِ دین سے ہے جس کا منکر خود جہنمی کافر، تو فریقین کا نہ کفر یکساں نہ ثبوت یکساں، نہ عمل یکساں نہ سزا یکساں، ہر جگہ فرقِ زمین وآسمان، پھر مماثلت کہاں۔

نسأل اللّٰہ سلوك سوی الصراط ونعوذ باللّٰہ من التفریط والافراط۔ ہم اللہ تعالٰی سے سیدھے راستے پر چلنے کا سوال کرتے ہیں، اور افراط وتفریط سے اس کی پناہ مانگتے ہیں۔ (ت)

فصل نہم

ان ائمہ دین وعلمائے معتمدین کے ذکر اسمائے طیبہ میں جنھوں نے کفرِ ابی طالب کی تصریح وتصحیح فرمائی اور اُن کے ارشادات کی نقل اس رسالہ میں گزری، **فمن الصحابۃ**:

(۱) امیر المومنین صدیق اکبر
(۲) امیر المومنین فاروق اعظم
(۳) امیر المومنین علی مرتضٰی
(۴) حبر الامۃ سیدنا عبداللہ بن عباس
(۵) حافظ الصحابہ سیدنا ابوہریرہ
(۶) صحابی ابن الصحابی سیدنا مسیب بن حزن قریشی مخزومی
(۷) حضرت سیدنا عباس عم رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
(۸) سیدنا ابوسعید خدری
(۹) سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری
(۱۰) سیدنا عبداللہ بن عمر فاروق
(۱۱) سیدنا انس بن مالک خادم رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
(۱۲) حضرت سیدتنا ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

پہلے چھ حضرات سے تو خود اُن کے اقوال گزرے اور انس وابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم کی تقریر اور باقی چار خود حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد بیان فرماتے ہیں اور پر ظاہر کہ یہاں اپنے کہنے سے نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد بتانا اور بھی ابلغ ہے۔

ومن التابعین:

(۱۳) آدم آل عبا زین العابدین علی بن حسین بن علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہم وکرم وجوھھم۔
(۱۴) امام عطاء بن ابی رباح استاذ سیدنا الامام الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما۔
(۱۵) امام محمد بن کعب قرظی کہ اجلۂ ائمہ محدثین ومفسرین تابعین سے ہیں۔

(۱۶) سعید بن محمد ابوالسفر تابعی ابن التابعی ابن الصحابی نبیرہ سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

(۱۷) امام الائمہ سراج الامہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ومن تبع تابعین:

(۱۸) عالم المدینہ امام دار الہجرۃ سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

(۱۹) محرر المذہب مرجع الدنیا فی الفقہ والعلم سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

(۲۰) امام تفسیر مقاتل بلخی۔

(۲۱) سلطان اسلام خلیفۃ المسلمین جن کے آنے کی سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے بشارت دی تھی کہ:

منا السفاح ومنا المنصور ومنا المھدی۔ رواہ الخطیب وابن عساکر وغیرھما بطریق سعید بن جبیر عنہ قال السیوطی قال الذھبی اسنادہ صالح۔

ہمیں میں سے ہوگا سفاح اور ہمیں میں منصور اور ہمیں میں مہدی۔ (اس کو خطیب وابن عساکر وغیرہ نے سعید بن جبیر کے طریق سے روایت کیا اور اُسی کے طریق سے امام سیوطی نے کہا۔ ذہبی نے کہا اس کا اسناد صالح ہے۔ ت)

بلکہ دو حدیثوں میں یہی الفاظ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے آئے،

رواہ کذلک الخطیب من طریق الضحاک عن ابن عباس وابن عساکر فی ضمن حدیث عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہم رفعاہ الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

اس کو اسی طرح خطیب نے بطریق ضحاک سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا جبکہ ابن عساکر نے ایک حدیث کے ضمن میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور ان دونوں نے اس کا رفع نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک کیا۔ (ت)

اعنی امام ابوجعفر منصور نبیرزادہ ابن عم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ومن اتباع التبع ومن یلیھم:

(۲۲) امام الدنیا فی الحفظ والحدیث ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری۔

(۲۳) امام اجل ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی۔

(۲۴) امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی۔

(۲۵) امام ابوعبداللہ بن یزید ابن ماجہ قزوینی۔

یہ چاروں ائمہ اصحابِ صحاح مشہورہ ہیں اور یہی طبقہ اخیرہ عبداللہ بن المعتز کا ہے۔

وممن بعدھم من المفسرین:

(۲۶) امام محی السنہ ابو محمد حسین بن مسعود فراء بغوی۔

(۲۷) امام ابواسحٰق زجاج ابراہیم بن السری۔

(۲۸) جار اللہ محمود بن عمر خوارزمی زمخشری۔

(۲۹) ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری صاحبِ بسیط و وسیط و وجیز۔

(۳۰) امام اجل محمد بن عمر فخر الدین رازی۔

(۳۱) قاضی القضاۃ شہاب الدین بن خلیل خوبی دمشقی مکمل الکبیر۔

(۳۲) علامہ قطب الدین محمد بن مسعود بن محمود بن ابی الفتح سیرافی شفار صاحبِ تقریب۔

(۳۳) امام ناصر الدین ابوسعید عبداللہ بن عمر بیضاوی۔

(۳۴) امام علامۃ الوجود مفتی ممالک رومیہ ابوالسعود بن محمد عمادی۔

(۳۵) علامہ علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی صوفی صاحبِ تفسیر لباب شہیر بہ خازن۔

(۳۶) امام جلال الدین محمد بن احمد محلی۔

(۳۷) علامہ سلیمان جمل وغیرہم ممن یاتی۔

ومن المحدثین والشارحین:

(۳۸) امام اجل احمد بن حسین بیہقی۔

(۳۹) حافظ الشام ابوالقاسم علی بن حسین بن ہبۃ اللہ دمشقی شہیر بابن عساکر۔

(۴۰) امام ابوالحسن علی بن خلف معروف بابن بطال مغربی شارح صحیح بخاری۔

(۴۱) امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن احمد سہیلی۔

(۴۲) امام حافظ الحدیث علامۃ الفقہ ابو زکریا یحیٰی بن شرف نووی۔

(۴۳) امام ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم قرطبی شارح صحیح مسلم۔

(۴۴) امام ابوالسعادات مبارک بن محمد بن ابی الکرم معروف بابن اثیر جزری صاحبِ نہایہ و جامع الاصول۔

(۴۵) امام جلیل محب الدین احمد بن عبداللہ الطبری۔

(۴۶) امام شرف الدین حسن بن محمد طیبی شارح مشکوٰۃ۔

(۴۷) امام شمس الدین محمد بن یوسف بن علی کرمانی شارح صحیح بخاری۔
(۴۸) علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی صاحب القاموس۔
(۴۹) امام حافظ الشان ابو الفضل شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی۔
(۵۰) امام جلیل بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی۔
(۵۱) امام شہاب الدین ابو العباس احمد بن ادریس قرافی صاحب تنقیح الاصول۔
(۵۲) امام خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر سیوطی۔
(۵۳) امام شہاب الدین ابو العباس احمد بن خطیب قسطلانی شارح صحیح بخاری۔
(۵۴) علامہ عبد الرحمٰن بن علی شیبانی تلمیذ امام شمس الدین سخاوی۔
(۵۵) علامہ قاضی حسین بن محمد بن حسین دیار بکری مکی۔
(۵۶) مولانا الفاضل علی بن سلطان محمد قاری ہروی مکی۔
(۵۷) علامہ زین العابدین عبد الرؤف محمد شمس الدین مناوی۔
(۵۸) امام شہاب الدین احمد بن حجر مکی۔
(۵۹) شیخ تقی الدین احمد بن علی مقریزی اخباری۔
(۶۰) سید جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ شیرازی صاحب روضۃ الاحباب۔
(۶۱) امام عارف باللہ سیدی علاء الملۃ والدین علی بن حسام الدین متقی مکی۔
(۶۲) علامہ شہاب الدین احمد خفاجی شارح شفاء۔
(۶۳) علامہ علی بن احمد بن محمد بن ابراہیم عزیزی۔
(۶۴) علامہ محمد حفنی محشی افضل القریٰ۔
(۶۵) علامہ طاہر فتنی صاحب مجمع بحار الانوار۔
(۶۶) شیخ محقق مولانا عبد الحق بن سیف الدین بخاری۔
(۶۷) علامہ محمد بن عبد الباقی بن یوسف زرقانی مصری۔
(۶۸) فاضل محمد بن علی صبان مصری صاحب اسعاف الراغبین وغیرہم ممن مضی ویجیئ۔

ومن الفقہاء والاصولیین:

(۶۹) امام اجل شیخ الاسلام والمسلمین علی بن ابی بکر برہان الدین فرغانی صاحب ہدایہ۔
(۷۰) امام ابو البرکات عبد اللہ بن احمد حافظ الدین نسفی صاحب کنز۔

(۷۱) امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام۔

(۷۲) امام جلال الدین کرلانی صاحب کفایہ۔

(۷۳) امام محقق محمد بن محمد بن محمد ابن امیر الحاج حلبی۔

(۷۴) امام ابراہیم بن موسٰی طرابلسی مصری صاحب مواہب الرحمٰن۔

(۷۵) علامہ ابراہیم بن محمد حلبی شارح غنیہ۔

(۷۶) علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی۔

(۷۷) علامہ محقق زین بن نجیم مصری صاحب بحر۔

(۷۸) ملک العلماء بحر العلوم عبد العلی محمد لکھنوی۔

(۷۹) علامہ سید احمد مصری طحطاوی۔

(۸۰) علامہ سید محمد افندی ابن عابدین شامی وغیرھم ممن تقدم رحمھم اللہ تعالٰی علمائنا جمیعا من تاخرمنھم ومن تقدم اٰمین (اس کے علاوہ دیگر علماء جن کا پہلے ذکر ہوچکا ہے، اللہ تعالٰی ہمارے تمام علماء متاخرین ومتقدمین پر رحم فرمائے، آمین۔ ت)

فصل دہم

اُن کتابوں کے نام جن کی نقول دربارۂ ابوطالب اس رسالہ میں مذکور ہوئیں:

کتبِ تفسیر

(۱) معالم التنزیل امام بغوی (۲) مدارک التنزیل امام نسفی (۳) انوار التنزیل امام بیضاوی

(۴) ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم للمفتی العلامۃ العمادی (۵) کشاف حقائق التنزیل للزمخشری

(۶) مفاتیح الغیب للامام الرازی (۷) تکملۃ المفاتیح للشمس الخوبی (۸) جلالین

(۹) فتوحاتِ الٰہیہ للشیخ سلیمٰن (۱۰) عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی للعلامۃ الشہاب

(۱۱) معانی القرآن للزجاج (۱۲) فتوح الغیب للطیبی (۱۳) تقریب مختصر الکشاف للسیرافی

(۱۴) بسیط للواحدی (۱۵) لباب التاویل فی معانی التنزیل للعلامۃ الخازن۔

(۱۶) الاحکام لبیان ما فی القرآن من الابہام للعسقلانی۔

کتبِ حدیث

(۱۷) صحیح بخاری
(۱۸) صحیح مسلم
(۱۹) سُنن ابی داؤد
(۲۰) جامع ترمذی
(۲۱) مجتبٰی نسائی
(۲۲) سُنن ابن ماجہ
(۲۳) مؤطا امام مالک
(۲۴) مؤطا امام محمد
(۲۵) مسند امام شافعی
(۲۶) مسند امام احمد
(۲۷) شرح معانی الآثار
(۲۸) مشکوٰۃ المصابیح
(۲۹) تیسیر الوصول الی جامع الاصول
(۳۰) جامع صغیر
(۳۱) منہج العمال للامام المتقی
(۳۲) کنز العمال لہ
(۳۳) منتخب کنز العمال لہ
(۳۴) مصنف عبدالرزاق
(۳۵) مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ
(۳۶) مسند ابوداؤد طیالسی
(۳۷) مسند اسحٰق بن راہویہ
(۳۸) طبقات ابن سعد
(۳۹) کتاب موسٰی بن طارق ابوقرہ
(۴۰) زیادات مغازی ابن اسحٰق لیونس بن بکیر
(۴۱) صحیح ابن خزیمہ
(۴۲) منتقی ابن زود
(۴۳) مسند بزار
(۴۴) مسند ابی یعلٰی
(۴۵) معجم کبیر طبرانی
(۴۶) معجم اوسط لہ
(۴۷) فوائد تمام رازی
(۴۸) کامل ابن عدی
(۴۹) کتاب الجنائز للمروزی
(۵۰) کتاب مکہ لعمر بن شبہ
(۵۱) کتاب ابی بشر
(۵۲) فوائد سمویہ
(۵۳) مستخرج اسمٰعیل
(۵۴) مستدرک حاکم
(۵۵) حلیۃ الاولیاء لابی نعیم
(۵۶) سنن بیہقی
(۵۷) دلائل النبوۃ
(۵۸) سُنن سعید بن منصور
(۵۹) مسند فریابی
(۶۰) مسند عبد بن حمید
(۶۱) تفسیر ابن جریر
(۶۲) تفسیر ابن المنذر
(۶۳) تفسیر ابن ابی حاتم
(۶۴) تفسیر ابوالشیخ
(۶۵) تفسیر ابن مردویہ
(۶۶) مغازی ابن اسحٰق علی ما قررنا وحررنا۔

شروحِ حدیث

(۶۷) منہاج شرح مسلم للنووی
(۶۸) عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری للعینی
(۶۹) ارشاد الساری شرح صحیح بخاری للقسطلانی
(۷۰) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ للقاری
(۷۱) تیسیر شرح جامع صغیر للمناوی
(۷۲) سراج المنیر شرح جامع صغیر للعزیزی
(۷۳) فتح الباری شرح صحیح بخاری للعسقلانی
(۷۴) کواکب الدراری شرح صحیح بخاری للکرمانی

(۷۵) مفہم شرح صحیح مسلم للقرطبی

کتبِ فقہ

(۷۶) ہدایہ
(۷۷) کافی شرح الوافی کلاہما للامام النسفی
(۷۸) فتح القدیر للمحقق
(۷۹) کفایہ شرح ہدایہ
(۸۰) حلیہ شرح منیہ للامام الحلبی
(۸۱) غنیہ شرح منیہ للمحقق الحلبی
(۸۲) بحرالرائق شرح کنزالدقائق
(۸۳) طحطاوی علی مراقی الفلاح للشرنبلالی
(۸۴) ردالمحتار علی الدرالمختار
(۸۵) بنایہ شرح ہدایہ للعینی
(۸۶) برہان شرح مواہب الرحمٰن کلاہما للطرابلسی۔

کتبِ سِیَر

(۸۷) مواہب لدنیہ و منح محمدیہ
(۸۸) شرح مواہب للزرقانی
(۸۹) صراط المستقیم للمجد
(۹۰) شرح صراط المستقیم للشیخ
(۹۱) مدارج النبوۃ لہ
(۹۲) خمیس للدیاربکری
(۹۳) اسعاف الراغبین للصبان
(۹۴) روضۃ الاحباب
(۹۵) تاریخ ابن عساکر
(۹۶) روض سہیلی
(۹۷) امتاع الاسماع للمقریزی۔

کتبِ عقائد واصول وعلومِ شتّٰی

(۹۸) فقہ اکبر للامام اعظم
(۹۹) شرح المقاصد للعلامۃ التفتازانی
(۱۰۰) اصابہ فی تمییز الصحابہ للامام ابن حجر
(۱۰۱) مسالک الحنفاء فی والدی المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم للامام السیوطی
(۱۰۲) افضل القری لقراء ام القری للامام ابن حجر۔
(۱۰۳) شرح شفا لعلی القاری
(۱۰۴) نسیم الریاض للخفاجی
(۱۰۵) حفنی شرح الہمزیہ
(۱۰۶) مجمع البحار للفتنی
(۱۰۷) فواتح الرحموت لبحر العلوم
(۱۰۸) التقریر والتحریر فی الاصول للعلامۃ ابن امیرالحاج
(۱۰۹) نہایہ فی غریب الحدیث لابن اثیر

(۱۱۰) شرح تنقیح الفصول فی الاصول کلاہما للقرافی (۱۱۱) ذخائر العقبٰی فی مناقب ذوی القربٰی للحافظ المحب الطبری

تذییل

وہ کتابیں جن سے اس رسالہ میں مدد لی گئی:

(۱۱۲) شرح عقائد نسفی (۱۱۳) شرح عقائد عضدی
(۱۱۴) سیرت ابن ہشام (۱۱۵) اتقان فی علوم القرآن
(۱۱۶) میزان الاعتدال (۱۱۷) تقریب التہذیب
(۱۱۸) تقریب امام نووی (۱۱۹) تدریب امام سیوطی
(۱۲۰) مسلم الثبوت (۱۲۱) درمختار
(۱۲۲) تاریخ الخلفاء (۱۲۳) تحفہ اثنا عشریہ
(۱۲۴) صحیح ابن حبان (۱۲۵) القاب شیرازی
(۱۲۶) استیعاب ابوعمر (۱۲۷) معرفۃ الصحابہ لابی نعیم
(۱۲۸) مسند الفردوس دیلمی (۱۲۹) خادم الامام بدرالدین الزرکشی
(۱۳۰) شعب الایمان للامام البیہقی۔

ختم اللہ تعالٰی لنا بالایمان والامان اٰمین اٰمین الحمد للہ علی الاختتام ونسألہ حسن الختام۔

اللہ تعالٰی ایمان اور امان کے ساتھ ہمارا خاتمہ کرے، آمین۔ حُسنِ اختتامِ رسالہ پر تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں، اور ہم اللہ تعالٰی سے حُسنِ خاتمہ کا سوال کرتے ہیں۔ (ت)

پہلے یہ سوال بدایوں سے آیا تھا جواب میں ایک موجز رسالہ چند ورق کا لکھا اور اس کا نام مُعتبر الطالب فی شیون ابی طالب[۱۲] رکھا، اب کہ دوبارہ احمد آباد سے سوال آیا اور بعض علمائے بمبئی نے بھی اس بارہ میں توجہ خاص کا تقاضا فرمایا حسبِ حالت راہنہ وفرصت حاضرہ شرح وبسط کافی کو کام میں لایا اور اسے اُس اجمالِ اوّل کی شرح بنایا نیز شرح مطالب وتسکین طالب میں بحمداللہ تعالٰی حافل وکافل پایا، لہذا شرح المطالب فی مبحث ابی طالب[۱۲] اس کا نام رکھا اور یہی اس کی تاریخِ آغاز وانجام۔

والحمد للہ ولی الانعام وافضل سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو انعام کا

الصلوٰۃ و اکمل السلام علٰی سیدنا محمد ھادی الانام وعلٰی اٰلہ وصحبہ الغر الکرام وعلینا بھم ولھم الٰی یوم القیٰمۃ اٰمین یا ذا الجلال والاکرام، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مالک ہے۔ اور افضل درود و اکمل سلام ہو ہمارے آقا محمد مصطفٰی پر جو کُل جہان کے ہادی ہیں، اور آپ کے روشن پیشانیوں والے اہلِ کرم آل واصحاب پر اور ان کے صدقے میں ہم پر اور اُن کے لئے یومِ قیامت تک ہماری دعا قبول فرما اے بزرگی اور اکرام والے۔ اللہ سبحٰنہ وتعالٰی خوب جانتا ہے۔ اور اس کا علم اتم اور مستحکم ہے۔ (ت)

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

محمدی سنی حنفی قادری
عبد المصطفٰی احمد رضا خاں

رسالہ

شرح المطالب فی مبحث ابی طالب

ختم ہوا

نوٹ

جلد ۲۹ "عقائد و کلام و دینیات" کے عنوان پر اختتام پذیر ہوئی، فتاوٰی رضویہ کی آخری جلد ۳۰ اِن شاء اللہ تعالٰی سیرت اور فضائلِ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عنوان پر مشتمل ہوگی۔

رسالہ

حیاۃ الموات

فی بیان

سماع الاموات

۱۳۰۵ھ

حیاتِ برزخی وسماعِ موتٰی کا مدلّل بیان

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ

رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور ۸ پاکستان